نہ جانا شہرِ دل سے

انجم انصار

احوال واقعی

عزیز قارئین کرام!

السلام علیکم رحمتہ اللہ و برکاتہ!

اپنے نئے ناول ''نہ جانا شہرِ دل سے'' کے ساتھ حاضر ہوں۔ اُمید ہے کہ یہ بھی آپ کی توقع کے معیار پر پورا اُترے گا۔ ہمیشہ کی طرح اس ناول میں شامل کہانیاں سچی کہانیاں ہیں۔ مجھے قوی اُمید ہے کہ ہماری نئی نسل اس ناول کو پڑھ کر دوسروں کے تجربات سے فائدہ اُٹھائے گی۔

میرے بہت سے مداح یہ شکایت کرتے ہیں کہ انہیں میری کتابیں مارکیٹ میں مشکل سے دستیاب ہوتی ہیں۔ اس ضمن میں آپ ''طاہر سنز پبلشرز'' سے رابطہ کریں۔ وہ میری کتابیں آپ تک پہنچا دیں گے۔

ناول ''نہ جانا شہرِ دل سے'' آپ کو کیسا لگا، پڑھ کر اپنی فوری رائے مجھے ضرور دیجئے گا۔

دُعا گو!

آپ کی اپنی بہن

انجم انصار

☆☆☆

نہ جانا شہرِ دل سے

اللہ نہ کرے..... کسی کے گھر کا ماحول اتنا برا ہو، جتنا ان دنوں ہمارے گھر کا ہو رہا تھا۔
ہر وقت کی چیخ چیخ اور کل کل نے گھر کی فضا ناخوشگوار کر رکھی تھی۔ امی کے طعنے تشنے کسی صورت کم ہی نہیں ہو پا رہے تھے اور اس کی اصل وجہ بے چاری شمسہ پھپھو تھیں، جو بیوہ ہونے کے بعد اپنے دونوں بچوں کو لے کر مستقل ہمارے گھر میں آ گئی تھیں اور امی کو ان کا آنا سخت ناگوار گزر رہا تھا۔ جس کا وہ مختلف طریقوں سے اظہار کر رہی تھیں۔

پھپھو شروع سے ہی ابو کی لاڈلی بہن تھیں، ابو ان سے بے حد پیار کرتے تھے، ایسا پیار شاید ہی کوئی بھائی اپنی بہن سے کرتا ہو۔

ہم نے اپنے ابو کو کبھی خالی ہاتھ پھپھو کے گھر جاتے نہیں دیکھا تھا۔ موسم کا پھل ہمارے گھر میں بعد میں آتا، پہلے وہ پھپھو کے گھر لے کر جاتے۔

''دنیا پہلے اپنی اولاد سے محبت کرتی ہے، ان کے حلق میں لقمہ ڈالتی ہے اور تمہیں اپنی بہنا کے سوا کوئی سوجھتا ہی نہیں۔'' امی طنز کرتیں۔

''شمو کو میں نے اولاد کی طرح پالا ہے، وہ بہت چھوٹی ہے مجھ سے..... اس کو دو چار دن نہ دیکھوں تو پریشان ہو جاتا ہوں۔ تم اس سے خواہ مخواہ کی مقابلہ بازیاں مت کیا کرو۔'' ابو ہمیشہ امی کو یہ بات سمجھاتے اور وہ اسے مذاق میں اڑا دیتیں۔

ٹریفک کے حادثے میں پھوپا جاں بحق ہوئے تو ابو جی نے اسی وقت پھپھو سے کہہ دیا..... ''شمو بیٹا! اب تم میرے ساتھ رہو گی، نہ تمہیں سسرال میں رہنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی یہاں اکیلے.....!''

یہی وجہ تھی کہ عدت پوری ہونے کے بعد شمو پھپھو ہمارے گھر آ گئی تھیں، دادی بھی جو زیادہ تر بڑے تایا کے گھر ہی رہتی تھیں، پھپھو کی وجہ سے ہمارے گھر مستقل آ گئی تھیں۔ ان کے آنے سے ہمارے گھر میں بہت رونق ہو گئی تھی۔

ابو جی بھی ان دونوں کے آ جانے سے بہت خوش تھے مگر امی کو ان دونوں کا آنا خاصا ناگوار گزر رہا تھا۔

''اونہہ..... ! میاں کا کفن ابھی میلا بھی نہیں ہوا اور انہوں نے گھر بھی چھوڑ دیا۔ وہیں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتیں، مرحوم کو بھی کیسا برا لگا ہوگا..... ! وہیں رہتیں تو وہ انہیں خواب میں بھی نظر آتے، وہ باتیں ان کی سنتے، وہ اپنی سناتے مگر

انہیں تو سسرال سے بھاگنے کی پڑی تھی۔ بھائی نے ذرا سا کہہ دیا تو سرپٹ بھاگی چلی آئیں۔ میاں کی یادوں سے سجا گھر چھوڑنے تک کا کوئی دکھ نہیں ہوا۔''

امی، پھپھو کو ایسی غصیلی نظروں سے دیکھا کرتیں، جیسے انہوں نے یہاں آنے کے لئے اپنے شوہر کو خود حادثے کی نذر کر دیا ہو۔ ان کا بس نہیں چلتا تھا ورنہ وہ تو یہاں تک کہہ دیتیں...... ''شمو نے اپنے میاں کو ٹرک کے سامنے خود لا پھینکا تھا۔''

''زندگی بھر کون کسی کو کھلاتا ہے جو تم اپنی بہنا کو لے آئے۔'' ہر دوسرے دن وہ یہ گلہ ابو سے کیا کرتیں۔

''میں اپنی اکلوتی بہن کو تنہا آنسو بہاتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔''

''اگر ایسی محبت تھی تو تم بھی اس کے گھر جا کر آنسو بہا آیا کرتے......مگر شمو اپنی سسرال میں تو رہتی تو سسرال والے بھی اپنی ذمے داری محسوس کرتے۔ وہ لوگ تو خوش ہو گئے ہوں گے، اچھا ہوا...... بھائی ان کی ذمے داری اپنے ساتھ لے گیا۔ شمو وہیں رہتی تو وہ لوگ بچوں کی تعلیم پر خرچہ کرتے، پھر بیٹی بڑی ہے اس کی شادی کی ذمے داری بھی اٹھاتے۔''

''طلعت! ایسی باتیں مت کیا کرو جس سے کسی کو تکلیف پہنچے۔ رازق اللہ تعالیٰ ہے، ہماری کیا بساط کہ کسی کو ایک لقمہ بھی کھلا سکیں۔''

پھپھو تو ہر وقت اپنے کمرے میں پڑی رہتی تھیں۔ ہاں دادی کو ضرور اندازہ ہو گیا تھا کہ امی کو ان لوگوں کا آنا اچھا نہیں لگا۔''

''یہ میرے بیٹے اصغر کا گھر ہے۔ کوئی شخص اپنے جہیز میں نہیں لایا ہے...... جسے کسی کا آنا ناگوار گزرے۔'' دادی نے بھی کسی کو مخاطب کئے بغیر ایک دن برملا امی کے سامنے سنا دیا۔ یوں بھی وہ کسی سے ڈرتی نہیں تھیں۔

دادی کا تایا کے گھر میں اس وجہ سے دل لگتا تھا کہ تائی زرینہ ان سے بہت محبت کرتی تھیں اور ان کا حد سے زیادہ خیال رکھتی تھیں۔ دادی کا تو یہ خیال تھا کہ شمو پھپھو کو ان کے ساتھ اکبر تایا کے گھر رہنا چاہئے مگر ابو کو اس حادثے کے بعد شمو پھپھو سے ایک لمحے کی جدائی بھی منظور نہ تھی۔ اب وہ پھپھو کے ساتھ ہی کھانا کھاتے، دیر تلک ان کے پاس بیٹھتے اور امی کو ان کا خیال رکھنے کی مسلسل تلقین کرتے رہتے تھے۔

امی کو یہ سب دیکھ کر اور بھی غصہ آتا تھا، وہ جل کر کہتیں۔ ''یوں کرو، تم اپنے کورٹ سے بھی مکمل چھٹی لے لو۔ اب تم مقدمے نہیں لڑ سکتے...... گھر میں بیوی سے لڑنے کے بہانے ڈھونڈا کرتے ہو۔''

''تم باتیں ہی ایسی کرتی ہو، جس سے خون کھول کر رہ جاتا ہے۔''

''جب تم اپنے بیوی بچوں کے حقوق بھول جاؤ گے......تو تمہارے مزاج پر بھی برا اثر پڑے گا۔''

''شادی کے بعد بہن بھائیوں کے حقوق ختم نہیں ہو جاتے۔ تمہارا بس چلے تو اپنے گھر میں کسی کو گھسنے بھی نہ دو۔''

پھر امی ذرا دھیمی ہو کر سمجھانے لگتیں۔ ''اصغر! شمسہ صرف تمہاری ہی ذمے داری نہیں ہے۔ یہ اکبر بھائی کی بھی بہن ہے، ان کو بھی ساتھ دینا چاہئے۔''

''دوسرا کیا کر رہا ہے...... یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔ مجھے کیا کرنا ہے اور میں کیا کر سکتا ہوں......یوں سمجھو میں اپنے فرائض نبھا رہا ہوں۔'' ابو نے انہیں پھر سمجھایا۔

''ایسے لوگوں کو پاگل کہا جاتا ہے۔'' امی نے جل کر کہا۔

''تو جان جاؤ آج سے ... تم ایک پاگل کی بیوی ہو جو...... کچھ بھی کر سکتا ہے۔'' یہ کہہ کر ابو نے سامنے رکھی پیالی دیوار پر دے ماری۔

امی نے چیخ چیخ کر رونا شروع کر دیا اور ابو ان سے بھی اونچے لہجے میں انہیں صلواتیں سنانے لگے۔

ان دنوں واقعی گھر کا ماحول بہت ہی برا ہو رہا تھا۔ شمسہ پھپھو کی لڑکی اپنی معصوم اور حیران آنکھوں سے اپنے کمرے کی دہلیز پر کھڑی یہ سب دیکھا کرتی اور مجھے عجیب سی خفت محسوس ہوتی۔ ہمارے گھر میں پہلی مرتبہ آئی ماہ نور، بھلا اپنے دل میں کیا سوچتی ہو گی؟

بڑی آپا اور باجی، امی کو اپنے تئیں ہر طرح سمجھانے کی کوشش کرتیں مگر امی کو کسی کی بھی بات سمجھ میں نہیں آیا کرتی۔ انہیں تو بس یہی احساس تھا کہ ان کی راج دھانی پر پرائے لوگوں کا قبضہ ہو گیا ہے جسے انہیں ہر صورت ختم کرنا ہے اور جوں جوں وہ اپنے منصوبوں میں ناکام ہو رہی تھیں، توں توں ان کی جھنجلاہٹ بھی بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

کچھ دنوں کے بعد ہی پھپھو کو بھی اندازہ ہو گیا کہ......امی نے ان کے آنے کو اچھا نہیں سمجھا ہے۔

''بھابی! خدا نہ کرے میرے بھائی کو کبھی کچھ ہو اور تمہیں اپنے میکے کے در پر جانا پڑے۔'' شمسو پھپھو نے بڑے تلخ لہجے میں امی سے کہا۔

''تمہاری تو سسرال اچھی تھی، ہمیشہ تم اس کے گن گاتی تھیں تو پھر وہاں سے کیوں آ گئیں؟'' امی کسی صورت باز نہیں آ رہی تھیں۔

''خدا نہ کرے کبھی کوئی لڑکی اجڑ کر اپنے میکے میں آئے۔'' شمو پھپھو نے افسوس اور نفرت کی ملی جلی کیفیات کے ساتھ امی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''بھابی! اللہ نے تمہیں بھی دو بیٹیاں دی ہیں......ان کی شادی سے پہلے ان کے اچھے مقدر کی دعا مانگا کرو۔ شوہر کے مرنے کے بعد سسرال بھی ختم ہو جایا کرتی ہے......اچھے لوگ بھی برے بن جاتے ہیں۔''

تب امی پہلی مرتبہ سہم سی گئی تھیں۔ ''اپنی بھتیجیوں کو تو مت کوسو۔''

''میں کیوں انہیں کوسنے لگی، میں تو ایک بات کہہ رہی ہوں......بہن اور بیٹی میں زیادہ فرق نہیں ہوتا۔''

ویسے تو امی جھنجلا کر خاموش ہو گئی تھیں مگر مجھے ان کی خاموشی سے بھی خوف آیا کرتا تھا کہ امی کا شمار ان خواتین میں ہوتا تھا جنہیں سوائے میں، میرا شوہر اور میرے بچے کے...... کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

''شمو کے بچوں کی خوراک بہت زیادہ ہے، ہر وقت انہیں کھانے کو چاہئے۔''

''بغیر پوچھے فریج میں سے دودھ نکال کر پی جاتے ہیں۔''

''نہاتے ہیں تو شیمپو کی بوتل خالی کر دیتے ہیں۔''

''ٹی وی تیز آواز میں سنتے ہیں، میری نیند خراب ہوتی ہے۔''

اب اسی قسم کے جملے ابو کے کان میں پڑنے لگے تھے۔ تب ابو نے اوپر دو کمرے اور باورچی خانہ بنوا کر شمسہ پھپھو اور دادی کو وہیں منتقل کر دیا۔ اب ان کا کھانا پینا بھی علیحدہ تھا اور ہر وقت امی کو ان کی شکلیں بھی دکھائی نہیں دیتی تھیں مگر امی بھی ان خواتین میں سے تھیں جن کے مسائل کبھی ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتے۔

''اتنی زور سے پیر مار کر چلتی ہے تمہاری بہن، اس کی دھمک میرے سر میں لگتی ہے۔''

''تمہاری اماں کو تو مجھ سے خاص بیر ہے۔ اپنی چھڑی، چھت پر ایسے مارتے ہوئے چلتی ہیں جیسے میرے دماغ پر مار رہی ہوں...... جبکہ معلوم بھی ہے کہ چھت کمزور ہے۔ ان کے چلنے تک کی آوازیں نیچے آتی ہیں تو بھی محتاط رہنا چاہئے مگر وہ تو ایسا جان بوجھ کر کرتی ہیں ناں۔'' تب ابو اپنا سر تھام لیا کرتے۔

شمسہ پھپھو جب سے اوپر کے فلور پر شفٹ ہوئی تھیں، وہ اس وقت ہی نیچے اترتی تھیں جب انہیں کہیں باہر جانا ہوتا۔ ہاں ابو ضرور صبح شام اوپر جا کر بیٹھتے اور گھنٹوں وہیں بتا دیتے۔

مجھے اپنی یہ پھپھو ہمیشہ سے اچھی لگتی تھیں۔ اب تو گھر بھی ایک ہی تھا اس لئے روزانہ ہی ان کے پاس جایا کرتا تھا۔ بڑی آپا اور باجی بھی بہانے بہانے سے اوپر منڈلایا کرتیں مگر امی بہت کم اوپر گئی تھیں۔ وہ بھی شاید صرف ایک ہی مرتبہ...... جب دادی کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی تھی۔

''آپ کہیں تو آپ کو اکبر بھائی کے ہاں لے چلیں۔'' امی نے اپنی طرف سے آفر کی۔

''اکبر اور زرینہ دونوں خود یہیں آرہے ہیں۔'' دادی نے انہیں بتایا...... دل نہ چاہتے ہوئے بھی امی کو اس وقت تک دادی کے پاس ہی بیٹھنا پڑا تھا جب تک اکبر تایا اور تائی ہمارے گھر بیٹھے رہے تھے۔

اس دن سب نے پھپھو کے ہاں ایک ساتھ ایک دسترخوان پر کھانا کھایا تھا۔ مجھے یہ سب بہت اچھا لگ رہا تھا مگر میں امی کو دیکھ کر نفرت زدہ سا ہو گیا...... وہ بہ مشکل لقمے اتار رہی تھیں...... ان کی شکل سے تو کم از کم ایسا ہی دکھائی دے رہا تھا کہ جیسے وہ وہاں زبردستی بٹھائی گئی ہوں۔

☆☆☆

لب خاموش سے اظہارِ تمنا چاہیں
بات کرنے کو بھی تصویر کا لہجہ چاہیں
تو چلے ساتھ تو آہٹ بھی نہ ہونے پائے
درمیاں ہم بھی نہ ہوں یوں تجھے تنہا چاہیں

رابعہ کو پتا نہیں کیا ہو گیا تھا...... ہنسنا بولنا سب ہی بھولے بیٹھی تھی۔ کالج سے آکر پہلے بھوک کا نعرہ لگانے والی رابعہ کو اب بھوک ہی نہیں لگتی تھی۔

''ارے صبح بھی خالی چائے پی کر گئی تھی اور اب آکر بھی یونہی پلیٹ لئے بیٹھی ہے...... کھڑے مسور کی دال اور چاول تو تیری پسندیدہ ڈش ہے۔ پھر بھی تجھ سے کھایا نہیں جارہا...... چکھ تو سہی، املی پودینے کی چٹنی کیسے مزے کی ہے۔ اس میں زیرہ بھون کر موٹا موٹا کوٹ کر ملایا ہے۔''

''بس امی، بھوک ہی نہیں لگ رہی۔'' دو نوالے کھا کر وہ پلیٹ ہٹا دیتی۔

''نہیں طبیعت تو خراب نہیں ہے تیری، میرے ساتھ شام کو حکیم جی کے پاس چلی چل، وہ کوئی اچھا سا معجون دے دیں گے، بھوک لگنے کا......'' امی کی تسلی کسی طور نہیں ہورہی تھی۔

''امی...... رابعہ باجی انگریزی کے ٹیسٹ میں فیل ہوئی ہیں، یہ اس کا غم ہے۔'' نازیہ نے اس کے کالج بیگ سے ٹیسٹ کی کاپی نکال کر دکھائی، جس میں پچیس میں سے پانچ نمبر ملے ہوئے تھے۔

''باجی! آپ تو بہت بری طرح فیل ہوئی ہیں۔'' نازیہ نے بڑی بہن کا مذاق اڑایا۔

''یہ ٹیچریں بھی بڑی کنجوس ہوتی ہیں...... دس بارہ نمبر اور دے دیتیں تو ان کا کیا جاتا......؟'' امی کی مامتا بھری وکالت شروع ہو چکی تھی جسے سن کر نازیہ کے ساتھ رابعہ بھی مسکرا رہی تھی۔

رابعہ اپنی کلاس کی ذہین ترین لڑکی تھی مگر اس ٹیسٹ میں فیل ہونے کا اسے کوئی دکھ نہیں تھا۔ کلاس میں بے شمار لڑکیاں فیل ہوتی تھیں...... اگر وہ بھی ہوگئی تھی تو کوئی خاص بات نہ تھی...... یہاں تو بات ہی کچھ اور تھی۔

ایک چھوٹے سے گھر میں رہنے والی رابعہ کے خواب بہت بڑے بڑے تھے اور اسے زندگی صرف خوبصورت غزل کی طرح لگا کرتی تھی جس سے ہر ممکن سرور حاصل کیا جاتا ہے۔ موسیقی سے اسے بڑا لگاؤ تھا اور ان دنوں وہ ایک ابھرتے ہوئے گلوکار، عمیر کی آواز کی رسیا تھی۔

ریڈیو کے جس چینل پر اس کے گیت سنائے جاتے تھے، وہ اپنا ٹرانزسٹر اسی پر سیٹ کئے ذوق شوق سے عمیر کی آواز سنا کرتی۔

اس کی آواز کا لوچ اسے اپنے دل میں اترتا ہوا محسوس ہوتا...... کتنی تو اس کی کیسٹیں جمع کر لی تھیں مگر دیوانگی تھی کہ بڑھتی ہی چلی جارہی تھی۔ رابعہ کی یہ دلی خواہش تھی کہ وہ کبھی عمیر کو لائیو پرفارمنس کرتے ہوئے دیکھے......

مگر یہ آرزو اسے پوری ہوتی نظر نہیں آرہی تھی گھر کا ماحول خاصا سخت تھا۔ بابو جی نے گھر میں ٹی وی ضرور رکھا ہوا تھا مگر وہ صرف خبرنامے کے لئے ہی کھولا کرتے تھے۔ بابو جی گھر سے باہر جاتے تو رابعہ اور نازیہ ٹی وی پر کچھ ڈرامے دیکھ پاتیں مگر بابو جی کے گھر میں قدم رکھتے ہی ٹی وی بند کر کے اس پر بڑا سا میز پوش ڈال دیا جاتا تھا۔

اس گھرانے میں تعلیم کی اہمیت کا کافی احساس تھا اسی وجہ سے بابو جی اپنی دونوں بچیوں کو پڑھا رہے تھے۔ نازیہ میٹرک میں پڑھ رہی تھی اور رابعہ ایک گرلز کالج میں سیکنڈ ایئر کی طالبہ تھی۔ اس کی خواہش تھی، بی اے بی ایڈ کر کے کسی اسکول میں معلّمہ کے فرائض انجام دے۔

اس کے دل میں یہ خواہش اس کے والدین نے ہی ڈالی تھی اور وہ اپنے والدین کا خواب ہر صورت پورا کرنا چاہتی تھی...... عمیر کی آواز اس کے دل میں نہ جانے کیسے گھر کر گئی۔ اسے احساس تک نہ ہوا مگر اب وہ اس آواز کی سچی عاشق تھی جبکہ کچھ عرصہ پہلے تک تمام گلوکار اس کے لئے ایک جیسی ہی حیثیت رکھتے تھے مگر عمیر کی آواز نے رفتہ رفتہ وہ مقام بنا لیا تھا جس کو وہ کوئی بھی نام دینے سے قاصر تھی۔

اسے تو بس اتنا یاد تھا...... عمیر کا انٹرویو جب ریڈیو پر نشر ہو رہا تھا تو میزبان نے اسے اپنا پسندیدہ گیت سنانے کو کہا تو عمیر نے نہایت جذباتی لہجے میں کہا تھا۔ ''یہ گیت اس کے نام ہے، جو مجھ سے بہت پیار کرتی ہے۔''

رابعہ کو یوں لگا جیسے عمیر نے اسے دیکھ لیا ہو، اس کی محبت کی خوشبو اس تک پہنچ گئی ہو۔

''اچھا تو آپ اپنی منگیتر سے مخاطب ہیں۔'' میزبان نے فوراً ہی اسے کریدا تھا۔

''نہیں نہیں...... منگیتر کے نام ہرگز نہیں ہے...... میں تو ابھی آزاد پنچھی ہوں...... مگر مجھے یہ تو اندازہ ہے کہ بہت لوگ میری آواز کے دیوانے ہوں گے۔'' یہ کہہ کر عمیر ہنسا تھا۔

''صرف دیوانے......؟ میں تو تمہاری آواز پر مرتی ہوں۔'' رابعہ نے سوچا۔

اس سے قبل کہ عمیر کی آواز سنائی دیتی، بابو جی گھر میں قدم رکھ چکے تھے۔

''رابعہ باجی......! بابو جی آگئے......'' نازیہ نے بہن کو خبردار کیا کہ ریڈیو بند کردو۔

مگر اس وقت ریڈیو بند کرنا بہت مشکل تھا۔ وہ اسے ہاتھ میں تھامے چلچلاتی دھوپ میں چھت پر چلی گئی۔ دیوار سے ٹیک لگا کر ریڈیو کی آواز بڑھائی اور ہمہ تن گوش ہوئی۔

عمیر کی آواز اس کے دل کے تاروں کو چھو رہی تھی۔

یہ ہم تسلیم کرتے ہیں
تمہیں فرصت نہیں ملتی
ہمارے واسطے تم کو
کوئی ساعت نہیں ملتی
ہماری سوچ کے محور
کبھی اِک پل تو سوچو تم
تمہیں ہم یاد کرتے ہیں
اور اتنا یاد کرتے ہیں
کہ خود کو بھول جاتے ہیں (عاشر وکیل راؤ)

''جھوٹے! تم کیا یاد کرو گے مجھے، جتنا میں تمہیں یاد کرتی ہوں۔'' اس نے اپنے ماتھے سے پسینہ پونچھا۔ پروگرام ختم ہو چکا تھا۔ اس نے الگنی سے دھلے ہوئے کپڑے سمیٹے اور نیچے اتر آئی۔

''رابعہ بیٹا! اتنی تیز دھوپ میں اوپر سے کپڑے لانے کی کیا ضرورت تھی؟'' ماں نے پیار سے گھرکا۔

''کپڑوں پر استری کرنی تھی اس لئے اُتار لائی۔''

بابو جی آنگن میں نیم کے درخت کے نیچے بچھے پلنگ پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے اور بڑبڑا رہے تھے۔ ''کوئی شرم حیا نہیں رہی اب...... ویگن والے ایسے ایسے واہیات گانے چلاتے ہیں جسے سن کر شرم آجائے، یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ اس میں خواتین خصوصاً بچیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔''

''اب ہر جگہ ہی ایسا ہو رہا ہے، کون کہاں تک اپنا خون جلائے؟'' امی ان کے پاس بیٹھی ان کا غصہ رفع کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

''یہ رابعہ، نازیہ اسکول، کالج جاتے وقت چادر تو لے کر جاتی ہیں ناں......؟''

''ارے سر سے پیر تک ہوتی ہے ان کی چادر...... جیسے میری بیٹیاں جاتی ہیں، ایسے تو کوئی جا ہی نہیں سکتا۔ اپنے محلے میں ہی دیکھ لو، اب لڑکیاں دوپٹا بھی اس انداز میں اوڑھتی ہیں کہ ایک سرا کندھے پر اور ایک زمین پر لوٹیں لگا رہا ہوتا ہے۔''

''میرا دل چاہتا ہے ایسے لوگوں کی آنکھیں نکال لوں، جب وہ معصوم بچیوں پر اپنی غلط نظریں ڈالتے ہیں۔''

''کس کس کی آنکھیں نکالو گے...... ؟ آدھا شہر نابینا ہو جائے گا۔'' امی نے بابو جی کی بات ہنسی میں ٹالی تو وہ ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گئے۔

دوپہر کو جب بابو جی اپنے کمرے میں قیلولہ کرنے کی غرض سے چلے گئے تو وہ عمیر کا بتایا ہوا گیت ٹیپ ریکارڈ پر

سنتی...... پھر ایک کے بعد ایک گیت وہ سنتی رہی اور سر دُھنتی رہی۔

نہ جانے کیوں...... عمیر کی آواز اس کے دل میں ایک کیف و مستی سی پیدا کر دیتی تھی۔ اس وقت بھی عمیر کی آواز اس کے دل پر ایک دستک سی دے رہی تھی۔

آنکھوں نے کیسے خواب تراشے ہیں ان دنوں
دل پر عجیب رنگ اُترتے ہیں ان دنوں
رکھ اپنے پاس اپنے مہ و مہر اے فلک
ہم خود کسی کی آنکھ کے تارے ہیں ان دنوں
دستِ سحر نے مانگ نکالی ہے بارہا
اور شب نے آ کے بال سنوارے ہیں ان دنوں
اس عشق نے ہمیں ہی نہیں معتدل کیا
اس کی بھی خوش مزاجی کے چرچے ہیں ان دنوں
اِک خوشگوار نیند پہ حق بن گیا میرا
وہ رت جگے اس آنکھ نے کاٹے ہیں ان دنوں
وہ قحطِ حسن ہے کہ سب ہی خوش جمال لوگ
لگتا ہے کوہ قاف پہ رہتے ہیں ان دنوں

(پروین شاکر)

''عمیر، تمہاری آواز سن کر تو واقعی میرے دل پر عجیب رنگ اترنے لگتے ہیں مگر تم کیا جانو......! تمہاری خوبصورت آواز نے میرے گرد روشنی کا کیسا ہالہ بنا لیا ہے؟''

رابعہ عمیر کے خیالوں میں کھوئی اپنے آپ سے باتیں کرنے لگتی اور اپنے آپ کو بھول کر، آواز کے ساتھ سفر کرنا کتنا خوبصورت اور دلکش ہوتا ہے، اس احساس سے وہ آشنا ہو چکی تھی۔

☆☆☆

موسم سرما کی شرمائی شرمائی سی دُھوپ بھلی لگ رہی تھی۔

کالج کے فری پیریڈ میں رابعہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ گھاس پر بیٹھی خوش گپیوں میں مصروف تھی۔ بے فکری کی عمر میں اس بالی عمریا کی جو سوچ ہوتی ہے، وہی سوچ ان سہیلیوں کی بھی تھی۔

''نسرین! یار بتاؤ ناں...... تم کیا دھماکہ خیز خبر سنانے والی ہو؟'' شازی نے مسکراتے ہوئے کوئی تیسری مرتبہ پوچھا۔

''یہ رہے فری پاس...... اور وہ بھی عمیر کے کنسرٹ کے۔'' نسرین نے اپنے پرس سے پاس نکال کر لہرائے۔

''واؤ......! یہ تو بمباسٹک نیوز ہے۔'' شازی نے نعرہ لگایا۔

''یہ کنسرٹ ویک اینڈ پر ہے۔ کون کون چلے گا؟''

''سب چلیں گے یار!'' مہوش نے پُرجوش انداز میں کہا۔

"مگر میں نہیں جاسکتی۔" رابعہ نے اپنا دل مسوستے ہوئے کہا۔

"ارے!......فری کے پاس پر بھی نہیں جاؤ گی؟"

"نہیں" اس نے ڈھیلے سے انداز میں کہا۔

"اتنا اچھا پروگرام مس کرنا...... بڑی بدقسمتی کی بات ہے۔" نسرین نے اسے اکسایا۔

"مجھے گھر سے اجازت ہی نہیں ملے گی۔" اس نے اصل وجہ بتائی۔

"تم کوشش تو کر کے دیکھو۔"

"نہیں بھئی، میں اپنے گھر والوں کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ بابو جی تو کیا امی بھی کبھی ایسے پروگرامز میں جانے کی اجازت نہیں دیں گی۔"

"کوئی بہانہ بنا دو...... جھوٹ بول دو ان سے۔" مہوش نے اپنی طرف سے مشورہ دیا۔

"تم لوگ جاؤ...... اور وہاں سے آکر...... اس کنسرٹ کی ایک ایک بات مجھے بتانا۔"

"رابعہ، ہم تجھے کتنا ہی بتا دیں...... مگر وہاں کا صحیح نقشہ تو نہیں کھینچ سکتے ناں۔"

"کیوں...... اتنی تو تم لوگ بکواس کرتی ہو۔ ہر منظر کی تصویر کھینچ دیتی ہو...... تو کیا کنسرٹ کی تفصیل نہیں بتا پاؤ گی؟" اسے اپنی سہیلیوں کی بے سروپا باتیں سن کر غصہ ہی آ گیا۔

"نہیں...... ہم واقعی نہیں بتا پائیں گے...... آواز کو تو صرف محسوس کیا جاتا ہے۔ اس کی تصویر نہیں کھینچی جاسکتی۔" نسرین نے بقراطی لہجے میں کہا۔

"ہاں! ٹھیک کہہ رہی ہو تم...... آواز تو اپنا تعارف خود ہوتی ہے۔"

گھر آ کر اسے اپنی بدقسمتی کا احساس بڑھ کر ہوا...... کیا تھا اگر وہ بھی وہاں چلی جاتی...... لوگوں کی کتنی بڑی بڑی خواہشات کتنی آسانی سے پوری ہو جاتی ہیں اور اس کی ایک چھوٹی سی تمنا اس کے سینے میں ہلچل مچائے جا رہی تھی...... عمیر کو دو بدو دیکھنے کا شوق کسی صورت پورا نہیں ہو رہا تھا۔

"فری کے پاس...... اس کو دیکھنے، سننے کا ایک بہترین موقع دے رہے تھے مگر اس نے از خود انکار کر دیا تھا۔ گھر آ کر وہ کتنی ہی دیر روتی رہی۔ مستقل رونے سے اس کی آنکھیں سرخ ہونے کے ساتھ ساتھ متورم بھی ہو گئی تھیں۔

"رابعہ باجی، کیا بات ہے؟"

"آپ روئی ہیں ناں؟" نازیہ نے اس کی ٹھوڑی اوپر کر کے الجھے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں!" اس نے اپنے ہونٹ کاٹے۔

"اماں نے ڈانٹ پلائی ہے کیا؟"

"نہیں۔"

"تو پھر کیا بات ہے؟"

"میں دوسرے ٹیسٹ میں بھی فیل ہو گئی۔" اس سے اچھا بہانہ کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ آنسو بھی بھل بھل بہنے لگے۔

"رابعہ باجی! آپ تو اپنی کلاس کی ٹاپ ٹین اسٹوڈنٹس میں شامل تھیں، یہ چند ماہ سے آپ کو کیا ہو گیا ہے؟"

"یہی تو میری سمجھ میں نہیں آ رہا؟"

"آپ اپنے اسٹڈی ٹائمنگ کو بڑھا دیجئے تاکہ پہلے کی طرح آپ کی پوزیشن بحال ہو جائے۔"

"مجھ سے اب پڑھا ہی نہیں جاتا...... کتاب کھولتی ہوں تو نیند آنے لگتی ہے۔"

"اگر ایسا ہے تو اپنے آپ کو سمجھائیں، اپنے آپ کو ڈانٹیں۔" نازیہ اپنے تئیں خوب سمجھا رہی تھی مگر جو سمجھنا ہی نہ چاہے اسے کون سمجھا سکتا ہے؟ اب رابعہ اپنی بہن کو یہ کیسے بتاتی...... کتاب کے صفحات عمیر کے نغموں میں ڈھل جاتے ہیں، لفظ سنگیت میں سنورتے جاتے ہیں۔

وہ کچھ پڑھنا چاہتی تو عمیر کی آواز اس کے کانوں میں ایک رس سا گھول دیتی...... تب وہ بن پیے مدہوش سی ہو جاتی۔ اسے یوں لگتا جیسے عمیر اس کے بالوں میں منہ چھپائے اس کے کانوں میں شہد گھول رہا ہو۔

لبوں پہ پھول کھلتے ہیں کسی کے نام سے پہلے
دلوں کے دیپ جلتے ہیں چراغِ شام سے پہلے
نہ جانے کیوں ہمیں اس دم تمہاری یاد آتی ہے
جب آنکھوں میں چمکتے ہیں ستارے شام سے پہلے

☆☆☆

کنسرٹ ہو جانے کے اگلے دن ساری سہیلیاں ایسی خوش تھیں جیسے وہ کوئی تمغہ جیت کر آئی ہوں۔

"رابعہ! اگر تم ہمارے ساتھ جاتیں تو پتا لگتا زندگی کی خوبصورتی کس کو کہتے ہیں۔"

"کل کی شام ہم کبھی نہیں بھلا سکتے...... جب کیوٹ سا عمیر ایسی شاندار پرفارمنس دے رہا تھا کہ مزہ آ گیا! ہزاروں لوگوں کا ہجوم اس کی آواز پر جھوم رہا تھا...... اس نے نیوی بلیو لیدر جیکٹ اور بلیک ٹراؤزر پہن رکھی تھی۔"

"دورانِ گائیکی اس نے اپنی جیکٹ حاضرین پر پھینکی تو سب ہی ٹوٹ پڑے۔ اس میں سے ایک رومال نکل کر میرے ہاتھ آ گیا۔" نسرین نے وہ رومال اسے دکھایا جسے اس نے فوراً ہی جھپٹ لیا۔

"تم کیا کرو گی اس کا؟" نسرین نے فہمائشی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اپنے گھر کی ڈسٹنگ کروں گی۔" وہ جل کر بولی۔

"واؤ...... یہ کیا بات ہوئی بھلا؟"

"پاگل ہو تم لوگ بھی...... ظاہر ہے اسے سنبھال کر رکھوں گی۔ یہ ایک اچھے سنگر کی یاد دلانے والی چیز ہے۔"

"رابعہ! پتا ہے اس سے آٹوگراف لینے والیاں گری پڑ رہی تھیں۔ رنگا رنگ آٹوگراف بکس اس کی جانب بڑھ رہی تھیں۔ وہیں کوئی اپنے دوپٹے کے آنچل میں آٹوگراف لے رہا تھا تو کوئی اپنے رومال پر......"

"اس کی ایک فین نے تو حد ہی کر دی۔ اس نے اپنے گالوں پر آٹوگراف لیا تھا، سب اس کو دیکھتے ہی رہ گئے مگر وہ اترائے اترائے پھر رہی تھی۔"

"بعض لڑکیاں اپنے آپے میں ہی نہیں رہتیں۔ اسے شرم نہیں آئی اپنا چہرہ کسی غیر مرد کے آگے کرتے ہوئے؟" رابعہ کو یہ سن کر غصہ ہی آ گیا تھا۔

"بھئی جب اسے نہیں آئی تو تمہیں غصہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟" مہوش نے ہنس کر کہا۔

''میں تو ایک عام سی بات کہہ رہی ہوں، یہ لڑکیاں کچھ زیادہ ہی چیپ حرکتیں نہیں کرنے لگتیں؟''

''ارے چھوڑ یار......! کرتی ہیں تو کرتی رہیں۔ ہمیں اس سے کیا۔ ہمیں تو تیرے نہ جانے کا افسوس ہے۔ اگر تو ہمارے ساتھ جاتی اور اپنے یہ لمبے اور خوبصورت بال کھول کر عمیر کو وش کرتی تو مجھے یقین ہے، عمیر تیرا بھی ہاتھ پکڑ کر اسٹیج تک تک ضرور لے جاتا۔''

''کیا وہ کسی فین کو اسٹیج پر بھی لے کر گیا تھا؟''

''ہاں! ایک خاتون تھیں تو پکی عمر کی... مگر عمیر کے گیتوں پر والہانہ انداز میں رقص کر رہی تھیں۔ تب عمیر نے ان کو اسٹیج پر بلا لیا تھا۔''

''کتنی لکی رہی وہ عورت..... اس نے عمیر کو کتنے قریب سے دیکھ لیا۔'' وہ حسرت سے بولی۔

''اگر تم جاتیں تو تم بھی لکی گرل کا ٹائٹل جیت لیتیں۔'' مہوش نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے کہا۔

''ارے چھوڑو یار، تم بھی کس سے مغز ماری کر رہی ہو۔ رابعہ جا ہی نہیں سکتی تھی تو اس سے کہنا ہی کیا۔'' نسرین نے مہوش کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''یہ بھی تو عمیر کی فین ہے۔ دل تو اس کا بھی چاہتا ہوگا اسے قریب سے دیکھے..... اور پھر ہے بھی تو وہ کتنا کیوٹ... ٹی وی پر تو تم نے دیکھا ہی ہوگا؟''

''اخبار میں اس کی تصویر دیکھی ہے اور کیسٹوں کے کور پر مگر ٹی وی پر اس کا کوئی بھی پروگرام نہیں دیکھا۔''

''مگر کیوں؟ اس کے پروگرامز تو ٹی وی چینلز پر آتے رہتے ہیں۔''

''پہلی بات تو یہ کہ ہمارے گھر میں کیبل نہیں ہے۔ صرف پی ٹی وی آتا ہے اور اسے بھی اس وقت دیکھتے ہیں جب بابو جی گھر میں نہ ہوں۔ ان کی موجودگی میں کتنا ہی اچھا پروگرام کیوں نہ آئے، ہم دونوں بہنیں اسے کھولنے کی ہمت نہیں کر سکتیں۔''

''پھر تو تمہارے گھر کا ٹی وی ہر وقت چادر اوڑھے سویا رہتا ہوگا...!''

''ہاں! ایسا ہی ہے... مہوش... ڈھکا چھپا سہا ہوا سا رہتا ہے۔''

''واقعی! بڑا افسوس ناک ماحول ہے تمہارے گھر کا۔'' نسرین کا لہجہ افسوس ناک سا ہو گیا۔

''بڑی ہمت ہے تمہاری جو یہ سب برداشت کر رہی ہو۔ آج کے زمانے کی لڑکی پر ایسا ظلم...!'' مہوش نے اپنے رخسار پیٹے جیسے بہت ہی انہونی ہو رہی ہو۔

تب رابعہ کے آنسو یوں امڈ آئے جیسے واقعی اسے روزانہ گرم تووں سے داغا جاتا ہو۔

''پریشان مت ہو رابعہ... اب جب بھی کنسرٹ ہوگا، ہم تجھے کسی نہ کسی بہانے اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔''

''تم نہیں جانتیں... میرے والدین تمہارے ممی پاپا کی طرح براڈ مائنڈڈ نہیں ہیں۔''

''ارے یار گھبراتی کیوں ہے...! یہ ہمارا تجھ سے وعدہ ہے کہ عمیر کا کنسرٹ تجھے دکھا کر لائیں گے۔ تجھے پتا ہی نہیں ہے کہ ہم ایسا چکر چلاتے ہیں۔'' شگفتہ نے اس کو گلے سے لگاتے ہوئے کہا۔

''اب عمیر کا کنسرٹ کب ہوگا؟'' اپنے آنسو پونچھ کر اس نے الٹا پوچھا۔

''کیوں! کیا واقعی تم ہمارے ساتھ جاؤ گی......؟'' نسرین نے تانی کو آنکھ مارتے ہوئے رابعہ سے پوچھا۔

''ہاں، میں ضرور جاؤں گی......'' رابعہ کا لہجہ بڑا مضبوط تھا۔

''یہ ہوئی ناں بات......!''

''اس کو کہتے ہیں ہمت......'' نسرین نے نعرہ لگایا اور سب کو یوں لگا جیسے وہ ابھی سے اس کے کنسرٹ میں پہنچ گئی ہوں۔

اجنبیت کی یہ دیوار گرا کر دیکھو
پھر شناسائی کی قندیل جلا کر دیکھو
لمس ہاتھوں کا بڑے سب سے انوکھا ہو گا
میری جانب تو کبھی ہاتھ بڑھا کے دیکھو

☆☆☆

جیسے تیز دھوپ میں ایک دم بادل چھا جائیں، جیسے ویرانے میں بہار آ جائے۔ ایسا ہی نقشہ کچھ ہمارے گھر کا ہو گیا تھا۔ گھر کا تنا ہوا ماحول یکدم بدل سا گیا تھا۔

امی جو کچھ عرصے سے اونچی آواز میں بولنے کی عادی ہو چکی تھیں۔ اب وہ انتہائی دھیمے لہجے میں بات کرنے لگی تھیں۔ ان کے ماتھے کی سلوٹیں اچانک ہی غائب ہو گئی تھیں اور مجھے یوں لگتا تھا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔

دادی اور پھپھو، امی کی یوں کایا پلٹ جانے پر حیران ہونے کے ساتھ ساتھ خوش بھی بہت تھیں اور میں تو ازحد خوش تھا... اتنا خوش کہ کوئی پیمانہ میری خوشیوں کو ناپ ہی نہیں سکتا تھا۔

یوں بھی خوشی کی تصویر کبھی نہیں کھینچی جا سکتی۔ اسی طرح جب من میں جلترنگ سا بج رہا ہو تو باہر بھی ساز بجتے سنائی دیتے ہیں۔ دل میں پھلجھڑیاں چھٹ رہی ہوں، چہرے پر چراغاں ہو رہا ہو تو وہ کسی کسی کو ہی دکھائی دیتا ہے۔

ان دنوں مجھے واقعی کچھ ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے میں خوشیوں کے کسی ہنڈولے میں بیٹھا پینگیں لے رہا ہوں۔ گو کہ بات کوئی اتنی خاص بھی نہ تھی۔ امی کی دور پرے کی رشتے دار جو امی کی خالہ لگتی تھیں، بمبئی سے کراچی آئی ہوئی تھیں۔ انہیں ترکے میں ایک محل نما مکان ملتا تھا، جس پر ان کے چند رشتے دار قابض تھے اور مالک بن بیٹھے تھے۔ رشتے داری...... کے باعث بطور وکیل انہوں نے ابو جی کا انتخاب کیا تھا۔

میری خوشی کی وجہ ان کا ہمارے گھر آنا تھا۔ شاداب خالہ، عزیز خالو اور ان کے تینوں بچے عارضی طور پر ہمارے گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ شاداب خالہ بہت اچھے اخلاق کی تھیں۔ امی سے دن میں کئی بار کہتیں کہ میرے مرحوم ماموں کی کوٹھی مجھے مل جائے تو آپ بھی اسی میں آ جائیے گا۔ ساڑھے پانچ ہزار گز کی کوٹھی میں اکیلے رہتے ہوئے مجھے ڈر لگے گا۔

''ایسا شاید وہ اس وجہ سے کہتی ہیں...... انہیں وہ کوٹھی ملنے کی امید نہیں ہے۔'' بڑی آپا علیحدگی میں ہنس کر کہتیں۔

''اگر ابو جی ان کا مقدمہ جیت گئے...... تو شاداب خالہ کو اپنی کوٹھی وہاں جا کر اتنی بری نہیں لگے گی، جتنی ہمارے گھر میں بیٹھ کر لگ رہی ہے۔'' باجی بھی خوب دھڑلے سے مذاق اڑاتیں۔

ہاں، ایک امی تھیں جو شاداب خالہ کی ہر بات پر دل سے ایمان لے آتیں۔

''ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے شاداب! اتنے بڑے محل سے مکان میں بیس تو کمرے ہیں۔ مہمان خانے الگ ہیں۔
نوکروں کے کمرے بھی ہیں، ہمارے لئے تو مکان کے پچھواڑے کے چار بڑے کمرے ہی کافی ہوں گے اور لان کا
عقبی حصہ۔'' امی کا لہجہ سرشاری لئے ہوئے ہوتا...... جیسے وہاں جانا ان کے لئے بے حد مسرت آمیز ہو۔
''ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کسی کے محل میں جا کر رہیں، ہمارا اپنا چھوٹا سا گھر ہمارے لئے کسی کوٹھی سے کم ہے
کیا؟'' ابو جی امی کو اکثر سمجھاتے۔
''ایک سو بیس گز کے اس چھوٹے سے مکان کو کوٹھی تو کہنا بھی نہیں۔'' امی کا لہجہ ناگوار سا ہو جاتا۔ ''کہا تھا میں نے
چھ سو گز کا پلاٹ لے لو۔ بے شک سو گز پر مکان بنا لیتا...... مگر بڑا سا لان مکان کی خوبصورتی کو تو بڑھا دیتا مگر رہے وہی
فقیر سے، ہر چھوٹی اور گھٹیا چیز پسند آئی۔ اب اگر کوئی اپنے ساتھ لے جانے کو کہہ رہا ہے تو خواہ مخواہ احساسِ کمتری
کے سمندر میں ڈوبے چلے جا رہے ہیں۔ اچھا ہے! تمہاری اماں بہنا یہاں رہتی رہیں...... ہم شاداب کے ساتھ چلے
جاتے ہیں۔''
''طلعت بیگم...... ! کیا دوسرے کے محل میں جا کر تم بہت خوش رہو گی......؟''
''ہاں! بہت خوش۔ اچھی جگہ جا کر سب ہی خوش ہوتے ہیں...... میں کوئی دنیا سے علیحدہ ہوں۔''
''اگر تم شاداب کے مکان میں نہیں گئیں تو کیا وہ برا مان جائیں گی؟'' ابو جی اپنی مسکراہٹ داب کر پوچھتے۔
''کیا پتا برا بھی مان جائیں۔ ابی تو بے چاری خوشامد کر رہی ہے۔ روزانہ ایک ہی بات کرتی ہے، طلعت میں تم
لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گی۔ کہاں تک ٹالوں میں اسے؟ کون رکھتا ہے اپنے گھر میں کسی کو......؟''
''ابھی شاداب خالہ کو مکان ملا ہے نہیں اور انہوں نے کرائے دار بھی ڈھونڈ لئے؟'' باجی کو یہ باتیں سن کر ہنسی
آ رہی تھی۔
''کرایہ کیوں لینے لگی وہ ہم سے...... فری میں رکھے گی ہمیں۔''
''مگر کیوں فری میں رکھیں گی؟ آپ ان کی کوئی خاص رشتے دار ہیں......'' آپا نے رسان سے سمجھاتے ہوئے
کہا۔
''ہم نے کہیں رکھا ہوا ہے شاداب کو اپنے گھر، کیا ہم اس سے کرایہ لے رہے ہیں؟''
''وہ تو عارضی طور پر ہمارے گھر ٹھہری ہوئی ہے۔ بالفرض ایوان کا یہ مقدمہ ہار بھی گئے تو وہ کہیں اور مکان خرید
لیں گی۔ پاکستان آنے کے بعد وہ مستقل سکونت کی درخواست تو دے ہی چکی تھیں۔''
''ابو جی، یہ مقدمہ ضرور جیتیں گے۔'' میں نے بڑے جذب سے کہا۔
''کیوں بھئی، تمہیں کیسے پتا چلا؟'' اب آپا کا ٹارگٹ میں تھا۔
''یہ سب میرا دل کہتا ہے، شاداب خالہ کو اپنا محل ضرور ملے گا اور وہ سب اس میں خوب ٹھاٹ باٹ سے رہا کریں
گے۔''
''تمہارا دل اپنے گھر والوں کے بارے میں کچھ نہیں بتاتا، ہم کب تک اس چھوٹے سے گھر میں رہیں گے؟ ابو
کی بلیلا لب تبدیل ہو گی، بڑے بھیا پردیس سے کب واپس آئیں گے...... اور آپا کی رخصتی کب ہو گی؟'' باجی نے
ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔

''...... کیا پتا......!'' یکدم میں گھبرا سا گیا۔ یوں بھی ان دنوں میں نیا نیا کالج میں گیا تھا۔ اٹھارہ سال کی
...... ہوقوفی کی باتیں بھی اچھی اور سچی لگا کرتی تھیں۔
''پہلے ہر شخص کو اپنے بارے میں سوچنا چاہئے۔ اپنے بارے میں فکر کرنی چاہئے۔ دوسروں کے بارے میں اتنی
...... جانے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔'' باجی نے دوٹوک لہجے میں کہا۔
''...... خواہ مخواہ سارا گھر ایرے غیرے کے لئے پریشان ہوا بیٹھا ہے۔''
''...... شاداب خالہ غیر کہاں ہیں؟ یہ بھی تو ہماری اپنی ہیں...... اتنی دور سے آئی ہیں تو ہماری وجہ سے آئی
......'' میں نے بے دھڑک کہہ ڈالا۔
''ہاں یہ تو ہے۔ زندگی میں پہلی مرتبہ ملاقات ہوئی ہے اور سب ایک دوسرے سے یوں ملے ہیں جیسے کب کے
...... ہوئے ملے ہوں......'' ملیحہ باجی کو اپنے کمرے کی جانب آتا دیکھ کر آپا نے دھیمے سے لہجے میں کہا۔
...... باجی شاداب خالہ کی بڑی لڑکی...... بے حد نفیس اور محبت کرنے والی تھیں۔ ہر ایک سے خوش ہو کر ملتیں۔
...... باتوں میں دلچسپی لیتیں اور پھر ممبئی کی مزے مزے کی باتیں سناتیں۔ ان کا فلیٹ وہاں کے فلم اسٹارز کے رہائشی
...... کے قریب تھا اس وجہ سے انہیں ان کی الف سے یے تک ہر کہانی معلوم تھی۔ واقعی، یہ سب معلومات ہم
...... میں پڑھ چکے تھے، جو وہ بتا رہی تھیں۔ ہم سب حیرانی سے ان کی باتیں سنا کرتے، یہ فلمی معلومات بھی اپنے
...... دلچسپی رکھتی ہیں۔ اس کا ادراک ان کی باتیں سن کر ہوتا۔
...... بھائی بھی بے حد دلچسپ اور اچھے کھلاڑی تھے۔ آنے کے دوسرے دن ہی انہوں نے بیٹ سے چوکے
...... کی خفیہ ترین ترکیبیں بتانا شروع کر دی تھیں۔
''...... دو کٹوں سے دو گز آگے آ کر بلا گھماؤ تو...... بس، چوکے، چھکے اپنے ہی سمجھو۔''
...... ان دونوں بہن بھائی کے برعکس ان کی چھوٹی بیٹی ''سہانی'' کچھ مغرور سی نظر آتی تھی وجہ شاید اس کا مبہوت کر
...... سہانا حسن تھا۔ میں تو اسے ایک نظر دیکھ کر ہی اپنا دل ہار بیٹھا تھا۔
شاداب خالہ اور عزیز خالو کی یہ کوشش تھی کہ ان کا مکان جلد سے جلد خالی ہوتا کہ وہ وہاں شفٹ ہو جائیں۔
...... میں مستقل سکونت کی انہوں نے جو درخواست دی تھی وہ بھی منظور ہو گئی تھی۔
...... اپنے دل میں یہ سوچا کرتا کاش! شاداب خالہ کا مکان کبھی خالی نہ ہو اور یہ لوگ ہمارے گھر میں ہمیشہ رہیں۔
سہانی کی اگر کسی سے دوستی تھی تو وہ ماہ نور تھی، جب سے وہ آئی تھی ہر وقت وہ دونوں ساتھ ہی نظر آتیں۔
ماہ نور بہت کم نیچے آیا کرتی تھی مگر سہانی کی وجہ سے وہ اب اکثر ہی نیچے دکھائی دیتی ورنہ سہانی اوپر پھپھو کے پورشن
...... چلی جاتی۔ پھپھو بے حد مہمان نواز تھیں۔ سہانی کی خاطریں کرنے کے ساتھ ساتھ لاڈ بھی کرتی تھیں۔ اس کے
...... بالوں میں رنگین پراندہ ڈال کر چوٹی بناتیں۔ ماہ نور کے لئے چوڑیاں لاتیں تو سہانی کی کلائیاں بھی
...... سے بھر جاتیں۔
...... سہانی میری طرف دیکھتی تک نہیں تھی۔ ایک گھر میں رہنے کے باوجود نظر انداز کر جاتی۔
''سہانی! کیرم کھیلو گی؟'' میں کہتا۔
''مجھے شوق ہی نہیں ہے۔'' وہ عجیب سے لہجے میں کہتی۔ وہ آئس کریم بہت شوق سے کھاتی تھی، ایک دن میں

نے اسے لاکر دی تو اس نے واپس کرتے ہوئے کہا کہ آج اسے بہت نزلہ ہو رہا ہے مگر پھر بھی مجھے اس کی یہ ادا پسند تھی۔

جب وہ کسی بات پر برا سا منہ بناتی تو مجھے ہنسی آ جاتی۔ جب وہ غصے سے ابرو چڑھاتی تو مجھے اس کے غصے بھرے چہرے پر ایک پیار سا آ جاتا۔

ایک دن وہ بڑی آپا کی کسی بات پر ہنسی۔ مجھے اس کی ہنسی میں جو ترنم محسوس ہوا، اس کا ادراک صرف میں ہی کر سکتا تھا۔ کسی خوبصورت جھرنے پر پازیب کی چھن چھن...... کیسی سحر انگیز ہو سکتی ہے، ایسی ہی تھی وہ۔

میں تو اس کا مسحور کن حسن دیکھ کر اس خالق حقیقی کی مصوری کی داد دیتا۔ میں ان دنوں طالب علم تھا۔ طبیعت میں عاشق مزاجی بالکل نہیں تھی۔ اپنی کسی بھی کزن کو ستائشی نظروں تک سے نہیں دیکھا تھا مگر سہانی کی بات ہی اور تھی۔ اسے ایک ٹک دیکھنے کو دل چاہتا تھا۔

''ظفر! کیا بات ہے؟ کوئی لڑکیوں کو ایسے بھی دیکھا کرتا ہے۔'' ایک دن باجی نے مجھے یوں ساکت سا اسے تکتے پا کر سرزنش کی۔

''میں تو اس کی آنکھیں دیکھ رہا تھا۔''

''کیوں، کیا کبھی کسی لڑکی کی آنکھیں نہیں دیکھیں؟''

''ہاں، ایسی تو کبھی نہیں دیکھیں۔'' میں بے اختیار کہہ گیا۔

''اچھا...... ایسی کیا خاص بات ہے؟''

''سہانی کی آنکھیں کبھی نیلی لگتی ہیں، کبھی ہری اور کبھی گلابی سی۔ باجی! اتنے سارے رنگ اس کی آنکھوں میں کیسے امڈ آتے ہیں؟''

''بخار ہے اسے، بخار کی تپش سے آنکھوں کا رنگ ایسا ہو جاتا ہے۔''

''ڈاکٹر کو نہیں دکھایا کیا؟'' میں تڑپ سا گیا۔

''پاگل مت بنو۔ دوا دارو سب ہو رہی ہے۔ لڑکیوں کو اس طرح نہیں دیکھا کرتے، بری بات ہوتی ہے۔'' باجی نے مجھے پھر سمجھایا۔ تب میں نے اسے محتاط ہو کر دیکھنا شروع کر دیا مگر اپنی اس عادت سے باز آ جانا میرے لئے مشکل تھا۔

☆☆☆

وہ رشتے دار جو شاداب خالہ کے مکان پر قابض تھے اور ان کی غیر موجودگی میں بڑے بڑے دعوے کر رہے تھے کہ اس گھر کو کسی صورت خالی نہیں کریں گے۔ شاداب خالہ کو دیکھتے ہی اپنے موقف سے ہٹ گئے۔

''بیگم صاحبہ! آپ ہی اس کی اصل وارث ہیں۔ ہم تو اس میں ایسے ہی آ گئے تھے۔''

حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ خاصے نادم بھی تھے اور مجھے ان کی بزدلی پر خاصا غصہ آیا۔ یہ ممکن ہے کہ پولیس کی دو موبائل دیکھ کر ہی گھبرا گئے۔ یہ مطالبہ تک نہیں کیا کہ تھوڑے سے پیسے ہی دے دو تاکہ کہیں جھونپڑی جا کر بنا سکیں۔ وہ تو شاداب خالہ کو دیکھ کر یوں سرپٹ بھاگے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا اور میری ساری دعائیں رد ہو گئیں۔

ابو کے نام کی خوب واہ واہ ہوئی۔ انہوں نے اتنا بڑا محل نما مکان کس آسانی سے خالی کروا لیا ورنہ یہاں تو ایسے

ہزاروں سالوں چلنے کی روایتیں موجود تھیں۔ ابا کا یہ پہلا مقدمہ تھا جس کے جیتنے کی مجھے بالکل بھی خوشی نہیں ہوئی۔ مکان کے خالی ہوتے ہی اس میں صفائی ستھرائی اور رنگ روغن کا کام شروع ہو گیا جو تقریباً دس پندرہ دن چلا۔ شاداب ہاؤس کی گولڈن تختی مکان کی پیشانی پر آویزاں کر دی گئی اور بالآخر شاداب خالہ مع فیملی وہاں شفٹ ہو گئیں۔

عزیز خالو کا ممبئی میں اپنا ہوٹل تھا۔ یہاں بھی انہوں نے یہی کاروبار کیا اور عزیز ہوٹل کے نام سے ایک ہوٹل کھولا جو روز ترقی کی شاہراہ پر اپنے قدم بڑھانے لگا۔

شروع میں تو ہم لوگ ان کے ہاں بڑی محبت سے گئے مگر جب وہاں سے کوئی پیش رفت نہیں ہوئی تو امی اور ابو نے بھی اپنا پیر روک لیا۔

''امی! آپ شاداب خالہ کے گھر کیوں نہیں جاتی ہیں؟'' میں امی سے اصرار کیا کرتا۔

''بیٹا، وہ بڑے لوگ ہیں۔ جب وہ ہمارے گھر آنا پسند نہیں کرتے، تو کیا کریں ہم وہاں جا کر۔''

''بڑے احسان فراموش لوگ ہیں، ابو نے ان کا مکان خالی کروا کے دیا، وہ اتنی جلدی بھول گئے۔'' مارے غصے کے میرا چہرہ بھی سرخ ہو گیا۔

''ارے بھیا...... ناحق مت جلاؤ اپنے آپ کو۔ اس کام کے انہوں نے پیسے دیے تھے۔'' آپا نے ہنس کر کہا۔

''ہمارے گھر میں بھی تو وہ لوگ رہ کر گئے تھے۔ اس بات کو بھی وہ اتنی جلدی بھول گئے؟'' میرا غصہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔

''ایک ماہ رہے ہوں گے وہ مشکل سے ہمارے گھر...... مگر بیس پچیس ہزار دے گئے تھے ہمیں مختلف بہانوں سے۔''

یہ وہ دور تھا جب اتنی رقم خاصی معقول...... ہوا کرتی تھی۔ پھر پورا سال گزر گیا۔ نہ ان کے گھر سے کوئی آیا اور نہ ہمارے گھر سے کوئی گیا...... حد تو یہ تھی کہ ٹیلی فون تک پر بھی کوئی رابطہ نہیں رکھا گیا۔

مگر وقت گزرنے کے باوجود میرے دل سے سہانی کی محبت ختم نہیں ہوئی تھی۔ میں اسے اتنی ہی شدت سے یاد کرتا۔ ابو کا خیال تھا کہ وہ لوگ آپا کی رخصتی کی تقریب میں بھی نہیں آئیں گے اس لئے ان کا کارڈ بذریعہ ڈاک بھیج دیا گیا مگر اس وقت انتہائی حیرت ہوئی اور ساتھ ہی مسرت بھی کہ جس وقت شاداب خالہ اور سب گھر والے تحائف لے کر اس تقریب میں پہنچے۔ شاداب خالہ آپا اور ان کے دولھا کے ساتھ امی ابو کے لئے بھی جوڑے لائی تھیں۔ میری نظر تو صرف ایک ہی طرف لگی ہوئی تھی۔

سہانی نیلی پشواز پہن کر آئی تھی۔ اس کے گولڈن لمبے بال پشت پر پھیلے ہوئے تھے۔ وہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس کے آتے ہی ایک سحر سا چھا گیا...... یا پھر مجھے ہی ایسا لگ رہا تھا کہ ساری روشنی اسی میں سمٹ آئی ہو۔ بے اختیار میرے قدم اس کی جانب یوں بڑھے جیسے کوئی فقیر...... اپنا کاسہ لے کر لپکتا ہے۔

اس نے میری طرف بغور دیکھا اور بے اعتنائی سے بولی۔ ''کیا بات ہے؟''

''آپ بہت خوبصورت لگ رہی ہیں۔''

''اچھا......!'' اس نے تمسخر سے مجھے دیکھا۔

"میرا مطلب ہے کہ آپ کا ڈریس بھی بہت خوب صورت ہے۔" میں نے بمشکل اٹک اٹک کر کہا۔

"تو پھر......؟" اس نے ابرو تانے اور چہرے پر یوں اجنبیت کا رنگ غالب آ گیا جیسے اس سے قبل مجھے دیکھا ہی نہیں تھا۔

"میں صبیحہ باجی کا چھوٹا بھائی ہوں...... ظفر!" میں نے اسے بتایا۔

"ہوں گے...... پھر میں کیا کروں؟"

سہانی کا لہجہ اس قدر رعونت بھرا تھا کہ مجھے اپنا آپ بے وقعت لگنے لگا۔

"مجھے لگا...... آپ شاید مجھے پہچان نہیں پائی ہیں۔" میں نے پھر ہمت پکڑی۔

"سنیے مسٹر! مجھے ہر ایک کو پہچاننے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" اس نے چٹکی بجا کر کہا۔ اس کے خوبصورت بال اس کے برہم ہوتے ہوئے چہرے کو چوم رہے تھے جنہیں اس نے ایک جھٹکے سے پیچھے کیا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔" اب میری نظریں اس کی قدم بوسی کر رہی تھیں۔

"میں تو ماما کی وجہ سے یہاں آ بھی گئی ورنہ مجھے کوئی شوق نہیں ہے ہر جگہ جانے کا۔" اس نے انتہائی بدتمیزی سے کہا اور مارے خفت کے میری آنکھیں سلگ اٹھیں۔

"سہانی صاحبہ! آپ کا بے حد شکریہ، آپ نے اس شادی میں تشریف لا کر ہمارے سر پر احسان دھرا ہے۔" نہ جانے یہ جملے میرے لبوں سے کیونکر ادا ہوئے۔ سہانی نے چونک کر مجھے دیکھا، اس نے مجھے یوں دیکھا جیسے میں کوئی کتاب ہوں اور وہ اس کی ورق گردانی کر رہی ہو۔

شاید کتاب ہی ضخیم نہیں تھی، اس نے اپنے بال سنوارتے ہوئے مجھے پھر دیکھا اور اک ادائے بے نیازی سے سر اٹھا کر چلی گئی۔

☆☆☆

دلہن بنتی ہیں نصیبوں والیاں...... یہ گیت کیسٹ پر بار بار سنا جا رہا تھا۔ گو ابھی ڈھولک نہیں رکھی گئی تھی مگر گھر میں پہلی پہلی شادی ہونے کے سبب شادی بیاہ کے گیت کیسٹ پر چل رہے تھے۔

"کسی اور کے گھر سے گانوں کی اتنی تیز آوازیں آئیں تو کتنی بری لگتی ہیں...... اور اپنے گھر میں یہ سب کتنا اچھا لگ رہا ہے۔" شہلا نے آنکھیں بند کر کے ...... سے سوچا۔

آج وہ اپنی ناک چھدوا کے آئی تھی۔ اس کی خوبصورت ستواں ناک میں چھوٹی سی چاندی کی بالی تین سرخ موتیوں کے سنگ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ اس کی نظریں بار بار آئینے کی جانب اٹھ رہی تھیں۔

جیسے جیسے شادی کے دن قریب آتے ہیں، لڑکی کے دل کی کیفیت عجیب سی ہوتی ہے۔ اپنوں سے بچھڑنے کا دکھ، محبوب سے ملنے کی امنگ...... ایک ایسا دوراہا ہے ...... لے آتی ہے کہ اپنا آپ بھی سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی چھوٹی بہن کو بار بار سمجھا رہی تھی کہ اس کے جانے کے بعد اس نے امی ابا کا بے حد خیال رکھنا ہے، کہیں اس کے جانے سے بیمار نہ ہو جائیں۔ "...... کو کچھ نہیں ہوگا، آپ بے فکر رہیں۔" بیلا تسلی کرتی۔

"مگر میں تم سب لوگوں کے لئے بہت فکرمند رہوں گی۔" اس نے شش و پنج کی کیفیت سے دوچار ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ بہت زیادہ حساس ہیں ناں! اس لئے اتنی پریشان ہو رہی ہیں۔ شادی کے بعد آپ کو میرا خیال تک نہیں

ہاں نا۔ میری سہیلی عامرہ کی باجی بھی یہی کہتی تھیں مگر شادی کے بعد تو وہ بس میاں اور سسرال میں مگن ہو گئیں۔"

"تم انٹر میں آ گئی ہو، گھر کی کوئی ذمے داری تم پر نہیں ہے، کیسے سنبھالو گی سب......! سوائے باتیں بنانے کے تمہیں آتا ہی کیا ہے؟"

"شہلا باجی! میں ویسے ہی سب سنبھال لوں گی جیسے میری چھوٹی بہنیں سنبھالا کرتی ہیں۔"

"ہوں...... یہ تو اچھی بات ہے...... مگر کچھ ڈشز میرے سامنے ہی سیکھ لو۔"

"باجی! بے فکر رہیے...... جب آپ اور نوید بھائی آیا کریں گے ناں، تو ڈائننگ ٹیبل نئی نئی ڈشز سے لبالب بھری ہوئی ہوگی۔ میں تو ایسے ایسے کھانے کھلاؤں گی کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتیں۔"

"مگر تمہیں کوکنگ آتی کب ہے، کبھی باورچی خانے میں جھانکتی تک تو ہو نہیں۔" شہلا کا بولنا کسی طرح ختم نہیں ہو رہا تھا۔ "یہ میں کب کہہ رہی ہوں کہ آپ کے جاتے ہی میں کھانا پکانے میں طاق ہو جاؤں گی۔"

"تو پھر کھانے کی میز پر کھانوں کی تصویریں سجاؤ گی؟"

"جی نہیں...... ہوٹل زندہ باد کے سنہری اصول پر عمل کروں گی۔ حلیم، چکن بروسٹ، کباب پراٹھا، نہاری، پائے سب میز پر دھرے ہوں گے۔"

"خود پکانا نہیں سیکھے گی۔ امی کے بجٹ کا بیڑا غرق کرے گی کیا!"

"باجی، شروع شروع میں داماد جی پر رعب بھی تو جمانا ہوگا کہ ہم کیسے کیسے کھانے پکانا جانتے ہیں۔ بعد میں تو نوید بھائی کو خود ہی پتا چل جائے گا کہ ہمارے ہاتھ میں کتنا ذائقہ ہے...... اور تافتان نما چپاتیاں حلق سے اتارنا کتنا مشکل ہے۔" بیلا شرارت بھرے لہجے میں اپنے پلان سنا رہی تھی اور مقدر ہنس رہا تھا۔

اور پھر وہ ہو گیا جو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ یوں بھی شادی کے گھر میں تو سوائے شادی کے متعلق باتوں کے کوئی دوسری بات ہوتی ہی نہیں۔ شہلا کی شادی میں دن ہی کتنے رہ گئے تھے...... زیور بن کر آ چکا تھا، کپڑے سل کر نائیلون کی تھیلیوں میں پیک ہو گئے تھے۔ دیگر کام بھی تقریباً انجام پا چکے تھے۔ یکایک اس گھرانے کی خوشیوں کو نظر لگ گئی۔

جب حبیب صاحب پر اچانک ہی فالج گر پڑا۔ شادی پر خرچ ہونے والا پیسہ علاج کی نذر ہو گیا۔ وہ ایک ہاتھ، پیر سے مفلوج ہو کر رہ گئے تھے۔ جاب بھی پرائیویٹ تھی اور شاید باس بھی رحم دل انسان نہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ نوکری سے انہیں جواب مل گیا تھا۔ کہیں سے مالی مدد کی بھی توقع نہ تھی۔

شہلا اسکول میں ٹیچر تھی اور گھر میں سب سے بڑی بھی...... اس نے اپنی تنخواہ میں سے بہت سی چیزیں اپنے جہیز کے لئے بنائی تھیں اور اب جب وہ دلہن بننے جا رہی تھی، گھر پر ایک قیامت سی ٹوٹ پڑی۔

اگر شہلا کی شادی ہو گئی تو چھوٹے بہن بھائیوں کی کفالت کیسے ہوگی، باپ کا علاج کیونکر ہوگا......؟ شہلا کی شادی ہو گئی تو گھر میں فاقے پڑ جائیں گے۔ اب اسی کی تنخواہ کا آسرا ہے، اس کی شادی ہونے کی صورت میں کسی جانب سے کوئی امید نہیں ہوگی۔ امی ہر آئے گئے کے سامنے یہی بین کر کے رو رہی تھیں۔ ان کے خیال میں گھر کو چلانے کی اب تمام تر ذمے داری شہلا کی تھی۔ اس سے زیادہ کچھ سوچنا ان کے لئے قطعی غیر اہم تھا۔ شہلا اپنے آپ کو بے بس محسوس کر رہی تھی۔ "امی، میں نے نوید سے بات کی ہے، وہ کہہ رہے ہیں کہ تم شادی کے بعد اپنے گھر کی مالی ...... تی رہنا۔" شہلا نے ماں کی پریشانی کم کرنے کی سعی کی۔

"ارے، یہ پہلے کی باتیں ہیں۔ شادی کے بعد تو وہ اپنی تنخواہ سے زیادہ تمہاری کمائی کا حساب رکھا کرے گا۔ تم نوید کو فرشتہ نہ سمجھو۔"

"مگر امی! یہ بات انہوں نے خود ہی کہی ہے۔"

"میں نے تم سے زیادہ دُنیا دیکھی ہے۔ میں سمجھ سکتی ہوں، تم سے شادی کر کے تو اس کا فائدہ ہی فائدہ ہے۔"

"مگر امی، وہ تو مجھ سے زیادہ پریشان ہیں۔ ہر وقت آپ ہی لوگوں کی باتیں کرتے ہیں ... وہ کہہ رہے تھے جب تک تمہارا بھائی باروزگار نہ ہو جائے، تم اپنے گھر کی باقاعدگی سے مالی مدد کرتی رہنا۔"

"ارے بڑا مکار ہے وہ۔ یہ بات تو میں پہلے ہی سے جانتی ہوں..... ایسی چاپلوسی کی باتیں اس وجہ سے کر رہا ہے کہ ڈر گیا ہے وہ۔"

"تو پھر کیا کریں، آپ ہی بتایئے؟"

"تم شادی کو دو چار سال کے لئے ٹال دو..... اگر نوید کو تمہارا خیال ہوگا تو تمہارا انتظار کرے گا۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہیں امی آپ! نوید کی امی شدید بیمار ہیں۔ اس کی بہن پولیو کی مریضہ ہے، وہ اتنا عرصہ کیسے انتظار کر سکتا ہے۔ یہ تو منع کرنے کا طریقہ ہے اور اب تو شادی کے سارے انتظامات ان کے گھر میں بھی ہو چکے ہیں۔"

"کیسی بیٹی ہے تو.....؟ غیروں کی خدمت کرنے کے لئے تیار ہے۔ اپنا اپاہج باپ نظر نہیں آ رہا؟" امی اب پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں۔ "مگر امی! اب تو کارڈز تک چھپ گئے ہیں بلکہ کئی جگہ دے بھی دیئے ہیں تو شادی کیسے ٹالی جا سکتی ہے۔ میں کہہ تو رہی ہوں، اپنی تنخواہ دیا کروں گی۔"

"کارڈز بعد میں بھی کام آ سکتے ہیں، میرج ہال کی بکنگ کینسل بھی ہو سکتی ہے۔ بعد میں ہمارا اتنا خرچ تو تھوڑی ہو گا۔ یہ وقت اپنے گھر کو دیکھنے کا ہے یا شادی رچانے کا ہے..... آگے تیری مرضی۔" یہ کہہ کر امی ایسے روئیں کہ شہلا کو انہیں چپ کرانا مشکل ہو گیا۔

"امی پلیز! چپ ہو جایئے....." وہ روہانسی ہو گئی۔

"میں شادی نہیں کر رہی..... اب تو آپ خوش ہیں ناں..... !" اس نے آنسو اپنے اندر اتارتے ہوئے کہا۔

"اللہ، میری بچی کو خوش رکھنا۔ خدمت گزار بیٹیاں ایسی ہی ہوا کرتی ہیں جو اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کی خوشیوں کو مقدم سمجھا کرتی ہیں۔" اب اسے اپنے سینے سے لگائے دُعائیں دے رہی تھیں اور اس کا سر گھوم رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، اپنے آپ کو تسلی کس طرح دے۔

"امی! آپ کیسی ماں ہیں ...؟" اس کا روم روم چیخ رہا تھا مگر وہ چپ تھی اور امی مطمئن۔

نوید نے شہلا سے ملنے کی بہت کوشش کی، اس کی رشتے دار خواتین نے بھی آ کر امی کو بہتیرا سمجھایا۔ "بھئی میری بیٹی نے اپنے باپ کی طبیعت کی وجہ سے خود ہی منع کر دیا ہے تو میں کیا کر سکتی ہوں۔" امی کے پاس صرف ایک ہی جواب تھا۔

تب نوید ایک دن اس کے اسکول چلا آیا اور اس سے خود بات کی۔

"نوید! میرے اوپر بہت ذمے داریاں ہیں، تم کسی اور کو اپنا شریک زندگی بنا لو۔" یہ کہتے ہوئے اس کا لہجہ سپاٹ تھا۔ "تم کہو تو میں تمہارا انتظار کر لوں؟"

"یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم کہ یہ عرصہ کتنے سالوں پر محیط ہوگا اس لئے انتظار کرنے کے بجائے تم شادی کر لو۔"

"تمہیں افسوس نہیں ہوگا؟" نوید نے اس کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے پوچھا۔

"مگر مجھے اس بات کی خوشی ہوگی کہ میں اپنے گھر والوں کے مسائل کم کرنے کا سبب بنوں۔" شہلا قصداً ہنس رہی تھی مگر اس کے دل کی کیفیت سے کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا تھا جہاں ایک ماتم بپا تھا۔

نوید اس کے دور پار کا رشتے دار تو ضرور تھا مگر ان کی ملاقات ایک تصویروں کی نمائش میں ہوئی تھی۔ شہلا اپنی سہیلیوں کے ساتھ اس نمائش میں آئی تھی اور ایک اسٹیج کے سامنے کھڑی اسے بغور دیکھ رہی تھی۔ تب نوید اس کے پاس چلا آیا اور تعریف سے بھرپور لہجے میں بولا۔ "مس! یہ تصویر آپ نے بہت خوبصورت بنائی ہے، بے حد اچھی ہے۔"

"نہیں، میں نے تو نہیں بنائی....." وہ بوکھلا کر بولی۔

"مگر اس کی آنکھیں تو آپ کی آنکھوں کی طرح ہیں۔"

"اچھا..... مگر مجھے تو پتا نہیں۔"

"اور اس کے چہرے کا لُک بھی بالکل آپ جیسا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ مسکراہٹ بھی آپ جیسی..... اور پھر بھی آپ یہ کہہ رہی ہیں کہ یہ تصویر آپ نے نہیں بنائی۔ خوامخواہ اپنے فین کے سامنے جھوٹ تو نہ بولیں۔"

"سنیئے مسٹر.....!" وہ ایک توقف کے بعد بولی۔ "مجھے نوید کہتے ہیں۔"

"کہتے ہوں گے..... مگر آپ تصویر کی مماثلت میرے چہرے میں کیوں دیکھ رہے ہیں؟" وہ زچ ہو کر بولی۔

ابھی وہ کچھ بول ہی رہا تھا کہ اس کی سہیلیاں اس کے پاس چلی آئیں۔ "شہلا! تم کہاں رہ گئیں، کس سے باتیں کر رہی ہو؟"

"عجیب آدمی ہیں یہ بھی، خوامخواہ میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ یہ تصویر میں نے بنائی ہے۔"

"اگر نہیں بنائی تو بنا سکتی ہو۔ انگریزی کی ٹیچر ہونے کے باوجود آرٹس سے لگاؤ ہے..... اور تمہارے بنائے ہوئے اسکیچز ایک سے ایک خوبصورت ہیں جو ضیا فاؤنڈیشن اسکول کے ہال تک میں لگے ہوئے ہیں۔" اس کی سہیلی نے کہا۔ "میں نے تو یہ سنا تھا کہ لوگ دوسروں کی تخلیق پر اپنا نام چسپاں کر دیتے ہیں، یہ عجیب ہیں..... اپنی شکل سے ملتی جلتی تصویر کو بھی اپنی تصویر کہنے پر تیار نہیں ہیں۔"

"مسٹر.....! آپ کسی اور تصویر میں جا کر شباہتیں ڈھونڈیے، ہمارے دماغ میں اتنا دم نہیں ہے جو آپ کے بیکار سوالوں کا جواب دیں۔" شہلا نے غصے سے کہا اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

اور پھر نوید اسے اپنے خاندان کی ایک شادی میں نظر آ گیا۔

"آپ یہاں کیسے.....؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے پاس آ گیا۔

"ہماری ممانی کے بھائی کی شادی ہے اس لئے آئے ہیں۔"

"اور میری تائی کی نواسی کی چھوٹی بہن کی شادی ہے اس لئے آیا ہوں۔"

"ماشاءاللہ بڑا قریبی رشتہ ہے!" اسے ہنسی آ گئی۔

"بعض تقریبات میں جا کر انسان کچھ حاصل بھی کر لیتا ہے۔"

"ہاں! یہاں کھانا بہت اچھا ہوگا۔" شہلا ہنسی۔

تب اس نے سامنے سے آتی اپنی تائی سے نہ صرف شہلا کا تعارف کروایا بلکہ وہ ان کو لے کر شہلا کی امی تک بھی

پہنچ گیا۔ دور پرے کی رشتے داریاں اتنی قربت سے جتائی گئیں کہ وہ بہت قریبی رشتے داریاں نظر آنے لگیں۔

''آپ کسی دن ہمارے گھر آیئے......'' نوید کی تائی نے انہیں اپنے گھر بلایا۔ تب شہلا کی امی کو بھی جواباً یہی جملے ادا کرنے پڑے۔ اور اس تقریب کے دس دن بعد ہی وہ اپنی اماں اور تائی کے ساتھ شہلا کے گھر تھا اور تائی شہلا کے رشتے کے سلسلے میں اس کی والدہ سے بات کر رہی تھیں۔

یہ سب اچانک اور اتنی جلدی ہوا کہ شہلا کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یوں ایک بار کی ملاقات پسندیدگی میں ڈھل کر اتنی جلدی منگنی کا رشتہ جوڑ دے گی۔ منگنی دونوں خاندانوں میں سادگی سے ہوئی تھی اور شادی ایک سال بعد ہونا طے پائی تھی مگر اس عرصے میں نوید اس کے بہت قریب آ گیا تھا۔ روزانہ ٹیلی فون پر باتیں ہوتیں، مستقبل کے پروگرام سیٹ کئے جاتے اور لمبی راتیں پل بھر میں کٹ جاتیں۔

''ایک نظر میں اتنا بڑا فیصلہ کیسے کر لیا تم نے؟'' ایک مرتبہ شہلا نے اس سے پوچھا۔

''ایک دم بے وقوف ہو تم...... ہمارے گھر آ کر بھی تمہیں پتا نہیں چلا کہ میں نے تمہیں کیسے پسند کر لیا؟''

''کیا مطلب؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''ہمارا گھر ضیا فاؤنڈیشن کے عین سامنے ہی تو ہے۔ روز تمہیں اسکول آتا جاتا دیکھا کرتا تھا اور سوچا کرتا تھا کہ اللہ! اس کالی آنکھوں والی لڑکی سے کیسے ملاقات ہو؟ پھر مجھے پتا چلا! ...اس اسکول کے اسٹوڈنٹس تصویروں کی نمائش دیکھنے جا رہے ہیں۔ بغل میں اسکول ہو تو ایسی معلومات حاصل ہو جانا کوئی مشکل تو نہیں... اس لئے ما بدولت آپ کو بے حد قریب سے دیکھنے کے لئے اس نمائش میں بھی پہنچ گئے جہاں آپ محترمہ ایک تصویر میں اس قدر کھوئی کھڑی تھیں کہ پہلے پہل تو مجھے بھی تصویر ہی لگیں۔''

''باتیں بنانا تو کوئی آپ سے سیکھے۔''

''چلو کچھ تو سیکھ لو۔ اسکول سے واپسی پر ایک دو پیریڈ ہمارے گھر میں لیتی جایا کرو۔ سامنے گھر ہونے کا کچھ تو ہمیں بھی فائدہ ہونا چاہئے۔''

''نوید! ایسی باتیں مجھے پسند نہیں ہیں، پھر بھی تم کرتے ہو۔'' وہ اپنی مسکراہٹ دبا کر کہتی۔

''شادی کے دن اتنے قریب آ گئے ہیں مگر پھر بھی لگ رہا ہے ابھی بہت دور ہیں۔'' وہ ایک جذب کے عالم میں کہتا۔

شادی کے جوڑوں کی تیاری نوید نے اپنی پسند سے کروائی تھی اور ولیمے کا جوڑا خالص شہلا کی پسند کا تھا، جس پر کٹ دانہ اور مروڑی کا کام کروایا تھا۔ ان کی شادی میں صرف سترہ دن رہ گئے تھے جب شہلا کے والد پر فالج گرا۔ اپنی نوکری سے ہاتھ دھونے کے ساتھ جب وہ مستقل معذور ہو کر بیٹھ گئے تو اس کی ماں کے ذہن میں سوائے اس کے کوئی بات نہیں آئی کہ شہلا کی شادی ختم کر دی جائے اور اب تو نوید سے بھی اس نے آخری بات کر لی تھی۔

روپے پیسے، کرم کی کمائی [illegible] عرصہ پہلے ختم ہو [illegible] اس کے دل میں [illegible] ہو گیا۔

کیا کمی تھی اس میں، خوبصورت، تعلیم یافتہ، برسر روزگار ایک لڑکی [illegible] کی تقدیر پر اس وقت [illegible] کہ منزل دو چار ہاتھ ہی اب باقی رہ گئی تھی۔ تقدیر نے پہلے [illegible] نہیں آیا کرتے۔

اس کی ماں کا اقدام اگر غلط بھی تھا تب بھی وہ اسے ٹھیک سمجھنے پر مجبور تھی۔ یہ دوسری بات تھی اس کا دل اس کے فیصلے کا ساتھی نہ تھا۔ وہ نوید کی ہمراہی کا طلب گار تھا۔ وہ انہی خیالات کو بار بار جھٹک رہی تھی۔ نوید کی آواز اس کے

کانوں میں گونج رہی تھی۔ گزشتہ ہفتے کی شب ہی نوید سے کتنی دیر تک اس کی بات ہوئی تھی۔

''شہلا! میں تمہاری منہ دکھائی کے لئے بڑا پیارا سا لاکٹ خرید کر لایا ہوں۔''

''کیوں خرچ کئے اتنے پیسے، میں نے کہا تھا ناں بس ایک انگوٹھی خرید لیجئے گا۔''

''میں چاہتا ہوں میرا دیا ہوا تحفہ تمہارے دل کی دھڑکنیں بھی سنتا رہے۔''

''افوہ......!'' وہ ایک دم سرخ سی ہو گئی۔

''کیا سوچنے لگیں؟'' وہ دھیرے سے ہنسا۔

''کچھ بھی نہیں۔'' وہ شرما کر بولی۔

''اچھا! تم کیا تحفہ مجھے دو گی؟'' اس نے اچانک ہی پوچھا۔

''ارے مجھے تو معلوم ہی نہیں، کیا دلہن نے بھی دینا ہوتا ہے تحفہ؟''

''ہاں دینا تو ہوتا ہے۔ تم موتیے کے گجروں سے اپنے آپ کو خوب سجانا، موتیے کی خوشبو میری پسندیدہ خوشبو ہے۔''

''ہوں!'' وہ پھر شرما گئی تھی۔ اسے لگ رہا تھا جیسے نوید اسے دیکھے چلا جا رہا ہے اور وہ موتیے کی بڑی سی مسند پر بیٹھی ہوئی ہے۔

سرخ شنیل کا بیڈ کور سیٹ اس نے کیسی چاہ سے خریدا تھا اور اب امی کی خواہش پر سر جھکا کر وہ بے کل سی ہو گئی تھی۔ یوں بھی یہ کوئی آسان نہیں ہوتا کہ سجے سجائے خوابوں کو کسی بھڑکتی ہوئی آگ کے سپرد کر دیا جائے۔ کہہ دینے اور کر لینے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ نوید کی محبت سے گندھی باتیں اس کے ذہن سے مٹی نہیں تھیں۔ اس کی چاہتوں کا خمار ختم نہیں ہوا تھا۔ موتیے، گلاب اور عطر سے ہٹ کر، محبت کی ایک اپنی ہی خوشبو ہوتی ہے جو ہر لڑکی کے اندر سے ہی پھوٹتی ہے......اور شہلا کے تن بدن سے بھی ایسی ہی خوشبو پھوٹ رہی تھی۔

جوانی کی یہ مہک، ہرن کی طرح خود کو بھی پاگل بنا دیتی ہے۔ یہی حال شہلا کا تھا۔ ناں کرتے ہوئے اس کا من ہاں کی پکار کا متمنی تھا۔ ماں اس کی ناں سن کر نہال ہو گئی تھی مگر شہلا کا ذہن کسی ایسی انہونی کا خواہاں تھا جو اس کی ماں کو سمجھائے کہ اپنی بیٹی کی خوشیوں کا گلا نہ گھوٹے۔

جاب کرنے والی بیٹیاں اگر گھر کی کفالت میں حصہ لیتی ہیں تو ان کی خوشیوں پر بجلی گرانے کا کسی کو حق نہیں۔ وہ اپنی بساط سے بڑھ کر ذمے داریاں نبھا رہی ہوتی ہیں۔ وہ دگنی خوشیوں کی حق دار ہیں مگر یہاں تو جائز خوشی بھی نہیں مل رہی تھی۔ اور پھر کچھ بھی تو نہیں ہوا۔ نہ خاندان کا کوئی بزرگ سمجھانے آیا، نہ ہی دوست واحباب نے ماں کے اس فعل کو زیادتی جانا۔ اس کے جہیز کے جوڑے بڑی پیٹی میں ڈال دیے گئے۔ برتنوں کے سیٹ مچان پر رکھ دیے گئے۔ ہاں، اس کا نیا لحاف اسے اوڑھنے کے لئے دے دیا گیا تھا۔ سرخ شنیل کا لحاف اوڑھ کر وہ ساری رات جاگتی رہی، اگلے دن اس نے اپنا پرانا لحاف لے لیا اور نیا چھوٹی بہن کو دے دیا......جو یہ تحفہ پا کر نہال ہو گئی۔

امی نے ہر کام میں جلدی کی، سو انہوں نے لڑکے والوں کے ہاں سے آیا ہوا منگنی اور عیدوں پر آیا ہوا سب سامان واپس بھجوا دیا تھا۔ منگنی کی انگوٹھی وہ ہمہ وقت اپنی انگلی میں پہنے رہتی تھی۔

''شہلا! یہ انگوٹھی بھی واپس جائے گی، چھلا بھر کر انگوٹھی ہے مگر ہے تو سونے کی، تھڑ دلے لوگ ہیں۔ اگر یہ واپس نہیں گئی تو وہ ہماری انگوٹھی بھی واپس نہیں کریں گے۔'' امی بے رحم لہجے میں اس سے کہہ رہی تھیں۔

''یہ منگنی کا چھلا...... لڑکیوں کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتا ہے۔'' یہ وہ سوچ ہی نہیں سکتی تھیں۔ اس انگوٹھی کے طفیل وہ کہاں کہاں گھوم آئی تھی۔ یہ بتانے کی اس میں ہمت تک نہ تھی۔

''امی! انگوٹھی تو انگلی میں پھنس گئی ہے، کیسے اتاروں؟''

''بچی بن گئی ہو تم بھی...... ذرا سا صابن لگا کر انگلی کو دباؤ، انگوٹھی خود ہی پھسل کر نکل آئے گی۔''

اس نے ایسا ہی کیا، انگوٹھی اتر آئی۔ اس نے اپنی ہتھیلی پر رکھ کر دیکھا۔ اس میں جڑے سرخ نگینے اسے یوں دیکھنے لگے جیسے اپنی آنسو بھری آنکھوں سے اسے الوداع کہہ رہے ہوں۔

''امی، یہ لیں...... اس نے ماں کے پاس آ کر انگوٹھی پھینکی...... اور اپنے کمرے میں چلی آئی۔ اسے کس قدر رونا آ رہا تھا۔ نوید سے جدائی اس کے دل پر بڑی شاق گزر رہی تھی۔

اب میں کبھی اس کی باتیں نہیں سنوں گی، اب میں کبھی اس سے نہیں ملوں گی۔

میری پسند کے خریدے ہوئے کپڑے اب کوئی اور پہنے گی۔

''شہلا! اپنے ابا کو دوا دو، ٹائم ہو گیا ہے۔'' امی نے آواز لگائی اور وہ اپنے آنسو پونچھ کر ابا کے کمرے میں کسی روبوٹ کی طرح داخل ہو گئی۔ شہلا نے ابا کو دوا پلا کر رومال سے ان کا منہ صاف کیا تو وہ آہستگی سے بولے۔

''شہلا بیٹی! کیا میں کبھی صحت مند نہیں ہو سکتا......؟''

''کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ؟ یہ مرض کوئی لاعلاج تھوڑی ہے، آپ انشاء اللہ بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔''

''پھر تمہاری ماں نے تمہاری شادی ختم کیوں کر دی؟'' وہ بے چارگی سے بولے۔

''ابا! آپ بھی کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ اب آپ کی بیماری میں کوئی تقریب ہوتی کیا اچھی لگے گی۔'' شہلا نے زبردستی ہنس کر کہا۔

''تو دل سے تو خوش ہے ناں......؟'' اس کی ٹوٹی ہوئی ہنسی نے انہیں چونکا سا دیا۔

''ہاں...... ابا جی! میں بہت خوش ہوں، بے حد خوش۔''

''نہیں، جھوٹ کہتی ہے تو......'' ایک گہرا سانس بھر کر انہوں نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔

وہ چپ رہی...... خاموشی سے ابا کے بستر کی شکنیں درست کرتی رہی۔

''سوچتی ہو گی...... باپ نے بے وقت بیمار ہو کر تیری خوشیوں کا گلا گھونٹ دیا۔''

''نہیں ابا جی! اللہ آپ کو سلامت رکھے، آپ کے دم سے میری خوشیاں ہیں۔''

''نہیں بیٹی، یہ کچھ اچھا نہیں کیا تیری ماں نے...... اگر ایسا ہی تھا تو دو چار مہینے شادی آگے بڑھا دیتی، یہ رشتہ ختم کرنے کی کیا تک تھی؟''

''ایسا کرنے کو میں نے کہا تھا۔''

''پاگل ہے تو...... نوید اتنا اچھا لڑکا ہے، کیا سوچتا ہو گا۔ کیسے وعدہ خلاف لوگ ہیں، رشتہ طے کر کے آخری وقت میں ختم کر دیا۔''

''ابا جی، اب یہ موضوع ختم ہو گیا ہے، کوئی دوسری بات کریں ناں آپ۔'' تب ابا جی نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ کمال ضبط سے کام لے رہی تھی، ہونٹوں کو دانتوں سے کچل کچل کر انہیں نیلا کر دیا تھا۔ ابا جی بے اختیار پھوٹ

پھوٹ کر رونے لگے۔ ''بدقسمت ہوں میں، جو اپنی بچی کی خوشیاں ملیامیٹ ہوتے دیکھ رہا ہوں۔'' آنسوؤں نے ان کا چہرہ تر کر دیا تھا۔ شہلا اپنی ہتھیلیوں سے ان کے آنسو پونچھ رہی تھی اور بے آواز آنسو اس کے دل پر گر رہے تھے۔

جیسے ہی امی کمرے میں داخل ہوئیں، وہ پیٹھ موڑ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ اپنا کمزور ہوتا وجود انہیں وہ کسی صورت دکھانا نہیں چاہتی تھی۔ نماز پڑھ کر جب دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو اس کے لبوں پر ایک ہی دُعا تھی۔

''یا رب العالمین! مجھے ثابت قدم رکھنا۔ میرے وجود سے میرے گھر والوں کو خوشیاں عطا کرنا اور میرے دل سے نوید کی محبت کو مٹا دینا...... ورنہ میں ہمیشہ ہی بے کل رہوں گی۔''

منگنی کا سامان واپس جانے کے بعد سے نوید نے اسے کوئی فون نہیں کیا تھا۔ اس کا خیال تھا، اس نے بھی شہلا کی محبت کو اپنے دل سے کھرچ کر پھینک دیا ہے مگر دس دن کے بعد جب وہ اسکول پڑھانے کے لئے گئی تو اپنے گیٹ پر نوید کھڑا اسی کو دیکھ رہا تھا۔

کتنا کمزور ہو گیا تھا وہ...... چہرہ اس کا یوں اترا ہوا تھا جیسے وہ بیمار رہا ہو۔ نوید کو دیکھ کر یکبارگی اس کے قدم لرزے مگر وہ تیزی سے اسکول میں داخل ہو گئی۔ اسکول کی چھٹی کے وقت اسے یہ یقین تھا کہ وہ اپنے آفس جا چکا ہو گا...... جب وہ اسکول کے گیٹ سے باہر نکلی تو نوید بدستور اپنے گھر کے گیٹ سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

اس کے چہرے پر یاس اور محرومی کے سائے نمایاں تھے۔ شہلا نے اس کے پاس سے بیگانوں کی طرح گزرنا چاہا تو وہ پکار اٹھا۔ ''اب کیا میری بات سننے کے لئے بھی تمہارے پاس وقت نہیں ہے؟''

''جی فرمایئے۔'' اس نے قدرے توقف کے بعد پوچھا۔ ''تم اپنے فیصلے پر نظرثانی نہیں کر سکتیں؟''

''نہیں......''

''وجہ......؟''

''میری قسمت میں شاید یہی لکھا تھا۔''

''تم غلط سوچتی ہو۔ میں ہوں ناں تمہارے ساتھ۔'' وہ اس کے عین مقابل کھڑا تھا۔

''اگر ایسا ہوتا تو ابا جی...... یوں یکایک بیمار کیوں ہوتے۔''

''یہ دکھ...... یہ سکھ، زندگی کا حصہ ہوتے ہیں۔ ان کو اپنے اوپر حاوی مت ہونے دو۔''

''فی الحال تو مجھے اپنے گھر والوں کے لئے بہت کچھ کرنا ہے۔ ان سے نمٹوں گی تو اپنے لئے بھی ضرور سوچوں گی۔'' اس نے آگے کی جانب قدم بڑھائے جیسے وہ کچھ سننا نہ چاہتی ہو۔ ''بس ایک بات اور......''

''جی وہ بھی کہہ دیں......'' اس نے پیٹھ موڑے موڑے کہا۔

''شہلا! میری یہ بات تم ہمیشہ یاد رکھنا۔ اپنی ذات سے کبھی غافل مت رہنا۔''

''جی بہت اچھا......'' اس کے طولانی انداز پر اسے وحشت سی ہوئی۔

''تمہاری ماں نے تمہیں بیٹی کے بجائے سپاہی بنا دیا ہے۔ تم ہمیشہ اپنے گھر کے لئے سپاہی مت بنی رہنا۔''

شہلا کے سینے میں تیر کی طرح یہ بات لگی۔ وہ جتنا تیز چل سکتی تھی، چلتی رہی پھر دوڑنے لگی۔ سامنے آتے ہوئے رکشا کو ہاتھ دیا اور اپنا پتا بتا کر وہ اس میں گر سی گئی۔

☆☆☆

قدم قدم پہ ہواؤں سے رابطہ رکھنا
خزاں کی رُت میں بہاروں کا آسرا رکھنا
ہماری یاد کی خوشبو ضرور آئے گی
تم اپنے دل کا دریچہ ذرا کھلا رکھنا

''رابعہ! تیری قسمت واقعی بہت اچھی ہے۔'' کالج میں اسے داخل ہوتا دیکھ کر شازی آگے بڑھی اور اس سے کہنے لگی۔

''کیوں، ایسی کیا بات دیکھ لی تم نے، آج تو میں بغیر ناشتے کے ہی کالج آ رہی ہوں۔ امی، ابو جی اکثر جمعرات کا روزہ رکھتے ہیں اور میری آج صبح آنکھ ہی نہیں کھلی جو اپنے لئے کچھ بناتی۔ دیر ہو رہی تھی اس لئے میں بغیر ناشتے کے ہی روانہ ہو گئی۔''

''اچھا میری بات تو سنو، ایسی زبردست خبر سنا رہی ہوں ''

''کیفے ٹیریا میں آج بریانی ملے گی کیا؟''

''صبح صبح بریانی تو نہیں البتہ سموسے مل جائیں گے۔ چلو پہلے کچھ کھا لو ورنہ میری بات کا بھی سواد جاتا رہے گا۔'' شازی اسے کیفے لے آئی۔

سموسے وغیرہ کھا کر اب وہ دونوں چائے پی رہی تھیں اور رابعہ کو کچھ سکون ملا تھا۔ چائے پیتے ہی ایک انجانی سی تازگی اس میں در آئی تھی۔

''عمیر کا کنسرٹ ہو رہا ہے، سنڈے کی شام کو، ریجنٹ پلازہ میں۔'' شازی نے مسکراتے ہوئے گویا دھماکا کیا۔

''اچھا...!! ایک تو اتوار کا دن دوسرے ریجنٹ پلازہ!'' رابعہ نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

''اس دفعہ پھر پاس مل گئے ہیں۔'' اس نے خوشی سے بتایا۔

''مگر میں اتوار کے دن گھر سے کیسے نکل سکتی ہوں؟''

''شبلی کی سالگرہ کروا دیتے ہیں، شبلی تمہاری امی کو خود فون کرے گی۔''

''امی کو راضی کرنا بہت مشکل کام ہوتا ہے، وہ نہیں مانیں گی۔''

''تمہاری امی شبلی کو نہیں جانتیں انہیں ماننا ہی پڑے گی۔''

''اگر نہیں مانیں تو...؟'' وہ ایک دم آزردہ سی ہو گئی۔

''ایک تو تم فوراً ہی مایوسی کی باتیں کر کے اپنے ساتھ ہمارا بھی دل جلانے لگتی ہو، کیوں نہیں مانیں گی؟''

''ہمارے گھر کا ماحول قدرے مختلف ہے ناں۔''

''ہر ماں کے دل میں اپنی اولاد کے لئے سوفٹ کارنر ہوتا ہے۔ شبلی اسی سے فائدہ اٹھائے گی۔''

اور پھر واقعی شبلی کا فون بھی آ گیا۔ امی نے ناں ناں بہت کی مگر...... اس کے خوشامدانہ لہجے نے انہیں اتنا متاثر کیا کہ اجازت دیتے ہی بنی۔

رابعہ کی آنکھوں میں مارے خوشی کے آنسو آ گئے۔ اگلے دن شام کو اسے جانا تھا۔ وہ رات گئے تک اپنی تیاری کرتی رہی۔ دوپٹے کے کنارے پر بانکڑی ٹانکی، قمیص کے ساتھ کنٹراسٹ میں چوڑی دار پاجامہ استری کر کے رکھا اور اس کی ہم رنگ جیولری نکال کر رکھی۔

ساری رات خوابوں میں وہ عمیر کو گاتا ہوا دیکھ رہی تھی جو مائیک پکڑے، اس کی آنکھیں میں آنکھیں ڈالے گا رہا تھا۔ رات گئے اس کی آنکھ لگی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ صبح دیر سے اٹھے گی مگر صبح سویرے بچوں کا شور وغل سن کر وہ اٹھ بیٹھی۔

آج سویرے ہی چاچا، چاچی اپنے بچوں کے ساتھ آ گئے تھے۔ وہ اکثر اسی طرح آیا کرتے تھے مگر آج ان کا اس طرح آنا رابعہ کو بالکل بھی اچھا نہیں لگا تھا۔ امی اور ابو ان کی خاطر مدارات میں لگ گئے۔ ان کے بچے سارے گھر میں بھاگتے پھر رہے تھے...... اور رابعہ کو سخت وحشت ہو رہی تھی...... اس کا دل چاہ رہا تھا سب کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر نکال دے...... کہ تم لوگ جاؤ...... مجھے شام کے لئے تیاری کرنی ہے مگر وہ اپنا دل مسوس کر رہ گئی۔

دوپہر کے کھانے کے بعد چائے کا دور شروع ہوا۔ اس دوران میں خاندان کے پرانے قصے ایسے سنائے جا رہے تھے جیسے لطائف سنائے جا رہے ہوں۔ سیکڑوں دفعہ کے سنے ہوئے قصوں پر سارا گھر ہی ہنس ہنس کر بے حال ہو رہا تھا۔

''امی، مجھے شام کو پانچ بجے تک نکل جانا ہے۔'' رابعہ نے احتیاطاً ماں سے کہہ دیا تھا تاکہ ذہنی طور پر وہ تیار رہیں۔

''پاگل ہوئی ہے کیا؟ گھر میں مہمان ہیں...... تو ان کو چھوڑ کر باہر جائے گی؟'' ان کا لہجہ برہمی لئے ہوئے تھا۔

''مگر آپ نے تو خود اجازت دی ہے۔''

''اور اب میں ہی منع کر رہی ہوں جانے سے۔'' انہیں غصہ ہی تو آ گیا۔ ''آنکھیں نہیں ہیں، گھر میں بیٹھے لوگ بھی نظر نہیں آ رہے؟''

''امی...... اگر منع ہی کرنا تھا...... تو پہلے ہی منع کر دیتیں۔''

''میں تو یہی چاہ رہی تھی...... مگر تیری سہیلی جان کو ہی آ گئی تھی...... اس لئے ہامی بھر لی تھی...... ورنہ مجھے اچھا نہیں لگتا، لڑکیوں کا یوں گھومنا پھرنا۔''

''امی! میں جاتی کہاں ہوں...... کالج سے آ کر سارا وقت گھر میں ہی تو رہتی ہوں، آپ خود بتایئے...... آج تک میں اپنی کسی سہیلی کے گھر گئی ہوں......؟'' رابعہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''سالگرہ ہی تو ہے، کون سی اس کی منگنی یا شادی ہو رہی ہے جو تیرا جانا ضروری ہے۔'' امی کے جملوں پر وہ دل مسوس کر رہ گئی۔

اگلے دن اس کی سہیلیوں نے اس تقریب کی تعریف میں زمین آسمان ایک کر دیے تھے۔ ان کے ستائشی جملے کسی

طرح ختم ہونے میں نہیں آ رہے تھے اور وہ اپنے آنسوؤں کو سمیٹے ان کی باتیں حسرت سے سن رہی تھی۔

''ہمیں یقین تھا، تم آ ہی نہیں سکتیں۔''

''مہمان آ گئے تھے تو میں کیا کرتی؟''

''اپنی امی سے ضد کرتیں، بالآخر وہ مان ہی جاتیں۔ رشتے دار ہی تو آئے تھے، کوئی گورنر تو نہیں آ گیا تھا تمہارے گھر میں!''

''ضد میں نے پہلے کبھی نہیں کی تو اب کیسے کرتی؟''

''مگر تمہاری امی نے بھی وعدہ کر کے پورا نہیں کیا...... یہ بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ ہمیں تو لگتا ہے تمہارے گھر میں ڈکٹیٹر شپ ہے، جو تمہاری اماں چاہتی ہیں، وہی تمہارے گھر میں ہوتا ہے۔'' اس کی سہیلیوں نے کافی سخت بات کی۔

''نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ ہمارے گھر میں بابو جی اور امی دونوں مل کر ہی فیصلے کرتے ہیں۔ امی نے کبھی بابو جی پر حاوی ہونے کی کوشش نہیں کی ہے۔''

''مگر ہمارے ساتھ تو انہوں نے وعدہ خلافی ہی کی۔''

''وہ کہہ رہی تھیں اگر منگنی یا شادی کی تقریب ہوتی تو جانے دیتیں۔''

''بے فکر رہو، اب کے ہم شہلی کی منگنی کرا دیں گے۔''

''ہاں! یہ ٹھیک ہے مگر شہلی کیا مان جائے گی؟''

''لو مجھے کیا فرق پڑتا ہے...... اچھا ہے جھوٹی منگنی ہی سہی۔ اس طرح اصل منگنی بھی شاید ہو جائے۔''

''یہ لو تبرک......'' اس نے چند دھاگے رابعہ کو تھمائے۔ ''عمیر کے مفلر کے ٹکڑوں میں سے یہ چند قیمتی اور نادر دھاگے۔''

''پہلے تو تم رومال لے آئی تھیں ؟''

''اس نے اپنی جیکٹ اتار کر پھینکی تھی تو اس میں سے تمہاری قسمت کا رومال میرے ہاتھ آ گیا تھا۔''

''اس مرتبہ اس نے اپنی جیکٹ یا شرٹ کیوں نہیں اچھالی؟'' رابعہ نے پوچھا۔

''تم نہیں گئی تھیں ناں ... اس لئے!''

''میری ایسی قسمت کہاں...... جو میں عمیر کو اپنی آنکھوں کے سامنے پرفارمنس کرتے ہوئے دیکھتی۔''

''پریشان مت ہو۔ ہم تمہیں تمہارے ڈربے سے نکالنے میں جلد کامیاب ہو جائیں گے۔'' شہلی نے کہا تو سب سہیلیاں اس کی بات کی تائید میں کھل کھلا کر ہنس پڑیں۔

☆☆☆

تمہاری سمت ہی جاتے ہیں راستے سارے
تمہاری قید سے کس کو رہائی حاصل ہے

نوید اب اسکول کے سامنے کھڑا ہو کر اس کا انتظار تو نہیں کرتا تھا مگر شہلا کو یہی لگتا تھا کہ وہ کہیں کسی کمرے سے، کسی پردے کے پیچھے سے اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کے گھر کے سامنے سے روزانہ گزرنا اس کو محال لگتا تھا۔ تنگ آ کر

اس نے دوسری برانچ میں ٹرانسفر کی درخواست دی دی۔

''یہاں کیا پریشانی ہے تمہیں؟'' پرنسپل نے درخواست دیکھتے ہی سوال کیا تھا۔

''دوسری برانچ بڑی ہے میڈم! میں اس میں جانا چاہتی ہوں۔''

''مگر یہ برانچ تو تمہارے گھر سے زیادہ دور بھی نہیں ہے، رہی بات بڑے ہونے کی...... تو اس سال ہمارا اسکول بھی اپ گریڈ ہو جائے گا۔'' وہ الجھ کر رہ گئی۔

اب نوید کے گھر کے سامنے سے وہ نیچی نظریں کر کے گزرا کرتی تھی۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ اس وقت تک اپنی آنکھیں بند رکھے جب تک نوید کا گھر گزر نہ جائے۔ اس کے باوجود بھی وہ اسے ہر جگہ نظر آتا تھا۔ اس کی باتیں اس کے ذہن میں شور سا مچا دیا کرتی تھیں۔

''شہلا! اس قربانی سے چاہے تمہیں تسکین مل رہی ہو...... مگر میری یہ بات یاد رکھنا...... اس قسم کی تسکین کی عادی مت ہو جانا ورنہ بہت نقصان اٹھاؤ گی۔''

''ہونہہ...... پاگل کہیں کا...... آیا تھا مجھے بہکانے کے لئے...... جیسے میں اس کی بات مان ہی جاتی۔ دُنیا کی بیٹیاں...... بیٹوں سے بڑھ کر اپنے والدین اور بہن بھائیوں کا خیال رکھتی ہیں۔ ایک میں نے رکھ لیا تو کون سی نئی بات ہو گئی۔''

اپنے آپ کو مزید مصروف رکھنے کے لئے اس نے ٹیوشنز شروع کر دیں۔ اسکول سے آ کر وہ کھانا کھا کر نماز ہی پڑھتی تھی کہ ٹیوشن پڑھنے والی بچیاں گھر میں آنا شروع ہو جاتیں اور یہ سلسلہ مغرب تک چلتا۔

بیلا اب شام کو گھر کے کاموں میں امی کی مدد کرنے لگی تھی۔ امی اس کے اس ایثار سے بہت خوش تھیں اور ہر وقت اس کو دُعائیں دیتی رہتیں۔ تب شہلا اپنے آپ کو یہی باور کراتی...... کہ اس کا اقدام بالکل صحیح تھا اگر نوید سے اس کی شادی ہو جاتی...... تو اس کے گھر والے بھوکوں مر جاتے...... نہ جانے کس کس کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑ جاتا۔ ابا جی کا علاج نہ ہو پاتا۔ چھوٹے بھائی کی پڑھائی رک جاتی۔ آج امی جو یوں پُرسکون سی نظر آتی ہیں، ہر دم پریشان رہتیں اور آنسو ان کی آنکھوں میں مستقل ٹھکانا بنا لیتے۔

اپنے کرب کو چھپا کر ہنسنا مشکل ہوتا ہے
دھیمی دھیمی آگ میں جلنا مشکل ہوتا ہے

☆☆☆

ایک شام میں پھپھو کے پاس اوپر تھا۔ پھپھو مجھے دیکھ کر ہمیشہ بہت خوش ہوا کرتی تھیں۔ اس وقت بھی انہوں نے جھٹ پٹ فروٹ چاٹ بنا کر ایک پیالہ مجھے پکڑا دیا۔

''پھپھو، میں ابھی کھانا کھا کر آیا ہوں۔''

''مجھے معلوم ہے ... تم ہمیشہ کھانا کھا کر ہی اوپر آتے ہو۔ میرے ہاتھ کی پکی ہوئی کوئی چیز کھانے کو تمہارا دل ہی نہیں چاہتا۔''

''نہیں پھپھو! ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔''

''کل میں نے چکن کڑاہی بنا کر نیچے بھیجی تو اس میں تم نے سو عیب نکالے اور ایک نوالہ بھی نہیں چکھا۔'' انہوں

نے گلہ کیا۔

''پھپھو میں نے تو چکن کڑاہی دیکھی تک نہیں۔ آپ کیا بات کر رہی ہیں؟'' میں نے حیران ہو کر کہا۔

''شمو! تم نے بھی کس کی بات کا یقین کر لیا.....!'' اب دادی مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھیں اور میں عجیب خفت زدہ سا ہو گیا تھا۔

امی کا رویہ ایسا کیوں تھا؟ یہ میری سمجھ میں ہی نہیں آتا تھا۔

''پھپھو، فروٹ چاٹ بہت اچھی ہے، اب میں آپ کے ہاتھ کی گرین ٹی بھی پیوں گا۔'' میں نے پھپھو کو خوش کرنے کے لئے از خود کہا جبکہ گرین ٹی پینے کا میں عادی بھی نہیں تھا۔

پھپھو سرشاری باورچی خانے کی جانب لپکیں تب ماہ نور میرے پاس آئی اور مجھ سے بولی۔

''ظفر بھائی! آپ مجھے سہانی کے پاس کل لے جا سکتے ہیں؟''

''سہانی سے کیا تمہاری دوستی ہے؟'' میں نے حیران سے لہجے میں پوچھا۔

''ہاں، کہہ سکتے ہیں۔'' وہ مسکرائی۔

میں پھر اچنبھے میں پڑ گیا..... کیونکہ میں نے ان دونوں کو اپنے گھر میں کبھی بہت زیادہ باتیں کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا..... اور نہ ہی اس سے قبل کبھی ماہ نور سہانی سے ملنے ان کے گھر گئی تھی۔

''حیران کیوں ہو رہے ہیں آپ؟'' ماہ نور نے شاید میرے چہرے سے کشمکش کی کیفیت نوٹ کر لی تھی۔

''سہانی کو گئے ہوئے اتنے دن ہو گئے..... یہ ایکا ایکی تمہیں اس کے گھر جانے کی کیا سوجھی؟''

''سہانی کا فون آیا تھا میرے پاس۔ اس نے مجھے اپنے گھر بلایا ہے۔''

''کوئی خاص بات ہے؟'' میرے ذہن میں یہی آیا کہ شاید اس کی سالگرہ کی تقریب ہوگی۔

''ہاں! بات تو خاص ہی ہے مگر سہانی نے مجھے اس انداز میں بتایا جیسے وہ عام سی بات ہو۔''

''کیا بات ہے؟'' میرا دل جیسے دھڑکنے لگا..... کہ جیسے کوئی بری خبر..... میری منتظر ہو۔

''آپ کے خیال میں کیا بات ہوگی؟'' اب وہ میرا چہرہ ٹٹولتی نظروں سے تکتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

''لڑکیوں کی خبریں ہوتی ہی کیا ہیں؟ زیادہ سے زیادہ یہی بات ہوگی..... اس کی کہیں منگنی ہو رہی ہوگی یا نکاح یا شادی ہی ہو رہی ہو؟'' بظاہر میرا لہجہ نارمل تھا مگر یہ بات میں ہی جان سکتا تھا کہ یہ جملے ادا کرنے میں میرے دل کی حالت کتنی ناگفتہ بہ ہو چکی تھی..... چاروں جانب مجھے اندھیرا چھایا نظر آ رہا تھا۔

''افوہ..... آپ نے تو سہانی کی شادی تک کروا دی..... یہ بات تو ہرگز نہیں ہے۔'' ماہ نور نے ہنس کر کہا۔

اور پھر جیسے سیاہ بادل..... فوراً ہی چھٹ گئے۔ میں خود ہی خود ہنس پڑا..... اور بڑی ملامت بھرے لہجے میں کہنے لگا۔ ''چلو تم ہی بتا دو کہ بات کیا ہے!''

''کسی سنگیت اکیڈمی نے گلوکاری کا مقابلہ کروایا تھا، اس میں سہانی اول آئی ہے۔''

''سہانی اور گانا.....'' مجھے حیرت پر حیرت ہو رہی تھی، اسے گانا تو کیا کبھی گنگناتا ہوا بھی نہیں دیکھا تھا۔''

''ظفر بھائی..... میں نے بھی یہی کہا تھا..... کیا کسی گانے پر تم نے لپ سنک کی ہے؟ اس نے کہا جو بھی سمجھ لو..... مگر انعام مجھے ملا ہے۔''

''آج کل جج صاحبان خوبصورتی سے بھی متاثر ہو جاتے ہیں۔'' میں ہنسا۔

''نہیں..... سہانی بہت ٹیلنٹڈ ہے۔ میں نے اس کا گانا نہیں سنا مگر وہ گا سکتی ہے۔'' ماہ نور نے وکالت کی۔

''ٹھیک ہے، کل چلیں گے..... تم تیار رہنا۔''

اگلی شام اپنی ایف ایکس میں، میں اور ماہ نور شاداب ہاؤس کے سامنے پہنچے تو اس وقت ان کا واچ مین بھی گیٹ پر نہیں تھا..... اس کے باوجود میں نے اپنی ایف ایکس کا دروازہ یوں ڈرتے ڈرتے کھولا جیسے کسی سائیکل رکشا سے اتر رہا ہوں۔ نہ جانے کیوں مجھے کچھ ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کے گھر کے در و بام میری ایف ایکس کا مذاق اڑا رہے ہوں۔ عجیب احساس کمتری کا چولا پہنے میں ان کے گھر میں داخل ہوا تو میری توقع کے برعکس سہانی بڑی محبت سے ملی۔ اس کے چہرے پر کوئی تناؤ تھا نہ بیگانگی۔

''میرا دل چاہ رہا تھا کہ آج تم لوگ آ جاؤ۔''

''آپ نے صرف ماہ نور کو بلایا تھا..... میں تو طفیلی بن کر آیا ہوں۔''

''میں نے ماہ نور سے کہا تھا..... تم ظفر کے ساتھ آ جاؤ۔'' میں نے ماہ نور کو دیکھا تو وہ اثبات میں سر ہلا رہی تھی۔

''سہانی! آپ نے گلوکاری میں پہلا انعام حاصل کیا ہے، بہت بہت مبارک ہو..... یقیناً یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ جس کے گلے میں سُر ہوں، وہ خاص الخاص بندہ ہوتا ہے۔'' میں الل ٹپ بولے جا رہا تھا۔ سہانی کی تعریف کرنی ہے، اس وقت میرا مقصد یہی تھا۔ ماہ نور خاموش بیٹھی تھی مگر میں سات سچے سُروں کا رشتہ سچائی اور ایمانداری تک سے جوڑ رہا تھا جبکہ حقیقت یہ تھی کہ مجھے اس کی الف بے تک معلوم نہیں تھی۔

سہانی میری طویل تقریر سن کر مسکرائی اور بولی ''یہ انعام تو مجھے تعلقات کی وجہ سے مل گیا۔ جج صاحبان ابا جان کے پرانے جاننے والے تھے۔ یہ لوگ بمبئی میں ہمارے گھر بڑی باقاعدگی سے آیا کرتے تھے ورنہ میری آواز اتنی اچھی کہاں ہے۔''

''تم شاید ہم سے مذاق کر رہی ہو'' ماہ نور کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ دوستی کے طفیل انعامات بھی مل جایا کرتے ہیں۔

''نہیں ماہ نور! میں تم سے واقعی سچ کہہ رہی ہوں۔ ہاں، یہ بات بھی سچ ہے کہ مجھے گلوکاری سے بے حد لگاؤ ہے اور میرے اندر ایک گلوکارہ بھی چھپی بیٹھی ہے..... میری تو یہ شدید خواہش ہے کہ کسی اچھے استاد سے گلوکاری کے رموز و اوقاف سیکھوں اور اپنی آواز سے دُنیا میں تہلکہ مچا دوں۔''

''یہ تو اچھی بات ہے کہ آپ سیکھنا بھی چاہتی ہیں ورنہ انعام و اسناد ملنے کے بعد تو کوئی سیکھنا ضروری بھی نہیں سمجھتا۔''

''انعام حاصل کرنے کے بعد سے مجھے واقعی بڑی شرمندگی ہو رہی ہے..... اور میرا دل چاہ رہا ہے کہ جلد سے جلد اس فن میں طاق ہو جاؤں۔''

''اس شہر میں بے شمار استاد ہیں اور بہت سے ادارے ہیں گلوکاری کے رموز سکھاتے ہیں'' میں نے اس کے شریر بالوں کی لٹوں کو دیکھ کر کہا جو بار بار اس کا منہ چوم رہی تھیں۔

''آپ کسی اچھی سی اکیڈمی کا پتا بتا سکیں گے؟''

"ندرت اکیڈمی بہت معروف ہے۔ اس کی شہر میں کئی برانچز ہیں، جن میں یہ سارے فن سکھائے جاتے ہیں۔ وہاں کے فون نمبرز میں ایک دو دن میں پتا کر کے آپ کو بتا دوں گا۔"

"مجھے پکا یقین تھا...... آپ کو یہ ساری معلومات ہوں گی۔"

"ان تمام شوق کے ساتھ اپنی پڑھائی پر بھی دھیان دیں، ایف ایس سی کرنا کوئی اتنا آسان نہیں ہوا کرتا۔"

"جناب! میں پڑھائی میں بہت اچھی ہوں، میٹرک کا امتحان میں نے اے ون گریڈ سے پاس کیا تھا۔"

"وہاں بھی کیا عزیز خالو کی دستی کام آئی تھی؟" میں نے ازراہِ مذاق کہا اور وہ بے اختیار ہنس دی۔ ایسی خوبصورت، کھنک دار ہنسی کہ میں دیوانہ وار اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

ماہ نور نے ٹہوکا دیا تو مجھے عجیب خفت سی محسوس ہوئی، کچھ اس وجہ سے بھی کہ میرے غیر محتاط رویے نے ماہ نور کو بھی آگاہ کر دیا تھا۔

ماہ نور بے حد سیدھی اور دوستانہ مزاج رکھنے والی لڑکی تھی۔ اسے شاید لمحہ بھر میں اندازہ ہو گیا تھا کہ میں سہانی کو پسند کرتا ہوں مگر اس وقت تو میں بھی سہانی کے اس مزاج کو بالکل سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ ماہ نور نے فوراً سہانی کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دے ڈالی۔

"یہ تم کس خوشی میں بلا رہی ہو؟" اس کا پوچھنا بجا تھا۔

"خوشی اور غم دونوں کی مشترکہ تقریب بھی سمجھ سکتی ہو۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"کیا مطلب...... ؟" سہانی نے اسے تیکھی چتونوں سے دیکھا۔

"مطلب یہی کہ میں اس ماہ اپنے کلاس ٹیسٹ میں فیل ہوئی ہوں اور ظفر بھائی اس سمسٹر میں بہت اچھے نمبروں سے پاس ہوئے ہیں اس لئے تم گھر آ کر...... میرا حوصلہ بڑھاؤ اور ظفر بھائی کو مبارک باد دو۔" ماہ نور نے خود سے گھڑ کر کہا۔

"دلاسا دینا تو آسان ہے مگر مبارک باد دینا مشکل...... مبارک باد دوں گی تو تحفہ بھی پائیں گے۔" سہانی کا لہجہ شرارت سے بھرپور تھا۔

"جس طرح ہم تمہارے لئے کوئی تحفہ نہیں لے کر آئے، اسی طرح تم بھی آ جانا۔" ماہ نور نے مسکرا کر کہا۔

"جی نہیں! میں بری باتوں کی نقالی نہیں کرتی۔" یہ کہہ کر وہ ایک بار پھر ہنس پڑی۔

کھانے کی میز پر بے حد اہتمام کیا گیا تھا۔ شاداب خالہ، عزیز خالو کوئی بھی شاید گھر میں نہیں تھا...... یا اتنے بڑے محل کے کسی ایسے کونے میں تھے جہاں وہ ہمیں دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

"امی، ابو اور باجی کسی کے ہاں گئے ہوئے ہیں اور سکندر بھائی آفس سے ابھی آئے نہیں ہیں۔" اس نے ہماری کھوجتی ہوئی نظروں کو دیکھ کر کہا۔

"تم نہیں گئیں اس تقریب میں؟" ماہ نور نے پوچھا۔

"بس میرا دل ہی نہیں چاہا۔"

کھانا ہلکی پھلکی بات چیت کے دوران میں کھایا گیا پھر ہم لوگ اپنے اپنے کافی کے مگ لے کر دوبارہ لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئے۔ سہانی میرے عین مقابل بیٹھی تھی اور مسلسل مجھ سے باتیں کئے جا رہی تھی۔ میں اپنے آپ کو فضاؤں میں اڑتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔

"ہمارا یہ گھر بہت اچھا ہے مگر کبھی کبھی یہاں میرا دل بہت گھبراتا ہے، دل چاہتا ہے کہیں اور نکل جاؤں۔"

"سہانی! آپ لوگوں کے آنے کے بعد ہم سب لوگوں کو آپ کی بے حد کمی محسوس ہوئی۔" میں نے ہمت کر کے اپنے دل کی بات ہلکی کر کے کہہ ہی ڈالی حالانکہ کہنا میں یہ چاہتا تھا کہ "سہانی، تمہارے آنے سے میرے دل کی دُنیا ویران ہوگئی ہے۔ تمہارے بن مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔"

"وہ تو یقینی بات ہے۔ مجھے خود وہاں بہت مزہ آتا تھا۔ ماہ نور کی باتیں ہی اتنی دلچسپ ہوتی تھیں، میں تو ہنستے ہنستے بے حال ہو جاتی تھی۔"

"اچھا...... ؟ مجھے تو ماہ نور نے کبھی کوئی "جوک" نہیں سنایا" میں نے ماہ نور کو تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ آپ سے شرماتی ہوگی۔" سہانی نے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"کیوں شرماتی ہوگی؟" میں نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔

"ماہ نور آپ کی فرسٹ کزن ہے ناں...... میں نے اپنی سہیلیوں سے سنا ہے کہ پاکستان میں کزن میرج بہت ہوتی ہیں۔"

"میں اس کلو سے شادی کروں گا؟" میں نے ہنس کر اس کے سانولے رنگ کو نشانہ بنایا۔

"نہ ہی میں اس لمبو سے شادی کرنے والی ہوں۔"

"لمبا ہونا تو کوئی عیب نہیں...... اور سانولا رنگ تو سب سے زیادہ پُرکشش ہوتا ہے۔ مجھے تو تم دونوں کی بات ہی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔" وہ الجھے ہوئے لہجے میں ہم دونوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہماری ماؤں کی آپس میں بالکل بھی دوستی نہیں ہے۔ اس بابت تو ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"ویری سیڈ!" سہانی نے ہم دونوں کو یوں رحم بھری نظروں سے دیکھا کہ ہم دونوں کی ہی ہنسی نکل گئی۔

گھر لوٹتے سے میں شاداں و فرحاں تھا۔ یہ میری سہانی کے ساتھ پہلی "سہانی" گفتگو تھی، جو خاصی کھل کر ہوئی تھی۔ میں جو سہانی کو مغرور سمجھا کرتا تھا...... ایسی کوئی بات اس میں نہیں تھی۔ میں نے آپا کی شادی والے روز کا سہانی کا رویہ یکسر بھلا دیا تھا۔

واپسی کا سفر بہت خوبصورت تھا۔ میرے کانوں میں سہانی کی باتیں گونج رہی تھیں۔ "ظفر، آپ مجھے اپنے ساتھ ندرت اکیڈمی لے جا سکتے ہیں؟" سہانی نے میرے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہاں، کیوں نہیں...... کس وقت آپ فارغ ہوتی ہیں؟"

"میرے بارے میں نہیں آپ اپنے بارے میں بتائیں!"

"میری تو کل ساری کلاسز آف ہیں۔" میں نے جھوٹ بولا تھا۔

"ٹھیک ہے، میں کل آپ کو ایک بجے پک کر لوں گی۔" ماہ نور میرے چہرے پر پھیلتے اجالوں سے شاید واقف ہو گئی تھی، جب ہی اس نے واپسی پر مجھ سے پُراشتیاق لہجے میں کہا تھا۔

"آپ کو سہانی اچھی لگتی ہے ناں...... ؟"

''کیا تمہیں نہیں لگتی......'' میں نے الٹا اسی سے پوچھ لیا پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''سہانی جیسی لڑکیاں کسے پسند نہیں آتیں؟''

''ارے کیا واقعی......؟'' وہ شرارت سے بولی۔

''ہاں ماہ نور! جیسے سہانا موسم اچھا ہوتا ہے، ایسے ہی سہانی بھی اچھی ہے۔'' میں اپنی بات کہہ کر خود ہی جھینپ گیا۔

''سہانی یادیں بھی بہت خوبصورت ہوتی ہیں۔'' اس نے عجیب سی منطق گڑھی۔

''چلو، مانے لیتا ہوں......تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو، ویسے اس وقت منظر بھی بڑا سہانا ہے۔ ہر شے مجھے گنگناتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے۔ شاید بارش ہونے کے آثار ہیں۔''

''جب انسان خوش ہوتا ہے تو اسے ہر چیز اچھی لگنے لگتی ہے۔'' ماہ نور مسکرا کر بولی۔

''تم تو خاصی بقراطن ہو......میں تو تمہیں سیدھی سادی پگلوسی لڑکی سمجھتا تھا۔''

''دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے میں خاصا فرق ہوا کرتا ہے۔''

''اچھا!'' میں نے اپنے برابر بیٹھی ہوئی ماہ نور کو بغور دیکھا۔ جو کھڑکی سے باہر بھاگتے ہوئے منظروں کو دیکھتے ہوئے مجھ سے بات کر رہی تھی۔ ''سہانی نے تم میں کوئی خاص بات ہی دیکھی ہوگی جو اس نے تم سے دوستی کی۔'' میں نے ماہ نور سے پوچھا۔

''مجھ میں تو کوئی عام بات بھی نہیں ہے۔'' ماہ نور نے کہا۔

''یہ بات تو طے ہے کہ تم بینگوسی لڑکی تو نہیں ہو۔''

''بینگوسی......!'' اس نے حیران ہو کر کہا۔

ہاں، ہاں! عام (آم) سی لڑکی کہاں ہو تم؟'' میں ہنسا۔

''مجھے لگتا ہے......اگر سہانی کی آپ کے ساتھ ایک دو ملاقاتیں اور ہو جائیں تو وہ آپ کی دوستی کو کبھی چھوڑنے والی نہیں ہوگی۔''

''واقعی......؟'' میں نے سرشاری سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا آپ اس سلسلے میں......مجھ سے حلف اٹھوانا چاہیں گے؟''

''ارے نہیں......میں تو تمہارے لطیفے کو انجوائے کر رہا تھا۔''

اگلے دن وہ اپنی نئی کار دوڑاتی ہوئی ہمارے گھر پر موجود تھی۔

''ارے آؤ سہانی......کتنے عرصے بعد آئی ہو......آؤ ڈرائنگ روم میں بیٹھو......بہ یانی پانی ہے میں نے......گرم گرم لے آؤں تمہارے لئے......؟'' امی اس کو دیکھ کر کھل سی گئیں۔

''پھر کبھی آنٹی!......اس وقت تو مجھے ظفر کے ساتھ جانا ہے۔'' تب امی نے حیرت......میری جانب یوں دیکھا جیسے میرے چہرے کی بلائیں اتار رہی ہوں۔ جب اس کے ساتھ میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھ رہا تھا تو امی جان گیٹ پر کھڑی اس وقت تک ہاتھ ہلاتی رہیں جب تک گاڑی ان کی نظر سے اوجھل نہ ہوئی۔

''میں نے تمہاری تصویر دیکھی تھی......ظفر!'' دوران ڈرائیونگ اس نے مجھ سے کہا۔ آج اس نے تم سے تخاطب شروع کیا تھا۔

''کون سی تصویر......؟''

''وہی جو تم نے اپنے کالج میں ماڈلنگ کی تھی اور اس میں اول آئے تھے؟''

''یہ بات تو میں نے اپنے گھر میں بھی نہیں بتائی تھی......تمہیں کیسے پتا چل گئی؟'' آپ سے تم تک کا سفر خود میں نے بھی طے کر لیا تھا۔

''جب اخبارات میں نیوز لگے گی، تصویریں چھپیں گی تو لوگوں کو آنکھیں بند کر لینی چاہئیں کیا......؟''

''اخبار میں تصویر لگنے کا تو مجھے بھی پتا نہیں چلا۔''

''میرے پاس کٹنگ ہے، دیکھنا چاہو تو گھر آ جانا۔'' اور میں اس کی اس بات پر اسے دیکھنے لگا۔

''حیران مت ہو۔ ماڈلنگ کا شوق مجھے بھی ہے اس لئے ایسی نیوز میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر پڑھتی ہوں۔''

''سہانی، کیا تم نے بھی کبھی ماڈلنگ کی ہے؟''

''ہاں، کالج میں ایک آدھ مرتبہ کر چکی ہوں اور اس کا ریسپانس بھی بہت اچھا ملا ہے۔''

''میں کوئی پروفیشنل ماڈل نہیں ہوں۔ میری ماڈلنگ تو اتفاقیہ ہوگئی......کالج میں ایک بوتیک والے آگئے تھے اور انہیں اپنے تیار کردہ کرتوں کی ماڈلنگ کے لئے میں پسند آ گیا۔''

''مجھے کچھ کچھ اندازہ ہو گیا تھا۔ ویسے تم پر کُرتے بہت سوٹ کرتے ہیں۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

اس سے پہلے کہ میں بے ہوش ہو کر اسی کے اوپر لڑھک جاتا، گاڑی اکیڈمی کے گیٹ پر رک چکی تھی۔

''ظفر! کیا تم میرے ساتھ اندر نہیں چلو گے؟'' وہ گاڑی سے اتر کر مجھ سے پوچھ رہی تھی۔

میں اسے کیا بتاتا......کہ میں تو اپنی سدھ بدھ ہی کھو بیٹھا ہوں۔ مجھے تو یہ بھی معلوم تک نہیں ہوا کہ وہ گاڑی سے کب کی اتر چکی ہے۔ ہم دونوں اندر چلے گئے۔ وہاں میوزک کلاسز میں ایڈمشن اور فیس سے متعلق باتیں ہوئیں......سہانی نے فارم پُر کر کے ایڈمشن فیس کے ساتھ اسی وقت جمع کروا دیا۔ اکیڈمی کا ایک راؤنڈ لے کر جب ہم باہر آئے تو اس کام میں صرف بیس منٹ صرف ہوئے تھے۔

''اب کیا پروگرام ہے تمہارا؟'' وہ مجھ سے پوچھ رہی تھی۔ وہ سب کچھ جو میں چاہتا تھا، وہ از خود ہو رہا تھا۔

''کہیں کوئی، جوس ووس پیتے ہیں؟'' میں نے اپنی جیب میں سو کے نوٹ کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے تو سخت بھوک لگ رہی ہے، چلو میریٹ میں کھانا کھا لیتے ہیں۔''

''وہاں پھر کبھی'' ساتھ ہی میرے چہرے پر پسینے کے ننھے ننھے سے قطرے ابھر آئے۔ اگر اس نے ضد کر لی تو میں کیا کروں گا؟ ہاتھ کی گھڑی کی بھی اتنی قیمت نہیں ہے۔

''آج کا لنچ میری طرف سے ہوگا۔'' اس نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

''وہ کس خوشی میں؟''

''میں نے اکیڈمی میں داخلہ جو لیا ہے!''

''جب پاس کر لیتیں تو......دعوت دیتیں۔''

''میں پاس یا فیل کے بارے میں نہیں سوچا کرتی۔ بس مجھے وہاں جانا اچھا لگے گا......یہی سوچ میرے

لئے...... بے حد اہم ہے۔"

لنچ کرنے کے بعد جب اس نے مجھے گھر ڈراپ کیا تو امی مجھ سے ایسے تابڑ توڑ سوالات کر رہی تھیں جیسے کوئی لڑکا منگنی کے بعد اپنی منگیتر کے ساتھ پہلی مرتبہ اکیلا کہیں گھوم کر آیا ہو اور اس کے گھر والے اس لڑکی کے خیالات کا اندازہ لگانا چاہتے ہوں۔

"وہ کیا کہہ رہی تھی؟" وہ کوئی ساتویں مرتبہ مجھ سے پوچھ رہی تھیں۔

"کچھ بھی نہیں کہہ رہی تھی۔"

"اب یہ تو نہیں ہوسکتا کہ وہ تجھ سے کچھ بولی ہی نہ ہو؟"

"وہ اکیڈمی میں ایڈمشن لینے کی وجہ سے مجھے لے کر گئی تھی...... ظاہر ہے اسی کے متعلق باتیں کر رہی تھی۔"

"اتنے بڑے شہر میں تیرے علاوہ اسے کوئی نہیں ملا جو اسے اکیڈمی لے کر جاتا۔"

"ہاں...... اتفاقاً اس نے مجھ سے پوچھا...... اور اتفاق ہی سے مجھے معلوم بھی تھا...... اور......"

"بیٹا جی! ایسے ہی اتفاقات زندگی کو خوبصورت بنا دیا کرتے ہیں۔" امی نے میری بات کاٹتے ہوئے بڑے ماہرانہ انداز میں کہا تھا۔

"میں سمجھا نہیں۔" امی کو یوں مسکراتا دیکھ کر میں عجیب کھسیا سا گیا۔

"مجھے تو لگتا ہے، سہانی تم پر مرمٹی ہے۔"

"کمال کرتی ہیں امی آپ بھی... مجھ میں ایسی کوئی خاص بات کہاں ہے جو سہانی جیسی لڑکی مجھ سے متاثر ہو گی۔"

"ایسا خوبصورت میرا بچہ ہے، پورے محلے والے تجھے ہیرو کہتے ہیں۔"

"ہر ماں کو اپنا بچہ خوبصورت ہی لگا کرتا ہے۔"

"سہانی کے بھائی سکندر سے بھی تو لمبا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ آج کل کی لڑکیاں لمبے لڑکوں کو پسند کرتی ہیں۔"

"آپ کی معلومات بالکل غلط ہیں آج کل کی لڑکیاں دولت مند لڑکوں کو پسند کرتی ہیں، چاہے وہ کوتاہ قد ہوں اور گنجے بھی۔"

"دولت کے پیچھے وہ لڑکیاں بھاگتی ہیں جو پیسے کے لئے ترسی ہوئی ہوتی ہیں اور سہانی تو سونے کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہوئی ہے، وہ کیوں بھاگنے لگی دولت کے پیچھے؟"

"بہرحال اس کے دل میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ اکیڈمی کی وجہ سے مجھے اپنے ساتھ لے گئی تھی ......ورنہ اس کا اور میرا کہاں کا ساتھ" یہ کہتے ہوئے میرے لبوں سے ایک آہ سی نکل گئی۔

"یہ تو تو سوچ رہا ہے میری جان، اس کا دل تجھ پر آ گیا ہے۔" امی نے یقین بھرے لہجے میں کہا۔

اور پھر میں چونک ہی تو گیا۔ میرے موبائل کا بزر زور سے بج رہا تھا اس کی ننھی سی اسکرین پر ایک اجنبی نمبر جگمگا رہا تھا۔ یہ موبائل ابھی پچھلے ہی ہفتے میں نے ابو سے ضد کر کے خریدا تھا۔ میں نے یس کا بٹن پش کر کے اسے کان سے لگایا۔

"ظفر! کل تین بجے تک ہمارے گھر آجانا۔" سہانی نے جیسے حکم دیا۔

"جی ضرور" مجھ میں یہ تک پوچھنے کی ہمت نہیں تھی کہ کیوں آؤں؟ یا یہ کہ تم راستے ہی میں ہو یا گھر پہنچ گئیں۔ "کیا کام ہے؟" بس یہی پوچھ پایا۔

وہ میرے سوال کو ان سنی کرتے ہوئے کہنے لگی "تم حیران ہو رہے ہو گے" تمہارا نمبر میرے پاس کیسے آیا؟"

"ہاں......" امی کی موجودگی میں اس سے مختصر جواب اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

"ماہ نور سے لیا تھا میں نے" اس نے جھجکتے ہوئے بتایا۔

"اچھا......!"

"پھر آرہے ہو ناں کل؟"

"جی ضرور۔"

"کس کا فون تھا؟" امی شاید میرے چہرے پر پھیلے مسرتوں کے اجالے دیکھ کر کچھ کھوجنے کی فکر میں تھیں۔

"ایک دوست کا تھا...... بلا رہا ہے کل مجھے۔"

"تیرے سارے لفنگے دوستوں کے پاس ہو ہو، ہی ہی کرنے کے سوا کوئی دوسرا کام نہیں ہے؟"

"نہیں......" میں نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے کہا اور اپنے بیڈروم کی راہ لی۔

☆☆☆

ہم سوچتے رہتے ہیں عطا اور طرح کی
دیتا ہے تیرا دست کرم اور طرح سے

گرمی کی شدت زوروں پر تھی۔ لُو کے تھپیڑے علیحدہ چل رہے تھے۔ شہلا اسکول سے آئی تو وہ پسینے سے شرابور تھی۔ بیگ میز پر پھینک کر فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکالی اور غٹاغٹ پی گئی۔

"آج بہت ہی گرمی ہے" اماں نے اس کا سرخ چہرہ دیکھ لیا۔

"روز ہی جیسی گرمی ہے۔ جب تک نہاؤ نہیں چین نہیں پڑتا۔" بیلا جو ابھی نہا کر نکلی تھی، اپنے بال سلجھاتے ہوئے بولی۔

شہلا نے بیلا کو دیکھا...... وہ سرشار سا چہرہ لئے اپنے لمبے سیاہ بالوں میں برش کر رہی تھی۔ "تم آج کالج نہیں گئیں کیا؟"

"نہیں، اماں نے منع کر دیا تھا آج جانے کو۔" بیلا نے کچھ شرماتے ہوئے بتایا۔

"کیوں اماں!" اب شہلا ماں کی جانب منہ موڑے پوچھ رہی تھی۔ "آپ کو پتا ہے، پچھلے ماہ بھی اس کے ٹیسٹ میں نمبرز اچھے نہیں آئے تھے۔ کیا ضرورت تھی چھٹی کرنے کی اسے......؟"

"بتایا تو تھا تجھے...... آج بخاری صاحب کی بیگم اور ان کی بچیاں آئیں گی ہمارے گھر۔"

"وہ لوگ تو اکثر آتے رہتے ہیں" شہلا نے الجھ کر کہا۔ ان کی بچی بیلا کی کلاس فیلو تھی۔ اس وجہ سے ملنا ملانا زیادہ ہو گیا تھا۔

"مگر آج وہ بیلا کے لئے آرہے ہیں۔" اماں کے لہجے میں حلاوت سی گھلی ہوئی تھی۔

''ان حالات میں ہم کیسے کر سکتے ہیں بیلا کی شادی..... ویسے بھی ابھی یہ بہت چھوٹی ہے۔'' اماں کے جملے وہ بھولی نہیں تھی۔

''اوں ہوں..... ابھی کون سی کر رہے ہیں..... ایک سال تو تیاری میں ویسے ہی لگ جاتا ہے مگر ہامی بھرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ بیٹیاں کوئی گھر میں بٹھانے کی چیز تھوڑی ہوتی ہیں..... میں تو کہتی ہوں کہ اچھا رشتہ کبھی چھوڑنا نہیں چاہئے۔ اتنے پڑھے لکھے لڑکے ملتے کہاں ہیں آج کل؟''

''مگر آپ ہامی بھر کے بھی کون سی پابند رہتی ہیں؟'' شہلا کا دل چاہا کہ ماں سے کہہ دے مگر چپ رہی پھر نوید کون سا جاہل تھا، وہ بھی تو ایم بی اے تھا مگر تالے اس کے ہونٹوں پر لگے رہے۔

''ارے بیٹا! تیری کمائی گھر میں آ رہی ہے تو میں بیلا کی شادی کے بارے میں سوچ بھی سکتی ہوں۔ تُو یہ میرا بار ہلکا دے گی تو تیرے فرض کو بھی پورا کر دوں گی۔''

''اچھا تو پھر کیا کرنا ہوگا؟'' شہلا اپنے آپ پر قابو پا کر اماں کی جانب متوجہ تھی۔

''ان سے بات پکی کر کے سال بھر میں بیلا کی شادی کر دیں گے۔ لڑکا اچھا ہے، پڑھا لکھا ہے، کئی بھائی ہیں، پورے گھرانے کی ذمے داری بھی اس کے کندھوں پر نہیں ہے۔ اکلوتے لڑکے کو تو اس کے گھر والے ہی نہیں چھوڑتے، ساری زندگی جونکوں کی طرح چمٹے رہتے ہیں۔'' اماں نے در پردہ نوید کی طرف اشارہ کیا۔

شہلا کو یوں لگا جیسے وہ اسے یہ باور کرا رہی ہوں کہ نوید سے رشتہ منقطع کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔

''یہ سب بیکار کی باتیں ہیں۔ لڑکی کی قسمت اچھی ہو تو وہ ہر جگہ خوش رہتی ہے اور اگر قسمت خراب ہو تو خوشیاں اس سے دور بھاگتی رہتی ہیں۔'' شہلا نے دھیمے سے لہجے میں کہا۔

''ارے بھئی، کھانا نہیں کھاؤ گی..... شام کے انتظامات علیحدہ کرنے ہیں۔'' اماں اس کی بات ان سنی کر کے اٹھ گئیں۔

شام کو بخاری صاحب کی فیملی لدی پھندی آئی تھی۔ مٹھائی اور پھلوں کے ٹوکروں کے ساتھ جوڑا اور انگوٹھی بھی ابھی سے لے آئے تھے۔

''ارے، اتنے تکلف کی کیا ضرورت تھی..... میں نے تو کہا تھا آپ آ کر شگن کر دیجئے۔'' اماں نہال ہوتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

''ہم شگن ہی تو کرنے آئے ہیں۔ پہلی پہلی بہو ہے ہمارے بھی دل میں ارمان ہیں۔ ہم انہیں ضرور پورا کریں گے۔''

اس شب کھانے پر خوب اہتمام کیا گیا تھا۔ ساس، نندوں کو جوڑے علیحدہ دیئے گئے تھے۔ راشد کے لئے ایک عمدہ قسم کے سوٹ کا کپڑا، پرفیوم کے سیٹ کے ساتھ دیا گیا تھا مگر جب چلتے وقت انہوں نے کہا کہ آئندہ ہفتے آپ لوگ راشد کو انگوٹھی پہنانے آ جائیے تو شہلا پریشان سی ہو گئی۔

وہ پہلے ہی ماں کی طرف سے کی گئی اس قسم کی تیاری سے بے خبر تھی، کچھ گھبرا کر بولی۔ ''ہم لوگوں کے ہاں منگنی نہیں ہوتی ہے۔ بس آپ نے یہ رسم کر دی..... اتنا ہی کافی ہے۔'' شہلا نے مسز بخاری سے رسان بھرے لہجے میں کہا۔

''نہیں بھئی، میرے پہلے پہلے بچے کی شادی ہو رہی ہے۔ تم لوگ اس کو انگوٹھی پہنانے نہیں آؤ گے تو اس کا دل بجھ کر رہ جائے گا۔''

''مگر ہمارے ہاں ہر کام میں سادگی کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔''

''ارے، اس کی باتوں کا خیال نہ کریں..... یہ تو بچی ہے، اسے کیا پتا..... آپ بے فکر رہیں، ہم لوگ اگلے ہفتے راشد کو انگوٹھی پہنانے آ رہے ہیں۔'' اماں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

جب وہ لوگ چلے گئے تو اماں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''سمدھیانے والوں سے یوں دوٹوک نہیں بولا جاتا۔ ویسے بھی وہ لالچی سی عورت ہے..... اسے ہم شادی سے پہلے اتنا حلق تک ٹھنسائیں گے کہ وہ ہمارے گھر سے اپنے گھر جائے تو الٹیاں کرتی ہوئی جائے اور شادی کے بعد ہم انہیں پانی کو بھی نہیں پوچھیں گے۔''

''اماں، یہ کوئی اچھی بات تھوڑی ہے۔ میانہ روی سے چلنا چاہئے۔''

''اب وقت کے حساب سے چلنا پڑتا ہے۔ وہ دور دوسرا تھا جب لڑکی والے دب کر رہا کرتے تھے۔ لڑکے والوں کی غلط باتوں پر بھی رضامندی میں سر ہلاتے تھے..... اب تو ویسے سے نمٹ کر چوتھی چالوں میں ہی ایسی ایسی لڑائیاں ہو جاتی ہیں کہ شادی کے بعد کی دعوتوں سے آسانی سے خلاصی ہو جاتی ہے۔''

''مگر ہم کوئی لڑنے مرنے والے لوگ تھوڑی ہیں۔'' شہلا نے ماں کو تاسف سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''تیز کے ساتھ تیز بننا پڑتا ہے..... ورنہ نگل جاتے ہیں لوگ۔'' اماں تمسخرانہ انداز میں کہہ رہی تھیں۔

''نہیں اماں! کامیاب زندگی کے لئے کسی قسم کے منفی اصول اپنائے نہیں جا سکتے۔ سچائی، ایمانداری اور سیدھے راستے دشوار تو ضرور ہوتے ہیں مگر ہم ان کو ناکام نہیں کہہ سکتے۔''

''تم تو ٹیچر ہو۔ ہر بات میں جھگی پنا تو لاؤ گی ہی۔ ہم تو بھئی، صاف بات کہتے ہیں سو کہہ دی۔'' پاندان کھول کر چھنگلی پر چونا لگا کر چاٹتے ہوئے انہوں نے کہا۔ وہ چپ چاپ ماں کو دیکھتی رہ گئی۔

اگلے ہفتے وہ لوگ بخاری صاحب کے گھر گئے تھے۔ مٹھائی کے اور پھلوں کے ٹوکرے دگنے کر کے لے جائے گئے تھے۔ راشد کا جوڑا دوبارہ گیا تھا۔ ساس کے لئے شال تھی۔ راشد کی ماں یہ سب چیزیں دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں مگر جب اماں نے راشد کو انگوٹھی پہنائی تو انہوں نے تولتی ہوئی نظروں سے انگوٹھی دیکھ کر اماں سے کہا۔ ''ہماری انگوٹھی زیادہ اچھی ہے، آپ نے تو اپنے داماد کو بالکل ہوا سی انگوٹھی پہنائی ہے۔''

''مرد سونا کہاں پہنتے ہیں، میں تو پھر بھی لے آئی.....!''

''سونے کی تو نہیں پہن سکتے مگر ہیرا پہننا تو منع نہیں ہے۔ وائٹ گولڈ میں ہیرے کی لے آتیں آپ..... میرے بچے کا دل تو خوش ہو جاتا۔ اب اس کے دوست پوچھیں گے کہ سسرال سے کیسی انگوٹھی آئی ہے تو وہ بے چارہ اپنی انگوٹھی چھپاتا پھرے گا تاکہ کوئی مذاق نہ اڑانے پائے۔'' راشد کی ماں ہنس ہنس کر کہہ رہی تھیں اور شہلا کا رواں رواں دکھ سے بھر گیا تھا۔

مارے غصے کے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ نوید نے یا اس کے گھر والوں نے کوئی بات ایسی کبھی کی ہی نہیں تھی۔ انگوٹھی تک کو تو اس نے منع کر دیا تھا اور جب اماں نے انگوٹھی پہنانا چاہی تھی تو صرف چاندی کی انگوٹھی کی فرمائش کی تھی اور بیلا کے سسرال والوں کا تو شروع سے ہی منہ کھلا ہوا نظر آ رہا تھا۔

''اللہ یہ شادی خیر و عافیت سے ہو......'' اس نے صدقِ دل سے دُعا مانگی۔

☆☆☆

ہجر کی تمازت سے وصل کے الاؤ تک
لڑکیوں کے جلنے میں دیر کتنی لگتی ہے

ایک دوپہر کا وقت ہی تو ہوتا تھا جب رابعہ اپنے کمرے میں بیٹھ کر عمیر کے کیسٹ پورے اطمینان سے سنا کرتی تھی۔ اس وقت بابو جی بھی اپنے کمرے میں سویا کرتے تھے۔ امی وہیں برآمدے میں اپنا سینا پرونا کیا کرتیں۔ کروشیے کی بیلیں اور مختلف پوششیں بنانے کا انہیں بے حد شوق تھا۔ سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی میں دھاگا لپیٹے وہ تیزی سے انگلی کو اس انداز میں ہلاتی تھیں کہ پتا ہی نہیں لگتا کہ کب وہ جھکی اور کب اس نے سر اٹھایا۔ چھوٹی بہن اس کے کمرے میں ضرور ہوتی تھی مگر اسے ہر وقت پڑھنے کا مراق تھا۔ بس اپنے سامنے کتابیں پھیلائے مگن رہتی۔ اور ایسے وقت میں وہ اپنے کان سے لگائے ٹیپ پر عمیر کے گیت سنا کرتی تھی۔ عمیر ابھرتا ہوا گلوکار تھا۔ اپنے پروگرامز میں انڈو پاک کے تمام گیت گایا کرتا تھا۔ اس وقت بھی اس کی آواز...... رابعہ کے کانوں میں امرت سا گھول رہی تھی...... اور مارے سرشاری کے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے وہ اس کے پاس، اس کا ہاتھ تھامے، یہ کہہ رہا ہو۔

تیرے نام ہم نے کیا ہے
جیون اپنا سارا صنم
پیار بہت کرتے ہیں تم سے
عشق ہے تو ہمارا صنم

گانا چل رہا تھا اور رابعہ کسی اور ہی دُنیا میں پہنچی ہوئی تھی۔ نازیہ کسی کام سے اٹھی اور اس کی نظر رابعہ کے چہرے پر پڑی تو وہ حیران رہ گئی۔ رابعہ کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ آنکھیں بند تھیں اور وہ ٹیپ پر سر رکھے لیٹی تھی۔

''آپا...... ! کیا بات ہے، خیر تو ہے؟'' اس نے اس کا کاندھا ہلاتے ہوئے کہا۔

تب وہ چونک کر اٹھی اور بڑبڑا کر بولی ''کیا بات ہے؟''

''یہی تو میں پوچھ رہی ہوں کہ کیا بات ہے۔ جو آپ کے آنسو یوں بھل بھل بہہ رہے ہیں؟''

''گیت سن کر رونا سا آ گیا۔'' اس نے گالوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے بہن سے کہا۔

''اچھا...... گیت اور غزلیں سن کر آپ روتی بھی ہیں۔'' نازیہ نے تمسخرانہ انداز میں ہنس کر کہا۔

''ہاں...... بعض آوازیں، دل پر اثر کرتی ہیں تو آنکھوں میں آنسو آ ہی جاتے ہیں۔''

''کس کا گیت تھا؟'' نازیہ نے پوچھا۔

''عمیر گا رہا تھا۔ بہت اچھی آواز ہے اس کی۔''

''اچھا...... وہ بوزم!'' نازیہ کھلکھلا کر ہنسی۔

''پاگل تو نہیں ہوگئی ہو تم...... '' رابعہ کو غصہ ہی تو آ گیا۔

''سچی بات ہے آپا...... مجھے تو اس کی آواز ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ سوائے نقالی کرنے کے اس کے پاس ہے ہی

کیا؟'' وہ مسلسل بول رہی تھی۔

''کبھی کسی کے گیت گاتا ہے، تو کبھی کسی کے...... اسے چاہئے اپنی الگ سے شناخت بنائے۔''

''الگ سے بھی بنا لے گا، اس کی آواز ہی اتنی اچھی ہے کہ کانوں میں رس گھولتی ہے اور دل میں اتر جاتی ہے۔''

''ارے چھوڑو آپا...... کس کا ذکر لے کر بیٹھ گئیں، آج کل ایسے اچھے اچھے گانے والے ہیں، ان کے کیسٹ سنا کریں۔ آپ بھی کس پگلو کا کیسٹ سننے بیٹھ گئیں!''

''نازیہ، ذرا منہ سنبھال کر بات کیا کرو...... نہ تمیز ہے نہ تہذیب، جو منہ میں آتا ہے، بکے چلی جاتی ہو؟'' رابعہ نے اسے غصے سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں نے ایسا کیا کہہ دیا؟'' نازیہ نے حیرت سے دیکھا جو اس پر آنکھیں نکالے کھڑی تھی۔

''اچھے سنگر کی عزت کی جاتی ہے۔'' رابعہ نے اپنے آپ پر قدرے قابو پاتے ہوئے کہا۔

''مگر وہ مجھے اچھا ہی نہیں لگتا...... میری اپنی پسند ہے...... اب میں کیوں اس کی آواز کو پسند کروں؟'' نازیہ نے جل کر کہا۔

''عمیر میرا پسندیدہ سنگر ہے۔ اب آئندہ میرے سامنے، اسے ایک لفظ بھی کہا ناں، تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔''

رابعہ انگلی اٹھائے اسے سرزنش کر رہی تھی مگر آنکھوں سے جیسے چنگاریاں نکل رہی تھیں اور نازیہ حیرت سے بہن کا یہ روپ دیکھ رہی تھی جو آج سے پہلے اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

''عمیر آپ کا فیورٹ سنگر ہی ہے ناں؟'' نازیہ کا دل چاہا کہ اس سے پوچھے مگر وہ کیسٹ پلیئر سینے سے لگائے...... کمرے کے دوسرے کونے میں جا چکی تھی۔ اب ان کے مابین ایک الماری بھی حائل تھی۔ تب نازیہ نے ایک گہرا سانس لے کر اپنی توجہ دوبارہ کتابوں کی جانب کر لی۔

☆☆☆

بابو جی بکتے جھکتے گھر میں آئے تھے۔ بس والے نے انہیں دو اسٹاپ آگے اتار دیا تھا۔

''تمہیں بولنا چاہئے تھا کہ بس روکو...... وہ کیسے نہ روکتا'' اماں نے کہا۔

''ایک تو کالج سے چھٹی کا ٹائم، بس میں لڑکیاں بھری ہوئی تھیں، دوسرے ساتھ کی بس سے وہ ریس لگا رہا تھا اور پھر بس میں ایسا ٹیپ چل رہا تھا کہ بے ہودہ گانوں کی آواز میں ہر آواز دب رہی تھی، میری آواز اسے کہاں سنائی دے سکتی تھی، اب تو ہر ویگن ایسے ہی چلتی ہے، چیخم دھاڑ کے گانے کان کا پردہ پھاڑ رہے ہوتے ہیں۔''

''تمہیں تو اب تک عادی ہو جانا چاہئے تھا۔''

''لڑکیاں بھی تو حد کرتی ہیں...... نہ دوپٹے کا ہوش، نہ چادر کا...... کھی کھی کھی، بسوں میں ایسے ہنستی رہتی ہیں جیسے پھلجھڑیاں چھوڑ رہی ہوں، سارے مسافر اور خود ڈرائیور اور کنڈیکٹر بھی انہی کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔''

''اے ہے...... پھر یہ کہو ناں...... کہ تمہارا اسٹاپ گزر گیا تب تمہیں پتا چلا، تم خود ہی اترنا بھول گئے، اماں اب انہیں دبے دبے لہجے میں چھیڑ رہی تھیں۔

''پاگل تو نہیں ہوگئی ہو تم...... مجھے تو بس ڈرائیور پر غصہ آ رہا تھا کہ ایسے ایسے فضول گانے وہ کیوں لگا رہا ہے۔

اسے احساس نہیں کہ بچیاں اس میں ہیں۔"

"اب کوئی تمہاری طرح تو فکر کرنے سے رہا..... چھوڑو تم اپنا غصہ.....اور کھانا کھالو!" اماں نے ان کے سامنے کھانے کی ٹرے رکھتے ہوئے کہا۔

"اپنی رابعہ اور نازیہ تو ٹھیک طرح سے چادر لے کر گھر سے نکلتی ہیں ناں..... " انہوں نے لڑکیوں کے کمرے کی طرف دیکھتے ہوئے ہمیشہ کی طرح پوچھا۔

"ارے، میری بچیوں کے بارے میں کیا پوچھتے ہو، پورا محلہ یہ کہتا ہے کہ لڑکیاں ہوں تو رابعہ، نازیہ جیسی، وہ چادر بھی اس طرح اوڑھ کر نکلتی ہیں کہ ہاتھ تک نظر نہیں آتے۔" اماں کا جواب بھی معمول کی طرح ہی تھا۔

ابھی وہ کھانا ہی کھا رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ "تمہارا بھانجا قادر ہوگا" دروازے کی جانب برا سا منہ بناتے ہوئے بابو جی نے کہا

"تمہیں کیسے پتا کہ قادر آیا ہے؟"

"جب میں آ رہا تھا..... دیکھا تھا اسے، پنواڑی کی دکان پر پان سگریٹ لے رہا تھا۔" ان کی تیوری پر ابھی تک بل تھے۔

اماں نے دروازہ کھولا تو قادر ہی تھا۔ بابو جی نے وہیں برآمدے کے تخت پر اسے بیٹھنے کو کہا۔ قادر وہاں بیٹھ تو گیا تھا۔ مگر اس کی کھوجتی ہوئی نظریں چاروں طرف گھوم رہی تھیں۔

"خالہ بڑا سناٹا ہے اس وقت، کیا کوئی گھر میں نہیں ہے؟"

"لڑکیاں اسکول، کالج سے آ کر اپنے کمرے میں ہیں۔" اماں نے آہستہ سے بتایا۔

"امی، آپ کو یاد کر رہی تھیں، میں ادھر سے گزرا تو سوچا کہتا چلوں اور بڑے دنوں سے آپ کے ہاں چائے بھی نہیں پی ہے، وہ بھی پیتا چلوں۔"

"ہاں، ہاں! کیوں نہیں، رابعہ ذرا بھائی کے لئے چائے تو بنانا۔" اماں نے دلار سے اپنے بھانجے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے خود ہی بنا دو چائے تم..... بچیاں سو رہی ہوں گی۔ تم کیوں ان کو اس دوپہر میں بے کل کرتی ہو۔" بابو جی نے ناراضی سے اماں کو دیکھا۔ اب وہ کھانا کھانے کے بعد آنگن میں ٹہل رہے تھے۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ قادر کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر نکال دیں۔ بیوی کا یہ بھانجا انہیں نظر باز سا لگتا تھا۔ اس لئے اس کی شکل دیکھ کر ہی انہیں غصہ آتا تھا۔

"شربت بنا دوں تیرے لئے..... اس گرمی میں چائے کیا اچھی لگے گی؟" اماں نے دلار سے قادر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"خالہ! گرمی گرمی کو مارتی ہے۔ مجھے تو چائے ہی اچھی لگتی ہے۔ آپ مجھ سے باتیں کریں۔ کتنے دن ہو گئے آپ سے ملے ہوئے..... چائے کا کیا ہے، رابعہ یا نازیہ کوئی بھی بنا دیں گی۔" قادر چال بازی سے بولا۔

"تمہاری خالہ بیٹھی بیٹھی موٹی ہو رہی ہیں۔ ان کو بھی ہاتھ پیر ہلانے دیا کرو۔ صادقہ! تم ہی جا کر چائے بناؤ۔" بابو جی نے تیوری مزید چڑھا کر کہا۔ یہ وقت ان کے سونے کا تھا مگر وہ قصداً وہیں موجود تھے کہ کہیں یہ قادر خالہ کو لے

[illegible] کمرے میں نہ چلا جائے۔

[illegible] قادر نے ایک نظر خالو کو دیکھا اور کہا "خالہ! اس وقت تو ضروری کام سے جانا ہے، چائے کا کیا ہے، [illegible] پی لوں گا۔ بس آپ کی محبت میں چلا آیا..... ورنہ اس بھری دوپہر میں کوئی آنے کا ٹائم تھوڑی ہے۔"

"ارے واہ..... جب دل چاہے آ جایا کر، میرے لعل! تیرے لئے کوئی وقت کی پابندی ہے کیا!" خالہ نے لاڈ سے اپنے بھانجے کو دیکھا۔

"اچھا خالہ! اب میں چلوں گا۔" قادر نے بہ خوبی خالو کے چہرے سے گرمی کا اندازہ کر لیا تھا۔

وہ سلام کرتا ہوا چلا گیا اور بابو جی نے غصے سے تھوک دیا۔ "کمینہ کہیں کا..... لڑکیوں کے چکر میں آتا ہے۔ جیسے میں سمجھوں گا نہیں..... پاگل سمجھتا ہے دوسرے کو۔" بابو جی زیر لب بڑبڑا رہے تھے اور اماں بیٹھی اپنے بھانجے کے گن گا رہی تھیں۔

"ایسی محبت کرتا ہے میرا بچہ! چار دن اس کے گھر نہ جاؤں تو طبیعت پوچھنے گھر آ جاتا ہے۔ کس کے پاس آج کل وقت ہے کسی کو پوچھنے کا مگر قادر کو دیکھو..... گاہے بگاہے مجھے دیکھنے آ جاتا ہے۔ کہاں ملتے ہیں ایسے لڑکے! بڑا ہیرا بچہ ہے، اللہ اسے سلامت رکھے۔"

"بدحرام ہے وہ، کام کا نہ کاج کا، دشمن اناج کا۔ کھانے پینے کے چکر میں ادھر اُدھر گھومتا رہتا ہے۔" بابو جی نے نفرت سے کہا۔ "اے لو..... تمہیں کیا پتا، کتنا کام کرتا ہے وہ۔ درزی کی دکان کھولی ہے اس نے۔ ابھی چلی نہیں ہے مگر جب چلے گی تو سر اٹھانے کی فرصت نہیں ملے گی اسے۔" اماں اس کی تعریفوں میں مگن تھیں۔

"ہونہہ..... چل گئی دکان اس کی" بابو جی نے برا سا منہ بنا کر کہا اور اپنے کمرے میں چل دیے۔

☆☆☆

"ٹرن..... ٹرن..... ٹرن....." فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ رابعہ جو شام کو باہر آنگن کی دھلائی کر رہی تھی۔ نل بند کر کے کمرے میں آئی اور لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری جانب اس کے کالج کی دوست شہلی تھی۔

"خدا کا شکر ہے کہ تمہارا فون تو ملا..... کب سے انگیج ٹون سنائی دے رہی تھی۔"

"وہ میں نے ریسیور اٹھا کر نیچے رکھ دیا تھا۔" رابعہ نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔

"وہ کیوں بھلا؟" اب اس کے حیران ہونے کی باری تھی۔

"بابو جی ناراض ہوتے ہیں..... اور تفتیش علیحدہ شروع ہو جاتی ہے۔ کس کا فون آیا ہے؟ کیوں آیا ہے؟ کس لئے آیا ہے؟ اب کہاں تک ان کو اطمینان دلایا جائے کہ میری سہیلیاں بس ایسے ہی فون کرتی رہتی ہیں۔"

"ایسے ہی تو فون نہیں کیا ہے، بڑی خاص بات ہے..... اور تیرے لئے تو بہت اہم بات ہے۔"

"کیا بات ہے.....؟ جلدی سے بتا ناں۔" رابعہ کے تو ہاتھ پیر ہی پھول گئے۔ شاید کسی ٹیسٹ کا رزلٹ جس میں وہ فیل ہو گئی ہو۔ چونکہ آج وہ کالج نہیں گئی تھی تو پہلی بات اس کے ذہن میں یہی آئی۔

"سن..... کل پھر کنسرٹ ہو رہا ہے۔ عمیر آئے گا۔ تمہیں لازمی چلنا ہے ہمارے ساتھ۔ میں نے چھ پاس حاصل کئے ہیں۔" اس نے فخریہ انداز میں بتایا۔ جس میں سرشاری بھی جھلک رہی تھی۔

"میں کہاں جا سکوں گی؟" وہ رندھے ہوئے لہجے میں بولی "میری منگنی میں تو تم آ رہی ہوناں۔" وہ ہنسی۔

''تمہاری منگنی میں......؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''سالگرہ میں تو آنے کی تمہیں اجازت نہیں ملی تھی، اب مجبوری ہے کہ منگنی کروانا پڑ رہی ہے کہ آخر تمہیں بھی تو کنسرٹ میں لے جانا ہے...... تمہاری خاطر یہ سب کچھ تو مجھے کرنا ہی ہوگا، کیا سمجھیں؟'' وہ پھر ہنسی۔

''ہاں! منگنی میں جانے کی اجازت تو شاید مل جائے گی۔'' رابعہ جیسے اپنے آپ سے بولی۔

''شاید کی بات مت کرو، یقیناً ملے گی۔ ذرا خالہ جان کو تو بلاؤ، میں ان سے بات کرتی ہوں۔''

''اس وقت تو بابو جی گھر پر ہیں۔ تم دو گھنٹے بعد بات کرنا۔ کاش وہ اجازت دے دیں۔''

''تم کل کے پروگرام کی تیاری کرو کہ کیا پہنو گی؟ اجازت لینا میرا کام ہے...... او کے!'' شہلی نے کہا۔

بابو جی کو اپنے کمرے سے باہر برآمدے میں آتا دیکھ کر رابعہ نے جلدی سے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا بلکہ اس پر کپڑا تک ڈھانپ دیا۔ ''رابعہ بیٹا! کیا آج چائے نہیں ملے گی؟'' بابو جی نے باہر تخت پر بیٹھتے ہوئے آواز لگائی۔

''ابھی لائی!'' وہ تیزی سے باورچی خانے میں گھس گئی اور برق رفتاری سے چائے بنا کر ساتھ آلو کے کباب بھی تل کر بابو جی کے لئے ٹرے میں رکھ کر لے آئی۔

''اسے کہتے ہیں سلیقہ، مجال ہے کہ کبھی خالی چائے مجھے دے دے۔'' بابو جی اماں سے دیکھتے ہوئے بولے۔

''یہ میری تربیت ہے جو میری بچیاں اتنی ہنر والی ہیں۔'' اماں نے فخریہ لہجے میں کہا۔

ادھر کمرے میں رابعہ کپڑوں کی الماری کھولے کھڑی اس سوچ میں مستغرق تھی کہ کل کنسرٹ میں کیا پہن کر جایا جائے؟ الماری میں رکھا کوئی بھی سوٹ اس کے معیار پر پورا نہیں اتر رہا تھا۔

اگرچہ اماں سے ابھی شہلی کی بات نہیں ہوئی تھی مگر وہ اپنے طور پر تیاری مکمل کرنا چاہ رہی تھی۔

بابو جی مغرب کی نماز کے لئے مسجد گئے تو اسی وقت شہلی کا فون آ گیا۔ اماں بھی وضو کر چکی تھیں اور جلدی میں تھیں جبھی شہلی سے زیادہ بحث نہ کی اور رابعہ کو اس کی منگنی میں بھیجنے کی ہامی بھر لی۔ رابعہ، جو اماں کی گفتگو پر کان لگائے ہوئے تھی، ہاتھ روک کر کھڑی ہو گئی۔

فون بند ہونے کے بعد اماں کی اجازت پا کر وہ نہال ہو گئی اور دوبارہ الماری میں کپڑے تلاش کرنے لگی۔

''یہ فیروزی سوٹ'' اس نے ہاتھ میں لے کر برا سا منہ بنایا۔ ''بے شمار مرتبہ پہنا ہے......'' دوپٹے میں کھونچ علیحدہ لگ گئی تھی۔ جس کی وجہ سے اس نے چوڑائی میں سے پوری چار انگل کی پٹی اتار پھینکی تھی۔

''اور یہ اورنج'' اس نے لینن کا سوٹ ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ ''میری گوری رنگت پر خاصا اچھا لگتا ہے......'' پھر اپنے اوپر لگا کر الماری میں لگے شیشے میں اپنے آپ کو دیکھا۔

''بے حد چیپ سا لگ رہا ہے'' اس کا گولا بنا کر اس نے الماری میں پھینک دیا۔ نازیہ کا سفید سوٹ ہاتھ میں آیا تو وہ یکدم خوش ہو گئی۔ ''اچھا تو ہے مگر نہ اس کے ساتھ کوئی جیولری ہے اور نہ ہی سفید سینڈل......'' وہ سوٹ پکڑ کر پریشان سی ہو گئی۔ ''میں ایسا کیا پہنوں کہ بہت اچھی دکھائی دوں'' وہ وہیں الماری کے سامنے بیٹھ گئی۔

''رابعہ...... یہ کپڑوں میں ڈوبی کیا کر رہی ہے؟'' اماں نماز پڑھ کر کمرے میں آئیں تو حیران ہو کر اس سے پوچھنے لگیں۔ ''سمجھ میں نہیں آ رہا اس کی منگنی میں کیا پہنوں؟''

''بہت سارے مہمان ہوں گے وہاں کیا؟''

''ہاں اماں، ہزار دو ہزار تو ضرور ہوں گے۔''

''اتنے سارے مہمان، منگنی میں؟'' وہ حیران ہو کر بولیں۔ ''اتنے تو شادی بیاہ میں بھی جمع نہیں ہوتے۔''

''اماں! ہم میں اور شہلی کے خاندان میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ بہت بڑا خاندان ہے اس کا...... اور سب ہی ایک سے بڑھ کر ایک...... بہت مشہور و معروف بھی اور پیسے والے بھی۔''

''اچھا! تو پھر یوں کرو وہ گلابی جارجٹ کا سوٹ جس پر کامدانی بنوائی ہے وہ پہن لے مگر احتیاط سے پہننا۔''

''گلابی سوٹ؟'' رابعہ نے بے یقینی کی کیفیت سے ماں کو دیکھا...... وہی سوٹ اس نے ایک مرتبہ کالج کے فنکشن میں پہننے کے لئے مانگا تھا تو اماں نے اسے ہزار صلواتیں سنائی تھیں۔ ''اماں...... کیا واقعی؟'' اب وہ اماں کے دونوں ہاتھ تھامے بیٹھی تھی۔ ''ہاں!'' انہوں نے مسکرا کر رضامندی میں سر ہلا دیا۔

''یاہو......'' اس نے سرشار ہو کر نعرہ بلند کیا اور بے اختیار اماں کے گلے لگ گئی۔

☆☆☆

ماہ نور...... اب اکثر نیچے آنے لگی تھی...... اس کی بات چیت کا دائرہ صبیحہ باجی کی حد تک ہی تھا۔ باجی اس کی باتوں کا ہمیشہ محبت بھرا جواب دیا کرتیں۔

ماہ نور نیچے آتی تو باجی کے ساتھ ان کے کام میں ہاتھ بھی بٹاتی تھی۔ اگر وہ مٹر چھیل رہی ہوتیں تو وہ بھی بغیر کہے ان کے ساتھ مٹر چھیلنے لگتی۔ وہ سبزی کاٹ رہی ہوتیں تو وہ دوسری چھری اٹھا کر ان کے ساتھ لگ جاتی۔ حد تو یہاں تک کہ باجی روٹی پکا رہی ہوتیں تو وہ دوسرے چولہے پر روٹیاں سینکنے لگتی۔

اس کے ہاتھوں میں ایسا سلیقہ تھا کہ وہ کام کے ساتھ ساتھ صفائی ستھرائی بھی جاری رکھتی...... سالن پکانے کے ساتھ ساتھ کچن میں بکھری چیزوں کو ترتیب دینے کا کام بھی جاری رہتا اور جب وہ باورچی خانے سے باہر نکلتی تو صافی کا کپڑا بھی سرف سے دھلا کیل پر ٹنگا ملتا۔ امی کو نہ شمو پھپھو سے دلچسپی تھی اور نہ ہی ماہ نور سے۔ انہوں نے باجی سے کئی بار کہا بھی...... ''ان محترمہ کو زیادہ منہ لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''ایسی باتیں کیوں کرتی ہیں آپ......؟'' خوامخواہ کا جلاپا، ایسی معصوم بچی کے ساتھ تو روا نہ رکھیں۔ ساری زندگی ہو گئی پھپھو اور دادی سے بیر رکھتے ہوئے، اب تو یہ سلسلہ بند کر دیں آپ!''

''تم میری بات ہی نہیں سمجھ سکتی ہو تو کیا کہوں؟ اندھے کے سامنے روئے اپنے بھی نین کھوئے۔''

''اچھا سمجھایئے آپ کیوں منع کر رہی ہیں مجھے؟ جبکہ جانتی بھی ہیں کہ ماہ نور بہت اچھی لڑکی ہے۔ سیدھی سادی، پیاری اور محبت کرنے والی۔''

''یہ اس کی آخری ہی تو خطرناک ہے، بلکہ نقصان پہنچا دینے والی ہے۔''

''کیا مطلب...... میں سمجھی نہیں۔'' باجی نے حیرت سے پوچھا۔

''اگر تم نے ماہ نور کو زیادہ منہ لگا لیا تو وہ اوپر جانا بھول جائے گی۔ ہر وقت نیچے ہی بیٹھی رہا کرے گی۔''

''امی! وہ نیچے آ جاتی ہے تو اچھا لگتا ہے اور پھر وہ مزاج کی بھی بہت اچھی ہے۔ کوئی نہ کوئی کام بھی کرتی رہتی ہے۔ خالی بیٹھنا تو اسے آتا ہی نہیں ہے۔''

''تمہیں اندازہ نہیں ہے، اس کی ماں ایک بہت چالاک بلکہ مکار عورت ہے...... وہ اس کو ظفر کے چکر میں پھنسا

بھیج رہی ہے۔''

''امی! کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ؟ ابھی ظفر ہے ہی کیا... بی اے کا اسٹوڈنٹ... نہ عمر، نہ قابلیت اور نہ ہی ہاتھ میں کوئی جاب! ایسے لڑکے کا رشتہ تو پھپھو بھی ہرگز قبول نہیں کریں گی۔''

''ارے صبیحہ! تم بھی کیا بات کرتی ہو... وہ تو دل و جان سے قبول کریں گی... کہ جیسے ساری زندگی اپنے بھائی کو بے وقوف بنایا، اب ان کی لڑکی ظفر کو پاگل بنا کر رکھے۔''

''حد ہو گئی ہے امی! آپ کے نزدیک بے وقوف اور پاگل لڑکوں کی بھی ڈیمانڈ ہوتی ہے۔'' صبیحہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ہاں بیٹا... ایسے لڑکے تو قسمت والیوں کو ملا کرتے ہیں۔''

''آپ مطمئن رہیے ظفر کی جانب... پھپھو نہیں دیکھیں گی۔ اتنا تو مجھے بھی اندازہ ہے۔''

''شکل دیکھی ہے... میرے ظفر کی، کیسا شہزادہ سا ہے۔''

''خالی شکل سے کیا ہوتا ہے... بہت سے لوگوں کی شکلیں اچھی ہوتی ہیں۔ کیا صرف اچھی شکل سے وہ اپنی زندگی کا ہر ٹارگٹ حاصل کر سکتے ہیں... ہرگز نہیں۔''

''تم تو پاگل ہو... سہانی تک تو ظفر پر عاشق ہوئی ہے تو ماہ نور کی بساط ہی کیا ہے؟''

''یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں؟'' صبیحہ اچھل ہی تو پڑی۔

''یہ میرا خیال ہے، آئی تھی وہ اس سے ملنے ایک دن... خوب آنکھیں نچا نچا کر باتیں کر رہی تھی وہ اس سے۔ ظفر تو مجھ سے شاید چھپا رہا تھا مگر... میرا قیافہ یہی ہے کہ ظفر اور سہانی کے درمیان کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے۔'' امی نے رازدارانہ لہجے میں بتایا۔

''افوہ... میں تو سمجھ رہی تھی، نہ جانے کیا بات ہوگی۔'' صبیحہ باجی ایک گہرا سانس لے کر بولیں۔

''تو کیا تمہارے نزدیک یہ اہم بات نہیں ہے کہ سہانی نے ظفر سے ناتا جوڑا ہوا ہے؟'' امی اپنی بات پر ڈٹی ہوئی تھیں۔ ''امی، اب میں آپ سے کیا بحث کروں کہ بات ہی کچھ نہیں ہے۔ سہانی کا ہمارے گھر میں کسی کام سے آنا کوئی قابلِ ذکر بات نہیں ہے... اور نہ ہی اس کے آنے سے ہمارے بھاگ جاگ اٹھے ہیں۔ اس معاملے میں غلطی شاید آپ کی بھی نہیں ہے۔ ہمارے گھر میں خیال، قیافے، گمان اور خدشات نہ صرف جنم لیتے ہیں بلکہ پال پوس کر انہیں عہدِ بلوغت تک بھی لے جایا جاتا ہے۔''

''تو کیا میرا خیال غلط سمجھ رہی ہو تم...؟''

''ہاں، سو فیصد... سہانی اور ان کی فیملی جیسی ہے، اس کا اندازہ کیا ہمیں نہیں ہوا۔ جب وہ ہمارے گھر میں رہ کر گئے تھے، سہانی کا بھائی سکندر ہر سیدھی بات کے جواب میں بھی فلمی ڈائیلاگ بولا کرتا تھا مگر ہمیں پتا تھا کہ وہ کس ماحول سے آیا ہے۔ ہم تو کسی غلط فہمی یا خوش فہمی کا شکار نہیں ہوئے تھے بلکہ بعض مرتبہ تو اس کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔''

''یہی تو تم میں خاص خامی ہے، گیند کو اس وقت تک نہیں پکڑتیں جب تک وہ تمہاری گود میں نہ آ جائے۔''

''امی! آپ بھی بس... گھر میں بیٹھ کر ٹی وی کے ڈراموں سے اپنی معلومات بڑھانے والی خاتون ہیں۔ آپ کو کیا پتا کہ بعض لوگوں کا دل پھینک قسم کا اسٹائل ہوتا ہے، وہ اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں اور خواہ مخواہ دوسرے کو مسحور کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ماہ نور کا شمار ایسے لوگوں میں نہیں ہے۔ وہ شمو پھپھو کی طرح ایک سلجھی ہوئی لڑکی

وہ ظفر سے باتیں ہمارے سامنے بیٹھ کر کرتی ہے۔ نہ وہ اسے ادائیں دکھاتی ہے اور نہ ہی بے جا شرمانے کے ملا... کرتی ہے... اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی نیت میں کوئی فتور نہیں ہے۔''

''تیئں...! اب تم تو اپنی پھپھو کے زیادہ گیت مت گاؤ۔ میں جانتی ہوں وہ کتنی فتنہ پرور اور مکار عورت ہے۔ میاں کو اس نے اپنی مٹھی میں رکھا ہوا تھا۔ ہر کام سے پہلے وہ اس سے اجازت لیا کرتا تھا۔ کسی بلا کی طرح ہر وقت اس کی جان سے چمٹی رہتی تھی۔ بازار گوشت ترکاری بھی لینے جاتا تو وہ ساتھ جایا کرتی تھی۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ اپنی بہنوں کے ہاں تن تنہا گیا ہو۔ اس لئے ساتھ جاتی تھی کہ کہیں کوئی بہن اپنے بھائی کو سکھا پڑھا نہ دیں۔ مرنے سے پہلے وہ خاصا چڑچڑا سا ہو گیا تھا... اکثر شمو کو دھتکارنے بھی لگا تھا۔ پریشان ہو گیا تھا اس کی ہمہ وقت کی چوکیداری سے۔ بعض بیویاں آسیب بن کر اپنے میاں پر چھا جاتی ہیں، ایسی ہی یہ شمو بھی تھی۔ جینا دوبھر کر دیا تھا اس نے اپنے میاں کا۔'' وہ ہاتھ ہلا ہلا کر بیٹی کو پھوپی کے قصے سنا رہی تھیں۔ ''اور تو اور، ایک مرتبہ تو میں نے خود اپنے کانوں سے سنا، وہ ہذیانی لہجے میں کہہ رہا تھا ''شمو! خدا کے لئے کبھی تو مجھے تنہا چھوڑ دیا کرو۔'' اس پر یہ اداکارہ ڈرامائی لہجے میں بولی ''نہیں جانو! میں آپ کو پریشان نہیں دیکھ سکتی... جب میں ہوں، تو آپ کو فکر کیسی؟'' مجھے تو بعض مرتبہ یہی خیال آتا ہے... ہو سکتا ہے کہ اس نے خودکشی کی ہو... اپنے آپ کو از خود ٹرک کے سامنے پھینک دیا ہو۔''

''کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ امی! حد ہو گئی... کوئی سنے تو کیا کہے۔'' صبیحہ نے ماں سے کہا۔

''تیرا باپ بھی یقین نہیں کرتا میرا... اور اب تُو بھی مجھے جھوٹی سمجھ لے مگر میں بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہوں گی، مگر آہستہ تو بولیں۔ ایسا سچ جو کسی کو دکھ دے سکتا ہو، اسے بار بار دہرانا نہیں چاہئے۔''

''نہیں بھئی... ہم سے جھوٹ نہیں بولا جاتا... ہم تو سچ بولتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ پر بولتے ہیں۔'' وہ سینے پر ہاتھ مار کر کہنے لگیں تب صبیحہ اپنی ماں کو تاسف سے دیکھنے لگی۔

☆☆☆

اس روز میں کالج سے نکلا تو ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو ہر طرح پھیلی ہوئی تھی۔ میں فائل سے ماتھے پر چھجا بنا کر بس اسٹاپ کی طرف لپکا۔

یہ رش کا ٹائم تھا، پہلی بس بغیر رکے چلی گئی۔ بوندا باندی بڑھ رہی تھی۔ میں اپنے آپ کو بچانے کے لئے دکان کے شیڈ کی جانب بڑھا تو سہانی اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑی میری جانب ہی دیکھ رہی تھی۔

وہ بارش کی پھوار میں ایسے بھیگ رہی تھی جیسے مسرتوں کی بارش میں بھیگ رہی ہو۔ ''تم یہاں... اس وقت...!'' میں نے اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''گاڑی میں بیٹھو... ورنہ پورے بھیگ جاؤ گے۔ میں اپنی اکیڈمی جا رہی تھی، تمہارے کالج کے سامنے سے گزری تو سوچا تمہیں بھی ساتھ لیتی چلوں۔''

''مجھے تو گانا، گانا بالکل بھی نہیں آتا... اور نہ ہی سیکھنا چاہتا ہوں۔'' نہ جانے اصل بات زبان سے کیسے نکل گئی اور... از خود تاسف بھی ہوا کہ یہ میں کیا کہہ گیا تھا... حالانکہ پہلی دفعہ بھی تو میں ہی اسے لے کر گیا تھا۔

''کیا سنگیت سننا بھی گراں گزرتا ہے؟'' اس نے ایک نظر مجھ پر ڈال کر پوچھا۔

''اس کا تو میں دیوانہ ہوں۔''

''جب ہی تو تمہیں لے کر جا رہی ہوں۔''

ہم شاید جلدی پہنچ گئے تھے...... یا اس دن کلاس تاخیر سے شروع ہوئی تھی۔

''ابھی پریکٹس میں دیر لگے گی'' سہانی نے ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر کہا۔

اب میں ان سب کو دیکھ رہا تھا۔ جو اسٹیج پر سجے ایک بڑے سے تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ سازوں کو کھنگالنا شروع ہو چکا تھا۔ ڈھولکیاں بجانے کے بجائے ان کے کروڑے کسے جا رہے تھے۔ طبلوں کی ڈگیاں اور گنیاں تھپ تھپا کر ٹٹولی جا رہی تھیں۔ ہارمونیم بجانے والا ماہرانہ انداز میں اپنے فن کو آزما رہا تھا۔ ڈھول، تاشے، دف، ماحول گونج سا رہا تھا اور سہانی کی ہمراہی میں مجھے ہر شے ناچتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

''سہانی جی! آپ پہلے پروین شاکر کی غزل سنائیے۔'' استاد جی نے سب سے پہلے اسے مخاطب کر کے کہا۔

''پہلے میں سناؤں؟'' اس نے پھر پوچھا۔

''ہاں پہلے آپ، کل بھی آپ کی باری سب سے آخر میں آئی تھی۔ فراز کی غزل آپ نے پوری نہیں سنائی تھی۔''

سہانی استاد کے قریب دوزانو بیٹھ گئی اور پروین شاکر کی غزل اس کے خوبصورت لبوں سے ادا ہونے لگی۔

اپنی ہی صدا سنوں کہاں تک
جنگل کی ہوا رہوں کہاں تک
دم گھٹتا ہے گھر میں حبس وہ ہے
خوشبو کے لئے رکوں کہاں تک
پھر آکے ہوائیں کھول دیں گی
زخم اپنے رفو کروں کہاں تک
ساحل پہ سمندر سے بچ کر
میں ترا نام لکھوں کہاں تک
گر لمس نہیں تو لفظ ہی بھیج
میں تجھ سے جدا رہوں کہاں تک
سکھ سے بھی تو دوستی کبھی ہو
دکھ سے ہی گلے ملوں کہاں تک
منسوب ہو ہر کرن کسی سے
اپنے ہی لئے جلوں کہاں تک

سہانی کی آواز کیسی تھی......؟ اس کی غزل سن کر استاد جی نے کیا کہا؟

مجھے کچھ پتا نہیں تھا، معلوم تھی تو بس یہی بات کہ اس کی غزل کا ایک مصرعہ میرے دل پر دستک دے کر بار بار ایک ہی بات کہہ رہا تھا۔

میں تجھ سے جدا رہوں کہاں تک
میں تجھ سے جدا رہوں کہاں تک

☆☆☆

دھک...... دھک...... دھک......

رابعہ کو ایسا لگ رہا تھا جیسے نہ صرف وہ...... بلکہ اس کے اریب قریب کی سب لڑکیاں اس کی دھڑکن سن رہی ہیں۔ اچانک نسرین نے اپنے موبائل پر ایف ایم کا چینل چیک کیا تو اس پر عمیر کا گیت آ رہا تھا۔ اس نے جھٹ ہیڈ فون رابعہ کے کانوں میں لگا دیا تھا اور رابعہ کو یوں لگا جیسے یہ آواز اس کے کانوں میں رس گھول رہی ہو۔ وہ ماریہ زبیر کی آواز تھی۔ میوزک کی جھنکار اسے مسحور سا کر رہی تھی اور عمیر کی محبت بھری آواز درِ دل پر ایک محبت بھری دستک سی دے رہی تھی۔ وہ بالکل دیوانگی کے عالم میں سر ہلا رہی تھی۔

سنو اچھا نہیں لگتا
کرے جب تذکرہ کوئی
کرے جب تبصرہ کوئی
تمہاری ذات کو کھوجے
مجھے اچھا نہیں لگتا
سنو اچھا نہیں لگتا
تمہاری مسکراہٹ پر ہزاروں لوگ مرتے ہوں
تمہاری ایک آہٹ پر ہزاروں دل دھڑکتے ہوں
کسی کا تم پہ یوں مرنا
مجھے اچھا نہیں لگتا
سنو اچھا نہیں لگتا کہ تم کو پھول بھی دیکھیں
تمہارے پاس سے مہکیں

یا

چندا کی گزارش ہو کہ اپنی روشنی بخشوں
مجھے اچھا نہیں لگتا
سنو اچھا نہیں لگتا

عمیر کا گیت سن کر رابعہ سے اپنی خوشی سنبھالے نہیں جا رہی تھی۔ دل کی دھڑکن بے قابو ہوئی جا رہی تھی۔ چہرہ خوشی سے تر ہو گیا تھا۔

گیت ختم ہوا تو ریڈیو پر کمرشلز شروع ہو گئے مگر عمیر کی آواز ہنوز اس کے کانوں میں سرگوشیاں سی کر رہی تھی۔

رابعہ یہ بات جانتی تھی کہ اس کی مسکراہٹ بہت خوبصورت ہے۔ اسکول سے کالج تک اسے ٹائٹل بھی ہمیشہ اس کی مسکراہٹ پر ملے تھے اور اب اس کے خیال میں عمیر کا اس سے یوں کہنا کہ۔

تمہاری مسکراہٹ پر ہزاروں لوگ مرتے ہوں
تمہاری ایک آہٹ پر ہزاروں دل دھڑکتے ہوں

کسی کا تم پر یوں مرنا
مجھے اچھا نہیں لگتا۔

''رابعہ، کیا گیت سنتے سنتے تم کہیں اور پہنچ گئی ہو؟'' نسرین نے ہنس کر کہا۔ مگر اس وقت اسے کسی کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ عمیر کی آواز نے اس کے من میں ایک فسوں سا پھونک دیا تھا۔ محبت کبھی یکطرفہ نہیں ہوتی۔ اگر میں عمیر سے محبت کرتی ہوں تو اس کے دل میں بھی میرے لئے ایسے ہی جذبات ہوں گے بلکہ وہ تو میرے لئے بہت آگے بڑھ چکا ہوگا۔ جہاں میری ذات اس کے لئے اہم ہے۔

کمرشلز ختم ہو جانے کے بعد ایف ایم پر اس کا انٹرویو شروع ہو گیا تھا۔ کمپیئر اس سے شوخ سے لہجے میں پوچھ رہا تھا ''کیا آپ اس راز سے پردہ اٹھائیں گے کہ یہ محبت بھرے گیت آپ کس کے لئے گاتے ہیں؟''

''صرف ان کے لئے، جو مجھ سے محبت کرتے ہیں'' اس نے ہنس کر کہا تھا۔

''آپ سے تو بہت سارے لوگ محبت کرتے ہیں؟''

''مگر کچھ لوگ خاص الخاص بھی ہوتے ہیں۔''

''ایسے لوگوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہوگی۔ کیا آپ کسی کا نام لینا پسند کریں گے؟''

''اس کا نام کیا لوں...... وہ خود ہی جانتی ہے۔''

''وہ جانتی ہے مگر ہم تو نہیں جانتے اور یقیناً ہمارے سامعین بھی اس کے بارے میں جاننا چاہیں گے۔''

''سوری، میں اس بارے میں آپ کو کچھ بھی نہیں بتا سکتا۔''

''چلئے، یہی بتا دیں کہ آپ کے نزدیک محبت کی تعریف کیا ہے؟''

''وہ جو کسی نے کہا ہے کہ یہ بتانے کی نہیں بیتنے کی چیز ہے، سمجھانے کی نہیں جاننے کی چیز ہے'' یہ کہہ کر عمیر ہنس دیا تھا۔

''بڑی رازداری رکھی ہوئی ہے آپ نے مگر آج آپ اپنی پیار کرنے والی ہستی کو ایسا گیت سنائیے...... جس میں آپ کا پیغام دل بھی شامل ہو۔''

تب عمیر نے ناصر کاظمی کی یہ غزل بغیر کسی ساز و آہنگ کے سنائی۔

مجال ہے کوئی مجھ سے تجھے جدا کرے
جہاں بھی جائے گا، میں تجھے صدا دوں گا
تیری گلی میں بہت دیر سے کھڑا ہوں مگر
کسی نے پوچھ لیا تو جواب کیا دوں گا
میری خاموش نگاہوں کو چشم نم سے نہ دیکھ

میں رو پڑا تو دلوں کے طبق ہلا دوں گا
یونہی اداس رہا تو میں دیکھنا ایک دن
تمام شہر میں تنہائیاں بچھا دوں گا
بہ پاس صحبت دیرینہ کوئی بات بھی کر
نظر ملا تو سہی، میں تجھے دعا دوں گا

عمیر کا انٹرویو ختم ہو گیا تھا۔ اب کمپیئر کسی گھریلو کالر سے گفتگو میں مصروف تھا جو خوشامدی لہجے میں کہہ رہی تھی کہ اب آپ میری بہن سے بات کریں۔ اب آپ میری سہیلی سے بات کریں۔ آپ تو ہم سے بات ہی نہیں کرتے۔ ابھی آپ کو میرے پورے گھر والوں سے بات کرنی ہوگی...... مگر رابعہ کو ان کی کسی بات سے وحشت نہیں ہو رہی تھی اور نہ ہی ان لڑکیوں کی باؤلی سی ہنسی اسے ناگوار گزر رہی تھی۔ اس کے ذہن میں تو عمیر کے جملوں کی بازگشت تھی۔

''محبت...... آسودگی کا ایک نام ہے۔ اس کا تعلق قوسِ قزح جیسا ہے...... کبھی ایک پل میں دل سرشار اور آنکھوں میں خمار اتر آتا ہے...... تو کبھی دنوں ملال رہتا ہے...... اور آنکھیں نہ صرف ویران بلکہ حیران اور پریشان سی بھی ہو جاتی ہیں۔ یہ محبت چیز ہی ایسی ہے...... نہ خوشیوں کا بوجھ سہار سکے اور نہ ہی آنکھوں سے بہنے والے جھرنے کا۔

محبت کسی بے چینی کا نام نہیں، یہ طمانیت ہوتی ہے۔ جب یہ آتی ہے تو ہر سو روشنی پھیل جاتی ہے۔ پتا پتا بوٹا بوٹا نکھر جاتا ہے اور دل سرشار ہو کر گنگنانے لگتا ہے۔''

☆☆☆

اس دم موسم بھی خاصا گرم تھا۔ لُو کے جھکڑ علیحدہ چل رہے تھے۔ فٹ پاتھ پر چلنے والوں کی تعداد بھی خاصی کم تھی۔ مارکیٹیں کھلی ہوئی ضرور تھیں مگر خریداروں کی تعداد برائے نام تھی۔ آج شاید موسم کا گرم ترین دن تھا۔

رابعہ اپنی چادر سنبھالے، ویگن سے اتری تو پسینے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ بس اسٹاپ سے سہیلی کے گھر تک کا فاصلہ بھی خاصا لمبا تھا۔ وہ ماتھے پر ایک ہاتھ کا چھجا بنائے تیزی سے چل رہی تھی۔

شہلی کی منگنی میں شرکت کرنے کی اجازت نے اس کے دل میں پھول سے کھلا دیے تھے۔ وہ عمیر کے گیتوں کو دل میں بسائے تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے چل رہی تھی۔

''سنیے...... ان گلابی کپڑوں میں آپ گلاب کی کلی لگ رہی ہیں......'' سڑک پر چلتے ہوئے کسی اوباش نے آوازہ کسا مگر اس نے سنی ان سنی کرتے ہوئے اپنے قدم مزید تیز کر دیے۔ اب وہ بھاگنے کے انداز میں چل رہی تھی اور جب وہ اس کے گھر پہنچی تو سرتاپا پسینے میں بھیگی ہوئی تھی۔

''بارش میں نہا کر آ رہی ہو کیا؟'' نسرین جو شہلی کے گھر ہی میں تھی، اس کو دیکھتے ہوئے بولی۔

''کیا دھوپ کی تمازت میں بھی نہایا جاتا ہے...... اور تمہارا یہ گھر...... توبہ، اسٹاپ سے اس قدر دور ہے...... چل چل کر میرے پاؤں تھک گئے۔''

''عمیر کو دیکھو گی اور سنو گی تو سب تھکن بھول جاؤ گی۔'' نسرین نے قہقہہ لگایا۔

''جائے گی تو یہ بعد میں، پہلے اس کا حلیہ تو دیکھو؟ کیا پہن کر آئی ہے، شہلی نے اسے بہ غور دیکھتے ہوئے کہا

شروع کیا تو ساری ہم جولیاں ایسے دیکھنے لگیں جیسے پہلی مرتبہ اسے دیکھ رہی ہوں۔

''اچھے خاصے تو ہیں میرے کپڑے، کوئی شادی تھوڑی ہے جو زرق برق کپڑے پہنتی'' رابعہ نے ان سب کی نظروں سے اکتا کر کہا۔

''آج تم شادی بیاہ میں نہیں بلکہ اس سے بھی بڑی تقریب میں جا رہی ہو۔ ایسی تقریب ہے وہ، جہاں ہر کوئی منہ اٹھا کر نہیں جا سکتا، ہاں!''

''تو پھر......؟'' اس نے متوحش سی ہو کر پوچھا۔

''کیا کہیں گے لوگ، تمہیں دیکھ کر......؟''

''لوگوں کی میں پروا نہیں کرتی ہوں۔''

''کیا سوچے گا عمیر تمہیں دیکھ کر......'' کاٹ دار لہجے میں کہا گیا۔

''کیا کہے گا......وہ......؟'' وہ پریشان سی پوچھ رہی تھی۔

''یہ کون پگلو میرے کنسرٹ میں چلی آ رہی ہے۔ جسے کپڑے پہننے تک کی تمیز نہیں ہے۔ اس کپڑے کا تو اب فیشن تک نہیں ہے، جس کا سوٹ تم نے پہنا ہوا ہے۔''

''بالکل نیا سوٹ ہے یہ......بس پڑوس کی شادی میں ایک گھنٹے کے لئے میں نے پہنا تھا۔ اماں سے بہت خوشامد کی تھی تب انہوں نے دیا تھا'' رابعہ کھسیا کر بولی ''پتا نہیں تم لوگوں کو کیوں نہیں اچھا لگ رہا ہے۔''

''تمہارے محلے کی تقریب کے حساب سے تو واقعی بہترین سوٹ ہوگا...... مگر یہ وہاں نہیں چلے گا۔''

''جیسے بھی ہیں، بس ٹھیک ہیں میرے کپڑے۔ یوں بھی پنک کلر میرا فیورٹ ہے۔'' وہ کھسیانی سی ہنسی ہنس کر بولی۔

تب شاذی اسے پھرکی کی طرح گھما کر بولی۔ ''کہہ تو تم بھی ٹھیک رہی ہو کہ یہ کپڑے تمہارے اچھے ہیں مگر میوزیکل نائٹ کے حساب سے ٹھیک نہیں ہیں۔''

''رابعہ یار، برا مت ماننا...... مگر لگ یہ رہا ہے کہ تم کہیں سے نیوشن پڑھ کر آ رہی ہو۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

''مگر اس سے اچھا تو میرے پاس کوئی سوٹ ہی نہیں ہے'' رابعہ کا لہجہ رندھ سا گیا۔ اس وقت اپنی کم مائیگی کا احساس اسے شدت سے ہو رہا تھا۔ اس وقت اس کے پاس پیسے ہوتے تو اپنی پسند کا بوتیک سے کوئی جوڑا ہی خرید لیتی۔ سہیلیوں کے یہ ریمارکس تو نہ سننے پڑتے۔

''تم فکر مت کرو...... تمہارا حلیہ ہم منٹوں میں بدل دیں گے'' شہلی نے چٹکی بجا کر اس کے گرد گھومتے ہوئے کہا۔

''یہ کس کر بنائی ہوئی چوٹی تم کھول لو۔ پشت پر پھیلے ہوئے یہ بال کسی آبشار سے کم نہیں لگیں گے۔''

یہ ٹاپس اتار کر میرے بالے پہن لو...... اس سے تمہارے چہرے پر اچھا لُک آئے گا۔''

''ہاں میرے جینز کے ٹراؤزر پر تمہاری یہ شرٹ چل جائے گی۔ بس دوپٹا مت لینا۔ ہائی ہیل کے سینڈل تو میں نے پہلے ہی تمہارے لئے نکال کر رکھے تھے۔ مجھے پورا یقین تھا کہ تم دوپٹی کی چپل میں پڑ پڑ کرتی چلی آؤ گی۔''

تب رابعہ گھبرا کر بولی ''پاگل ہو گئی ہو تم لوگ کیا...... دوپٹے کے بغیر تو میں ایک قدم بھی بڑھا نہیں سکتی۔''

''اچھا، اپنا دوپٹا گلے میں ڈال لینا۔ چادر کی طرح لپیٹ کر مت بیٹھ جانا۔'' نسرین نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''کیا تم لوگ، مجھے کارٹون بنا کر لے جانا چاہتی ہو۔'' رابعہ ان سب کی باتیں سن کر پریشان سی ہو گئی تھی۔

''کارٹون بن کر تو تم آئی ہو، ہم تو تمہیں انسان بنا کر لے جانا چاہتے ہیں تا کہ کوئی تمہیں مضحکہ خیز انداز میں نہ دیکھ پائے۔''

''اب تقریریں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ ابھی لیزی ہم سب کے میک اپ میں بھی ٹائم لے گی۔ اب جلدی کرو ورنہ جب ہم سب شام تک کہیں تیار ہو پائیں گے۔'' نسرین نے رابعہ کی چوٹی کھولتے ہوئے کہا۔

تب سب لڑکیاں اپنی اپنی چیزیں سمیٹ کر اندر لیزی کے کمرے میں بڑھ گئیں، جسے آج بطور خاص بلوایا گیا تھا کہ وہ ان سب کے حسن میک اپ سے دو آتشہ سا کر دے۔

☆☆☆

چاروں سہیلیاں جدید انداز میں تیار تھیں۔ رابعہ کے بال کھلے ہوئے تھے۔ دوپٹا برائے نام کندھے پر پڑا ہوا تھا۔ اونچی ایڑی کی سینڈل میں وہ لہراتی ہوئی چال چلتی ہوئی سب کے ساتھ آ کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

اب گاڑی فراٹے سے سڑک پر چل رہی تھی۔ جس میں عمیر کا کیسٹ چل رہا تھا۔ وہ چاروں ہی اس کے گیت پر جھوم رہی تھیں۔

''رابعہ بار بار کھڑکی سے باہر دیکھ رہی ہے...... اس کے دل میں یہ ہلکا سا خوف ہے کہ کوئی اسے اس حلیے میں دیکھ نہ لے...... اگر ایسا ہو گیا تو بابو جی تو اس کی گردن ہی دبا دیں گے۔''

''اگر کسی نے تمہیں دیکھ بھی لیا تو کوئی پہچان نہیں پائے گا۔ تمہارے خاندان کا کوئی بھی فرد یہ تصور ہی نہیں کر سکتا کہ تم اس روپ میں بھی نظر آ سکتی ہو......'' نسرین نے ہنس کر کہا۔

''پھر بھی اگر کسی نے مجھے رابعہ کہہ کر آواز دے ڈالی تو میں کیا کروں گی؟''

''تم مڑ کر دیکھنا بھی مت۔ وہاں ہم سب تمہیں رابعہ کی بجائے جولی کہہ کر پکاریں گے۔ ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں میں......'' فرح نے اپنی دیگر سہیلیوں کی رائے طلب کی۔

''بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو تم...... اور یوں بھی آج ہماری دوست جولی بہت پیاری لگ رہی ہے۔'' وہ دونوں قہقہہ لگا کر بولیں۔

تب رابعہ کو قدرے اطمینان سا ہو گیا کہ اسے کوئی پہچان نہیں پائے گا۔ یہ لوگ جب کنسرٹ میں پہنچیں تو پروگرام شروع ہو چکا تھا۔ نسرین کو دیر سے پہنچنے کا خاصا ملال تھا اور وہ اس تاخیر کا تمام تر ذمے دار رابعہ کو ہی ٹھہرا رہی تھی۔

''آج تک ہم ایسے پروگراموں میں دیر سے نہیں پہنچے...... یہ سب رابعہ کی کاہلی کی وجہ سے ہوا ہے۔ کتنی دیر لگائی اس نے تیار ہونے میں۔''

''اچھا...... کیا میں کاہل ہوں؟'' رابعہ نے حیرت سے پوچھا۔

''تم کاہل نہیں بلکہ بحر الکاہل ہو...... پورے دو گھنٹے تم نے اپنے بالوں پر ضائع کئے اور پھر وہی ہوا جو تم چاہتی تھیں۔ اچھا خاصا بنا ہوا جوڑا تم نے کھول ڈالا اور جب کھولنا ہی تھا تو بنوایا کیوں تھا؟''

بحث و مباحثہ کرتی ہوئی یہ چاروں لڑکیاں کارڈ پر لکھے ہوئے نمبر کے مطابق اپنی سیٹ پر بیٹھ گئیں۔ اس وقت عمیر

کا کوئی گیت ختم ہوا تھا اور ہال تالیوں سے گونج رہا تھا۔

وہ سب تالیاں بجاتے ہوئے رابعہ سے کہہ رہی تھیں کہ ''یہ تالیاں اس گیت کے لئے ہیں جو ہم نے سنا ہی نہیں اور ہم نے کیوں نہیں سنا، اس کی وجہ صرف تم ہو......''

رابعہ خفت زدہ سی بیٹھی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ تاخیر کا سبب صرف اس کی ذات ٹھہرائی جائے گی۔ چند لمحوں بعد جب عمیر کی آواز گونجی تو وہ بڑے خوابناک لہجے میں کہہ رہا تھا ''اب جو نغمہ میں آپ کو سناؤں گا، یہ ایک خاص ہستی کے لئے ہے۔''

تالیوں کی گونج میں وہ مدھ بھری آواز میں بولتا رہا ''جی ہاں! آپ سب بالکل صحیح سمجھے ہیں...... یہ گیت ایک پیار کرنے والے کے نام ہے...... اور چونکہ زندگی کا تمام تر حسن پیار سے ہی وابستہ ہے اس لئے یہ گیت آپ سب کے ہی نام ہے۔'' اس کا یہ جملہ سن کر تمام مہمان پُرجوش انداز میں تالیاں بجا رہے تھے۔ لڑکیاں اپنی سیٹوں سے اچک اچک کر ہاتھ لہرا رہی تھیں۔

عمیر نے گیت شروع کیا تو اس گیت پر لڑکیاں قابو سے باہر ہونا شروع ہو گئیں۔ کئی ایک نے اپنی اپنی سیٹ پر کھڑے ہو کر ڈانس کرنا شروع کر دیا۔

عمیر بھی ہاتھ ہلا ہلا کر ڈش کر رہا تھا۔ میوزک کا تیز شور...... سیٹیاں اور عمیر کی پرفارمنس دیکھ کر پورا ہال بے قابو ہو رہا تھا۔

دوسرا گیت خاصا مشہور تھا جیسے ہی اس نے شروع کیا، سامعین مزید پُرجوش ہو گئے۔ عمیر یقیناً ایک اچھا پرفارمر تھا...... سامعین کے دل مٹھی میں لینا اسے خوب آتا تھا۔ اب وہ ہاتھ ہلا ہلا کر گا رہا تھا۔

''مجھے تم سے پیار ہے...... ہاں تم سے پیار ہے۔''

اور اس سے رابعہ کو یوں لگ رہا تھا کہ جیسے وہ یہ سب اسی سے کہہ رہا ہے، صرف اسی کو دیکھ رہا ہے اور صرف اسی سے ہی مخاطب ہے۔

وہ ہاتھ ہلا کر ہنستا تو وہ شرما سی جاتی۔ وہ انگلی کا اشارہ سامعین کی جانب کرتا تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیتی۔

وہ پُرمحبت گیت کا ہر مکھڑا سامعین کی جانب اشارے کرتے ہوئے گا رہا تھا۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ کے پھول کھلے ہوئے تھے اور آنکھوں میں ایک خمار سا تھا۔

یہ سب دیکھ کر اس پر ایک سحر سا چھا گیا اور عالم بے خودی میں اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں اپنا چہرہ رکھ دیا اور مبہوت ہو کر رہ گئی۔ تب اسے ایسا لگا کہ اس پورے ہال میں صرف وہ اور عمیر ہوں اور عمیر صرف اس کے لئے ہی گا رہا ہو۔ اس کے ہر مکھڑے پر وہ کبھی شرما رہی تھی اور کبھی محجوب سی ہو رہی تھی۔ ایک عجیب سا احساس اس پر منکشف ہو رہا تھا اور وہ اپنے آپ کو ہیروئن سمجھ رہی تھی۔

ایسا انوکھا محبت بھرا احساس اس نے آج تک محسوس نہیں کیا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے خوابوں کو زندگی مل گئی ہو۔ عمیر کا گیت ختم ہوا تو اس کی ہتھیلیاں تالیاں بجاتے بجاتے سرخ سی ہو گئیں۔

اس سے سرور بخشتا میوزک بج رہا تھا اور مارے سرشاری کے وہ مدہوش ہوئے جا رہی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر

...لی اور بتھے پر اپنا سر ٹکا دیا تب اسے ایسا لگا کہ عمیر اسٹیج سے اتر کر اس کے پاس آ کھڑا ہوا ہو پھر اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ کھڑا کر لیا ہو۔ ''رابعہ چلو، میرے ساتھ۔'' اس کا ہاتھ تھام کر اس نے کہا۔

''کہاں چلوں......؟'' وہ حیرانی سے بولی۔

''بس، جہاں میں کہوں...... پیار نگر اور کہاں!'' وہ مسکرایا۔

''کیا مجھے تمہارے ساتھ ابھی جانا ہوگا؟'' اس نے پوچھا۔

''ہاں، ابھی اور اسی وقت مگر پہلے یہ بُو کے قبول کرو'' اس نے دل کی شکل کا بڑا سا بُو کے اسے تھماتے ہوئے کہا۔

''اتنا خوبصورت بُو کے تم میرے لئے لائے ہو؟'' وہ بچوں کی طرح خوش ہوتے ہوئے بولی۔

''ہاں...... اس خوبصورت بُو کے کی اصل حقدار صرف تم ہو، صرف تم'' یہ کہہ کر بُو کے اسے تھماتے ہوئے وہ اس کے سامنے دوزانو بیٹھ گیا...... اور پیار بھرے لہجے میں پوچھنے لگا۔

''اے پیاری لڑکی! تم اب تک کہاں تھیں؟''

''میں تو یہیں تھی...... آپ کے شہر میں۔''

''میں تو مدت سے تمہیں ڈھونڈ رہا تھا، اپنے گیتوں میں تمہیں پکار رہا تھا کیا میری آواز تم تک نہیں پہنچی تھی؟''

''عمیر! آپ کی آواز نے ہی تو میرے دل پر دستک دی تھی۔ جب ہی تو میں یہاں تک چلی آئی ہوں۔''

''مگر اتنی دیر سے آئی ہو...... جب میں آوازیں دیتے دیتے نڈھال سا ہو گیا۔''

''میں بہت مجبور تھی...... آج بھی بڑی مشکلوں سے آپ تک پہنچی ہوں۔''

''کیا تم جانتی ہو، میں صرف تمہارے لئے گاتا ہوں، میرا ہر نغمہ تمہارے لئے ہے۔''

''ہاں، میں آگاہ ہوں۔ آپ کے گیت صرف اور صرف میرے لئے ہیں۔''

''اب تم میرے ہر کنسرٹ میں آیا کرو گی ناں؟ اگر تم نہ آئیں، تو تمہارے بنا میں بالکل بھی نہیں گا سکوں گا۔''

''میں اب آپ کا ہر گیت سننے آیا کروں گی۔ آپ میرا اس بات کا یقین کر لیں۔''

''سنو رانی! تم میری دعا ہو، اب کہیں کھومت جانا ورنہ میں گانا چھوڑ دوں گا۔''

''میں نے کہا ناں...... اب میں کہیں نہیں جاؤں گی۔''

''وعدہ!'' وہ اس کی انگلیاں کلیوں کی طرح تھام کر اپنی آنکھوں سے لگاتے ہوئے بولا۔

''ہاں...... پکا وعدہ......!'' وہ شرما کر دھیرے سے ہنس دی۔

''میں کیسے یقین کرلوں؟''

''پلیز......! آپ میری بات کا یقین کر لیں، میں اب کہیں نہیں جاؤں گی۔ یہ وعدہ ہے میرا...... اور وعدہ کرنے والے کبھی اپنی بات سے نہیں پھرا کرتے......'' رابعہ التجائیہ لہجے میں مسلسل بڑبڑا رہی تھی۔

تب نسرین اسے تقریباً جھنجھوڑتے ہوئے بولی ''رابعہ، ایک تو تم گردن ڈالے سو گئیں۔ اب بڑبڑاہٹ بھی شروع ہو گئی۔ یہ آخر تم کہاں نہیں جاؤ گی...... ہمیں بھی تو پتا چلے؟''

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ گئی اور کھوئے کھوئے لہجے میں بولی ''میں تو جاگ رہی ہوں، تم سے کس نے کہہ دیا کہ میں سو گئی تھی؟ اور میں کہاں جا رہی ہوں...... تمہارے سامنے تو بیٹھی ہوں۔''

''اب ہم سب کی آنکھوں میں دھول تو مت جھونکو..... اچھی خاصی سو رہی تھیں۔'' شبلی نے ہنس کر کہا۔

''کیا خواب میں تمہارے بابو جی تمہاری پٹائی کر رہے تھے؟'' شاذی نے مسکرا کر شبلی کو آنکھ ماری۔

''نہیں تو.....'' رابعہ نے کھسیا کر کہا۔

''پھر تم ایسے کیوں کہہ رہی تھیں کہ میں اب کہیں نہیں جاؤں گی، آپ یقین کرلیں، میں کہیں نہیں جاؤں گی..... کون کہہ رہا تھا.....؟'' نسرین نے اس کی نقل اتارتے ہوئے کہا۔

''جی نہیں، میں تو کچھ بھی نہیں کہہ رہی تھی۔'' اب وہ گھبرا کر اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہی تھی۔

''آج یہ ہمارے ساتھ پہلی مرتبہ آئی ہے ناں، اسی لئے گھبرا رہی ہے۔'' نسرین کو بالآخر اس پر ترس آ ہی گیا۔

''یہ عمیر..... اب کیوں نہیں گا رہے؟'' رابعہ نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''وہ اس لئے نہیں گا رہے کہ اب پروگرام ختم ہو چکا ہے۔'' نسرین کو ہنسی آ گئی مگر وہ اس کی پشت پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔

''رابعہ..... حد ہوگئی ہے بدذوقی کی بھی..... عمیر اتنے اچھے اچھے گیت گاتا رہا اور تم سوتی رہیں۔ خواہ مخواہ ہی تم آئیں..... اور آ کر اپنا وقت بھی برباد کیا۔''

''جی نہیں، میں سب سن رہی تھی، بس ابھی ابھی اونگھ آئی تو تم لوگوں نے جگا دیا۔''

''ہمارے ساتھ گھر چلو گی یا تمہیں پہلے چھوڑیں؟'' ہال تقریباً خالی ہو چکا تھا اور باتیں کرتے کرتے یہ لوگ باہر آ گئی تھیں۔

''پہلے تم مجھے گھر چھوڑ دو'' اس نے بیگ میں سے بڑی سی چادر نکال کر اوڑھتے ہوئے کہا۔

''یہاں تو مت لپیٹو یہ لبادہ! جب گاڑی سے اترنے لگو تب لپیٹ لینا۔'' شبلی نے اسے کہنی مارتے ہوئے کہا۔

''اچھا یار..... ٹھیک ہے'' وہ ان کو برا سا منہ بنائے دیکھ کر ہنس ہی تو پڑی۔

☆☆☆

کیسی نیند تھی جو ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ یوں ہی آنکھیں بند کئے بستر پر لیٹی رہے۔

''رابعہ بیٹا! کب تک سوتی رہو گی؟ اٹھ جاؤ، اماں جب اس کے کمرے میں آتیں، اس کو جگانا اپنا فرض سمجھتیں۔

''اتنی نیند آ رہی ہے اماں، کبھی تو دل بھر کے سونے دیا کریں۔'' رابعہ کا لہجہ جھنجلایا ہوا تھا۔

''گیارہ بج رہے ہیں، آدھا دن گزر گیا۔ ابھی تک نیند ہی نہیں پوری ہوئی۔ آج کالج کی بھی تمہاری خواہ مخواہ کی چھٹی ہوئی۔''

''کل شبلا کے گھر منگنی میں اتنا تھک بھی تو گئی تھی۔'' کل کا ذکر کرتے ہوئے اس کے چہرے پر اجالا سا پھیل گیا اور آنکھوں میں عمیر کا کنسرٹ گھوم گیا۔

''ہاں، یاد آیا تمہارے بابو جی کہہ رہے تھے کہ آج رابعہ کے ساتھ جا کر شبلا کی امی کو ان کی بیٹی کی منگنی کی مبارک باد دے آنا۔''

''کیا..... آپ میرے ساتھ وہاں جائیں گی؟'' رابعہ کا چہرہ فق سا ہو گیا۔

''اماں آج ہی کیا ہے..... شبلی تمہاری قریبی دوست ہے۔ اگر میں ان کے ہاں نہیں گئی تو وہ برا تو مانیں گی ناں [illegible] مبارک باد تک دینے نہیں آئیں۔''

''اماں [illegible] یہ سب خرافات ہمارے ہی خاندان میں ہے، وہ لوگ بالکل برا نہیں مانیں گے۔''

''[illegible] ہے..... کیوں بھلا.....'' اب اماں کے حیران ہونے کی باری تھی۔

''اماں! اگر آپ آج ان کے ہاں مبارک باد دینے چلی گئیں تو وہ اس بات پر برا مانیں گے کہ ابھی ہماری تھکن بھی نہیں اتری اور یہ ہمارے اوپر نازل ہو گئے۔''

''پھر تو وہ لوگ پاگل سے ہوں گے۔'' اماں نے ماتھے پر ہاتھ مار کر کہا۔

''نہیں..... بس وہ لوگ بے جا تکلفات میں نہیں پڑتے۔''

''اگر وہ لوگ ایسے ہی ہیں تو بیٹا، تم بھی شبلی اور نسرین سے دوستی ختم کرلو، کل کلاں کو انہوں نے تجھے کوئی نقصان پہنچا دیا تو.....'' اماں کمرے کی چیزیں سنگواتے ہوئے بولیں۔

تب رابعہ کے چہرے پر ایک انجانی سی مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ زیر لب بولی ''وہ تو ہو گیا.....''

''اماں! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں مگر میری سہیلی ایسی نہیں ہے..... اور یہی نہیں بلکہ میری تمام کی تمام سہیلیاں باعزت گھرانوں سے تعلق رکھتی ہیں۔''

''پھر بھی، غیر لوگوں پر آنکھیں بند کر کے اعتبار نہیں کیا کرتے۔''

''میری اپنی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں..... تو آپ کو پریشانی کس بات کی؟ اس نے اماں کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا۔

''ہاں، مجھے اپنی بچیوں پر پورا اعتماد ہے۔'' اماں نے طمانیت بھرے لہجے میں کہا اور رابعہ مسکرا کر ان کے پاس سے یہ سوچتے ہوئے اٹھ گئی کہ اگر اماں کو یہ پتا چل جائے کہ میں ان کو بتائے بغیر عمیر کا کنسرٹ دیکھنے گئی تھی تو وہ شاید بے ہوش ہو کر ہی گر پڑیں۔

☆☆☆

ان کے ہاں اتوار کے دن اخبار آتا تھا جسے بابو جی پورے ہفتے پڑھا کرتے تھے اور ہر روز اس میں شائع ہونے والی خبروں پر اس انداز میں تبصرہ کیا کرتے جیسے وہ تازہ ترین ہوں۔ اماں بھی ان کے بے لاگ تبصروں کو بڑے ذوق شوق سے سنا کرتی تھیں کہ اخبار پڑھنے کا شوق انہیں صرف اس حد تک تھا کہ ستاروں کی روشنی میں یہ ہفتہ کیسے گزرے گا۔ اچھی بات پڑھ کر وہ خوش ہو جاتیں اور بری خبریں پڑھ کر وہ پریشان ہو جاتیں۔ جب تک ستارہ شناس پانچ، دس روپے خیرات کرنے سے پریشانی کو زائل کرنے کا لکھتا تو وہ اس پر عمل بھی کرلیا کرتی تھیں مگر جب سے سو، دو سو اور چار سو کی رقوم خیرات کرنے کے لئے لکھی جانے لگیں تو وہ اونہہ کہہ کر اخبار کا صفحہ پلٹ دیا کرتی تھیں ''یہ سب بکواس باتیں ہیں'' وہ اپنے دل کے زخموں پر از خود پھاہے رکھنے کی قائل تھیں مگر اگلے ہفتے پھر وہ اسی ذوق شوق کے ساتھ یہ کالم پڑھنے میں محو ہو جاتیں اور بابو جی ان کے یہ انداز دیکھ کر ہنسا کرتے۔

نازیہ اور رابعہ بھی اخبار پڑھنے کی کوئی خاص شوقین نہیں تھیں۔ اتوار کو اخبار آتا تو اسے سرسری سا دیکھ کر رکھ دیا کرتیں۔ انہیں یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ ان کے بابو جی یہ اخبار اس وقت تک پڑھیں گے جب تک کہ دوسرا

اخبار نہیں آجائے گا۔ نیا اخبار آجانے کے بعد پرانے اخبار پر کھانا رکھ کر کھایا جاتا۔

مگر آج کا اخبار صبح سے رابعہ کے ہاتھوں میں تھا۔ بابو جی کسی عزیز کی عیادت کرنے گئے ہوئے تھے۔ اماں پڑوس میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ نازیہ گھر کی صفائی میں مگن تھی۔ چھٹی کے دن وہ گھر کے کونے کونے کی صفائی کیا کرتی تھی۔ اس وقت بھی وہ کمرے کے جالے صاف کر کے دروازے پونچھ رہی تھی۔ اس نے رابعہ کو از خود ہنستے ہوئے، حیرت سے دیکھا۔ وہ اخبار پڑھنے میں مگن تھی، مسکراہٹ اس کے لبوں پر مجسم تھی اور آنکھوں میں ایک جہاں آباد تھا۔

آج سنڈے میگزین کے رنگین صفحات میں عمیر کا تفصیلی انٹرویو شائع ہوا تھا۔ جسے رابعہ بار بار پڑھ رہی تھی۔

عمیر کو نیلا اور براؤن رنگ پسند تھا۔ کھانے میں بریانی اور چائنیز فوڈ پسند تھا۔ موسم سردی کا اور ہر موسم میں آئس کریم کھانا اسے اچھا لگتا تھا۔

فارغ اوقات سمندر کے کنارے گزارنا پسند تھا۔ وہ ایک اچھا پیراک تھا۔ گھومنے پھرنے کے حساب سے سڈنی ایک آئیڈیل ملک تھا اور رہنے کے حساب سے ٹورنٹو پسند تھا۔ جہاں کی صفائی ستھرائی کا وہ شیدائی تھا۔

''ہونہہ...... کیا پاکستان میں نہیں رہو گے تم......'' وہ زیر لب بڑبڑائی مگر آگے ہی لکھا ہوا تھا کہ اپنے ملک سے اچھا کوئی ملک نہیں لگتا۔ جب ملک سے باہر جاتا ہوں تو گلی میں پھیری والے کی آواز بھی دل پر دستک دیتی ہے۔ پاکستان میرا ہارٹ فیورٹ ہے۔

''یہ ہوئی ناں بات......'' وہ آپ ہی آپ کھلکھلا پڑی۔

''آپا! کیا آج اخبار میں کوئی خاص خبر چھپی ہے؟''

''نہیں تو......'' رابعہ اسے جواب دے کر پھر عمیر کے انٹرویو میں کھو گئی۔ انٹرویو کے ساتھ پوری آٹھ تصویریں لگی تھیں اس کی۔ نیلی شرٹ پر بلیک جینز بہت اچھی لگ رہی تھی۔ گلابی شرٹ بھی اچھی تھی، بلیک کرتا تو غضب کا تھا۔

''یقیناً آج ضرور کوئی خاص خبر شائع ہوئی ہے اخبار میں...'' نازیہ نے رابعہ سے اخبار لیتے ہوئے کہا۔

''میں تو آج آپ کو صبح سے ہی اخبار پڑھتا دیکھ رہی ہوں۔'' عمیر کے انٹرویو کو دیکھ کر وہ ہنس کر بولی۔

''ارے واہ...... آج اس بونگے کا بھی انٹرویو شائع ہو گیا، مجھے تو بہت برا لگتا ہے یہ......''

رابعہ تو بہن کے ریمارکس سن کر ہی تلملا اٹھی اور غصے سے بولی۔ ''تمہارا دماغ خراب تو نہیں ہو گیا ہے...... یا دُنیا کی خبر ہی نہیں رکھتی ہو۔''

''عمیر مجھے کبھی اچھا نہیں لگا، اس میں دماغ خراب ہونے کی بھلا کیا بات ہے؟''

''یہ تمہیں بونگا دکھائی دے رہا ہے...... لاکھوں فینز اس پر مرتے ہیں۔''

''وہ بھی پاگل ہی ہوں گے......'' نازیہ تمسخر سے ہنسی۔

''نازیہ! تمہیں تو بات کرنے کی تمیز بھی نہیں ہے۔ یہ اتنا بڑا سنگر ہے، پوری دُنیا میں اس کی دھوم ہے۔''

''ہو گی دھوم...... مگر مجھے تو اس سے چڑ ہے۔ نہ اس کی آواز پسند ہے اور نہ اس کی پرفارمنس...... آج بھی ان تصویروں میں پورے کا پورا کارٹون سا لگ رہا ہے۔ پتا نہیں کیسے کیسے باؤلے لوگ اس کے مداح بن جاتے ہیں۔ میرا تو خیال ہے کہ اپنے کنسرٹ میں کسی دوسرے گلوکار کی آواز پر لپ سنگنگ کرتا ہو گا۔''

''تمہاری یہ اوقات کہاں سے آ گئی کہ عمیر کے کنسرٹ جا کر دیکھو اور اس پر ایسے ایسے لغو بہتان رکھو...... دُنیا اس

...ی دیوانی ہے اور تم جاہل اس کی آواز میں کیڑے نکال رہی ہو، تم کیا جانو کہ اس کی پرفارمنس کس غضب کی ...ہے اور اس کے کنسرٹ میں لوگوں کو اتنا ہجوم ہوتا ہے کہ وہاں تل دھرنے کی جگہ تک نہیں ہوتی۔''

''آپا! اگر میں کبھی عمیر کے کنسرٹ میں نہیں گئی تو آپ نے کون سی اس میں شرکت کی ہے جو ایسی افلاطونی باتیں ...رہی ہیں؟'' نازیہ نے حیرت اور غصے سے کہا۔

''...نہیں گئے تو کیا ہوا...... اللہ نے عقل تو دی ہے کہ کیا اچھا ہے اور کیا برا ہے؟ ٹی وی تو بابو جی سے چھپ چھپا ...دیکھ لیتے ہیں۔''

''آپ کچھ بھی کہیں مگر میری عقل یہ ہی کہتی ہے کہ عمیر بالکل تھرڈ ریٹ گلوکار ہے...... دوسرے گلوکاروں کے ...معروف گیت گا کر پاپولر ہونا بھلا کون سا مشکل کام ہے۔'' نازیہ نے جل کر کہا۔

''نازیہ نہ تم میں عقل ہے نہ شعور۔ نہ تمیز، نہ تہذیب، تمہاری سہیلیاں بھی تم جیسی باؤلیاں ہیں۔ تمہیں کیا پتا کہ ...اس چڑیا کا نام ہے؟ تمیز، تہذیب کس کو کہتے ہیں اور گلوکاری میں آج کل کون سے سنگر ان ہیں'' رابعہ نے اپنی ...چھوٹی بہن کی اچھی خاصی کھنچائی کر دی۔

''ہاں آپا! آپ بہت عقل مند ہیں...... مگر یہ بات یاد رکھیے گا کہ کبھی کوئی بے وقوف اپنے آپ کو بے وقوف نہیں ...مانتا۔'' یہ کہہ کر وہ اخبار کا گولا بنا کر اسے دیوار پر مار کر چلی گئی۔

رابعہ نے بھاگ کر اخبار اٹھایا اور عمیر کی تصویروں کو بے تابانہ چومنے لگی پھر اسے لپیٹ کر اپنے تکیے کے نیچے رکھ ...یا۔ نازیہ نے یہ سب باہر برآمدے سے دیکھا اور حیرت کے سمندر میں ڈوبتی چلی گئی۔

☆☆☆

ماہ نور نیچے کے پورشن میں کافی دیر سے بیٹھی ہوئی تھی۔ آج میری سالگرہ تھی، امی نے تمام چیزیں میری پسند کی ...بنائی تھیں۔ آلو بھرے پراٹھے، لسی، شملہ مرچ قیمہ، نرگسی کوفتے اور پلاؤ...... آپا بھی اپنی سسرال سے آئی ہوئی تھیں ...میں اپنی بہنوں میں چہکتا ہوا پھر رہا تھا۔ بہنوں کے گفٹس پیک کھول کھول کر دیکھ رہا تھا اور پھر میں نے اچانک ہی ماہ نور سے پوچھا ''تم نے مجھے کچھ نہیں دیا۔ بڑی کنجوس ہو تم......''

''مجھے تو یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ آج تمہاری سالگرہ ہے۔''

''چلو، جب پتا چل گیا تو ایمرجنسی میں کچھ نہ کچھ تو دے ہی دینا تھا۔'' میں اسے چھیڑ رہا تھا۔

''ارے بیٹا! اب ہر ایک کو یہ طور طریقے کہاں سے آتے ہیں......'' امی نے طنز سے ماہ نور کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ...انہیں اس کا بیٹھنا بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

''میرے پاس کوئی گفٹس تھوڑی رکھے ہوتے ہیں، جو ان میں سے نکال کر لے آتی'' ماہ نور روہانسی سی ہو گئی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ یہاں سے اٹھ کر فوراً اوپر چلی جائے مگر اس وقت اس کے پاؤں من بھر کے ہو گئے تھے۔ اس سے اٹھنا تو در کنار ہلا تک نہیں جا رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی نے اس کے پیروں میں میخیں ٹھونک دی ...ہیں۔

''واقعی، کچھ نہیں ہے تمہارے پاس؟'' میں اسے ستاتا ہوا بولا۔ تب پاس رکھے ہوئے گملے میں سے گلاب کا پھول توڑ کر بولی۔

''اس وقت تو پھول ہی قبول کرلو۔''

اور میں نے اس کے ہاتھ سے وہ پھول لے کر اپنی جیب میں رکھتے ہوئے آہستگی سے کہا ''آج مجھے اس کی بہت ضرورت تھی۔''

''سہانی کو دینا ہوگا ناں.....'' برملا اس کے لبوں سے نکلا۔

میں نے اسے حیرت سے دیکھا اور مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔ یہ ماہ نور تو کچھ کہنے سے پہلے ہی ہر بات جانتی تھی اور تھوڑی دیر بعد جب میں سہانی کو وہی پھول دے رہا تھا تو اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔

''ظفر، کیا تم مجھے اسی طرح ساری زندگی پھول دو گے؟''

''ہاں.....ہاں، کیوں نہیں؟'' میں گڑبڑا کر بولا۔

''تم بھی اسی اکیڈمی میں داخلہ لے لو ناں.....'' وہ ملتجی سے لہجے میں بولی۔

''میں کیسے لے سکتا ہوں داخلہ..... نہ میری آواز اچھی ہے اور نہ ہی مجھے گلوکاری کا شوق ہے'' میں کھسیائے ہوئے لہجے میں ہنس کر بولا۔

''مگر تمہیں اس کا شوق تو ہے ناں..... مجھے تو شوق بھی نہیں ہے۔''

''پھر تم ڈانسنگ کلاسز جوائن کرلو۔''

''پاگل تو نہیں ہوگئی تم.....؟'' بے اختیار میں نے کہا۔

''اس میں پاگل پنے کی کیا بات ہے، ڈانس کا شعبہ بھی فنونِ لطیفہ میں شامل ہے۔ بڑے بڑے فنکار اس فن کو باقاعدہ سیکھتے ہیں۔''

''سیکھتے ہوں گے..... مگر مجھے ناچنے سے کسی قسم کی کوئی دلچسپی نہیں ہے اور آئندہ اس بارے میں تم مجھ سے کہنا بھی نہیں۔''

''کیا تم میری خاطر بھی نہیں سیکھ سکتے؟'' وہ میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے معصومیت سے بولی۔

''تمہاری خاطر میں اکیڈمی کے باہر صبح سے شام تک تمہارے انتظار میں ٹہل سکتا ہوں، مگر سوری..... میں اس شعبے کو نہیں جوائن کرسکتا، جس میں مجھے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہ ہو۔''

''یہ تو محبت نہیں ہوئی'' وہ بڑبڑائی۔

''کیا کہہ رہی ہو تم؟'' میں اسے ہاتھ باندھے تھاما دیکھ کر پریشان ہو کر بولا۔ وہ زیر لب مسلسل بڑبڑائے جارہی تھی۔

''کچھ نہیں، کچھ بھی تو نہیں'' اور پھر وہ کھل کھلا کر ہنس دی اور میں اسے ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے اس کی باتوں کا مطلب مجھے ذرا بھی سمجھ میں نہ آیا ہو۔

وہ واقعی عجیب سی تھی، جس کا سمجھنا مشکل ترین کام تھا۔ پل میں تولہ اور پل میں ماشہ۔ ایک منٹ میں حیران کر دیتی اور دوسرے ہی پل پریشان کر دینے کی بھی قدرت رکھتی تھی۔

☆☆☆

عزیز خالو نوکروں کی کھنچائی کرنے میں پیش پیش رہتے تھے۔ اکثر صبح ہوتے ہی وہ برسنا شروع ہو جاتے تھے۔

[illegible] تمام نوکر کاموں میں جت جایا کرتے۔

شاداب ہاؤس میں خاصی چہل پہل اس لحاظ سے نظر آرہی تھی کہ گھر کے سارے ہی نوکر ایکٹو تھے۔ لان کی صفائی ستھرائی میں مالی لگا ہوا تھا..... اس کے ساتھ ایک ہیلپر بھی تھا۔ کار پورچ رگڑ رگڑ کر دھویا جا رہا تھا۔ باورچی خانے میں للّو کئی ڈشز بنانے میں مشغول تھا حالانکہ ابھی صبح کے آٹھ ہی بجے تھے۔

اس وقت عزیز خالو ڈرائنگ روم میں بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے اور شاداب خالہ اپنے نیل فائل کر رہی تھیں۔ سہانی کمرے میں داخل ہوئی تو غصے سے پاؤں پٹخ کر بولی۔

''آئندہ ایسا ہوا ناں..... پھر دیکھوں گی..... ہاں..... ممی! میری گاڑی کون لے کر گیا ہے، ہزار دفعہ منع کیا ہے، میری گاڑی کو کوئی ہاتھ نہ لگائے..... پھر بھی.....؟''

''اُفوہ، کیا ہوگیا ہے سہانی! کتنی جلدی غصہ آجاتا ہے تمہیں، ڈرائیور لے کر گیا ہے ابھی۔''

''کیوں لے کر گیا ہے؟'' اس نے نتھنے پھیلائے۔

''میری گاڑی سروس کے لئے گئی ہوئی ہے، ابھی آجاتا ہے..... اسٹور تک ہی تو گیا ہے وہ۔''

''مگر ممی! مجھے کالج جانے کے لئے دیر ہورہی ہے، میں پانچ منٹ بھی لیٹ ہو جاؤں تو..... ڈاکٹر نعیم مجھے اپنی کلاس میں نہیں آنے دیتے۔''

''آج بیٹا، اتنی لیٹ جارہی ہو..... تمہاری کلاس تو آٹھ بجے شروع ہو جاتی ہے'' عزیز خالو نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے اس سے کہا۔

''میری کلاس آج لیٹ تھی، ہمارے کالج میں تین دن سے ایک سیمینار چل رہا ہے..... ایسی ایسی بقراطی باتیں ہوتی ہیں کہ میں اس میں جاتی ہی نہیں'' سہانی نے برا سا منہ بناتے ہوئے باپ کو جواب دیا۔

''پتا نہیں، کہاں مر گیا یہ رشید! دو منٹ کا کام تھا، اتنی دیر ہوگئی ابھی تک آیا نہیں..... تم یوں کرو، اپنے سکندر بھائی کی گاڑی لے جاؤ۔''

''نو ماما! میں یہ بے عزتی برداشت نہیں کر سکتی۔ ماڈل دیکھا ہے آپ نے بھیا کی گاڑی کا..... اٹ از امپاسیبل!'' سہانی نے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

اس سے پہلے کہ شاداب خالہ اسے کچھ کہتیں..... ڈرائیور کے ہارن دینے پر وہ کلمہ صد شکر پڑھتی ہوئی ہاتھ ہلا کر کالج جانے کے لئے باہر نکل گئی۔

اس کے جانے کے بعد عزیز خالو بڑے متفکر سے لہجے میں شاداب خالہ سے بولے ''بیگم! آپ سہانی کے لباس پر کبھی غور نہیں کرتیں کیا.....؟''

''کیا غور کرنا چاہئے مجھے؟'' وہ لفظ چبا چبا کر تمسخر سے بولیں۔

''مخلوط کالجز میں پڑھنے والیاں اس قسم کے کپڑے تو نہیں پہنا کرتیں جیسی ہماری سہانی پہنتی ہے۔''

''عزیز! آپ گھر میں رہتے ہیں، آپ کو کیا پتا کہ آج کل لڑکیاں کیسے کیسے کپڑے پہنتی ہیں؟''

''اپنی بہو نادیہ کو دیکھو..... پڑھی لکھی لڑکی ہے، کیسے شائستہ انداز میں رہتی ہے۔ میں نے تو اسے کبھی بے ڈھنگے کپڑوں میں نہیں دیکھا۔''

''عجیب شخص ہیں آپ بھی، فیشن کے بارے میں آپ کو کچھ پتا نہیں ہے اور لگے ہیں باتیں بنانے اور مقابلہ کرنے، بھلا سہانی کا نادیہ سے کیا مقابلہ ہے؟'' وہ ناک چڑھا کر بولیں اور آنکھوں سے گویا چشمہ ماتھے پر ٹکا لیا۔

''کیوں، کیا نادیہ لڑکی نہیں ہے؟''

''وہ مڈل کلاس گھرانے کی ہے اور سہانی نے آنکھ کھول کر ہر چیز دیکھی ہے...... اس نے سسک سسک کر کوئی چیز حاصل نہیں کی ہے۔ جس کی طرف اس نے نظر بھر کر دیکھا، ہم نے اسے دلوا کر دی...... اور آپ چلے ہیں مقابلہ کرنے اس کا اپنی بہو کے ساتھ۔''

''اسکا مطلب یہ ہے کہ تم سہانی کو سمجھانا بھی نہیں چاہتیں؟'' وہ اپنے چشمے کے شیشے پر پھونکیں مارتے ہوئے بولے۔

''سمجھانے والی بات میں اسے ضرور سمجھاؤں گی مگر ہر معاملے میں کسی کے سر پر سوار ہونا مجھے پسند نہیں ہے۔''

''ٹھیک ہے بھئی، جو دل چاہے کرو...... مائیں ہی بیٹیوں کو تربیت دیا کرتی ہیں...... تم نہیں دینا چاہتیں تو مت دو۔'' وہ جھنجلاتے ہوئے ان کے سامنے ہی سے چپے گئے۔

ان کو جاتا دیکھ کر شاداب خالہ نخوت سے زیر لب بڑبڑاتی رہیں ''ہونہہ...... ہر معاملے میں ٹانگ اڑانے کی عادت جاتی نہیں ہے۔ ان کا تو یہ دل چاہتا ہے کہ مجھ سے بھی نوکروں کی طرح ڈیل کریں۔ میری بٹی جیسا جامہ زیب بھی بھلا کوئی دوسرا ہو سکتا ہے، ہر گز نہیں۔''

☆☆☆

''کبھی کوئی بہانہ، کبھی کوئی بہانہ مگر مطلب سب کا ایک ہے کہ میں اپنے میکے میں رہنے کے لئے نہ جاؤں'' نادیہ نے غصے میں منہ پھلا کر کہا۔

''نہیں یار! کوئی ایسی بات نہیں ہے، تم جب دل چاہے اپنے گھر جا کر رہ سکتی ہو۔'' کمپیوٹر پر کام کرتے ہوئے سکندر نے بیوی کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں، یہ بھی آپ کی سازشی باتیں ہیں۔ میرے بھائی کو باہر سے آئے آج پندرہ دن ہو گئے اور میں ایک دفعہ بھی رہنے کے لئے نہیں گئی۔ کیا سوچے گا میرا بھائی کہ دل بھر کے باتیں کرنے کے لئے میری بہن ایک مرتبہ بھی نہیں آئی۔'' نادیہ نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔

''یہی سوچے گا کہ بے چارہ بہنوئی اس کے بغیر نہیں رہ سکتا اس لئے اپنے ساتھ لاتا ہے اور اپنے ساتھ واپس لے جاتا ہے...... اور یہ سوچ کر اسے خوشی بھی ہوگی کہ میری بہن اپنی سسرال پر کیسی چھائی ہوئی ہے۔''

''اب یہ مکھن کسی اور کو لگائیں...... مجھے آج ہی جانا ہے اور ہفتے بھر رہوں گی، اپنے بھائی کے پاس...... وہاں جا کر ایک ٹیلی فون بھی نہیں کروں گی...... میں پورے ہفتے اپنے بھائی سے باتیں کروں گی اور خبردار...... ! جو آپ نے مجھے ایک بھی فون کیا ہو۔''

''ٹھیک ہے مگر ابھی تم نہیں جا سکتیں......'' شوخی بھرے لہجے میں انہوں نے ہونٹ دبا کر کہا۔

''کیوں نہیں جا سکتی؟ شادی کی ہے آپ سے...... میرے والدین نے مجھے فروخت تو نہیں کیا ہے جو مجھے میکے بھیجتے ہوئے آپ یوں دس دس بہانے بناتے ہیں'' اب نادیہ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔

''سچ کہتے ہیں لوگ، اپنے برابر کے لوگوں میں شادی ہونی چاہئے...... اگر بڑے لوگوں میں شادی ہو جائے تو وہ حق، ناحق دونوں طرح سے دبانے کی کوشش کرتے ہیں مگر اب تو ہم بھی کسی سے کم نہیں ہیں۔ میرا بھائی بھی بہت کما رہا ہے...... اب وہ بھی یہاں بزنس کرے گا۔''

''میری پوری بات سنی نہیں اور لگیں باتیں بنانے...... مانا کہ تم اپنے کالج کی اچھی ڈیبیٹر تھیں...... مگر بے چارے شوہر کی بھی کوئی بات رغبت سے سن لیا کرو......'' سکندر نے ہنس کر کمپیوٹر آف کرتے ہوئے نادیہ سے کہا۔

''کیا بات ہے...... کہیے!'' انداز بدستور رکھائی لئے ہوئے تھا۔

''پرسوں اتوار کی شام کو تمہارے بھائی عامر کے اعزاز میں ایک ڈنر رکھا جا رہا ہے...... دیگر مہمان بھی آئیں گے۔ تم اپنے میکے کے جن جن لوگوں کو بلانا چاہتی ہو...... بتا دو۔''

''ارے واقعی، آپ نے بتایا کیوں نہیں؟ یہ یقیناً آپ کا آئیڈیا ہوگا، ہے ناں؟'' وہ بے حد شوخی کے عالم میں بولی۔

''نہیں...... یہ ماما کا آئیڈیا ہے کہ عامر کے اعزاز میں ایک شاندار سا ڈنر دیا جائے'' سکندر نے اسے بتایا اور اس کی خوشی مزید بڑھ گئی۔ جلدی سے موبائل اٹھایا اور لگی اپنی ماں کو فون کرنے...... اور سکندر بستر پر لیٹا اس کے خوشی سے سرشار ہوتے چہرے کو دیکھ کر خوش ہوتا رہا۔

☆☆☆

کالج کینٹین میں سب سہیلیوں کے ساتھ سہانی آئس کریم کھانے کے ساتھ ساتھ طیبہ کی کسی ہوئی چوٹی کا مذاق اڑا رہی تھی۔ طیبہ کھسیا کر بات کسی دوسری جانب لے گئی تو سہانی سب کا بل ادا کرتے ہوئے پوچھنے لگی ''اب بتاؤ، کہاں چلنا ہے آج؟''

''بیوٹی پارلر چلنا ہے، اسکن بہت خراب ہو رہی ہے'' راحیلہ اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

''خوب یاد دلایا تم نے، پارلر تو مجھے بھی جانا ہے۔''

''تمہیں بھی فیشل لینا ہے کیا؟''

''نہیں یار!'' سہانی نے دھیمی سی مسکراہٹ لبوں پر سجا کر کہا۔

''تو پھر؟'' شمع نے اس کی مکھن ملائی جیسی اسکن کو دیکھتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

''ان بڑے بالوں نے بہت تنگ کر رکھا ہے... سوچ رہی ہوں انہیں کٹوا لوں......'' سہانی اپنے دراز بالوں کی چوٹی کو انگلی پر گھماتے ہوئے بولی۔

''کیا واقعی تم اتنے خوبصورت بالوں کو کٹوانا چاہتی ہو؟'' سہیلیاں یک زبان ہو کر باقاعدہ کورس میں بولیں۔

''ہاں یار! وحشت سی ہونے لگی ہے ان بالوں سے۔'' اور کچھ دیر بعد سہانی کے دراز بال قینچی سے کٹ کر نیچے گر رہے تھے۔ سب سہیلیاں تاسف سے یہ منظر دیکھ رہی تھیں اور سہانی کے چہرے پر ایک انجانی سی مسکراہٹ تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ خوبصورت ہیئر اسٹائل میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ گھوم رہی تھی اور بار بار ان سے پوچھ رہی تھی۔

''یہ نیا اسٹائل...... کیسا لگ رہا ہے؟''

''آفت...... قیامت......'' اس کے گروپ کی لڑکیاں اس کو سراہ رہی تھیں۔

تب وہ ہنس کر بولی'' دیکھا..... میرا فیصلہ کتنا صحیح تھا..... صحیح اور غلط کی پرکھ مجھ میں کتنی زیادہ ہے.....!'' اور جب سہانی اپنے گھر میں داخل ہوئی تو اس کی سب سے پہلے مڈبھیڑ اپنی بھابی سے ہوئی۔

''سہانی! تمہارے بال کہاں گئے؟'' نادیہ کے لبوں سے پہلا جملہ یہی نکلا تھا۔

''جہاں جانے تھے'' وہ مسکرا کر بولی۔

''کتنی لمبی چوٹی تھی تمہاری، دکھ نہیں ہوا تمہیں؟ حیرت ہے اتنے لمبے بال تم نے کیسے کٹوا لئے'' نادیہ بھابی کے لہجے میں تاسف کا رنگ نمایاں تھا۔

''بھابی جان! میرے بال تھے، وہ میں نے اپنی خوشی سے کٹوا لئے تو اس میں دکھ کی کون سی بات ہے؟''

''ایک اچھی چیز سے ہاتھ دھو بیٹھنا کوئی عقل مندی کی بات تو نہیں ہے۔ کم از کم تمہیں کسی سے مشورہ ہی کر لینا چاہئے تھا۔''

''اس کی ضرورت میں نے محسوس نہیں کی، اور مشورہ بھی ان سے کیا جاتا ہے جن کی باتوں پر عمل کرنے کو دل چاہے۔ یوں بھی میرے بال چھوٹے ہوں یا بڑے، یہ میرا معاملہ ہے، اس میں کسی کو کوئی دخل دینے کی ضرورت ہی نہیں۔''

''ٹھیک ہے..... تمہاری مرضی..... مگر میں تمہارے خوبصورت بالوں کی مثالیں دیا کرتی تھی'' نادیہ بھابی ابھی تک تاسف کے شکنجے سے باہر نہیں آئی تھیں۔

''لمبے بالوں سے مجھے کوفت ہوتی تھی..... رہی بات مثالیں دینے کی تو اپنی صفائی والی ماسی کے بال بھی خاصے لمبے ہیں..... جب آپ کا دل الٹی سیدھی ہانکنے کو چاہے تو آپ اسی کے بالوں کی مثالیں دے دیا کریں۔''

نادیہ بھابی تو اس کی بات سن کر برا سا منہ بنا کر اپنے کمرے کی جانب مڑ گئیں اور سہانی گنگناتے ہوئے اپنے کمرے میں داخل ہو گئی۔ آج اسے اپنا نیا ہیئر اسٹائل بہت اچھا لگ رہا تھا۔

☆☆☆

شاداب ہاؤس اندر، باہر دونوں جانب سے جگمگا رہا تھا۔ آج نادیہ بھابی کے بھائی کے اعزاز میں ایک ڈنر رکھا گیا تھا۔ ان کے میکے کے بھی بہت سے لوگ مدعو تھے۔

مہمانوں کے بیٹھنے کا تمام انتظام گھر کے وسیع و عریض لان میں ہوا تھا۔ عزیز خالو نے ہمارے گھرانے کو بھی مدعو کیا تھا، امی ابا نے صرف مجھے بھیج دیا تھا، باجی تو ویسے بھی چڑتی تھیں ہاں البتہ ماہ نور میرے ساتھ آ گئی تھی۔

سہانی آج شاکنگ پنک ٹراؤزر شرٹ میں گلاب کا پھول لگ رہی تھی۔ نادیہ کا بھائی عامر اس پر ایک گہری نظر ڈال کر اپنی والدہ کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گیا مگر سہانی بار بار عامر کو غور سے دیکھے جا رہی تھی۔ اس کا یہ انداز میری نظروں سے نہیں چھپ پایا۔

''کیا نادیہ بھابی کا بھائی تمہیں بہت پسند آ گیا ہے؟'' میں نے اس سے تمسخر بھرے لہجے میں پوچھا۔

''میں تو اس کی فردین خاں کے ساتھ مماثلت پر بہت حیران ہو رہی ہوں۔ کوئی شکل میں اتنا بھی ملتا ہوگا، جو بھابی کا یہ بھائی مل رہا ہے؟''

''کون فردین.....؟'' میں نے حیرت سے اس سے پوچھا۔

''ارے کیا تم واقعی نہیں جانتے.....؟'' سہانی نے حیرت سے کہا۔

''میں واقعی نہیں جانتا ہوں۔''

''میں انڈین فلمی ہیرو کی بات کر رہی ہوں۔ بہت زیادہ مماثلت ہے۔ حیرت ہے ظفر، تمہیں بالی وڈ کے اداکاروں کے بارے میں کچھ پتا نہیں، غور سے دیکھو۔''

''اچھا! مجھے تو ایسا نہیں لگا۔'' میں نے خفت بھرے لہجے میں کہا۔

''چلو آؤ، چل کر پوچھتے ہیں۔'' سہانی مجھے ساتھ لے کر عامر کے پاس پہنچی اور اس سے بے اختیار پوچھ بیٹھی۔

''آپ کی شکل فردین سے ملتی ہے ناں؟''

''جی نہیں، میں کسی سے نہیں ملتا، وہ مجھ سے ملتا ہوگا۔''

''مگر بات تو ایک ہی ہے'' سہانی ہنسی۔

''جب میری شکل میری اپنی ہے..... اور میں کسی سے نہیں ملتا تو بات کیسے ایک ہو گئی.....'' انتہائی شریر لہجے میں کہا گیا تو سہانی اس کی طرف دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔

میں دیکھ رہا تھا کہ سہانی کی پوری توجہ صرف اور صرف عامر کی جانب مبذول ہے۔ وہ اس سے بات بھی کر رہی ہے تو اس کی نظریں عامر کو ہی کھوج رہی ہیں۔

تمہاری بھابی تو اتنی اچھی نہیں ہیں۔ ان کا بھائی بھی ان سے ہی ملتا ہے۔'' میں نے اسے چیک کرنے کی خاطر کہا۔ ''ارے نہیں بھئی۔ عامر تو اپنی بہن سے سو فیصد مختلف لگ رہا ہے..... قد دیکھو، چھ فٹ سے بھی نکلتا ہوا ہے..... جب کہ نادیہ بھابی کا قد بھی خاصا چھوٹا ہے۔ چونکہ دبلی ہیں اس لئے بری نہیں لگتیں۔ عامر کی آنکھیں کتنی خوبصورت ہیں، کیسی مقناطیسی چمک ہے ان میں..... جو اس سے بات کرے تو اس کی جانب کھنچتا ہی چلا جائے۔ بھابی کی آنکھیں بڑی تو ضرور ہیں مگر بجھی بجھی سی ہیں، ان میں کشش نہیں ہے..... اور پھر سب سے بڑی بات عامر کا لہجہ کیسا خواب ناک سا ہے۔ بولتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ اس کو سنتے ہی چلے جاؤ۔'' سہانی ایک کیف کے عالم میں بول رہی تھی اور مجھے اس کی باتیں سن کر ایک دھچکا سا لگ رہا تھا۔

شاداب خالہ نے جب نادیہ بھابی سے غزل سنانے کو کہا تو انہوں نے اپنے بجائے عامر پر یہ ذمے داری ڈال دی کہ آج کی شب کوئی اچھی سی غزل سنائیں۔ عامر شروع میں کسی پروفیشنل کی طرح ٹالتا رہا..... مگر جب سکندر بھائی نے ہارمونیم سنبھالا تو عامر نے مائک سنبھال لیا۔

سہانی سحر زدہ سی اٹھ کر اس کے سامنے والے صوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔ عامر نے اپنی بہن کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے فاخرہ گل کی غزل شروع کی۔

خدا کرے کہ تیرے پھول رنگ چہرے پر
کبھی وہ عکس نہ اترے کہ ملال آ جائے
سماعتیں تیری وہ حرف نہ سنیں جس سے
تیری نظر کے جلو میں کوئی گھٹا آئے
خدا کرے کہ تیری چشم خوش میں ہر منظر
نئی بہاروں کا سندیس بن کے چھا جائے

تو مسکراتا رہے یونہی ہر گھڑی ہر پل
رخ روشن پہ کبھی بھی نہ اداسی آئے
خدا کرے کہ ستاروں بھرے افق کے تلے
سدا یوں چمکے کہ شمس و قمر بھی شرمائے
تیری جبیں پہ کوئی نقش نہ ایسا ابھرے
جو تیرے بڑھتے سفر میں کوئی کمی لائے

''ونس مور...... ونس مور......'' سب کو ہی عامر کی آواز بہت پسند آئی تھی اور سہانی تو ایسی سحر زدہ سی بیٹھی تھی، جیسے عامر نے یہ غزل اسی کے لئے گائی ہو۔

''آپ نے یہ غزل کس کے لئے گائی ہے؟'' سہانی نے اس کے پاس جا کر بے اختیار پوچھا۔

''ظاہر ہے، اپنی باجی نادیہ کے لئے۔ ایک ہی تو بہن ہے میری، بے حد لاڈلی، اور بے حد پیاری، میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں، کوئی شعر پڑھتا ہوں، کوئی غزل گاتا ہوں، تو چھم سے میری بہن میرے سامنے آ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔''

''ایک بات میں پوچھوں آپ سے......؟'' سہانی نے قدرے توقف سے کچھ ہچکچا کر کہا۔

''جی کہیے'' عامر کی اب ساری توجہ اسی کی جانب تھی۔

''آج کی اس محفل میں، آپ کو میں نظر نہیں آئی؟''

ایک دم وہ متحیر رہ گیا پھر بولا، وہ تو میں آپ کو دیکھ رہا ہوں......''

''میرا مطلب ہے...... کہ آئندہ آپ کی کسی غزل میں میرا گزر نہیں ہو سکتا کیا......؟''

''جی دیکھیں گے'' وہ اس کا مفہوم سمجھ کر مسکرا کر بولا اور دور بیٹھا ہوا میں، غصے سے بے تاب ہو گیا کہ پہلی پہلی ملاقات میں سہانی نے عامر کو کچھ زیادہ ہی لفٹ دے دی تھی۔

اب اسے یہ بات کون بتاتا کہ وہ اپنی پسندیدہ چیز کی تعریف کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتی تھی اور یہ تو فطرت کی بات تھی، عامر اسے پہلی نظر میں ہی دل و جان سے پسند آ گیا تھا نادیہ اور اس کی امی، سہانی کے یہ انداز دیکھ رہی تھیں اور دل ہی دل میں خوش بھی ہو رہی تھیں کہ اتنی حسین لڑکی عامر کی جانب از خود پیش قدمی کر رہی تھی۔

ماہ نور کو یہ سب اچھا نہیں لگا تھا۔ جب ہی وہ میرے پاس آ کر بولی ''ظفر! مجھے تو لگتا ہے کہ سہانی پاگل ہو گئی ہے۔ اچھے، برے کی پہچان ہی ختم ہو گئی ہے۔''

''پھر میں کیا کروں'' کلس کر میں نے کہا اور دور آسمان پر ستاروں کو دیکھنے لگا۔

☆☆☆

شہلا اپنی کہنی آنکھوں پر رکھے بہ ظاہر سو رہی تھی مگر نینداس کی آنکھوں سے کوسوں رہتی۔ کتنی ہی کوشش کرتی تھی کہ نیند کی دیوی اس پر مہربان ہو جائے مگر وہ تو اس سے روٹھ گئی تھی۔ برابر کے پلنگ پر اس کی چھوٹی بہن گہری نیند کے مزے لے رہی تھی۔ ایک ملکوتی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر تھی۔ تیسرے نمبر کی یہ بہن سب سے چھوٹی تھی۔ دفعتاً وہ بڑبڑائی ''کہہ دیا ناں...... ہرگز نہیں۔''

شہلا نے حیران ہو کر دیکھا۔ اسے سوتے میں بولنے کی عادت تو کبھی نہیں تھی۔

''پلیز سلمان! میری بات مان جاؤ ناں......'' وہ ملتجی لہجے میں پھر خوشامدیں کر رہی تھی۔

''ثریا اٹھو......'' شہلا نے بے تابانہ اسے جھنجوڑ کر جگا ڈالا۔

''کیا بات ہے آپی......!'' اس نے مندی مندی آنکھوں سے بہن کو حیرت سے پوچھا۔

''تم سوتے میں بڑبڑا رہی تھیں اس لئے جگا ڈالا۔''

''آپی! میں تو بے خبر سو رہی تھی اور خواب بھی بہت اچھا سا دیکھ رہی تھی، آپ نے خواہ مخواہ ہی جگا دیا۔''

''اسی لئے تو جگا دیا کہ بہت سے خوابوں کی تعبیر الٹی ہوتی ہے۔'' شہلا نے حسرت بھرے لہجے میں کہا تھا۔

''اللہ نہ کرے!'' وہ بے اختیار کہہ بیٹھی۔

''ثریا! کیا بات ہے، کیا تم اپنی آپی کو بھی نہیں بتاؤ گی؟'' شہلا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولی۔

''کوئی بات نہیں...... کچھ بھی تو نہیں'' وہ ہکلا کر بولی۔

''مجھ سے بھی چھپاؤ گی تم......؟'' شہلا دکھ سے بولی۔

''نہیں آپی! میرے پاس کوئی ایسی بات نہیں ہے جو میں آپ کو بتاؤں'' وہ تھوک نگلتے ہوئے بولی۔ اس کے کہے جملے اس کی آواز کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

''ٹھیک ہے، تم صحیح کہہ رہی ہو...... مگر سلمان کون ہے؟''

''آپ کو کس نے بتایا؟'' وہ اب گڑبڑا سی گئی تھی۔

''یہ تو مجھے اب تم خود بتاؤ گی کہ سلمان کون ہے؟'' شہلا کا لہجہ اب سخت ہو گیا تھا۔

''آپی! وہ میرے کوچنگ سینٹر میں پڑھاتے ہیں'' اس نے نظریں جھکا کر کہا۔

''تم پڑھنے ہی جاتی ہو یا عشق بگھارنے......؟'' اس نے چوٹ کی۔

''میں تو پڑھنے ہی جاتی تھی...... پہل تو انہوں نے ہی کی تھی۔''

''ٹھیک ہے، اب بات کہاں تک پہنچی ہے؟''

''وہ اپنی امی کو رشتے کے لئے گھر بھیجنا چاہتے ہیں۔''

''تو تم نے کیا کہا......؟''

''میں نے کیا کہنا تھا...... یہی کہا کہ ہرگز مت بھیجیں۔ ہمارے ابا کو فالج کا اٹیک ہوا ہے، امی کسی صورت ابھی رشتہ قبول نہیں کریں گی۔ ویسے بھی میں سب سے چھوٹی ہوں۔''

''تم نے کیوں منع کر دیا انہیں؟'' شہلا کو اس کی معصومیت پر پیار سا آنے لگا۔

''آپی! آپ کی منگنی بھی تو اسی وجہ سے ٹوٹ گئی...... تو پھر میں کیوں آنے کو کہتی؟''

''تمہارے ساتھ ایسا نہیں ہو گا۔'' شہلا نے گہری سانس لی۔

''کیوں...... آپی!''

''اس لئے کہ تمہارے کاندھوں پر گھر کا بوجھ نہیں ہے۔ اچھا ہے کہ تمہارے فرض سے بھی جلد فارغ ہو جائیں۔ تم سلمان سے کہو کہ وہ اپنی ماں کو بھیجے۔ اگر لڑکا اچھا ہوا تو اس بارے میں سوچیں گے۔''

''کیا واقعی آپی! مگر ابھی پچھلے ہفتے تو چھوٹی آپا کی منگنی ہوئی ہے ان حالات میں کیسے یہ سب ہو سکے گا؟''

''یہ باتیں تمہارے سوچنے کی نہیں ہیں۔ پہلے ہم دیکھ تو لیں کہ وہ لوگ کیسے ہیں؟''

چند دن بعد سلمان اپنی والدہ اور بہنوں کے ہمراہ آیا تو سب کو ہی اچھا لگا۔ شہلا کا خیال تھا کہ شادی کے لئے ایک سال کی مہلت لے لی جائے مگر امی کا ارادہ جھٹ پٹ شادی کرنے کا تھا اور وہ چاہتی تھیں کہ ایک ساتھ ہی دونوں بیٹیوں کو نمٹا دیا جائے۔

''امی! ایک سال بہت جلد گزر جائے گا...... اتنے میں تیاری بھی کر لیں گے اور یہ انٹر کا امتحان دے کر فارغ بھی ہو جائے گی۔'' شہلا نے ماں کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''امتحان کا کیا ہے، وہ شادی کے بعد بھی دے لے گی۔ سلمان جب دُنیا کو پڑھاتا پھرتا ہے تو کیا بیوی کو نہیں پڑھائے گا؟''

''مگر تیاری......؟'' شہلا نے کہا۔

''تیاری تو پوری ہے۔ تمہارا بنا ہوا جہیز رکھے رکھے خواہ مخواہ خراب ہو جائے گا۔ اچھا ہے تمہاری دونوں بہنوں کو دے دیں گے تو پیسے کی بھی بچت ہوگی اور جب تمہاری شادی ہوگی تو اس سے عمدہ ہر چیز بنوا کر دوں گی۔ یہ سامان تو ویسے بھی گھٹیا قسم کا ہے، یہ تم اپنی بہنوں کو دے دو، ہمارا ایک بڑا مسئلہ حل ہو جائے گا۔''

اور اس وقت شہلا کا سر گھوم کر رہ گیا۔ اس کی منگنی توڑتے ہوئے باپ کی بیماری اور گھر کے برے حالات پیش نظر تھے مگر اب بیماری کا تو کوئی تذکرہ ہی نہیں تھا۔ حالات بھی شاید ایک دم اچھے ہو گئے تھے اور اس کا جہیز جو بڑی بیٹی میں رکھتے وقت یہ کہا گیا تھا کہ یہ چیزیں تمہاری ہیں اور بعد میں تمہارے ہی کام آئیں گی...... اور چند مہینے کے بعد ہی اس سے یہ کہا جا رہا تھا کہ یہ گھٹیا چیزیں اپنی بہنوں کو دے دو، تمہارے لئے بعد میں اچھی چیزیں بنوا دیں گے۔

ماں کے اس انداز پر اس کا دل تڑپ سا گیا اور وہ تنہائی میں بیٹھ کر گھنٹوں روتی بھی رہی مگر جب دل کی بھڑاس نکل گئی تو اسے اپنی ماں کی پریشانیوں کا احساس پورے دکھ کے ساتھ ہوا۔

اس مہنگائی کے زمانے میں جب ایک مستقل آمدنی کا سلسلہ بھی ختم ہو جائے تو بیٹیاں بیاہنا کوئی آسان کام تھوڑی ہوتا ہے، وہ تو لڑکا شریف تھا جس نے پسند کرنے کے بعد شادی کے لئے کہا ورنہ تو ایسے اداروں میں بہت سے لڑکے صرف وقت پاس کرنے کے سوا کچھ نہیں کیا کرتے، بہن چھوٹی ضرور تھی مگر اتنی چھوٹی بھی نہیں تھی۔

''غیر لوگ ہیں، رشتہ کرنے کے بعد مکر سکتے ہیں، اس لئے جتنی جلدی شادی ہو جائے، اتنا ہی اچھا ہے۔''

''امی! آپ بالکل ٹھیک کہتی ہیں۔ آپ لڑکے والوں سے جتنی جلدی شادی کی تاریخ لے سکتی ہیں لے لیں...... تاکہ ہم اس کے فرض سے سبکدوش ہوں۔''

''یہی تو میں کہہ رہی تھی'' امی اس کو اپنا ہمنوا پا کر خوش ہو گئیں اور لگیں اسے دعائیں دینے۔ ''اللہ میری شہلا کے لئے بھی کوئی اچھا سا شہزادہ بھیج دے۔ ایسا نیک ہو جو اسے پھولوں کی طرح رکھے۔ میری شہلا زندگی میں ہر وہ سکھ پائے، جس کے لئے لڑکیاں آرزو کیا کرتی ہیں۔''

اور شہلا اپنے لبوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ سجا کر ان کے سامنے سے ہٹ گئی کہ اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔ اس کے من کا شہزادہ تو واپس جا چکا تھا...... بلکہ واپس بھیج دیا گیا تھا، وہ ایک سرد آہ بھر کے رہ گئی۔

☆☆☆

روٹھ جاتے ہو تو کچھ اور حسین لگتے ہو
ہم نے یہ سوچ کے ہی تم کو خفا رکھا ہے

سکندر نے دھیمے سُروں میں گنگناتے ہوئے نادیہ کو دیکھا۔

نادیہ نے آنکھوں کے اشارے سے منع کیا...... کہ ممی کی موجودگی میں سکندر کا یہ التفات اسے شرمندہ سا کر دیا کرتا تھا حالانکہ ممی نے بھی اسے کچھ نہیں کہا تھا مگر ان کے لبوں پر پھیلنے والی ایک استہزائیہ سی مسکراہٹ اس کا دل جلا سا دیتی تھی۔

''سنو نادیہ......!''

اپنی چاہت کے لئے تجھ سے محبت کی ہے
اپنی چاہت کے سوا، اپنی تمنا کیا ہے

سکندر نے پھولوں سے بھری ٹرے اس کی جانب بڑھاتے ہوئے پھر گنگناہٹ شروع کر دی۔

اور وہ سرزنش کرتی نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ ان دونوں کی لو میرج ہوئی تھی۔ نادیہ ایک سمجھدار لڑکی تھی۔ اس نے اپنے اچھے اخلاق کی بدولت سب کو اپنا ہمنوا بنا لیا تھا۔

نادیہ کے مزاج میں ایک متانت سی تھی۔ لڑکی ہونے باوجود الھڑ ادائیں دکھانے کی وہ قائل نہ تھی۔

''آؤ!...... کمرے میں چل کر باتیں کرتے ہیں۔'' سکندر نے نظروں ہی نظروں میں کہا۔

''اس وقت ہرگز نہیں......'' اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں جواب دے دیا۔

شاداب ہاؤس میں شام کے وقت لان میں بیٹھنا سب کو ہی اچھا لگتا تھا۔ اس وقت شام کی چائے وہیں پی جا رہی تھی اور سکندر اپنی بیگم کو کسی بات پر مسلسل ستا رہا تھا۔ جس کے جواب میں وہ آلو بخارا کھا کر گٹھلی سکندر کے مار رہی تھی۔

اچانک ہی عزیز خالو نے اپنی کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا ''ارے...... چھ بج گئے...... آج اتنی دیر ہو گئی، سہانی ابھی تک اپنے کالج سے نہیں آئی؟''

شاداب خالہ، جو اپنے نیل فائل کر رہی تھیں، تیکھی چتون سے شوہر کو دیکھتے ہوئے انتہائی بے پروائی سے بولیں ''وہ مجھے بتا کر گئی ہے، آج اس کی ڈانس کی کلاس دیر تک ہوگی۔''

''تم سمجھاتی نہیں ہو اسے کہ کیوں وقت ضائع کرتی ہے وہ؟'' ان کا لہجہ ملال بھرا تھا۔

''حد کرتے ہیں آپ بھی، اس عمر میں سب کو ایسے ہی شوق ہوتے ہیں۔'' خالہ نے تنک کر عزیز خالو کو ایسی نظروں سے دیکھا، جیسے کہہ رہی ہوں کہ ذرا سی بات کا بتنگڑ مت بنایا کرو۔

''مگر...... وہ میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہے، اسے اپنی اسٹڈیز کی طرف توجہ دینا چاہئے۔ گلوکاری کا شوق، ڈانس کا شوق...... اس کے شعبے کے لحاظ سے تو قطعی نامناسب ہے...... آپ منع کریں گی تو وہ رکے گی۔ آپ اسے کچھ کہیں گی ہی نہیں تو اسے تو ڈھیل ملے گی ہی ناں......'' سکندر نے ماں کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''افوہ...... آپ بھی کیا بات لے کر بیٹھ گئے۔ ہماری سہانی پاس ہوتی ہے۔ اگر ساتھ ساتھ وہ اپنے شوق بھی پورے کرلیتی ہے تو کیا مضائقہ ہے؟'' ساس کی تنی ہوئی بھویں دیکھ کر نادیہ کو میدان میں اترنا ہی پڑا۔

''ہونہہ...... دیکھ رکھے ہیں میں نے اس کے گریڈ، خاک پاس ہوتی ہے وہ'' سکندر کا غصہ کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

''بیگم، یہ آپ کی ڈھیل ہے۔ بہت سر چڑھا رکھا ہے آپ نے۔ بیٹی کی جانب سے اس طرح آنکھیں مت بند کریں کہ بعد میں پچھتانا پڑے۔ کتنی بار کہہ چکا ہوں کہ سہانی پر روک ٹوک رکھیں...... مگر آپ کو تو کوئی فکر ہی نہیں ہے'' عزیز خالو، بیٹے بہو کے سامنے خالہ کو بری طرح ڈانٹ رہے تھے اور ان کے چہرے کے زاویے بد سے بدتر ہوتے جا رہے تھے۔

اس سے قبل کہ خالہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیتیں، سہانی کی گاڑی پورچ میں آکر رک گئی۔

''اب بس بھی کریں، وہ آگئی ہے......'' نادیہ بھابی نے شوہر کو سناتے ہوئے سب سے ہی کہہ دیا۔

سہانی، جینز اور کرتے میں ملبوس تھکی تھکائی، پرس شولڈر پر لٹکائے وہیں ان کے پاس آگئی اور جھولے کی سیٹ میں بیٹھ کر ٹانگیں ہلاتے ہوئے بولی ''اف...... آج میں بہت تھک گئی۔''

''تم کیا آج کالج نہیں گئیں سہانی؟'' پاپا کا لہجہ خفگی بھرا تھا۔

''چھٹیاں ہیں آج کل میری......'' وہ میز سے آڑو اٹھا کر کھاتے ہوئے بولی۔

''کیا...... آج کل میڈیکل کالج بند ہیں؟''

''کالج بند نہیں ہیں پاپا...... میں ایک ہفتے سے چھٹی پر ہوں'' سہانی نے مسکرا کر بتایا۔

''وہ کس خوشی میں، ہمیں بھی تو معلوم ہو؟'' سکندر جز بز ہوتا ہوا بولا۔

''یوں ہی......'' سہانی کا لہجہ بے پروائی لئے ہوئے تھا۔

''بس کل آخری چھٹی ہے اس کی، ایک ہفتہ پل بھر میں گزر گیا۔'' نادیہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ بھائی اپنی چھوٹی بہن کو ڈانٹ کر ماحول کو ناخوشگوار بنا دے۔

''سہانی بیٹا! تم میڈیکل کے سیکنڈ ایئر میں ہو، اپنی پڑھائی کی جانب اب سنجیدگی سے توجہ دو۔'' عزیز خالو نے محبت بھرے لہجے میں بیٹی کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''جی پاپا!'' سہانی نے رضامندی سے سر ہلاتے ہوئے میز پر رکھا ہوا برگر اٹھالیا۔

''دیکھو سکندر! آج ہماری گڑیا نے ہم سے پکا والا وعدہ کیا ہے کہ اب وہ اپنی پڑھائی کی جانب سنجیدگی سے توجہ دے گی۔'' عزیز خالو اب اپنے بیٹے سکندر سے سرشار سے لہجے میں کہہ رہے تھے اور شاداب خالہ یوں مسکرا رہی تھیں جیسے انہیں معلوم ہو کہ ان کی بیٹی واقعی ایسی ہی فرمانبردار ہے۔

مگر اس وعدے کا پول ایک ہفتے بعد ہی کھل گیا، جب گھر کے سب لوگ ایک ساتھ رات کا کھانا کھا رہے تھے اور

ہانی حسب عادت ڈائننگ روم سے غائب تھی۔

''کسی کو بھیجا...... سہانی کو بلوانے کے لئے؟'' عزیز خالو نے خالہ کو تندہی سے کھانے میں مصروف دیکھ کر کہا۔

''ہاں! دو دفعہ کریمن جا چکی ہے، اسے بلوانے کے لئے۔''

''پاپا! میں بلا کر لاتی ہوں'' نادیہ اپنا نوالہ چھوڑ کر جانے کے لئے اٹھی تھی۔

''نہیں بیٹا! تم کھانا کھاؤ...... وہ آجائے گی'' اسے منع کرتے ہوئے وہ بولے۔

''پاپا! وہ بھی ہمارے ساتھ کھانا کہاں کھاتی ہے؟'' سکندر نے بے پروائی سے پوچھا۔

''ہاں، شاید اسی لئے تم لوگ اس کی غیر موجودگی کے عادی بھی ہوتے جا رہے ہو'' عزیز خالو کے لہجے میں تلخی سی گھل گئی۔

''پاپا! میڈیکل کی پڑھائی...... کوئی آسان تھوڑا ہوتی ہے، ظاہر ہے وہ پڑھ رہی ہوگی اپنے کمرے میں۔ جب اسے بھوک لگے گی، کھا لے گی۔''

''آج بھی وہ کالج سے خاصی دیر سے آئی تھی۔'' بھاوج تو اس کی طرف داری کرنے کی عادی تھی، فوراً ہی بولی۔

''ارے ہاں! کالج کے ذکر پر خوب یاد آیا۔ آج دوپہر کسی عینا کا فون آیا تھا...... وہ کہہ رہی تھی، سہانی کو بتا دیں، اس کی دو سبجیکٹ میں سپلی آئی ہے......'' سکندر نے تمسخر سے بتاتے ہوئے کہا۔ تب شاداب خالہ بیٹے کی بات سن کر کھل کھلا کر ہنس دیں اور بہو کو مخاطب کرتے ہوئے بولیں۔

''سن رہی ہو نادیہ! وہ عینا اول نمبر کی جھوٹی، جس نے فرسٹ اپریل کو فون کر کے کہا تھا کہ سہانی کو چوٹ لگی ہے...... ہاتھ میں فریکچر ہوگیا ہے، تب ہم سب کتنا گھبرا گئے تھے اور یہ سب اس کا مذاق تھا۔''

تب نادیہ بھی ممی کو دیکھ کر ہنس پڑی اور مسکراتے لبوں سے بولی۔ ''اس طرح کی باتیں کرنا تو عینا کی عادت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی سہانی کے بہت اچھے مارکس ہوں گے۔''

''اگر ایسا ہی ہے تو یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔'' عزیز خالو بھی خوش ہوگئے۔

''میری بیٹی ہے ہی بہت قابل!'' شاداب خالہ کو اب فخریہ باتیں کرنے کا اچھا موقع مل گیا تھا ''جب وہ چھوٹی سی تھی تو قلم پسند کرتی تھی، کتابیں اسے اچھی لگتی تھیں۔ کبھی گڑیا سے نہیں کھیلی...... لکھنے پڑھنے کی چیزیں ہی اسے متاثر کرتی تھیں۔''

جب سہانی کھانے کے کمرے میں داخل ہوئی، اس وقت سب لوگ ہی اس کی قابلیت کے بارے میں باتیں کر رہے تھے اور ممی کا فخریہ انداز ان کے چہرے سے نمایاں تھا۔

سہانی نے کھانے کی میز پر رکھی ہوئی ڈشز کھول کر دیکھ کر برا سا منہ بناتے ہوئے کہا ''اف...... آج بھی خانساماں نے ساری کی ساری بدمزہ سی ڈشز ہی تیار کی ہیں۔''

تب نادیہ بھابی ایک ڈش اس کے سامنے رکھتے ہوئے بولیں۔ ''یہ چکن جل فریزی تو تمہاری فیورٹ ہے، لو ذرا ٹیسٹ کرو اسے۔''

تب سہانی ایک ہاتھ سے ڈش پیچھے کرتے ہوئے نخوت بھرے لہجے میں بولی ''مجھے تو لگتا ہے یہ کسی ایرلائن میں کام کر چکا ہے، کچھ بھی پکالے، ایک ہی ذائقہ، ایک ہی خوشبو اور شاید ایک ہی ریسپی ہوگی۔''

تب سکندر بھائی محبت بھرے لہجے میں بولے ''کیا کھانا چاہتی ہو؟ میں ابھی باہر سے منگوالیتا ہوں۔''

''ہاں بھئی، آج تو ان کی ہر بات مانی جائے گی، ان کا رزلٹ جو نکلا ہے۔'' پاپا نے بھی سکندر کو دیکھ کر مسکرا کر کہا۔

''تب سہانی جھنجلا کر بولی، افوہ...... بھلا کھانے کا رزلٹ سے کیا تعلق ہے۔ آپ لوگوں کی باتیں تو اس قدر افلاطونی ہوتی ہیں کہ میری سمجھ میں ہی نہیں آتی ہیں۔''

''بھئی! تم پاس ہوئی ہو اور پاس ہونے پر ٹریٹ بھی دی جاتی ہے۔ تحفے بھی دیے جاتے ہیں۔ تم نے تو بتایا نہیں مگر ہمیں تو معلوم ہوگیا ناں..... اب بتاؤ کہ کیا کھانا چاہتی ہو......؟ گھر میں کھاؤ گی یا باہر جا کر کھاؤ گی......؟'' سکندر بھائی نے لاڈ بھرے لہجے میں بہن سے کہا۔

''میں نے کہاں امتحان دیا تھا...... تیاری ہی نہیں تھی میری...... بس اوندھے سیدھے سے دو پیپر دیے تھے۔ ان میں بھی شاید مشکل سے ہی پاس ہوں......'' سہانی سادہ لہجے میں بولی۔

اور سب کے چہرے اتر سے گئے۔

''اچھا......! یہ بات ہے...... فیل ہونے کے غم میں اپنے کمرے میں چھپی بیٹھی تھیں'' سکندر کو اس کی بات سن کر غصہ ہی آگیا۔

''میں نے تو اپنا رزلٹ معلوم ہی نہیں کیا...... اور جب امتحان ہی نہیں دیا تو فیل پاس کا ذکر کہاں سے آگیا؟'' سہانی کباب اٹھا کر کھاتے ہوئے بولی اور عزیز خالو بغیر کچھ کہے اپنے کمرے میں چلے گئے۔

☆☆☆

ایک، دو...... تین، چار...... نہ جانے کتنی بار میں سہانی کو فون کر چکا تھا مگر وہ میرا نمبر دیکھ کر ہی کاٹ رہی تھی۔

''کہیں اس کی طبیعت تو خراب نہیں......'' میں اس صورت حال سے صرف یہی نتیجہ اخذ کر پایا تھا اور اپنی بائیک پر جلد ہی شاداب ہاؤس پہنچ گیا۔ گھر میں قدم رکھا تو پہلی مڈبھیڑ عزیز خالو سے ہوئی۔

''کہاں ہوتے ہو......؟ بہت دنوں بعد نظر آتے ہو؟'' عزیز خالو بڑی محبت سے احوال پوچھ رہے تھے۔

''اپنے کالج کے امتحانوں میں مصروف ہوں، فائنل سمسٹر چل رہا ہے'' میں نے کہا۔

''آپا کو بھی لے آتے تم اپنے ساتھ۔ وہ تو گھر سے نکلتی ہی نہیں ہیں۔''

''امی بھی آئیں گی...... اس وقت میں سہانی کو نوٹس دینے آیا ہوں۔'' اس سے بہتر بہانہ میرے پاس ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

''وہ تو شاید مووی دیکھ رہی تھی ابھی...... امتحانی سیزن میں بھی اس لڑکی کو پڑھنے کا ذرا شوق نہیں ہے۔ ادھر گھوم لے گی، ادھر گھوم لے گی...... مگر جس طرف توجہ دینی چاہئے، اس طرف نہیں دے گی'' عزیز خالو بکتے جھکتے چلے گئے۔

ابھی ہال نما کمرے میں کھڑا ہی تھا کہ شاداب خالہ بالوں میں رولر لگائے آتی نظر آئیں۔

''ظفر تم......؟'' وہ مجھے حیرت سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

''سہانی کے پاس آیا تھا...... اس نے اردو کے نوٹس، آسان اردو میں کرنے کو کہا تھا آج میرے پاس ٹائم تھا...... سوچا لگے ہاتھوں یہ کام نمٹا دوں...... دو ویک کے بعد تو اس کا نیا سمسٹر شروع ہو جائے گا۔''

''تم بیٹھو...... میں شمیم سے کہتی ہوں کہ اسے بلا کر لائے'' شاداب خالہ اپنی ملازمہ کو آواز دیتے ہوئے بولیں۔

ملازمہ سہانی کو بلانے گئی تو منہ لٹکائے چلی آئی ''بی بی جی اس وقت اپنی پسند کی مووی دیکھ رہی ہیں۔''

''ارے جا کر کہو ظفر آئے ہیں۔ تمہارے نوٹس کے سلسلے میں'' خالہ نے اسے پھر الٹے قدموں دوڑا دیا۔ اور پھر ملازمہ جب آئی تو اس کا اپنا منہ بھی بنا ہوا تھا ''بی بی جی مجھے گالیاں کڈ دے نے...... کوئی وی آیا ہو...... دفع کرو...... ٹل نئیں آ سکدی۔''

مارے غصے اور بے عزتی کے میرا چہرہ سرخ ہوگیا۔

''سہانی ایسی ہی موڈی ہے'' خالہ کا لہجہ ہنوز بشاشت بھرا تھا جیسے کوئی انہونی بات ہی نہ ہو۔ یہ اس کا وطیرہ ہی نہ ہو۔

مگر اب مجھ سے کھڑا تک نہیں ہوا جا رہا تھا۔ ''اچھا خالہ! میں چلتا ہوں'' کہہ کر میں رکا نہیں۔ اپنی بائیک جس اسپیڈ پر میں چلا رہا تھا، شاید اتنی تیز کبھی نہیں چلائی تھی۔ گاڑیاں اوورٹیک کرتا ہوا سگنلز توڑتا ہوا جب میں گھر پہنچا تو پسینہ بارش کی طرح میرے مساموں سے بہہ رہا تھا۔

''خیر تو ہے، کہاں سے آ رہا ہے تو اس وقت؟'' امی نے میری سرخ ہوتی ہوئی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''جم گیا تھا...... شاور لے کر ذرا لیٹوں گا...... کوئی دوست یا فون آئے تو کہہ دیجئے گا نہیں ہوں گھر پر۔''

بستر پر لیٹا تو نیند غائب تھی اور بار بار ملازمہ کے جملے میرے سر پر ہتھوڑے برسا رہے تھے۔ میں اپنا موبائل آف کرنا شاید بھول گیا تھا۔ اس کی ہلچل کو محسوس کر کے میں نے دیکھا تو ننھی سی اسکرین پر سہانی کا نمبر جگمگا رہا تھا۔ دل چاہا کہ میں بھی اسی کی روش اپناؤں اور بٹن آف کر دوں مگر اس کا نمبر دیکھ کر، پل بھر میں اپنا تمام غصہ بھول گیا اور اپنا موبائل کان سے لگا کر بڑی محبت سے پوچھا ''ہاں سہانی، کیوں یاد کیا مجھے؟''

''ظفر! تم شام کو میرے ساتھ چل سکتے ہو؟'' وہ خوشامدی لہجے میں بولی۔

''کہاں بھئی؟'' بے اختیار میں ہنس بھی دیا۔ اس کے لہجے کی نرمی نے مجھے آسودہ کر دیا تھا۔

''عامر نے اپنا آفس المشرق سینٹر میں کھولا ہوا ہے۔ اس سینٹر کے بھول بھلیوں والے آفیسز مجھے کبھی سمجھ میں نہیں آئے۔ مجھے تم اپنے ساتھ لے کر وہاں جا سکتے ہو؟''

''مگر کیوں بھئی؟ میرا عامر سے کیا واسطہ...... میں کیوں اس کے آفس جاؤں گا؟''

''تمہارا نہ سہی...... میرا تو ہے ناں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ اس نے اپنا آفس کیسا سیٹ کیا ہے؟ سنا ہے کافی بڑا سا ہے اور اس نے کچھ renovate بھی کروایا ہے اور انٹیریئر ڈیکوریٹر سے سیٹ کروایا ہے۔''

''مجھے ان سب باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں سہانی!'' میرا لہجہ یکدم اکھڑ سا ہوگیا۔

''مگر مجھے تو ہے ناں......'' وہ سرشار سے لہجے میں بولی۔

''کیا میں یہ پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ یہ ایکا ایکی تمہیں عامر سے کیوں دلچسپی ہوگئی ہے؟''

''اسے دیکھ کر مجھے یوں لگا کہ شاید مجھے اسی کی تلاش تھی...... اور جب وہ مجھے نظر آ گیا ہے تو روزانہ ہی اسے دیکھنے کو دل چاہے گا ناں'' وہ کسی معصوم بچی کی طرح بول رہی تھی جیسے اپنے من پسند کھلونے کا ذکر کر رہی ہو۔

''عامر سے پہلے میں تمہیں پسند آ گیا تھا'' میں نے غصے میں کہا۔

''تم تو مجھے ابھی بھی پسند ہو۔'' لہجہ ہنوز معصومیت بھرا تھا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا۔ ایک وقت میں کئی کئی لڑکے پسند کرتی ہو تم......'' میں شاید دہاڑنے کے انداز میں بولا تھا۔

''ظفر، تم تو میرے دوست ہو اور دوست تو زندگی میں ہمیشہ ساتھ دیتے ہیں۔''

''لڑکوں سے دوستی کا مطلب صرف ایک ہی ہوتا ہے'' اس سے بات کرتے ہوئے مجھے امی کی باتیں یاد آ رہی تھیں۔

''ظفر! ایسی باتیں وہ کرتے ہیں جو چھوٹی ذہنیت اور کم دماغ کے ہوتے ہیں، تم سے میں یہ امید نہیں کر سکتی۔''

''پھر تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟'' میں شکست خوردہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''تم عامر سے میری دوستی کروا دو۔ وہ مجھے بہت اچھا لگا ہے۔''

''عامر نہ میرا دوست ہے نہ عزیز...... میں نے پہلی مرتبہ اسے تمہارے ہاں دیکھا ہے۔ میری کیا بساط کہ میں اس سے کچھ کہہ سکوں۔''

''تم میری اتنی معاونت تو کر سکتے ہو کہ اس سے جا کر کہہ دو کہ میں اس کے آفس میں کام کرنا چاہتی ہوں۔''

''تمہیں کیا ضرورت پڑی ہے عامر کے آفس میں کام کرنے کی، مجھے اس کی باتیں سن کر ہی غصہ سا آ گیا۔

''تو پھر میری اس کے ساتھ دوستی کیسے ہوگی؟'' وہ انتہائی سادگی سے کہہ رہی تھی اور مجھے اس کی یہ بے وقوفی بھری باتیں سن کر غصے کے باوجود ہنسی آ گئی۔

''دوستی کرنے کے لئے یہ بے وقوفی کے اطوار اپنانے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''تو پھر کیا میری اور عامر کی دوستی ایسے ہی ہو جائے گی؟''

''ہاں۔'' یہ کہتے ہوئے کوئی چیز چھن سے میرے سینے میں ٹوٹ سی گئی اور میں نے اپنا موبائل آف کر دیا۔

شام کو ماہ نور نیچے آئی تو میرا چہرہ دیکھ کر بولی'' کیا بات ہے، کہیں سہانی سے لڑائی تو نہیں ہو گئی تمہاری؟''

''نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔'' میں زبردستی مسکرایا۔

''تو پھر چہرے پر خزاؤں نے کیوں ڈیرا ڈال لیا ہے؟''

''تم کیا چیز ہو آخر...... چہرے پڑھنے کا علم کہاں سے سیکھا ہے تم نے؟'' میں جھنجلائے ہوئے لہجے میں بے اختیار کہہ اٹھا۔

''سہانی کی کسی بات پر غصہ آیا ہے ناں؟'' وہ نیچی نظریں کئے یوں آہستگی سے پوچھ رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو، آج گرمی زیادہ ہے ناں؟

''ہاں......'' میں نے جیسے اقرار کر لیا۔

''اس کی بات کا کیا برا ماننا، وہ ہے ہی ایسی، کبھی کچھ اور کبھی کچھ۔''

''یہ ایسی بات ہے جو میرا دل نہ دکھائے۔''

''کیا اس نے تمہارا دل دکھایا ہے؟'' میرے برابر رکھی ہوئی ٹیبل کو صاف کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''ہوں......'' میں ٹی وی کے چینلز چیک کرتے ہوئے بولا۔

''کیا اسے اب عامر اچھا لگنے لگا ہے؟''

''تمہیں کیسے پتا چلا؟'' میں حق دق سا اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

''حالت نہیں دیکھی تھی تم نے اس شب کو، کیسی چکور کی طرح عامر کے گرد چکر کاٹ رہی تھی۔ مجھے کیا، سب کو ہی یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ سہانی کو عامر کچھ زیادہ ہی پسند آ گیا ہے۔ بھابی کی اماں تو اپنی بیٹی کے ٹھوکا تک مار کر ہنس رہی تھیں کہ ذرا اپنی نند کو دیکھو، میرے بیٹے کو دیکھ کر کیسی اتاؤلی سی ہو رہی ہے۔''

''وہ اپنی پسند، ناپسند چھپانے کی قائل نہیں ہے۔ اسے جو جیسا لگتا ہے، اس کا اظہار ایمان داری سے کر دیتی ہے۔''

''یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہے۔''

''اچھی ہو یا بری...... مگر وہ ہے ہی عجیب لڑکی۔'' میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''تم فکر مت کرو، ہفتہ دس دن بعد...... وہ تمہاری جانب پلٹ آئے گی اور عامر کو مڑ کر بھی نہیں دیکھے گی۔''

''اب ایسا کبھی نہیں ہوگا ماہ نور......!''

''وہ کیوں بھلا؟''

''وہ مجھے صرف دوست سمجھتی ہے...... ایسا دوست جس سے وہ اپنی ہر بات شیئر کرنا بھی پسند کرتی ہے۔ پہلے بھی میں اس کا دوست ہی تھا اور اب بھی ہوں...... غلط فہمی شاید میری ہی تھی کہ میں اس کے التفات کو نیا رنگ دے بیٹھا تھا۔''

''اس میں تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے۔ تمہاری جگہ کوئی بھی ہوتا، وہ یہی سمجھتا۔'' ماہ نور مجھے ہمدردی سے دیکھتے ہوئے میرے زخموں پر پھائے بھی رکھ رہی تھی۔

''ساری غلطی میری ہے......'' میں نے ٹھنڈی سانس بھری۔

''نہیں...... اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں...... سہانی ہی بدنصیب ہے تو اس میں کسی کا کیا دوش؟''

''کیا مطلب......؟'' میں نے چونک کر ماہ نور کو دیکھا۔

''یہی کہ تمہیں چھوڑ کر اس نے اپنا نقصان کیا ہے۔''

''نہیں، عامر شاید...... مجھ سے زیادہ اچھا ہے۔ مالی لحاظ سے بھی مجھ سے زیادہ مستحکم ہے...... اور......''

''محبت میں یہ باتیں کہاں دیکھی جاتی ہیں'' اس نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''پھر ایسی باتیں کہاں دیکھی جاتی ہیں؟'' اب میں ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

''جہاں محبت کے نام پر وقت گزاری ہو...... اور ایسا ہی سب کچھ سہانی کر رہی ہے۔''

''پتا نہیں، وہ کیا کر رہی ہے...... مگر جو بھی کر رہی ہے، صحیح نہیں کر رہی۔'' میں نے دکھ بھرے لہجے میں کہا اور پھر رکا نہیں، سیدھا اپنے کمرے میں آ گیا۔

اب کسی سے بھی بات کرنا مجھے ذرا بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

☆☆☆

بارش بے موسم ہی ہو گئی تھی اور اتنی زیادہ ہو گئی تھی کہ ممی بھی پریشان ہو گئیں۔ آج انہیں فیشل کے لئے پارلر جانا تھا مگر اس برستی بارش نے ان کا موڈ خاصا آف کر دیا تھا۔ نادیہ بھابی ننٹنگ کرتے ہوئے ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔ سہانی

باہر سے اندر داخل ہوئی تو صوفے پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئی۔

''کالج کے بعد کہاں چلی گئی تھیں... جو آج اتنی دیر سے آئی ہو......؟'' ممی نے اس کے بوچھار میں بھیگے کپڑے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''بتایا تو تھا کل آپ کو، آپ بھی بھول جاتی ہیں۔تصویروں کی نمائش میں گئی تھی۔ وہاں ایسی ایسی تصویریں تھیں کہ خدا کی پناہ۔میری تو سمجھ میں ہی نہیں آئیں۔''

''مصوری سے تمہیں دلچسپی ہی نہیں تو پھر دیکھنے کیوں چلی گئیں؟'' نادیہ بھابی نے سلائیاں چلاتے ہوئے پوچھا۔

''میرا تو جانے کا بالکل بھی موڈ نہیں تھا۔بس ظفر کی وجہ سے چلی گئی، کچھ دنوں سے اس کا منہ پھولا پھولا سا تھا......'' وہ ہنس کر بولی۔

''وہ کیوں ناراض تھا تم سے؟'' نادیہ نے بہ ظاہر سادگی سے پوچھا تھا مگر ان کے دل میں کھد بد لگی ہوئی تھی کہ ظفر کا اس سے ایسا کیا تعلق ہے جو وہ اس سے ناراض ہو گیا تھا۔

''پاگل ہے نا وہ......ایک دن نوٹس لے کر گھر آیا تھا وہ... اور میں نے ملنے سے انکار کر دیا تھا کہ میں مووی دیکھ رہی ہوں اور وہ منہ بنا کر چلا گیا تھا۔یہی بات دل میں رکھ لی ہوگی اس نے'' ممی نے آنکھوں پر چشمہ چڑھا کر اخبار پڑھتے ہوئے کہا۔

''ظفر تو آپ لوگوں کا رشتے دار ہے ناں؟'' نادیہ کی تفتیش اچھی خاصی جاری تھی۔

''ہاں، ہمارے غریب سے رشتے دار ہیں۔بس ان کو منہ زیادہ لگا لیتے ہیں تو اس لئے اوقات سے باہر ہی ہو جاتے ہیں'' ممی کی بیان بازیاں شروع ہو گئیں۔

''خیر، یہ بات تو نہیں ہے ممی! ہمارے اس گھر کا مقدمہ ان کے ابو نے ہی داخل عدالت کیا تھا۔اتنے ڈیسنٹ سے لوگ ہیں وہ... احسان بھی مانا کریں آپ؟'' سہانی جز بز ہو کر بولی۔

''اری پگلی! یہ گھر تو ہمارا ہی تھا تو ہمیں ہی ملنا تھا... اس میں ان کا احسان کہاں سے آ گیا؟''

''افوہ......میری پوری بات آپ نے سنی نہیں... اور ادھر ادھر کی باتیں شروع ہو گئیں۔''

''سن تو لیا کہ تصویروں کی نمائش میں جا کر تم بہت بور ہوئی ہو۔'' نادیہ بھابی نے مسکرا کر کہا۔

''میں یہی تو بتانا چاہتی ہوں کہ اس نمائش میں جا کر میں بالکل بھی بور نہیں ہوئی۔''

''ابھی تو تم کہہ رہی تھیں کہ کوئی تصویر تمہاری سمجھ میں نہیں آئی'' نادیہ کو اس کی غائب دماغی پر شبہ سا ہوا۔

''ہاں، اس کے باوجود......'' وہ مسکرا کر سامنے رکھی میز کو بجاتے ہوئے بولی۔

''مگر کیوں بھئی! کیا ان تصویروں نے پھولوں کا بھیس بدل لیا تھا؟''

''شاید ایسا ہی ہوا ہو'' وہ دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

''میں سمجھی نہیں......؟'' نادیہ بھابی تیزی سے سلائیاں چلاتے ہوئے بولیں۔

''وہاں ہمیں عامر مل گیا تھا۔انہوں نے ذرا بھی بور نہیں ہونے دیا۔''

''عامر مل گیا تھا......؟'' نادیہ بھابی کے اب حیران ہونے کی باری تھی۔سلائیاں ان کے ہاتھ سے گود میں گر

گئیں۔

''ہاں، آپ کے بھائی عامر سے اچانک ہی ملاقات ہو گئی۔'' اب وہ یہ کیا بتاتی کہ رات آپ کو زور زور سے فون پر بات کرتے سنا تھا کہ آج وہ تصویروں کی نمائش میں جائے گا...... میریٹ میں۔

''اچھا...... اچھا، رات وہ کہہ تو رہا تھا کہ اسے تصویروں کی نمائش میں جانا ہے'' انہیں جیسے کچھ یاد آیا۔

''میں تو بس ایسے ہی چلی گئی تھی مگر آپ کے بھائی تو بہت جولی سے ہیں، ذرا جو بور ہونے دیا ہو۔''

''اچھا...... کیا کہہ رہا تھا وہ؟'' نادیہ بھابی پوری توجہ کے ساتھ اس سے پوچھ رہی تھیں۔

''کافی پلائی، آئس کریم کھلائی...... دونوں بے حد ٹیسٹی تھیں۔ باتیں کیا ہوئی تھیں...... انہیں تو ہر تصویر بہت اچھی لگی تھی۔رنگوں کی کہانیاں بتا رہے تھے۔میں تو آئس کریم کھاتے ہوئے بس یوں ہی سر ہلاتی رہی۔''

تب نادیہ بھی اس کی بات پر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

☆☆☆

ہفتے کی شب کو شاداب ہاؤس کے تمام مکین اپنے گارڈن میں رات گئے تک بیٹھا کرتے تھے۔آج بھی سب راکری میں لگے فوارے کے اطراف کرسیاں ڈالے بیٹھے تھے۔

سکندر کی باتوں پر نادیہ خوب ہنس رہی تھی۔شاداب خالہ، عزیز خالو کو اس بات پر قائل کر رہی تھیں کہ موسمِ گرما کی تعطیلات لندن میں گزارنی چاہئیں جبکہ عزیز خالو اس بات سے بالکل اتفاق نہیں کر رہے تھے کہ ان ہی دنوں ان کے بڑے بھائی بمبئی سے ان کے پاس آ رہے تھے اور وہ یہ ایام صرف کراچی میں ہی گزارنا چاہتے تھے۔

ایسے میں دور بیٹھی سہانی نے بلند آواز میں ممی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''ممی، ایک نئی نیوز سنیں گی آپ؟''

''ہاں، ہاں...... کیوں نہیں'' ممی جو اپنے میاں جی کی باتوں سے انتہائی بور ہو چکی تھیں فوراً ہی اس کی جانب متوجہ ہو گئیں۔

''ماما! میں نے میڈیکل چھوڑ کر بی اے پارٹ ون میں داخلہ لے لیا ہے۔''

''اوہ......نو، یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟'' شاداب خالہ تو ایک دم پریشان ہو گئیں۔

''یہ کیا کہہ رہی ہو سہانی تم......میڈیکل کالج کی سیکنڈ ایئر کی طالبہ ہوتے ہوئے اب تم آرٹس پڑھو گی؟'' سکندر بھائی کا لہجہ خاصا تمسخر آمیز تھا۔

''اب مجھے وہاں بوریت ہونے لگی ہے تو کیا کروں؟ ڈاکٹر شازیہ مستقل میرے پیچھے پڑی رہتی تھیں۔ دیر سے کیوں آئیں، جلدی کیوں گئیں؟ کیس ہسٹری کیوں نہیں تیار کرتی ہو؟ میں تو پریشان ہو گئی تھی ان کی بکواس سن سن کر اور پھر گندے غلیظ مریضوں کو دیکھ دیکھ کر میری اپنی طبیعت خراب ہونے لگی تھی۔ ہمارے گورنمنٹ ہسپتال اس قدر غلیظ کیوں ہوتے ہیں؟ کیا صفائی کروانا بھی اتنا مشکل کام ہے جو ہسپتال کی انتظامیہ کروانے سے قاصر ہوتی ہے؟'' سہانی نے بات شروع کی تو تقریر کرتی چلی گئی۔

''تم ٹھیک ہی کہو......مگر تمہارا ڈاکٹر بننا میرے لئے فخر کی بات ہوتی۔'' عزیز خالو کا لہجہ خاصا بجھا ہوا سا تھا۔سہانی کی یہ بات سن کر انہیں سب سے زیادہ تکلیف ہوئی تھی۔

''پاپا! میرا لیکچرار بننا بھی آپ کے لئے خوشی کی بات ہو گی۔'' سہانی نے ہنس کر کہا۔

''تم مشورہ تو کرتیں ہم سے۔'' نادیہ بھابی نے تاسف سے کہا۔

''بھلا کیوں......؟'' اس نے تیوری چڑھا کر پوچھا۔

''لوگ سنیں گے تو کیا کہیں گے کہ میڈیکل سے تم آرٹس کی طرف آگئیں۔''

''بھابی جان! لوگوں کی پروا میں نے کبھی نہیں کی ہے۔''

''آرٹس پڑھتے پڑھتے بوریت ہوئی تو کیا کروگی؟ کیا پھر میڈیکل میں جاؤ گی یا کامرس میں؟'' سکندر بھائی کا غصہ کسی طرح ختم نہیں ہو رہا تھا۔

''بھائی جی! میرے خیال سے ایسا نہیں ہوگا۔'' سہانی کا لہجہ وثوق بھرا تھا۔ اب وہ ٹیبل پر رکھی ہوئی جامنیں اٹھا کر بڑے شوق سے کھا رہی تھی۔

''فرض کرو، تمہارا دل یہاں بھی نہیں لگا پھر......؟ نادیہ بھابی نے اسے سمجھانے کی غرض سے کہا۔

''میں فرض نہیں کیا کرتی......فرض وہ کرتے ہیں جو بے عمل ہوتے ہیں۔'' کرسی کو ایک ٹھوکر سے پیچھے کرتے ہوئے سہانی وہاں رکی نہیں، تیزی سے بھاگتے ہوئے اپنے کمرے میں آگئی۔

اسے ایسی باتوں سے سخت کوفت ہوا کرتی تھی۔ جب اس کی ذات کو نشانہ بنایا جائے۔ ایسے میں وہ جی بھر کر بدتمیزی تک کر لیتی تھی۔

اس کے جانے کے بعد نادیہ بھابی تیوری پر بل ڈالے بیٹھی تھیں۔ سہانی کا اب و لہجہ انہیں انتہائی ناگوار گزرا تھا۔ تب عزیز خالو نے شاداب خالہ کو ڈانٹتے ہوئے کہا ''سارا کا سارا قصور تمہارا ہے۔ سہانی کو تم نے اس قدر سر چڑھا دیا ہے کہ چھوٹے بڑے سے بات کرنے کی اسے تمیز تک نہ رہی۔ اپنی بڑی بھابی سے اس طرح بات کرتے ہیں، جس طرح وہ کر کے گئی ہے؟''

''نہیں پاپا! آپ اس طرح مت سوچیے۔ سہانی میری بہت اچھی سی پیاری سی چھوٹی بہن ہے۔ میرے دل میں اس کے لئے کوئی ملال نہیں ہے اور میں اس کی کسی بات کا برا بھی نہیں مانتی ہوں۔''

عزیز خالو کی بات نے نادیہ کا دل ہلکا کر دیا تھا اور نادیہ کی بات نے سب کا دل جیت لیا تھا۔

☆☆☆

''کہیں تمہاری امی، سوتیلی تو نہیں ہیں......'' مسز عابدی نے اچانک ہی شہلا سے پوچھ ڈالا۔

وہ فری پیریڈ میں اپنی چھوٹی بہن کی شادی کے بارے میں تیاری کی باتیں کر رہی تھی۔ مسز عابدی کو شاپنگ کرنے کے اچھے طریقے آتے تھے وہ ہمیشہ اچھا خریدتی تھیں۔ اس کی باتیں سنتے ہوئے مسز عابدی نے یکدم ہی پوچھ ڈالا کہ کہیں تمہاری امی سوتیلی تو نہیں ہیں۔

''آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں؟'' شہلا نے حیرت سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔ مسز عابدی تو کئی دفعہ ان کے گھر بھی آچکی تھیں۔ شہلا کی حیرت بجا تھی کہ ان کی فیملی کو جانتے بوجھتے ہوئے بھی وہ ایسا کیوں پوچھ رہی تھیں۔

''وہ اس لئے شہلا......'' کاپیاں چیک کرتے ہوئے وہ لمحہ بھر کو رکیں۔ ''تمہاری ماں کے اپنے گھر میں دو قانون ہیں۔ تمہاری چھوٹی بہنوں کے لئے الگ قانون ہے اور تمہارے لئے الگ قانون ہے۔''

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔''

''تمہارے والد کی نوکری ختم ہو جانے کے باعث تمہاری شادی اسی وجہ سے کینسل کی گئی تھی کہ تم گھر کو سپورٹ کر رہی تھیں اور اب دو چھوٹی بہنوں کے رشتے اتنی جلدی طے کرنے کی کیا آفت آگئی تھی۔ ابھی تو تمہاری بہنیں اتنی بڑی بھی نہیں ہیں جو تمہاری امی اتنی پریشان ہو گئیں۔ اگر انہیں پریشان ہونا آتا ہے تو انہیں تمہاری شادی یوں کینسل نہیں کرنی چاہیے تھی۔''

''مسز عابدی...... ! آپ میرے گھر کے حالات سے ناواقف تو نہیں ہیں۔ میری والدہ ایک پریشان حال ناتوان ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ وہ اپنے فرض سے جلد از جلد فارغ ہو جائیں تو وہ آتے ہوئے اچھے رشتے کیوں گنواتیں؟'' شہلا نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''ایک ساتھ دو شادیاں ہو جانے سے وہ اطمینان محسوس کریں گی۔''

''تو کیا تمہاری امی نے تمہیں لڑکا سمجھنا شروع کر دیا ہے جو وہ تمہارے بجائے تمہاری چھوٹی بہنوں کی شادیاں پہلے کرنا چاہتی ہیں۔ کیا تمہاری شادی کر کے وہ پریشان ہو جاتیں؟''

''امی سمجھیں نہ سمجھیں......مگر میں نے اپنے آپ کو واقعی لڑکا سمجھنا شروع کر دیا ہے۔ چھوٹی بہنوں کی شادیاں کرنے کی ذمے داری میری ہے۔ بیمار باپ کے بہتر علاج معالجے کی ذمے داری میری ہے۔ چھوٹے بھائی کو پڑھانے کی ذمے داری میری ہے۔'' شہلا کا لہجہ پُرجوش سا ہو گیا۔

''پھر تو تمہاری زندگی ان ہی کاموں میں گزر جائے گی۔'' ایک ٹھنڈی سی آہ بھر کر مسز عابدی اسے دیکھتے ہوئے کچھ سوچ رہی تھیں مگر ان کے چہرے پر لکھی ہوئی لکیریں پڑھ کر شہلا از خود یہ سوچ رہی تھی۔

''اگر میری کاوشوں سے میری چھوٹی بہنیں شاندار طریقے سے بیاہی جائیں تو یہ میری خوشی ہوگی۔ ابا جی کی معذوری ختم ہو جائے تو یہ میری طمانیت ہوگی۔ چھوٹا بھائی پڑھ لکھ کر اپنا مقام حاصل کر سکے تو اس سے بڑھ کر اور مجھے کیا چاہئے۔ میری تن تنہا زندگی......اتنے لوگوں کے کام آئے گی تو مجھے بھی سکون ملے گا۔ گھر کے لوگ، یہ بہن بھائی، کوئی غیر تھوڑی ہوتے ہیں، جن سے خون کا رشتہ ہو ان کا تو حق ہوتا ہی ہے ایک دوسرے پر۔ یہ اللہ کا شکر ہے کہ میں اپنے خاندان کے کام آرہی ہوں۔''

تب وہ ہلکی پھلکی سی ہو کر قہقہے لگانے لگی اور مسز عابدی اس معصوم سی لڑکی کے ڈھیروں مسائل پر غور کرتی ہوئی اپنی کلاس لینے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

ایسی لڑکیاں جو اپنی زندگی، اپنی خواہشوں اور اپنی خوشیوں کو نہ دیکھیں، وہ واقعی قابلِ تعظیم ہوتی ہیں۔

☆☆☆

عاشی خالہ اپنے ساتھ کچھ مہمانوں کو لے کر گھر آرہی تھیں۔ یہ بات فون کر کے انہوں نے دو دن پہلے بتا دی تھی۔ بابو جی نے اماں کو بہ طور خاص کہا تھا۔ ''سادہ سا کھانا جو گھر میں پکتا ہے، وہی مہمانوں کو کھلا دینا۔ زیادہ خاطر تواضع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

مگر اماں تو ایسے مواقع دیکھ کر حاتم طائی بن جایا کرتی تھیں۔ کہاں تو وہ بابو جی کے سامنے دس، دس روپے لینے کے لئے لڑا کرتی تھیں۔ وہاں انہوں نے بابو جی سے چھپا کر رکھی ہوئی رقم میں سے دو تین مڑے تڑے لال نوٹ نکالے اور خود ہی جا کر چاول اور مرغی لے آئیں۔

''تمہاری خالہ اتوار کو آئیں گی تو تھوڑی سی مرغ بریانی بنا لینا اور باقی کا قورمہ، میٹھے میں روے کا حلوا بنا لیں

گے۔''

''اماں، یہ خالہ تو مہینے میں ایک دو چکر لگاتی ہی رہتی ہیں اور ان کے ساتھ کوئی نہ کوئی مہمان بھی ہوتا ہے، آپ کو کیا ضرورت پڑی ہے۔ ان کی اس طرح خاطر مدارات کرنے کی۔'' نازیہ نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

''اتنی لمبی بانس کی بانس ہوگئی ہو مگر ابھی تک عقل نہیں آئی۔ تمہاری یہ خالہ اپنی وجہ سے نہیں آ رہی'' اماں کو غصہ ہی تو آ گیا۔ جب ہی تو جملہ ادھورا چھوڑ کر لگیں تمبا کو پھانکنے۔

''عاشی خالہ کے ساتھ ہمارا کیا کام اٹکا پڑا ہے۔'' رابعہ اپنے ٹرانزسٹر کو آف کرتے ہوئے بولی۔

''کوئی اچھا رشتہ اس کے ہاتھ لگا ہے۔ اس لئے ان لوگوں کو لے کر آ رہی ہے رابعہ کے لئے'' اماں اب اپنے آپ سے باتیں کرنے میں آ گئیں۔

''بہن ہے میری...... میرے لئے نہیں سوچے گی تو پھر کس کے لئے سوچے گی۔ اچھا ہے، رابعہ کے فرض سے فارغ ہو جاؤں تو صرف نازیہ ہی رہ جائے گی۔ ایک کاندھے کا بوجھ تو ہلکا ہو جائے گا۔'' اماں کی باتیں سن کر نازیہ نے مسکرا کر رابعہ کو دیکھا اور رابعہ کو غصہ ہی تو آ گیا۔

''امی! آپ عاشی خالہ کو منع کر دیں کہ اپنے ایگنے بیگنے مہمانوں کو لے کر ہمارے گھر نہ آیا کریں اور بھی تو خالائیں ہیں، ان کے ہاں بھی لڑکیاں ہیں۔ عاشی خالہ کی محبت اپنی ان بھانجیوں کے لئے کیوں نہیں جاگتی۔ ہم نے ان کا کیا بگاڑا ہے جو ہمارے گھر کا پیچھا لے رکھا ہے انہوں نے۔'' رابعہ نے تنک کر کہا۔

''اری پاگل تو نہیں ہوگئی تو...... بجائے احسان ماننے کے ہٹ دھرمی دکھا رہی ہے۔ یہ تو میری بہن کی محبت ہے کہ وہ ہمیشہ پہلے میرے لئے سوچتی ہے۔''

''نہیں اماں...... یہ سب کھانے، چاٹنے کی باتیں ہیں۔ وہ جانتی ہیں کہ آپ مہمان نواز قسم کی خاتون ہونے کے ساتھ ساتھ سیدھی سادی بھی ہیں۔ عاشی خالہ اگر اس طرح اپنی دوسری بہنوں کے ہاں جائیں تو سوائے لیمو پانی کے کچھ نہ ملے۔''

''ارے عاشی نے تھوڑی کہا ہے کہ مہمانوں کے لئے بریانی اور قورمہ پکا کر رکھنا۔'' اماں کو اس کی بات سن کر تاؤ ہی تو آ گیا۔

''بریانی، قورمے کا نام نہیں لیا...... مگر یہ تو کہا ناں کہ وہ کھانا کھائیں گی۔''

''اسے کیا پتا کہ ہم مہمانوں کو دال، بھات کھلا دیں۔''

''نہیں اماں! یہ آپ کی غلط فہمی ہے...... انہیں سب پتا ہے، وہ خوب جانتی ہیں کہ دال بھات آپ پورے ہفتے خود کھاتی رہیں گی مگر مہمانوں کے لئے تر نوالہ رکھیں گی۔''

''کیا چاہتی ہو تم لوگ، اپنی ہمدرد قسم کی بہن پر بھی بھروسہ نہ کروں...'' رابعہ کی بات سن کر انہیں جلال آ گیا۔

''ضرور بھروسہ کریں مگر خاطر مدارات کا خانہ بند کر دیجئے اور دوسری خاص بات یہ کہ میں ابھی پڑھ رہی ہوں۔ شادی کرنے کے بارے میں ابھی سوچ بھی نہیں سکتی۔ اس لئے میرے بارے میں سوچنا تو بالکل بند کر دیجئے۔ ہاں نازیہ کے لئے آپ کے جو بھی ارادے ہوں، اس بارے میں، میں کچھ نہیں کہوں گی۔''

اماں تو اسے بے مہار سناتی ہوئی چلی گئیں مگر نازیہ، جو کافی دنوں سے اس کا تجزیہ کر رہی تھی، وہ پاس آ کر بولی

''رابعہ آپا، کیا آپ اپنی اکلوتی بہن کو بھی نہیں بتائیں گی کہ وہ کون ہے؟'' نازیہ نے اندھیرے میں تیر چلایا۔

''جب وہ ہے ہی نہیں...... تو اس کا تذکرہ کیسا؟'' رابعہ ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

''کیا مجھ سے بھی چھپائیں گی جو بعد میں آپ کے کام بھی آ سکتی ہوں۔'' نازیہ چھوٹی ضرور تھی مگر خاصی تیز تھی۔ اصل حقیقت کیا تھی، وہ رابعہ سے اگلوانا جانتی تھی۔

''اچھا وعدہ کرو، اماں کو تو نہیں بتاؤ گی ناں؟'' وہ کمرے کا دروازہ بھیڑتے ہوئے اس کے پاس آ کر رازدارانہ لہجے میں بولی۔

''نہیں...... کسی کو بھی نہیں بتاؤں گی۔''

''میں عمیر سے محبت کرتی ہوں اور اسی سے شادی کرنا چاہتی ہوں اور اس نے بھی کہا کہ وہ بھی مجھ سے ہی شادی کرے گا۔'' رابعہ نے خوشی سے سرشار لہجے میں بتایا۔

''کون عمیر!......؟ کہیں محلے میں وائٹ گیٹ والوں کا کرائے دار تو نہیں...... جو ہمارے دروازے پر اکثر منڈلاتا رہتا ہے؟'' نازیہ نے قیاس لگاتے ہوئے کہا۔

''نہیں، بھئی...... میں گلوکار عمیر کی بات کر رہی ہوں۔ جس کا انٹرویو سنڈے میگزین میں بھی چھپا تھا۔'' اس کے لہجے میں فخر لشکارے مار رہا تھا۔

''آپ کی کب ملاقات ہوگئی عمیر سے؟'' نازیہ نے حیرت سے پوچھا۔

''میں اس کے کنسرٹ میں گئی تھی۔''

''اچھا، خواب میں گئی ہوں گی'' نازیہ سمجھی کہ وہ بے پر کی اڑا رہی ہے۔

''سچ نازی...... میں واقعی اس کے کنسرٹ میں گئی تھی اپنی سہیلیوں کے ساتھ۔''

''مگر کب گئی تھیں آپ......؟'' نازیہ کے ہاتھ سے کتاب پھسل کر زمین پر گر چکی تھی اور وہ اس کے پاس دوزانو ہو کر بیٹھ گئی تھی۔

''جس شب شہلی کی منگنی میں گئی تھی تو اس کی منگنی تھوڑی ہوئی تھی، ہم لوگ عمیر کے کنسرٹ میں گئے تھے۔''

''رابعہ آپا! آپ کو ڈر نہیں لگا اماں سے جھوٹ بولتے ہوئے؟''

''اگر جھوٹ نہ بولتی تو اماں نے کون سا جانے دینا تھا۔''

''اماں، بابو جی کو بے وقوف بنا کر آپ کنسرٹ میں چلی گئیں۔ اگر وہاں کوئی آپ کو پہچان لیتا تو آپ کی کتنی عزت افزائی ہو جاتی۔ یہ سب آپ نے سوچا تھا...... یا نہیں۔''

''میں جس حلیے میں گئی تھی، کوئی مجھے پہچان ہی نہیں سکتا تھا۔''

''گویا...... عمیر سے ملنے کے لئے آپ نے ہر خطرہ مول لے لیا تھا؟''

''عمیر سے ملنا بھی تو ضروری تھا ناں۔''

''عمیر سے ملی تو وہ بھی میرا دیوانہ ہی نکلا۔'' رابعہ نے شرما کر کہا۔

''کیا مطلب......؟ اس سے قبل اس نے آپ کو کہاں دیکھا تھا؟''

''دیکھا تو نہیں تھا...... مگر وہ مجھے ڈھونڈ رہا تھا اور جب میں ملی تو اس نے اقرار کر لیا۔''

''پہلی ملاقات میں اس نے اقرار بھی کرلیا؟'' نازیہ کو حیرت پر حیرت ہو رہی تھی۔

''ہاں!'' رابعہ کا چہرہ گلگوں سا ہوگیا۔

''تو پھر..... اب بات مزید کیسے آگے بڑھے گی؟''

''اب جب ملوں گی تو اس بابت پوچھوں گی۔''

''اتنا فاسٹ عشق پہلی دفعہ سن رہی ہوں..... ہوسکتا ہے کہ اب ایسا ہی ہوتا ہو'' نازیہ کو رابعہ کی باتیں سن کر واقعی حیرانی ہو رہی تھی۔

''مگر اب ان عاشی خالہ کے مہمانوں سے تو نجات دلاؤ، جو ہر دوسرے ہفتے کسی نہ کسی کو ساتھ لے کر آجاتی ہیں۔''

''اس کی فکر آپ مت کیجئے مگر اپنا ہر قدم سوچ سمجھ کر بڑھائیے گا۔ یہ نہ ہو کہ بابو جی کی سفید ٹوپی پر بے عزتی کی سیاہی آن گرے۔''

''ایسا کچھ نہیں ہوگا'' وہ بے پروائی سے بولی۔

''آپا! ایک بات پوچھوں.....؟'' اس کے چہرے پر پھیلی قوسِ قزح دیکھتے ہوئے نازیہ نے پوچھا۔

''آپ تو بے حد ڈرپوک سی تھیں، اتنی بہادری آپ میں کیسے آگئی؟''

''عمیر نے اپنے گیتوں سے ایک فسوں سا پھونک دیا تھا میرے من میں'' وہ آنکھیں بند کرتے ہوئے بولی۔

''اس بونگے کی آواز سن کر تو مجھے وحشت ہوتی ہے۔ اگر زبردستی سن لوں تو سر میں درد ہونے لگتا ہے..... اور''

رابعہ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ''پلیز نازیہ! اب آگے ایک لفظ بھی نہ کہنا.....''

اور نازیہ اس کا یہ انداز دیکھ کر کھل کر مسکرا بھی نہ سکی۔

☆☆☆

سلمان کے گھر والے آج آئے ہوئے تھے۔ اماں نے کھانے کا پُرتکلف اہتمام کیا تھا۔ رشتہ طے ہونے کے بعد آج یہ تیسری مرتبہ آئے تھے۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سلمان کی امی نے کھنکار کر کہا۔ ''آج میں آپ سے ایک خاص بات کرنے آئی ہوں۔''

''جی کہیے.....'' اماں نے شہلا کو دیکھتے ہوئے عاجزی سے پوچھا۔ ''آپ اپنی بیٹی کو جہیز بے شک نارمل ہی دیں مگر سلمان کو سلامی میں بائیک ضرور دے دیں۔ یہ میں آپ سے فرمائش نہیں کر رہی ہوں بلکہ یہ آپ کے داماد کی اولین ضرورت ہے۔ اس کے پاس بائیک ہوگی تو کوچنگ سینٹر جانے اور ٹیوشن پڑھانے میں اس کے وقت کی بچت بھی ہوگی۔''

''ہم تو سادگی سے شادی کرنا چاہتے ہیں'' شہلا اس ضمن میں پہلی بار بولی تھی۔

''ہم خود یہی چاہتے ہیں کہ شادی سادگی سے ہو۔ برات میں ہمارے مہمان دو سو یا ڈھائی سو آئیں گے مگر ہم ولیمے میں لوگوں کو بالکل بھی مدعو نہیں کر رہے۔ گھر گھر کا ولیمہ ہوگا۔ ہمارا گھر ہوگا اور آپ کے گھر کے لوگ..... کسی اچھے سے ہوٹل سے کھانا منگوا کر کھالیں گے۔''

''یہ تو کوئی سادگی نہیں ہوئی کہ برات تو آپ بس بھر کے لے کر آئیں گی اور ولیمہ کرتے ہوئے صاف جھنڈی

لہرا رہی ہیں۔ جہاں اپنے خرچ کی بات ہوئی وہاں سادگی.....'' شہلا کو یہ باتیں سن کر غصہ ہی آرہا تھا۔

''چلو تمہارے حوالے سے بھی بات کر لیتی ہوں..... تم لوگ بھی اپنی بہن کو سونے کے زیورات دینے کے بجائے آرٹیفشل جیولری چڑھا دو۔ ہم بھی ایسا ہی کریں گے۔'' تب شہلا حیرت سے سلمان کی ماں کو دیکھنے لگی۔ جس میں چالاکی اور مکاری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ''آپ ہماری بیٹی کو نقلی زیور چڑھائی گی تو یہ نقصان بھی ہماری بیٹی کا ہوا..... آپ تو اپنی طرف سے کچھ خرچ ہی نہیں کرنا چاہتیں۔''

''شادی کا جوڑا آپ نہیں بنا رہی ہیں کہ بقول آپ کے وہ لڑکی والوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ ولیمے کا جوڑا آپ نہیں بنا رہی ہیں..... کہ وہ آپ کی سسرال میں لڑکی والوں کی جانب سے ہوتا ہے۔'' اماں نے بھی غصے میں کہا۔

''مرضی ہے آپ کی۔ ان شرائط پر شادی کرنا منظور ہو تو کرلیں۔ ورنہ جیوے میرا بھائی، گلی گلی پر جائی۔'' سلمان کی بہن نے تمسخر بھرے لہجے میں کہا۔

''ہمیں اپنی بہن کی شادی ان شرائط پر ہرگز نہیں کرنی ہے۔'' بے ساختہ شہلا کے منہ سے نکلا۔

''شہلا بیٹا! ایسا مت کہو..... بھابی صاحبہ یقیناً اپنے فیصلے میں کوئی نہ کوئی مثبت پہلو سوچیں گی۔''

''چلی جائیے آپ یہاں سے..... میں اپنی بہن کی شادی ایسے لالچی لوگوں میں ہرگز نہیں کروں گی۔'' شہلا نے چلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ چیختی ہی چلی گئی۔ ایسا انداز، ایسا رویہ..... ایسا لہجہ تو اس نے آج تک نہیں اپنایا تھا۔

''دفع ہو جائیں آپ سب!'' یہ کہہ کر وہ نڈھال ہوگئی۔

چند منٹوں میں ہی سلمان کی والدہ اور بہنیں چلی گئی تھیں۔ چلتے وقت وہ گڑیا کے ہاتھ سے انگوٹھی بھی اتار کر لے گئی تھیں جو بات پکی کرنے کے بعد انہوں نے چڑھائی تھی۔ گڑیا، حیران پریشان سی بیٹھی تھی۔ اس کی رنگت پیلی سی ہوگئی تھی اور شہلا کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ برسوں کی مریضہ ہو۔ بولنے تک میں اسے نقاہت ہو رہی تھی۔

''پڑ گئی ٹھنڈک تجھے'' اماں نے اسے یوں خاموش سا بیٹھا دیکھ کر کہا۔

''تو کیا آپ لالچی لوگوں میں گڑیا کی شادی کر دیتیں؟''

''لالچی کون نہیں ہے اب، کوئی کم لالچی اور کوئی زیادہ لالچی۔ یہ لوگ تو پھر سیدھے سادے سے تھے۔ شادی سے پہلے ہی کہہ دیا کہ ہمیں بائیک کی ضرورت ہے، شادی کے بعد وہ گڑیا کو گھر بٹھا کر یہ مطالبہ کرتے تو پھر ہم کیا کرتے؟'' اب اماں بیٹھی اس کی کھنچائی کر رہی تھیں۔

''آپ نے بھی تو ان کی بات کا برا منایا تھا..... پھر بھی ایسے کہہ رہی ہیں؟'' شہلا نے انہیں شاکی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں نے رشتہ توڑ کر انہیں گھر سے دھکا تو نہیں دیا..... تو نے تو انہیں گھر سے بے عزت کر کے نکالا۔''

''تو آپ کیا کرتیں!'' وہ روہانسی سی ہو کر بولی۔

''کچھ باتیں اپنی منواتے، کچھ ان کی مانتے اور یوں مسئلہ حل ہو جاتا..... تمہاری طرح تھوڑی کہ فوراً ہی ٹکڑا توڑ جواب دے دیا اور اس قدر چیخیں..... جیسے نفسیاتی دورہ پڑا ہو۔''

''امی! آپ کو پتا ہے کہ گڑیا ہماری کتنی لاڈلی ہے اور کتنے نازوں سے اسے پالا ہے'' وہ اپنے کانپتے ہوئے وجود کو سنبھالتے ہوئے بولی۔

''جب ہی تم نے اس کی یہ خوشی چھین لی کہ بہت پیار کرتی ہو تم اس سے۔'' اماں نے غصے سے تنک کر کہا۔

''میں کیوں اس کی خوشی چھینوں گی۔''

اب شہلا حواس باختہ سی گڑیا کو دیکھنے لگی۔ جو آنکھوں پر اپنی کلائی رکھ کر روتے ہوئے بھاگ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔ ''شہلا...... اپنی بہن سے محبت کرنا سیکھ۔ اس طرح مت کر جیسے...... آج تو نے کیا ہے'' اماں کے وار ختم ہونے میں نہیں آ رہے تھے۔

''میں نے کیا، کیا ہے اماں......! کیوں میری جان کے پیچھے پڑ گئی ہیں آپ؟'' شہلا روہانسی ہوگئی۔

''اب سب یہی کہیں گے ناں...... کہ تیری شادی کینسل ہوئی تو تو نے اپنی بہن کا رشتہ ختم کروا دیا۔''

''میں نے ختم کروایا ہے گڑیا کا رشتہ!'' اس نے اپنی سسکیوں پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں تو نے...... کیونکہ تو نہیں چاہ رہی تھی کہ گڑیا کی شادی جلدی ہو۔ تو نہیں چاہ رہی تھی وہ تیرے جہیز کی چیزیں لے کر اپنی سسرال جائے۔ تو نہیں چاہ رہی تھی...... کہ گڑیا تجھ سے پہلے بیاہی کہلائے۔''

تب شہلا اتنے الزامات سن کر کھڑے قد سے نیچے آ گری۔

☆☆☆

واقعی فلمی سچویشن تھی۔ ماہ نور کا سیڑھی پر پیر مڑا اور وہ لڑھکتی ہوئی نیچے مین اس وقت آ کر گری، جب میں اچانک ہی باہر سے اندر آ رہا تھا۔ آخری سیڑھی سے میں نے اسے لپک کر اٹھا لیا۔

یہ بھی اللہ کا شکر تھا، صرف ماتھے پر ہلکی سی چوٹ لگی تھی۔ ہاتھ پیر سلامت رہے تھے۔ اس کی پیشانی پر پھیلنے والے تھوڑے سے خون کو میں نے اسی وقت اپنے رومال میں سمیٹ لیا تھا اور امی نے یہ سب دیکھ کر خون کے گھونٹ پی لئے تھے۔ ''کس کو دیکھ کر گری تھیں؟'' میں نے مسکرا کر پوچھا۔

''ممانی کو......'' اس نے امی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیوں بھئی! میں نے تمہارے کون سا بھالا مارا تھا...... جو مجھ پر کو دی تھیں'' امی کو غصہ آنے میں دیر نہیں لگتی تھی۔

''ابا جی بھی آفس سے جلدی گھر آ گئے تھے۔ انہیں ماہ نور کے اس طرح گرنے پر ناصی تشویش تھی۔

''یہ سیڑھیاں خراب ہیں بیٹا! ان پر کم سے کم چلا کرو۔'' وہ سمجھاتے ہوئے بولے۔

''یہی تو میں کہتی ہوں...... ہر وقت اوپر نیچے اوپر نیچے کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جب تمہیں کہیں باہر جانا ہوا کرے، تب ہی نیچے اترا کرو۔ آج کل تو تمہارے کالج کی بھی چھٹیاں ہیں، کیا ضرورت ہے تمہیں یوں بار بار نیچے اترنے کی؟'' امی نے بھی جلے دل کے پھپھولے خوب پھوڑے اور ماہ نور کا ذرا سا منہ نکل آیا۔

''مگر میری بات کا یہ مطلب نہیں ہے۔'' ابا جی امی کو قہر بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے۔ ''جب تم صبح نیچے اترا کرو تو شام کو جایا کرو۔'' تب میں نے مسکرا کر کہا'' اس وقت یقیناً تمہیں چکر آ رہے ہوں گے، آؤ تمہیں بائیک کا چکر لگوا کر آتا ہوں۔'' ماہ نور امی کے چہرے کا جلال دیکھ کر منع کر رہی تھی مگر میں نے جب بائیک کی چابی اٹھا کر اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا تو وہ کسی معمول کی طرح میرے پیچھے چلی آئی۔

میرے شانے پر ایک ہاتھ رکھے وہ خاموش سی بیٹھی تھی اور میں بائیک اڑائے جا رہا تھا۔

''کیا کھاؤ گی؟'' میں نے پوچھا۔ ''آئس کریم!''

''تمہارے چوٹ لگی ہے، گرما گرم سوپ نہ پی لیں؟'' ایک کیفے کے سامنے بائیک روکتے ہوئے میں نے کہا۔

''ٹھیک ہے'' اس نے رضامندی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ کچھ دیر بعد ہم متعلقہ کیفے کا اسپیشل سوپ پی رہے تھے۔

''تمہارے سر میں درد تو نہیں ہو رہا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں، چوٹ بالکل بھی نہیں لگی ہے۔ بس پاؤں پھسل گیا تھا۔''

''یہ پھسلنے کی عادت غلط ہے، آئندہ خیال رکھنا۔'' میں نے شوخ سے لہجے میں کہا۔ ایک لمحے کے لئے اس کا چہرہ گلنار سا ہوا...... مگر وہ خود پر قابو پاتے ہوئے بولی۔ ''سہانی کیسی ہے؟ کتنے سارے دن ہو گئے اس کا فون بھی نہیں آیا اور نہ ہی وہ میری کال ریسیو کر رہی ہے۔''

''سہانی کو ہر دم ایک نیا پروجیکٹ چاہئے۔ آج کل وہ ڈانسنگ کلاسز بھی لے رہی ہے۔''

''ایک لڑکی میں اتنے سارے شوق بھی ہو سکتے ہیں؟'' ماہ نور نے حیرت سے کہا۔

''بہت سارے شوقوں نے ایک لڑکی کو گھیر رکھا ہے'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''کیا وہ اچھا ناچنا سیکھ جائے گی؟'' ماہ نور نے تیکھی چتونوں سے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''یہ تو مجھے نہیں معلوم مگر وہ ہر ایک کو اچھا نچانا ضرور جان جائے گی۔''

''اس فن میں تو وہ ابھی سے طاق ہے'' بے ساختہ ماہ نور کے لبوں سے نکلا اور میں اس کی شکل دیکھتا رہ گیا۔ واقعی میرے دل کی بات اس نے کہہ دی تھی۔

☆☆☆

دادی کی طبیعت خاصی خراب تھی۔ ابا جان ان کو نیچے کے پورشن میں لے آئے تھے۔ دادی کی عیادت کرنے والے جو آ رہے تھے، اب وہ نیچے ہی بیٹھنے لگے تھے۔ جس سے امی کو خاصی چڑ ہو رہی تھی۔

''اب وہ دور نہیں رہا کہ طبیعت خرابی کا ڈھنڈورا پیٹا جائے۔ جتنے پیسے علالت پر خرچ نہ ہوں، وہ ضیافت پر خرچ ہو جاتے ہیں۔'' امی کو مہمانوں کا آنا جانا اچھا خاصا ناگوار گزر رہا تھا۔

دادی کی دیکھ بھال کے لئے ماہ نور ہمہ وقت نیچے ہی تھی۔ ان کو دوا دینے سے لے کر کھانا کھلانے تک کی ذمے داری اسی نے اٹھائی ہوئی تھی اور امی کا غصہ ماہ نور کو دیکھ کر اور بھی بڑھ رہا تھا۔ ابا جان کورٹ کے کام سے دوسرے شہر گئے تو امی کی زبان مزید کھل گئی تھی۔ ''ارے بیٹا، جب ہم کھانا پکا سکتے ہیں تو تمہاری نانی کو دے بھی سکتے ہیں۔ اب تم ان کو اپنے ہاتھ سے جو کھلانے کا ڈرامہ رچا رہی ہو وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہے۔''

''ممانی جان! نانی کی بھوک اڑ گئی ہے۔ ان کا کچھ بھی کھانے کو دل نہیں چاہتا ہے، دوا دینے سے پہلے کچھ نہ کچھ زبردستی کھلانا پڑتا ہے۔'' وہ وضاحتیں دیتے ہوئے روہانسی سی ہو جاتی۔

''اچھا خاصا کھاتی ہیں...... اور کتنا کھائیں گی۔ ہم سے تو ابھی سے نہیں کھایا جاتا۔ یہ پرانے وقتوں کے لوگ ہیں، ان کی خوراکیں آج کے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔''

امی کی یہ باتیں سن کر دادی کی حالت عجیب سی ہو جاتی۔ ان دنوں پھپھو کی طبیعت بھی خراب چل رہی تھی۔ اکبر تایا، دادی کو دیکھنے آئے تو دادی نے ان سے ازخود کہا ''اکبر! میں کچھ دنوں کے لئے تمہارے گھر جانا چاہتی ہوں۔''

''اماں! آپ ہمیشہ میرے پاس رہیے۔ آپ تو شمو کی وجہ سے یہاں آئی تھیں۔''

ماہ نور کی ان دنوں کالج کی چھٹیاں تھیں۔ وہ بھی جانے کو راضی ہوگئی اور چلتے سمے تائی نے پھپھو سے کہا ''تم اکیلی رہ

کر کیا کرو گی...... تم بھی ان لوگوں کے ساتھ چلو۔'' یوں یہ تینوں لوگ اکبر تایا کے ہاں چلے گئے اور امی کی خوشی کا عجیب عالم تھا۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا، ایک ایک کو پکڑ کر یہ خوشی کی خبر سنائیں کہ ان کے گھر سے دشمنوں کا صفایا ہو گیا۔

''کتنے عرصے بعد اپنا گھر اپنا لگ رہا ہے۔ ورنہ کوئی بات کرنے سے پہلے دائیں بائیں دیکھنا ضروری ہو گیا تھا۔'' امی نے سرشاری سے ابا جان سے کہا۔

''کیسی باتیں کرتی ہو تم، اتنا عرصہ ہو گیا۔ جوان سے بوڑھی ہو گئیں مگر گھر کے لوگوں کو تم نے ہمیشہ غیر ہی سمجھا۔''

''آپ بھی عجیب آدمی ہیں۔ اپنی بہن اور بھانجی کی عادتوں سے آج تک واقف نہیں ہو سکے۔ کوئی بات بھی کہہ دوں، وہ لے کر اڑ جاتی ہیں۔ یہاں تو یہ عالم ہو گیا ہے کہ ہونٹوں سے نکلی اور کوٹھوں چڑھی۔''

''سوائے دل سے گڑھ کے باتیں کرنے کے تمہیں آتا ہی کیا ہے؟'' ابا جان ان کی عادتوں سے واقف بھی تھے اور انہیں باور بھی کراتے رہتے تھے مگر اس کا فائدہ نہیں تھا۔ امی کو دادی اور پھپھو کی ذات سے ایک ازلی بیر تھا جو کسی طرح ختم ہونے میں نہیں آتا تھا۔ پتا نہیں، شاداب خالہ کو کس سے اور کس طرح یہ معلوم ہوا کہ دادی بیمار ہیں۔ ایک شام وہ ان کی عیادت کرنے چلی آئیں۔ ان کے ساتھ عزیز خالو بھی تھے۔

امی کو یہ کہتے ہوئے خاصی شرمندگی ہو رہی تھی کہ دادی کو اکبر تایا اپنے گھر لے گئے ہیں۔

''ان کا یہاں پڑے پڑے بہت دل گھبرا رہا تھا۔ میں نے کہا دو چار دنوں کے لئے اکبر کے گھر ہو آیئے۔''

''اے لو...... یہاں ان کا دل کیوں گھبرایا......؟ اتنے تو ماشاء اللہ لوگ ہیں، اکبر کے ہاں تو بچے ہی نہیں ہیں۔'' شاداب خالہ نے حیرت سے کہا۔

''اتنے عرصے سے یہاں رہ رہی تھیں۔ ایک جگہ پڑے پڑے بھی تو دل گھبرا جاتا ہے'' امی کے پاس خاصے معقول جواز موجود تھے، یہ دوسری بات تھی کہ ان کا لہجہ ان کے چہرے کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ بڑے بوڑھوں کو بھی گھومتے پھرتے رہنا چاہئے۔ اب جب آپ ہمارے گھر آئیں تو اماں کو اپنے ساتھ ضرور لایئے گا۔''

''ہاں، ہاں...... کیوں نہیں'' امی زبردستی مسکرائیں۔

''آج ہم اماں کی عیادت کی وجہ سے ہی آئے تھے۔ اکبر بھائی کے ہاں کبھی جانا ہی نہیں ہوا۔ ان کا ایڈریس بتا دیں تو لگے ہاتھوں ان کو دیکھتے ہوئے چلے جائیں، سنا ہے کہ ان کا گھر آپ کے گھر سے کوئی زیادہ دور نہیں ہے۔''

''دور تو خیر اچھا خاصا ہے۔ فلیٹ ہے، تیسرے مالے پر، آپ سیڑھیاں چڑھ جائیں گے؟ لفٹ کا انتظام بھی نہیں ہے وہاں۔ بہت ہی معمولی سا فلیٹ ہے۔ یہ نہ ہو کہ وہاں جا کر پریشان ہو جائیں۔ مجھے تو فلیٹ چاہے کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں، مرغی کے دڑبے سے لگتے ہیں۔'' امی کا لہجہ تمسخرانہ سا ہو گیا۔

''ارے آپا! کیسی باتیں کرتی ہیں آپ...... گھر، گھر ہوتا ہے، چاہے وہ فلیٹ ہو یا کوٹھی۔ اچھا...... آپ ظفر کو ہمارے ساتھ کر دیں تاکہ بھٹکنے میں وقت ضائع نہ ہو۔'' میں باجی کے کمرے میں ہی تھا۔ قصداً ان کے سامنے آنا نہیں چاہ رہا تھا مگر جب انہوں نے مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہا تو فوراً کمرے سے باہر آ گیا اور ان کے ساتھ اکبر تایا کے ہاں پہنچ گیا۔ شومئی قسمت تائی بخار میں مبتلا تھیں۔ چھوٹا سا فلیٹ گرمی میں تپ رہا تھا۔ پانی اور بجلی کی پریشانی اس کے سوا تھی۔

''ارے اماں! یہاں چھ چھ گھنٹے بجلی جا رہی ہے۔ آپ کیوں یہاں پڑی ہیں۔ آپ کے دوسرے بیٹے کے ہاں تو

جنریٹر ہے۔ گرمیوں کا سیزن وہیں گزاریے۔ سردیوں میں یہاں آ جایئے گا۔''

دادی عزیز خالو کی بات سن کر چپ سی ہو گئیں۔

''ہاں دادی! آپ گھر چلئے'' میں نے آگے بڑھ کر ان کے شانوں پر اپنے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''تم کہتے ہو تو چلی چلتی ہوں۔'' وہ بھی فوراً تیار ہو گئیں۔

اور جب پھپھو، ماہ نور اور دادی کے ساتھ شاداب خالہ دوبارہ ہمارے گھر پہنچیں تو امی کا چہرہ ذرا سا نکل آیا مگر پھر بھی جملہ مارنے سے باز نہ رہ سکیں۔

''اکبر کی بیوی سے رکھا نہ گیا...... چار دن میں ہی چلتا کر دیا آپ کو؟''

''اس نے تو بڑی محبت سے رکھا۔ بخار ہونے کے باوجود وہ خاطر مدارات میں لگی ہوئی تھی۔''

''اچھا......!'' وہ تمسخر سے ہنسیں۔ ''ہم لوگ لے آئے ہیں اماں کو یہاں...... وہاں فلیٹ میں گرمی بھی بہت تھی۔ آپ کا گھر ہوادار بھی ہے اور خاصا کشادہ بھی۔'' شاداب خالہ نے تعریف کرتے ہوئے کہا۔

''ظفر! مجھے اوپر پہنچا دو۔'' پھپھو اور ماہ نور کے فوراً اوپر جانے کے بعد دادی نیچے رہنا نہیں چاہ رہی تھیں۔ تب میں ان کو سہارے سے اوپر لے آیا تو ماہ نور کی آنکھیں مجھے سرخ سرخ سی لگیں۔

''کسی بات پر روئی ہو تم......؟'' میں نے پوچھا۔ ''نہیں تو......'' وہ پھیکی سی مسکراہٹ لبوں پر لا کر بولی۔

''پھر کیا بات ہے؟''

''بس سر میں درد ہے۔'' وہ بے چین سی ہو کر بولی۔

غیر ارادی طور پر میرا ہاتھ اس کی پیشانی تک گیا تو وہ بخار سے تپ رہی تھی۔ ''ماہ نور، تمہیں تو خاصا تیز بخار ہے۔''

''پتا نہیں'' وہ بے پروائی سے بولی۔

''یوں کرو...... تم مکمل آرام کرو۔ میں تمہارے لئے حال کہہ کر دوا لے آتا ہوں۔''

نیچے اترا تو شاداب خالہ جا چکی تھیں اور امی ان کو اچھے خاصے کوسنے دے رہی تھیں۔ جو وہ لوگ پھپھو اور دادی کو خواہ مخواہ گھر لے آئے تھے۔ میں بائیک لے کر باہر کی جانب لپکا تو وہ بولیں ''اس وقت کہاں جا رہے ہو تم؟ مجھے تمہارے ساتھ ذرا درزی تک جانا ہے۔''

''پہلے ماہ نور کی دوا لے آؤں...... پھر آپ کو لے جاؤں گا۔''

''تم ڈاکٹر ہو، جو اس کے لئے دوا لینے جا رہے ہو؟''

''امی! میں صرف ایک انسان ہوں...... جو اپنے گھر میں رہنے والے لوگوں کا خیال رکھنا جانتا ہے۔''

''اس کی ماں دے دے گی کوئی گولی وولی...... تمہیں کیا ضرورت پڑی ہے یہ دردِ سر کرنے کی'' ان کا غصہ کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ ''اب لوگ اپنی لڑکیوں کو اسی طرح پیچھے لگا دیا کرتے ہیں، ہاں......''

''پلیز امی! آپ اس نہج پر نہ سوچا کریں۔'' میں نے مزید کچھ کہنے سے گریز کیا اور تیزی سے باہر نکل گیا اور جب آیا تو دوا کے ساتھ پھل، ڈبل روٹی، انڈے، دودھ سب کچھ شاپر میں موجود تھا، جو میں نے پھپھو کو جا کر دیا تو بے اختیار ان کی آنکھیں چھلک اٹھیں۔ اور میں نظریں چراتا ہوا نیچے اتر آیا۔

☆☆☆

''آپ کی خوشیاں کبھی کم نہ ہوں
آپ کی آنکھیں کبھی نم نہ ہوں
خدا کرے آپ کو ملیں ہزاروں خوشیاں
چاہے ان خوشیوں میں ہم نہ ہوں''

سہانی جب بھی میرے خیالوں میں آتی، میں اس سے یہی کہا کرتا اور وہ مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھا کرتی۔

میں یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کو میں کسی طور بھی سمجھا کر عامر سے دور نہیں کر سکتا تھا۔ جس طرح ایک ناسمجھ بچہ ہر چمکتی چیز کو دیکھ کر اس کو پالینے کی خواہش میں مچل جاتا ہے، یہی خو بو وہ بھی رکھتی تھی۔

نادیہ بھابی کو وہ کبھی دل سے پسند نہیں کیا کرتی تھی مگر اس کا بھائی اسے دل و جان سے پسند آ گیا تھا۔ میں نے عامر کی آنکھوں میں بھی سہانی کے لئے پسندیدگی کی جھلک دیکھی تھی۔

نادیہ بھابی نے ابھی تک کچھ نہیں کہا تھا، شاید وہ چاہ رہی تھیں کہ اس معاملے میں سہانی پہل کرے اور ان کی خواہش بر آئے، ایک صبح اٹھ کر سہانی نے ماں سے برملا کہہ دیا۔ ''ممی! میں عامر سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔''

''ابھی تو تم پڑھ رہی ہو، پڑھ کر فارغ ہو گی تو اس بارے میں سوچیں گے۔''

''میری بہت سی کلاس فیلوز کی منگنی ہو چکی ہیں تو میری کیوں نہیں ہو سکتی؟''

''کر دیں گے۔ مگر عامر سے کرنے کی کیا ضرورت ہے؟'' ان کا لہجہ خفگی بھرا تھا۔

''عامر مجھے پسند ہے اس لئے آپ کو عامر سے ہی کرنی ہو گی۔''

''تم جانتی ہو، ہمارے ہاں وٹے سٹے کی شادیاں نہیں ہوا کرتی ہیں۔''

''تو اب کر لیں، اس میں حرج ہی کیا ہے؟''

''کیا کہیں گے لوگ، جس گھر سے بیٹی لی تھی، وہیں اپنی بیٹی دے دی!''

''ممی! لوگوں کی پروا تو آپ نے کبھی نہیں کی تو پھر اس معاملے میں کیوں کر رہی ہیں آپ؟''

''نہیں مانیں گے تمہارے ابو!'' وہ زچ ہو کر بولیں۔

''آپ بات تو کریں، ان سے۔ وہ مان جائیں گے۔''

اور جب شاداب خالہ نے اس موضوع کو چھیڑا تو وہ غصے سے بکھر گئے۔ ''دماغ خراب ہو گیا ہے اس کا، پاگل ہو گئی ہے وہ۔ بمبئی سے بھائی جان کتنی مرتبہ مجھے فون کر چکے ہیں، اپنے بیٹے کے سلسلے میں، میں نے ابھی انہیں کوئی واضح جواب نہیں دیا تھا اور اس نے اتنی جلدی فیصلہ بھی کر لیا؟''

سکندر نے سنا تو اس نے بھی برہمی کا اظہار کیا۔ کئی روز تک سہانی سے بات تک نہ کی۔ سہانی ہر روز رات کو

پورے دن کی کتھا مجھے فون پر سناتی۔

''تم اپنے گھر والوں کی بات کیوں نہیں مان لیتیں؟'' میں نے بھی اسے سمجھانے کی آخری کوشش کی۔

''نہیں ظفر! اب ایسا نہیں ہو سکتا۔''

''کیوں بھلا؟''

''میں اب عامر کے بغیر نہیں رہ سکتی۔''

''کیا اس نے بھی تم سے ایسا ہی کچھ کہا ہے؟''

''کہا نہیں تو کہہ دے گا...... شاید کل وہ کچھ کہے'' ناز سے وہ ہنسی۔

''کل کیا خاص بات ہے؟'' میں نے متوحش سے لہجے میں پوچھا۔

''کل ہم دونوں ایک ساتھ لنچ کریں گے۔ وہ مجھے کالج سے پک کرے گا۔'' اس کا لہجہ زعم بھرا سا تھا اور میں اس کی بقیہ باتیں ہوں، ہاں کر کے سنتا رہا۔ کہنے کے لئے میرے پاس اب بچا ہی کیا تھا؟

☆☆☆

''تمہیں معلوم ہے کہ تم کہہ کیا رہے ہو؟'' بانو نے اپنے بیٹے عامر سے کہا۔

''ہاں امی!'' عامر کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ ''آپ نے ہی تو کہا تھا کہ اب میری شادی ہو جانی چاہئے۔''

''مگر سہانی کا نام تو میں نے نہیں لیا تھا۔''

''ایسی قدغن تو آپ نے نہیں لگائی تھی کہ سہانی کے سوا جس سے دل چاہے شادی کر لو۔''

''کیا اس شہر میں لڑکیوں کا کال پڑ گیا ہے، جو تمہیں سہانی کے سوا کوئی دوسری لڑکی نظر نہیں آ رہی۔''

''پہلے تو آپ اس کی بہت تعریفیں کرتی تھیں۔ اب اگر وہ مجھے پسند آ گئی ہے تو آپ اس سے بدک رہی ہیں۔''

''ہاں، پہلے مجھے واقعی بہت اچھی لگتی تھی...... مگر جب سے تمہاری بہن نے اسے جانچا اور پرکھا ہے، اس کا کہنا ہے کہ ہر کام میں وہ موڈی ہے اور ایسی لڑکیاں جن میں لچک نہ ہو، وہ گھر بنانے والی نہیں ہوا کرتیں۔''

''امی، وہ بہت اچھی لڑکی ہے، میری ہر بات سے اتفاق کرتی ہے تو وہ میری بات کیوں نہ مانے گی۔''

''شاداب بیگم کو اپنے پیسے پر بہت غرور ہے۔ تمہاری بہن کی بحیثیت بہو وہ اتنی عزت نہیں کرتی ہیں جتنی کہ انہیں کرنی چاہئے۔''

''میری سہانی سے شادی ہونے دیجئے...... پھر دیکھئے گا کہ ساس صاحبہ کی اکڑ کیسے رفو چکر ہو جاتی ہے۔'' عامر نے ہنستے ہوئے کہا۔

''میں ان ہی باتوں سے تو ڈرتی ہوں......'' بانو نے گہرا سانس لے کر کہا۔

''اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے۔''

اس نے دھیرے سے کہہ کر...... ماں کو شرارت سے دیکھا۔

''بیٹا، وٹے سٹے کی شادیوں میں خواہ مخواہ کے رخنے پڑ جاتے ہیں۔''

''ایسی باتیں جاہلوں میں ہوتی ہیں، پڑھے لکھے لوگوں میں نہیں۔'' اس نے برجستہ کہا۔

''تم نادیہ کی ساس کو جانتے ہی ہو...... اپنی بیٹی کو ہٹ دھرم بنانے میں ان کا ہی ہاتھ ہے۔''

''سہانی تو ہٹ دھرم نہیں ہے، وہ تو بڑی نائس سی لڑکی ہے۔''

''تم سہانی سے شادی کر کے پریشان ہو جاؤ گے۔''

''نہیں امی! ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔''

''میرا تجربہ تم سے زیادہ ہے، میں تمہاری طبیعت کو بھی جانتی ہوں اور وہ بھی دیکھی بھالی ہے۔'' بانو زچ ہو کر بولیں۔

''امی...... میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اگر میری شادی سہانی سے نہیں ہوئی تو میں شاید کسی سے بھی شادی نہ کر سکوں۔'' عامر نے بڑے گمبھیر سے لہجے میں کہا اور بانو کو ایک لمحہ کے لئے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔ اکلوتے بیٹے نے کیسی بات کہہ دی تھی۔ اب تو اس ضمن میں کچھ کہنا ہی فضول تھا۔

''ٹھیک ہے۔ اگر تمہاری یہ مرضی ہے...... تو میں سہانی کے والدین سے بات کرتی ہوں کہ فوراً شادی کر دیں...... بی اے کو گولی مارو۔''

''نہیں نہیں۔ وہ گریجویشن تو ضرور کرے گی...... فی الحال آپ انگیج منٹ کر دیں'' عامر نے کہا اور بانو نے بیٹے کے چہرے کی سرشاری کو دیکھ کر رضامندی میں سر ہلا دیا۔

☆☆☆

عزیز خالو غصے سے کمرے میں ٹہل رہے تھے اور بار بار غصیلی نظروں سے شاداب خالہ کو دیکھ رہے تھے۔ ''یہ سارا قصور تمہارا ہے اور بس......'' وہ چشمہ اتار کر صوفے پر گر سے گئے۔

''دٹے سٹے کی شادیاں دُنیا میں اس سے پہلے بھی ہوتی رہی ہیں۔ سہانی کی بھی اگر ہو جائے گی تو کیا ہوا...... آپ نے تو خواہ مخواہ ہی ذرا سی بات کو اتنا بڑھا لیا ہے۔''

''کیسی ماں ہو تم...... اپنی بیٹی کو سمجھا تک نہیں سکی ہو۔''

''جوان اولاد پر سختی کرنے سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہوتا ہے۔''

''تمہیں پتا بھی نہیں چلا...... وہ عامر کے ساتھ گھومنے بھی لگی۔''

''میں اس کے ساتھ کالج تو نہیں جاتی۔''

''مگر مائیں تو بیٹیوں کی دوست ہوا کرتی ہیں۔''

''آج کل کوئی کسی کا دوست نہیں ہے۔''

''تو پھر ہم اس کی بات مان جائیں؟''

''ماننی تو پڑے گی......'' شاداب خالہ نے بے پروائی سے کہا۔

''مجھے تو شرمندگی سی ہو رہی تھی جب عامر کی امی نے یہاں تک کہہ دیا کہ بچوں کی خوشی کی خاطر میں آپ سے سہانی کا رشتہ مانگنے آئی ہوں۔ اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ وہ بھی دل سے سہانی کو بہو بنانا نہیں چاہتی تھیں۔'' عزیز خالو پھر بھڑک اٹھے۔

''اب مجھے تو کسی کی باتوں کا الٹراساؤنڈ کرنا نہیں آتا کہ فلاں بات کا کیا مطلب تھا اور فلاں بات کا کیا مطلب

ہے۔ وہ دل سے رشتہ مانگنے آئی ہوں یا دماغ سے...... آئی تو بہرحال تھیں۔''

''اس پر آپ کا یہ زعم ہے کہ بے حد سمجھدار خاتون ہیں۔''

''جی نہیں...... ایسا میں نے کبھی نہیں کہا۔ آپ کے سامنے تو میں ہمیشہ ناسمجھ، پاگل اور جاہل ہی رہی ہوں...... علامہ تو آپ ہیں۔'' شاداب خالہ کا لہجہ بھی طنز آمیز ہو گیا۔

''اب بتاؤ، کیا کریں......؟'' بیوی کے مزاج کو برہم ہوتے دیکھ کر وہ نرم پڑ گئے۔

''کیا خیال ہے...... کہ فی الوقت ہم صرف منگنی کرنے کی ہامی بھر لیں، ہو سکتا ہے کہ منگنی کے بعد وہ اس سے شادی کرنے سے انکار کر دے۔''

''واہ...... کیسی اچھی ماں ہو تم...... اور کیسی اچھی باتیں کر رہی ہو......؟ کسی ماں نے اس نہج پر بھی سوچا ہوگا، جس طرح تم سوچ رہی ہو...... یہ رشتے ناتے، کیا تاش کی گڈیوں کی طرح ہوتے ہیں کہ جس طرح دل چاہے انہیں پھینٹ کر رکھ دو۔ کبھی بادشاہ اوپر آ جائے اور کبھی جوکر......''

''ساری اچھی باتیں آپ کو ہی کرنی آتی ہیں کہ آپ سے اچھا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا، اس لئے اس ضمن میں بھی آپ کو ہی فیصلہ کرنا ہوگا، میری کیا بساط کہ میں اس سلسلے میں اپنی کوئی رائے دوں۔'' شاداب خالہ نے جز بز ہو کر کہا۔

''آپ ہامی بھر لیجئے...... مگر یہ منگنی توڑنے کے لئے نہیں کی جا رہی بلکہ جوڑنے کے لئے ہوگی...... آپ ان کے حساب سے کوئی بھی دن طے کر کے منگنی کی تقریب کی تیاری کیجئے۔''

''ہوٹل میں ہوگی یا کسی لان میں......؟'' شاداب خالہ نے پوچھا۔

''اپنے گھر کے لان میں ہو جائے گی، ڈیڑھ دو سو مہمانوں کا انتظام کر لیں۔'' عزیز خالو فیصلہ صادر کر کے اپنے کمرے میں چلے گئے۔

شاداب ہاؤس خوب سجایا گیا تھا۔ وسیع و عریض لان کی سجاوٹ بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

سہانی رسٹ اور گولڈن کے کامبی نیشن میں خوبصورت چولی اور شرارے میں بے حد حسین لگ رہی تھی۔ سر پر لیا ہوا تاروں بھرا دوپٹا اسے ایک نیا ہی لُک دے رہا تھا۔ عامر کے چہرے پر خوشیوں کا عکس نمایاں تھا۔

ہاں، میں بجھے دل سے اس تقریب میں شریک ہوا تھا۔ ماہ نور بھی ہمارے ساتھ آئی تھی۔ امی سہانی کی شکل دیکھ کر آہ بھر کر مجھے دیکھ رہی تھیں۔ ان کو یہ یقین تھا کہ سہانی میری وجاہت پر مرمٹی ہے اور مجھ سے ہی شادی کرے گی۔

ماہ نور تھوڑی دیر کے لئے سہانی کے پاس گئی مگر سہانی کی تمام تر توجہ صرف عامر کی جانب تھی۔ وہ کسی مہمان کو کوئی لفٹ نہیں دے رہی تھی۔ بددل ہو کر ماہ نور واپس اپنی سیٹ پر آ گئی۔

''کیا سہانی نے تم سے کچھ کہا ہے؟'' اسے یوں چپ دیکھ کر میں نے پوچھا۔

''نہیں تو......'' وہ پہلے سے انداز میں مسکرائی۔

''تو تم اپنی سہیلی کو اکیلا چھوڑ کر کیوں آ گئی ہو؟''

''سہانی کسی کی دوست نہیں ہے، وہ صرف اپنی دوست ہے......'' ماہ نور تلخ سے لہجے میں بولی۔

''ہاں، ایسا اکثر ہوتا ہے...... بعض مرتبہ وہ اچانک اجنبی سی بن جاتی ہے۔ پہچان کے تمام تر رشتوں، ناتوں سے بے خبر ہو جاتی ہے۔''

''انتہا پسند لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔''

''مگر تم تو ایسی نہیں ہو؟'' میں نے ماہ نور سے پوچھا۔

''خدا نہ کرے کہ میں ایسی ہوتی۔''

''پھر ایک انتہا پسند کی دوست کیسے بن گئی تھیں؟'' میں نے ماہ نور کو چھیڑا۔

''سہانی محبت کرنے والی لڑکی ہے...... جب وہ دوست بنتی ہے تو پُرخلوص دوست بنتی ہے...... اس میں آنا کانی نہیں کرتی۔''

عامر کی کسی بات پر وہ ہنسی تو میں نے دیکھا، اس کا چہرہ مزید خوبصورت ہو گیا تھا۔

''بہت خوبصورت لگ رہی ہے'' یکبارگی میرے منہ سے نکلا۔

''وہ ایسی ہی خوبصورت ہے۔ ہر رنگ اور ہر روپ میں وہ حسین ترین لگتی ہے۔'' ماہ نور نے کہا۔

میں نے نوٹ کیا، ماہ نور کے لہجے میں اس کے لئے ذرہ بھر بھی حسد نہیں تھا۔ نادیہ بھابی میرے قریب آئیں تو میں نے انہیں مبارک باد دی، جسے انہوں نے مسکرا کر قبول کیا اور تیکھی نظروں سے ماہ نور کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھ گئیں۔

منگنی کی انگوٹھیوں کے تبادلے کے بعد ڈنر شروع ہو گیا تھا۔ عامر اور سہانی اسٹیج سے اتر کر سوئمنگ پول کے سامنے کھڑے ہو کر باتوں میں محو ہو گئے تھے۔ نادیہ بھابی نے انہیں کھانے کو کہا تو سہانی نے مسکرا کر عامر کا ہاتھ پکڑا اور ڈائننگ ٹیبل کی طرف چلی آئی۔

بہت سی تقریبات میں، میں نے یہ دیکھا تھا کہ دلہا اپنی دلہن کے منہ میں نوالے دیا کرتا ہے مگر آج سہانی اپنے ہاتھ سے عامر کے منہ میں نوالے دے رہی تھی۔ عامر کی والدہ مسکراتے ہوئے سہانی کو دیکھ رہی تھیں۔

نادیہ کا چہرہ بھی متبسم تھا۔ ہاں عزیز خالو نہ جانے کیوں خفت زدہ سے ہو رہے تھے۔ ان کے سامنے سے اٹھ کر وہ پیچھے کی نشستوں پر جا بیٹھے تھے۔

کھانے کے بعد محفلِ غزل کا اہتمام تھا۔ کوئی مشہور مغنیہ غزل سرا تھی۔ سہانی عامر کے ہاتھوں میں ہاتھ دیے، سرگوشیوں میں مست تھی۔

میرے سر میں اچانک ہی درد ہونے لگا اور امی سے چلنے کو کہا۔ ماہ نور اور پھپھو بھی جانے کے لئے فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ یوں اس تقریب سے جانے والے سب سے پہلے مہمان ہم ہی تھے۔

اور ہم ایسے مہمان بھی تھے، جنہیں جاتا دیکھ کر میزبانوں نے روکنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ شاداب خالہ نے تو امی کے سلام کے جواب میں وہیں سے ہاتھ ہلا دیا تھا اور مجھے یوں لگا جیسے وہ ہم سب کو لعنت دکھا کر کہہ رہی ہوں 'اب دفعان بھی ہو جاؤ' کب تک ہماری اس محل کے مزے لوٹو گے۔ تمہاری یہ اوقات کہ ایسی خوبصورت تقریب میں بھی شرکت کر سکو۔

☆☆☆

نہ اب وہ آنکھوں میں برہمی ہے نہ اب وہ ماتھے پہ بل رہا ہے
وہ ہم سے خوش ہیں، ہم ان سے خوش ہیں زمانہ کروٹ بدل رہا ہے

''ہم چار ٹوکرے مٹھائی کے لے کر گئے تھے اور چار پھلوں کے۔ کل آٹھ ٹوکرے گئے تھے۔ سہانی کے ہاں، اس حساب سے تو وہاں سے سولہ ٹوکرے آنے چاہیے تھے۔ منگنی کے جوڑے کے ساتھ پچاس ہزار کا سونے کا سیٹ گیا تھا۔ انہیں ایک سیٹ مجھے اور ایک سیٹ نادیہ کو دینا چاہئے تھا مگر سوائے دو بے رونق سی ساڑھیوں کے کچھ بھی نہیں دیا۔ ہماری مٹھائی میں سے ایک مٹھائی کا ٹوکرا اور ہمارے پھلوں میں سے ایک پھلوں کا ٹوکرا انہوں نے واپسی پر ہمارے ساتھ کر دیا۔'' منگنی کے اگلے دن بانو اپنی ساس سے کہہ رہی تھی۔

''ارے بیٹا! لین دین میں کوئی مقابلے بازی تھوڑی ہوتی ہے...... جو تمہارا دل چاہ رہا تھا وہ تم لے گئیں جوان کا دل چاہا، وہ انہوں نے دے دیا۔ انہوں نے کوئی تم سے یہ فرمائش تھوڑی کی تھی کہ ان کی بیٹی کے لئے پچیس ہزار کا جوڑا اور پچاس ہزار کا سیٹ تم لے کر آنا۔'' بانو کی ساس نے انہیں رسان سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''مگر جب نادیہ کی منگنی اور شادی ہوئی تھی تو ان شاداب صاحبہ نے خوب منہ بھر بھر کر ایسی ہی باتیں کی تھیں اور پسند کی شادی کے طعنے الگ دیے تھے۔ ان کے انداز گفتگو میں ہم لوگوں کی اوقات کم تر تھی اور وہ اپنے آپ کو برتر سمجھتی تھیں۔''

''بانو بیٹا! اب تم اچھی باتوں کو یاد رکھو اور بری باتوں کو بھول جاؤ۔ تمہارا اکلوتا بیٹا ہے۔ بہو تمہارے گھر آنے والی ہے...... تو اپنے دل سے تمام پرانے گلے شکووں کو مٹا ڈالو۔''

''اماں! آپ کی سب باتیں صحیح ہیں مگر مجھے سہانی کی ماں ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ پتا نہیں اپنے آپ کو کیا سمجھتی ہے؟''

''ہماری بیٹی نادیہ اپنے گھر میں خوش ہے، کیا یہ ہمارے لئے خوشی کی بات نہیں ہے...... اور اس کی نند نے تمہارے بیٹے کو پسند کیا ہے...... اور منگنی کی تقریب میں اس پر کس کس انداز سے فدا ہو رہی تھی۔ بانو! یہ ساری کی ساری باتیں تمہارے حق میں ہیں۔''

''اماں...... مجھے ان چیزوں کی چاہ نہیں ہے، بس پرانی باتیں ذہن میں گھوم گئیں۔ نادیہ کی شادی کے وقت یہ شاداب بیگم اس لئے اترا رہی تھیں کہ ہمیں اپنے آپ سے کم تر سمجھ رہی تھیں اور اب اتنی طرم خان بن کر بھی کنجوسی تو انہوں نے دکھا دی۔''

''بانو، یہ سطحی باتیں ہوتی ہیں۔ تم تو ایک پلیٹ مٹھائی نہیں کھا سکتیں...... اتنے ٹوکروں کا کیا کرتیں؟ اچھا ہوا انہیں بانٹتے بانٹتے تم تھک جاتیں ورنہ وہ خراب ہو کر رہ جاتے...... جس کا علیحدہ ملال ہوتا کہ کھانے پینے کی چیز کسی کے پیٹ میں جانے کے بجائے پھینک کر گئی۔''

''اماں! میں تو باتوں کی ان انیوں کو یاد کر رہی تھی جو وہ میرے سینے میں چبھو کر گئی تھیں، یہ شاداب بیگم بڑی تیز خاتون ہیں، باتوں سے چٹکیاں لینے میں تو ماہر ہیں۔ طنز اور طعنہ مارنے کی اسپیشلسٹ ہیں۔ جب میری بیٹی بیاہ کر لے گئیں تو مجھے ناکوں چنے چبوا دیے، مجھے تو اب بھی یہی لگتا ہے کہ وہ میرا بیٹا لے کر بھی مجھے ہی دبائیں گی۔''

''بانو، خواہ مخواہ کے تفکرات کو اپنے دل میں جگہ مت دو...... ورنہ ہمہ وقت پریشان رہو گی'' ان کی ساس نے مسکرا کر کہا۔

عامر جو اپنی دادی کا آخری جملہ سن کر کمرے میں داخل ہوا تھا، ماں کے شانے پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا ''امی! اب آپ

فیلڈنگ نہیں کریں گی۔"

بانو نے استفہامیہ انداز میں بیٹے کو دیکھا "ہاں، امی! اب آپ کا بیٹنگ کا دور ہے۔"

تب بانو کھکھلا کر ہنس دیں اور کہا "پیارے بیٹے! تم اپنی زندگی خوشیوں اور محبتوں کے ساتھ بسر کرنا...... میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے کہ اپنے بچے کی خوشیوں میں بھی کوئی رخنہ ڈالوں۔"

"میری امی کی طرح کوئی سوئٹ ہو ہی نہیں سکتا...... مائی سوفٹ مدر! کیوں دادی......؟" عامر نے ماں کے گلے میں اپنی بانہیں حمائل کرتے ہوئے پوچھا۔

"اس میں کیا شک ہے۔ میری بانو لاکھوں میں ایک ہے۔" دادی اپنی بہو کو چاہتی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

☆☆☆

مسلسل ذہنی تناؤ کا اثر ہونا ہی تھا۔ ایک دن اسکول میں اسٹاف روم میں بیٹھے بیٹھے شہلا بے ہوش ہوگئی۔ ساری ٹیچرز میں ایک کھلبلی سی مچ گئی۔ قریبی ڈاکٹر کو بلایا گیا، انہوں نے اس کا مکمل چیک اپ کیا۔

"بے حد کمزور ہیں یہ۔ بلڈ پریشر بھی بہت لو ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ٹمپریچر بھی ہے۔ لگتا ہے کہ ان کو کئی دنوں سے بخار ہے۔ انہیں مکمل آرام کی ضرورت ہے۔" ڈاکٹر نے رائے دیتے ہوئے کہا۔

اس کو گھر چھوڑنے اسکول کی کئی ٹیچرز آئی تھیں اور جب انہوں نے اس کی بے ہوشی کی بابت بتایا تو امی بری طرح پریشان ہو گئیں۔

شہلا اپنے بستر پر چپ چاپ لیٹی تھی۔ اس کے ذہن میں ماں کی باتیں اب بھی موجود تھیں۔ اس کی محبت اور خلوص کو کس طرح پامال کیا گیا تھا، جو اس سے برداشت ہی نہیں ہو پایا تھا۔

اس کو یوں چپ چاپ دیکھ کر امی اس کے کمرے میں آگئیں۔ "اب میں تجھے بالکل بھی اسکول نہیں جانے دوں گی، اپنی حالت تو دیکھ کیسی ہوگئی ہے؟ مجھے تیری صحت عزیز ہے، ہاں۔"

"نہیں امی! اسکول میں امتحان ہونے والے ہیں، میں ان دنوں چھٹیاں نہیں کر سکتی" ایک کمزوری آواز میں اس نے کہا۔

"کیا ہوگا، زیادہ سے زیادہ یہ کہ تیری نوکری ختم ہو جائے گی۔ ہو جائے۔ مجھے نہیں کروانی نوکری تجھ سے، اب جا کے تو دکھا مجھے اسکول۔"

اور شہلا ان کے اس انداز کو دیکھ کر حیرت زدہ سی رہ گئی۔ صبح سویرے وہ اس کے لئے ناشتا بنا کر کمرے میں لاتیں۔ دودھ کا گلاس اوولٹین ڈال کر اسے زبردستی پلاتیں۔ دن میں کھانے سے پہلے ملک شیک اس کے کمرے میں پہنچ جاتا۔

گڑیا کے سسرال والوں کو وہ از خود برا بھلا کہہ رہی تھیں۔ "میں تو پاگل ہو گئی تھی جو ایسے چالاک لوگوں کو پہچان نہیں سکی۔ اب اگر وہ خوشامدیں بھی کرنے آئیں تو میں دھکے دے کر نکال دوں گی۔"

گڑیا نے بھی اس کے پاس آ کر اس کے اقدام کو صحیح قرار دیا تھا تب شہلا کے ذہن سے ایک خواہ مخواہ کا بار ختم ہو گیا۔

گھر میں بیٹھے ہوئے اسے پورے دس دن ہو گئے تھے مگر امی اس کو اسکول جانے ہی نہیں دے رہی تھیں۔

"امی! اب میں بالکل ٹھیک ہوں، بخار وخار کچھ نہیں ہے مجھے۔ مجھے کھلا کھلا کر آپ نے میرا وزن بڑھا دیا ہے۔ پلیز...... آپ مجھے جانے دیں" شہلا نے ان کی خوشامد کر ڈالی۔

"میں نے کہا ناں...... کہ اب تو ویگنوں میں رلتی ہوئی ہرگز اسکول نہیں جائے گی۔"

"ابھی میرے پاس اتنی بچت نہیں ہے کہ گاڑی خرید لوں" وہ ہنسی۔

"گاڑی خریدنا کون سا مشکل کام ہے، وہ بھی آ جائے گی۔"

"مگر پلیز امی! مجھے اسکول تو جانے دیں، اسکول نہیں گئی تو میری تنخواہ کے دس ہزار روپے بھی مجھے نہیں ملیں گے۔"

"ارے پاگل اس مہنگائی کے زمانے میں دس ہزار ہوتے کیا ہیں...... اور پھر آنے جانے میں اتنا وقت علیحدہ خرچ ہوتا ہے۔"

"امی! پیسا تو محنت اور مشکل سے ہی کمایا جاتا ہے، میں بسوں میں جاتی ہوں تو بہت سی ٹیچرز بسوں میں سفر کرتی ہیں۔ اس میں کوئی بری بات تو نہیں ہے۔"

"میں تجھے بتاؤں گی کہ پیسا آسانی سے کیسے کمایا جا سکتا ہے۔" انہوں نے ہنس کر کہا۔

"میں آپ کی بات سمجھی نہیں۔"

"ارے بیٹا! اپنے محلے کے ذوالفقار صاحب جو مین روڈ والے گھر میں رہتے ہیں، وہ اپنے گھر میں کوچنگ سینٹر کھول رہے ہیں۔ اس کوچنگ سینٹر کی دونوں شفٹوں کے لئے میں نے تمہارے لئے کہہ دیا ہے، وہ کہہ رہے تھے کہ وہ پچیس ہزار دیں گے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ تمہارے مزے آ گئے کہ نہیں، صبح سویرے آرام سے ٹہلتے ہوئے چلی جاؤ۔ دوپہر کو گھر آ کر کھانا کھا کر پھر واک کرتی ہوئی چلی گئیں۔ نہ بسوں کا چکر، نہ وقت کا زیاں۔ مزے سے پڑھا کر آ گئیں اور تنخواہ دوگنی سے بھی زیادہ...... شام کی ٹیوشن سے علیحدہ چھٹی ہوئی۔"

"جی امی......" شہلا نے حیرت اور دکھ سے اپنی ماں کو دیکھا۔

"ارے بیٹا...... تیرے تو مزے آ گئے۔ مجھے تو لگ رہا ہے کہ تیری تو لاٹری لگ گئی۔"

"ایسی قسمت والی تو میں کبھی نہیں رہی کہ میری کوئی لاٹری نکلتی" شہلا نے تلخ سے لہجے میں کہا۔

"ارے! یہ تنخواہ میری وجہ سے بڑھی ہے۔" وہ زعم سے بولیں۔ "ورنہ تم میں تو آگے بڑھنے کا جذبہ ہی نہیں ہے۔"

"ہاں آپا...... امی خود گئی تھیں، ذوالفقار صاحب کے گھر......" گڑیا نے بتایا۔

"ہاں امی! آپ ٹھیک کہتی ہیں، میں ہمیشہ لکیر کی فقیر ہی رہی۔ آگے بڑھنا صرف آپ ہی کو آتا ہے کہ آپ آگے بڑھنا بھی جانتی ہیں۔ میں تو بس ایسے ہی ہوں...... ایک دم ڈل سی لڑکی۔"

"مجھے پتا تھا...... پچیس ہزار تنخواہ کا سن کر تو حیران رہ جائے گی...... ابھی چار دن اور آرام کر...... پہلی تاریخ سے جوائن کرنا۔"

"ٹھیک ہے امی! جو آپ چاہیں گی، وہی ہوگا، اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔ نہ جانے کیا بات تھی کہ

اسے خوب رونا سا آرہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اسکول نہیں بلکہ اپنا کوئی ماں جایا چھوڑ رہی ہو۔

''آپا۔۔۔۔۔۔نیند آرہی ہے کیا؟'' گڑیا نے اسے یوں آنکھیں بند کئے لیٹے دیکھا تو پوچھا۔

''ہاں، کچھ دیر سوؤں گی۔۔۔۔۔۔'' اس نے زبردستی آنکھیں میچ لیں۔

''ہاں بیٹا، خوب آرام کرو۔۔۔۔۔۔پھر تو کوچنگ جوائن کر کے مصروف ہو جاؤ گی'' امی اس کو چمکارتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئیں۔ تب وہ تکیے میں منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

☆☆☆

عامر ابھی اپنے آفس آ کے ہی بیٹھا تھا کہ سہانی کا فون آ گیا۔ ''آج دوپہر کو کہاں لنچ کر رہے ہیں؟''

''دوپہر میں تو میں کچھ کھاتا ہی نہیں ہوں'' اس نے شوخ سے لہجے میں بتایا۔

''میں آؤں گی۔۔۔۔۔۔تب بھی کچھ نہیں کھلائیں گے؟'' لاڈ سے پوچھا گیا۔

''پھر تو مجبوری ہے۔'' وہ ہنسا۔

''میں ڈیڑھ بجے آپ کے پاس آفس پہنچ رہی ہوں۔''

''ٹھیک ہے، آجاؤ۔''

سرخ، بغیر آستینوں کا ٹاپ، بلیک جینز پر وہ جب بغیر دوپٹے کے اس کے آفس آئی تو وہ کتنی دیر آنکھیں نہیں ہٹا سکا۔

''عامر چلیں۔'' وہ گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے بولی۔

''سہانی!۔۔۔۔۔۔ایک بات کہوں، برا تو نہیں مانو گی؟'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہاں۔۔۔۔۔۔ہاں، کہو۔''

''تم آئندہ اس قسم کا لباس پہن کر میرے آفس مت آنا۔''

''کیوں۔۔۔۔۔۔؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''میرے آفس کے لوگ کام کرنے کے بجائے صرف تمہیں ہی دیکھنے لگیں گے۔''

''مگر میں تو ڈیلی روٹین میں اسی قسم کے ڈریسز پہنتی ہوں۔'' اس نے سادگی سے کہا۔

''تم جینز کے ساتھ ٹاپ ضرور پہنو۔۔۔۔۔۔مگر آستینوں کے ساتھ۔ دوپٹا بے شک چھوٹا سا ہو مگر گلے میں ضرور ہونا چاہئے۔ اس سے لباس میں آبروی آ جاتی ہے۔''

''او کے'' اس نے رضامندی میں سر ہلایا۔

تھوڑی دیر بعد جب عامر کے ساتھ سہانی کوریڈور سے گزری تو آفس میں کام کرنے والی لڑکیوں کے ساتھ لڑکے بھی عامر اور سہانی کو بغور دیکھ رہے تھے اور سہانی کو یوں لگا جیسے وہ سب اس کا مذاق اڑا رہے ہوں۔ ہوٹل میں جب وہ پہنچی تو بے حد چپ چپ سی تھی۔

''کیا کھاؤ گی؟'' عامر محبت بھرے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

''جو آپ کو پسند ہے، وہی منگا لیجئے۔''

''تمہاری اپنی کوئی پسند۔۔۔۔۔۔؟''

''آپ کی پسند میری پسند ہو گی اب۔''

''یہ ہوئی ناں بات۔۔۔۔۔۔'' عامر مسکرا کر اسے گہری نظروں سے تکنے لگا۔ ''میں جانتا ہوں۔۔۔۔۔۔تم بہت اچھی ہم سفر ثابت ہو گی۔'' اور سہانی بلش ہو گئی۔ ''میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میری شادی تم سے ہو گی۔''

''میں نے بھی نہیں سوچا تھا۔۔۔۔۔۔مگر جب تمہیں پہلی مرتبہ دیکھا تو مجھے یوں لگا جس شہزادے کا میں خواب دیکھتی تھی، وہ مجھے لینے آ گیا ہے۔''

اور عامر بے اختیار ہنس کر بولا ''شہزادی صاحبہ! آپ جلدی سے گریجویشن کر لیں۔۔۔۔۔۔تاکہ شہزادے کے گھر کو رونق بخشیں۔''

''او کے'' وہ مسکرائی۔ واپسی پر جب وہ اسے گھر چھوڑنے جا رہا تھا تو پوچھ رہا تھا کہ اب کب ملو گی؟

''جب آپ کہیں گے۔''

''کل کالج کے بعد تمہیں پک کر لوں۔''

''کل میری میوزک کی کلاس ہے، آپ پرسوں کر لیں۔''

''ارے میوزک کا بھی شوق ہے تمہیں۔۔۔۔۔۔؟'' اس نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

''آپ یہ پوچھیے کہ کیا شوق نہیں ہے مجھے؟''

''خود ہی بتا دو۔''

''گھر میں رہنے سے مجھے وحشت ہوتی ہے۔ خاص طور پر اس وقت جب کچھ کرنے کو بھی دل نہ چاہے۔''

''مگر مجھے تو اپنے گھر میں رہ کر بہت مزہ آتا ہے۔ میرا تو گھر میں دل نہیں گھبراتا۔''

''آپ کی سنگت میں بھلا کون بور ہو سکتا ہے؟''

''پکی بات ہے ناں۔۔۔۔۔۔؟''

''ہاں، پکی بات۔'' سہانی نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

☆☆☆

وہ جو آ جاتے تھے آنکھوں میں ستارے لے کر
جانے کس دیس گئے خواب ہمارے لے کر
چھاؤں میں بیٹھنے والے ہی تو سب سے پہلے
پیڑ گرتا ہے تو آ جاتے ہیں آرے لے کر

شہلا نے سب سے پہلے مسز عابدی کو ہی بتایا تھا کہ وہ جاب چھوڑ کر، گھر کے قریب بلکہ محلے کے ہی ایک کوچنگ سینٹر کو جوائن کر رہی ہے۔

''شہلا! تم جانتی ہو کہ یہ اسکول کتنا اچھا ہے، اس کا اپنا ایک نام بھی ہے اور یہاں بہ آسانی جاب بھی نہیں ملا کرتی ہے۔''

''ہاں، اس کے باوجود بھی مجھے کوچنگ سینٹر میں جانا پڑے گا کہ وہاں سیلری اچھی ہے۔''

''یہاں سے تو تم ایک بجے اپنے گھر چلی جاتی تھیں۔ وہاں صبح سے شام تک پڑھاؤ گی۔''

''شاید ایسا ہی ہو، ابھی تک میں وہاں گئی نہیں ہوں مگر ایسا ہی کچھ نظر آ رہا ہے۔''

''ایک بات کہوں، جس کا ذکر نہ تم اس اسکول میں اور نہ ہی اپنی ماں سے کرو گی۔'' مسز عابدی نے رازدارانہ لہجے میں کہا۔

''جی۔ کہیے!''

''تم اس اسکول سے دو ماہ کی چھٹی لے کر وہ کوچنگ سینٹر جوائن کر لو۔ اگر تمہارا دل نہ لگے تو واپس اپنے اسکول آ جانا۔''

''یہ خیال تو میرے ذہن میں ہی نہیں آیا تھا'' اس کا چہرہ کھل سا گیا۔

''مگر تم اپنی امی سے یہی کہو گی کہ تم نے جاب چھوڑ دی ہے...... ورنہ وہ بعد میں تمہیں ہی قصوروار کہہ دیں گی کہ دل نہ لگنے کا بہانہ ہے، تم اپنے پرانے اسکول کی ہی جاب کرنا چاہتی تھیں۔''

''آپ نے تو میرا مسئلہ ہی حل کر دیا کہ کوچنگ سینٹر میں مرد اساتذہ کی موجودگی بھی ہوگی اور یہ سب سوچ کر میں کچھ اچھا محسوس نہیں کر رہی ہوں۔ خواتین ٹیچرز کے ساتھ کام کرنے میں ایک سکون سا رہتا ہے۔''

''بیٹا! تم اپنا خیال خود رکھنا اور پریشان مت ہونا کہ دل نہ لگنے کی صورت میں تم دوبارہ اپنے اسکول آ سکتی ہو۔''

''آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔'' اس نے پرنسپل کو چھٹی کی درخواست دی تھی کہ اس کی ساتھی ٹیچرز جرح کرنے کے لئے موجود تھیں۔

''کیا شادی ہو رہی ہے تمہاری؟''

''فی الحال تو دور دور اس کے امکانات نہیں ہیں۔''

''کہیں جا رہی ہو، سیر و تفریح کے لئے؟''

''اتنی سخت گرمی، بارشوں کا حبس، کہاں جاؤں گی۔ یوں بھی جتنے رشتے دار ہیں وہ سب کراچی میں ہی ہیں۔

''تو پھر اتنی لمبی چھٹی لینے کی وجہ؟''

''ابو بیمار ہیں امی کی طبیعت بھی مسلسل خراب چل رہی ہے، روزانہ اسکول آنے جانے میں بھی تھکن محسوس کر رہی ہوں، بار بار بخار چڑھ رہا ہے۔ اس لئے سوچا کہ مکمل ریسٹ بھی ہو جائے اور امی، ابو کی خدمت بھی۔''

''یہ بات ہے تو ٹھیک ہے......'' سب فرینڈز کو یقین سا آ گیا اور شہلا نے اطمینان کا گہرا سانس لیا ورنہ اس کی یہ دوست بال کی کھال نکالنے میں ماہر تھیں۔

☆☆☆

''حد ہو گئی ہے نالائقی کی، کوئی دنیا سے انوکھا پڑھ رہی ہو تم جو باورچی خانے میں جھانک کر نہیں دیکھتیں۔ روزانہ شام کا تمام کام نازیہ ہی کرتی ہے اور تم ہو کہ کتابوں میں منہ دے کر بیٹھ جاتی ہو۔ اگر نازیہ کچھ کہتی نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ سارا کام ہی چھوٹی بہن پر لاد دو۔''

اماں پر جب غصہ چڑھتا تھا تو مشکل سے ہی اترتا تھا۔ رابعہ اپنی کتابیں رکھ کر جھٹ باورچی خانے میں چلی آئی۔ نازیہ آٹا گوندھ چکی تھی۔ چولھے پر توا رکھے خشکی کا آٹا سینی میں نکال رہی تھی۔

''تم اندر جاؤ، روٹیاں میں پکا لوں گی۔''

''گرمی اچھی خاصی ہے...... آ جائیں، پکا لیں۔'' نازیہ فوراً ہی اٹھ گئی اور باہر تولیے سے منہ پونچھتی ہوئی صحن میں رکھے تخت پر آ بیٹھی۔ بابو جی شام کا اخبار لائے تھے نازیہ اس کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی۔

''اتنی گرمی پڑ رہی ہے، شام کو روزانہ چاول پکا لیا کرو۔'' بابو جی کا دل بڑا کڑھتا تھا، جب ان کی بیٹیاں باورچی خانے میں کام کرتیں۔ ''آپ کو شوگر ہے، چاول آپ کو نقصان دیں گے۔'' اماں نے منطق گڑھی۔

''ارے بھاگوان! ابلے ہوئے چاول نقصان نہیں دیتے۔ چاولوں کی ساری طاقت تو اس کی پیچ میں نکل جاتی ہے۔''

''ٹھیک ہے پکا لیا کروں گی مگر روز روز تھوڑی کھائے جا سکیں گے، روٹی کا اپنا علیحدہ سواد ہوتا ہے۔''

''یہ کہو نا کہ اپنے ذائقے کی زیادہ فکر رہتی ہے اور بندوق میرے شانے پر رکھتی ہو۔'' بابو جی نے مسکرا کر کہا۔

رابعہ جب روٹی پکا کر باورچی خانے سے نکلی تو سر سے ایڑی تک پسینہ بہہ رہا تھا۔

''باجی...... ادھر آئیں آپ......'' نازیہ نے اسے کمرے میں پکارا۔

''اس وقت میرے پاس تمہاری کوئی فضول بات سننے کا وقت نہیں ہے، بہت گرمی لگ رہی ہے مجھے۔''

''پلیز باجی! صرف ایک منٹ کے لئے آ یئے ناں......''

رابعہ بڑبڑاتی ہوئی اندر کمرے میں گئی تو نازیہ نے شام کے اخبار میں عمیر کی بڑی سی تصویر اس کے سامنے کر دی، جس میں واضح لکھا تھا ''یوم آزادی کے موقع پر عمیر کراچی کے معروف آڈیٹوریم میں اپنی گلوکاری کا مظاہرہ کریں گے، ان کے ساتھ دیگر گلوکاروں کے ناموں کی بھی لمبی فہرست تھی مگر رابعہ کو تو عمیر کی تصویر اور اس کے پروگرام کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ''آپ جائیں گی کیا؟'' نازیہ نے پوچھا۔ ''ہاں، میں ضرور جاؤں گی۔''

''کیسے جائیں گی؟'' نازیہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

''اپنی سہیلیوں کے ساتھ جاؤں گی۔ اگر پاس کا انتظام نہیں ہوا تو ٹکٹ خرید لوں گی۔ ٹکٹ کے لئے میں نے پہلے ہی پیسے جمع کر رکھے ہیں۔'' ''کنسرٹ میں جا کر کیا بہت مزہ آتا ہے؟''

''ہاں بہت......'' پھر اس نے ایک نظر اپنی چھوٹی بہن کو دیکھا جو منہ کھولے اس کی باتیں حیرت کے ساتھ سن رہی تھی ''اگر تم چلنا چاہو تو میرے ساتھ چلنا، میں تمہارا ابھی ٹکٹ لے لوں گی۔''

''نہیں باجی! میں اتنی بہادر نہیں ہوں۔ مجھے بابو جی سے بہت ڈر لگتا ہے۔'' یکبارگی نازیہ کا چہرہ پیلا سا ہو گیا۔

☆☆☆

''آہٹ سی کوئی آئے تو لگتا ہے کہ تم ہو
سایہ کوئی لہرائے تو لگتا ہے کہ تم ہو
جب شاخ کوئی ہاتھ لگاتے ہی چمن میں
شرمائے، لچک جائے تو لگتا ہے کہ تم ہو
رستے کے دھندلکے میں، کسی موڑ پر کچھ دور
اک لو سی چمک جائے تو لگتا ہے کہ تم ہو
صندل سے مہکتی ہوئی پُرکیف ہوا کا
جھونکا کوئی ٹکرائے تو لگتا ہے کہ تم ہو

اوڑھے ہوئے تاروں کی چمکتی ہوئی چادر
ندی کوئی بل کھائے تو لگتا ہے کہ تم ہو"

"وا...... واہ!" سب فرینڈز نے تالیاں بجا بجا کر اپنی ہتھیلیاں سرخ کر لیں اور رابعہ کے چہرے پر سرشاری سی پھیل گئی۔ رابعہ کی آواز بہت اچھی تھی۔ سہیلیوں کی فرمائش پر کبھی گیت، کبھی غزل سنا دیا کرتی تھی مگر بہت زیادہ فرمائشوں کے بعد۔ مگر آج اس نے ازخود ہی جاں نثار اختر کی یہ غزل سنائی تھی اور اب ساری سہیلیاں اس کی مدھ بھری آواز کی تعریف کر رہی تھیں۔

"رابعہ! یہ کرو کہ تم عمیر کے ساتھ مل کر کوئی دوگانا گا لو۔ قسم ہے بہت ہٹ جائے گا۔" شہلی نے ہنس کر رائے دی۔

"ارے، ان کی آواز کا مجھ سے کیا مقابلہ اور نہ ہی میری آواز اتنی اچھی ہے کہ ان کے ساتھ گا سکوں" رابعہ نے شرما کر کہا۔ "پھر بھی اتنی اچھی تو ہے کہ کسی کے سامنے گنگنا سکو" فری نے کہا۔

"اتنی اچھی بھی نہیں، ان کے سامنے گانا تو کیا، بات ہی ہو جائے وہی مشکل ہے...... مگر اب اتوار کے کنسرٹ میں پوری کوشش کروں گی کہ ان سے بات ہو جائے۔"

"کیا بات کرو گی؟" شہلی نے ہنس کر پوچھا۔

"کسی گلوکار سے کیا بات ہو سکتی ہے، ان کی گائیکی کے بارے میں پوچھوں گی کہ کس کا کلام پسند ہے، فوک کیوں نہیں گاتے؟ بھنگڑا کیوں نہیں پسند...... وغیرہ وغیرہ۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم عمیر کے کنسرٹ میں جا رہی ہو" فری نے شہلی کے ٹہوکا مارتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں، میں تو ضرور جاؤں گی۔"

"کس کے ساتھ جاؤ گی؟"

"کیوں، کیا تم لوگ نہیں جاؤ گے......؟" اب حیران ہونے کی باری رابعہ کی تھی۔

"یار! اب عمیر اتنا اچھا گلوکار بھی نہیں ہے کہ اس کے ہر پروگرام میں جا کر حاضری لگائیں۔"

"عمیر جیسا گلوکار تو صدیوں میں پیدا ہوتا ہے، کتنی خوبصورت آواز ہے اس کی۔ سُریلا انداز، فطری لہجہ...... اور شاندار پرفارمنس ادا کرنے میں اس کا کوئی مقابل ہی نہیں ہے۔" رابعہ نے زعم سے کہا۔

"ہاں، اچھا ہے مگر اتنا بھی نہیں کہ اس کے آگے دیگر گلوکار بونے بن جائیں۔"

"مگر مجھے اس کے آگے واقعی کوئی نظر نہیں آتا وہ گاتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ اس کو ہی سنو اور اس کو ہی دیکھو" وہ جذب سے بولتی چلی گئی۔ "ارے واقعی...... پھر تو علاج کروانا چاہئے۔" فری ہنسی۔

"تم چلو ناں سب...... پھر میری بات کی دل سے تائید کرو گی، ہاں۔"

"نہیں بھئی، اس سنڈے کو تو میں بہت مصروف ہوں" فری نے کاندھے اچکا کر کہا۔

"ہماری پوری فیملی پکنک پر جا رہی ہے، ایسے میں، میں یہ کیسے کہہ سکتی ہوں کہ میرا ارادہ ان کے ساتھ جانے کا نہیں ہے۔" عائشہ نے واضح طور پر منع کرتے ہوئے کہا۔

"اور میری طرف سے انکار اس لئے ہے کہ اللہ اللہ کر کے کوئی مجھے دیکھنے کے لئے آ رہا ہے۔ میری ممی نے اپنی فرینڈ کو لال قلعہ میں کھانا کھلایا تھا...... جب وہ اپنی دیورانی کو پٹا کر ہمارے گھر لا رہی ہیں، اپنے بھائی کے لئے۔ یار!

اگر انہوں نے مجھے اوکے کر دیا ناں...... تو سمجھو میری لاٹری نکل آئی۔ شہیر کی بڑی آفت پر سنائی ہے۔" نسرین نے اپنے انکار کی واضح تفصیل بتائی۔ "اور جب میری یہ فرینڈز نہیں جا رہی ہیں تو اکیلی میں جا کر کیا بور ہوں گی کنسرٹ میں۔ سب فرینڈز کے ساتھ ہی تو مزہ آتا ہے" شہلی نے ہنس کر کہا۔

"تم اکیلی کہاں ہو گی...... میں تمہارے ساتھ چلوں گی ناں......" رابعہ کا لہجہ خوشامدی سا تھا۔

"ارے، تمہارے ساتھ جا کر تو مجھے بور ہی ہونا ہے۔ وہاں جا کر تم سو جاؤ گی...... تو کیا میں دیواروں سے باتیں کروں گی یوں بھی عمیر بس ٹھیک ٹھاک ہی گاتا ہے...... ان دنوں تو مجھے عاطف زیادہ اچھا لگ رہا ہے۔" شہلی نے ابرو تان کر کہا۔ "اللہ! تو کیا اب مجھے اکیلے جانا پڑے گا۔" رابعہ ازخود بڑبڑائی۔

"کیا مطلب......" فری نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"میں عمیر کے کنسرٹ میں ضرور جاؤں گی۔" رابعہ نے کہا۔ "اپنے بابوجی اور اپنی اماں جان کو کیونکر بے وقوف بناؤ گی؟"

"کچھ بھی کر لوں گی...... مگر جاؤں گی ضرور۔"

"فری......! یہ لڑکی تو ہاتھ سے گئی......" نسرین نے ہنس کر آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"یار رابعہ! آئندہ پھر کبھی چلیں گے اور سب ایک ساتھ ہی چلیں گے۔ اس مرتبہ تو پاس بھی نہیں آئے ہیں۔ ٹکٹ خریدو گی تو اچھے خاصے پیسے خرچ ہو جائیں گے۔" نسرین نے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "تم لوگ نہ جاؤ...... مگر میں نے جانا ضرور ہے" رابعہ کا لہجہ حتمی تھا۔ "ایسے ہی شو مار رہی ہے...... پیر کو کالج میں آ کر ایک لمبی داستان سنائے گی کہ کس وجہ سے وہ کنسرٹ میں نہیں جا سکی تھی۔" شہلی نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں، ایسا ہی ہو گا" فری نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کی بات سے اتفاق کیا اور رابعہ ان کے بیچ میں سے اٹھ کر کالج کے گیٹ سے باہر نکل گئی۔

"ارے ابھی تو مس نیلوفر کا پیریڈ باقی تھا۔"

"کنسرٹ میں جانے کی تیاری بھی تو کرنی ہو گی...... صرف بیچ میں دو دن ہی تو رہ گئے ہیں" شہلی نے ہنس کر رابعہ پر چوٹ کرتے ہوئے کہا تو سب ہی کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

"حد ہے اترانے کی بھی...... اپنے گھر کا ماحول دیکھتی نہیں ہیں اور مقابلہ کرتی ہیں ہمارا......"

"یار! جب یہ ہمارے گروپ میں شامل ہے تو اس پر ہمارا اثر پڑے گا ناں...... جا رہی ہے تو جانے دو۔ اچھا ہے اس کی بے تکی جھجک تو ختم ہو گی" نسرین نے رسان سے اپنی فرینڈز کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ تو ہے......" اب وہ ساری کی ساری ایک دوسرے کی ہاں میں ہاں ملا رہی تھیں۔

☆☆☆

اس نے کتنے بہانے بنائے تھے اور کس قدر اس نے ترکیبیں لڑائی تھیں مگر اس وقت وہ آڈیٹوریم میں بیٹھی عمیر کے گیت سن رہی تھی۔ عمیر خوب لہک لہک کر گا رہا تھا اور اس کی آواز اسے تحلیل کئے دے رہی تھی۔

"عمیر کو اب دوسرے کنسرٹ میں شرکت کے لئے بھی جانا ہے تو اب آپ ان سے اپنی پسند کا آخری گیت سنیے۔" کمپیئر نے جب یہ کہا تو وہ فوراً ہی اٹھ گئی۔ عمیر کا گیت اس نے اسٹیج کے قریب کھڑے ہو کر سنا۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ دیگر لڑکیوں کی طرح وہ بھی اسٹیج پر چڑھ کر پرفارمنس دینا شروع کر دے مگر ایسی ہمت وہ اپنے اندر نہیں پاتی تھی۔ آج وہ سیدھے سادے شلوار سوٹ میں چلی آئی تھی۔ مگر لوگوں کی نظروں سے بچنے کے لئے

چشمہ اس نے اپنی آنکھوں پر لگا لیا تھا اور اپنے دوپٹے کا کونا چہرے پر اس طرح ترچھا سا ڈال لیا تھا کہ کوئی دیکھ کر اسے پہچان نہ سکے۔ جیسے ہی عمیر اسٹیج سے بیک سائڈ کی جانب گیا تو رابعہ بھی برق رفتاری سے اس جانب دوڑتی چلی گئی۔

''سنیے...... پلیز سنیے۔'' اس کو آگے بڑھتا دیکھ کر رابعہ نے پکارا۔

''جی، آپ نے مجھ سے کچھ کہا......؟'' عمیر نے مڑ کر اس سے پوچھا۔

''میں آپ کی فین ہوں...... بہت بڑی فین'' رابعہ کے چہرے سے سرشاری جھلک رہی تھی۔

''میں بہت ممنون ہوں آپ کا مس......؟''

''مجھے رابعہ کہتے ہیں۔''

''کیا آپ بتائیں گی، آپ کو میرا کون سا گیت بہت اچھا لگتا ہے......؟'' اب وہ رک کر بڑی دلچسپی سے اس سے پوچھ رہا تھا۔ ''رانی! مجھے تم سے پیار ہے......'' رابعہ نے مکھڑا بتا کر شرما کر سر جھکا لیا۔

''ہاں، میرا یہ سونگ بہت ہٹ ہوا ہے۔''

''کیا، آپ مجھے آٹوگراف دینا پسند کریں گے؟'' رابعہ نے اس کے چہرے پر نظریں جمائے جمائے پوچھا۔

''ہاں، ہاں کیوں نہیں......'' آٹوگراف بک لینے کے لئے اس نے ہاتھ بڑھایا۔ ''بک تو نہیں ہے، آپ اس پر دے دیں۔'' اس نے اپنا گلابی کاٹن کا رومال عمیر کے ہاتھ میں دے دیا۔

''اس پر دے دوں......'' وہ اس کے چہرے پر نظر ڈال کر مسکرایا۔ ''جی ہاں، دے دیں۔''

''تا کہ دو دن بعد آپ اسے واشنگ پاؤڈر سے دھو ڈالیں۔''

''اس رومال کو تو میں اپنے دل سے لگا کر رکھوں گی۔'' بے ساختہ رابعہ نے کہا۔

''ارے کیا واقعی......؟'' اس کے اس انداز کو سراہتے ہوئے وہ پھر مسکرایا۔

''ایک التجا آپ سے اور تھی......'' رابعہ چند لمحے سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''جی فرمایئے۔'' مگر رابعہ کا انداز ایسا تھا جیسے اپنے ذہن میں بکھرے ہوئے مختلف خیالات کو مجتمع کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ عمیر کی تمام تر توجہ رابعہ کی جانب مرکوز تھی۔ اب وہ اس کا دوپٹا ہٹ جانے کے باعث اس کے لمبے بالوں کو دیکھ رہا تھا جو اس کے گھٹنوں کو چھو رہے تھے۔

''میں آپ کے ساتھ کہیں ایک کپ چائے پینا چاہتی ہوں۔''

''کیوں نہیں...... مجھے خوشی ہوگی مگر اس پورا ویک میں بہت مصروف ہوں۔ دس دن بعد آپ مجھے میرے سیل پر مجھے یاد دلا دیجئے گا...... تو ہم کہیں اچھی جگہ بیٹھ کر چائے پئیں گے۔''

''آپ کو میرے ساتھ بیٹھ کر چائے پینا برا تو نہیں لگے گا؟'' اس نے اپنے دھڑ دھڑ کرتے دل کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔ ''نہیں بھئی! ایسی تو کوئی بات نہیں۔ لیجئے، میرا کارڈ آپ رکھ لیں۔ آپ تو میری فین ہیں، آپ کے پاس تو میرا کارڈ ہونا ہی چاہئے۔ اچھا رابعہ! اس وقت میں جلدی میں ہوں، انشاءاللہ پھر جلد ملیں گے۔'' عمیر اسے چمکتی آنکھوں سے تکتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اور رابعہ اس کا کارڈ پا کر یوں نہال ہو گئی جیسے عمیر نے اسے کوئی بیش قیمت تحفہ دے دیا ہو۔

☆☆☆

''شکل سے تم بے وقوف سی لگتی ہو...... مگر تم تو بڑی تیز نکلیں، عمیر کا کارڈ تک لے آئیں۔'' فری پیریڈز میں رابعہ

نے جب بڑے فخر سے اپنے رومال کا دیدار کرانے کے بعد عمیر کا کارڈ دکھایا تو فری نے ہنس کر کہا۔

''جہاں محبت ہوتی ہے، وہاں کوئی کام دشوار نہیں رہتا، ہر کام آسان ہوتا چلا جاتا ہے۔''

''میں رات کے دس بجے سے پہلے ہی اپنے گھر واپس بھی آ چکی تھی، میرے گھر کے سامنے سے چلنے والی ویگن نے بڑے آرام سے آڈیٹوریم تک پہنچایا...... اور وہاں سے گھر آنے میں کوئی مسئلہ بھی نہیں ہوا۔''

''مگر اپنے گھر والوں کے سامنے کون سا جھوٹ گڑھا؟''

''اس کے لئے امتحان کا ڈراما ڈالنا پڑا...... اور سہیلیوں کے ساتھ پڑھنے کا بہانہ بنایا جو چھوٹی بہن کے تعاون سے بہ آسانی چل گیا۔''

''اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اب آئندہ کسی کنسرٹ میں جانے کے لئے تمہیں ہماری ضرورت بھی نہیں رہی؟''

''نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ تم لوگوں کے ساتھ جا کر یقیناً میں نے انجوائے کیا تھا مگر فرق صرف احساس کا ہے۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا......؟'' وہ سب حیرت سے چلائیں۔

''تم لوگ...... ایسے ہی شغل میں کنسرٹ سننے چلی جاتی ہو...... جبکہ میں عمیر کی آواز کی عاشق ہوں۔''

''صرف آواز کی عاشق ہو...... یا......؟'' شہلی نے جملہ ادھورا چھوڑ کر اسے دیکھا۔

''میں عمیر اور اس کی آواز دونوں کی سچی عاشق ہوں۔'' وہ سچائی بیان کرتے ہوئے بولی۔

''پاگل تو نہیں ہو گئی ہو تم...... اپنے آپ کو دیکھا ہے......؟'' نسرین نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''جب محبت ہوتی ہے تو اس میں یہ باتیں تو ثانوی ہوتی ہیں۔''

''کیا عمیر بھی تم سے محبت کرتا ہے؟'' فری نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے شہلی کے کہنی مارتے ہوئے پوچھا۔

''میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ محبت کا جواب صرف محبت ہی ہوتا ہے اور محبت اپنے اندر ایک مقناطیسیت رکھتی ہے۔ بالفرض اگر عمیر کو مجھ سے محبت نہ بھی ہوئی تو ہو جائے گی...... اور یوں بھی وہ میرے لئے ہی گاتا ہے۔ اس کے گیتوں میں جو پکار ہے، وہ میرے لئے ہی تو ہے......''

''اللہ رے خوش فہمی......'' فری بے اختیار ہنسنے لگی۔

''رابعہ! کسی سے متاثر ہو جانا بری بات نہیں ہوتی، ہم زندگی میں بہت سی چیزوں، بہت سے لوگوں سے متاثر ہو جاتے ہیں مگر کسی کو پسند کرنے کا یہ قطعاً مطلب نہیں ہوتا کہ ہم ان سے لیلیٰ مجنوں والی محبت بھی کرنے لگیں'' نسرین نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''ڈیئر فرینڈ! دل ہر قسم کے پیغام کو قبول کرنے یا رد کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور یہ سب میرے دل نے ہی مجھ سے کہا ہے کہ عمیر بھی مجھ سے ہی محبت کرتا ہے اور اس کی رانی میں ہی ہوں، جو وہ گیتوں میں مجھے پکارتا ہے۔''

''مبارک ہو، یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے، پہلے تو ہم تمہیں پاس دیا کرتے تھے، اب ہمیں امید ہے کہ تم اپنے عمیر کے کنسرٹ کے پاس ہمیں دیا کرو گی تا کہ تمہارے طفیل ہم بھی اس کے پروگرام میں فری میں شرکت کر لیں۔'' فری نے تمسخر بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں ہاں، کیوں نہیں......'' رابعہ نے سادگی سے کہا تو سب سہیلیوں کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆☆☆

پوچھتے ہیں لوگ مجھ سے میرا کیا لگتا ہے وہ
کوئی نیکی تھی مری جس کا صلہ لگتا ہے وہ
زندگی کو اس نے دی ہے دلہنوں جیسی پھبن
زندگی کے ہاتھ پر رنگِ حنا لگتا ہے وہ

ٹریفک جام میں وہ بری طرح پھنس گیا تھا۔ ہارن کا شور، دھواں اڑاتی گاڑیاں...... وہ گھڑی پر نظر ڈال کر دانت کچکچا کر رہ گیا۔ وہ جتنی جلدی اس کے پاس پہنچنا چاہتا تھا، راستے میں اتنی ہی دیر ہو رہی تھی۔ اگر میں آفس سے سیدھا نکل جاتا تو اب تک پہنچ بھی گیا ہوتا۔ اس نے باہر کی جانب دیکھا۔ سب ہی لوگوں کے چہروں پر الجھن اور ڈپریشن نمایاں تھی۔

اس شہر میں تو اب ہیلی کاپٹرز سروس شروع ہو جانی چاہئے۔ زمین پر ٹریفک کے انتظام میں بہتری کی گنجائش بالکل نظر نہیں آتی۔ ٹی وی میں بیٹھ کر افلاطونی تقریریں کرلیں گے مگر کام نہیں کرنا آتا۔

اب گاڑیاں دھیرے دھیرے رینگنے کے انداز میں چلنا شروع ہوئی تھیں۔ عامر کھسیا کر خود ہی مسکرا دیا۔ آج اسے جلدی بھی زیادہ تھی۔ اس کے موبائل پر بیپ ہوئی تو اس نے نمبر دیکھا۔ اسی کا فون تھا۔

''ابھی تھوڑی دیر میں، میں تمہارے پاس آرہا ہوں۔'' اس نے اپنے آپ سے کہا۔ ٹریفک قدرے بہتر ہوا تو وہ خوش ہو گیا۔ اس بڑے شہر کے مسائل بھی واقعی خوب بڑے بڑے ہیں۔ اپنے آفس سے نکلے اسے ڈیڑھ گھنٹا ہو گیا تھا۔ وہ زچ ہو کر رہ گیا۔

''جب روزانہ ہزاروں گاڑیاں لیزنگ پر جاری ہوں گی تو ٹریفک میں اضافہ ہی ہوگا۔'' گاڑی ڈرائیو کرتے وقت سارے مسائل اس کے ذہن میں گردش کر رہے تھے۔

کتنے سارے دن ہو گئے تھے۔ اس کی سہانی سے ملاقات نہیں ہو پائی تھی اور آج وہ اسے واقعی بڑی شدت سے یاد کر رہی تھی۔

''کہاں ہو تم، چلے آؤ...... محبت کا تقاضا ہے۔'' اب وہ دھیمے لہجے میں گنگنا رہا تھا۔ سگنل پر گاڑی رکی تو اس کے لئے موتیے کے کنگن لے لئے۔

''ارے آپا کے لئے تو لئے ہی نہیں۔'' اپنے اس فعل پر اسے خود ہی ندامت ہوئی مگر اب گاڑی آگے نکل آئی تھی۔ اگلے سگنل پر اس نے آپا کے لئے بھی خرید لئے۔

''پتا نہیں کیا کر رہی ہوگی سہانی اس وقت۔'' وہ اس کے بارے میں پھر سوچنے لگا۔ ''یقیناً گیٹ پر کھڑی میرا انتظار کر رہی ہوگی۔ نہیں، وہ اس ٹائپ کی لڑکی نہیں ہے۔'' اپنی سوچ پر اسے خود ہی ہنسی آگئی۔ اب چوراہا پار کر کے

دائیں جانب سڑک پر لینے کے بعد رائٹ سائڈ پر شاداب ہاؤس آجائے گا۔ وہ دل میں سوچتا ہوا تیزی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ ایک ایک پل اسے شاق گزر رہا تھا۔

''اگر میں مصروف تھا تو سہانی تو آسکتی تھی۔'' اس کے دل میں غصہ سر اٹھانے لگا۔ ''کیوں نہیں آئی وہ؟''

''چلو عامر...... غصے کو چھوڑ دو اور اپنی منگیتر سے محبت سے ملو۔'' دماغ نے اسے سمجھایا۔ تب وہ از خود مسکرانے لگا اور لب پھر گنگناہٹ پر آمادہ ہو گئے۔ ''اِک لڑکی کو دیکھا تو ایسا لگا۔''

نادیہ نے غور سے دیکھا...... سہانی خوب بھرپور انداز میں قہقہے لگاتی کتنی پیاری لگ رہی تھی۔ اکیڈمی میں ڈانسنگ ٹیسٹ اتنے زیادہ ہو رہے تھے کہ سہانی کا سارا سارا دن اکیڈمی میں گزر رہا تھا۔ ان دنوں تو وہ اپنے کالج بھی برائے نام ہی جا رہی تھی۔ سارا دن تک دھنا دھن تک میں گزر رہا تھا۔ شام کو آتی تو اپنے کمپیوٹر میں منہ دے کر بیٹھ جاتی یا سوئی رہتی۔ ان دنوں اس کا چہرہ کیسے تھکن سے چور رہتا تھا اور ہنسنا تو وہ شاید بھول ہی گئی تھی۔ آج کتنے دنوں بعد وہ شام کو گھر میں تھی اور اس وقت اپنی بھابی کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔ ہنس رہی تھی۔ تب ہی عامر کی گاڑی پورچ میں داخل ہوئی۔

''بڑی عمر ہے آپ کے بھائی کی...... میں نے انہیں یاد کیا اور وہ فوراً آگئے......'' سہانی نے مسکرا کر نادیہ سے کہا۔ ان دونوں کو لان میں بیٹھا دیکھ کر وہ وہیں آگیا۔

''السلام علیکم آپا!'' اس نے بہن کو سلام کرتے ہوئے اسے ترچھی نظروں سے دیکھا اور سارے کنگن ٹیبل پر رکھ دیئے۔

''وعلیکم السلام! اتنے دنوں بعد بہن کی یاد آئی ہے۔'' نادیہ نے بھائی کو چبھتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور سہانی اپنے دونوں ہاتھوں میں کنگن پہننے لگی جیسے اسے معلوم ہو کہ وہ اس کے لئے لے کر آئے گا۔

''بہن کی یاد تو روز ہی آتی ہے مگر بہن کی نند گھر میں ٹکتی ہی نہیں ہے تو کیسے آتا؟''

''اچھا، تمہارے نہ آنے کی وجہ سہانی ہے۔'' نادیہ نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں سو فیصد یہی ہے اور پچاس فیصد اپنی مصروفیات......''

''میں تمہارے لئے گرما گرم سینڈوچز اور چائے لاتی ہوں۔'' نادیہ ان دونوں کو تنہا چھوڑ کر قصداً اندر کی جانب چلی گئی۔ عامر اپنی کرسی سہانی کے قریب لاتا ہوا بولا۔

''کل کہاں جانا ہے۔ جو آج بیس مرتبہ موبائل پر میسج دیا ہے تم نے......''

''کل ایک این جی او کی جانب سے عروسی ملبوسات کی ماڈلنگ ہو رہی ہے۔'' سہانی کے لہجے میں خوشی رچی ہوئی تھی۔

''اور تم اس میں یقیناً حصہ لے رہی ہوگی۔'' عامر اسے تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولا۔ سہانی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

تب عامر شرارت سے بولا۔ ''کیا تم چاہتی ہو کہ میں بھی شیروانی پہن کر سہرا ڈال کر آجاؤں؟''

''کسی بھی حلیے میں آؤ مگر تمہیں آنا ضرور ہے۔'' سہانی نے بچوں کی سی ضد کرتے ہوئے کہا۔

''مگر کیوں بھئی؟'' عامر کا لہجہ لاڈ بھرا تھا۔

"تاکہ تم مجھے دیکھو۔" ناز سے کہا گیا۔

"وہ تو مجھے پتا ہے تم کیسی لگو گی۔" عامر کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کئے ہوئے کہہ رہا تھا جیسے اسے دلہن بنا دیکھ بھی رہا ہو اور وہ اس کی آنکھوں میں سمائی ہوئی ہو۔

☆☆☆

ذوالفقار صاحب کا نام اس نے سنا ضرور تھا مگر آج وہ انہیں پہلی مرتبہ دیکھ رہی تھی۔ اٹھائیس اور تیس کے درمیان ان کی عمر ہوگی۔ چہرے سے لاأبالی پن جھلکتا تھا مگر بات چیت میں خاصے سنجیدہ سے دکھائی دے رہے تھے۔ اس وقت شہلا ان کے سامنے بیٹھی تھی اور وہ نظریں نیچے مرکوز کئے اس سے کہہ رہے تھے۔

"یہ آپ کا روم ہے۔ آپ کا کام لڑکے لڑکیوں سے فیس لینا اور ان کے کارڈ بنانا ہے۔ روزانہ آپ اس روم میں صبح وشام دو گھنٹے بیٹھا کریں گی اور بعد میں جو ٹائم ہوگا اس میں آپ اکنامکس کے پیریڈز لے لیا کیجئے گا۔"

"کلرک کا کام آپ کسی مرد کو سونپ دیجئے۔ مجھے تو پڑھانے میں زیادہ دلچسپی ہے۔" اس ضمن میں وہ پہلی مرتبہ بولی تھی۔

"ہمارے اسٹوڈنٹ میں لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہے اس لئے میں چاہتا ہوں ان کا تعلق کسی مرد کلرک کے بجائے کسی لڑکی سے رہے۔ آپ میرے خیال میں اس مسئلے کو زیادہ بہتر سمجھ سکتی ہیں۔"

"اگر ایسی بات ہے تو ٹھیک ہے۔" ذوالفقار صاحب کے خیالات جان کر وہ ہلکی پھلکی سی ہوگئی ورنہ اس کے اسکول کی کولیگ مسز عابدی نے تو اسے بہت ڈرایا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ آج کل زیادہ تر کوچنگ سینٹر عشق ومحبت کے سینٹر بنے ہوئے ہیں۔ پڑھائی کا تو صرف بہانہ ہوتا ہے۔ نہ اب اسٹوڈنٹس اچھے رہے ہیں اور نہ ہی ٹیچرز...... عشق کا وائرس اس بری طرح پھیلا ہوا ہے کہ وحشت ہوتی ہے...... مگر ذوالفقار صاحب سے بات کرنے کے بعد اسے خاصا سکون محسوس ہوا تھا۔ یقیناً وہ ایک اچھے آدمی تھے۔ خواتین کی عزت کرنا جانتے تھے۔

وہ روزانہ اپنے اسکول سے آکر خاصی تھک بھی جایا کرتی تھی۔ امی نے واقعی بالکل میرے لئے صحیح سوچا۔ محلے کے کوچنگ سینٹر میں جانے میں کہاں تھکان ہوگی اور نہ ہی بسوں اور رکشوں کے پیچھے بھاگنا پڑے گا۔ جب وہ کوچنگ سینٹر سے واپس آئی تو بے حد مطمئن تھی۔ امی اسے خوش دیکھ کر مزید خوش ہوگئیں۔

"شہلا! میں تمہاری ماں ہوں۔ تمہارے بھلے کو مجھ سے بہتر کون سوچ سکتا ہے۔ مجھے معلوم تھا یہ کوچنگ سینٹر تمہارے اسکول سے بدرجہا بہتر رہے گا۔"

"آپ ٹھیک کہتی ہیں امی!" خوش ہو کر اس نے ماں کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

کوچنگ سینٹر کا پہلا دن بڑا پُرسکون گزرا۔ طلبہ وطالبات کے کارڈز بنانے کے بعد وہ جلد ہی فارغ ہوگئی۔ چونکہ اسے دو گھنٹے تک مسلسل آفس میں ہی رہنا تھا اس لئے اخبار کا مطالعہ کرتی رہی۔ پیر کو اکنامکس کا کوئی پیریڈ بھی نہیں تھا اس لئے بعد میں بھی وہ یونہی خالی بیٹھی رہی۔ ذوالفقار صاحب نے راؤنڈ لگایا تو اس کے کمرے میں بھی آئے اور پوچھا۔

"مس شہلا! آپ یہاں بور تو نہیں ہو رہی ہیں؟"

"نو سر! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" دوسرا اور تیسرا دن بھی یونہی خالی گزرا تو اسے گھبراہٹ سی ہوئی۔ وہ ذوالفقار

صاحب کے کمرے میں جا پہنچی اور کہنے لگی۔

"سر! روزانہ خالی بیٹھنے سے تو میں بور ہو جاؤں گی۔ آپ مجھے اکنامکس کے علاوہ دوسرے سبجیکٹ بھی دے سکتے ہیں۔"

"مگر اس طرح تو آپ تھک جائیں گی۔" وہ آہستگی سے بولے۔ شہلا نے چونک کر دیکھا۔ وہ بدستور نیچی نظریں لئے بول رہے تھے۔

"سر! کام کرنے والے لوگ خالی بیٹھ کر تھک جاتے ہیں۔ پڑھانے سے میں تھکوں گی نہیں بلکہ خالی بیٹھ کر بور بھی ہوں گی اور تھک بھی جاؤں گی۔"

"جیسی آپ کی مرضی! کل آپ کو ٹائم ٹیبل دے دیا جائے گا۔ آپ جتنی دل چاہے کلاسز لے سکتی ہیں۔"

"شکریہ سر!" وہ مسروری اپنے کمرے میں لوٹ آئی۔

☆☆☆

سہانی، عامر کے ساتھ مارکیٹ میں ایک دکان سے نکل کر دوسری دکان میں جا رہی تھی مگر اس کی کسی طور تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ اسی طرح چار گھنٹے گزر گئے تھے۔ وہ بوتیک کے کپڑوں کو سرسری سا دیکھ کر نفی میں گردن ہلا کر آگے بڑھ جاتی تھی۔ عامر جب تھکنے کے ساتھ ساتھ بور بھی ہو گیا تو الجھ کر بولا۔

"ایک سوٹ خریدنے میں کیا اتنے گھنٹے لگا کرتے ہیں؟"

سہانی بوتیک کا ایک سوٹ اپنے ساتھ لگا کر دیکھتے ہوئے بولی۔ "ہاں، جب چیز پسند نہ آئے تو اس سے زیادہ ٹائم لگا کرتا ہے۔"

"مگر میری آپا سیدھی سادی سی ہیں۔ میں جیسا بھی انہیں سوٹ خرید کر دے دوں گا، وہ انہیں پسند آ جائے گا۔"

سہانی، عامر کو تنبیہی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"اور یہ میں ہرگز نہیں چاہتی کہ تم میری پیاری سی بھابی کی سالگرہ پر کوئی عام سا سوٹ دے دو۔"

سہانی کو نئی شاپ کی جانب جاتا دیکھ کر عامر نے تھکے ہوئے انداز میں کہا۔ "پلیز سہانی! مجھ پر رحم کرو۔ میں واقعی خواتین کی شاپنگ سے نابلد ہوں لیکن اگر تم نے مزید تھکایا تو میں کیش دینے کے بارے میں سوچنے لگوں گا۔"

"سنو! جو لوگ تحفے دینے کے بجائے کیش دیتے ہیں وہ خالی الدماغ ہوتے ہیں۔"

"مگر تم کچھ خریدنے بھی تو دو۔ جو چیز مجھے پسند آتی ہے اسے تم کھٹ سے منع کر دیتی ہو۔" عامر نے عاجز آ کر کہا۔

"اور جو پینٹ اور ٹاپ مجھے اچھا لگتا ہے اسے تم رد کر دیتے ہو۔" اس نے مسکرا کر اس کے لہجے کی نقالی کرتے ہوئے کہا۔

"میری آپا ایسے بے تکے کپڑے نہیں پہنتی ہیں۔" وہ جل کر بولا۔

"عامر! آج تو تم نے میرا دماغ ہی خراب کر دیا ہے۔ میری آپا یہ نہیں پہن سکتیں۔ میری آپا وہ نہیں پہن سکتیں۔"

"حیرت ہے سہانی! تم ان کے ساتھ رہتی ہو پھر بھی تمہیں ان کے مزاج کا اندازہ نہیں ہے۔" عامر نے جز بز ہو کر کہا۔

''ہاں نہیں ہے پھر؟'' وہ غصے سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''غلطی ساری میری ہے۔ مجھے خود ہی آنا چاہئے تھا۔ میں کب کا شاپنگ سے فارغ ہو کر اپنے گھر پہنچ گیا ہوتا بلکہ کھانا کھا کر آرام کر رہا ہوتا۔ خواہ مخواہ تمہیں اپنے ساتھ لے کر آیا اور خود ہی خوار ہوا۔''

''میں نے تمہاری خوشامد کی تھی کیا کہ میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔'' وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے مسلسل اسے چڑا رہی تھی۔ اس وقت وہ دونوں شاپ میں رکھی ہوئی ڈمی کے پاس سے گزرے جس نے بہت خوبصورت ساڑھی پہنی ہوئی تھی۔ عامر اسے حیرت آمیز مسرت کے ساتھ دیکھتے ہوئے رک گیا۔

''دیکھو سہانی! کتنی خوبصورت ساڑھی ہے یہ۔ اگر میں اسے خریداوں تو میری آپا ''

''پلیز عامر! یہ ساڑھی تم بھابی کے لئے نہیں خریدو گے۔'' سہانی اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔

''ارے آپا تو میری چوائس پر حیران رہ جائیں گی۔ یہ واقعی بہت خوبصورت ساڑھی ہے اور کلر کا مبی نیشن کس قدر غضب کا ہے۔ اسے پہن کر واقعی وہ بہت ہی......''

''مگر میں یہ کہہ رہی ہوں ناں کہ تم یہ ساڑھی نہیں لو گے۔'' سہانی اس کی بات کاٹتے ہوئے جھنجلا کر بولی۔

''تو پھر کیا لوں؟'' اس کا لہجہ پریشان سا تھا۔

''اگر ساڑھی ہی لینی ہے تو کوئی دوسری لے لو۔'' اس کا لہجہ ملائمت بھرا تھا اور آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔

''مگر یہ کیوں نہیں؟'' اس کا انداز جھنجلایا ہوا تھا۔

''عامر! یہ میں اپنے لئے لینا چاہتی ہوں۔'' توقف بھرے لہجے میں سہانی نے کہا تو عامر حیران ہی رہ گیا۔

''کیا تم واقعی ساڑھی پہنو گی۔ یہ جینز اور ٹاپ سے ہٹ کر بھی تمہیں کچھ پہننا آتا ہے؟''

''ہاں آتا ہے۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''ملکہ عالیہ! کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ ایکا ایکی یہ ساڑھی پہننے کا خیال آپ کے دماغ میں کیوں آیا؟'' واپسی پر وہ پوچھ رہا تھا۔

''اے وزیر کم عقل! تمہاری ملکہ عالیہ سب کو حیران کرنے کی ہمیشہ ٹھانی رہتی ہیں۔'' تب عامر اس کی بات پر بے ساختہ ہنس پڑا اور سہانی کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆☆☆

آج نادیہ کی سالگرہ تھی۔ اس نے اپنے قریبی عزیزوں اور خاص دوستوں کو مدعو کیا تھا۔ مہمانوں کی تعداد کچھ سے زیادہ نہیں تھی۔ بلو کندن کے کام کی ساڑھی نادیہ پر بہت اچھی لگ رہی تھی۔ سب مہمان آچکے تھے مگر سہانی کا کہیں پتا نہیں تھا۔ نادیہ کیک کاٹنے میں اسی لئے دیر لگا رہی تھی کہ سہانی بھی گھر پہنچ جائے ورنہ وہ خواہ مخواہ برا منائے گی کہ اس کا انتظار بھی نہیں کیا گیا۔

''پتا نہیں یہ سہانی کہاں رہ گئی؟'' اپنی کلائی کی گھڑی دیکھتے ہوئے اس نے سکندر سے کہا۔

''ہوگی اپنی سہیلیوں کے ساتھ۔ اسے تو یہ یاد بھی نہیں رہا ہوگا کہ آج تمہاری سالگرہ ہے۔ تم اپنا کیک کاٹو۔'' بیٹے کی یہ بات سن کر عزیز خالو کو غصہ آ گیا۔ وہ شاداب خالہ سے بڑے غصے میں بولے۔

''تم نے بتایا تھا اسے کہ آج گھر جلدی آنا ہے۔''

''ہاں، میں نے کہا تھا۔ پتا نہیں کہاں رہ گئی۔'' شاداب خالہ کے لہجے میں بے پروائی رچی ہوئی تھی۔

''نادیہ! مجھے نہیں لگتا کہ وہ آئے گی۔'' سکندر بھائی نے تمسخر سے کہا۔

''ہاں، اگر وہ اپنی کلاس میں چلی گئی ہوگی تو یقیناً بھول گئی ہوگی۔'' نادیہ سکندر کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ مطلب یہی تھا کہ اب ہم سے اس سے زیادہ انتظار نہیں ہو سکتا۔ اس سے قبل کہ نادیہ موم بتی کو پھونک مار کر کیک پر چھری چلاتی، سہانی کی آواز کسی کوئل کی گونج کی طرح سنائی دی۔

''بھابی! ہم آ گئے۔'' نادیہ کے ساتھ سب ہی مہمانوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ خوبصورت ساڑھی اس کے سڈول جسم پر بہت اچھی لگ رہی تھی۔ روشن پیشانی پر چھوٹا سا ٹیکا لگایا ہوا تھا اور کانوں میں بڑے بڑے جھمکے...... اس کا پورا وجود مشرقی حسن کا عکاس تھا۔

''ونڈرفل! سہانی آج تم بہت اچھی لگ رہی ہو۔'' نادیہ نے خوشی سے سرشار لہجے میں اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔

''ارے میری گڑیا! تم اس طرح رہنا بھی جانتی ہو۔'' سکندر بھائی حیرت اور خوشی کے ساتھ کہہ رہے تھے۔

''واہ بیٹی......!'' عزیز خالو بھی حیرت زدہ تھے۔

عامر تو اس کو دیکھ کر گنگ سا ہو گیا تھا اور یوں ٹکٹکی باندھ کر اسے دیکھ رہا تھا جیسے مسحور ہو گیا ہو۔ حالت میری بھی بہت بری تھی۔ سہانی کو اس اسٹائل میں سجا بنا میں نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی حور راستہ بھول کر ادھر آ گئی ہو۔ چونکہ سہانی زیادہ تر جینز اور ٹاپ میں رہنے کی عادی تھی اس لئے ایک نیا لک اس کے چہرے پر محسوس ہوا تھا جو کہ بہت دلکش بھی تھا۔ ہاں برا منہ بنایا تھا تو صرف شاداب خالہ نے بنایا تھا۔ سہانی کو اس روپ میں دیکھ کر ان کی بھویں چڑھ گئی تھیں۔

''یہ ساڑھی پہننے کی کیا اُفتاد آ گئی تم پر۔ اپنی عمر سے بڑی لگ رہی ہو۔ بچیاں تھوڑی پہنتی ہیں ساڑھیاں۔ ابھی بچی ہو، بچی بن کر رہا کرو۔ تم پر جینز ہی سوٹ کرتی ہے۔ خواہ مخواہ ساڑھی پہن لی۔'' نادیہ بھابی نے اپنی ساس کی تمام باتیں سن لی تھیں اور ان کا شمار ان بہوؤں میں سے تھا جو اپنی ساس کی بات سے کبھی انحراف نہیں کیا کرتی ہیں مگر اس کے باوجود انہوں نے تمام مہمانوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

''آج کی تقریب کی خوبصورت شخصیت ہماری سہانی ہے۔'' تب عامر نے سہانی کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے لگتا ہے آپا نے کچھ غلط کہہ دیا ہے۔''

''اچھا تو پھر کیا کہنا چاہئے تھا انہیں۔'' سہانی برا مانتے ہوئے بولی۔ ناراضی کا تمام تر تاثر اس کے چہرے پر سجا تھا اور بولتے بولتے اس کی آواز بھی اتنی بلند ہو گئی تھی کہ میں نے بھی سن لیا تھا۔

''تم خوبصورت نہیں، خوبصورت ترین لگ رہی ہو۔'' عامر نے اس کے کانوں میں فسوں پھونکا۔

''ایمان سے!'' خوشی اور حیا کے جذبات اس کے چہرے پر قوسِ قزح بن کر پھیل گئے اور عامر نے آنکھوں ہی آنکھوں میں یہ محبت بھری ہامی بھر لی۔ تب مجھ سے وہاں بیٹھا نہ گیا۔ میں فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے سامنے عامر اسے کیسی محبت سے دیکھ رہا تھا اور وہ شرمانے کے تمام تر مظاہرے بھی کر رہی تھی۔

''ارے تمہارے ایک مہمان تو جا رہے ہیں۔'' عامر نے شاید اس سے اس لئے کہا ہوگا کہ وہ مجھے جانے سے منع کر دے۔

''ان کے ساتھ ایک مسئلہ ہے۔ تقریب میں آ تو جاتے ہیں مگر اسے ادھورا چھوڑ کر سب سے پہلے جاتے ہیں۔'' اس کی تمسخر بھری آواز میرے کانوں میں سیسہ انڈیل گئی تھی۔

''ایسا کیوں بھئی؟'' عامر نے شاید قصداً ہنس کر زور سے کہا تھا کہ میں نے گیٹ تک پہنچنے پر بھی اس کی آواز سن لی تھی۔

''پاگلوں کی کوئی کمی تھوڑی ہوتی ہے۔'' وہ ہنس رہی تھی اور میں اندھا دھند بائیک دوڑاتا لے گیا۔ ہر سو ایک ہی آواز میرے کانوں میں زہر سا گھول رہی تھی۔ ''پاگلوں کی کوئی کمی تھوڑی ہوتی ہے۔''

گھر آ کر بستر پر لیٹا تو مجھے لگا شاید سہانی نے میرا تجزیہ ٹھیک ہی کیا تھا۔ پاگل تو میں تھا۔ وہ کسی دوسرے کی بن رہی تھی تب بھی میں اپنی چاہت کا دیا روشن کر کے وہاں پہنچ گیا تھا۔

☆☆☆

''رابعہ بیٹی! روٹی پکا لو، تمہارے بابو جی بس گھر آنے ہی والے ہیں۔''

''بازار سے منگوا لیں۔ مجھ سے نہیں پک رہیں روٹیاں۔''

''دال کے ساتھ پیاز، لیموں کا کچومر بنا لیا؟'' جواب میں خاموش رہی تو وہ مزید بولیں۔

''ارے ہاں، میں تو بھول ہی گئی تھی۔ اپنے بابو جی کے کرتے شلوار پر استری کر دی تھی یا نہیں؟''

''اماں! آپ نازیہ سے کہہ دیں، وہ کر دے گی۔'' رابعہ نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کیوں تم کیا کر رہی ہو؟'' انہوں نے پان کھاتے ہوئے وہیں سے پوچھا۔

''میرا کل ٹیسٹ ہے۔ پڑھ رہی ہوں۔'' اس نے بہانہ گھڑا۔

''پڑھنے والی لڑکیاں کیا گھر کا کام نہیں کرتیں؟'' اماں کو نازیہ کی صورت دیکھ کر رابعہ پر غصہ آ گیا۔ صبح سے وہی کام میں جتی ہوئی تھی اور رابعہ مزے سے اپنے کمرے میں بستر پر کتابیں بکھرائے بیٹھی تھی۔

''کام تو میں بھی کرتی ہوں مگر آپ کو تو صرف نازیہ کا ہی کام دکھائی دیتا ہے۔''

''وہ اس لئے نظر آتا ہے کہ ابھی ویدے پٹ نہیں ہوئے ہیں۔ میں یہ دیکھ رہی ہوں کچھ دنوں سے تم باورچی خانے کے کام سے بھاگ رہی ہو۔''

''کبھی موسم کو بھی دیکھ لیا کریں۔ کس قدر حبس ہو رہا ہے اور بغیر کھڑکی والے باورچی خانے میں جا کر کیا حالت ہو جاتی ہے۔ کبھی اس پر بھی غور کر لیا کریں۔''

''بچپن سے اسی گھر میں رہ رہی ہو۔ پہلے یہ محل نہیں تھا جو اب گھٹن محسوس ہو رہا ہے۔'' اماں کی بڑبڑاہٹ جب شروع ہو جاتی تھی تو ختم ہونے میں نہیں آتی تھی۔

''باجی! کیا بات ہے۔ موڈ کیوں آف ہے آپ کا؟'' نازیہ نے اسے یوں اکل کھرا سا دیکھا تو پوچھ بیٹھی۔

''نہیں، کوئی بات نہیں ہے۔ کالج میں ٹیسٹ ہونے والے ہیں اس لئے پریشان ہوں۔''

''مجھ سے تو جھوٹ مت بولیں۔ آپ تو اپنے ٹیسٹوں میں فیل بھی ہو جاتی ہیں تو پریشان نہیں ہوتیں۔''

''مگر اس مرتبہ پریشان ہوں کہ اگر فیل ہوئی تو داخلہ روک لیا جائے گا۔''

''پرائیویٹ دے دیجئے گا۔ خوامخواہ دل سے کیوں لگاتی ہیں۔'' نازیہ نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''بات مجھے معلوم ہے کہ بات واقعی دوسری ہوگی۔'' نازیہ نے مسکرا کر پوچھا۔ ''چلیں اب تو مجھے بتا ہی دیں کہ مزاج نازک اتنا برہم کیوں ہے؟''

''میں نے عمیر کے سیل پر فون کیا تھا۔ وہ اٹینڈ ہی نہیں کر رہا۔ بعض مرتبہ تو وہ میرا نمبر دیکھ کر لائن ڈس کنکٹ کر دیتا ہے۔''

''اسے الہام تو نہیں ہوا ہوگا کہ آپ اسے فون کر رہی ہیں۔''

''میں نے اسے بتایا تو تھا کہ ایک ہفتے بعد فون کروں گی۔ میں مسلسل فون کر رہی ہوں مگر وہ بات ہی نہیں کرتا۔''

''وہ مصروف ہوں گے۔'' نازیہ کو اس کی خفگی جان کر ہنسی آ رہی تھی۔

''ایسی بھی کیا مصروفیت کہ چوبیس گھنٹے میں ان کے پاس اپنے لئے کوئی ٹائم ہی نہیں ہے۔''

''پیاری باجی! آپ کو کیا پتا مشہور بندوں کی مصروفیت کس کس نوعیت کی ہوتی ہے۔''

''مجھے تو اس پر غصہ آ رہا ہے جب وہ میرا فون ہی ریسیو نہیں کرے گا تو میں اس سے ملاقات کیونکر کر پاؤں گی۔''

''آپ مختلف اوقات میں کرتی رہیے۔ کبھی نہ کبھی اٹھا ہی لے گا۔''

''اگر نہ اٹھایا تو؟''

''اُفوہ! آپ ہر بات کا منفی پہلو تو مت دیکھیں۔ آپ جب دل سے نمبر ملائیں گی تو وہ ضرور اٹھائے گا۔''

اور پھر واقعی ایسا ہی ہوا۔ آج کالج سے آ کر وہ مسلسل فون کر رہی تھی۔ اب کی مرتبہ عمیر نے اس کا فون ریسیو کر لیا اور غنودگی بھرے لہجے میں بولا۔ ''کون؟''

''میں آپ کی فین بول رہی ہوں رابعہ!'' وہ سرشار سے لہجے میں چہک کر بولی۔

''کون رابعہ؟'' اس کا لہجہ حیرانی لئے ہوئے تھا۔

''اللہ عمیر! کیا آپ واقعی مجھے نہیں پہچان پائے؟'' وہ رو دینے والے انداز میں بولی۔

''سوری! اس وقت میں گہری نیند سے اٹھا ہوں بلکہ آپ کی بیل سے ہی میری آنکھ کھلی ہے۔''

''کیا مطلب! اس وقت دن کے دو بجے ہیں۔ آپ ابھی تک اٹھے ہی نہیں تھے۔''

''رات پروگرام سے میں خاصی دیر سے گھر آیا۔ صبح ہی تو سویا ہوں۔ لے کے آپ نے جگا دیا۔''

''آپ نے ہی تو مجھ سے کہا تھا کہ ایک ہفتے بعد میں آپ کو فون کروں۔''

''یہ سب میں نے کہا تھا آپ سے؟'' وہ ہنوز حیران ہونے کے ساتھ ساتھ پریشان بھی تھا۔

''ہاں آپ نے ہی تو کہا تھا جب 21 جولائی کو میریٹ میں کنسرٹ ہوا تھا تب آپ نے مجھے اپنا کارڈ بھی دیا تھا۔''

''مائی گاڈ! مجھے اب بھی کچھ یاد نہیں آ رہا ہے۔'' وہ ہنستے ہوئے بولا۔

''جب آپ کو کچھ یاد ہی نہیں آ رہا تو میں خوامخواہ آپ سے بات کر رہی ہوں۔'' وہ پژمردگی سے بولی۔

''اب تو میں اٹھ ہی گیا ہوں۔ پلیز اب بات بھی کر لیجئے۔''

''میں انٹر کی طالبہ ہوں اور آپ کے گیتوں کی زبردست فین بھی۔ آپ کے گائے ہوئے تمام کیسٹ میرے پاس ہیں۔ دو پروگراموں میں بھی شرکت کر چکی ہوں۔''

''ارے واقعی زبردست!'' وہ خوشدلی سے ہنسا۔

''میرے کالج میں کوئی لڑکی آپ کے خلاف بولے تو میری اس سے لڑائی ہو جاتی ہے۔''

''ویری نائس! اسے کہتے ہیں۔ بے لوث محبت۔''

''کیا آپ کو یہ سب معلوم ہے؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''مجھے تمہاری باتیں سن کر ہی اندازہ ہو گیا ہے کہ تم میری حقیقی فین ہو اور جو لوگ دل سے پیار کرتے ہیں وہ ایسے ہی ہوتے ہیں۔'' تب رابعہ کی آنکھیں مارے خوشی کے اشکبار ہو گئیں اور تمام الفاظ اس کے حلق میں گھٹ سے گئے۔

''رابعہ نام ہے ناں آپ کا؟''

''جی..... اب تو نہیں بھولیں گے ناں۔''

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' وہ ہنسا۔

''اب آپ کا کنسرٹ کب ہو رہا ہے؟''

''آئندہ ویک یعنی سٹرڈے نائٹ..... اس میں صرف میں ہی پرفارم کروں گا۔'' اس نے ساتھ ہی جگہ بھی بتائی۔

''واقعی!'' اس نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''آپ آ رہی ہیں ناں؟''

''کیسے آؤں..... یہ سوچ رہی ہوں۔''

''اگر ٹکٹ وغیرہ کا مسئلہ ہے تو صرف میرا کارڈ دکھا دیجئے گا۔ میں پہلے سے کہہ دوں گا کہ میری مہمان نے آنا ہے۔''

''کیا واقعی ایسا ہو سکتا ہے؟'' مارے خوشی کے اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

''ہاں، کیوں نہیں۔'' وہ فون پر اس کی دلچسپی کا اندازہ لگاتے ہوئے ہنس پڑا۔

''عمیر! میں ضرور آؤں گی۔ آپ کے گیت سن کر جو لطف مجھے آتا ہے، میں آپ کو بتا نہیں سکتی۔''

''بتانا تو پڑے گا۔ تعریف ہی تو ہمارے لئے آکسیجن کا درجہ رکھتی ہے۔'' وہ اب شوخ ہو رہا تھا۔

''عمیر! آپ اتنا اچھا گاتے ہیں کہ آسودگی کا تمام تر احساس ہوتا ہے۔ آپ کی گائیکی حقیقتاً سکون دیتی ہے۔''

''رابعہ! آپ تو بہت اچھی مبصر بھی ہیں۔ چلو میرے لئے آسانی ہو گئی۔ پریس کے لوگ جب مجھے انٹرویو کے لئے تنگ کریں گے تو میں کہہ دوں گا بھئی اس سلسلے میں مس رابعہ سے رجوع کریں۔ وہ میری گائیکی پر مقالہ لکھ رہی ہیں۔''

''کاش میں یہ کام کر سکوں۔''

''تمہیں ہی یہ کام کرنا ہو گا۔ جو لوگ سچے دل سے کسی کو چاہتے ہیں ان کے لئے ایسے کام کرنے مشکل نہیں ہوتے۔''

''امتحانات سے فارغ ہو جاؤں تب کر لوں گی۔'' اس نے سادگی سے کہا۔

''ارے میں نے ابھی کرنے کو تھوڑی کہا ہے۔ تمہارے کالج میں جس جس کو میری آواز پسند ہے، انہیں میرے پروگرام میں لایا کرو۔ اگر وہ میرے گیتوں پر پرفارم کرنا چاہیں تو کر سکتی ہیں۔''

''میری سہیلیوں کا گروپ خاصا بڑا ہے۔ میں ان سے ضرور کہوں گی کہ آپ کے پروگرام میں میرے ساتھ شرکت کریں۔''

''ضرور لانا۔ میں منتظر رہوں گا رابعہ!''

''اور کیا کیا مصروفیات ہیں آپ کی۔'' رابعہ کا بس نہیں چل رہا تھا عمیر کے بارے میں ہر بات اسے آج ہی معلوم ہو جائے۔

''اب میں اٹھ گیا ہوں تو پہلے شاور لوں گا، پھر ناشتا لیکن آپ کی اجازت سے۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

''ہاں ہاں، آپ ناشتا کیجئے۔ آئندہ ویک ملاقات ہو گی۔'' رابعہ نے محبت سے خدا حافظ کہتے ہوئے کہا اور عمیر نے اپنا سیل آف کر دیا۔ رابعہ اپنے بستر پر سیدھی سیدھی لیٹ گئی۔ اسے یہ یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ عمیر کے ساتھ اس کی اتنی تفصیلی بات چیت بھی ہو سکے گی۔ واقعی دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ عمیر نے کیسے کھلے دل سے یہ اعتراف کر لیا کہ میں اس کی خاص الخاص ہستی ہوں۔ کیسے کیسے اس کے ارمان ہیں میرے لئے۔ رابعہ کی یہ کیفیت تھی کہ اس وقت وہ بن پیے مدہوش تھی۔ یہ بھی اچھا ہی تھا۔ اس وقت اماں نازیہ کے ساتھ محلے میں کسی کی عیادت کے لئے گئی ہوئی تھیں اور بابو جی بھی گھر سے باہر تھے۔ رابعہ کے کانوں میں عمیر کے جملے گونج رہے تھے اور وہ سرشاری اس خوشی کو کشید کر رہی تھی۔ کچھ ہی دیر بعد اسے ایسا لگا کہ عمیر اس کے گھر آیا ہو اور خوشامدانہ لہجے میں اس سے کہہ رہا ہو۔

''میری جان رابعہ! ارے تم ابھی تیار نہیں ہوئیں۔ ہمیں تو باہر جانا تھا۔''

''میں کیا پہنوں، میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔''

''بس وہی بلیک سوٹ پہن لو جس کے دوپٹے پر ستاروں کی بیلیں ٹکی ہوئی ہیں۔'' رابعہ پھرتی سے تیار ہوئی اور جب وہ اس کے ساتھ گاڑی میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھی جا رہی تھی تو عمیر دھیمے سروں میں گنگنا بھی رہا تھا۔

''آپ کی آواز تو میری بروح میں اتر جاتی ہے۔'' رابعہ نے اپنا سر اس کے شانے سے لگا لیا۔ عمیر نے اسے اپنے قریب کرتے ہوئے اپنا نیا گیت سناتے ہوئے شوخی بھری نظروں سے دیکھا تو اس نے شرما کر نظریں جھکا دیں۔ گاڑی سیاہ ساٹن جیسی سڑک پر تیزی سے دوڑی چلی جا رہی تھی اور عمیر، رابعہ کے بالوں سے چھیڑ چھاڑ کرتا ہوا گا رہا تھا

پل پل دل کے پاس تم رہتی ہو
جیون میٹھی پیاس، تم کہتی ہو
ہر شام آنکھوں میں تیرا آنچل لہرائے
ہر رات یادوں کی بارات لے آئے
میں سانس لیتا ہوں، تیری خوشبو آتی ہے
اک مہکا مہکا سا پیغام لاتی ہے

میرے دل کی دھڑکن بھی تیرے گیت گاتی ہے
پل پل دل کے پاس تم رہتی ہو
(شاعر: راجندر کرشن)

☆☆☆

سہانی گاڑی کی چابی انگلی میں گھماتے ہوئے سیڑھیوں سے اترتے ہوئے لاؤنج میں ہی پہنچی تھی کہ اسے پشت سے ممی کی آواز سنائی دی۔

''کہاں جارہی ہو بیٹا؟''

''جم جارہی ہوں۔'' ممی کی بات سن کر اس نے اپنی رفتار آہستہ کرلی تھی۔

''رشید میری گاڑی لے کر نہ جانے کہاں نکل گیا ہے۔ مجھے سلمنگ سینٹر چھوڑ دو۔ اس ویک تو میرا ویٹ خاصا بڑھ گیا ہے۔''

''او کے ممی!'' وہ خوش دلی سے بولی۔

''کیا تم دو گھنٹے بعد مجھے لے سکتی ہو؟''

''ایسا کرنا میرے لئے مشکل ہوگا۔'' وہ ڈرائیو کرتے ہوئے بولی۔

''ٹھیک ہے، میں موبائل پر رشید کو کہہ دوں گی کہ مجھے لے لے۔'' وہ بدستور خاموش رہی۔ یوں جیسے اسے ان کے مسائل سے کوئی دلچسپی نہ ہو۔ ممی کو ان کے سلمنگ سینٹر چھوڑ کر وہ جم آگئی اور یہاں مختلف مشینوں کی مدد سے ایکسر سائز کرتی رہی اور جب اس کے مساموں سے پسینہ بارش کی طرح نکلنے لگا تب اپنے ہینڈ بیگ سے تولیا نکال کر اس نے اپنے آپ کو پونچھا۔ ایکسر سائز سے فارغ ہوکر وہ اپنی گاڑی تیزی سے ایک جوس سینٹر کی جانب لے آئی۔ اس سینٹر پر وہ ہمیشہ آتی تھی اور گاڑی میں بیٹھے بیٹھے اس نے جوس پیا۔ اس کے برابر رکی ہوئی گاڑی میں کوئی لڑکا بھی جوس پی رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ سہانی کو بھی بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ سہانی نے جب بیرے کو پیسے دے کر اپنی گاڑی اسٹارٹ کی تو برابر کی گاڑی والے نے اپنی گاڑی سے گردن باہر نکال کر اسے مخاطب کرنا چاہا۔

''ایکسکیوز می مس......؟'' مگر سہانی گاڑی تیزی سے نکال کر لے گئی اور لڑکے کو قصداً نظر انداز کردیا۔ وہ اجنبی لڑکا حیرت سے گاڑی کو جاتا دیکھتا رہا اور ایک ٹھنڈی سانس بھر کر اس نے بھی اپنی گاڑی اسٹارٹ کردی۔ یہ بھی اتفاق ہی ہوا کہ ایک سگنل چھوڑ کر دوسرے سگنل پر ان دونوں کی گاڑیاں برابر برابر آکر رکیں۔ اس لڑکے نے پھر اس سے کچھ کہنا چاہا تب وہ جان کر زبان چڑاتے ہوئے گاڑی زن سے لے گئی۔

☆☆☆

ماہ نور لان کے دو چار سوٹ لینے کئی روز بعد آج مارکیٹ آئی تھی۔ دادی کے پچھلی گرمیوں کے سوٹ خاصے بوسیدہ ہو چکے تھے۔ امی بھی اس حبس زدہ سے موسم میں جارجٹ کے سوٹ پہن کر وقت گزار رہی تھیں۔ اس کے پاس کچھ پیسے تھے جو اکبر بھائی نے اسے جاتے ہوئے دیے تھے۔ اپنے لئے کتابیں خریدنے کے بجائے اس نے یہی سوچا کہ امی اور دادی کے لئے دو، دو سوٹ خرید لئے جائیں۔ چلتے وقت ممانی نے اس سے بڑے تمسخر بھرے لہجے میں پوچھا تھا۔

''کہاں جارہی ہو؟'' تب ان کی جلی کٹی باتیں یاد کرتے ہوئے اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ اپنے لئے میک اپ کا سامان لینے جارہی ہے۔

''اچھا، پہلے ہی تمہاری ادائیں کچھ کم تو نہیں تھیں جواب میک اپ کے ہتھیار سے بھی لیس ہوگی۔''

''کیا کریں ممانی جان! سب لوگ آخر چہرہ ہی تو دیکھتے ہیں۔ میک اپ سے سجا سنورا ہوگا تو شاید کسی کو اچھا لگ جائے۔''

''میں تو پہلے ہی تمہارے تیور جانتی تھی۔ آجانے دو آج تمہارے ماموں کو، نہ گھر سے نکلوایا تو میرا نام بدل دینا۔'' وہ خاصی چراغ پا ہوگئی تھیں اور ماہ نور مسکراتے ہوئے باہر نکل آئی تھی۔ گھر میں جب کوئی نہیں ہوتا تب اسے ممانی کو جلانے میں خاصا مزہ آیا کرتا تھا۔ بکتی جھکتی ممانی کی باتیں سن کر وہ دل ہی دل میں خوب ہنسا کرتی۔

مارکیٹ میں وہ ابھی بھاؤ تاؤ ہی کررہی تھی کہ اس نے دیکھا سامنے بیٹھی ہوئی لڑکی کا پرس اس کے برابر والی خاتون لے کر بھاگنے ہی والی ہے۔

''چور......!'' اس کے منہ سے بے ساختہ آواز نکلی۔ چور خاتون پریشان ہوکر بنا پرس لئے ہی بھاگ لیں۔ تب لڑکی نے حیران ہوکر اس سے پوچھا۔

''آپ نے انہیں چور کہا اور وہ بھاگ گئیں۔ انہوں نے دکان سے تو کچھ نہیں چرایا۔''

''وہ دکان سے کپڑے نہیں بلکہ آپ کا پرس لے جانا چاہتی تھیں۔ زپ تو شاید انہوں نے کھول بھی لی تھی۔'' اس نے چیک کیا۔ واقعی اس کے پرس کی زپ کھلی ہوئی تھی مگر اس کے اندر رکھا ہوا پاؤچ موجود تھا۔

''بہت بہت شکریہ! آج مجھے اپنی نئی جاب کی پہلی سیلری ملی تھی۔ اگر وہ لے اڑتیں تو گھر میں کسی کو میری بات کا یقین بھی نہ آتا۔''

''اپنی چیزوں کی خود حفاظت کرنا سیکھیں ورنہ آج کے لوگ بڑے شاطر ہوگئے ہیں۔''

''کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتی ہوں؟'' شہلا کو نہ جانے اس لڑکی میں ایک مقناطیسیت محسوس ہورہی تھی۔

''مجھے ماہ نور کہتے ہیں اور آپ کا نام؟''

''میرا نام شہلا ہے اور میں ذوالفقار کوچنگ سینٹر میں پڑھاتی ہوں۔''

''اب میں اتنی جلدی یہ تو نہیں کہہ سکتی کہ آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔'' ماہ نور مسکرا کر بولی۔

''مگر میں یقیناً کہہ سکتی ہوں کہ ماہ نور تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ اگر تم نہ ملتیں تو آج مالی طور پر میرا شدید نقصان ہو جاتا۔''

☆☆☆

سہانی نے چائے پیتے ہوئے عامر کو مسکرا کر دیکھا تو عامر نے کہا۔ ''یہ بات مسکرانے یا ہنسنے کی نہیں ہے۔''

''تو میں کیا کروں؟ بتایا تو تھا کہ کالج میں امتحانی سیزن چل رہا تھا۔''

''غضب خدا کا! آج پورے ایک ہفتے بعد میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ میں تو تمہاری شکل بھی بھولنے لگا تھا۔'' اور سہانی اس کی بات پر کھلکھلا دی۔

''اب میرے ساتھ ایسا سلوک مت کرنا، سمجھ میں آیا۔'' وہ اس کے سر پر ایک ہلکی سی چپت لگاتا ہوا بولا۔

"لاسٹ ویک تم نے مجھے ٹائم نہیں دیا تھا۔ اپنی بات یاد نہیں ہے تمہیں۔"

"وہ تو میں اپنے آفس کی وجہ سے مصروف تھا مگر تم تو اپنے فیانسی پر یہ ظلم مت کیا کرو۔" سہانی نے چائے کا کپ رکھتے ہوئے مسکرا کر عامر کو دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں رضامندی جتائی۔

"اب کہاں چلنا ہے؟" گاڑی کی چابی اٹھاتے ہوئے اس نے سہانی سے پوچھا۔ اس وقت وہ میریٹ میں چائے پینے آئے تھے۔

"شیرٹن میں آج ایک کیٹ واک ہے علاقائی ڈریسز کی...... مجھے بھی اکیڈمی کی جانب سے شرکت کرنا ہے۔"

"تمہاری خوبصورتی کے سامنے ساری ماڈلز ماند پڑ جائیں گی۔" عامر نے اسے سر سے پیر تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہی تو میں چاہتی ہوں کہ جہاں میں جگمگاؤں وہاں کوئی سر نہ اٹھا سکے" اور عامر اسے دیکھتا ہوا اس کی ہمراہی میں ہوٹل سے باہر نکل گیا۔

دور کہیں مغنیہ بڑے جذب سے گا رہی تھی۔

سنسار کی ہر شے کا اتنا ہی فسانہ ہے
اک دُھند سے آنا ہے اک دُھند میں جانا ہے
یہ راہ کہاں سے ہے یہ راہ کہاں تک ہے
یہ راز کوئی راہی سمجھا ہے نہ جانا ہے
اک پل کی پلک پر ہے ٹھہری ہوئی یہ دُنیا
اک پل جھپکنے تک ہر کھیل سہانا ہے
کیا جانے کوئی کس پر کس موڑ پر کیا بیتے
اس راہ میں اے راہی ہر موڑ بہانہ ہے
ہم لوگ کھلونا ہیں اک ایسے کھلاڑی کا
جس کو ابھی صدیوں تک یہ کھیل رچانا ہے

(ساحر لدھیانوی)

☆☆☆

وہ ایک خوبصورت ہال کا بہترین اسٹیج تھا جس کے دائیں جانب ججوں کا پینل اور بائیں طرف پریس گیلری تھی۔ مہمانوں میں شہر کی معروف شخصیات کے ساتھ ساتھ شوبز کے ستارے بھی موجود تھے۔ ٹھیک نو بجے ماڈلنگ کا آغاز ہوا اور اسٹیج روشنیوں میں نہا سا گیا۔ مختلف علاقوں کے ساتھ ساتھ مختلف ملکوں کی دلہنیں اپنے عروسی ملبوسات میں سجی اسٹیج پر چلی آ رہی تھیں۔ ججوں کے پینل میں وہ لڑکا یعنی سرمد بھی تھا جو سہانی کو جوس سینٹر پر ایک نظر دیکھتے ہی بھونچکا سا رہ گیا تھا۔ سب سے آخر میں سہانی آئی۔ وہ کشمیری دُلہن کے لباس میں تھی اور بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس کے سر پر رکھی ہوئی ستاروں سے بھری ٹوپی نے اسے شہزادی کا سا لُک دے دیا تھا۔

اب مووی کیمروں کا تمام تر رخ صرف سہانی پر تھا اور وہ روشنیوں میں سجی کہیں دور دیس سے آئی خوبصورت پری لگ رہی تھی۔ سرمد اسے اس روپ میں دیکھ کر حیران ہی رہ گیا اور جب شناسائی کی لہر اس کے چہرے پر آئی تو وہ اپنے

آپ سے کہنے لگا۔

"خدایا! اتنا حسن بھی اس دُنیا میں موجود ہے۔" پھر اسے سو فیصد نمبر دے دیے۔ بعد ازاں ایک سینئر جج نے ڈائس پر آ کر اعلان کیا کہ تمام ججوں کے فیصلے کے مطابق مس سہانی کو بہترین دلہن کا ایوارڈ دیا جاتا ہے۔ سب مہمانوں نے پُر جوش انداز میں تالیاں بجائیں جس میں عامر پیش پیش تھا۔ سہانی جب اپنا ایوارڈ تھامے سرمد کے قریب سے گزری تو اس نے بڑے جذب سے پکارا۔

"سنیے مس!"

سہانی نے پلٹ کر اسے دیکھا اور بولی۔ "میرا نام سہانی ہے۔"

"تب سرمد ہنس کر بولا۔ "واقعی آپ سہانی ہی ہیں۔"

"شکریہ!" وہ سرشار سے لہجے میں بولی۔ اس وقت ایوارڈ ملنے کی خوشی اتنی زیادہ تھی کہ اس کے سوا اُسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

"کہاں مل سکتی ہیں آپ؟" اب سرمد اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ سہانی حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی اور نخوت بھرے لہجے میں بولی۔

"ہونہہ! اب میرے پاس کہاں فرصت ہے کہ ایرے غیرے لوگوں سے ملتی پھروں۔" سرمد نے اس سے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ عامر نے اسے دیکھ کر ہاتھ ہلایا اور آواز دے ڈالی۔

"سہانی! میں یہاں ہوں۔"

"عامر! تم یہاں آ جاؤ۔" وہ اسے دیکھ کر ایک ادا سے بولی۔ سرمد کو اس نے بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ عامر جلدی سے اس کے پاس آ گیا اور اس کے دونوں ہاتھ تھام کر بولا۔

"بہت بہت مبارک ہو دلہن صاحبہ!"

"سچ سچ بتانا کہ میں کیسی لگ رہی تھی؟"

"اے ون! تم سے بڑھ کر اس روئے زمین پر کوئی حسین ہے ہی نہیں۔" عامر کے لہجے کا خمار بڑھ رہا تھا تب وہ ہنس پڑی۔

☆☆☆

دل تو میرا ابھی چاہ رہا تھا کہ فوراً انکار کر دوں کہ میں شاداب ہاؤس نہیں جا سکتا۔ وہاں جا کر مجھے بے حد تکلیف ہوتی ہے مگر چونکہ دادی نے کہا تھا کہ شاداب خالہ کی خیریت پوچھ آؤں۔ ان کی ایک آنکھ کا موتیے کا آپریشن ہوا تھا۔ دادی کی اپنی طبیعت بھی ان دنوں ٹھیک نہیں تھی مگر عیادت کے اصولوں سے بہر حال واقف تھیں اس لئے جب انہوں نے مجھ سے تیسری بار کہا تو میں ابا جی کی بلیلہ لے کر نکل گیا۔ اس کھٹیارا گاڑی کو ان کی کوٹھی سے پچاس گز کے فاصلے پر روکا اور جب اندر گیا تو شاداب خالہ مزے سے ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔

"خالہ! آپ کی آنکھ کا تو آپریشن ہوا ہے۔ آپ ٹی وی کیسے دیکھ رہی ہیں؟"

تب خالہ سے پہلے عزیز خالو بولے۔ "آنکھ کا کیا ہے، وہ تو دوبارہ بھی بن سکتی ہے لیکن ان کا فیورٹ پروگرام 'بچ ملئے' اگر نکل گیا تو وہ شاید دوبارہ آن ایئر نہ جائے۔"

''جی نہیں، اب میری آنکھ بالکل ٹھیک ہے۔ مجھے پرانے زمانے کی عورتوں کی طرح اپنی خدمتیں کروانی نہیں آتیں تو میں کیا کروں۔''

''خدمتیں کروانے کے لئے گھر میں ٹکنا ضروری ہوتا ہے مگر تمہارے تو پیروں میں بلیاں بندھی ہوئی ہیں۔ آج یہاں، کل وہاں...... اِدھر، اُدھر کتنا ہی چلی جاؤ کبھی دل ہی نہیں بھرتا ہے۔'' عزیز خالو کی یہ عادت تھی جب بولنے پر آتے تو انہیں چپ کروانا خاصا مشکل ہوتا تھا۔

''میرا جہاں دل چاہے گا، جاؤں گی۔ اب اس عمر میں تم سے اجازتیں تو نہیں لوں گی ناں۔'' شاداب خالہ نے جل کر کہا۔

''میں یہ کب کہہ رہا ہوں لیکن گھر میں رہو گی تو اپنی اولاد پر تو نظر رکھو گی۔ پتا نہیں تم کس قسم کی ماں ہو۔ سہانی تک کو دیکھنا چھوڑ دیا ہے تم نے۔''

ابھی تک میں جو عزیز خالو کی باتیں سن کر بور ہو رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اجازت لے کر چلتا بنوں، سہانی کے ذکر پر میری نظریں بھی شاداب خالہ کی جانب مرکوز ہو گئیں۔ دل میں یہی شور سا تھا کہ آخر ایسی کیا بات ہو گئی ہے جو سہانی کو دیکھنا ضروری ہو گیا تھا۔

''سنیے! آج کی تاریخ میں آپ کو سہانی سے کیا شکایت ہو گئی؟'' ان کا لہجہ ایسا تھا جیسے وہ عزیز خالو کا مذاق اڑا رہی ہوں۔

''میں جدید لباس کو برا نہیں کہتا مگر عریانیت کو ناپسند کرتا ہوں۔ میری بیٹی ایسا تھرڈ کلاس لباس پہنے، راہ چلتوں کی اس پر نظریں اٹھیں۔ یہ میں کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔''

''ارے آپ کو کیا پتا، آج کی لڑکیاں کیسے کیسے کپڑے پہنتی ہیں۔ نہ آپ کو فیشن کا پتا ہے، نہ ٹرینڈ کا۔ کون سے ڈریس ان ہیں اور کون سے آؤٹ؟'' شاداب خالہ کا لہجہ کھسیایا ہوا تھا اور وقتاً فوقتاً وہ تیکھی چتونوں سے مجھے یوں دیکھ رہی تھیں جیسے مجھے بھی سنا رہی ہوں کہ تم بھی ایسی ہی کیٹگری سے تعلق رکھتے ہو۔

''شاداب بیگم! یہ بیکار کی بکواس کرنی تو مجھے آتی نہیں ہے۔ اس وقت وہ جس لباس میں باہر گئی ہے، مجھے دیکھ کر شرم آ گئی تھی اور تم نے ماں ہو کر بھی اسے نہ روکا نہ ٹوکا۔''

نادیہ بھابی کمرے میں داخل ہوئیں۔ مجھے بیٹھا دیکھا تو وہ فوراً عزیز خالو سے بولیں۔ ''پاپا! آپ پریشان نہ ہوں۔ سہانی میری پیاری سی بہن ہے۔ اس کو میں سمجھاؤں گی۔ آپ کا بی پی ہائی ہو گیا ہے۔ آپ اپنے کمرے میں آرام کریں، میں ابھی آ کر آپ کا بی پی چیک کرتی ہوں۔'' عزیز خالو بکتے جھکتے اپنے کمرے میں چلے گئے تب شاداب خالہ اپنے کاندھے اُچکاتے ہوئے بولیں۔

''سٹھیائے ہوئے شوہر کو ٹوکتی فورآورز برداشت کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ ان دنوں تو عزیز نے میری زندگی ضیق کر کے رکھی ہوئی ہے۔'' نادیہ بھابی ایک جوس کا گلاس مجھے دینے کے بعد دوسرا شاداب خالہ کو دیتے ہوئے بولیں۔

''ممی! آپ یہ فریش ایپل کا جوس پی لیں۔ آپ کی طبیعت کون سی ٹھیک ہے۔ اتنی تو ویک ہو رہی ہیں آپ، پاپا کی طبیعت بھی اس وقت ٹھیک نہیں ہے اس لئے خواہ مخواہ چڑچڑے ہو رہے تھے۔ آپ ان کی باتوں کا برا مت منایا

کریں۔'' اور میں دل ہی دل میں نادیہ بھابی کی ذہانت کا قائل ہو گیا۔ کیسے اپنی میٹھی زبان سے انہیں ہر ایک کا دل اپنی مٹھی میں لینا آتا تھا۔ شاداب خالہ جوس پیتے ہوئے مسلسل کہہ رہی تھیں۔

''مین میخ کرنے کی تو ان کی ہمیشہ کی عادت ہے اور سہانی کے پیچھے تو یہ ہمیشہ پڑے رہتے ہیں۔ اب وہ کوئی بچی ہے کہ ان کی پسند کے کپڑے پہنے گی۔ جوان لڑکی ہے۔ اس پر سختی تو نہیں کی جا سکتی۔ کچھ عرصے بعد اس کی شادی ہو جائے گی تو اپنی مرضی سے آیا جایا کرے گی۔'' نادیہ بھابی نے ان کی کوئی بات توجہ سے نہیں سنی اور عزیز خالو کے کمرے میں چلی گئیں۔ تب میں بھی خالہ کو خدا حافظ کہتا ہوا باہر نکل آیا۔ ان کے گھر آنے سے پہلے میرے سر میں ہلکا سا درد تھا اور ان کے گھر سے نکلتے وقت مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سر کا درد بڑھ جانے کے ساتھ ساتھ مجھے بخار بھی ہو گیا ہو۔

☆☆☆

گرلز کالج میں ہفتہ طالبات منایا جا رہا تھا۔ تقریری مقابلے، کھیلوں کے مقابلے ختم ہوئے تو ایک دن ورائٹی پروگرام کا بھی رکھ لیا۔ اس ضمن میں فن دیک کی انچارج مسز بیگ اپنی طالبات سے خطاب کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

''جیسا کہ میں نے آپ کو ابھی بتایا کہ کالج میں ہونے والے اس ورائٹی پروگرام کی تمام آمدنی یتیم بچوں کی فلاح و بہبود پر خرچ ہو گی۔ اس پروگرام کو کامیاب بنانے کی تمام تر ذمے داری آپ پر ہے۔ آپ اپنی محنت سے اس پروگرام کو اتنا خوبصورت بنا دیجیے کہ چار شو ہونے کے بجائے اس کے آٹھ شو ہوں اور ہم غریب بچوں کی اچھی طرح مدد کر سکیں۔''

''ایسا ہی ہو گا میڈم!'' طالبات نے اجتماعی آواز میں کہا۔

مسز بیگ نے آگے بیٹھی ہوئی سہانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ ایک آدھ گیت گا لیجیے۔ خوبصورت چہروں کو لوگ دلچسپی سے دیکھتے ہیں۔''

''میڈم! میں ان دنوں گائیکی کے اسرار و رموز سیکھ رہی ہوں مگر ابھی گا نہیں سکتی۔''

''تم تو شکل سے ہی اتنی ٹیلنٹڈ لگتی ہو۔ کیا واقعی نہیں گا سکتیں؟'' مسز بیگ نے مسکرا کر غیر یقینی لہجے میں پوچھا۔

''جی میڈم!'' سہانی کے لہجے میں تاسف جھلک رہا تھا۔

مسز بیگ نے کچھ سوچ کر چٹکی بجا کر کہا۔ ''ارے، تم لپ سنکنگ تو کر سکتی ہو ناں۔ ایسا کرنا تو تمہارے لئے مشکل نہیں ہو گا۔''

''ہاں، یہ تو آسان کام ہے میرے لئے۔'' سہانی کے چہرے سے تاسف کے بادل چھٹنے لگے۔

''ہوں! تم لپ سنکنگ کرتے ہوئے پرفارمنس بھی دے سکتی ہو۔''

''یس میڈم! آپ کہیں تو شازیہ منظور کا کوئی گیت لے لوں یا الکا کا...... حمیرا ارشد کا مناسب رہے گا یا نور جہاں کا۔'' وہ بے صبرے پن سے پوچھ رہی تھی جیسے اسے خطرہ ہو کہ اس کی جگہ میڈم کسی دوسری لڑکی کا انتخاب نہ کر لیں۔ تب مسز بیگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''سہانی! گیت تم خود چوز کر لو مگر پرفارمنس بہت اچھی دینا ہے۔ یوں لگے کہ تم خود ہی گا رہی ہو اور خود ہی ناچ رہی ہو۔''

''او کے میڈم! ایسا ہی ہوگا۔''

اور پھر مقررہ دن اس کا ڈانس پنج پنجابن پنج دیکھنے کے قابل تھا۔ وہ ایک بجلی بنی ہوئی اسٹیج پر کوندر ہی تھی۔ سامعین کی تالیاں بار بار بج رہی تھیں اور ان تالیاں بجانے والوں میں سرمد بھی شامل تھا جو اسے دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ اسے میں نے آخر کہاں دیکھا ہے۔ وہ اس پروگرام کا جب تیسرا شو دیکھ کر نکلا تو اسے یاد آیا کہ اس لڑکی کو روزانہ جم آتے جاتے دیکھتا ہے۔ ''اُف! لڑکی تھی یا ہنگامہ...... واقعی اس نے ہوش اڑا کر رکھ دیے تھے۔''

☆☆☆

جم سے فارغ ہو کر وہ یا تو جوس پیا کرتی تھی اور اگر کبھی دل چاہتا تو آئس کریم پارلر میں بیٹھ کر آئس کریم کھاتی تھی۔ آج بھی وہ سر جھکائے اپنی پسند کا فلیور کھا رہی تھی کہ اسے اپنی پشت پر آواز سنائی دی۔

''مس سہانی! کیا میں آپ کی ٹیبل پر بیٹھ سکتا ہوں؟'' اپنا نام کسی اجنبی آواز میں سن کر اس نے حیرت سے اپنا چہرہ اوپر اٹھایا اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''نہیں پہچانا آپ نے؟'' سرمد نے اسے پُرشوق نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ سہانی نفی میں گردن ہلا کر پھر اسی ذوق وشوق سے آئس کریم کھانے میں محو ہوگئی۔

''میرا نام سرمد ہے۔'' ایک توقف کے بعد اس نے کہا۔

''ہوگا، میں کیا کروں؟'' بے پروائی سے کہا گیا۔

''کیا آپ واقعی مجھے نہیں پہچانتیں؟'' وہ کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''اس کے لئے کیا مجھے کسی حلف نامے پر دستخط کرنے پڑیں گے' اپنا کپ رکھتے ہوئے اس نے اٹھنے کی سعی کی۔ اس کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ وہ سرمد کی کوئی بات سننے کے موڈ میں نہیں ہے اور نہ ہی اس کا یوں بیٹھنا اچھا لگا ہے۔

''پلیز! ایک منٹ میری بات تو سنیں۔''

''جس برائیڈل شو میں آپ نے حصہ لیا تھا، میں اس کا جج تھا۔ سو میں سے سو نمبر دیے تھے میں نے آپ کو۔''

''اوہ! آپ جج تھے!'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔ ''کیسے ہیں آپ! اور کون سی عدالت میں بیٹھتے ہیں، دیوانی یا غیر دیوانی؟''

تب سرمد شوخ لہجے میں بولا۔ ''میرا نام سرمد ہے اور ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کرتا ہوں اور آپ کے دل کی عدالت میں بیٹھنا چاہتا ہوں۔'' سہانی کرسی سے اٹھتے ہوئے بولی۔

''میں تو ابھی تک صرف ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے بارے میں جانتی تھی۔ اب پتا چلا ہارٹ کورٹ بھی ہوتا ہے۔''

''مس سہانی! کیا آپ مجھے تھوڑا سا ٹائم دے سکیں گی؟'' سرمد ملتجی لہجے میں بولا جو جانے کے لئے پر تول رہی تھی۔

''جی فرمایئے!'' وہ سنجیدگی سے بولی۔ کاندھے پر لٹکا بیگ اب اس نے اپنی گود میں رکھ لیا تھا۔

''آخر آپ کیا ہیں؟'' وہ اس کو دیکھتے ہوئے سحر زدہ لہجے میں بولا۔

''سہانی...... '' معصومیت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

''واقعی سہانی سی لگتی ہیں۔ آپ کی وجہ سے مناظر سہانے ہو جاتے ہیں اور سماں سہانا ہو جاتا ہے۔''

''اچھا!'' وہ بدستور سنجیدگی کا چولا پہنے ہوئے تھی۔

''چند دن پہلے آپ کے کالج میں آپ کی پرفارمنس بھی دیکھی تھی، بہت خوبصورت تھی۔''

''رئیلی!'' سرشار لہجے میں پوچھا گیا۔

''میں تو پلک تک جھپکنا بھول گیا تھا۔''

''ہماری میڈم مسز بیگ نے بہت محنت کی تھی جب ہی تو ہمارا پروگرام ہر ایک نے پسند کیا'' سہانی نے فخر آمیز لہجے میں کہا۔

''آپ کے پروگرام میں اور کیا کیا ہوا، وہ مجھے یاد نہیں۔ ہاں آپ کے گیت نے میرے دل کے تار چھیڑ دیے تھے۔'' سرمد نے مسکرا کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''پھر ڈاکٹر کے پاس نہیں گئے آپ! آپ کو تو کسی ماہر امراض قلب کے پاس فوری جانا چاہئے تھا۔''

''وہیں سے تو آیا ہوں میں۔'' سرمد کی شوخی بدستور قائم تھی۔

''اچھا آپ کو کیا الہام ہو گیا تھا، میں یہاں کیفے میں بیٹھی ہوں گی۔''

''مجھے یقین تھا، جم سے واپسی پر تم عموماً یہاں آتی ہو۔''

''میرا پیچھا کرتے رہے ہو؟''

''ہاں!'' مسکرا کر اقرار کر لیا گیا۔

''مگر کیوں؟'' تیوری تانے وہ پھر پوچھ رہی تھی۔

''پتا نہیں۔''

''اپنے آپ کو جج کہتے ہیں۔ ایسے ہوتے ہیں جج؟'' اس کے لبوں پر طنزیہ ہنسی اُمڈ آئی۔

''میں سچ کے سوا کچھ نہیں کہہ رہا۔''

''جج کا کیا کام ہوتا ہے، معلوم ہے آپ کو؟''

''ہاں ہاں، بالکل معلوم ہے۔ جانچنا، پرکھنا اور فیصلہ کرنا۔''

''پھر میرے بارے میں کیا جانچ پائے ہیں؟''

''بہت ہی اچھی ہو۔ بے حد پیاری ہو۔ اتنی پیاری کہ تم سے اچھی کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ اور، اور...... اور......''

تب سہانی بات کاٹتے ہوئے بولی۔ ''سنیے! مجھے فلرٹی لڑکے سخت ناپسند ہیں۔''

''فلرٹ کون کم بخت کر رہا ہے۔ میں تو تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں سہانی!''

''شادی اور مجھ سے...... دماغ تو نہیں خراب ہو گیا آپ کا۔'' وہ غصے سے اسی وقت کھڑی ہو گئی۔ پیر مار کر کرسی سیدھی کی اور کچا چبانے والے انداز میں سرمد کو ایک دفعہ دیکھا اور تیزی سے باہر نکلتی چلی گئی۔

☆☆☆

بڑا حسین خواب تھا جو اسے حقیقت لگ رہا تھا۔ وہ عمیر کے ساتھ گھوم رہی تھی۔ لوگ عمیر کے ساتھ ساتھ اس کا بھی

آٹوگراف لے رہے تھے۔ وہ جہاں جا رہے تھے، لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ جاتے تھے۔ رسائل کے سرورق پر عمیر کی تصویروں کے ہمراہ وہ بھی موجود تھی اور عمیر اس کی خوبصورتی کو سراہ رہا تھا پھر یوں ہوا کہ وہ دونوں ایک ساتھ گا رہے تھے اور لوگ جھوم رہے تھے۔ عمیر ہر جگہ اس کا تعارف اپنی فیانسی کے طور پر کروا رہا تھا اور سب انہیں فخر اور چاہ سے دیکھ رہے تھے اور پھر اسے ایسا لگا جیسے عمیر اچانک کہیں دور نکل گیا ہو اور وہ اکیلی رہ گئی ہو۔ ہر طرف بادل گرج رہے ہوں۔ بادلوں کی گڑگڑاہٹ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ تب وہ اتنی خوفزدہ ہوئی کہ اس کی آنکھ کھل گئی۔ پھر اسے پتا چلا وہ بادلوں کی گڑگڑاہٹ نہیں تھی، اماں اور نازیہ دروازہ بجانے کے بجائے اب بری طرح پیٹ رہی تھیں۔ نازیہ نے تو باہر سے دو چار پتھر بھی اٹھا کر اندر پھینکے تھے۔ بھاگ کر اس نے دروازہ کھولا تو اماں کا غصہ دیدنی تھا۔

''تھوڑی دیر کے لئے محلے میں گئی اور تم گھوڑے بیچ کر ایسا سوئیں کہ پتا بھی نہیں چلا کہ اماں آدھے گھنٹے سے دروازہ پیٹ رہی ہیں اور پریشان ہو رہی ہیں۔ سوئی تھیں یا کچھ کھا کر بے ہوش ہو گئی تھیں......؟''

''اماں، بس میری آنکھ لگ گئی۔'' وہ کھسیا کر بولی۔

''تمہیں یہ تو پتا تھا اماں محلے میں گئی ہیں۔ دوسرے شہر تو نہیں گئی ہیں۔ کوئی ایسے سوتا ہے بھلا۔ محلے کے لوگ نکل کر آئے۔ سامنے والی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ شاید رابعہ کہیں گئی ہوئی ہے۔ اچھا ہے تم نے اس کے سامنے ہی دروازہ کھولا ورنہ ایک دو الزام بھی لگ جاتے کہ اماں کے نکلتے ہی نکل جاتی ہے بڑی والی۔''

''ہماری محلے والیوں کو سوائے باتیں بنانے کے آتا ہی کیا ہے۔ کیا گہری نیند سونا بھی برائی ہو گئی۔ اب میں اپنے گھر میں نہیں سوؤں گی تو کہاں سوؤں گی۔''

''بیٹا! تم سوئی تھیں، مری تو نہیں تھیں۔ ہمارے ساتھ ساتھ محلے کے بچوں نے بھی دروازہ ایسا دھڑ دھڑایا کہ کوئی بہرہ بھی گھر میں ہوتا تو دروازہ کھول دیتا۔''

''ہاں مر گئی تھی میں۔'' وہ جل کر بولی اور اندر اپنے کمرے میں چلی آئی۔ اتنے پیارے سے خواب کی تعبیر کتنی بھیانک نکلی تھی۔ خواب میں وہ کس دیس اور کس کے ساتھ جا رہی تھی اور کہاں نکل آئی۔ نازیہ اس ضمن میں ایک لفظ بھی نہیں بولی تھی۔ اس کے پاس آ کر بولی۔

''باجی! تم نے بتایا نہیں ابھی تم کس پر مری تھیں؟'' نازیہ کی بات سن کر وہ بے اختیار ہنس پڑی اور بڑے زعم بھرے لہجے میں بولی۔

''آج میری عمیر سے فون پر بات ہو گئی ہے۔''

''کیا کہہ رہے تھے؟''

''بلایا ہے اپنے پروگرام میں اور وہ بھی فری۔ کہہ رہے تھے تمہیں ٹکٹ یا پاس لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

''اچھا! وہ ایک فون سن کر ہی آپ پر فدا ہو گئے۔''

''ملاقات تو میری ہو چکی ہے۔ انہوں نے مجھے دیکھا بھی ہے۔ بس اسی لئے بلایا بھی ہے اور وہ مجھے چاہتے بھی بہت ہیں۔''

''بڑے عاشق مزاج ہیں۔ فون سن کر ہی وہ لٹو ہو گئے۔ باجی! سوچ سمجھ کر اقدام اٹھایئے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں پچھتانا پڑے۔''

''ارے! ایسی کوئی بات نہیں ہو گی۔ پیار میں ڈر اور خوف کو جگہ دی تو وہ میری دسترس سے دور نکل جائے گا۔''

''سچ کہہ رہی ہوں باجی! آپ کی باتیں اور منطق میری سمجھ میں بالکل نہیں آتیں۔''

''تم میرے ساتھ چلو۔ اس سے ملو گی تو تمہیں میری باتوں اور جذبوں پر یقین آ جائے گا۔''

''نہیں باجی! مجھے ڈر لگتا ہے۔ بابو جی کو پتا چل گیا تو وہ جان سے مار دیں گے۔''

''ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ نہ انہیں پتا چلے گا اور نہ ہی وہ اس قسم کا ایکشن لے سکتے ہیں۔ میری مانو تو میرے ساتھ چلی چلو۔ میں اپنی کسی سہیلی کے ہاں کی کوئی تقریب کا بہانہ بنا لوں گی۔''

''باجی! میں پھر کبھی چلوں گی آپ کے ساتھ، اب یہ سلسلہ رکنے والا تو نہیں لگتا۔''

''ہاں جب سے اس سے فون پر بات ہوئی ہے، دل چاہ رہا ہے اس کے سامنے دوبدو بیٹھ کر باتیں کروں۔''

''اللہ آپ کو آپ کے مقاصد میں کامیاب کرے۔'' نازیہ نے دل سے دُعا دی اور وہاں سے اٹھ کر آنگن میں چلی آئی۔ اپنی بہن کی باتیں سن کر نجانے کیوں اس کا دل دکھ رہا تھا۔

''اللہ نہ کرے انہیں کوئی دکھ یا مصائب ملیں۔'' وہ کافی دیر تک اس کے بارے میں سوچتی رہی اور ہولتی رہی۔

☆☆☆

وہ بلائیں تو کیا تماشا ہو!
ہم نہ جائیں تو کیا تماشا ہو!
بندہ پرور جو ہم پہ گزری ہے
ہم بتائیں تو کیا تماشا ہو!

''کیا سمجھ رہی تھیں تم لوگ کہ میں تمہاری بات کا مطلب نہیں سمجھتی ہوں۔ مذاق اڑا رہی تھیں ناں تم لوگ میرا۔ تمہارا یہی خیال تھا ناں کہ میں عمیر سے یکطرفہ عشق کر کے پاگل ہو گئی ہوں۔ ایک دوسرے کو ٹہوکے مار مار کر تم چاروں ہنس رہی تھیں ناں۔ میری کسی بات پر یقین نہیں آیا تھا ناں۔'' فری پیریڈ ملتے ہی رابعہ نے اپنے گروپ کی سہیلیوں کو بے نقط سنا ڈالیں۔

''ارے نہیں یار! ہم تو مذاق کر رہے تھے تم سے اور تم دل پر لے گئیں۔'' فری نے مسکرا کر اس کے گلے میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

''فری! میں اب اتنی بھی پاگل نہیں ہوں کہ مذاق کا مطلب نہ سمجھوں۔''

''پھر کیا سمجھی ہو تم؟'' شہلی کو اس کی کھری کھری باتیں سن کر غصہ آ گیا تھا۔

''مذاق وہ ہوتا ہے جسے سن کر سب انجوائے کریں مگر تم تو مجھے ہر معاملے میں جھوٹا بنا رہی تھیں اور مجھے پاگل ٹھہرا رہی تھیں۔''

''رابعہ! ہم تو تمہاری دوست ہیں اس لئے مذاق ہی اڑا رہے تھے۔ اگر تم یہ باتیں کسی دوسرے کے سامنے کرتیں تو وہ تمہیں پاگل قرار دے دیتا۔'' نسرین نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''کیوں پاگل قرار دے دیتا؟'' اس کا غصہ پھر بڑھنے لگا۔

''تم کیا ہو اور گلوکار عمیر کیا ہے سب جانتے ہیں ایسے میں تمہاری باتیں پاگل پنے کی باتیں نہیں ہیں تو اور کیا ہیں؟''

''مائی ڈیئرز! یہی بات کہنے کے لئے تو میں آج کالج آئی ہوں۔ آنے والے ویک اینڈ پر عمیر کا پروگرام ہو رہا ہے۔ اس کے لئے آپ کو نہ ٹکٹ کی ضرورت ہے اور نہ کسی قسم کے پاس کی۔ آپ سب میرے ساتھ چلئے اور مزے سے پروگرام دیکھ کر آیئے۔''

''ارے نہیں بھئی، ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟'' وہ چاروں اجتماعی طور پر بولیں۔

''یہ ایسے ہوسکتا ہے کہ آپ میرے ساتھ چلیں گی اور مجھے عمیر نے انوائٹ کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ میں اپنے ساتھ کسی کو بھی لانا چاہوں تو لا سکتی ہوں۔''

''رابعہ رئیلی!'' شبلی تو اس کا ہاتھ پکڑ کر وہیں بیٹھ گئی۔

''ہاں، اب کیا حلف اٹھواؤ گی۔'' وہ مسکرائی۔

''عمیر سے واقعی تمہاری دوستی ہے؟'' فری نے اٹک اٹک کر پوچھا۔ اسے ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا۔

''صرف دوستی......!'' وہ تمسخر سے ہنسی۔

''تو پھر؟'' نسرین کو غش سا آ گیا۔

''ہم لوگ اس سے آگے جا چکے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ میں ان کے ہر پروگرام میں موجود ہوں۔''

''کیا لک ہے رابعہ تیری بھی۔ ہمارے توسط سے پہلی بار عمیر کے پروگرام میں گئی اور عمیر تیرا عاشق بھی بن گیا۔ اسے کہتے ہیں قسمت! اس دن میں عمیر کے کنسرٹ میں نہیں گئی کہ شبیر کے گھر والے مجھے دیکھنے آ رہے تھے مگر انہوں نے مجھے دیکھتے ہی ریجیکٹ کر دیا۔'' نسرین نے کہا۔

''ارے کیوں ریجیکٹ کر دیا؟''

''انہیں چھوٹے قد کی، لمبے بالوں والی اور اچھی قسم کی خادمہ چاہئے تھی اور میں بڑے قد کی، چھوٹے بالوں والی اور دوسرے کے ہاتھ کے پکے کھانے والوں میں سے ہوں اس لئے ان لوگوں کے معیار پر پوری نہیں اتری۔''

''یار، بڑے بدقسمت لوگ تھے جنہوں نے تجھ جیسی پیاری لڑکی کو ریجیکٹ کر دیا۔ ایشوریا جیسی تو تیری ہائٹ ہے۔ اتنی قد آور بیوی تو خوش قسمت لوگوں کو ملتی ہے۔''

''میں بدقسمت ہوں یا وہ لوگ یہ تو میں نہیں جانتی مگر میں یہ سوچ رہی ہوں کہ اگر اس شام میں بھی رابعہ کے ساتھ عمیر کے پروگرام میں چلی جاتی تو شاید عمیر، رابعہ کے بجائے میرا دوست بن جاتا۔'' نسرین نے رابعہ کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

''ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے بے حد محبت کرتے ہیں۔'' رابعہ نے کہا اور چاروں سہیلیوں پر ہنسی کے ساتھ کھانسی کا شدید دورہ پڑ گیا۔

''یار رابعہ! اگر ہم تمہیں نہ جانتے ہوتے تو واقعی تمہاری ہر بات پر یقین کر لیتے مگر ہم خوابوں کو حقیقت نہیں سمجھتے ہیں اس لئے عمیر کے حوالے سے ایسا بیان دیا کرو جو ہمیں ہضم ہو جائے۔''

''میں کچھ بھی نہیں کہوں گی۔ میرے ساتھ عمیر کے پروگرام میں چلو گی تو تمہیں خود ہی پتا چل جائے گا۔''

''اگر یہ بات ہے تو ہم چاروں ہی تمہارے ساتھ چلیں گی۔''

''پکی بات ہے ناں؟'' رابعہ نے تمسخر سے پوچھا۔

☆☆☆

عجیب طرح کا گھمنڈ تھا اس کے لہجے میں
وہ بات کرتا رہا مجھ سے خدا کے لہجے میں
نجانے کیا دیکھا اس نے میری آنکھوں میں
عجب بے چینی آ گئی پھر اس کے لہجے میں

سہانی کو اچھے، نئے جدید اور منفرد اسٹائل کے کپڑے پسند آتے تھے...... وہ ایسے کپڑے تو کبھی پہننا پسند ہی نہیں کرتی تھی...... جو کامن ہوں...... یا اس اسٹائل کے کپڑے اس کے حلقۂ احباب میں پہنے جا رہے ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا اسٹائل اور اس کے کپڑے سب ہی بغور دیکھا کرتے تھے۔

سہیلیاں اس کی منفرد چوائس پر خوب تعریف کیا کرتی تھیں اور یہی سب وہ چاہتی بھی تھی...... کہ جس محفل میں وہ چلی جائے لوگ اس کی تعریف کریں...... اس کے کپڑے تو نئے اسٹائل کے ہوتے تھے مگر اسے لگتا تھا کہ عامر تعریف کرنے میں تھوڑا کنجوس ہے۔

مگر وہ اپنے آپ کو از خود دلاسا دیتی کہ ایسا آئندہ ہرگز نہیں ہوگا...... بلکہ عامر کے لب صرف اس کی تعریف کے لئے ترسا کریں گے...... اپنی اس سوچ پر اسے خود ہی ہنسی آ جایا کرتی تھی۔

سہانی نے کتنی بھاگ دوڑ کے بعد اپنا یہ پسندیدہ سوٹ دبئی سے منگوایا تھا جو وہ آج بطور خاص پہن رہی تھی۔ کالے ٹراؤزر کے ساتھ سرخ نیٹ کا ٹاپ جس میں اس کا سونے جیسا جسم بے حد نمایاں ہو رہا تھا...... ہر شخص اسے آنکھیں پھاڑ کر یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ کوئی اور ہی مخلوق ہو۔

عامر کے دیے ہوئے ٹائم کے مطابق جب وہ اس کے پاس پہنچی تو عامر اسے دیکھتے ہی پھٹ پڑا...... وہ جو یہ سوچ رہی تھی کہ آج وہ سارا وقت اس کے کانوں میں شہد ٹپکاتا رہے گا...... انتہائی غصے میں کہہ رہا تھا۔ ''شرم نہیں آتی سہانی تمہیں؟''

''کیوں، کیا ہوا......؟'' مارے حیرت اور دکھ کے وہ گنگ ہو گئی تھی۔ ایسا لہجہ اس نے کہاں سنا تھا!

''یہ کپڑے پہننے سے بہتر تھا کہ تم ننگی چلی آتیں!''

''یا بک رہے ہو تم......'' مارے غصے کے وہ پسینے میں شرابور ہو گئی۔ ''تم اندھی ہو یا دوسروں کو اندھا سمجھتی ہو۔ ایسے ننگے کے کپڑے پہن کر میرے سامنے مت آیا کرو۔''

''کیا مجھے صرف تمہاری پسند کے کپڑے پہننے ہوں گے؟''

''پہننے نہ ہی مگر انسانوں والے تو پہنو!''

''اوکے......!'' اس نے سر جھکا کر کہا۔ عامر کی بلند ہوتی آواز سے ارد گرد کے لوگ بھی متوجہ ہو رہے تھے اور

عامر کا تمام غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ "سہانی تمہاری یہی بات تو میرے دل میں گھر کر لیتی ہے کہ میری بات تمہاری سمجھ میں آ جاتی ہے۔" عامر نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ سہانی نے اس کی بات کے جواب میں صرف اپنا سر ہلانا ہی ضروری سمجھا!

"سہانی تم بہت خوبصورت ہو۔" وہ بڑے جذب سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے معلوم ہے!"

"تم جو بھی کپڑا پہنو۔ کپڑے کا نصیب بڑھ جاتا ہے۔"

"ہوں....."

"اس ٹائپ کے کپڑے تو ان لوگوں کو پہننے چاہئیں جو صرف جسم کے زور پر اپنے آپ کو تسلیم کرانا چاہیں!"

"ہوں.....!" اس نے بے اعتنائی سے سنا!

"اب تم جب مجھ سے ملنے آؤ گی..... شلوار قمیص میں آؤ گی اور وہ بھی بڑے سے دوپٹے کے ساتھ....." اس نے سہانی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا!

"تم کہو تو برقع پہن کر آ جاؤں!"

"ایسا تو میں نے نہیں کہا..... اور یوں بھی برقع پہننا کوئی بری بات تو نہیں ہے۔ لڑکیاں برقع پہنے ہوں تو کسی کی نظر نہیں پڑتی....."

"بھائی آپ کی اکلوتی بہن تھیں آپ نے انہیں کیوں نہیں پہنوایا؟" اس کا لہجہ تمسخر بھرا تھا۔

"میری بہن کالج اور یونیورسٹی چادر اوڑھ کر جاتی تھی۔"

"اس کے باوجود بھی عشق کر کے شادی کی؟"

"پسند کی شادی کرنا تو کوئی برائی نہیں۔ ہم دونوں بھی تو باہمی پسند سے ایک رشتے میں جڑے ہیں۔"

"ہوں۔ ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ!"

"سہانی میں تم سے بے حد محبت کرتا ہوں..... اور اپنی اس محبت میں اس حد تک آگے بڑھ گیا ہوں کہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی نرم گرم نظریں میری سہانی کو چھوتے ہوئے گزریں۔"

"شادی کے بعد تم مجھے گھر میں قید کر لینا..... تاکہ سورج کی کرنیں اور باغ کی ہوا بھی مجھے چھو نہ سکے!"

"گھر میں تو نہیں مگر اپنے دل کی کوٹھڑی میں تو ابھی سے قید کر لیا ہے۔" اس کی بات سے مزہ لیتے ہوئے عامر نے ہنس کر کہا! تب سہانی بھی مسکرا دی..... اور اس کو مسکراتا دیکھ کر..... عامر کو یوں لگا جیسے ہر طرف چراغاں سا ہو گیا ہو۔

☆☆☆

اور پھر چند روز بعد ہی وہ عامر کی کسی بات پر زور سے قہقہہ مار کر ہنسی تھی۔ اس کی ہنسی کا چھناکا دور تک بکھر گیا تھا۔

تب عامر کو پھر غصہ آ گیا۔ "کیسی ہو تم؟ ہنسنے تک کی تمیز نہیں ہے....." وہ غصے سے بولا تھا۔

"کیوں، کیا کبھی کھل کر ہنسنا بھی نہیں چاہئے....." وہ آنکھوں میں آنسو بھر کر پوچھ رہی تھی۔

"ایسے چیخیں مار کر گھر کی چار دیواری میں ہنسا جاتا ہے، سڑک پر نہیں..... دیکھا نہیں تم نے کتنے بہت سارے

...ماری جانب متوجہ ہو گئے تھے..... میں تو یہ منظر دیکھ کر شرم سے گڑ گیا۔"

"بات ہی کچھ ایسی تھی..... جو سنتا اسے بھی میری ہی طرح ہنسی آتی تھی....." وہ خجل سی ہو کر بولی۔

"لگتا ہے..... تمہیں کسی نے شائستگی سکھائی ہی نہیں..... گھر سے باہر یوں نہ زور سے بولا جاتا ہے نہ ہنسا جاتا ...." وہ سمجھاتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو عامر..... مجھے کبھی کسی نے زور سے بولنے اور ہنسنے پر نہیں ٹوکا۔"

"اب میں تمہیں سکھاؤں گا ناں....." وہ پیار سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"اگر میں نہ سیکھ پائی تو.....؟" اس نے نظریں نیچے کئے کئے پوچھا۔

"پھر یہ مولا بخش کام آئے گا۔" وہ اس کے شانے پر ہلکا سا ہاتھ کا دباؤ ڈالتے ہوئے مسکرا کر بولا۔ تب وہ دور ...اؤں میں دیکھنے لگی! "کیا سوچ رہی ہو تم؟"

"کچھ بھی نہیں....." وہ پھیکے سے لہجے میں بولی۔

"نہیں..... کوئی بات تو ہو گی؟"

"واقعی اب کوئی بات نہیں....." اس نے اپنے آنسو پیتے ہوئے کہا۔

...جب گھر پہنچی تو معلوم ہوا کہ آج عامر کی امی شادی کی تاریخ لینے آئی تھیں اور امتحان سے فوراً بعد کی تاریخ ماما ...نے بھی دی ہے۔

"امی! آپ نے مجھ سے پوچھے بغیر تاریخ کیوں دی؟" وہ غصے سے بولی۔

"...ابھی تاریخ نہیں دی ہے..... تم چاہو تو آگے پیچھے کر لو..... مگر میرا یہی خیال ہے کہ امتحان کے بعد اپنے گھر ...ہیں اپنا رزلٹ دیکھنا..... چاہے فیل ہو یا پاس....." ماما کو اس کی شکل دیکھ کر ہنسی آ رہی تھی۔

"نہیں ماما..... آپ ایسا کچھ نہ کریں..... آپ بالکل ٹھیک کہتی تھیں..... بھابی کا یہ بھائی واقعی اس قابل نہیں ہے ...اس سے شادی کی جائے۔"

"یہ بات تو بیٹا، میں نے تم سے اس وقت کی تھی جب تمہاری منگنی بھی نہیں ہوئی تھی....." وہ خاصی بوکھلا گئی تھیں۔

"...نی تجی بات ہر وقت صحیح ہی رہتی ہے۔ آپ تجربہ کار ہیں..... جو بات آپ سمجھ سکتی ہیں..... وہ میں کہاں سمجھ سکتی ..."

"...ہانی اصل بات کیا ہے؟ یہ تم الٹی سیدھی باتیں کیوں کر رہی ہو؟ پرانی باتوں پر مٹی ڈالو..... اب تمہاری شادی ...والی ہے..... اور لڑکیاں شادی کو مذاق نہیں بنایا کرتیں!"

"ماما..... جب قسمت ہی مذاق کرنے پر آ جائے تو کیا کر سکتی ہوں..... عامر اب ویسا نہیں رہا جیسا منگنی سے ...اسے بات بے بات غصہ آتا ہے..... اور میں کسی ایسے شخص کے ساتھ ہمیشہ رہنے کا تصور تک نہیں کر سکتی ...نی ...ت نفس کا خیال تک نہ ہو۔"

"...نے جب فون پر دسویں مرتبہ یہ کہا کہ سہانی تمہیں آج ہی میرے پاس آفس آنا ہے..... تو وہ اس کے پاس ..."

"...شادی سے یوں انکار کر دیا تم نے؟" گھر کی بات اس کے کانوں تک بھی پہنچ گئی تھی۔

''کیا یہی بات پوچھنے کے لئے تم نے مجھے اپنے آفس بلایا ہے؟'' وہ بڑی سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

''سہانی کیا تمہارے لئے، یہ بات بہت معمولی ہے۔ شادی کو گڈے گڑیا کا کھیل سمجھنے لگی ہو تم؟ یا تمہارے لئے ہر بات اتنی معمولی ہوتی ہے کہ جو چاہے فیصلہ کرلو۔ تمہیں اس سے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا..... ایک تعلیم یافتہ لڑکی ہو کر بھی ایسی حرکتیں کیوں کر رہی ہو تم.....؟'' عامر کا لہجہ غصے سے لبریز ہو گیا تھا!

''سنو..... یہ بات اتنی اہم بھی نہیں تھی کہ میں اسے اٹھا کر سنبھال کر کسی طاقچے میں بند کر کے رکھ دیتی۔''

''تم جانتی ہو ناں کہ جب ہم دونوں کی شادی کا فیصلہ ہوا تھا تو اس میں ہم دونوں کی باہمی رضامندی بھی شامل تھی'' وہ دوسری کرسی گھسیٹ کر اس کے پاس بیٹھا کہہ رہا تھا۔

''ہاں مجھے معلوم ہے.....'' وہ نظریں چراتے ہوئے بولی۔

''تو پھر اب..... ان باتوں کا کیا مطلب ہے؟'' سہانی کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے..... وہ بڑے شکایتی انداز میں پوچھ رہا تھا۔

''عامر..... میں اتنی جلدی شادی کے بندھن میں قید نہیں ہونا چاہتی۔'' اب اس نے اپنے ہاتھ چھڑا کر اپنی گود میں رکھ لئے تھے۔

''کیا تم شادی کو صرف ''قید'' سمجھتی ہو؟'' حیرت سے اس نے پوچھا تھا۔

''ہاں..... قید بامشقت.....'' وہ پھر بات کو مذاق کا رنگ دینے لگی۔

''سہانی تم جانتی ہو کہ میں نے زندگی کے ہمسفر کے روپ میں ہمیشہ تمہیں ہی دیکھا ہے!''

''اب اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ہے.....!''

اس کو یوں لاتعلق سا دیکھ کر وہ..... کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ ''کہیں کوئی اور بات تو نہیں، جو تم نے اچانک یہ فیصلہ کر لیا ہے۔''

''میرے فیصلے تو اچانک ہی ہوا کرتے ہیں.....'' اسے یوں پریشان دیکھ کر وہ بدستور مسکرائے جا رہی تھی۔

''کہیں تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا.....؟'' وہ اس کے بال بگاڑتا ہوا..... پھر پہلی روٹین پر لوٹ آیا۔ سہانی اسی کی ہے..... خواہ مخواہ اسے تنگ کر رہی ہے۔ یہ خیال اس کے دل میں آیا تھا..... جسے جان کر اب وہ خود بھی مسکرا رہا تھا!

''میرا کیوں ہونے لگا دماغ خراب..... ہر ایک کو اپنے جیسا سمجھنے لگتے ہو..... اچھا چلتی ہوں..... میری سنگیت کی کلاس شروع ہونے والی ہے!''

''مگر سہانی میری بات تو سنو..... ابھی تو میں نے تمہارے لئے آئس کریم بھی نہیں منگائی.....'' اس کو یوں جاتا دیکھ کر وہ گڑبڑا کر بولا۔

''گلا خراب ہے میرا..... آئس کریم نہیں کھا سکتی..... بائے.....'' وہ ایک ہاتھ سے اپنے بال صحیح کرتے ہوئے باہر کی جانب تیزی سے بڑھی..... تب اسے یوں جاتا دیکھ کر عامر ایک عجیب الجھن کا شکار ہو گیا..... اور اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا!

☆☆☆

شاداب بیگم اپنے بالوں میں رولرز لگائے بیٹھی تھیں۔ نادیہ فٹنگ کرتے ہوئے ٹی وی دیکھ رہی تھی..... تب سہانی باہر سے اندر داخل ہوئی اور صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی۔

''کہاں سے آ رہی ہو؟'' اسے تھکا تھکا سا دیکھ کر ماں نے متوحش لہجے میں پوچھا۔

''استاد جی کی بیٹھک سے، آج تو گا..... گا..... کر حلق ہی چھل گیا ہے۔''

''تب دوا لئے، چار رسید ھے..... اور ایک جوڑا بن کر.....'' نادیہ نے ٹی وی دیکھتے ہوئے سہانی سے کہا۔

''سہانی اتنے عرصے سے تم گانا سیکھ رہی ہو..... مگر ابھی تک کچھ سیکھ تو نہیں پائیں۔ یہ سا..... رے..... گا..... کب تک چلے گا تمہارا.....!''

''ہر چیز کی سمجھ آنے میں ٹائم تو لگتا ہے.....'' اس کا لہجہ لاابالی سا تھا۔

''کب تک گانا سیکھ سکو گی، کوئی مدت تو ہو گی.....!''

''پتا نہیں.....'' وہ صوفے پر ہی مزید ڈھے گئی اور پھر کچھ سوچ کر چونک کر اٹھ بیٹھی اور ماں سے مخاطب ہو کر پوچھنے لگی۔ ''ماما..... میرا کوئی فون تو نہیں آیا؟..... آج میرا موبائل بیناجی کے ہاں ہی رہ گیا۔ ڈانس کی کلاس بھی بڑی لیٹ تھی آج!''

''ہاں کسی سرمد کا فون آیا تھا۔'' شاداب بیگم نے اپنے نیل فائل کرتے ہوئے بے پروائی سے بتایا۔

''یہ بھی گانا اور ڈانس سیکھ رہے ہوں گے۔'' نادیہ نے سلائیاں چلاتے ہوئے رائے دی۔

''اوہ نو..... وہ تو ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں ایگزیکٹو پوسٹ پر ہے۔''

نادیہ نے سہانی کو تنقیدی نظروں سے دیکھنے کے بعد چونک کر پوچھا۔ ''یہ کون حضرت ہیں؟''

''ارے بھابی! آپ کو کیا بتائیں..... موصوف اسی شہر میں ہوتے ہیں..... اور مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں؟''

''بے وقوف لڑکی انٹ شنٹ بکے چلی جا رہی ہو.....'' شاداب بیگم نے غصے سے کہا۔

''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ممی..... یہ شخص پاگلوں کی طرح میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''تمہیں بتا دینا تھا..... کہ تم اس سے کسی صورت شادی نہیں کر سکتیں۔''

''ارے..... یہ سب کچھ کہہ دیا مگر وہ باز ہی نہیں آ رہا۔''

''تم ڈانٹ دو اسے سختی سے..... وہ پھر کبھی تمہاری راہوں میں نہیں آئے گا..... بعض لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں جب تک ان کو ڈانٹا نہ جائے ان کی عقل ٹھکانے نہیں آتی!'' ممی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''کیسی باتیں کر رہی ہیں ممی آپ بھی.....!''

''کیوں، کیا غلط کہا ہے میں نے.....؟''

''بالکل غلط..... محبت کرنے والوں کو بھلا ڈانٹا جاتا ہے.....!'' وہ معصوم سے لہجے میں بولی۔

''سہانی کیا تم بھی؟'' نادیہ بھابی حیرت سے اس سے پوچھ رہی تھیں۔ اون سلائیاں تو کب کی ان کے ہاتھ سے نیچے گر چکی تھیں۔

''نہیں بھابی! میں تو اسے لفٹ ہی نہیں دے رہی ہوں۔''

"تھینکس گاڈ!......" نادیہ نے پُرسکون ہوتے ہوئے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ تب شاداب بیگم نے ہنس کر کہا۔

"سہائی...... ہروقت مذاق کرنے کی عادت اچھی نہیں ہوتی۔ اب مجھ میں اتنی طاقت نہیں رہی کہ مذاق کی ہر بات سہہ سکوں۔"

"مذاق کہاں کر رہی ہوں، ممی...... میں......" سہائی مسکرا کر مگر حیرت سے ماں کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "میں تو ہر بات سچ کہہ رہی ہوں آپ سے، وہ تو صرف چند بار ملا ہوگا مجھ سے! پتا نہیں اسے کیا ہوگیا ہے۔ میرے سوا اسے کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔"

"پھر شروع کردی بکواس تم نے...... میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ تم ان دنوں ایسا الل ٹپ کیوں بولنے لگی ہو...... ماں کا لحاظ تک ختم ہوگیا ہے...... جو منہ میں آجائے بکے چلی جاتی ہو۔" شاداب بیگم کو پھر غصہ آگیا مگر سہائی ان کے غصے، ان کے لہجے کو قطعی نظرانداز کرکے ایک عجیب سے کھوئے کھوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"ہاں...... ممی...... سرمد میرے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ عجیب سرپھرا سا ہے وہ...... میں کتنا ہی اسے بے نقط سنا دوں...... اس پر کوئی اثر ہی نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ میری کسی بات کا برا مانتا ہے!"

"لگتا ہے وہ بڑا کائیاں انسان ہے۔ جھوٹ بول رہا ہے۔ تجھے شیشے میں اتار رہا ہے۔"

"نہیں ممی، ایسا نہ کہیں...... سرمد ایسا ہرگز نہیں ہے۔ وہ تو کسی چکور کی طرح میرے گرد گھومتا ہے...... مجھے دیکھ کر وہ اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔"

میز پر رکھی پانی کی بوتل سے ایک گلاس پانی پینے کے بعد نادیہ بھابی اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے بولیں۔

"سہائی...... وہ تمہیں بےوقوف بنا رہا ہے۔ ایسے فلرٹی لوگوں سے تمہیں خود بچ کر رہنا ہے۔"

"بھابی! آپ مجھے کیا سمجھتی ہیں؟ کیا میں فیصلہ کرنے کی قوت بھی نہیں رکھتی......" سہائی نے تنگ آکر کہا۔

"میں تمہیں بھی خوب جانتی ہوں اور تمہارے فیصلوں کو بھی...... تم نے ازخود جو بھی فیصلے کیے ہیں، ہمیشہ غلط ہی کیے ہیں......" نادیہ نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

"اچھا!!" سہائی غصے سے لفظ چبا چبا کر بولی۔

"اور یہ راہ چلتے لوگوں پر ایسا یقین اور بھروسا کب سے ہونے لگا تمہیں...... میڈیکل کالج سے ڈاکٹر بنتے بنتے۔ بی اے کرنے تک کے تجربوں نے کیا تمہیں کچھ بھی نہیں سکھایا۔" نادیہ کا لہجہ تمسخرآمیز تھا۔

تب سہائی نے انتہائی غصے سے اپنی بھاوج کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "بھابی جان! مجھے نہیں معلوم تھا...... آپ کو میری ذات سے اس قدر دشمنی بھی ہوسکتی ہے...... اگر میں آپ کے بھائی سے شادی نہیں کررہی ہوں تو اس کا یہ قطعی مطلب نہیں ہے کہ آپ کو سرمد میں اس قدر کیڑے نظر آنے لگیں۔"

"ایسا نہ کہو سہائی...... عامر صرف میرا ہی بھائی نہیں ہے، تمہارا منگیتر بھی ہے۔"

"منگیتر ہے نہیں...... تھا......" اس نے تصحیح کی۔

"تمہاری اس سے رشتے داری بھی ہے۔ وہ کوئی معمولی لڑکا نہیں ہے...... سرراہ تم سے ملاقات نہیں ہوئی اس کی...... وہ ایک باعزت گھرانے سے تعلق رکھتا ہے۔ بس تم عاشر سے متاثر بھی ہے۔"

"میں یہ مانتی ہوں کہ عامر کی بہن ہونے کے ناتے آپ اس کی جتنی بھی تعریفیں کریں کم ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ

عامر نہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے اور نہ ہی اسے بات کرنے کی تمیز ہے، اسے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ اپنی منگیتر کی عزت کس طرح کی جاتی ہے۔ سرراہ چیخنا چلانا تو اس کا روزمرہ کا معمول ہے اور اس کی شخصیت میں یہ کجی اس وجہ سے ہے کہ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ نہیں ہے...... باہر رہ کر دو چار الٹے سیدھے ڈپلومے کرلینے سے کوئی فرق نہیں پڑا کرتا ہے۔ ظاہر ہے ان ڈپلوموں کے طفیل پاکستان میں جاب نہیں ملی تو اپنا چھوٹا موٹا بزنس کرنا پڑا مگر اس تھرڈ کلاس بزنس نے اس کی شخصیت کو اٹھایا نہیں ہے بلکہ مزید گرایا ہے۔"

"اگر وہ کسی اچھے ادارے میں باعزت حیثیت سے جاب کررہا ہوتا تو اس کی شخصیت بھی مسحورکن ہوتی اور اسے اونچی سوسائٹی میں موو کرنا بھی آتا۔"

"اور بھابی...... ایک تعلیم یافتہ انسان کی باتیں کتنی خوبصورت ہوتی ہیں اس کا ادراک تو آپ کو کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔" سہائی ایک جذب کے عالم میں بولے جارہی تھی جیسے کہ وہ کوئی اول فول بک رہی ہو یا شاید اس کے دماغ پر کچھ اثر ہوگیا ہو۔

☆☆☆

اعتبارِ وقت پہ جھنجلا کے رو پڑے
کھو کے اسے کبھی، تو کبھی پا کے رو پڑے
خوشیاں ہمارے پاس کہاں مستقل رہیں
باہر کبھی ہنسے کبھی گھر آ کے رو پڑے

ایک عجیب سا خوف تھا اسے، کہ یہاں اس کا دل کبھی نہیں لگ پائے گا۔

کوچنگ کی عمارت بھی اسے بڑی آسیب زدہ سی معلوم ہوتی تھی اور خالی بیٹھ کر تو اس کی کوفت میں ہر لمحہ اضافہ ہی ہورہا تھا۔

"خواہ مخواہ میں امی کی باتوں میں آگئی...... اپنے اسکول میں اچھا خاصا دل لگا ہوا تھا اور وہاں کا ماحول بھی کتنا اچھا تھا......" یہاں لڑکیاں پڑھنے تو ضرور آتی تھیں مگر ہم عمر لڑکوں کو جس انداز میں وہ دیکھا کرتی تھیں اس کا دل چاہتا کہ پڑھائی کے بجائے انہیں اخلاقی لیکچر دے کہ حیا ایمان کا جزو ہے اور جہاں حیا گئی وہاں ایمان بھی گیا مگر وہ ہنوز چپ چاپ تھی۔

اس نے سوچ لیا تھا کہ اگر ذوالفقار صاحب اسے کلاسز نہیں دیں تو وہ ان سے معذرت کرکے گھر آجائے گی کہ اس طرح بیٹھ کر اسے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے اس کا تماشا سا بنا ہوا ہو۔

ایک دو میل ٹیچرز نے جب اس سے پوچھا کہ آپ کو پیریڈز کیوں نہیں ملے تو اسے یہ بتاتے ہوئے کوفت سی ہوئی کہ "شاید کلاسز کلیش ہو رہی ہیں۔"

"اچھا......!" وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے مسکرا کر چلتے بنے۔

شاید وہ اس کی بات کا الٹا ہی مطلب نکال رہے تھے اور وہ اس شعر کی تفسیر بنی بیٹھی تھی۔

میں سوچتی ہوں یہ بھی فریبِ خلوص ہے
ہنس کر جو بات کرتا ہے کوئی کسی کے ساتھ

مگر یہ لف ٹائم اسے زیادہ دن دیکھنے کو نہیں ملا، سرذوالفقار نے اس کی بات مان لی۔

ٹائم ٹیبل ملنے کے بعد شہلا انتہائی اطمینان سے اپنی کلاسز لے رہی تھی...... اس کوچنگ سینٹر میں آتے ہوئے اسے دس روز ہو گئے تھے...... وہ انتہائی سکون سے پڑھا رہی تھی۔ پڑھانے کا شوق اسے ہمیشہ سے تھا۔ اس کا شمار ان ٹیچرز میں ہوتا جو اپنے اسٹوڈنٹس کو پڑھا کر کچھ سکھا کر خوش ہوا کرتے ہیں۔

اسکول میں تو اس کا صرف لڑکیوں سے ہی رابطہ تھا مگر یہاں لڑکے، لڑکیوں دونوں کو پڑھا رہی تھی۔ شہلا کے علاوہ میل ٹیچرز بھی تھے مگر ان سے اس نے کسی قسم کا کوئی رابطہ نہیں رکھا تھا۔ یوں بھی شہلا اپنے کام سے کام رکھنے والی لڑکی تھی حالانکہ اس سینٹر میں اس کے علاوہ دو لیڈی ٹیچرز اور بھی تھیں مگر وہ مرد اساتذہ کی کمپنی میں بیٹھ کر زیادہ خوش ہوتی تھیں...... چائے، کھانا، پینا اور خوش گپیاں ان کے ساتھ چلتی رہتی تھیں۔ شہلا لنچ ٹائم میں گھر آ جاتی تھی۔ کھانا کھا کر، نماز پڑھ کر وہ دوبارہ سینٹر جایا کرتی تھی۔

"ایک شام بارش کی وجہ سے اسٹوڈنٹس بہت کم تعداد میں آئے تھے اور وہ خالی پیریڈ میں اسٹاف روم میں تنہا بیٹھ کر کاپیاں چیک کر رہی تھی۔ چپڑاسی اس کے لئے چائے اور کیک لایا تو اس نے پوچھا کہ وہ کیوں کر لے آیا ہے، اس نے تو اس کا کوئی آرڈر نہیں کیا تھا۔

"ذوالفقار صاحب نے چائے بھیجی ہے آپ کے لئے" وہ جاتے جاتے کہہ گیا۔

"ارے واہ...... اس موسم میں تو واقعی مجھے چائے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے......" وہ ابھی چائے ہی پی رہی تھی کہ ذوالفقار صاحب بھی آ گئے۔

"کیا میں یہاں آپ کے ساتھ بیٹھ کر چائے پی سکتا ہوں" کیتلی کو دیکھتے ہوئے انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔

"کیوں نہیں سر، یہ تو آپ نے ہی بھیجی تھی۔"

"شکریہ" وہ اس کے مدِمقابل کرسی کھینچ کر بیٹھ گئے۔ "آپ کا دل یہاں لگا یا نہیں......؟" وہ بدستور نیچی نظریں کئے پوچھ رہے تھے۔

"یہ بات میں بالکل سچ کہہ رہی ہوں سر، یہاں پڑھا کر مجھے واقعی مزہ آ رہا ہے۔ اسکول آنے جانے میں واقعی تھکان ہو جاتی تھی، یہاں تو ایسا کوئی مسئلہ بھی نہیں ہے۔ گھر سے نکلو تو سامنے ہی کوچنگ سینٹر۔"

"مگر آپ نے تو یہاں کسی سے کوئی دوستی بھی نہیں کی ہوئی۔ بوریت نہیں ہوتی آپ کو۔ وہ بھی فارغ پیریڈ میں یوں تنِ تنہا بیٹھ کر۔"

اوہ گویا سر سب کے بارے میں پوری معلومات رکھتے ہیں اس نے سوچا اور پھر مسکرا کر کہنے لگی۔ "سر میں فری پیریڈز میں کریکشن کا کام کر لیتی ہوں۔ مجھے اکیلا پن لگتا ہی نہیں ہے۔"

"اچھی بات ہے مگر پھر بھی آپ بور ہوں تو میرے پاس آفس آ سکتی ہیں، چپڑاسی سے اپنے لئے چائے منگوا سکتی ہیں اور اگر اچھی کتابیں پڑھنے کا شوق ہو تو میری ذاتی لائبریری سے مستفید ہو سکتی ہیں۔"

"سر مجھے تیسرا آپشن زیادہ پسند آیا...... کتابیں پڑھنا مجھے اچھا لگتا ہے...... میں آپ کی لائبریری سے روزانہ ہی کتابیں لینا چاہوں گی۔"

"آیئے تو پھر ابھی چلتے ہیں آپ ہماری کتابیں بھی دیکھ لیجیے گا۔" سرذوالفقار نے اپنا خالی کپ میز پر رکھ کر

کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ ان کی تقلید میں وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ لائبریری کے کل چار شیلف تھے جو ان کے آفس کے اندرونی اسٹور کی جانب رکھے ہوئے تھے۔ ملحقہ بالکونی میں بھی خاصی تاریکی تھی۔

"سر کتابیں آپ نے اندھیرے میں رکھی ہوئی ہیں" اسے وہاں عجیب پُراسراریت سی محسوس ہوئی۔ جیسے وہ کوئی آسیب زدہ سا حصہ ہو۔

"کتابیں پڑھنے کا شوق اب کسی کو رہا ہی نہیں۔ لگتا ہے یہاں کا بلب فیوز ہو گیا ہے...... آپ میرے آفس میں بیٹھیے۔ میں چپڑاسی سے بلب لگواتا ہوں۔"

وہ دس پندرہ منٹ آفس میں بیٹھی رہی...... سرذوالفقار راؤنڈ پر نکل گئے۔ چپڑاسی نے بلب لگایا تو وہ ایک ساتھ چار کتابیں لے کر باہر نکل آئی۔ وہ لدی پھندی جب باہر نکلی تو سرذوالفقار اسے سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیے۔ "ارے اتنی ساری کتابیں پڑھیں گی آپ......" ان کے لہجے میں تحیر تھا۔

"میں نے سوچا ایک ہفتے کے لئے لے جاؤں...... تاکہ بار بار آنا نہ پڑے۔"

"مس شہلا کیسے تکلف کی بات کرتی ہیں آپ؟ یہ کوچنگ سینٹر، یہ لائبریری...... آپ اساتذہ کا نہیں ہوگا تو کس کے لئے ہوگا۔"

"تھینک یو سر!" وہ کتابیں سینے سے لگائے لگائے اسٹاف روم میں چلی آئی۔

"تمہیں بھی کتابیں پڑھنے کا شوق ہے؟" مس نسرین نے اس سے پوچھا۔ "بھی سے کیا مطلب؟"

"ہمارے ہاں کتابیں صرف سرذوالفقار ہی پڑھتے ہیں۔ جب بھی ان کے آفس جاؤ، کوئی نہ کوئی کتاب ان کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔"

"یہ تو اچھی بات ہے، مطالعہ تو ذہن کو وسعت دیتا ہے۔"

"ہم تو نہیں پڑھتے، اس لئے اس بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں۔" مس نسرین نے کاندھے اچکا کر ہنس کر کہا۔

تب شہلا چپ ہو گئی۔ بیکار کی باتیں کرنے کا یوں بھی اسے کوئی شوق نہ تھا۔

جب سے لائبریری سے کتابیں لانا شروع کی تھیں۔ وہ ہفتے میں ایک بار ذوالفقار صاحب کے پاس آفس جانے لگی تھی۔ وہ عموماً جمعہ کی شام کو کتابیں واپس کر کے دوسری کتابیں لے لیا کرتی تھی۔ اس نے نوٹ کیا کہ ان اوقات میں ذوالفقار صاحب نہ صرف آفس میں موجود ہوتے تھے بلکہ اسے زبردستی چائے بھی پلانے لگے تھے جب کہ اس سینٹر کا یہ ماحول نہیں تھا کہ ٹیچرز اونر کے کمرے میں بیٹھ کر خوش گپیاں کریں یا چائے وائے پئیں مگر ذوالفقار اس قدر بضد ہو جاتے کہ اسے چائے پیے بغیر چھٹکارا نہ ملتا۔

اس کو اس آفس میں جاتے دیکھ کر مس نسرین خاصا مسکرانے بھی لگی تھیں اور بعض دفعہ تو ایک دوسرے کو ٹہوکے بھی دینے لگی تھیں۔ یہ سب دیکھ کر شہلا نے کتابیں لینا اور پڑھنا بند کر دیں! اس بات کو ابھی ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ ذوالفقار صاحب اس کے پاس آئے اور پوچھا۔ "کیا بات ہے مس شہلا آپ نے کتابیں پڑھنا کیوں چھوڑ دیں؟"

"میں نے تقریباً ساری ہی کتابیں پڑھ لی ہیں اور جو باقی رہ گئی ہیں وہ میری پڑھی ہوئی ہیں۔"

"میں نے ایک ہفتے پہلے چار کتابیں لا کر رکھی تھیں۔ آپ نے انہیں دیکھا تک نہیں۔"

"اچھا، دیکھ لوں گی......" اس نے ان میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔

''یہ کیا بات ہوئی میں آپ کے لئے اتنے خوبصورت شعری مجموعے لایا اور آپ نے انہیں پڑھا تک نہیں، چلئے میرے ساتھ اور دیکھیے میرا انتخاب.....''

بادل نخواستہ وہ اٹھی تو وہ اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ وہ لائبریری کی راہداری میں آئی تو اپنے پیچھے اسے یوں لگا جیسے ان کا سانس اس کی گردن سے مس ہو رہا ہو۔ وہ برق رفتاری سے کتابیں لے کر واپس اپنی کلاس میں چلی گئی۔ نجانے کیا بات تھی کہ چھٹی حس اسے مسلسل خبردار کر رہی تھی کہ ذوالفقار صاحب سے دور دور رہو یا اس کا شاید وہم تھا کہ ذوالفقار صاحب قصداً اس کے بہت قریب کھڑے ہوئے تھے۔ گھر آ کر سوچا تو خود پر نفرین بھیجی..... انہوں نے تو کبھی اس سے آنکھ ملا کر بات نہیں کی تھی..... ہمیشہ نظریں جھکائے رہتے تھے۔

اس واقعہ کے بعد وہ مزید محتاط ہو گئی۔ الگ تھلگ رہنے کے بجائے دیگر خواتین ٹیچرز کے ساتھ رہنے لگی۔ ان کی باتوں سے اسے یہ جان کر قدرے سکون ہوا کہ وہ شادی شدہ ہیں اور چار بچوں کے باپ ہیں۔ ان کی وائف دوسرے کوچنگ سینٹر کی پرنسپل ہیں۔ وقت جوں جوں گزر رہا تھا۔ شہلا کو یہ دیکھ کر مزید وحشت ہوتی کہ ذوالفقار صاحب کو اس کا خیال بہت زیادہ رہنے لگا تھا۔

اس کے زبردستی تین پیریڈز فری کر دیے گئے تھے۔ پہلے اسٹاف روم میں پنکھا چلتا تھا۔ شہلا کو گرمی زیادہ لگتی تھی تو اسٹاف روم میں ایک اسپلٹ لگوا دیا گیا۔ نظریں وہ نیچے رکھتے ضرور تھے مگر بات چیت میں وہ کہنے لگے تھے۔ ''ارے آج یہ فیروزی رنگ تو آپ پر بے حد کھل رہا ہے۔ کل والا گلابی، وہ بار بار پہنیے گا ناں۔'' ایک دن گھر آ کر اس نے امی سے کہا۔ ''یہ ذوالفقار صاحب ہر وقت اس کی فکر کرتے رہتے ہیں۔ مجھے اچھا نہیں لگتا۔''

''تو تو پاگل ہے۔ ایک محلے کی ہونے کی وجہ سے تیرا خیال رکھتے ہیں، ورنہ ذوالفقار صاحب تو بڑا لئے دیے رہنے والا شخص ہیں۔''

''پھر بھی مجھے اچھا نہیں لگتا.....'' اس نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''عجیب لڑکی ہے..... لوگ سختی کو ناپسند کرتے ہیں اور تمہیں نرمی بری لگ رہی ہے۔ زمانہ نہیں دیکھتی..... ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا خیال رکھا جائے، اسے سہولتیں ملیں اور ایک تم باؤلی ہوان باتوں سے ناراض ہو رہی ہو۔''

''ہاں امی مجھے ایسی چھچھوری باتیں اچھی نہیں لگتیں۔''

''پاگل، تم..... تو کیا کیا جائے.....'' ماں کو غصہ ہی آ گیا تھا مگر اگلے دن ہی اس کے شبہے نے یقین کا چولا پہن لیا جب وہ چھٹی کے وقت لائبریری کی کتابیں الماری میں رکھنے گئی تو اس کے پیچھے دروازے کو بند کر کے ذوالفقار صاحب اس کے پاس آ گئے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر وہ پیچھے ہٹی تو اسے نظروں میں تولتے ہوئے اسے بازوؤں میں لے لیا۔ ''شہلا تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو..... تم میں جو بات ہے وہ نہ کسی ٹیچر میں ہے اور نہ کسی اسٹوڈنٹ میں! تمہارا حسن میرے دل کو گرماتا ہے۔''

''سر یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟'' وہ انہیں پیچھے دھکیلتے ہوئے بولی۔

''پریشان مت ہو، اندر کوئی نہیں آ سکتا۔''

''پلیز مجھے باہر جانے دیں.....'' اس نے گلوگیر سے لہجے میں کہا۔

''پہلے وعدہ کرو..... کل چھٹی کے بعد یہاں لائبریری میں آؤ گی؟''

''ہاں آؤں گی.....'' یہاں سے نکلنے کا یہی راستہ تھا کہ وہ اسے یہ یقین دلا دے کہ وہ اس کی بات مانے گی۔

''سچ کہہ رہی ہو ناں؟'' انہوں نے ایک بار پھر اسے کلیجے میں سمیٹ لیا!

''ہاں میں سچ کہہ رہی ہوں۔'' وہ روہانسی ہو کر بولی۔

''یاد رکھو جانو..... میں تمہیں دل سے چاہتا ہوں۔'' ذوالفقار صاحب اسے ایسی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ اس کا دل چاہا کہ گرم سلائیں ان کی آنکھوں میں بھونک دے..... اور جب انہوں نے دروازہ کھولا تو وہ تیر کی طرح بھاگی ہوئی گھر چلی آئی اور اپنے کمرے میں بند ہو کر اس وقت تک روتی رہی جب تک تمام آنسو باہر نہ نکل آئے۔

''پاگل تو نہیں ہو گئی..... جو بھری تھالی پر لات مار رہی ہے۔'' امی نے اس سے غصے سے کہا۔

''بس میں نے کہہ دیا کہ اب میں کوچنگ سینٹر نہیں جاؤں گی.....''

''یہی تو کہہ رہی ہوں کہ تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ پتا نہیں اپنے آپ کو کیا سمجھتی ہو؟ کون عاشق ہو سکتا ہے تمہاری معمولی شکل پر۔ اپنے بارے میں غلط فہمی کچھ زیادہ ہی ہے۔'' امی کی لتاڑ ہی ختم نہیں ہو رہی تھی۔

''ہاں میں بدشکل سہی مگر میں لفنگوں کے ہاں جاب نہیں کر سکتی۔''

''ٹھیک ہے مت جاؤ..... ڈھونڈو کسی تھرڈ کلاس اسکول میں نوکری..... جہاں محنت پوری لی جائے اور تنخواہ برائے نام ہو۔''

''ہاں ڈھونڈ لوں گی مگر بدمعاشوں کے سینٹر میں نہیں جاؤں گی۔''

''ہماری بلا سے جو دل چاہے کرو..... اپنی مرضی کی مالک ہو، ہماری پہلے کہاں سنتی تھیں جواب سنو گی!''

تب اس کا دل چاہا کہ وہ چیخ چیخ کر کہے کہ میں نے تو آپ ہی کی سنی تھی..... جو آج بہ مشکل اپنی عزت بچا کر آ سکی ہوں۔ بعض لوگ ہوتے ہی بدنصیب ہیں۔ ان کے راستے میں اگر دشواریاں نہ آئیں تو وہ خود پریشانیوں کو ڈھونڈتے ہیں۔ ''غضب خدا کا۔ اس سینٹر میں تم اکیلی ٹیچر تو نہیں تھی، دوسری لیڈی ٹیچرز اور بھی تھیں مگر تم ہی ایک پری تھیں کہ ذوالفقار صاحب کا دل تم پر ہی آیا اور وہ تم سے عشق بگھارنے لگے۔''

بقیہ رذیل حرکتیں اس نے بتائی نہیں تھیں اور اماں کو صرف ڈائیلاگز سنانے کا مسئلہ اتنا بڑا ابھی نہیں لگ رہا تھا۔

پتا نہیں کیسی ہوتی ہیں وہ مائیں جو اپنی بچیوں کو اپنے سائے تلے رکھتی ہیں۔ ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ ان کی بچیوں پر کسی کی نرم گرم نظر نہ پڑے۔ وہ ان کی بیٹیوں کو کوئی برا لفظ نہ کہنے پائے اور ایک میری ماں ہیں..... جو میری پریشانی سن کر بھی پریشان نہیں ہو رہی ہیں۔

''کم از کم یہ مہینہ تو پورا کر لیتیں..... دس دن ہی تو رہ گئے ہیں..... اس سے تمہاری تنخواہ پر تو کوئی اثر نہ پڑتا۔ یکدم بتائے بغیر جانا چھوڑو گی تو شاید وہ تمہاری تنخواہ ہی مار لیں۔'' اب انہیں اس کی تنخواہ کے بارے میں تشویش شروع ہو گئی۔ ''امی میں یہ آپ سے آخری بار کہہ رہی ہوں کہ نہ تو میں اب وہاں پڑھانے جاؤں گی اور نہ ہی مجھے تنخواہ لینے جانا ہے۔''

''نقصان تو تمہارا ہو گا۔'' وہ اسے سمجھانے لگیں۔

''پلیز امی..... اب آپ اس معاملے میں بالکل نہیں بولیں گی اور سینٹر سے کوئی آئے تو کہہ دیجیے گا کہ پرانے اسکول والوں نے بلا لیا ہے۔ وہاں جا رہی ہوں۔ اس لئے نہیں آ سکتی بلکہ بالکل نہیں آ سکتی۔''

''پرانے اسکول والے اتنے اچھے کہاں ہو سکتے ہیں جو تمہیں دوبارہ رکھ لیں گے۔''

''میں ٹرائی کر کے دیکھوں گی۔ شاید رکھ لیں۔'' اس نے کہا اور دل میں مسز عابدی کو ہزاروں دُعائیں دیں جن کے کہنے سے اس نے اسکول سے بیماری کی چھٹی لی تھی۔

☆☆☆

ساحل سمندر پر وہ سرمد کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی...... دونوں ایک دوسرے سے باتیں بھی کر رہے تھے اور سامنے کھیلتے ہوئے بچوں کو شوق سے دیکھ بھی رہے تھے۔

بچے ایک بڑی سی بال ایک دوسرے کو مار رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے۔ بال ایک دوسرے کے پاس سے ہوتی ہوئی اس کے آ کر لگی تو اس نے ان کی جانب واپس اچھال دی۔ چھوٹے چھوٹے سے بچے اس کے پاس آ گئے اور بڑی محبت سے کہنے لگے...... ''باجی آپ بھی ہمارے ساتھ کھیلئے ناں......''

سہانی بچوں کے مابین خود بھی بچہ بن گئی۔ ان کے ساتھ پانی میں شپڑ شپڑ کرتے ہوئے اب وہ ایک دوسرے کو بال مار رہے تھے اور خوشی سے اچھل رہے تھے...... سرمد یہ سب بڑی خوشی کے ساتھ دیکھ رہا تھا...... اور اسے یہ سب بہت اچھا بھی لگ رہا تھا۔ بچوں کے مابین کھیلتی ہوئی سہانی بھی اسے کسی معصوم بچی کی طرح ہی لگ رہی تھی۔

ساحل پر وہ جب آگے کی جانب بڑھی تو ہاتھ کے اشارے سے اس نے سرمد کو بھی بلا لیا تب سرمد اس کی جانب بڑھنے لگا۔ سہانی نے شرارت سے بال سرمد کی جانب پھینکی اور تیزی سے آگے کی جانب بھاگی۔ اسے معلوم تھا...... بال لگتے ہی سرمد کی بال کا نشانہ وہ خود ہوگی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ تیزی سے آگے کی جانب بھاگ رہی تھی۔ دفعتاً وہ کسی سے ٹکرا کر نیچے گری مگر جب کسی نے اسے اپنے شانوں پر سنبھالا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ ظفر اسے لئے کھڑا تھا۔

''آپ یہاں کیسے؟'' وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

''اپنے ایک فرینڈ کے ساتھ پروگرام بنا تو یونہی چلی آئی۔'' وہ بے پروائی سے بولی۔

اس کے دوست کو دیکھنے کے لئے جب ظفر نے ادھر اُدھر دیکھا تو اس وقت تک سرمد اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔

''ظفر ان سے ملو۔ یہ میرے دوست سرمد ہیں۔'' اس نے تعارف کرایا۔

''اور سرمد یہ ظفر ہیں...... ہماری ان سے رشتے داری ہوتی ہے۔''

''اچھا!'' سرمد نے ایک سرسری سی نظر ظفر پر ڈالی اور دوستانہ مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔

''شاداب خالہ ٹھیک ہیں؟'' اس نے یونہی پوچھ لیا۔ ورنہ دل تو اس کا یہ چاہ رہا تھا کہ پوچھے ''عامر کیسے ہیں؟ کیا بات ہوگئی جو تم ان کے بغیر کسی نئے دوست کے ساتھ گھوم رہی ہو؟''

''کیا میرے بعد تم عامر سے بھی بور ہوگئی ہو؟'' مگر یہ وقت ان باتوں کے لئے نہیں تھا حالانکہ دل میں کھد بد تو بہت ہو رہی تھی۔

اس لئے وہ کچھ پوچھنے گچھنے کے پروگرام کو آئندہ پر ٹالتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ تھوڑا آگے جا کر اس نے مڑ کر دیکھا...... وہ دونوں ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ٹہل رہے تھے اور ان کا انداز یہ بتا رہا تھا کہ دونوں کے درمیان ایک خاص ربط ہو چکا ہے۔

ستارہ خوبصورت ہے کہ ذرہ خوبصورت ہے
ابھی یہ فیصلہ ہونے کو ہے کیا خوبصورت ہے

یہ مانا عشق کی تقدیر میں اجرت نہیں کوئی
مگر یہ بھی تو دیکھو کام کتنا خوبصورت ہے

☆☆☆

کچھ خوف بھی تھا...... کچھ ڈر بھی تھا مگر اس کے باوجود وہ اپنی سہیلیوں کو ساتھ لے کر کنسرٹ ہال تک پہنچ گئی تھی۔

''اگر عمیر نے میری سہیلیوں کے سامنے مجھے پہچاننے سے ہی انکار کر دیا تو۔'' یہ سوال بار بار اس کے دل میں آ رہا تھا۔ ''نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتا...... '' فون پر جتنی بار بھی اس سے بات ہوتی تھی...... اس نے انتہائی توجہ سے اس کی بات سنی تھی اور اس کا لہجہ اتنا کیئرنگ تھا کہ وہ بعد میں بھی مسحور ہوتی رہی۔

''آج جب وہ میری محبت کا اقرار کرے گا۔ تب یہ سہیلیاں مجھے جانیں گی...... مجھے پہچانیں گی......'' یہ سوچ اسے اونچی اڑانوں میں لئے جا رہی تھی۔ خوشی کے احساس نے اسے ایک عجیب سا احساس عطا کیا تھا۔ شاید...... سرشاری کے بہت سے رنگ تھے جو قوس قزح سے بھی زیادہ ہوتے ہیں...... اس وقت اس کا انگ انگ مسکرا رہا تھا...... گاڑی سے اترنے کے بعد وہ تصور میں نجانے کب تک مگن رہتی۔

''کیا یہیں کھڑی رہو گی...... ہال میں بھی تو لے کر چلو...... باہر کھڑا ہونا تو کوئی اعزاز کی بات نہیں۔'' فرح نے اس سے تمسخر سے کہا تو وہ یکدم گھبرا سی گئی۔ اس نے دیکھا کہ اس کی سہیلیاں ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔

ایک جم غفیر تھا جو گیٹ پر کھڑا تھا اور سب کی یہ خواہش تھی کہ وہ ہال میں پہلے داخل ہو...... اور اسی وجہ سے اچھی خاصی دھکم پیل ہو رہی تھی۔ رابعہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ جب وہاں پہنچی تو رش دیکھ کر پریشان ہوگئی۔

''ہم تھوڑی دیر رک جاتے ہیں تاکہ کچھ بھیڑ چھٹے تو ہم ہال میں بہ آسانی داخل ہو سکیں۔'' فری نے کہا۔

''ارے ہم تو عمیر کے خصوصی مہمان ہیں۔ رابعہ ان کا کارڈ دکھا کر ہمیں فوراً اندر لے جائے گی، ہمیں کیا ضرورت پڑی کہ باہر بے کار میں کھڑے رہیں۔''

''ہاں یہ ٹھیک ہے۔'' ''رابعہ تم کسی طرح گیٹ تک پہنچنے کی کوشش کرو۔'' شبلی نے رابعہ سے کہا۔ رابعہ نے فری کا ہاتھ تھاما اور لائن میں کھڑی ہوئی اور جب آدھ گھنٹے بعد اس کی باری آئی تو اس نے ٹکٹ کے بجائے عمیر کا کارڈ دکھاتے ہوئے کہا۔ ''ہم عمیر کے خصوصی مہمان ہیں اس لئے کارڈ پر پانچ لڑکیاں جائیں گی!'' گیٹ کیپر نے تمسخرانہ نظر رابعہ پر ڈالی اور ہنستے ہوئے کہا۔ ''یہ طریقہ بہت بھونڈا ہے اندر داخل ہونے کا...... آپ ٹکٹ کے بغیر اندر داخل نہیں ہو سکتیں۔'' رابعہ کے ساتھ ساتھ فرح کے چہرے پر بھی شرمندگی چھا گئی۔

''دیکھیے مجھے خود عمیر نے کہا تھا۔'' وہ سراسیمہ سی ہو رہی تھی۔

''عمیر کہہ دیں گے تو آپ آ جائیے گا۔''

''اچھا پلیز...... آپ ان کو بلا دیں۔'' رابعہ کا لہجہ لجاجت بھرا تھا۔

''ابھی تو وہ آئے بھی نہیں۔'' یہ کہہ کر وہ دوسروں کی جانب متوجہ ہو گیا۔

''اسے کہتے ہیں بے عزتی......'' فرح کو جلال آ رہا تھا۔

''رابعہ تم خود بھی تماشا بنیں اور ہمیں بھی بنوایا۔'' شبلی کو بھی غصہ آنے لگا۔

''غضب خدا کا ہماری یہ اوقات رہ گئی کہ گیٹ کیپر ہمیں دھتکار دے۔'' رابعہ کا مارے خجالت کے برا حال تھا۔

ایسا تو وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ہال میں داخل ہونا ہی اس کے لئے مسئلہ بن جائے گا۔

''تم کیا سمجھ رہی تھیں۔ عمیر تمہارے انتظار میں گیٹ پر لٹکا ہوا ملے گا۔''

''اس نے تو مجھ سے کہا تھا کہ اپنے ساتھ اپنی سہیلیوں کو ضرور لانا...'' وہ بدستور اپنے مؤقف پر ڈٹی ہوئی تھی۔

''تم نے شاید اس کی آدھی بات سنی ہوگی اس نے شاید اس وجہ سے کہا ہوگا کہ اس کے شو کے زیادہ سے زیادہ ٹکٹ سیل ہوں۔''

''اس نے تمہیں بے وقوف بنایا ہوگا۔''

''وہ سراسر تمہیں پاگل سمجھا ہوگا۔''

''فینز کی اوقات ہی کیا ہوتی ہے۔''

''اب تو ہم تمہاری کسی بات پر اعتبار نہیں کر سکتے۔'' وہ چاروں ایک آواز ہو کر رابعہ کو باتیں سنا رہی تھیں اور ٹیکسی بھی ڈھونڈ رہی تھیں تاکہ گھر واپس جایا جائے۔ اس سے قبل کہ فری سامنے آتی ہوئی ٹیکسی کو ہاتھ دیتی رابعہ نے اس کا اٹھتا ہوا ہاتھ پکڑ کر نیچے کیا اور وفورِ مسرت سے بولی۔ ''دیکھو تو ذرا... یہ جو گاڑی آکر رکی ہے اس میں عمیر بیٹھے ہوئے ہیں۔''

''تو تم جا کر کیوں نہیں کہتیں کہ کب سے انتظار میں خوار ہو رہے ہیں...'' شہلی نے اسے طنزاً کہا... اور وہ سچ مچ بھاگتی ہوئی گاڑی تک چلی گئی اور فرح یہ دیکھ کر بے ہوش ہوتے ہوتے بچی کہ عمیر رابعہ کی بات سن کر اس کے ساتھ ان کی جانب آ رہا تھا۔ ''آپ سب کا بے حد شکریہ کہ آپ لوگ رابعہ کے ساتھ آئی ہیں۔ آیئے نا پلیز اندر ہال میں۔''

وہ چاروں... حیرت زدہ سی رابعہ کے پیچھے پیچھے چلنے لگیں۔ عمیر جانے کیا کچھ رابعہ کے کان میں کہہ رہا تھا اور رابعہ کا چہرہ مارے خوشی کے سرخ ہو رہا تھا۔ عمیر نے ان سب کو آگے کی سیٹوں پر بٹھایا اور خود ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔

''اب بولو کیا کہتی ہو؟'' رابعہ نے ناز سے گردن تان کر اپنی سہیلیوں سے پوچھا۔

''ارے یار...'' ہمیں تو واقعی پتا ہی نہیں چلا کہ تو نے اتنی اونچی جگہ ہاتھ مارا ہے...'' شہلی نے ہنس کر کہا۔

فرح تو اسے ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جس میں حیرت اور تعظیم نمایاں تھی۔ ہاں نسرین گم صم بیٹھی یہ سب دیکھ رہی تھی... عمیر کا رابعہ کے لئے اتنا التفات خود دیکھنے کے باوجود اس کا ذہن یہ سب ماننے کے لئے تیار نہیں ہو رہا تھا۔

ایک لڑکی جو ہمارے طفیل پہلی مرتبہ کسی کنسرٹ میں گئی وہ آج اس قابل ہوگئی کہ اس کے طفیل ہم پروگرام دیکھ رہے ہیں... یہ بات اسے ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد عمیر اسٹیج پر گا رہا تھا اور ہال میں بیٹھی ہوئی تمام لڑکیاں اس کی آواز پر جھوم رہی تھیں۔

اس کی خوبصورت آواز رابعہ کے دل کے تاروں میں ایک جلترنگ سا بجا رہی تھی۔

ایک پیکر جمال ابھی تک نظر میں ہے
محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے وہ گھر میں ہے
اک روشنی سی پھیلی ہوئی ہے درون دل
اک کہکشاں سی بکھری ہوئی چشم تر میں ہے
اک عالم سکوت ہے ایسا کہ یوں لگے
اک نغمگی سی جاگی ہوئی بام و در میں ہے

وہ تو چلا گیا مگر اس کے وجود کی
خوشبو بسی ہوئی مرے شام و سحر میں ہے
یہ واہمہ ہے یا کہ حقیقت خبر نہیں
میں اس کا ہم سفر ہوں وہ جس رہگذر میں ہے

(حمایت علی شاعر)

نسرین نے چونک کر رابعہ کو دیکھا... وہ اپنی سیٹ سے کھڑی ہوگئی تھی اور دھن پہ جھوم رہی تھی۔

اسے دیکھ کر اور بھی کئی لڑکیاں سائڈ میں کھڑے ہو کر رقص کرنے لگی تھیں۔ یہ سب عمیر کو بہت اچھا لگ رہا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ عمیر نے جونہی گیت شروع کیا تھا۔ وہ بڑی شوخی سے لڑکیوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے گا رہا تھا۔

دھوپ میں بھی جو چھاؤں کی طرح ہو
ایک ایسا ہم سفر مہرباں چاہتے ہیں
ہر سمت کھلیں الفتوں و محبتوں کے پھول
چاہتوں کا ایسا جہاں چاہتے ہیں

تب رابعہ کو یوں لگا جیسے عمیر نے اپنا دل کھول کر اس کے سامنے دیا ہو۔

''اب جناب کو آیا یقین وہ مجھے کتنا چاہتے ہیں'' اس نے مبہوت سی بیٹھی نسرین کو ٹہوکا مارتے ہوئے کہا۔

''ہاں... آں...'' وہ چونکی۔ ایک نظر عمیر کو دیکھا اور پھر... دوسری نظر رابعہ کے گلگوں چہرے پر ڈالی... ''تم ٹھیک کہتی ہو رابعہ...'' نسرین کو یقین آ گیا تھا اور تب رابعہ نے طمانیت سے آنکھیں میچ لیں۔

☆☆☆

اپنا اسکول دوبارہ سے جوائن کر کے اسے سکون و طمانیت کا احساس ہوا تھا۔ اگر وہ ماں کے کہنے پر ریزائن دے دیتی تو اتنے اچھے اسکول میں دوبارہ سے جاب ملنا مشکل ہوتی۔

اس نے کئی بار مسز عابدی کا شکریہ ادا کیا تھا جن کے مشورے پر عمل کر کے... اس کی پریشانیاں از خود ختم ہوگئی تھیں۔

امی کو جب اس کے اسکول کی جاب کا پتا چلا کہ دوبارہ مل گئی ہے تو انہوں نے بھی سکون محسوس کیا۔ کماتی ہوئی لڑکی اگر بیروزگار ہو جائے تو وہ بدمزاج ہونے کے ساتھ ساتھ بدتمیز بھی ہو جاتی ہے یہ ان کی رائے تھی جس پر وہ صدق دل سے قائم تھیں۔ ''کوچنگ سینٹر میں پڑھانے کا تجربہ کیسا رہا؟'' ایک دن مسز عابدی نے آہستگی سے اس سے پوچھا۔

''ہوسکتا ہے دوسرے لوگوں کے لئے ایسا نہ ہوتا ہو مگر میرے لئے تو بہت برا رہا۔''

''کیا بہت سختی تھی۔ کلاسز زیادہ لینی پڑتی تھیں؟''

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔''

''تو پھر؟'' انہوں نے چشمہ اتار کر اسے حیرت سے دیکھا!

''کوچنگ سینٹر کے اونر مجھے بدقماش سے لگے... بظاہر وہ بڑے شریف سے نظر آتے تھے مگر جیسے وہ دکھتے تھے ایسے حقیقت میں تھے نہیں۔''

''پھر تو اچھا کیا کہ تم نے جانا چھوڑ دیا... عزت سے قیمتی کوئی شے نہیں اس پر آنچ نہیں آنی چاہئے!''

''یہاں آ کر مجھے ایسا اچھا لگ رہا ہے کہ آپ کو بتا نہیں سکتی۔ یوں بھی جن لڑکیوں نے کبھی مخلوط اداروں میں کام نہ کیا ہوا نہیں ..... وہاں کام کرنا اچھا ہی نہیں لگ سکتا۔''

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔''

''تمہاری امی کو تو وہاں کے جاب چھوڑنا اچھا نہیں لگا ہوگا۔''

''جی۔'' اس نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔

''بعض ماؤں میں یہ شعور ہی نہیں ہوتا کہ وہ اپنے بچوں کا اچھا یا برا دیکھ سکیں۔'' انہوں نے کہا۔

''میرا مسئلہ بھی کچھ ایسا ہی ہے.....'' وہ پھیکے سے لہجے میں ہنسی۔

''تمہاری امی سے میں مل چکی ہوں، میں اندازہ کر سکتی ہوں۔'' وہ دوبارہ بولیں۔

''شہلا بیٹا! تمہیں زندگی کے ہر گام پر اپنے بارے میں خود فیصلہ کرنا ہوگا۔'' شہلا ان کی بات سن کر گم صم سی ہوگئی۔ اس کی شادی ختم کرنے کا فیصلہ اس کی ماں کا تھا وہ تو ایسا ہرگز نہیں چاہ رہی تھی ..... اول نہ ہی وہ اپنے اندر اتنی طاقت رکھتی تھی کہ ماں کو ایسا کرنے سے روک سکے۔ اسے یوں چپ چاپ دیکھ کر مسز عابدی نے پوچھا۔ ''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں؟''

''جی .....'' وہ آہستگی سے بولی۔ اور پھر ایک دن وہ اسلام سے گھر آئی تو امی نے بڑی خوشی سے اسے بتایا۔

''آج ذوالفقار صاحب گھر آئے تھے پورے مہینے کی تنخواہ دے کر گئے ہیں۔ تمہیں بڑا پوچھتے ہوئے کہہ رہے تھے، میری چھوٹی بہن کی طبیعت کہیں ناساز تو نہیں جو اس نے یکدم کوچنگ سینٹر آنا چھوڑ دیا ہے۔

''ان کے منہ پر مارنا چاہئے تھا یہ جوڑا، کیوں رکھ لیا آپ نے'' اس نے غصے سے کہا۔

''اس لئے رکھ لیا کہ وہ نیک آدمی ہے اس نے تمہاری تنخواہ بھی نہیں کاٹی، دس دن غیر حاضر رہیں اس کے باوجود پوری رقم دے گیا اور یہ علیحدہ کہہ گیا ہے کہ جب دل چاہے اپنے بھائی کے پاس آ سکتی ہیں۔''

''میں تو وہاں پارٹ ٹائم کوچنگ کی بھی نہیں؟''

''یہ تمہارے اپنے دماغ کا فتور ہے تو میں کیا کر سکتی ہوں ..... ہر شخص اپنے ذہن سے ہی سوچتا ہے۔ اب اگر کسی کے سیدھے سادے جملوں کو تم نے تیز ہوا کر کے دیکھ لیا تو یہ تمہارے اپنے دماغ کی گندگی ہوئی ناں۔'' امی بھی اسے کلسانے کا کوئی موقع نہیں چھوڑ رہی تھیں۔

''آپ اس شخص کی کتنی ہی وکالت کر لیں مگر میں وہاں ہرگز نہیں جاؤں گی۔''

''مت جاؤ..... مگر یہ ضرور جان لینا کہ تم ایک انتہائی بے وقوف اور گھامڑ لڑکی ہو..... جسے نہ کسی کی بات سمجھ میں آتی ہے اور نہ کوئی فیصلہ کرنا آتا ہے۔ جب جب تم اپنا کوئی فیصلہ خود کرو گی۔ ہمیشہ نقصان اٹھاؤ گی۔''

تب مسز عابدی کی بات اس کے ذہن میں گونج گئی۔ انہوں نے بھی یہی بات کی تھی..... مگر اسے اپنا فیصلہ خود کرنے کو کہا تھا۔ ''میرے خدایا ..... میں نہیں جانتی کہ میری ماں ..... پاگل ہے، پاگل ہے یا تیز و چالاک مگر ان کے دل میں یہ احساس ضرور پیدا کر دے کہ وہ میرے بارے میں کبھی منفی انداز میں نہ سوچیں کہ ان کا یہ انداز مجھے اندر تک سے چھلنی کر دیتا ہے۔''

☆☆☆

''ایمان سے..... تیری قسم، جھوٹ تھوڑی بول رہی ہوں۔''

''پھر تو آپ کی سہیلیاں حیران رہ گئی ہوں گی۔'' نازیہ نے کہا۔

''ایسی ویسی..... وہ تو مجھے مان گئی ہیں.....'' رابعہ نے فخر سے سینہ تان کر کہا۔

''پھر تو کالج میں آپ کی بڑی ٹور رہتی ہوگی۔'' چھوٹی بہن نے ہنس کر پوچھا۔

''ہاں..... اب تو سب مجھے عمیر کے نام سے چھیڑنے لگی ہیں۔'' رابعہ نے شرما کر اسے بتایا۔

''آپا..... کیا عمیر آپ سے شادی کرے گا؟''

''کیوں نہیں کرے گا، جب وہ مجھ سے محبت کرتا ہے تو شادی بھی اسے مجھ سے ہی کرنا ہوگی؟''

''مگر ہم لوگ تو غریب ہیں..... گھر بھی اتنا چھوٹا سا ہے گھر میں کوئی ایسی عزت کی چیز بھی نہیں ہے جو عمیر کو اچھی لگ سکے۔''

''نازیہ تو بھی بڑی پاگل ہے..... عمیر ہمارے گھر رخصت ہو کر تھوڑی آئے گا جو اسے اس گھر سے کوئی شکایت ہو گی وہ تو مجھے بیاہ کر اپنے گھر لے جائے گا۔''

''پھر بھی کسی نہ کسی حوالے سے اسے ہمارے گھر تو آنا ہوگا ہی ناں۔''

''پوری جھلی ہے ایک دم..... تو نے عمیر کا نیا گیت نہیں سنا جو اس نے ایف ایم پر تازہ ترین کہہ کر سنایا تھا۔ اس میں اس نے مجھ سے یہی کہا ہے۔

میں جلد آؤں گا
تجھے لے جاؤں گا
پریشانی چھوڑ دینا تم
غموں کو توڑ دینا تم
نہ ہی تم ساتھی ہو
نہ ہی تم راضی ہو
میں جلد آؤں گا
تجھے لے جاؤں گا

(عظمیٰ آفاق)

''اف خدایا! یہ گیت آپ کے لئے ہے .....'' نازیہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

''ہاں، وہ میرے لئے ہی تو گاتا ہے۔'' لہجہ وثوق بھرا تھا۔

''کیا عمیر نے آپ سے یہ بات کہی ہے.....؟'' نازیہ کی جرح بھی بدستور جاری تھی۔

''اس نے کہا تو نہیں مگر میں سمجھتی تو ہوں۔''

''ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کا مغالطہ ہی ہو؟''

''میں تمہارے سامنے فون کر کے پوچھتی ہوں'' اس کا سیل نمبر پریس کرتے ہوئے وہ بولی۔

یہ بھی اتفاق تھا کہ اس کا موبائل آف نہیں تھا۔ اس نے فوراً ہی ریسو کر لیا۔ نازیہ نے اسپیکر آن کر دیا۔

"ہیلو میں رابعہ بول رہی ہوں۔"

"کیسی ہو سوئٹی؟" ادھر سے پوچھا گیا۔

"اچھی ہوں....." وہ شرما کر مخمور سے لہجے میں بولی۔

"اس وقت کیسے یاد کیا؟"

"ایک بات پوچھنی تھی آپ سے؟"

"ایک نہیں دو تین باتیں پوچھ سکتی ہو۔"

"فی الحال تو ایک ہی بات کا جواب دے دیں۔"

"کون سی بات کا۔ میرے خیال سے یہ ہوگی کہ میں کتنی پیاری ہوں، تو اس کا جواب ہے بے حد پیاری...... ہوگئی تسلی....." اس نے ہنس کر کہا۔ خوبصورت الفاظ اس کے کانوں میں انڈیلے۔

رابعہ شرم سے لالوں لال ہوگئی اور ہنس کر بولی۔ "اس وقت تو یہ بتا دیجئے کہ پرسوں آپ نے ایف ایم پر جو گیت گایا تھا" میں جلد آؤں گا......" اس میں آپ کس سے مخاطب تھے؟"

"تمہارا کیا خیال ہے......" اب وہ شوخ سے لہجے میں اس سے سوال کر رہا تھا۔

"گیت تو آپ نے گایا تھا، مجھے کیا معلوم؟"

"منی میں اپنے پیار کرنے والوں کے لئے گاتا ہوں تو تم یہ جان لو کہ تمہارے لئے ہی گایا تھا وہ گیت۔"

"ایمان سے!" مارے خوشی کے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"ہاں..... سوئٹی بلیوی..... تمہارے لئے....." وہ ہنسا اور بائے کہہ کر فون بند کر دیا۔

"اب کیا کہو گی تم......؟" فون کا ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"سچ آپا اس وقت میرا واقعی سر چکرا رہا ہے اور مجھے کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے!....."

"عمیر کی بات سن کر تو تمہیں یقین آ جانا چاہئے تھا۔"

"پتا نہیں آپا..... میری طبیعت میں بے یقینی زیادہ ہے مگر شاید آپ بھی اپنی جگہ صحیح ہیں۔"

"تو چلے گی میرے ساتھ اس سے ملنے؟"

"ناں بابا ناں..... اتنی ہمت مجھ میں نہیں ہے۔"

"تیرا دل نہیں چاہتا کہ اپنے ہونے والے بہنوئی سے ملاقات کرے؟"

"اگلے اتوار اماں، ابا حیدر آباد جا رہے ہیں۔ پھپو کے مکان میں پانی جو آ گیا تھا۔ اس سلسلے میں اگر آپ عمیر کو گھر بلا سکتی ہیں تو بلوا لیں، سن بھی لیں گے اور دیکھ بھی لیں گے......" نازیہ نے ہنس کر کہا۔

"ٹھیک ہے میں کل بات کرتی ہوں ان سے...... اب کے اتوار کو ہمارے ہاں آ کر چائے پئیں۔"

اگلے دن اس نے فون پر اصرار کیا تو اس نے کہہ دیا کہ "بہت بزی ہوں تم اگر چاہو تو ریجنٹ پلازا میں آ جاؤ وہاں ہم دونوں چائے بھی پی لیں گے اور گپ شپ بھی ہو جائے گی۔" اس کی یہ بات سن کر ہی رابعہ کے ہاتھ پیر خوشی سے پھول گئے۔ "نازیہ اب کے اتوار تو انہوں نے مجھے خود انوائٹ کیا ہے۔"

"تو کیا آپ جائیں گی؟"

"ہاں، کیوں نہیں، یہ موقع تو مجھے از خود ملا ہے۔ میری وجہ سے ہی شاید اماں، بابو جی نے حیدر آباد جانے کا ام بنایا ہے۔"

"ب جائیں گی اور کب آئیں گی؟" اس نے دہل کر پوچھا۔

"ارے پاگل ایک دو گھنٹے میں لوٹ آؤں گی۔ شاید اس کو مجھ سے کچھ پرسنل باتیں کرنا ہوں گی۔"

"یہ باتیں آپ اپنے گھر میں بیٹھ کر بھی تو کر سکتی تھیں۔"

"مگر عمیر جو مناسب سمجھتا ہے، وہی زیادہ بہتر ہے۔"

"ٹھیک ہے، جو آپ کا من چاہے کریں۔"

"کون سے کپڑے پہن کر میں جاؤں......" اب رابعہ کی سوچ کے در کھلتے جا رہے تھے...... اور ذہن صرف ایک ہی راہ پر گامزن تھا...... اسے عمیر سے ملنے جانا ہے...... اور اپنے آپ کو ایسا تیار کر کے جانا تھا کہ وہ اس کے سحر سے نکل نہ پائے۔ "اتنے سارے تو آپ کے پاس کپڑے ہیں، کوئی بھی پہن لیجئے گا۔"

"عمیر کی پسند کے حساب سے تو ایک بھی نہیں ہے۔"

"آپ کو کیا پتا، ان کی پسند؟ پہلی دفعہ تو اس طرح کی ملاقات ہوگی آپ کی ان کے ساتھ۔"

"اندازہ تو ہے ناں مجھے کہ اس کی نظر میں پسندیدگی کے رنگ جھلملاتے تو ضرور دیکھے ہیں۔"

"تو پھر کیا پہنیں گی آپ......؟" نازیہ حیران سی بہن سے پوچھ رہی تھی۔

"جینز کے اوپر چھوٹی سی کرتی۔"

"دماغ خراب ہوگیا ہے آپ کا، اس طرح کے کپڑے تو ہمارے علاقے کی مارکیٹ میں بھی نہیں ملیں گے۔"

"شبلی کی جینز میرے پاس ہے۔ تمہاری میرون شرٹ ہے جو اونچی ہوگئی رکھے رکھے...... وہ میں اس پر پہن لوں گی...... جسم تو ہم دونوں کا ایک ہی جیسا ہے...... صرف لمبی ہی ہوں، موٹی تو نہیں ہوں۔"

"اس حلیے میں آپ اپنے محلے سے نکلیں گی تو آپ کے ساتھ ساتھ محلے والوں کا جلوس بھی ہوگا...... ہو سکتا ہے مردہ باد کے نعرے بھی لگ جائیں۔"

"پاگل سمجھ رکھا ہے مجھے۔ میں اس کے اوپر برقع لے کر جاؤں گی۔ ہوٹل میں داخل ہونے سے پہلے برقع یگ میں آ جائے گا!"

"اس طرح کی حرکتیں کرنے والیاں ہی اصلی برقع پہننے والیوں کو بھی بدنام کیا کرتی ہیں۔"

"مگر میں یہ بھی تو نہیں چاہوں گی کہ کوئی مجھے پہچان لے۔"

"اگر وہاں ہوٹل میں کسی نے آپ کو پہچان لیا تو پھر؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عمیر تو مجھے ہنی یا سوئٹی کہتا ہے...... رابعہ کہہ کر کبھی پکارتا بھی نہیں ہے۔"

"پھر بھی دیکھ بھال کر جائیے گا اور اس سے کہیے گا کہ اگر وہ سیریس ہے تو جلد اپنے والدین کو بھیجے...... ہمارے اماں ابو کے پاس۔"

"ٹھیک ہے کہہ دوں گی......" وہ سرشار ہو کر بولی۔

مقررہ دن...... مقررہ وقت پر جب رابعہ ریجنٹ پلازا پہنچی تو عمیر بھی اسے دیکھ کر ہکا بکا سا رہ گیا۔

''تم تو واقعی نہیں پہچانی جا رہی ہو۔'' وہ اسے ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ اور وہ شرما دی عمیر کے لبوں سے ادا ہوتی ہوئی تعریف اسے نہال کر دیا کرتی تھی۔

''میں تمہیں اپنے نئے البم کی سی ڈی سب سے پہلے دوں گا اپنے آٹو گراف کے ساتھ تم اپنے کالج میں اپنی سب سہیلیوں کو فخر سے دکھانا۔''

''آپ اپنے گھر کب لے کر چلیں گے؟'' نازیہ کی باتیں اس کے ذہن میں گھوم رہی تھیں۔

''مجھے تو خود اپنے گھر جانے کی فرصت نہیں ملتی۔ رات گئے فارغ ہوتا ہوں...... جب گھر جاتا ہوں تو سب لوگ سو رہے ہوتے ہیں، شام کو اٹھتا ہوں تو پھر گھر سے نکل جاتا ہوں...... یقین کرو کہ گھر والوں سے بات چیت کیے ہفتوں گزر جاتے ہیں۔''

''مگر یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہے۔''

''اپنی روزی ہی ایسی ہے کہ بھاگ دوڑ زندگی میں زیادہ لکھی ہے۔''

''کیا آپ کا دل نہیں چاہتا کہ زندگی خوشیوں، محبتوں اور سکون کے ساتھ بسر ہو......؟'' وہ اسے آہستہ آہستہ لائن پر لا رہی تھی۔ ''میں تو ایسی ہی زندگی گزار رہا ہوں۔'' اس نے اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میرا مطلب ہے کہ شادی کے بعد کی زندگی زیادہ خوبصورت نہیں ہوگی آپ کی......؟''

''شادی کرنے کا ٹائم کس کے پاس ہے۔'' اس نے لاابالی پن سے کہا۔

''آپ ٹائم نکالیں گے تو نکلے گا ناں!''

''میں ابھی خود بھی نہیں چاہتا...... حالانکہ امی، بابا تو بہت کہتے ہیں۔''

''کتنے برے بیٹے ہیں آپ جو اپنے والدین کا کہنا نہیں مانتے۔'' وہ محبت بھرے لہجے میں سرزنش کر رہی تھی۔

''ہاں میں ایسا ہی ہوں۔''

''سدھر جاؤ، ورنہ تمہارے امی، بابا کے ساتھ مل جاؤں گی۔'' وہ آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھ رہی تھی اور آپ سے تم تک پہنچ گئی۔ ''مل جاؤ، فائدہ کچھ نہیں ہوگا۔''

''کہاں ہے تمہارا گھر؟''

''تمہیں ڈراپ کروں گا تو دکھاؤں گا اپنا گھر...... مین روڈ پر ہی ہے......''

''میں واقعی تمہارا گھر دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''وہ کیوں بھئی!''

''تاکہ مجھے پتا چلے کہ اتنا بڑا گلوکار کہاں بیٹھتا ہے، کہاں سوتا ہے؟''

''فی الحال تو باہر سے دیکھ لینا...... گھر میں تمہیں لے جانا، میرے لئے مشکل ہوگا۔''

''وہ کیوں؟''

''وہ اس لئے کہ میں آج تک کسی اپنی دوست کو اپنے گھر لے کر نہیں گیا۔''

''مجھے ساتھ لے جاؤ گے تو کیا تمہارے گھر والے ناراض ہوں گے؟''

''ایسا مجھے کوئی تجربہ ہی نہیں ہے تو کیا کہہ سکتا ہوں۔''

''تمہیں بلانے میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔''

''نہیں۔ میں فی الحال کسی قسم کا کوئی رِسک نہیں لے سکتا۔''

اس کے بعد اس کی باتیں اس کے گیتوں کی جانب مڑ گئیں...... اور وہ اپنے گیتوں کے ردھم اور موسیقیت کے بارے میں بتانے لگا۔ رابعہ بھی اس کی باتوں کے سحر میں کھو گئی۔

''بس مجھے تمہارا خیال بار بار آتا ہے......'' وہ اس کی حنائی انگلیوں پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

''واقعی!'' اس کا رواں رواں سوالی بن گیا۔ ''کیا تمہیں میری آنکھوں میں سچائی نظر نہیں آ رہی؟''

''آ رہی ہے'' وہ سحر زدہ سی اس کی آنکھوں میں ہی دیکھ رہی تھی۔

''نئی میرا تو یہ حال ہے......
یا دنیا کے کسی موضوع پر
میں کوئی نیا مضمون پڑھوں
یا کوئی انوکھی بات سنوں
کوئی بات جو ہنسنے والی ہو
کوئی فقرہ جو دلچسپ لگے
یا کوئی خیال
اچھوتا سا
یا کہیں ملے
کہیں منظر
جو حیران کر دے
کوئی لمحہ
جو دل کو چھو جائے
میں اپنے ذہن کے گوشوں میں
ان سب کو سنبھال کے رکھتا ہوں
اور سوچتا ہوں
جب ملو گے
تم کو سناؤں گا''

(شاعر۔ جاوید اختر)

''واقعی عمیر......؟'' اب رابعہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پوچھ رہی تھی۔

''ہاں، یار...... میں نادم ہوں، اپنی اس گستاخی کا...... کیا کروں...... تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو!'' عمیر نے شوخی سے سیٹی بجا کر کہا۔

☆☆☆

آفس میں اس کا کیسا رعب و دبدبہ تھا۔ کوئی بلا اجازت اس کے کمرے میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس سے ملاقات کے لئے...... اس کی سیکرٹری سے ٹائم لینا پڑتا تھا۔

سرمد ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں ایک اچھی پوسٹ پر فائز تھا! اپنی فیملی میں بھی وہ زیادہ گھلنے ملنے والا لڑکا نہیں تھا سب سے الگ تھلگ رہنا اور کم بولنا اس کے مزاج کا ایک حصہ تھا اسی وجہ سے لوگ اسے مغرور کہتے تھے...... مگر اس کے باوجود...... خاندان میں اس کی شخصیت بڑی مسحور کن تھی۔ بہت سے لوگ اس کے قریب ہونا چاہتے تھے مگر اس نے ایک فاصلہ رکھا ہوا تھا۔ حد تو یہ تھی کہ وہ اپنے کزنز میں بھی کس اپ نہیں ہو پاتا تھا "اسے اپنی وجاہت پر بہت ناز ہے۔" یہ لڑکیوں کی رائے تھی...... مگر آج یہی سرمد...... سہانی کے عشق میں گوڈے گوڈے گرفتار تھا۔

سہانی کو دیکھ کر اس کے دل کی کلی کھل جایا کرتی تھی۔

اس کا یہ خیال تھا قدرت نے سہانی کو اس کے لئے ہی تخلیق کیا ہے۔

استاد جی کی بیٹھک سے نکلتے ہوئے آج سہانی کو خاصی دیر ہو گئی تھی۔ آج کے اس گیت میں سب شاگرد شامل تھے۔ ریہرسل پہ ریہرسل نے اچھا خاصا ٹائم لیا تھا۔ وہ تیزی سے اپنی گاڑی کی سمت بڑھی تو گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑے سرمد کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ "ہمارا تو کل کا پروگرام تھا ملنے کا۔ آج تم یہاں کیسے؟"

"ہمنی کلب میں جدید ملبوسات کی ماڈلنگ ہو رہی ہے، میرے پاس دعوت نامہ دیر سے آیا مگر اب ہمیں جانے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔"

"مگر میری تو کوئی تیاری نہیں ہے۔"

"وہ میں نے کر لیا ہے آج تمہارے لئے ایک درجن سے زیادہ ڈریسز لے چکا ہوں جو میری گاڑی کی ڈگی میں ہیں جو تمہیں اچھا لگے وہ پہن لینا۔"

"مگر میں تو اپنی گاڑی لے کر آئی تھی...... تو......؟"

"اُفوہ...... میرا ڈرائیور اسے تمہارے گھر چھوڑ آئے گا اور میں تمہیں ڈراپ کرتا ہوا چلا جاؤں گا۔"

"سرمد تمہاری یہ باتیں تو مجھے اٹریکٹ کرتی ہیں۔" وہ اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی بڑے شگفتہ انداز میں کہہ رہی تھی۔

"مجھے جب یہ یقین ہے کہ آج بھی میلہ تم ہی لوٹو گی تو تمہیں اس میں شریک ہونا چاہئے۔"

"پتا نہیں کیوں...... ہر کیٹ واک میں ججز مجھے ہی پہلا انعام دے دیتے ہیں......" سہانی ناز سے ہنس کر بولی۔

"تمہارے جیسا کوئی ہے ہی نہیں...... جدھر دیکھتا ہوں...... تم ہی تم ہو۔" سرمد اس پر ایک گہری نظر ڈال کر ہنسا۔

تب سہانی بے ساختہ شرما گئی اور سرمد اس کو دیکھ کر یہ سوچنے لگا اس لڑکی کی ہر ادا ہی خوبصورت ہے اور پھر وہی ہوا......

جو ہونا تھا، پہلا انعام سہانی کے حصے میں آیا...... اور سہانی یہ انعام پا کر بے حد خوش تھی۔

"اب بتاؤ...... کہاں چلیں۔" سرمد نے اسے چاہتی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"سخت بھوک لگ رہی ہے مجھے۔ کھانا کھاؤں گی کسی اچھے سے ہوٹل میں چلتے ہیں۔"

میریٹ کے استقبالئے سے گزرتے ہوئے ابھی اس نے ایک قدم ہی بڑھایا تھا کہ سامنے سے عامر آتا ہوا نظر آیا وہ اپنی کسی دوست کے ساتھ باہر کی جانب آ رہا تھا۔

"سہانی تم؟" وہ اس کو دیکھ کر سرشار سا ہو گیا ابھی اس کی نظر سرمد پر نہیں پڑی تھی جو سہانی سے دو قدم پیچھے رہ گیا تھا۔

"عامر تم بھی کھانا کھانے آئے تھے؟" وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔

"میں تو تصویروں کی نمائش میں آیا تھا۔ دیکھو گی تم۔ بڑی اچھی پینٹنگز ہیں۔"

"اس اثنا میں سرمد...... سہانی کے قریب آ چکا تھا۔

"عامر تم ان سے ملو...... میرے فرینڈ سرمد...... ہم دونوں کھانا کھانے آئے ہیں یہاں۔"

عامر کا چہرہ...... سرمد کو دیکھ کر ایک دم بے جان سا ہو گیا۔

سرمد نے ہاتھ ملانے کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر عامر اس سے ہاتھ ملائے بغیر آگے بڑھ گیا۔

"ان کو کیا ہوا؟ جو ہاتھ ملائے بغیر چلے گئے۔"

"تم کو رقیب روسیاہ سمجھ رہے تھے۔ اس لئے ہاتھ ملائے بغیر چلے گئے...... میری بھابی کے بھائی ہیں اور مجھ پر بے حد مرتے ہیں!"

"اب یہ ان کا نصیب...... کہ وہ جس پر مرتے ہیں وہ ہم پر مرتی ہے......" سرمد نے شوخ سے لہجے میں کہا تو سہانی بھی بے اختیار ہنس پڑی۔

☆☆☆

سکندر ٹیلی فون پر بات کم، ہوں، ہاں زیادہ کر رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی کی بات انتہائی توجہ سے سن رہا ہو۔

نادیہ سامنے آتی نظر آئی تو اسے آواز دے کر بلایا۔ نادیہ نے استفہامیہ نظروں سے شوہر کی جانب دیکھا۔

"تمہارا فون ہے۔" وہ اسے ریسیور پکڑاتا ہوا بولا۔

"دوسری جانب عامر تھا۔ اس کی بات سن کر وہ دھیرے سے بولی۔ "مجھے امید تو بالکل بھی نہیں ہے مگر پھر بھی میں اس سے ضرور بات کروں گی۔ او کے۔"

"کیا کہہ رہا تھا عامر؟" سکندر نے بیوی سے پوچھا۔

"وہی پرانی بات۔" وہ میاں کی جانب دیکھتے ہوئے مسکرائی۔

"حیرت ہے نادیہ تم جیسی ذہین، فطین ایک ذرا سی لڑکی کو نہیں سمجھا سکتیں۔"

"کیونکہ وہ بے حد ضدی ہے۔" زچ ہو کر کہا گیا۔

"تم کہو تو میں ابھی دو منٹ میں اسے ڈانٹ کر اس کی طبیعت صاف کر سکتا ہوں۔"

"نہیں نہیں میں ایسا ہرگز نہیں چاہتی۔"

"تو پھر اسے پیار سے سمجھاؤ۔"

"کوشش کروں گی مگر امید نہیں ہے۔"

نادیہ کچھ سوچ کر سہانی کے کمرے کی جانب بڑھی جہاں وہ بستر پر اوندھی لیٹی موبائل پر کسی سے باتیں کرنے میں مگن تھی۔ بھاوج کو دیکھ کر جلدی ہی بات ختم کر دی اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ "جی بھابی!"

نادیہ ازخود اس کے پاس بیٹھ گئی اور چہرے پر مسکراہٹ لا کر اس کی جانب دیکھا "لگتا ہے، کوئی لیکچر وغیرہ دینے آئی ہیں آپ۔" سہانی نے تیکھی چتونوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"لیکچر دینا مجھے نہیں آتا...... میں تو تم سے ایک سیدھی سادی اور سچی بات کہنے آئی ہوں۔"

"جی فرمایئے۔" اب وہ اٹھ کر بیٹھ چکی تھی۔

"سہانی تم عامر کی عادات کو اچھی طرح جانتی ہو، وہ فدا ہونے والا لڑکا ہے۔ اسے تم سے بے پناہ محبت ہے۔ وہ ہر لحاظ سے سرمد سے بہتر ہے۔"

"آپ نے کہاں دیکھ لیا سرمد کو؟"

"کل رات وہ تمہیں ڈراپ کرنے آیا تھا اس وقت میں لان میں کھڑی تھی۔ مجھے تو بے حد چالاک سا شخص لگا وہ۔"

"بھابی جان! آپ ایک بات میری بھی سن لیجئے بار بار میں دہرانا پسند نہیں کروں گی۔"

"کیا!" بے ساختہ نادیہ کے منہ سے نکلا۔

"سرمد میرے لئے کیا ہیں، میں ان کے لئے کتنی اہم ہوں، مجھے کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں...... یہ سب میرے پرسنل معاملات ہیں اور اپنے بھائی کی وکالت کرتے ہوئے آپ حد سے نہ بڑھیں۔"

"سہانی! تم ایک نادان چھوٹی سی لڑکی ہو...... اور تم......"

"سہانی، نادیہ کی بات کاٹتے ہوئے بولی...... "بھابی...... آئی ایم ناٹ اے بے بی......!!"

تب آنکھوں میں غصہ اور آنسو چھپائے نادیہ تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔ سہانی نے اپنے تکیے کے نیچے رکھا ہوا موبائل نکالا اور اپنے کندھے اچکا کر ایک نظر باہر ڈالی اور پھر سرمد کا نمبر پش کرنے لگی۔

☆☆☆

سرمد کا اصرار جب حد سے بڑھا کہ اسے اس کے گھر آنا چاہئے تاکہ وہ اپنی اماں سے اسے ملوا سکے تو وہ مان گئی۔ ایک دن وہ بڑا سا بوکے لے کر ان کے گھر پہنچ گئی۔ واچ مین نے اسے اندر تک پہنچایا۔ سرمد تو اسے دیکھ کر کھل اٹھا

"اسے کہتے ہیں وقت کا پابند......"

"جو ٹائم تم نے بتایا تھا ٹھیک اسی پر آئی ہوں۔" اندر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اس نے ہنس کر کہا۔ "واؤ...... تمہارا گھر تو بہت خوبصورت ہے۔" راہداری عبور کر کے جب وہ لاؤنج میں داخل ہوئی تو بے اختیارانہ اس نے تعریف کی۔

"اور گھر والا؟" سرمد اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر جھک گیا۔

"وہ بھی!" اس کے لب بھی بے ساختہ مسکرانے لگے تھے۔

"آؤ۔ میں تمہیں پہلے اماں سے ملواؤں۔" وہ ایک کمرے کی جانب جاتے ہوئے بولا۔ سہانی جب اس کمرے میں داخل ہوئی تو اس نے بے حد سفید رنگت کی ایک معمر سی خاتون کو تسبیح پڑھتے ہوئے دیکھا۔

"اماں...... یہ ہے سہانی۔" سرمد نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر اماں کی مسہری پر ہی بٹھا دیا۔

"السلام علیکم اماں......" وہ ببل گم چباتے ہوئے انہیں دلچسپی سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"وعلیکم السلام۔" انہوں نے دونوں ہاتھوں سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ سہانی اپنے بال ہاتھ سے ٹھیک کرتے ہوئے شکایتی نظروں سے سرمد کو دیکھنے لگی۔

"پڑھتی ہو بیٹا؟" اماں اس کو اپنے اور قریب کرتے ہوئے بولیں۔

"جی ہاں۔"

"اور کیا شوق ہیں؟" انہوں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ڈرائیونگ...... سوئمنگ...... ماڈلنگ...... اور......"

"گھر داری کا بھی شوق ہے، کھانا وانا پکانا آتا ہے؟" انہوں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"آنٹی ہمارے گھر میں سارا کام نوکر کرتے ہیں...... پھر بھی بیکنگ کے چند کورسز میں نے کئے ہیں۔ چائے بنا سکتی ہوں انڈا بوائل کر سکتی ہوں...... شامی کباب تل سکتی ہوں اور کافی تو مجھ سے اچھی کوئی بنا ہی نہیں سکتا۔"

"پھر تو سلائی، کڑھائی، بُنائی تو نہیں آتی ہوگی......؟" اماں کا لہجہ از خود پژمردہ سا ہو گیا۔

"نہ آتی ہے اور نہ سیکھنے کا میرے پاس وقت ہے، میں تو اپنی شاپنگ کا ٹائم بھی بہ مشکل نکال پاتی ہوں۔"

"تمہاری اماں بے چاری تمہیں کچھ سکھا ہی نہیں سکی ہوں گی۔" (یاس بھرا لہجہ)

"تب وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "ممی مجھے کیا سکھاتیں...... انہیں خود کچھ نہیں آتا۔"

"ارے واقعی؟" اماں اسے حیرت سے یوں دیکھ رہی تھیں جیسے انہیں یقین نہ آ رہا ہو۔

"آنٹی آج کل وقت کی کمی ہے...... پتا ہے بہت سارے لوگوں کو تو بہت سارے کام آتے ہیں مگر وہ نہیں کر پاتے۔"

"ہم نے تو اپنے ہر کام ہمیشہ خود ہی کئے ہیں اور خود کام کر کے کتنی خوشی ہوتی تھی کہ کام کرنے کی تھکن تک غالب نہیں آتی تھی۔"

"اماں میں اپنی مہمان کو ذرا اپنی لائبریری دکھا دوں......" سرمد نے اسے اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے ماں سے کہا۔

"ہاں ہاں ضرور۔" وہ تسبیح کے دانے گھماتے ہوئے بولیں۔ دونوں لائبریری میں آ گئے تھے مگر کتابیں دیکھنے کے بجائے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

"سہانی...... مجھے یقین نہیں آ رہا کہ آج تم میرے گھر میں آئی ہو۔"

"سرمد مجھے بھی یہاں آ کر بے حد اچھا لگ رہا ہے۔"

کاش میں ہمیشہ تمہیں اپنے گھر میں ہنستا کھلکھلاتا سا دیکھوں۔"

''ایسا ہی ہوگا۔ محبت کرنے والوں کو ہمیشہ ساتھ ساتھ ہی رہنا چاہئے۔''

''سہانی...... تمہیں میں نے جب پہلی دفعہ دیکھا تھا تو میرے دل سے یہ آواز آئی تھی کہ مجھے اسی کی تلاش ہے! میں تو تمہیں دیکھ کر دم بخود سا رہ گیا تھا۔''

''خیر میں پہلی نظر میں متاثر نہیں ہوئی تھی۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

''اور اب کیا رائے ہے میرے بارے میں؟'' اس نے مسکرا کر پوچھا۔

''اب تمہارے سوا کچھ نظر نہیں آتا رائے دوں تو کیا دوں۔''

''میں ہوں ہی ایسی زبردست پرسنالٹی کا۔'' سرمد نے کالر اکڑا کر کہا۔

''اوئے ہوئے...... جب ہی میرے پیچھے پیچھے اپنی گاڑی دوڑاتے پھرتے تھے۔'' سہانی ہنسی!

''آؤ پہلے کھانا کھالو...... ورنہ کہوگی...... باتوں سے ہی پیٹ بھر دیا......'' وہ اسے ڈائننگ ہال کی طرف لے جاتے ہوئے بولا۔

''میز پر رکھے ہوئے انواع واقسام کے کھانے دیکھ کر وہ بے اختیار کہہ اٹھی۔''اللہ اتنے سارے آئٹمز...... کیا پہلوان سمجھا تھا مجھے۔''

''مجھے کیا پتا، تمہیں کیا چیز اچھی لگے گی اور کیا نہیں۔''

''ہر ڈش بے حد ٹیسٹی ہے اور میری پسند کی......'' وہ کھانا کھاتے ہوئے بولی۔

''مان گئیں ہماری پسند کو!''

''اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ تمہارا کک بہت اچھا ہے۔'' سہانی نے فروٹ سیلڈ کھاتے ہوئے کہا۔

''ہمارے ہاں اماں کی نگرانی میں کھانا پکتا ہے اور جس دن وہ کک کو نہ دیکھ سکیں اس دن میں کھانا نہیں کھا سکتا۔''

''میں تو آج بغیر بھوک کے کھا رہی ہوں۔'' وہ دونوں خوش گپیوں میں مصروف کھانا کھا رہے تھے...... کہ اچانک سہانی کے موبائل پر بیپ ہوئی اس نے چھوٹی سی اسکرین پر نمبر دیکھا اور کال ریسیو کرتے ہوئے کہا۔''جی پاپا......؟'' اس نے دوبارہ کہا۔

''مگر پاپا اس وقت میں گھر نہیں آسکتی۔ اس وقت میں اپنے فرینڈ کے ساتھ لنچ کر رہی ہوں۔''

''کچھ توقف کے بعد...... وہ بولی''جی...... اچھا...... اوہ...... ٹھیک ہے...... اوکے پپا!''

''خیریت تو ہے ناں سہانی؟'' اسے ایکدم کھانے سے ہاتھ روکتے دیکھ کر سرمد نے پوچھا۔''یہ ڈش کھاتے کھاتے کیوں چھوڑ دی؟''

''کھانا تو میں نے بہت کھالیا مگر اب مجھے اجازت دو، گھر میں اس وقت ممی نہیں ہیں اور نادیہ بھابی کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی ہے۔''

''اچھا...... پھر کب ملوگی......؟'' سرمد کے لہجے میں بے چینیاں تھیں۔

''کل ملتے ہیں، ڈانس کی کلاس پانچ بجے آف ہو جائے گی......'' اس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ سرمد اپنے دروازے تک چھوڑنے آیا...... اور اس وقت تک کھڑا رہا جب تک اس کی گاڑی لین سے باہر نہیں نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد وہ اماں کے کمرے میں آیا...... وہ کھانا کھا کر لیٹ گئی تھیں...... مگر سوئی نہیں تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے

وہ سرمد کی آمد کا انتظار کر رہی ہوں۔

''چلی گئی تمہاری دوست......؟'' اس کو دیکھتے ہی انہوں نے پوچھا اور اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

''جی چلی گئی۔'' سرمد جواب دے کر ان کے پاس ہی بیٹھ گیا اور ماں سے پوچھنے لگا۔''اماں آپ کو میری دوست کیسی لگی؟''

''سچ سچ بتاؤں......'' وہ مسکرا کر بولیں۔

''ہاں اماں بالکل سچ بتائیے......''

''وہ مجھے ذرا اچھی نہیں لگی!''

''کیوں اماں؟''

''بس وہ میرے دل کو بھائی نہیں۔''

''کیا وہ آپ کو خوبصورت نہیں لگی؟''

''نہیں ایسی بات نہیں ہے، وہ خوبصورت تو بہت ہے، ہاتھ لگاؤ تو میلی ہو جائے۔''

''اماں کیا سہانی جیسی لڑکی ہمارے خاندان میں ہے؟''

''نہیں!''

''اور میں یہی چاہتا ہوں میری بیوی جیسی حسین پورے خاندان میں نہ ہو اور سب اسے سر اٹھا اٹھا کر دیکھیں۔'' سرمد اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے پُر جوش لہجے میں بولا۔

''مگر بیٹا وہ گھرداری میں صفر ہے۔''

''ہونے دیں، اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔'' سرمد نے کہا۔

''وہ تیرا تو کیا اپنا خیال بھی نہیں رکھ سکتی۔''

''میں ہوں ناں۔ اس کا خیال رکھنے کے لئے۔''

تب اماں نے حسرت بھرے لہجے میں کہا......

''کتنا ارمان تھا مجھے، حمیدہ کی بیٹی زرینہ کو اپنی بہو بنانے کا۔ نیک، تمیزدار، خوبصورت اور پھر محبت کرنے والی۔''

''اماں آپ کیا جانیں سہانی کتنی بے حد محبت کرنے والی ہے۔ جب آپ کی بہو بن کر آجائے گی، تب آپ کو پتا چلے گا۔''

تب اماں دل میں سوچنے لگیں...... ''مجھے تو دیکھ کر نظر آ رہا ہے کہ وہ کس ٹائپ کی ہوگی۔'' مگر سرمد...... سہانی کی تعریفیں کرنے میں اس حد تک مگن تھا...... کہ اسے پتا ہی نہیں چلا کہ کب اماں بیٹھے سے لیٹ گئیں اور کروٹ لے کر آنکھیں بھی بند کر لیں۔

آج شاداب ہاؤس میں بڑی خاموشی سی تھی۔ عزیز خالو شیئرز کے بھاؤ گرنے کے بعد اپنے کمرے میں مقید تھے...... جب شیئرز کے ریٹس بڑھ جاتے تو ان کی خوشی دیدنی ہوا کرتی تھی اور جب ان میں مندی آتی اور لاک لگ جاتا تو انہیں اپنے سب شیئرز کاغذ کے شیر نظر آنے لگتے...... اور مارے دکھ کے وہ بستر پکڑ لیتے۔

شاداب بیگم...... اپنے حال میں مست رہنے والی خاتون تھیں میاں کی پریشانی دیکھ کر بھی، ان کی دلجوئی کرنے

کے بجائے وہ اپنے سرکل میں ہونے والی ون ڈش پارٹی اٹینڈ کرنے چلی گئی تھیں۔

سہانی کے ان دنوں ڈانس اکیڈمی کے ٹیسٹ ہو رہے تھے...... اس لئے وہ روزانہ تاخیر سے گھر آ رہی تھی...... اور ایسے میں نادیہ اپنے بیڈ روم میں چپ چاپ ٹی وی کا بور مذاکرہ بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ عامر نے جب بہن کے کمرے کے کھلے دروازے پر ناک کیا تو وہ بے اختیار کھڑی ہوگئی۔ ''ارے تم! بھائی کو بے وقت دیکھ کر اس کی خوشی دیکھنے والی تھی۔ ''امی کو بھی لے آتے تم اپنے ساتھ۔''

''آپا...... آپ بھی تو ٹائم نکالا کریں ناں گھر آنے کا۔''

''ہاں آؤں گی۔''

''گھر میں اتنی خاموشی کیوں ہے۔ کہاں گئے ہوئے ہیں سب؟'' اس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''اس گھر میں اکثر ایسی ہی خاموشی چھائی رہتی ہے۔'' وہ تمسخر سے بولی۔

''اس کا کیا حال ہے اب؟'' گہرا سانس لے کر اس نے سہانی کے بارے میں پوچھا۔

''وہی ہے جو پہلے تھا بڑی خر دماغ قسم کی لڑکی ہے وہ...... شکر کرو کہ تمہاری جان چھوٹی...... ہاں!''

''آپا...... سہانی ضدی تو ہمیشہ کی ہے مگر آپ اسے ذرا سمجھائیں تو...... آپ کی بات...... مان لے گی وہ...... مجھے معلوم ہے...... وہ آپ سے بے حد پیار کرتی ہے۔'' اس وقت عامر کسی معصوم بچے کی طرح ضد کر رہا تھا۔

''ارے چھوڑو اسے۔ جس لڑکی میں لچک نہ ہو...... وہ ہمیشہ ہی پریشان کرنے والی ہوسکتی ہے۔ اس کے وجود سے سکون نہیں مل سکتا اگر وہ سرمد سے شادی کرنا چاہتی ہے تو کرنے دو۔ دیکھ لینا سرمد پچھتائے گا۔''

''نہیں آپا، ایسا نہیں ہونا چاہئے۔'' وہ جز بز ہو کر بولا۔

''مت بنو مجنوں اس کے لئے! تم کون سا کم ہو؟ میں تمہارے لئے سہانی سے بھی اچھی لڑکی ڈھونڈوں گی اور...... تم جانتے ہو جو میں کہتی ہوں وہ کر دکھاتی ہوں۔ یوں بھی سہانی مجھے پہلے بھی پسند نہیں تھی...... صرف تمہاری پسند کی وجہ سے خاموش ہوگئی تھی۔''

عامر بہن کے پاس آ کر اس کے گلے میں ہاتھ ڈالتے ہوئے بولا۔ ''پیاری آپا...... آپ تو سہانی کی بھابی ہو۔ وہ آپ کا مشورہ دیر سے ہی سہی مگر ضرور مانے گی......''

''وہ کوئی دودھ پیتی بچی نہیں ہے کہ فوراً کوئی فیصلہ نہ کر سکے۔''

تب عامر بے چین ہو کر کھڑا ہو گیا اور کمرے میں ٹہلتے ہوئے کہنے لگا ''آپا...... وہ ایسی تو کبھی نہیں تھی۔''

''وہ تو شروع سے ہی ایسی تھی۔'' نادیہ اپنے موقف پر قائم تھی۔

''اسے تو مجھ سے بہت محبت تھی!''

''وہ صرف اپنے آپ سے محبت کرتی ہے۔'' نادیہ نے تمسخر سے کہا۔

''ہم دونوں نے ایک ساتھ جینے کے خواب دیکھے تھے!''

''عامر تم بھول جاؤ اسے۔'' نادیہ کو اپنے بھائی کی حالت دیکھ کر تکلیف سی ہو رہی تھی۔

''کیسے بھول جاؤں اسے۔ اسے بھلانا کوئی اتنا آسان نہیں۔''

''اسے بھلانے میں ہی تمہارے لئے بہتری ہے...... کہ وہ اب ایسے ہی خواب سرمد کے ساتھ دیکھ رہی ہے۔''

عامر حیرت اور صدمے سے بہن کو دیکھے گیا جیسے وہ جھوٹ بول رہی ہو۔ تب نادیہ نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

شاداب ہاؤس میں یہ روز کا معمول تھا کہ رات کے کھانے کے بعد چائے ٹی وی لاؤنج میں پی جاتی تھی۔ ٹی وی دیکھتے ہوئے اِدھر اُدھر کی باتیں بھی ہوتی رہتی تھیں...... باتوں کے دوران آج جب فون آیا تو سب کی توجہ ایک جانب ہوگئی۔ عزیز خالو نے ٹیلی فون پر بات کی اور ریسیور رکھنے کے بعد شاداب بیگم کو بتایا۔ ''سن رہی ہیں آپ، سہانی تو ہم سے یہ کہہ کر گئی ہے کہ وہ مسز رضا کے بیٹے کی سالگرہ میں جا رہی ہے مگر وہ وہاں پہنچی ہی نہیں ہے۔ ضیا کہہ رہا تھا...... ایسی بھی کیا بات کہ کسی نے بھی شرکت نہیں کی۔''

''ہوسکتا ہے کہ وہ لیٹ پہنچے...... مکان بھی تو انہوں نے کالے کوسوں دور بنایا ہے۔ پتا نہیں کیسے رہ لیتے ہیں لوگ...... ایسی جگہوں پر...... آخر ڈیفنس سے سرجانی ٹاؤن جانا کوئی آسان بات ہے۔ ٹریفک کی حالت ایسی ناگفتہ بہ ہے کہ الٰہی توبہ۔'' ممی نے بے پروائی سے کہا۔

''رات کے دس بجے تک بھی اگر کوئی سالگرہ میں نہ پہنچے تو آخر کب پہنچے گا؟''

''پتا نہیں یہ سہانی بھی کہاں کہاں گھومتی پھرتی ہے مگر آپ کو تو پروا ہی نہیں ہے۔ اگر اس کے ساتھ آپ بھی چلی جاتیں تو کیا مضائقہ تھا۔''

''رشتے دار تو وہ تمہارے ہیں، میں کیوں چلی جاتی۔'' شاداب بیگم نے کھٹ سے کہا۔

''شاداب تم سٹھیا گئی ہو میکے اور سسرال کے دائروں کو ہمیشہ علیحدہ علیحدہ ہی رکھا۔ اب جب تک بچی وہاں نہیں پہنچے گی ایک ہول تو لگی رہے گی۔ موبائل پر فون کر رہا ہوں تو وہ آف ہے۔''

''سنیئے آپ کو تو خواہ مخواہ کی پریشانیاں پالنا آتا ہے۔ وہ جب پہنچ جائے گی تو خود ہی فون کر لے گی...... میں نے تاکید کی تھی اور رہی بات سیٹ ہونے کی...... تو شاید آپ بھول رہے ہیں پچھلے سال مسز ضیا نے اپنی سالگرہ کا کیک رات بارہ بجے کے بعد کاٹا تھا اور آپ کے ان رشتے داروں کے ہاں میں بھی گئی تھی اور خوب رج کے بور ہوئی تھی۔''

عزیز خالو نے بیوی کا تفصیلی جواب سننے کے بجائے پاس بیٹھی بہو نادیہ سے پوچھا۔ ''واقعی سہانی بہت تنگ کر رہی ہے...... کیا اب بھی وہ اپنی ضد پر ڈٹی ہوئی ہے؟''

''جی پاپا!'' نادیہ نے آہستگی سے کہا اور چپ چاپ اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب چل دی جیسے وہ اس کا تذکرہ بھی سننا نہیں چاہ رہی ہو۔

''یہ سہانی ہم سب کی بات آخر کیوں نہیں مان رہی؟'' عزیز خالو...... اب اپنی بیگم سے مخاطب تھے۔

''جوان اولاد پر سختی بھی تو نہیں کر سکتے۔'' ممی نے انہیں سمجھایا۔

''میری تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ کیا کروں!''

''جب سہانی کی سمجھ میں آ رہا ہے...... تو سب چھوڑ دیں اس پر......''

عزیز خالو۔ بیوی کی بات سن کر غصے میں انہیں کچھ کہتے مگر اس اثنا میں نادیہ کسی کام سے لاؤنج میں آئی تو وہ چپ

ہو رہے۔

''میں نے سرمد کی تصویریں دیکھی ہیں۔ مجھے تو لگتا ہے وہ اس کی بے پناہ وجاہت سے متاثر ہوگئی ہے۔'' ممی

نے کہا۔

''کمال کرتی ہیں آپ بھی اتنے کم عرصے میں کوئی کسی کو پہچان نہیں سکتا اور سہانی نے اتنا بڑا فیصلہ کر لیا۔''

''مجھے تو لگتا ہے اس لڑکے نے ہماری سہانی پر کوئی جادو...... وادو کر دیا ہے۔''

تب عزیز خالو غصے سے تنک کر بولے۔''شاداب...... اب تم میرے سامنے بے وقوفی کی باتیں تو مت کرو۔''

تب شاداب بیگم لاؤنج سے باہر جاتی نادیہ کو ہاتھ کے اشارے سے پاس بلاتے ہوئے بولیں۔''میں نے سکندر سے کہا تھا...... سرمد کی جائداد کی معلومات تو کرے!''

''آپ پریشان نہ ہوں ممی، سکندر نے تمام معلومات کر لی ہیں۔ سرمد کی تمام باتیں سچ ہیں۔ تینوں کوٹھیاں سرمد کے ہی نام ہیں ہاں ایک ہوٹل اور فارم ہاؤس ان کی والدہ کے نام ہے۔'' تب ممی ہنس کر بولیں۔''خیر اکیلی بڑھیا۔ کہاں لے کر جائے گی سب...... اور سنا ہے وہ بیمار بھی رہتی ہے۔''

ساس کی بات سن کر نادیہ نے کسی قسم کی کوئی رائے نہیں دی۔ عزیز خالو اپنا چشمہ اتار کر بہو سے بولے''نادیہ...... تم ایک بار پھر سہانی کو سمجھاؤ...... سرمد...... ہمارے عامر کا مقابلہ کسی طرح نہیں کر سکتا۔ عامر بہت پیارا لڑکا ہے اور بہت کیئرنگ۔''

تب نادیہ نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ ایک بار پھر سہانی کو ضرور سمجھانے کی کوشش کرے گی۔ یہ جملے ادا کرتے ہوئے اس کے ذہن میں اپنے بھائی عامر کا رنجیدہ سا چہرہ موجود تھا۔

☆☆☆

دیکھ تو میں کئی دنوں سے رہا تھا کہ ماہ نور کچھ چپ چپ سی ہے مگر یہ دیکھ کر مجھے حیرت بھی ہوئی کہ جب میں نے اسے نیچے سے آواز دی تو وہ میری آواز سننے کے باوجود کچھ نہیں بولی۔

میں دیکھ چکا تھا کہ وہ ٹیرس پر کھڑی تھی اور اس کی نظریں بھی نیچے ہی تھیں...... شاید وہ اپنے تئیں خود نیچے ہونے والی باتیں سن رہی تھی اس اثنا میں، میں نے اسے آواز دے ڈالی اور وہ سامنے سے فوراً ہٹ گئی اور شاید اندر کسی کمرے میں چلی گئی یا کہیں اور چھپ گئی کہ اب وہ میرے پکارنے پر بھی کوئی جواب نہیں دے رہی تھی۔

''یہ ماہ نور کو نیچے بلانے کی کیا آفت آ گئی۔'' امی نے برا سا منہ بناتے ہوئے پوچھا۔

''اتنے دن ہو گئے۔ ماہ نور سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی۔ ذرا پوچھوں تو اس ماہ ٹیسٹ میں کیا رینک آیا ہے۔ بڑی قابل بنتی ہے ناں۔'' میں نے ہنس کر کہا۔

''ظفر تجھے لڑکیوں سے اتنی دلچسپی کب سے ہو گئی!'' امی کا لہجہ تمسخر آمیز لگا۔

''کیسی بات کر رہی ہیں امی آپ...... ماہ نور میری فرسٹ کزن ہے...... میری پیاری سی پھپھو کی بیٹی جو ہمارے ساتھ ہی رہتی ہے...... اس سے بات نہیں کروں گا تو کس سے کروں گا۔''

''کوئی ضرورت نہیں، جوان لڑکیوں کے ساتھ بیٹھ کر باتیں بنانے کی۔''

''کیا ہوا امی آپ کو؟'' میں نے امی کو بغور دیکھا۔

''سب جانتی ہوں تمہارے پھپھو کے پلان۔ وہ ماہ نور کے ذریعے تمہیں ہتھیانا چاہتی ہیں۔''

''نہیں امی! ایسی کوئی بات نہیں ہے...... میں نے تو کبھی اس نہج پر نہیں سوچا۔''

''تیرے سوچنے نہ سوچنے سے کیا ہوتا ہے۔ ایسا اچھا لڑکا بھلا نہیں مل سکتا ہے ماہ نور کے لئے!''

''امی ماہ نور میری دوست ہے، آپ اس کے بارے میں نازیبا جملے استعمال نہ کیا کریں۔''

''یہی تو میں نہیں چاہتی کہ وہ تیری دوست بنے۔''

''کیوں امی...... اس میں برائی کیا ہے؟''

''تو جس سے شادی کرے گا، وہ پہلے تیری دوست ہی ہوگی، دشمن تو نہیں......''

''میں تو جس کو چاہتا ہوں...... وہ نہ صرف میری دشمن ثابت ہوئی بلکہ وہ خود اپنی بھی دشمن ہے......'' میں دل میں سوچ کر رہ گیا۔ منہ سے کچھ نہیں کہا۔

''ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں......'' مجھے یوں خاموش دیکھ کر وہ بولیں۔

''شاید آپ ٹھیک ہی کہتی ہیں......'' میں نے ان کی رائے سے اس وجہ سے بھی اتفاق کیا...... تا کہ وہ خوش ہو جائیں اور مجھے اپنی پارٹی کا سمجھیں۔

''اس کی اداؤں پر لٹو مت ہو جانا!''

''کبھی نہیں۔''

''دونوں ماں بیٹیاں خوب چلتر سی ہیں۔''

''میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔''

''اب کبھی پڑھنے کے لئے تم سے کہے تو صاف منع کر دینا۔'' ماہ نور اکثر کتابیں نیچے لے کر میرے پاس آ جایا کرتی تھی۔

''ارے امی میرے ذہن میں ایک پلان آیا ہے۔''

''وہ کیا؟'' بے تابی سے انہوں نے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میں ماہ نور کو غلط پڑھایا کروں گا۔''

''اس سے ہمیں کیا......'' میرا مشورہ شاید پسند نہیں آیا تھا۔

''ارے واہ...... میرے غلط پڑھانے کی وجہ سے وہ فیل ہو جائے گی۔''

''نہیں ہوگی وہ فیل...... بڑی مکار ہے...... آس پاس کی لڑکیوں کو بیوقوف بنا کر نقل کر لیتی ہے جب ہی تو ہمیشہ پاس ہوتی ہے۔''

''اب کے وہ میری وجہ سے فیل ہوگی۔''

''اس سے ہمیں کیا فائدہ...... فیل ہو یا پاس...... ہمیں اس سے مطلب؟'' وہ الجھ کر بولیں۔

''مطلب کیوں نہیں، ایک مرتبہ صبیحہ باجی کی سہیلی آئی تھی تو پھپھو نے آپ سے کہا تھا ناں کہ صبیحہ کیسے فیل ہو گئی اور آپ کو کیسا غصہ آیا تھا۔'' میں نے بہت پرانی بات کا سرا ڈھونڈ کر امی کا غصہ اکسایا۔

''ہاں...... ہاں...... ایسی بات ہوئی تو تھی۔'' وہ بھی سوچ میں پڑ گئیں۔

''کتنا مزہ آئے گا...... جب پھپھو آپ سے کہیں گی کہ ماہ نور فیل ہو گئی ہے۔''

''مگر وہ...... تو تم پر بڑا بھروسا کرتی ہیں۔'' امی نے اپنی آنکھوں کو چھوٹا کر کے مجھے اس طرح دیکھا جیسے میں

جھوٹ بول رہا ہوں۔ (آخر وہ میری ماں تھیں...... میرے جھوٹ کو پکڑنے پر قادر ہو سکتی تھیں)

''امی...... بھروسا ہوتا ہی ٹوٹنے کے لئے ہے۔'' میں زبردستی کی ہنسی ہنس کر بولا۔

''اچھا!'' وہ لفظ چبا چبا کر اس انداز میں مجھے دیکھنے لگیں جیسے کہہ رہی ہوں کہ بے وقوف بنانے کے لئے میں ہی رہ گئی تھی۔

''امی...... میں...... تو یہ چاہتا ہوں۔''

''ظفر میرے سامنے زیادہ طرم خان بننے کی کوشش مت کیا کرو۔'' وہ میری بات کاٹتے ہوئے بولیں۔

''میں تو آپ کے ساتھ ہوں امی!'' سر جھکا کر میں نے نادم سے لہجے میں کہا۔

''اسی لئے تو کہہ رہی ہوں کہ ماہ نور سے زیادہ دوستانہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس کو دیکھ کر مجھے غصہ آتا ہے۔''

''ٹھیک ہے امی!'' میں نظریں جھکائے اپنے کمرے میں آ گیا۔

''مارکیٹ چلے گا میرے ساتھ......'' کپڑے خریدنے کا انہیں اچھا خاصا ہوکا تھا...... ان کا بس نہیں چلتا تھا ہر وقت کپڑے خریدے جائیں۔

''بازار میں بہت تھک جاتا ہوں آپ کو چھوڑ آؤں گا۔ جب آپ شاپنگ کر لیں تو موبائل پر مجھے بتا دیجئے گا کہ آپ کہاں کھڑی ہیں۔ میں آپ کو آ کر لے جاؤں گا۔''

''ہاں، یہ ٹھیک ہے۔'' وہ بڑا سا بیگ لے کر فوراً ہی جانے کو تیار ہو گئیں۔ میں ان کو چھوڑ کر سیدھا اوپر پھپھو کے پورشن میں آیا دادی سو رہی تھیں، پھپھو باورچی خانے میں لگی ہوئی تھیں اور ماہ نور نے مجھے دیکھتے ہی کتاب اٹھا لی۔

''کیا بات ہے؟ اتنی پڑھاکو کیوں بن رہی ہو؟''

''ممانی نے کہا ہے کہ میں آپ سے بالکل بھی بات نہ کروں۔''

''ماہ نور کیا میں اتنا برا ہوں جو تم مجھے نظر اٹھا کر دیکھ بھی نہیں رہیں۔ میرے پکارنے پر جواب نہیں دے رہیں۔'' میرے لہجے میں ملال سا گھلا ہوا تھا۔

''ظفر تم بہت اچھے ہو...... جب ہی تو ممانی اپنی بیٹا بچاؤ اسکیم پر عمل پیرا ہیں...... انہیں پتا ہی نہیں کہ ان کے بیٹے کا دل تو کسی نے پہلے ہی اغوا کر لیا ہے۔'' ماہ نور شوخ سے لہجے میں بولی...... آج وہ ہنستی ہوئی بے حد پیاری لگ رہی تھی۔

''کس نے اغوا کر لیا؟'' میں اس سے ہنس کر پوچھنے لگا۔

''سہانی نے......'' بے ساختہ اس نے کہا اور کہہ کر وہ یکدم چپ سی ہو گئی جیسے اسے احساس ہوا کہ ایسا اسے کہنا نہیں چاہئے تھا۔

''میرا اور سہانی کا بھلا کیا واسطہ......'' میں نے پھیکے سے لہجے میں کہا۔

''ارے میں تو واقعی بھول گئی...... سہانی تو عامر کی منگیتر ہے۔'' وہ کھسیاتے ہوئے بولی۔

''مجھے نہیں لگتا کہ سہانی کی شادی عامر سے ہوگی۔''

''یہ بات تم کیسے کہہ سکتے ہو، ہم لوگ تو ان دونوں کی منگنی میں شریک ہوئے تھے۔ نادیہ بھابی نے بتایا تھا ایک

سال بعد شادی ہو جائے گی۔''

''ابھی کچھ دن پہلے میں نے سہانی کو کسی سرمد نامی لڑکے کے ساتھ جس بے تکلفی کے ساتھ گھومتے دیکھا ہے...... مجھے نہیں لگتا کہ وہ عامر سے شادی کر سکے گی۔''

''ظفر مت بھولو سہانی ایک بے باک سی لڑکی ہے...... وہ اپنے دوستوں کے ساتھ بے تکلف رہتی ہے۔''

''یاد نہیں تمہیں کہ وہ تمہارے ساتھ بھی کتنی کلوز تھی...... مجھے تو یہی گمان ہونے لگا تھا کہ شاید وہ تم سے ہی شادی کرے گی!''

''اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ وہ کسی سے بھی شادی نہیں کرے گی......'' میں نے زبردستی کی ہنسی سجا کر کہا۔

''ہاں ظفر...... اس ٹائپ کی لڑکیوں کو شادی تو واقعی نہیں کرنی چاہئے اور نہ ہی ایسی دوستیاں کرنی چاہئیں...... جس سے لڑکے غلط فہمی کا شکار ہو جائیں۔''

ماہ نور کی اس بات کا میں نے کوئی جواب نہیں دیا، ہاں میرے مساموں سے پسینہ بارش کی طرح ضرور بہہ نکلا تھا۔

''ٹیسٹ میں کیا رینک آیا......؟'' یہ سوال پوچھ کر میں خود ہی اپنا ذہن بٹانا چاہتا تھا۔

''ہمیشہ کی طرح پہلا...... تمام کلاسز میں سب سے زیادہ پرسنٹیج میری رہی ہے۔''

''کہیں فائنل ایئر میں تم ٹاپ وغیرہ تو نہیں کر لو گی۔''

''یقیناً!......'' وہ اپنی ذہین آنکھوں کے ساتھ مسکرائی۔

''اچھا ہے...... تمہارے میاں پر تمہارا رعب پڑے گا۔ بیوی خاصی قابل ہے۔'' میں نے اسے چھیڑا۔

''جاہل شوہر اپنی قابل بیوی کو کہاں مانا کرتے ہیں۔''

''یوں نہیں ما......''

''مر ماہ...... کیا اپنی قابل بیوی کو؟'' بے ساختہ اس نے کہا اور پھر کمرے میں رکی نہیں اور جب پوری بات میری سمجھ میں آئی تو میں بے ساختہ ہنس رہا تھا۔

''ماہ نور جلدی سے میرے لئے چائے بنا کر لاؤ...... اپنی قابلیت کا رعب مت دینا کہ چائے بنانا نہیں آتی...... میں آج تمہارے ہاتھ کی ہی چائے پی کر جاؤں گا۔''

تھوڑی دیر بعد پھپھو میرے لئے چائے لے کر آئیں تو میں نے پوچھا کہ یہ ماہ نور کہاں ہے؟ تو وہ انتہائی سادگی سے بولیں...... ''ارے بیٹا! وہ تو اپنے کمرے کی کنڈی بند کئے سو رہی ہے۔'' میں نے حیرت سے انہیں دیکھا تو وہ بولیں۔

''میں نے اسے باہر سے آواز دے کر جگایا بھی مگر وہ کہہ رہی ہے...... عصر کی نماز کے وقت اٹھے گی۔''

تب میں چپ چاپ چائے پی کر نیچے آ گیا مگر میرے ذہن میں ماہ نور کا جملہ جلترنگ سا بجا گیا تھا......!

☆☆☆

نادیہ بھابی اپنے بیڈ پر لیٹی ہوئی تھیں، ڈاکٹر زرقا ان کا چیک اپ کر کے جا چکی تھیں، سہانی کے گھر پہنچنے کے بعد ممی بھی گھر آ گئی تھیں اور یہ سب نادیہ کے کمرے میں ہی تھے۔ کمرے میں ایک عجیب سکوت سا چھایا ہوا تھا۔

نادیہ کو ایک وحشت سی ہو رہی تھی۔ شادی کے کئی سالوں کے بعد خوشی کی خبر سننے کے باوجود اس کی ساس نے محبت کا ایک جملہ اس سے نہیں کہا تھا۔ دادی بننے کی خوشی کا اظہار تک نہیں کیا تھا۔

"کیا یہ خوشی صرف میری ہی خوشی ہے...... ان لوگوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں......" نادیہ تو ڈاکٹر کی بات سننے کے باوجود بھی اپنے لب بھینچے کھڑی تھی۔ نادیہ کے ذہن میں عجیب عجیب خیالات سر اٹھا رہے تھے۔

تب نادیہ...... سہانی کی غصے بھری آواز سن کر چونک کر اسے دیکھنے لگی...... جو وہ اپنی ماں سے مخاطب ہو کر کہہ رہی تھی۔

"سنا آپ نے، ابھی ڈاکٹر زرقا کیا کہہ کر گئی ہیں۔ نادیہ بھابی ماں بننے والی ہیں۔"

"ہاں...... گھر میں قدم رکھتے ہی...... یہ جملہ میرے کانوں میں پڑا تھا...... ورنہ میں تو دل میں خاصی ناامید ہو چکی تھی۔"

"مگر پپا نے مجھے فون کر کے کہا...... کہ بھابی میری وجہ سے بے ہوش ہوئیں۔"

"تم سہانی کی وجہ سے بے ہوش کیوں ہوئیں...... وہ تو تم سے بات تک نہیں کرتی پھر بھی اس کی غیر موجودگی میں، تم اس پر بہتان لگا رہی تھیں ناں۔" اب ممی...... ابرو چڑھائے بھابی سے پوچھ رہی تھیں۔

"یہ بات نہیں تھی۔" ممی کا لہجہ اور انداز دیکھ کر وہ ہراساں ہو گئی۔ "پھر کیا بات تھی؟" ممی نے پوچھا۔

"عامر کے حوالے سے سہانی کا تذکرہ چل رہا تھا...... طبیعت میری پہلے سے ہی خراب تھی...... صبح سے چکر آ رہے تھے...... پاپا سے بات کرتے ہوئے بھی چکر آنے شروع ہوئے اور پھر میں بے ہوش ہو گئی...... جس پر پاپا پریشان ہو گئے۔"

"مجھے تو لگ رہا ہے ان دنوں گھر میں کوئی کام بھی غلط ہو جائے...... تو اس کی وجہ میری ذات بن رہی ہے۔ بھابی کے چکر کی وجہ بھی میری ذات بن گئی اور یوں مجھے بلوایا گیا کہ اپنا لنچ ادھورا چھوڑ کر مجھے آنا پڑا۔"

"تم کہاں تھیں؟" ممی نے پوچھا۔

"سرمد کے گھر، انہوں نے اپنی ماں سے ملوانے کے لئے مجھے بلوایا تھا۔"

"کیسی لگی تمہیں اس کی ماں!"

"بہت اچھی...... الگ تھلگ...... اپنے کام سے کام رکھنے والی......"

"زندگی خوار کرنے والی، ہر معاملے میں دخل دینے والی اور اپنے بیٹے پر حاوی ہونے والی تو نہیں ہے؟" ممی...... نادیہ بھابی کا خیال کئے بغیر اس سے پوچھ رہی تھیں۔

بہت نائس لگی ہیں وہ مجھے...... میرا خیال ہے کہ مستقبل میں، میری ان کے ساتھ اچھی نبھے گی!" سہانی نے مسکرا کر کہا۔

تب نادیہ کے سینے پر ایک انجانا سا دکھ آن گرا۔ چند لمحے پہلے وہ کتنی خوش ہو رہی تھی اور اب سہانی کی باتیں سن کر وہ انتہائی غم زدہ سی ہو گئی تھی۔

☆☆☆

دوست کے توسط سے ورائٹی پروگرام کے پاس ملے تو میرا دل چاہا کہ اس میں سے دو پاس سہانی کو دے آؤں۔

[illegible] اغ تو یہی مشورہ دے رہا تھا کہ اس بہانے مجھے شاداب ہاؤس جانے کی کوئی ضرورت نہیں...... مگر میں اپنی بائیک دوڑاتا ان ہی رستوں کی جانب چل پڑا...... جہاں مجھے نہیں جانا چاہئے تھا۔ عزیز خالو نے مجھے دیکھ کر...... سیدھے ڈرائنگ روم میں لے کر بٹھایا اور مجھے یوں لگا...... کہ میرے اور ان کے درمیان ایک عجیب تکلف کا رشتہ حائل ہو گیا ہو...... وہ مجھے ٹی وی لاؤنج میں بٹھانے کے بجائے...... ڈرائنگ روم میں لے آئے تھے...... شاداب خالہ کی آواز...... ڈرائنگ روم میں بہت صاف نہیں آ رہی تھی مگر پھر بھی آ رہی تھی۔

عزیز خالو...... باہر جا کر...... شاید ان سے یہ کہنے گئے تھے کہ گھر میں کوئی آیا ہوا ہے، زور سے مت بولو، خالو کی آواز تو مجھے سنائی نہیں دی تھی مگر خالہ کا جواب بہت واضح میرے کانوں میں پڑ گیا۔ "کسی کے آنے پر میں اپنا گلا گھونٹ کر تو نہیں بول سکتی۔ اور نہ ہی کوئی مجھ پر یہ پابندی کرنے والا ہے کہ میں اپنی آواز پست رکھوں۔"

عزیز خالو...... ڈرائنگ روم میں آ کر...... نہ صرف زور سے بول رہے تھے بلکہ قصداً قہقہے بھی لگا رہے تھے...... ان کے اس انداز گفتگو کا مقصد یہی تھا کہ میں کمرے سے باہر ہونے والی باتیں سن نہ سکوں مگر شاداب خالہ کی ہر بات مجھے بالکل صاف سنائی دے رہی تھی جو وہ انتہائی غصے سے نادیہ بھابی سے کر رہی تھیں۔

"یہ کوئی طریقہ تھا رشتہ لانے کا...... اس طرح لاتے ہیں رشتہ...... اکیلے اپنی ماں کو لئے چلے آئے سرمد! مجھے تو ان کی یہ حرکت ہی پسند نہیں آئی تو میں یہ رشتہ کیوں کر قبول کر سکتی ہوں۔" خالہ کا لہجہ انتہائی ہتک آمیز تھا۔

"ممی یہ رشتہ آپ اپنی پسند کی وجہ سے نہیں بلکہ سہانی کی پسند کی وجہ سے قبول کریں گی اور آپ کو پتا ہے کہ سہانی سرمد کے علاوہ کسی دوسرے سے شادی کے لئے تیار نہیں۔" نادیہ بھابی بڑے [illegible] سان سے انہیں سمجھا رہی تھیں۔

"سہانی اگر پاگل ہو گئی ہے...... تو کیا ہم سب بھی پاگل ہو جائیں [illegible] یہ میری تذلیل ہوئی ہے...... میں اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔ کہ میری بیٹی کا رشتہ مانگنے [illegible] لے ان کے پاس چار لوگ بھی نہیں جڑے......" شاداب خالہ کا غصہ کم ہی نہیں ہو رہا تھا [illegible]!

"پلیز ممی [illegible] یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔"

"کم [illegible] ہمارے لئے تو ہے [illegible]!"

"افوہ [illegible] بیکار کی باتوں میں یوں وقت [illegible] ہیں آپ۔" سہانی کمرے میں داخل ہوئی تو وہ ماں کی [illegible] بولی۔

"[illegible] یہ پتا نہیں کہ رشتہ لانے کے کیا آداب ہوتے ہیں؟"

"[illegible] اس بارہ تو نہیں، اور اس طرح آنا چاہئے تھا میرا رشتہ...... بالکل صحیح کیا سرمد نے، [illegible]" سہانی نے ماں سے بے پروائی سے کہا اور اس کے بعد وہ ٹی وی کے [illegible] تھی۔

"[illegible] لوگ تو پوچھیں گے ناں [illegible] کون آیا؟ کیسے لوگ ہیں؟"

"[illegible] کے پاس اتنی فرصت ہے جو وہ یہ سب پوچھے گا؟" سہانی کا لہجہ خاصا تمسخرانہ تھا۔

"[illegible] ان باتوں کے لئے سب کے پاس بہت ٹائم ہوتا ہے۔ میری پانچوں بھابیاں پوچھیں گی۔ تمہاری چاروں [illegible] تو اچھی خاصی جرح کریں گی اور بڑی ممانی تو اچھا خاصا کھوج لگانے کی کوشش کریں گی۔"

''حد ہوگئی ہے ممی...... آپ تو ہر بات میں دس نکتے نکالتی ہیں...... کوئی پوچھے تو کہہ دیجیے گا چند صوبائی وزراء تھے اور دو چار کمشنر......'' سہانی اب اپنی بات کے اختتام پر کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔

''ہونہہ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ خواہ مخواہ جھوٹ بولوں......'' شاداب خالہ کا لہجہ ہنوز غصے والا تھا۔

''سرمد کے حلقہ احباب میں ایسے ہی لوگ ہیں ماما۔'' سہانی انہیں باور کرا رہی تھی۔ عزیز خالو چپ ہو گئے تھے...... شاداب خالہ کی باتیں سن کر وہ خاصے رنجیدہ سے نظر آ رہے تھے۔ سہانی کی بونگی وضاحتوں نے ان کے ماتھے کو عرق آلود کر دیا تھا۔

''خالو جان...... میں اب چلتا ہوں...... ایسے ہی آ گیا تھا...... آپ کو سلام کرنے کے لئے!''

تب انہوں نے اپنا سر ہلا دیا...... جیسے کہہ رہے ہوں...... ٹھیک ہے...... تم اب گھر جاؤ...... اس وقت میں کسی سے بات کرنے کا متحمل نہیں ہوں۔ میں تیزی سے باہر نکل گیا اور ایک مرتبہ بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا...... مگر سہانی کی آواز اب بھی میرے کانوں میں آ رہی تھی۔

''ممی سرمد کو کسی بھی معاملے میں جلد بازی پسند نہیں ہے، وہ اپنے معاملات خود طے کرنے کے عادی ہیں ان کی فیملی کے لوگ ان سے مشورہ تو ضرور لیتے ہیں مگر سرمد کسی سے نہیں لیتے تو وہ یوں کسی کو لے کر آتے۔ میرا رشتہ ایسا ہی آنا چاہیے تھا۔''

☆☆☆

آج سرمد کے گھر میں اس کی باجی آئی ہوئی تھیں...... ان کے آنے سے نہ صرف گھر میں خوب رونق سی ہو جاتی تھی بلکہ اماں اپنی بیماریاں بھی بھول جاتی تھیں۔

بیٹی کو دیکھ کر انہیں اپنی دوا کھانا تک یاد نہیں رہتا تھا۔ اس وقت دونوں ماں بیٹی۔ سہانی سے متعلق ہی گفتگو کر رہی تھیں...... کہ سرمد اندر کمرے میں آ گیا۔ ''کیا بات ہے اماں...... آپ مجھے دیکھ کر یکدم چپ سی کیوں ہو گئیں......؟'' سرمد نے ماں سے پوچھا۔

''چپ نہیں ہوں، پریشان ہوں؟'' انہوں نے برملا کہا۔

''پریشانی کس بات کی ہے؟''

''سرمد بیٹا ایک بار پھر سوچ لو شادی کے معاملے میں اتنی جلدی نہیں کیا کرتے اور نہ ہی انجانے لوگوں پر اعتماد۔''

''توبہ ہے امی! آپ ابھی تک وہیں ہیں جہاں ایک ماہ پہلے تھیں۔''

''سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے سہانی دل سے پسند بھی نہیں آئی ہاں!''

''سرمد میں نے تو اپنے میاں کو بتایا تک نہیں کہ تم اماں کو ساتھ لے جا کر اپنا رشتہ تک دے آئے ہو۔'' باجی نے خاصا برا مانتے ہوئے کہا۔

''پتا نہیں کیا ہو گیا ہے، آپ لوگوں کو۔'' سرمد جھنجلا گیا۔

''اماں کو خوبصورت لڑکی اچھی نہیں لگ رہی اور باجی نے کامران بھائی کو بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا۔''

''کیسے بتاتی...... اس سے پہلے تو آپ لوگوں کو کامران کی کزن پسند آئی تھی۔''

''میں تو اسی وجہ سے اماں کے ساتھ تک نہیں گئی۔ اس طرح تھوڑی ہوتا ہے کہ کسی کو آس دلا کر آگے بڑھ جاؤ۔''

''حد کرتی ہیں باجی آپ بھی...... بھلا صائمہ کا سہانی سے کیا مقابلہ، سہانی جیسا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔''

''بیٹا ایک بار پھر سوچ لو......؟''

''صائمہ اگر کامران کی چچا زاد ہے تو میری بھانجی بھی ہوتی ہے اور پھر دیکھی بھالی، پیاری، نفیس عادتوں والی گھریلو لڑکی۔''

''پلیز اماں، آپ مجھ پر رحم کریں مجھے صرف سہانی پسند ہے صرف سہانی۔'' سرمد نے کچھ ایسے لہجے میں کہا کہ اماں کے ہاتھ سے تسبیح چھوٹ گئی اور وہ اپنے بیٹے کو اس طرح دیکھنے لگیں...... جیسے کہ اس کا دماغ چل گیا ہو۔

☆☆☆

ماہ نور ماں کے بغیر کبھی مارکیٹ سے کچھ خریدنے کے لئے نہیں گئی تھی...... اسے جو کچھ بھی خریدنا ہوتا ہمیشہ اپنی ماں کے ساتھ جایا کرتی تھی۔ نانی کی مستقل طبیعت خرابی کی وجہ سے ماں ہمہ وقت ان کی تیمار داری میں مصروف تھیں۔ عید قریب تھی اس کا دل چاہا کہ ماں اور نانی کے لئے بھی ایک ایک جوڑا خرید لائے۔ اکیلے بازار جانے سے اسے از خود ہول آتا تھا...... ظفر کو ساتھ لے جانے پر ممانی کا غصہ آسمان کو چھونے لگتا تھا۔

یوں بھی وہ باتوں ہی باتوں میں اسے اچھی طرح یہ باور کرا چکی تھیں کہ ظفر کی شادی وہ اپنی پسند سے کریں گی۔ ننھیال والوں کے ہاں سے کوئی کوڑا کرکٹ اٹھا کر نہیں لائیں گی۔ وہ لوگ جو اپنی لڑکیوں کو لڑکوں کے پیچھے لگا دیتے ہیں۔ ان کا مطلب بھی وہ اچھی طرح سمجھتی ہیں مگر وہ کسی کے جال میں اپنے بیٹے کو ہرگز نہیں پھنسنے دیں گی!

ماہ نور سمجھتی تھی کہ وہ یہ سب باتیں اسی کو سنا رہی ہیں...... مگر وہ ان باتوں کی بالکل پروا نہیں کرتی تھی......

ایسا بھی بار بار ہوا تھا کہ ممانی کے بعض جملے اس کا دل چیر کے رکھ دیتے تھے...... وہ کئی کئی دن ممانی کے سامنے نہیں آتی تھی مگر پھر وہ سب کچھ بھول جاتی۔

اس نے کبھی یہ سوچا ہی نہیں تھا کہ ظفر اس کی زندگی کا ساتھی بنے گا۔ اس کا تو یہاں تک خیال تھا...... کہ شادی رشتے داروں میں کرنی ہی نہیں چاہیے...... اس سے لڑائی جھگڑوں میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ غیروں میں چونکہ ایک دوسرے سے کوئی توقعات نہیں ہوتیں...... اس لئے ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات بھی اچھے رہتے ہیں۔

ابھی تھوڑی دیر قبل ہی وہ دوائیں لانے کا بہانہ بنا کر وہ گھر سے نکل تو آئی تھی مگر مارکیٹ کی جانب اس کے قدم اٹھ نہیں رہے تھے ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ گھر کی جانب مڑ جائے اس کی پشت پر بائیک بڑی تیزی سے آ کر رکی۔

''ماہ نور...... یہاں کیوں کھڑی ہو؟'' ظفر اپنی بائیک روک کے اس سے حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

''مارکیٹ جانے کا سوچ رہی تھی۔''

''کیا ہے، اکیلی مارکیٹ جانے لگی ہو؟'' اس کے لہجے میں غصہ رچا ہوا تھا۔

''امی اور نانی کے لئے عید کے سوٹ لینے ہیں، میں نے ابھی تک اپنے لئے بھی کوئی کپڑے نہیں بنائے ہیں!''

''مجھ سے نہیں کہہ سکتی تھیں، میں مر تو نہیں گیا تھا۔'' ظفر غصے سے بولا۔

''امی کہہ رہی تھیں کہ وہ میرے ساتھ جا کر ریڈی میڈ لے آئیں گی مگر نانی اماں کی طبیعت روزانہ ہی خراب ہو رہی ہے۔ امی ان کو تنہا چھوڑ کر کہیں جا ہی نہیں سکتیں......!!''

''اچھا چلو میرے ساتھ......'' ایک ٹھوکر سے بائیک اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے اسے پیچھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

تب وہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔ مارکیٹ سے اس نے امی، نانی اور اپنے لئے سوٹ خریدے اور ظفر مزے سے دوسری دکان سے اپنے لئے شاپنگ کرتا رہا..... اس سے ایک دفعہ بھی نہیں پوچھا کہ وہ کیا خرید رہی ہے، کیسا خرید رہی ہے۔ اس کی اس بے اعتنائی پر ماہ نور کو غصہ بھی آیا..... کہ بظاہر کتنا ہمدرد بنتا ہے مگر ہے کتنا بے حس!

اور جب وہ اس کے پاس آیا تو وہ چپ چاپ اپنے پیکٹ پکڑے اس کا انتظار کر رہی تھی۔

''بڑی جلدی کر لی شاپنگ تم نے۔'' اس نے حیرت سے کہا۔

''تین سوٹ تو لینے تھے، ایک ہی بوتیک سے خرید لئے۔''

''میں نے تو سنا تھا ..... لڑکیاں اپنی شاپنگ میں گھنٹوں صرف کرتی ہیں؟''

''کرتی ہوں گی مگر میں ان لڑکیوں میں شامل نہیں ہوں۔''

''چوڑیاں، مہندی نہیں لیتی کیا؟''

''نہیں مجھے کوئی شوق نہیں ہے۔'' وہ غصے سے بولی۔

''تمہاری مرضی۔'' گھر کے قریب اس نے بائیک روکتے ہوئے کہا۔ ''ارے مجھے تو کہیں ضروری کام سے جانا تھا۔ تمہاری شاپنگ کے چکر میں سب بھول گیا۔''

''ٹھیک ہے..... میں یہاں سے خود چلی جاؤں گی ''

''ہاں یہ میں نے اپنی دادی اور پھپھو کے لئے کچھ خریدا ہے ان کو جا کر دے دینا۔'' یہ کہہ کر وہ رکا نہیں تیزی سے اپنی بائیک اڑاتا ہوا لے گیا۔ گھر میں داخل ہوئی تو لاؤنج میں کوئی نہیں تھا ورنہ اس کے ہاتھ میں بڑے بڑے شاپرز دیکھ کر بہت سے سوالات کر لئے جاتے۔ وہ سیدھی زینے سے اوپر آ گئی۔ ''تم تو اپنی دوست کے ہاں گئی تھیں..... یہ کیا لئے چلے آ رہی ہو۔''

''شیما مارکیٹ جا رہی تھی تو میں بھی اس کے ساتھ چلی گئی۔ دیکھیے..... کتنے پیارے کاٹن کے سوٹ لائی ہوں، وائٹ والا نانی کا ہے۔ براؤن آپ کا اور بلیو میرا ''اس نے پیکٹ کھول کر امی کو دکھایا۔

''اور ان دوسرے شاپرز میں کیا ہے؟ انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

''یہ راستے میں ظفر نے مجھے دیے تھے کہہ رہا تھا کہ میری پھپھو اور میری دادی کی عید کی چیزیں ان کو دے دینا۔''

''سب سے زیادہ خیال رکھنے والا ہے یہ بچہ، اللہ اس کو ہمیشہ خوش رکھے۔'' انہوں نے شاپرز کھولے تو اس میں سے بہترین قسم کے سلک کے دو سوٹ دادی اور پھپھو کے لئے تھے اور ماہ نور کے لئے پنک اور گرین کلر میں بڑے خوبصورت کام والے سوٹ تھے۔ دونوں سوٹوں کی ساتھ میچنگ چوڑیاں بھی تھیں، مہندی کے کون علیحدہ پیکٹ میں تھے۔

''اتنی جلدی یہ سب چیزیں اس نے کیسے لے لیں؟'' ماہ نور حیران ہو کر سوچ رہی تھی۔ وہ تو اسے سامنے کھڑا نظر آیا تھا۔ وہ کب آگے بڑھا اور کب لے کر آیا..... اسے محسوس تک نہیں ہوا تھا۔

''ظفر..... تم واقعی ہم لوگوں پر رحم کھاتے ہو..... تمہیں یہ احساس ہے کہ تمہاری یہ کزن یتیم ہے اور یتیم لوگوں کا خیال رکھنے کا بہت ثواب ہوتا ہے۔'' ماہ نور سوچ رہی تھی اور اس کے آنسو چپ چاپ موتی کی طرح اس کے گالوں پر پھسل رہے تھے۔

''بھابی جان کو دکھائیں یہ چیزیں؟'' امی پوچھ رہی تھیں۔

''جب ظفر نے چھپا کر دی ہیں تو آپ کو بھی دکھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ خواہ مخواہ ممانی جان کو تکلیف ہو گی۔''

''ہوں، یہ بات تو ہے۔'' امی کا لہجہ تفکر آمیز ہو گیا۔

''زکوٰۃ لینے کا حق تو پہلے عزیزوں کا ہی ہوتا ہے۔'' ماہ نور سوچ رہی تھی اور آنسو کسی مینہ کی طرح برس رہے تھے۔

☆☆☆

بس اسٹاپ پر بہت رش تھا، گھر سے نکلنے میں آج شہلا کو کچھ دیر بھی ہو گئی تھی، جو بھی ویگن آ رہی تھی وہ کھچا کھچ بھری ہوئی آ رہی تھی۔ شہلا بار بار اپنی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے بھری ہوئی بسوں کو دیکھ کر پریشان ہو رہی تھی۔

''اگر تم کہو..... تو میں چھوڑ دوں اسکول تک......'' کسی نے اس کے کانوں میں جیسے سرگوشی کی۔ اچھل کر پیچھے ہٹی تو اس کے بالکل برابر ذوالفقار صاحب سر جھکائے کھڑے تھے۔ ''ہمارا کوچنگ سینٹر کیوں چھوڑ دیا آپ نے؟'' وہ پھر سرگوشیانہ لہجے میں بولے۔

''مجھے گرلز اسکول میں پڑھانے کی عادت ہے، آپ کے کوچنگ سینٹر کے لئے آپ کے معیار کے مطابق بہت سی ٹیچرز مل جائیں گی مگر میں نہیں پڑھا سکتی۔'' شہلا قدرے بلند آواز میں بولی۔ ذوالفقار صاحب کا خیال تھا..... کہ شاید وہ ان کو دیکھ کر ڈر جائے گی..... اور ایک لفظ بھی بول نہیں سکے گی مگر شہلا اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے..... بڑی بہادری سے بول رہی تھی۔

''سوچ لیں..... گھر کے قریب اور ہمارے قریب ہونے کے بہت سے فائدے مل سکتے ہیں آپ کو......'' وہ پھر نظریں نیچی کئے دھیرے سے بولے۔

''ایسے فائدوں پر میں لعنت بھیجتی ہوں۔'' اس نے غصے سے کہا..... تو وہ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے خود ہی رفو چکر ہو گئے..... شاید انہیں یہ احساس ہو گیا تھا کہ یہ لڑکی اتنی سیدھی نہیں ہے جتنی کہ نظر آتی ہے..... یا پھر ان کی عزت کا غبارہ بس اسٹاپ پر بھی پھٹ سکتا ہے۔ سر ذوالفقار کے جانے کے بعد پسینہ اس کے مساموں سے بہہ نکلا...... ''ذلالت کی بھی حد ہوتی ہے..... کہ اب گھر سے باہر بھی..... راہزنوں کا روپ دھارے کھڑے ہونے لگے یہ شریف زادے.....'' اس نے نفرت سے سوچا۔ اس کا دل چاہا کہ اسی وقت گھر چلی جائے اور امی کو ایک ایک بات بتائے...... مگر پھر قریب آتے ہوئے آٹو رکشا کو اس نے ہاتھ دے دیا ''مائیں جب بچیوں کی باتیں سمجھ نہیں پاتیں..... تو بچیاں بھی ان سے کچھ کہہ دینے میں..... گریز ہی کیا کرتی ہیں۔''

پھٹ پھٹ کرتا ہوا رکشا چل رہا تھا اور ذوالفقار صاحب کے بارے میں سوچتے ہوئے..... اس کا دماغ بھی پھٹ رہا تھا۔ استاد کے منصب پر بیٹھنے کے بعد کیسی کیسی حرکتیں کرنے لگے ہیں یہ لوگ۔ باعزت پیشہ ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے تو بدنام ہو رہا ہے۔ وہ جب اسکول پہنچی تو اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

''خیریت تو ہے ناں شہلا۔'' مسز عابدی نے اس کو یوں ہراساں دیکھ کر پوچھا۔

''راستے میں ایک حادثہ دیکھ لیا تھا..... بس اسی لئے طبیعت خراب سی ہو رہی ہے۔'' مس فرحت کو آتے دیکھ کر اس نے جلدی سے بات بنائی۔

''میرا یہ پیریڈ فری ہے۔ تم اسٹاف روم میں آرام کرو..... تمہاری کلاس میں لے لیتی ہوں......'' مسز عابدی ناظمہ کی جانب جاتے ہوئے بولیں۔

''ایسے مہربان لوگ بھی ہیں اس دُنیا میں جو اپنی ذات سے دوسروں کو سکون پہنچاتے ہیں.....'' اس نے گہری سانس لے کر سوچا اور کرسی کی پشت پر گردن ٹکالی..... آج اسے واقعی بے حد تھکن کا احساس ہو رہا تھا۔

☆☆☆

یوں لگتا تھا جیسے رابعہ کو عمیر کے سوا کسی موضوع پر بات کرنا پسند ہی نہ ہو۔ کالج میں سہیلیوں کے ساتھ گپ شپ میں عمیر کی باتیں زیادہ سے زیادہ تھیں۔

''ان دنوں وہ اپنے نئے والیوم پر کام کر رہا ہے۔ نئے والیوم میں میوزک اور شاعری بھی عمیر کی ہے۔

''اس میں پرفارم کرنے کے لئے زارا شیخ سے بات کی گئی ہے۔ میں تو کہہ رہی تھی میرا اسے کروالیں مگر وہ انہیں پسند ہی نہیں ہے۔ جیسے ہی والیوم آئے گا..... وہ سب سے پہلے مجھے گفٹ کریں گے۔ یہ میرے نام پر ہی ہوگا۔'' رابعہ نے شرما کر بتایا۔

''کیا کہا..... والیوم کا نام رابعہ ہوگا.....'' شہلی نے حیرت سے پوچھا۔

''رابعہ تو پرانا سا نام ہے، وہ تو مجھے جانو کہتے ہیں، اس لئے والیوم کا نام بھی ''میری جانو'' انہوں نے رکھا ہے۔''

''اوہ..... تم نے تو ڈرا ہی دیا تھا.....'' نسرین نے ہنس کر کہا۔ ''یہ تو کسی کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ پتا نہیں کس کس کو کہتے ہوں گے وہ جانو!''

''جی نہیں..... ایسی کوئی بات نہیں ہے، ان کی جانو صرف میں ہی ہوں۔''

اس کے بعد سے سہیلیوں کے اس گروپ نے رابعہ کو اس کے نام سے پکارنے کے بجائے جانو کہنا شروع کر دیا تھا اور رابعہ اس پر برا بھی نہیں مانا کرتی تھی۔

''آج جانو ٹیسٹ میں فیل ہوگئی۔''

''جانو نے آج دو پیریڈ گول کر دیئے۔''

''پتا نہیں کیا ہو گیا ہے جانو کو..... روزانہ لیٹ آنے لگی ہے۔''

رابعہ گھر جاتی تو نازیہ سے باتیں صرف عمیر کے متعلق ہی ہوتیں۔ ''نازیہ، عمیر کی آواز کی دلکشی بڑھتی جا رہی ہے۔''

''آپا مجھے تو ایسا نہیں لگتا.....''

''تم عمیر کے گیت بار بار سنو گی تو تمہیں احساس ہوگا کہ اس کی آواز کا لوچ بڑھ رہا ہے۔''

''آپا، میرے پاس اتنی فرصت کہاں ہے، جو عمیر کی گائیکی پر ریسرچ کروں گی۔''

''تم تو بدذوق ہو..... تمہیں میوزک سے کوئی لگاؤ ہی نہیں ہے۔'' رابعہ زچ ہو کر کہتی۔

''شاید یہی بات ہو.....'' نازیہ اپنی جان چھڑاتے ہوئے کہتی۔

رابعہ کا اب گھر کے کام وام میں دل ہی نہیں لگتا تھا اور اگر کرتی بھی تو مارے باندھے! ایک شام اس نے روٹیاں پکائیں تو اماں نے اس کی کلاس لے لی۔ ''رابعہ کیا ہوگیا ہے تجھے، اتنے موٹے موٹے کناروں کی روٹیاں پکائی ہیں یا تافتان..... کون کھائے گا انہیں.....!''

''..... اماں اتنی تو گرمی ہو رہی ہے..... حبس زدہ باورچی خانہ ہے۔ روٹیاں خراب تو ہونی ہی تھیں۔''

''پہلی دفعہ پکا رہی تھی کیا..... اس سے پہلے کیا کھلے میدان میں بیٹھ کر پکاتی تھی..... یہی باورچی خانہ تھا اور یہی تو تھی..... مگر روٹیاں تو اچھی پکتی تھیں۔''

''اب مجھ سے نہیں پکتیں تو میں کیا کروں.....'' وہ جل کر بولی۔

''یہی تو پوچھ رہی ہوں کہ نواب زادی کا دماغ کیوں خراب ہو گیا ہے..... کل کو تیری شادی ہوگی تو کیا ہماری ناک کٹوائے گی۔ ماں نے باورچی خانے کے کام بھی نہیں سکھائے؟''

''اماں پریشان مت ہوں، باورچی سب کام کر لیا کرے گا۔'' وہ دور کہیں سوچتے ہوئے بولی۔

''باورچی کہاں سے آئے گا؟'' انہوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''اپنے سرونٹ کوارٹر سے..... جہاں ڈرائیور کا بھی کوارٹر ہوگا۔''

''رابعہ کیا تو پاگل تو نہیں ہوگئی۔'' اماں کا کلیجا دھک سے رہ گیا۔

''ارے اماں میں تو آپ سے ایسے ہی مذاق کر رہی تھی۔'' انہیں سنجیدہ دیکھ کر اس نے بات بنائی مگر اماں نے اسے جس انداز میں بولتا ہوا دیکھا تھا۔ ان کے دل میں شک کی ایک لہر نے ہلچل سی مچا دی تھی۔ وہ کچھ دنوں سے یہ دیکھ رہی تھیں کہ وہ گھر کے کاموں سے بھاگ رہی تھی..... اور کام کی تمام تر ذمے داری نازیہ کے اوپر ڈال رہی تھی..... مگر آج اس کی آنکھوں میں جو خواب جھلملاتے سے انہوں نے دیکھے تو ڈر سی گئیں۔

اپنے خیال کو باطل کرنے کے لئے..... اب وہ اس کو چپکے چپکے دیکھنے لگی تھیں۔ تب انہیں پتا چلا کہ..... رابعہ تو اپنے آپ سے باتیں کرنے لگی ہے..... کبھی خود ہی ہنستی ہے اور کبھی خود ہی رونے لگتی ہے۔ اماں کو یہ بات معلوم تھی کہ جوان لڑکی جب اپنے حواس کھو دینے لگے تو اس کی شادی کر دینی چاہئے۔ یہی سب کچھ سوچ کر انہوں نے ایک شب اپنے شوہر سے کہا..... ''رابعہ کی اب شادی ہو جانی چاہئے..... اس کے ساتھ کی لڑکیاں خاندان میں بیاہی جا چکی ہیں..... اب آپ بھی کچھ رابعہ کے لئے سوچیں۔''

''نیک بخت تم نے ہی رٹ لگائی تھی کہ پہلے بی اے کرے تو پھر شادی کریں گے۔ تعلیم بہت ضروری ہے۔''

''شاید میں نے غلط کہا تھا..... میرا خیال ہے کہ رابعہ کی پہلے شادی ہو جانی چاہئے۔ پڑھنے والی ہوگی تو شادی کے بعد بھی پڑھ لے گی۔''

''تم کہو تو میں اپنے بڑے بھائی سے بات کروں۔ ان کا لڑکا اجمل گاڑی کا مکینک ہے۔ اچھی خاصی کمائی ہے گھر چھوٹا سا ضرور ہے مگر اس کا اپنا ہے، کرائے کا بھی کوئی چکر نہیں ہے، خاندان کا لڑکا ہے دیکھا بھالا ہے۔ ایک مرتبہ بھائی جی نے مجھ سے بات کی تھی مگر میں نے اس وجہ سے ٹال دیا تھا کہ ابھی وہ پڑھ رہی ہے۔''

''آپ کل ہی جا کر ان سے کہیں کہ ہم رابعہ کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔''

''یہ کون سی بڑی بات ہے، میں کل ہی جا کر کہہ دیتا ہوں۔''

اگلے دن صبح سویرے ہی جا کر انہوں نے بھائی سے بات کی تو انہوں نے بڑا مثبت جواب دیا..... ''آنے والے جمعہ کو لڑکی کو مٹھائی کھلانے آ رہے ہیں، اسی میں آپ تاریخ دے دیجئے گا۔''

اور جب شام کو آ کر بابو جی نے اماں کو بتایا کہ بھائی جی کے گھر والے شگن کرنے کے لئے جمعے کو آ رہے ہیں تو اماں کھل سی گئیں۔ بیچ میں صرف چار دن تھے..... اور کام بہت زیادہ..... انہوں نے رابعہ کو کچھ بتانے کے بجائے نازیہ سے کہا ''اب کے جمعے کو گھر میں خاص مہمان آ رہے ہیں، تم گھر کی صفائی ستھرائی ابھی سے کرنا شروع کر دو۔''

''کیا ملیر والی خالہ آ رہی ہیں...... '' اس نے بے پروائی سے پوچھا کہ وہی زیادہ تر رابعہ کے رشتے کے سلسلے میں کسی نہ کسی کو لے کر آیا کرتی تھیں۔

''نہیں وہ نہیں آ رہے ہیں۔'' اماں نے کہا۔

اور نازیہ جیسے ہلکی پھلکی سی ہوگئی کہ ایسا کوئی مہمان نہیں آ رہا جو پریشان کن ہو، اسے ملیر والی خالہ کی خاطر مدارات کرنا ہی برا لگتا تھا۔ جمعے کو جب رابعہ کالج جانے کے لئے تیار ہونے لگی تو اماں نے بڑی سختی سے کہا۔

''آج گھر میں تمہارے تایا اور ان کے گھر والے آ رہے ہیں، گھر میں کام زیادہ ہے، کالج جانے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''دعوت کی ہے، کیا بابو جی نے ان لوگوں کی؟'' رابعہ نے پوچھا۔

''ہاں...... سب کی دعوت کی ہے...... ان کی بیاہی بیٹیاں بھی آ رہی ہیں۔''

''کیا لاٹری نکل آئی ہے بابو جی کی جو یوں پیسے گنوا رہے ہیں۔''

''پتا نہیں۔'' وہ پھر اپنے کام میں جت گئیں۔

تب رابعہ اپنا بیگ ایک کونے میں رکھتے ہوئے بڑبڑا کر بولی۔ ''ہمارے گھر میں تو ہر کام ہنگامی نوعیت کا ہوتا ہے کل تک تو لگ بھی نہیں رہا تھا کہ کوئی آنے والا ہے...... اور آج ایسی تیاریاں ہو رہی ہیں جیسے نہ جانے کوئی لاٹ صاحب آ رہے ہوں۔''

''لاٹ صاحب ہی تو آ رہا ہے...... '' اماں کو دل ہی دل میں ہنسی آ گئی۔ بڑے تایا کے خاندان کے پورے پچیس لوگ آئے تھے۔ اپنے ساتھ مٹھائی پھل لے کر آئے تھے۔ ان کو یوں تیاری سے آتا دیکھ کر نازیہ کا دماغ بھی چکرا گیا تھا...... رابعہ تو اپنے کمرے میں بیٹھی اپنے خوابوں میں مست تھی...... اس نے تو کسی کو نظر بھر کر بھی نہیں دیکھا تھا کہ کون کس حلیے میں آ رہا ہے...... اسے یہ جاننے کی بھی ضرورت نہیں تھی......

''اماں...... یہ تائی جی...... مٹھائی اور پھل کیوں لے کر آئی ہیں؟'' نازیہ نے پوچھا۔

''دعوت میں وہ کیا خالی ہاتھ آتیں؟''

''مگر ان کی لڑکیاں تو ایسے تیار ہو کر آئی ہیں جیسے کسی شادی میں آئی ہوں۔''

''تم ہی تیار ہونا جانتی ہو، ان کے کیا ارمان نہیں ہوں گے...... '' اماں نے ہنس کر کہا...... تب بھی نازیہ کو اصل صورتِ حال کے بارے میں کچھ پتا نہیں چلا اور جب اماں نے رابعہ کو بلایا...... تو وہ چپ چاپ چلی آئی...... اسے یہ تک معلوم نہیں تھا کہ اسے کس مقصد کے لئے بلایا گیا ہے اور جب بڑی تائی نے اسے سبز دوپٹا اوڑھایا اور منہ میں مٹھائی دیتے ہوئے کہا ''اللہ تیرا احسان آج میری رابعہ میری بیٹی بن گئی......!''

بہنیں ایک ایک کر کے اس کا صدقہ اتار رہی تھیں اور اس کے منہ میں مٹھائی دیتے ہوئے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھیں۔

نازیہ تو یہ سب دیکھ کر پریشان ہی تھی مگر رابعہ...... سے یہ سب برداشت نہیں ہو رہا تھا اور جب بڑی تائی کی بہو نے اس کے ہاتھوں میں گجرا باندھتے ہوئے...... اسے چھیڑا تو وہ اسی دم چکرا کر گرتی چلی گئی۔

''اے لو...... ابھی ودائی تھوڑی ہو رہی ہے جو میکے کے چھٹنے کا غم ہو رہا ہے۔'' اس کی نندیں اسے سنبھالتے ہوئے دلاسا دے رہی تھیں۔

''میکے کی محبت بڑی گہری ہوتی ہے۔'' اماں اس کا سر سہلاتے ہوئے تائی سے کہہ رہی تھیں۔

رات کا کھانا کھا کر اور دو مہینے بعد کی تاریخ دے کر جب وہ لوگ گئے تو نازیہ نے ماں سے شکایتی لہجے میں کہا۔

''اماں...... اگر آپ کو آپا کا رشتہ طے کرنا ہی تھا تو پہلے آپا کی رائے تو لیتیں۔''

''کیوں لیتی میں اس کی رائے...... کیا اس میں مجھ سے زیادہ عقل ہے، مجھ سے زیادہ سوجھ بوجھ ہے؟''

''پھر بھی آپ کو پوچھنا تو چاہئے تھا۔''

''ہمارے خاندان کا سب سے اچھا لڑکا ہے، جب اس میں کوئی برائی نہیں ہے تو میں کیوں پوچھتی۔''

''اگر آپا نے شادی سے انکار کر دیا تو؟'' نازیہ نے جملہ ادھورا چھوڑ کر ماں کو دیکھا۔

''وہ کیوں انکار کرے گی۔'' اماں پہلی مرتبہ لرز سی گئیں۔

''وہ ابھی پڑھنا چاہتی ہیں۔''

''یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے، ہم اس کے سسرال والوں سے کہہ دیں گے وہ شادی کے بعد پڑھنا چاہتی ہے۔ بھائی جی بہت روشن خیال ہیں وہ اپنی بہو کی یہ خواہش ضرور پوری کریں گے۔''

رابعہ نے کسی قسم کا احتجاج نہیں کیا تھا...... وہ یک دم چپ سی ہوگئی تھی اور آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔

''نیک بخت...... تو بڑی قسمت والی ہے...... اجمل بہت اچھا لڑکا ہے...... پورے خاندان کی لڑکیوں کی ماؤں کی اس پر نظر تھی یہ تیری اچھی قسمت ہے کہ تیرے تایا تائی تجھے اپنی بہو بنانا چاہتے ہیں۔'' اماں نے اپنے دوپٹے میں اس کے آنسو سمیٹتے ہوئے کہا۔

''مجھے اجمل سے شادی نہیں کرنی اماں۔'' وہ پہلی مرتبہ بولی مگر اس کا لہجہ ایسا آہنی تھا کہ اماں بھی پریشان ہوگئیں۔

''اجمل سے شادی نہیں کرے گی تو کس سے کرے گی؟''

''عمیر سے کروں گی۔ وہی میرے خوابوں کا شہزادہ ہے۔''

''کون عمیر......؟'' اماں نے گھبرا کر نازیہ سے پوچھا۔

''بتا تو رہی ہیں کہ وہ اسے اپنے خوابوں میں دیکھتی ہیں'' نازیہ نے بات بنائی۔

''اب اجمل کو دیکھ لینا خواب میں۔'' اماں نے مسکرا کر کہا۔

یہ انہیں معلوم تھا کہ رابعہ ریڈیو اور ٹی وی کی شوقین ہے۔ ٹی وی کے ڈرامے دیکھ دیکھ کر اس کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ یہی بات ان کی سمجھ میں آئی تھی۔ ''اماں...... میں نے کہا ہے ناں...... میں اجمل سے ہرگز شادی نہیں کروں گی۔'' رابعہ غصے سے کہہ رہی تھی۔

''آہستہ بول کم بخت، اگر کسی نے سن لیا تو جنم میں تھوکے گا۔''

''اماں پلیز...... '' اب وہ ماں کے آگے اپنے دونوں ہاتھ جوڑے زار و قطار رو رہی تھی۔

''رابعہ میری بچی...... یہ تو نے کب سے سوچ لیا کہ تیری ماں تیری دشمن ہوگی اور تیرا برا چاہے گی۔ اجمل کے ساتھ تو بہت خوش رہے گی...... بہت اچھا لڑکا ہے۔''

''نہیں اماں نہیں...... '' رابعہ نے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھاما...... دو قدم چلی...... پھر لہرائی اور بے ہوش ہو کر ماں کے بازوؤں میں آ گری۔

☆☆☆

ایسے بچھڑو نہیں سدا کے لئے
مجھ سے روٹھو نہ تم خدا کے لئے
میں نے مانگا ہے اپنے رب سے تمہیں
ہاتھ جب بھی اٹھے دُعا کے لئے

پچھلے ہفتے بھی بارش ہوئی تھی۔ بارش اسے سدا سے پسند تھی...... وہ چھت پر جا کر بارش کی پھوار میں ایسی بھیگی تھی جیسے برسوں کی بارش میں بھیگ رہی ہو۔ آج جیسے ہی بوندا باندی شروع ہوئی تو اس نے نازیہ کو آواز دے کر اوپر زینے کی طرف قدم بڑھائے۔

''کہاں جا رہی ہو رابعہ تم......؟'' اماں اس کے سامنے دیوار بن کر کھڑی تھیں۔

''بارش ہو رہی ہے ناں، چھت پر جا رہی ہوں۔ آ جاؤ نازیہ جلدی سے......'' اس نے بہن کو آواز لگا کر کہا۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے بارش میں بھیگنے کی، اپنے کمرے میں بیٹھو''

''...... مجھے نزلہ بخار نہیں ہوگا...... بارش میں بھیگ کر ذرا سکون مل جائے گا۔'' اس نے سیڑھی کی جانب قدم بڑھایا۔

''میں نے کہا ناں، بارش میں بھیگ کر...... چھت پر اپنا تماشا مت بناؤ۔''

''تماشا کیسا اماں......؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''یہاں آس پاس کی چھتوں پر بارش میں بھیگنے والے نابینا تو نہیں ہوں گے ناں اس لئے اب کبھی بارش میں تم چھت پر نہیں جاؤ گی۔''

''خالہ، چچا، پھوپی کے لڑکے جب بھی گھر میں آتے تھے، رابعہ اور نازیہ باہم بیٹھ کر ہنسی مذاق بھی کرتی تھیں۔ فلموں پر تبصرہ بھی ہوتا تھا... اداکاروں کی باتیں کی جاتی تھیں۔ ان کے بیانات پر تبصرے ہوتے تھے۔

مگر اب اماں نے یہ کڑا حکم صادر کر دیا تھا کہ'' خاندان کے کسی لڑکے سے چڑ پڑ باتیں کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

''اماں...... اگر کوئی بات کرے تو بھی جواب نہ دیں... ؟'' نازیہ نے بڑی معصومیت سے ماں سے پوچھا تھا۔

''ہاں کوئی ضرورت نہیں ہے، چٹاخ پٹاخ باتیں بنانے کی۔''

''کوئی وجہ بھی ہو...... جو ہم یوں چپ کی گھٹی پی لیں؟''

''کوئی پسند کرتا ایسی لڑکیوں کو...... بعد میں سب مذاق اڑاتے ہیں، باتیں بناتے ہیں۔''

''مگر ہم تو اپنے کزنز سے باتیں کرتے ہیں۔'' رابعہ نے پہلی مرتبہ اپنی اماں کی مخالفت کی۔

''بعد میں ہمتیں بڑھ جاتی ہیں... غیروں سے باتیں کرتے ہوئے بھی لاج نہیں آتی۔'' اماں نے نگاہوں سے بم برساتے ہوئے کہا۔

اب گھر میں کوئی بھی آتا...... دونوں بہنوں کو اپنے کمرے کی جانب جانے کا اشارہ مل جاتا۔

''پتا نہیں اماں کو کیا ہو گیا ہے...... رات کو سوتے ہوئے بھی اٹھ اٹھ کر ہمیں دیکھتی ہیں۔'' رابعہ نے بہن سے کہا۔

''مجھے تو لگتا ہے کہ اب وہ سوتی بھی نہیں ہیں...... میں تو جب تک جاگتی ہوں...... ان کو جاگتا ہوا دیکھتی ہوں۔''

''اس گھر کے تو سارے اصول بدل گئے ہیں...... پہلے رات کو زیرو کا بلب جلا کرتا تھا تو اماں کو اس کی روشنی بری لگتی تھی اور اب وہ ٹیوب لائٹ جلا کر سوتی ہیں۔''

''لوگوں کو اپنی سوتیلی ماؤں سے شکایتیں ہوتی ہیں اور مجھے اپنی سگی ماں سے شکایت ہو رہی ہے۔'' رابعہ نے منہ بنا کر کہا۔

''کیوں آپا...... تمہیں اماں سے شکایت کیوں ہو گئی ہے؟''

''ہر وقت مجھ سے طنز کرنے لگی ہیں، میری سیدھی بات کا بھی الٹا جواب دیتی ہیں۔''

''اماں بظاہر بڑی سیدھی سادی سی نظر آتی تھیں۔ غصیلی بھی نہیں تھیں جب کہ بابو جی کو بات بے بات غصہ آتا تھا۔ بیٹیوں کی ہر بات بآسانی مان جایا کرتی تھیں۔ بڑی خالہ ہمیشہ ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتی تھیں۔'' ان کی اپنی تو کوئی عقل ہے ہی نہیں... لڑکیوں کے مشوروں پر چلتی ہیں۔'' اب وہی اماں جو اپنی بساط سے بڑھ کر بچیوں کے لاڈ اٹھاتی تھیں...... وہی تبدیل ہو گئی تھیں۔ اب وہ نہ صرف نگاہوں سے چوکسی کر رہی تھیں بلکہ زبان کا ہنٹر بھی ہمہ وقت لہرا رہا تھا۔

''رابعہ لگتا ہے تمہاری سہیلیوں کا گروپ بہت خراب ہے جو تم ایسی باتیں اور حرکتیں کر رہی ہو......'' وہ مسلسل رابعہ کی کلاس لے رہی تھیں۔

''امی کیا کسی کو پسند کرنا، بہت بری بات ہوتی ہے؟'' رابعہ نے اپنے آنسو اپنے اندر اتارتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں اپنی اوقات سے بڑھ کر سوچنا بھی بری بات ہوتی ہے۔ تم خود کیا ہو؟ تم نے کبھی سوچا!''

''اماں...... پسند کرنا، محبت کرنا کیا امیر لڑکیوں کا حق ہوتا ہے۔ غریب لڑکیوں کا کیا دل نہیں ہوتا......؟'' رابعہ کا پورا وجود سوالیہ نشان بنا ہوا تھا۔

''ہاں نہیں ہوتا...... تنگ و تاریک کمروں میں تو سورج تک نہیں جھانکتا...... تمہارے خاندان کی کون سی لڑکی...... غیر لڑکوں سے ملنے گھر سے باہر نکلی ہے۔''

''اب کسی کے بارے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟''

''تمہیں اگر کوئی دیکھ لیتا تو ایسی ایسی باتیں تمہارے ماتھے پر تھوپ دی جاتیں جو مٹائے نہ مٹتیں۔''

''میں نے ایسا کچھ نہیں کیا اماں؟''

''غیر لڑکے کا تمہاری زبان پر نام کیسے آیا... میری تربیت میں کہاں کمی رہ گئی تھی... جو تو مجھے یوں پاتال میں اتارنا چاہتی ہے۔''

رابعہ کے آنسو کسی طرح رکنے میں نہیں آ رہے تھے۔ ماں کی سختی اس پر شاق گزر رہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا

تھا کہ وہ گھر سے بھاگ جائے...... اور عمیر کے پاس پہنچ جائے مگر اماں تو رابعہ کے ساتھ ساتھ نازیہ کا بھی پہرا دینے لگیں۔

''کہاں اٹھیں...... کہاں چلیں...... کدھر مڑیں؟ کدھر رکیں...... کیوں رکیں؟

وہ یہ سب اپنی معلومات میں رکھ رہی تھیں۔

دھوپ کے وقت باہر کی کھڑکی کیوں کھولی؟

ٹیلی فون کا ریسیور کیوں اٹھایا؟

پڑوسن سے بیچ کی دیوار سے کیوں بات کی؟

دروازہ کھولنے کو تم سے کس نے کہا ہے؟

چھت پر کپڑے پھیلانے کیوں گئیں؟

''اماں...... آپ نے تو زندگی ضیق کردی ہے...... بستر پر کروٹ بدلو تو آپ اٹھ کر دیکھتی ہیں۔'' نازیہ نے ایک دن کہہ ڈالا۔

''جب بیٹیاں اعتبار کھودیں...... تو ماؤں کو ایسی ہی بے چینی لگ جاتی ہے۔''

چھت کی الگنی کاٹ کر انہوں نے نیچے آنگن میں باندھ دی تھی اور دونوں بچیوں کو ہر وقت اپنے سامنے دیکھنا چاہتی تھیں۔ رابعہ کی باتیں سن کر انہیں از حد صدمہ پہنچا تھا۔ وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ ان کی بیٹی ان کی رائے سے اختلاف بھی کرسکتی ہے۔ ان کی بات رد بھی کرسکتی ہے۔ اگر رابعہ کے خیالات ان کے بابو جی تک پہنچ جائیں تو کیا ہو گا، یہ سوچ کر ہی وہ تھرا سی گئی تھیں۔

''اچھی لڑکیاں کیا اداؤں اور آوازوں پر ریجھا کرتی ہیں......؟'' وہ یہ نکتہ رابعہ کو سمجھانا چاہتی تھیں...... مگر اس کی بھی ایک ہی رٹ تھی......

''اماں، ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور ہماری اس محبت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔''

''چل...... میں تیری بات کا یقین کر لیتی ہوں...... تو اس گویئے سے کہہ۔ کہ اپنے والدین کو تیرے لئے بھیجے۔ وہ لوگ تیرا رشتہ مانگنے آئیں، تو میں تیرے بابو جی کو سنبھال لوں گی۔

''اماں وہ بہت مصروف ہے ابھی۔ اس کے پاس ٹائم ہی نہیں ہے کہ وہ شادی کرے۔''

''تو پھر تم کتنا انتظار کرو گی اس کا......؟''

''انتظار تو کرنا ہوگا۔ آخر میں اس سے محبت کرتی ہوں۔''

''یہی تو پوچھ رہی ہوں کہ اس انتظار کی کتنی مدت ہے......؟ پانچ سال؟ یا دس سال! یا اس سے بھی زیادہ تم میں ہمت ہے...... تو وہ بھی بتا دو......'' ماں کی صاف اور پکی بات سن کر رابعہ خجل سی ہوگئی اور لگی اپنے ناخن دانتوں سے کترنے......

''ہوگئی ناں سٹی گم......!'' اماں نے اس کا چہرہ دیکھ کر کہا۔

''نہیں اماں...... یہ بات نہیں ہے...... اس سلسلے میں مجھے......''

''کیا بات کرے گی تو......؟'' اماں نے اپنا غصہ دبا کر پوچھا۔

''یہی کہ اگر شادی کے لئے ٹائم نہیں ہے تو وہ منگنی ہی کرلیں۔''

''تم اپنی یہ حسرت بھی پوری کرلو، مجھے پورا یقین ہے کہ وہ تمہیں چٹکیوں میں اڑا دے گا۔ تمہاری بات سنے گا بھی نہیں۔''

''ایسا نہیں ہے اماں...... ہماری روز بات ہوتی ہے، موبائل پر۔''

''موبائل کہاں سے آیا تمہارے پاس؟'' انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

''میں نے اپنی بالیاں بیچ دی تھیں......'' اس نے کھسیا کر بتایا۔

''بہت اچھی جا رہی ہو...... باپ نے پیٹ کاٹ کر تمہیں بالیاں بنوا کر دی تھیں اور تم نے اپنے فضول شوق میں وہ بھی غارت کردیں۔ کل کو کوئی اور چیز بھی بیچ دینا...... ابھی تو ایک ہلکی سی چین بھی ہے تمہارے پاس اور چھلا بھی ہے۔ وہ کب بیچو گی؟''

''اماں وہ تو آپ نے میٹرک میں پاس ہونے پر دی تھیں۔ ان کو تو میں ہمیشہ اپنے پاس رکھوں گی؟''

''سونے کی بالیاں میں نے دو سال کی کمیٹی حاصل کر کے بنوائی تھیں...... سوچا تھا اسی کے ڈیزائن کا گلے میں لاکٹ لے لوں گی تو ایک ہلکا سا سونے کا سیٹ ہو جائے گا، مگر تم نے تو اپنے فضول سے شوق کو پورا کرنے کے لئے...... اونے پونے داموں میں اپنی بالیاں تک بیچ دیں۔ یہ موبائل کتنے کا خریدا ہے تم نے؟''

''ڈھائی ہزار کا۔''

''مگر بالیاں تو ساڑھے سات ہزار میں آئی تھیں...... اور اس وقت سونا سستا تھا...... اب تو آگ لگ گئی ہے اس کی قیمت میں۔''

''میں نے ساڑھے تین ہزار کی بالیاں بیچی تھیں، اپنے کالج میں، اپنی ایک سہیلی کو۔''

''رابعہ لوگ تمہیں کس آسانی سے بے وقوف بنا لیتے ہیں اس کا تمہیں اندازہ بھی نہیں ہے...... لاؤ چین اور چھلا مجھے واپس دو...... پتا نہیں اپنے کس نئے شوق کی خاطر تم اس کو بھی بیچ ڈالو گی۔ تمہیں یہ احساس تھوڑی ہے کہ ماں باپ کس طرح گھر چلا رہے ہیں اور کس طرح تمہاری ضرورتیں پوری کر رہے ہیں۔ تمہاری آنکھوں پر تو چربی چھا گئی ہے، اسی وجہ سے شاید تمہیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا۔''

''اماں پلیز...... آپ یہ دونوں چیزیں لے لیں مگر میری بات سن لیں......'' رابعہ نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

''اب بھی...... کچھ کہنا چاہتی ہو......'' وہ طنزیہ لہجے میں بولیں۔

''اماں...... میں اجمل سے کسی صورت شادی کرنے کا سوچ نہیں سکتی...... چاہے میری عمیر سے شادی ہو یا نہیں۔''

''کیوں...... اگر عمیر راضی نہیں ہوا تو کیا پھر کسی دوسرے گلوکار سے رابطہ کرو گی!'' اماں کا لہجہ چھری کی سی تیزی لئے ہوئے تھا۔

تب رابعہ اماں کے سامنے سے ہٹ گئی۔ ان کی باتیں سن کر...... اس کا دل یہی چاہتا تھا کہ اپنے آپ کو فنا کر ڈالے...... عجیب سی اس کی حالت ہوگئی تھی...... کھانا کھانے بیٹھتی تو نوالہ حلق میں پھنسا کرتا...... پانی پیتی تو حلق میں انکا کرتا۔ اجمل کے بارے میں سوچتی تو...... اسے لگتا کہ اس کی تذلیل کی جا رہی ہو...... اجمل اسے کسی لحاظ سے بھی

پسند نہیں تھا..... اس کے شہزادے سے وہ کسی طرح بھی مطابقت نہیں رکھتا تھا..... رابعہ نے ہمیشہ امارات کے خواب دیکھے تھے..... اور وہ اپنے آپ کو غربت کے تنگ و تاریک ماحول میں اسیر نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

عمیر مصروف تھا..... یا اس کا فون ریسیو نہیں کر رہا تھا۔ رابعہ کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اس کا نمبر دیکھ کر قصداً کاٹ رہا ہو۔

''یہ عمیر ایسا کیوں کر رہا ہے؟'' وہ جتنا اس کے بارے میں سوچ رہی تھی اتنا ہی پریشان ہو رہی تھی۔ پورے بیس دن ہو گئے تھے، وہ کالج بھی نہیں جا رہی تھی گھر کا ہر فون اماں ریسیو کر رہی تھیں..... رانگ نمبر کا بھی ایسا شجرہ پوچھا جاتا کہ وہ ازخود لائن کاٹ دیتا..... تب اس کی اس حرکت سے ان کے اندیشے مزید بڑھ جاتے۔

''اے لو..... ابھی فون پر قیوم کو پوچھ رہے تھے، میں نے صرف اتنا ہی پوچھا، لال دروازے والا..... یا چشمے والا کس کو پوچھ رہے ہو، کنوارا قیوم یا دو بیویوں والا۔ مگر وہ تو لائن کاٹ کر بھاگ گیا جیسے مجھے بے وقوف بنا رہا تھا۔ پتا نہیں کون تھا، کس سے بات کرنا چاہتا تھا، کیوں بات کرنا چاہتا تھا.....'' اماں کی بڑبڑاہٹ شروع ہو جاتی۔ رابعہ کی کالج کی سہیلیوں کے فون آئے تو انہوں نے کہہ دیا..... رشتہ داروں کی شادی میں شرکت کرنے لاہور گئی ہوئی ہے۔

''اماں آپ یہی کہہ دیتیں کہ میں بیمار ہوں..... ایسی کس کی شادی آ گئی..... جو میں مہینے بھر کے لئے غارت ہو گئی..... اور اس شادی میں آپ گئیں بھی نہیں..... اور میں وہاں جا کر ایسی مدہوش ہوئی کہ آ ہی نہیں رہی.....'' رابعہ نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

''میں ایسی پاگل نہیں ہوں جتنی کہ تم سمجھتی ہو۔''

''اس میں پاگل پنے کی کیا بات ہے'' رابعہ نے سادہ لوحی سے پوچھا۔

''تم کیا سمجھتی ہو..... میں تمہاری سہیلیوں کو کیا اب بھی نہیں جانوں گی کہ وہ کیسی چلتر ٹائپ ہوں گی۔''

''کیا لوگ بیمار نہیں ہوتے، جو میں نہیں ہو سکتی..... کالج اگر بغیر بتائے نہیں جاؤں گی تو سہیلیاں تو پوچھیں گی ہی۔ آپ کو ان سے یہ کہہ دینا چاہئے تھا کہ میں بیمار ہوں اس لئے کالج نہیں آ سکتی۔''

''تجھے بیمار کہہ دیتی..... تاکہ وہ تیری مزاج پرسی کو حاضر ہو جاتیں۔ رابعہ جو تو چاہتی ہے..... وہ میں نہیں کرنے کی..... ہاں'' اماں نے غصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''بیٹی اپنے دل کی بات ماں سے نہ کہے تو کس سے کہے گی.....'' رابعہ نے ماں سے کہنا چاہا..... مگر نازیہ نے بہن کو اشارہ کر دیا..... کہ اس ضمن میں خاموش رہو۔

رابعہ جو ماں سے تکرار کرنا چاہتی تھی وہ چپ سی ہو گئی کہ اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ مسلسل کالج سے غیر حاضری نے اس کو عجیب ڈیپریشن میں مبتلا کر دیا تھا۔ کالج جا کر، سہیلیوں کے ساتھ جو وقت گزر جاتا تھا اب وہ صرف ڈانٹیں کھا کر گزر رہا تھا۔

''میں کیا کروں نازیہ..... میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔''

''آپ کمرہ بند کر کے عمیر کے کیسٹ سنیں، جیسے پہلے سنا کرتی تھیں..... جب تک آپ عمیر سے نہیں ملی تھیں..... تب بھی تو آپ کا وقت گزر رہا تھا۔''

''پہلے کی بات اور اب کی بات میں تو اب بہت فرق ہے۔''

''آپا..... آپ یہ سوچیے کہ کبھی عمیر سے ملی ہی نہیں تھیں۔ عمیر کی آواز کی عاشق آپ پہلے بھی تھیں آج بھی ہیں، اس لئے کیسٹ سن کر اپنا وقت گزاریئے کہ اس میں آپ کا بھلا ہے اور اسی میں گھر کا سکون بھی ہے۔''

''نازیہ پہلے میں صرف عمیر کی آواز کی عاشق تھی اب میں اس کی بھی ہوں..... میں عمیر کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ تمہیں نہیں معلوم..... میں اس کی محبت میں بہت آگے تک بڑھ چکی ہوں، جہاں سے واپس آنا میرے لئے مشکل ہو گا۔''

''اگر ایسی بات ہے تو آپ عمیر کو فون کر کے ساری صورتحال بتا دیں..... تاکہ وہ اپنے گھر والوں کو ہمارے گھر بھیجے۔''

''وہ شادی کے سلسلے میں، ابھی سنجیدہ ہی نہیں ہے، میں نے اس سے جب بھی بات کی، وہ ٹال گیا۔''

''تو پھر آپ کس بل بوتے پر اماں کو منع کر رہی ہیں؟''

''کیسٹ بے شک آپ عمیر کی سنتی رہیے گا مگر شادی اجمل بھائی سے کر لیں..... وہ آپ کو بہت خوش رکھیں گے..... جب بھی ہمارے گھر وہ آتے ہیں..... آپ کو دیکھ کر ان کی ہمیشہ باچھیں کھل سی جاتی ہیں۔ ایسا چاہنے والا شوہر خوش قسمت لڑکیوں کو ملا کرتا ہے۔''

''ہونہہ..... تم بھی کس کا ذکر لے بیٹھیں..... جس کا نام سن کر بھی مجھے کوفت سی ہو۔''

''یہ نام تو ان دنوں ہمارے گھر میں بڑے فخر سے لیا جا رہا ہے..... اسی نام کا تاج تو آپ کے سر پر سجے گا۔'' نازیہ نے محبت بھرے لہجے میں بہن کو سمجھانے کی سعی کی۔

''اجمل کو دیکھا ہے تم نے.....'' اس نے بھویں اچکا کر رعونت سے کہا۔

''ہاں، ہاں، کیوں نہیں دیکھا..... بے حد خوش مزاج ہیں۔''

''میرے عمیر کا نوکر سا لگتا ہے وہ۔'' رابعہ نے تمسخر سے ہنس کر کہا۔

''کیسی باتیں کرتی ہیں آپا..... اب اجمل بھائی کو اتنا بھی نہ گرائیں کہ انہیں آپ عمیر کا نوکر سمجھ رہی ہیں.....'' نازیہ نے سرزنش کرتے ہوئے کہا۔

''کیا تم اجمل کی شکل بھول گئیں..... عجیب ہونق زدہ سی شکل ہے۔''

''اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں میں عیب نہیں نکالا کرتے..... اگر ہر شخص کے بس میں ہوتا کہ اپنی شکل خود بنائے تو اس پر اعتراض کیا جا سکتا تھا..... جب مالک دو جہاں نے سب کی شکلیں خود بنائی ہیں تو اس پر کچھ کہنا بھی گناہِ عظیم میں آتا ہے.....!'' نازیہ نے اسے رسان سے سمجھایا۔

''بڑی بقراطن ہو گئی ہو.....'' رابعہ نے کھسیا کر کہا۔

''بقراطن نہیں ہوں..... صحیح اور سچی بات کہہ رہی ہوں۔''

''چلو یہ تو تم مانو گی ناں..... کہ اجمل کو نہ بات کرنے کی تمیز ہے نہ بیٹھنے کی۔ جب بھی ملے گا..... پہلے ہی ہی کرتا ہے..... جب اس کی ہاہا ہی ختم ہوتی ہے تو آنکھوں میں ڈھیلے ڈال کر بات کرتا ہے، مجھے وحشت سی ہونے لگتی ہے اسے دیکھ کر۔''

''آپ اجمل بھائی کو تمیز، تہذیب، شائستگی سب بعد میں سکھا دیجئے گا..... جیسے فلموں میں ہیروئن سکھاتی ہے۔ اس طرح کانٹا پکڑو اور اس طرح چھری..... یوں چلو، یوں گھومو..... ٹائی کی ناٹ سیدھی کرو..... بات اس طرح کرو،

ہنسو اس طرح، تب جاہل، لٹھ گنوار ہیرو، کیسی کینچلی بدلتا ہے کہ بعض دفعہ ہیروئن بھی اس کے سامنے نادم نادم سی نظر آتی ہے..... آپ بھی اسی طرح کر لیجئے گا..... اجمل بھائی عمیر سے بھی بڑھ چڑھ کر نظر آئیں گے۔ ہو سکتا ہے اپنی فیملی کے لوگ بعد میں انہیں شاہ رخ خان کہنے لگیں.....'' نازیہ نے شرارت سے ہنس کر کہا۔

''دیکھ نازیہ..... اس وقت میرا سر ویسے ہی چکرا رہا ہے۔ زیادہ بدتمیزی کی ناں..... تو میں مار بیٹھوں گی ہاں.....'' رابعہ زچ ہوتے ہوئے بولی۔

''تو پھر بات کیجئے ناں اپنے گلوکار سے کہ وہ اس ضمن میں کیا کہتے ہیں؟''

رابعہ کی انگلیاں اس کا نمبر ڈائل کرتے ہوئے تھک گئیں مگر وہ تو اپنا موبائل آف کر کے جیسے بھول ہی گیا تھا اور پھر ایک شب دو بجے کے قریب..... اس کا فون ریسیو کر لیا گیا۔

''ہیلو.....'' بھاری سی آواز جس میں نیند بھی رچی ہوئی تھی۔

''عمیر کہاں ہو تم.....؟ میں کب سے تمہیں فون کر رہی ہوں SMS بھیج رہی ہوں تم اتنے کٹھور تو کبھی بھی نہیں تھے کہ میری کسی بات کا جواب ہی نہ دو۔ پلیز مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی ہے..... مجھ سے فوراً ملو تم۔''

''کون بول رہی ہیں آپ؟'' کھنکار کر پوچھا گیا۔

''کیا بات ہے عمیر..... تم اپنی رابعہ کو بھول بھی گئے۔ یہ دن بھی مجھے دیکھنا تھا کہ تم میری آواز سن کر مجھ سے یہ کہو کہ میں کون ہوں؟ میرا کیا نام ہے؟ اور میں تمہیں کیوں فون کر رہی ہوں۔''

''محترمہ آپ رکیں تو میں کچھ کہوں۔''

''ہاں..... بولو.....'' وہ سسکی روک کر بولی۔

''پہلی بات تو یہ کہ میں عمیر نہیں ہوں۔''

''مگر یہ نمبر تو میرے عمیر کا ہی ہے؟ عمیر کہاں ہے؟ تمہارے پاس عمیر کا یہ موبائل کیسے آ گیا؟'' وہ ایک ہی سانس میں پوچھتی چلی گئی۔

''میں عمیر کا دوست احسن بول رہا ہوں..... کافی دن ہوئے عمیر اپنا موبائل میرے گھر بھول گئے تھے۔''

''وہ بھول گئے تھے..... تو تم نے ان کا موبائل واپس کیوں نہیں کیا؟''

''وہ اس وجہ سے کہ ان دنوں عمیر ملک سے باہر پرفارم کرنے گیا ہوا ہے، جب وہ آئے گا تو میں اسے دے دوں گا اور یوں بھی اس کے پاس صرف یہی ایک موبائل نہیں ہے۔''

''کب آئیں گے وہ؟'' بے تابی سے پوچھا گیا۔

''میرے حساب سے تو انہیں اب تک آ جانا چاہئے تھا..... ہو سکتا ہے کہ ان کا قیام مزید بڑھ گیا ہو..... یا وہ وہاں سے آگے نکل گئے ہوں..... اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا۔''

''اچھا تو کیا ان کا دوسرا نمبر آپ مجھے دے سکیں گے.....؟'' ملتجی لہجے میں کہا گیا۔

''سوری مس، میں کسی کا نمبر کسی کو بھی نہیں دیا کرتا۔ یہ میرا اصول ہے۔'' یہ کہہ کر نہ صرف لائن کاٹ دی گئی بلکہ موبائل بھی آف کر دیا گیا اور رابعہ کافی دیر تک ساکت سی بیٹھی رہی۔ عمیر نے اپنے پروگرام سے اسے لاعلم رکھ کر کتنا بے عزت کرایا تھا۔ اس کا دوست، اس کے بارے میں کیا سوچتا ہوگا۔ سبکی کے احساس نے اسے کافی دیر تک جامد سا

رکھا۔

''رابعہ بیٹھی کیوں ہو..... سو جاؤ.....'' اماں نے اسے یوں بیٹھا دیکھ کر کہا مگر وہ ایسی بیٹھی رہی جیسے سنا ہی نہ ہو۔

''اری پاگل تو نہیں ہو گئی کیا..... جو چپ چاپ چھت کے پنکھے کو گھورے جا رہی ہے۔''

''آپا لیٹ جاؤ ناں..... ورنہ اماں..... کچھ اور سمجھیں گی۔'' نازیہ نے کروٹ بدل کر اس سے سرگوشی کی اور اس کی حالت میں، جب بھی کوئی تبدیلی نہ ہوئی تو نازیہ نے ہاتھ پکڑ کر اسے خود لٹا دیا..... تب اس نے دیکھا کہ رابعہ کی آنکھوں سے خاموش آنسو کسی قافلے کی طرح اتر رہے تھے۔

☆☆☆

''ہوں..... وجہ میری سمجھ میں آ گئی ہے.....'' مسز عابدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''وجہ تو کچھ ہے ہی نہیں..... امی کا موڈ پتا نہیں کیوں خراب رہنے لگا ہے شاید وہ چڑچڑی سی ہو گئی ہیں..... ہر وقت مجھ سے الجھنے لگی ہیں۔''

''میرا خیال ہے کہ شاید وہ بیمار ہیں..... اور اپنی بیماری مجھ سے چھپاتی ہیں..... اس لئے وہ ایسا کر رہی ہیں۔'' شہلا نے وضاحت سے اپنا مفہوم بتاتے ہوئے کہا۔

''تم شام کو اپنے گھر میں لڑکیوں کو ٹیوشن دینے کا سلسلہ دوبارہ شروع کر دو، اس سے تمہارا ذہن بھی بٹا رہے گا اور تمہاری امی کا چڑچڑا پن بھی دور ہو جائے گا اور وہ ہمہ وقت تم سے ناراض بھی نہیں رہیں گی۔''

''امی کے چڑچڑے پن کا ٹیوشن سے بھلا کیا تعلق ہوگا؟'' وہ معصوم سے لہجے میں بولی۔

''تعلق تو ہے نا..... تمہاری اماں کی یہ شکایت بھی دور ہو جائے گی کہ ذوالفقار صاحب کا کوچنگ سینٹر چھوڑ کر مالی نقصان ہوا ہے۔''

''پہلے بات اور تھی..... میرے پاس بہت سے بچے ٹیوشن پڑھنے آتے تھے۔ اب کون آئے گا۔''

''کیوں! اب کیا بات ہو گئی، پہلے بھی تم توجہ کے ساتھ بچوں کو پڑھاتی تھیں اب بھی پڑھاؤ گی۔''

''یہ بات نہیں ہے..... ہمارے محلے کے سب بچے اب ذوالفقار صاحب کے کوچنگ سینٹر جانے لگے ہیں..... میرے پاس کون آئے گا؟''

''تم فکر مت کرو..... میں اپنی اسٹوڈنٹ بھیج دوں گی۔'' مسز عابدی نے کہا۔

''نہیں، نہیں پھر تو آپ کا نقصان ہوگا۔''

''کسی کا بھلا چاہنے سے اپنا کبھی نقصان نہیں ہوا کرتا..... میں ماریہ اور افشاں کو بھیج دوں گی..... وہ تمہارے گھر کے قریب میں ہی رہتی ہیں..... ان کو دیکھ کر دیگر خود آنے لگیں گی۔''

''جیسی آپ کی مرضی.....'' مسز عابدی کی بات سن کر وہ واقعی خوش ہو گئی تھی۔

''اب تمہارے والد کی طبیعت کیسی ہے؟''

''فالج کے مریضوں کی بہتری کی رفتار بے حد سست ہوتی ہے۔ فائدہ تو ہو رہا ہے مگر ایسا نظر نہیں آتا۔ اللہ کرے وہ صحت یاب ہو جائیں، ان کی بیماری نے انہیں بے حد خاموش سا کر دیا ہے۔ ہر وقت کے بولنے والے اب بے حد چپ چپ سے رہتے ہیں۔ کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے کہ وہ بہت کچھ کہنا چاہتے ہیں مگر کہہ نہیں پاتے اور مجھے تو ہمیشہ

ڈبڈبائی نظروں سے دیکھتے ہیں اور ان کے اس طرح دیکھنے پر میں شرمندہ سی ہو جاتی ہوں۔''

''لگتا ہے وہ بے حد حساس ہیں، اپنی معذوری کو برداشت نہیں کر پاتے ہوں گے......'' مسز عابدی نے تاسف سے کہا۔

''ہاں، یہی بات ہے، میرا رشتہ ختم ہونے کا سب سے زیادہ افسوس بھی ان ہی کو ہوا تھا...... اس زمانے میں انہیں بولنے میں بھی دشواری ہوتی تھی...... تب کاغذ پر لکھ لکھ کر بار بار امی سے کہہ رہے تھے کہ شہلا کی شادی کر دو، میں جلد ٹھیک ہو جاؤں گا مگر تم شہلا کی شادی اسی پروگرام کے مطابق کر دو جو طے ہوا تھا۔

''تب امی نے ان کی بیماری کی حالت کو دیکھے بغیر انہیں خوب سنا ڈالی تھیں اور وہ ایسے نادم سے ہو گئے تھے کہ کئی دن تک انہوں نے مجھ سے آنکھ اٹھا کر بات نہیں کی تھی۔''

''شہلا...... تم ان کو لے کر باہر جایا کرو، اس سے ان کے ذہن پر خوشگوار اثرات مرتب ہوں گے۔''

''آپ باہر جانے کا کہہ رہی ہیں وہ تو اپنے کمرے سے باہر نہیں آتے۔''

''اگر ایسی بات ہے تو تم سب لوگوں کو اپنا زیادہ وقت ان کے کمرے میں گزارنا چاہئے، مریض کو اس طرح تنہا تھوڑی چھوڑا جاتا ہے۔''

''ان کے کمرے میں، ان کو دوا پلانے ان کو کھانا دینے جاتی ہوں اور بس۔ اب تو وہ ٹی وی تک نہیں دیکھتے ہیں۔'' شہلا نے صاف گوئی سے کہا۔

''یہ تو تم لوگ بہت غلط کر رہے ہو، ایسے میں ان کی امپروومنٹ کیسے ہو سکتی ہے۔ وہ بے چارے اکیلے بیٹھے بیٹھے منفی سوچیں پروان چڑھا رہے ہوں گے اور ہر بات کا ذمے دار اپنی ذات کو ٹھہرا رہے ہوں گے۔''

''آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں، جب ہی وہ بے حد چپ چپ رہنے لگے ہیں۔ ورنہ پہلے تو وہ بہت بولا کرتے تھے۔ ان کی باتوں میں حس مزاح بھی بہت تھی۔''

''مریض کی نگہداشت کی اہمیت دوا سے زیادہ ہوتی ہے...... تم ان کا خیال رکھو...... وہ تیزی سے ٹھیک ہوں گے...... تم ان کی فزیوتھراپی کی مشقیں...... خود سیکھ کر انہیں کرواؤ...... اس سے انہیں فائدہ ہوگا......''

''اب میں خود ان کا خیال رکھوں گی...... اور ان کی فزیوتھراپی بھی خود کراؤں گی......'' شہلا نے عزم بھرے لہجے میں کہا۔

تب مسز عابدی اسے محبت اور عقیدت سے دیکھنے لگیں کہ شہلا کے مزاج و اطوار کو وہ بے حد پسند کرتی تھیں۔

☆☆☆

حیرت تو ہوئی تھی...... جب نادیہ کی امی بانو سیدھی اپنی بیٹی کے کمرے میں جانے کے بجائے شاداب بیگم کے پاس چلی آئی تھیں۔

''نادیہ اندر کمرے میں ہے......'' سلام و دعا سے فارغ ہو کر شاداب بیگم نے انہیں از خود کہا...... تاکہ وہ اپنی بیٹی کے پاس جا کر سکون سے بات چیت کر سکیں۔

''آج تو میں آپ کے پاس ہی آئی ہوں......'' وہ ان کے قریب اپنی کرسی کرتے ہوئے بولیں۔

''خیریت تو ہیں ناں بانو......؟'' مصنوعی لہجے میں کہا...... ورنہ وہ ان کی بات کے آغاز سے ہی سمجھ گئی تھیں کہ وہ

کیا لینے آئی ہیں۔ چند منٹوں میں نادیہ بھی ساس کے کمرے میں آ گئی...... جس سے انہیں یہ بخوبی اندازہ ہو گیا کہ آج ان کی سمدھن اپنی بیٹی کے مشورے سے ان کے پاس آئی ہیں۔ ''خیریت کہاں ہے؟ جب سے سہانی نے منگنی توڑنے کا کہا ہے...... میں تو پریشان ہو کر رہ گئی ہوں۔ اب دیکھیے رشتے کوئی توڑنے کے لئے تھوڑی کئے جاتے ہیں۔''

''بانو بھابی اب ہر شے ناپائیدار ہو گئی ہے...... قسمیں، وعدے، رشتے، اسمبلیاں اور گھڑے سب ہی ٹوٹ جاتے ہیں۔''

''آپ کی بات کسی حد تک صحیح ضرور ہے مگر...... سو فی صد درست نہیں کہی جا سکتی۔''

''آج کل ہر ایک کا اپنا اپنا تجربہ ہوتا ہے اور سب کا تجربہ اپنے حساب سے ہوتا ہے......'' شاداب بیگم نے بھویں اچکاتے ہوئے کہا۔

''پھر بھی کم عمر بچیوں میں اتنی عقل کہاں ہوتی ہے کہ اپنا اچھا برا سوچ سکیں۔ آپ لوگ سہانی کو سمجھائیں گے تو وہ یقیناً مان جائے گی اور منگنی والیوں کے کوئی رشتے تھوڑی آتے ہیں...... آپ سرمد کے گھر والوں کو منع کر دیں کہ سہانی کی شادی سرمد کے ساتھ کسی صورت نہیں ہو سکتی۔''

''مگر بات تو صرف یہ ہے......'' شاداب بیگم نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ وہ ان کی بات کاٹتے ہوئے بولیں۔ ''بات وات کچھ نہیں ہے، ذرا سی بات کو آپ لوگوں نے خواہ مخواہ ہوا بنا دیا ہے۔''

''کاش آپ میری بات سمجھ سکتیں......'' شاداب بیگم نے ایک نظر نادیہ پر ڈال کر اپنی سمدھن کو دیکھا۔

نادیہ انتہائی بے زاری سے ٹی وی پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ اس ضمن میں وہ شاید کوئی بات کرنی ہی نہیں چاہ رہی تھی۔

''آپ ہی میری بات سمجھ لیں کہ کس قدر پیار کے ساتھ ہم نے منگنی کی تھی...... اور یہ منگنی کوئی زبردستی کی تو تھی نہیں...... سہانی اور عامر دونوں نے اپنی پسند سے کروائی تھی۔ میرا بیٹا تو...... مرد ہو کر بھی اپنی بات پر قائم ہے اور اس قدر ڈسٹرب ہو رہا ہے کہ گزشتہ پندرہ دنوں سے وہ اپنے آفس تک نہیں جا سکا ہے۔''

عزیز صاحب جب کمرے میں آئے تو اس وقت عامر کی والدہ اپنے آنسو صاف کر رہی تھیں اور نادیہ کا چہرہ بھی غم زدہ سا نظر آ رہا تھا۔ عزیز صاحب کمرے میں داخل ہوتے وقت عامر کی والدہ کی بات سن ہی چکے تھے۔ اس لئے وہ بھی تاسف بھرے انداز میں بولے۔ ''بھابی صاحبہ! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں، کاش سہانی ضدی نہ ہوتی تو یہ سب نہ ہوتا۔ بے حد ضدی ہے وہ۔ پریشان کر کے رکھ دیا ہے اس نے ہم سب لوگوں کو۔'' میاں کی دیکھا دیکھی شاداب بیگم نے مسکرا کر بڑے لگاوٹ بھرے انداز میں کہا۔

''مجھے تو عامر سے بڑھ کر کوئی عزیز ہو ہی نہیں سکتا مگر کیا کروں، وہ اپنی ضد پر اڑی بیٹھی ہے کہ شادی کروں گی تو صرف سرمد سے کروں گی، اب جوان بچی کے ساتھ زبردستی تو نہیں کر سکتے ناں۔'' ساس کی بات سن کر نادیہ کا چہرہ مزید بجھ سا گیا اور وہ چپ چاپ کمرے سے باہر نکل گئی۔ شاید اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اپنی ماں کے چہرے کی اذیت دیکھے۔ بیٹے کی محبت اور اس کی حالت نے...... بانو بیگم کو اس حال تک پہنچا دیا تھا کہ وہ پھر ملتجی سے لہجے میں پوچھ رہی تھیں۔ ''کیا آپ لوگوں نے یہ پکا فیصلہ کر لیا ہے کہ سہانی کی شادی سرمد سے ہی ہوگی آپ کے اس فیصلے میں کیا بالکل بھی لچک نہیں ہے۔ کیا آپ لوگ اس معاملے پر دوبارہ غور نہیں کر سکتے؟''

''بانو بات یہ ہے کہ بعض معاملے خود ہی طے ہو جاتے ہیں اور یہ معاملہ بھی کچھ ایسے ہی طے ہو گیا ہے۔''

تب ایک جھٹکے سے عامر کی والدہ اٹھیں اور انتہائی آہستگی سے خدا حافظ کہتے ہوئے باہر نکل گئیں۔ عزیز صاحب نے اٹھ کر کھڑکی سے باہر دیکھا..... ان کی گاڑی تیزی سے نکلتی ہوئی باہر جا رہی تھی۔ ڈرائیور کی سیٹ پر عامر بیٹھا تھا..... جو اپنے دانت بھینچے گاڑی دوڑا رہا تھا۔

''یہ عامر اندر کیوں نہیں آیا.....'' یک بارگی انہوں نے سوچا اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر..... ایک آہ ان کے لبوں سے نکل گئی۔ ''اگر وہ اندر آ بھی جاتا..... تو کیا فائدہ ہوتا؟ اچھا ہوا..... وہ اندر نہیں آیا..... ورنہ اسے خوامخواہ اور تکلیف ہوتی۔''

سہانی نے رات ہی سرمد سے فون پر کہہ دیا تھا کہ وہ منگنی کی انگوٹھی اس کے ساتھ جا کر اپنی پسند کی خریدے گی..... یہی وجہ تھی کہ کالج سے سرمد نے اسے پک کر لیا تھا..... اس وقت وہ دونوں ایک بڑی جیولری شاپ میں آئے ہوئے تھے۔ شوکیس میں سجے زیورات کو دیکھ کر..... سہانی انہیں نکلوا کر دیکھنے لگی۔ سرمد کو ایک ٹیکا پسند آ گیا..... ''سہانی اسے لگا کر دیکھو..... تم پر بہت اچھا لگے گا.....'' سرمد نے بہت محبت بھرے لہجے میں کہا۔ سہانی نے اپنی کشادہ پیشانی پر سجایا..... تو سیلز مین کے لبوں سے بھی بے اختیار ماشاء اللہ نکل گیا۔

''ہونہہ پرانے فیشن کا ہے.....'' سہانی نے اسے ریجیکٹ کر دیا پھر اس کی نظر شوکیس میں سجے ایک خوبصورت ٹیکے پر پڑی جس کے ساتھ ماتھا پٹی بھی لگی ہوئی تھی۔ ''اسے نکالئے آپ.....'' سیلز مین نے اسے نکال کر دکھایا۔ سہانی نے شیشے میں دیکھ کر وہ ٹیکا اور ماتھا پٹی لگا کر سرشار لہجے میں سرمد سے پوچھا۔ ''کیسی لگ رہی ہوں میں؟''

''زبردست..... بے حد خوبصورت'' سرمد اس کو دیکھ کر خوش ہوتے ہوئے بولا۔ ''واقعی تمہاری پسند لاجواب ہے۔ اسے پیک کر دیں۔'' اس نے سیلز مین سے کہا۔

جھمکوں کا چک پٹی کے ساتھ سیٹ سرمد کو پسند آتا ہے تو سہانی بھی اس کی پسند کو سراہتی ہے اور یوں وہ سیٹ بھی پیک کروالیتا ہے۔

''سیٹ بھی لے لیا، ٹیکا بھی لے لیا..... اور کیا لینے آئے تھے ہم۔'' سہانی معصومیت بھرے لہجے میں بولی تو سرمد ہنس دیا۔

''ہنس کیوں رہے ہیں آپ؟''

''جو اصل چیز لینے آئے تھے وہ تو ابھی تک لی نہیں۔ انگیج منٹ رنگ تو ابھی لی ہی نہیں۔''

سہانی اپنی بدحواسی پر مسکرائی اور شوکیس میں رکھی ہوئی انگوٹھیاں دیکھ کر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

''ٹھیک ہے کہیں اور دیکھ لیتے ہیں.....'' ان چیزوں کی پیمنٹ کر کے یہ دونوں اس سے بھی بڑی جیولری شاپ میں داخل ہوئے جہاں سیلز مین ان کے کہنے پر انگوٹھیوں کے بے شمار ڈبے لا کر رکھ دیتا ہے۔ بڑی مشکلوں سے سہانی کو ڈائمنڈ کی ایک انگوٹھی پسند آ جاتی ہے جس کے چاروں اطراف یاقوت جڑے ہو ہیں۔ دونوں اپنی شاپنگ مکمل کر کے باہر نکلتے ہیں تو سرمد لاڈ بھرے لہجے میں پوچھتا ہے۔ ''اب اور کیا لینا ہے؟''

''بس میں تھک گئی..... کالج سے سیدھی آپ کے ساتھ آ گئی اب مجھے گھر پر ڈراپ کر دیجئے.....''

''کھانا نہیں کھاؤ گی میرے ساتھ؟''

''دیر ہو جائے گی، ڈرائیور واپس گیا ہوگا تو اس نے پتا نہیں کیا کہا ہوگا۔''

''تم آنٹی کو موبائل کر دو کہ لنچ کے بعد گھر آ رہی ہو۔''

''اوکے.....'' وہ موبائل پر اپنی ماما کا نمبر پش کرنے لگی۔

☆☆☆

خوشی کی بات ہی تھی..... امی بھی خوش تھیں اور بہن بھی۔ کتنی مشکلوں سے تو سرمد شادی کے لئے تیار ہوا تھا۔ یہ دوسری بات تھی کہ وہ ان کی پسندیدہ لڑکی سے شادی نہیں کر رہا تھا مگر شادی تو کر رہا تھا اور یہی بات ان دونوں کے لئے از حد سرشاری کی تھی۔ اکلوتے بیٹے کے لئے ان کے دل میں بہت سے ارمان تھے اور اسی طرح سبین کے دل میں بھی اپنے بھائی کے لئے بہت سی خواہشیں تھیں۔

سرمد کی امی نے آج بطور خاص اپنی بیٹی کو بلوایا ہوا تھا..... اور زیورات کی صندوقچی کو ان کے سامنے دھرا تھا..... اس میں سے انہوں نے سونے کی خاصی وزنی انگوٹھی نکال کر سبین کو دکھائی..... تو اسے بھی بے حد پسند آئی سرمد جب ماں کے کمرے میں آیا تو اس وقت وہ دونوں ماں بیٹی انگوٹھی کے متعلق ہی باتیں کر رہی تھیں۔ ''کیسی انگوٹھی ہے یہ.....'' اس نے ماں کے ہاتھ میں انگوٹھی دیکھ کر پوچھا۔

''سرمد بیٹا، یہ ہماری خاندانی انگوٹھی ہے، منگنی کے موقع پر میں اسے سہانی کو پہناؤں گی۔ یہ انگوٹھی بے حد خوبصورت اور بہت قیمتی ہے..... اب اتنی بھاری انگوٹھیاں کہاں بنتی ہیں۔ خاصی بھاری ہے اور اس میں نگینے بھی خاصے قیمتی جڑے ہوئے ہیں'' سرمد کی والدہ کے لہجے میں فخر نمایاں تھا۔

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ صرف یہ انگوٹھی ہی ایک لاکھ سے کم کی نہیں ہوگی۔'' سبین نے بھائی کو سناتے ہوئے کہا۔

سرمد نے مسکرا کر اپنی جیب سے انگوٹھی نکالی اور بہن کو دکھاتے ہوئے پوچھا۔ ''آپا..... یہ انگوٹھی کیسی ہے؟''

''ارے واہ..... یہ تو بہت ہی خوبصورت ڈائمنڈ رنگ ہے۔''

''یہ سہانی نے اپنی پسند کی لی ہے.....'' سرمد سرشار سے لہجے میں بتاتا ہے۔ ماں کو بیٹے کی یہ بات خاصی ناگوار لگی، اسی لئے انہوں نے تنک کر کہا۔

''یہ کیسا مذاق ہے..... سہانی اپنے جہیز کی چیزیں اپنی پسند سے خریدے مگر بری کی چیزیں تو ہم اپنی پسند کی بنائیں گے اور یہ انگوٹھی ہماری خاندانی انگوٹھی ہے، منگنی کے موقع پر، میں سہانی کو یہی انگوٹھی پہناؤں گی۔''

سرمد محبت سے ماں کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے بولا۔ ''ٹھیک ہے امی..... آپ سہانی کو اپنی پسند کی انگوٹھی پہنائے گا اور میں یہ والی اسے پہنا دوں گا۔ اس طرح آپ کی خوشی بھی پوری ہو جائے گی اور سہانی کی بھی۔''

''بھائی کی یہ بات سن کر سبین جز بز ہوتے ہوئے ماں کو دیکھتے ہوئے بولی۔ ''ارے واہ..... منگنی کے موقع پر ایک انگوٹھی پہنائی جاتی ہے..... دو..... دو انگوٹھیاں کون پہناتا ہے۔''

''آپا یہ بات کیا کسی کتاب میں لکھی ہوئی ہے؟''

''کتاب میں نہ لکھی ہو مگر جو دنیا میں ہو رہا ہے وہی کرنا چاہئے۔''

''دنیا میں کچھ لوگ سب سے مختلف ہوتے ہیں اور سہانی بھی ان ہی لوگوں میں شامل ہے.....'' سرمد ہنستے ہنستے کچھ کہہ گیا اور باہر نکل گیا جیسے ماں اور بہن کی بات کی اہمیت اس کے آگے کچھ بھی نہ ہو..... اس کے جانے کے بعد

سبین نے شکایتی لہجے میں ماں سے کہا۔ ''دیکھا اماں، آپ نے...... سرمد کو۔ کیسا لٹو ہو رہا ہے سہانی پر...... ابھی تو منگنی بھی نہیں ہوئی۔''

''ہاں...... سب دیکھ رہی ہوں......'' اماں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''پھر کیا کریں گی آپ......؟''

''میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ کیا کروں؟ تمہارے باپ جب یہ انگوٹھی لے کر آئے تھے تو انہوں نے پہلی بات مجھ سے یہ کہی تھی...... اس انگوٹھی کو ہم اپنی بہو کو پہنائیں گے اس وقت سرمد چھوٹا سا تھا......'' یہ کہتے ہوئے ان کے چہرے پر ملال کے سارے رنگ پھیل گئے۔ سبین بھی ماں کی بات سن کر افسردہ سی ہو گئی مگر اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے بولی۔ ''آپ کو کوئی ضرورت نہیں ہے انگوٹھی پہنانے کی، جو سرمد لے آیا ہے وہی خود پہنا دے گا۔''

''اماں اپنی انگوٹھی واپس صندوقچی میں رکھتے ہوئے بولیں۔ ''جب یہ انگوٹھی سہانی کی پسند کی ہے ہی نہیں تو میں اسے کیسے پہنا سکتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے ہم لوگوں کو اپنے ارمان دکھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، جو سرمد کر رہا ہے وہ آپ کرنے دیں......'' سبین نے مسکرا کر ماں سے کہا۔

''سرمد تو اس لڑکی کو دیکھ کر پاگل ہو گیا ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اس میں ایسی کیا بات ہے؟''

''آپ پریشان نہ ہوں، عشق کا بھوت جس تیزی سے چڑھتا ہے اتنی ہی تیزی سے اتر بھی جاتا ہے۔'' سبین نے ہنس کر کہا۔

''نہیں سبین...... مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ شادی کے بعد یہ سرمد تو مزید پاگل سا ہو جائے گا۔ اس کو دیکھ کر تو اپنی سدھ بدھ کھو بیٹھتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لڑکی شادی کے بعد اسے لے کر کہیں اڑ جائے اور میں اکیلی پڑ جاؤں۔''

''میں اپنے بھائی کو اچھی طرح جانتی ہوں...... اپنی پسند کی چیز جب تک حاصل نہ کر لے۔ ایسے ہی پاگل بنا رہتا ہے اور بعد میں اس کو رکھ کر بھول جاتا ہے۔''

''مگر سہانی کوئی چیز نہیں ہے۔''

''چیز نہ سہی مگر اس کی سب سے بڑی خامی کاہلی ہے...... وہ سرمد کا تو کیا اپنا بھی خیال نہیں رکھ سکتی...... اور جو بیویاں...... اپنے شوہروں کا خیال نہ رکھیں...... وہ دل سے جلد اتر جاتی ہیں۔''

''پتا نہیں...... سرمد کا یہ عشق کیسی کروٹ لے گا۔'' ماں سرمد کے اطوار دیکھ کر خاصی پریشان سی تھی۔

☆☆☆

نادیہ کا شمار ان بیویوں میں ہوتا تھا جو شوہر کا بہت خیال رکھنے والی ہوتی ہیں۔ وہ فیکٹری سے آتا تو اس کا روزانہ استقبال ایسے کرتی...... جیسے وہ کتنے عرصے بعد گھر آیا ہو...... سکندر کی بھی ساری تھکن اس کی شگفتہ سی مسکراہٹ کو دیکھ کر دور ہو جاتی مگر آج وہ اسے لفٹ ہی نہیں دے رہی تھی۔ جلدی جلدی تیار ہوتے ہوئے وہ بڑی تیزی سے اپنا میک اپ کر رہی تھی۔

''نادیہ اچھی سی چائے تو پلواؤ۔''

''کریمن کو کہہ دیا ہے میں نے وہ لا رہی ہے آپ کے لئے چائے۔''

''آج جوس نہیں دیا تم نے مجھے۔''

''سوری سکندر...... آج میں ذرا جلدی میں ہوں۔''

''کہاں جا رہی ہو؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''اپنے گھر جا رہی ہوں۔''

''اس وقت جانے کی کیا تک ہے، اتوار کو سہانی کی منگنی ہے۔ میں یہ کارڈز لے آیا ہوں...... جس جس کو بھیجنے ہیں نام لکھ کر بھجوا دو۔''

''اس وقت تو میں جا رہی ہوں...... عامر کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے اور اس کی سالگرہ بھی ہے، اگر میں نہیں گئی تو وہ مزید ڈپریس ہو جائے گا۔''

''مگر جانو...... یہ کارڈز کب لکھے جائیں گے اور کب جائیں گے۔ تم جاؤ ضرور مگر جلدی واپس آ کر یہ کام تو مکمل کر لو۔''

''اب منگنی میں کون مہمانوں کو بلاتا ہے۔ آپ نے خوامخواہ کارڈز چھپوائے۔ یوں بھی وہ لوگ تو صرف گھر ہی گھر کے آ رہے ہیں......'' نادیہ نے تنک کر کہا۔ اس کے چہرے سے یوں لگ رہا تھا...... جیسے منگنی اور کارڈز کا اسے ذکر تک پسند نہ ہو۔

''پھر بھی اپنے کزنز کو تو بلایا ہی جاتا ہے...... قریب قریب کے بھی بلائیں گے تو پچاس ساٹھ لوگ تو ہو ہی جائیں گے۔''

''سکندر...... مجھے آنے میں یقیناً دیر ہو جائے گی...... آپ یہ کارڈز پپا کو دے دیں۔ وہ بہت جلدی لکھ لیں گے۔''

''مگر میں نے تو پپا سے کہا تھا کہ یہ کام نادیہ بہت جلدی نمٹا لے گی۔''

''پلیز سکندر...... مجھے اب کارڈز دیکھ کر وحشت سی ہوتی ہے۔ یوں بھی میری رائٹنگ اتنی اچھی نہیں ہے یہ کام آپ پپا سے ہی کروائیں۔ میں نہیں لکھ سکوں گی۔'' یہ کہہ کر وہ رکی نہیں۔ تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی اور سکندر اس کی بے اعتنائی محسوس کر کے ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا کہ وہ جانتا تھا کہ سہانی کی منگنی سے اسے بے حد تکلیف ہو رہی تھی۔ وہ اپنے میکے ہمیشہ اپنے شوہر کے ساتھ جانا پسند کیا کرتی تھی اور آج اس نے ایک مرتبہ بھی سکندر کو اپنے ساتھ جانے کو نہیں کہا تھا۔ وہ یہ سوچ کر اپنے دل میں خجالت محسوس کر رہا تھا کہ عامر نے اس رشتہ ٹوٹنے سے بہت اثر لیا ہے۔ نادیہ کی پوری فیملی عامر کی بیماری کی وجہ سے بے حد پریشان سی ہو گئی ہے۔ ''سہانی کاش تم ایسا نہ کرتیں...... تو آج یہ دونوں گھرانے خوشی سے ہمکنار ہوتے...... کاش...... !''

☆☆☆

رات کا وقت تھا...... شاداب ہاؤس کو رنگ برنگے قمقموں سے ایسا سجایا گیا تھا کہ وہ دور سے ہی کوئی محل نظر آ رہا تھا۔ ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں خواتین مہمان بیٹھی ہوئی تھیں۔ شاداب خالہ بناری ساڑی اور بھاری جیولری میں ادھر ادھر گھوم رہی تھیں۔ ساٹھ سال سے اوپر کی ہونے کے باوجود ان کے چہرے کی سرشاری نے انہیں فریش رکھا ہوا تھا۔

نادیہ بھی اچھے کپڑوں میں ملبوس تھی...... مگر اس کے چہرے کی اداسی چھپائے چھپ نہیں رہی تھی۔

نادیہ ہمیشہ لائٹ سا میک اپ کرنے کی عادی تھی مگر آج اس نے قصداً ڈارک میک اپ کیا ہوا تھا۔ شاید وہ اپنے آپ کو خوش دکھانے کی سعی بھی کر رہی تھی۔

کوئی اسے پکارتا تو وہ چونکی ہو کر متوجہ ہو رہی تھی۔ وہ خود اس تقریب میں ضرور تھی مگر اس کا دل اپنے بھائی کے من میں اٹکا ہوا تھا۔

جس کو گزشتہ پانچ روز سے تیز بخار تھا...... اور جو اپنا سر بخار کی حالت میں تکیے پر پٹخ رہا تھا۔ عزیز خالو، سکندر بھائی مہمانوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

میں، امی، پھپھو اور ماہ نور کے ساتھ پچھلی کرسیوں پر بیٹھا یہ سب تماشا دیکھ رہا تھا۔

''ظفر آپ کی خالہ تو اتنی ہی خوش نظر آ رہی ہیں جتنی کہ سہانی کی پہلی منگنی پر تھیں......'' ماہ نور نے آہستگی سے مجھ سے کہا۔

''بعض لوگ خوش رہنے کے لئے ہی پیدا ہوتے ہیں اگر سہانی کی تیسری منگنی بھی ہوتی تو وہ تم کو ایسی ہی خوش نظر آتیں۔'' میں نے جل کر کہا۔

''سارا قصور ماں کا ہے۔ دو جوتے بیٹی کو مارتی تو سارا عشق ہوا ہو جاتا اور اس کی منگنی بھی نہ ٹوٹتی......'' امی نے جل کر کہا۔

''ہر ماں جوتے مارنے والی نہیں ہوتی امی۔'' میں نے ہنس کر کہا۔

''مگر ہر ایسی بیٹی کے لئے جوتے کی ضرورت ضرور ہوتی ہے ماؤں کا بے جا پیار اور لاڈ انہیں بگاڑ دیتا ہے۔'' امی ماہ نور کو دیکھتے ہوئے ایک تیر سے دو شکار کر رہی تھیں۔

ماہ نور یک دم چپ سی ہو گئی اور پھپھو کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ تب میں نے دیکھا امی کے لبوں پر ایک فاتحانہ سی مسکراہٹ کوندر ہی تھی۔

ماہ نور کے لئے میری کوئی ایسی فیلنگز نہیں تھیں جن کو کوئی نام دیا جاتا مگر امی کا سخت اور ہتک آمیز رویہ ناگوار سا گزرتا تھا۔ ابھی سرمد کے گھر والے نہیں آئے تھے۔ گھر میں انتظامی بھاگ دوڑ نظر آ رہی تھی۔ سہانی کی سہیلیوں کا گروپ ڈھولک کے ساتھ بڑے اچھے گیت گا رہا تھا۔ اس میں چند سہیلیاں وہ بھی تھیں جو اس کے ساتھ سنگیت اکیڈمی میں داخل تھیں۔

ایک کے بعد دوسرا گیت بڑا ابھر پور تھا۔

''آؤ...... ماہ نور آگے چل کر گانے سنتے ہیں......'' میں نے ماہ نور کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھاتے ہوئے کہا۔

''امی نے غصے سے مجھے دیکھا مگر میں اسے زبردستی ساتھ لے کر آگے کی جانب آ گیا جہاں کچھ لڑکیاں دھمال ڈالنا بھی شروع ہو گئی تھیں اور اطراف میں بیٹھی ہوئی خواتین تالیاں بجا رہی تھیں۔

نادیہ کو اپنی امی آتی ہوئی نظر آئیں تو وہ حیرت سے آگے بڑھی اور ان سے پوچھنے لگی۔

''امی، آپ کا تو آنے کا ارادہ ہی نہیں تھا۔''

''ہاں نہ ارادہ تھا نہ موڈ۔ مگر میں نے سوچا...... دیکھوں تو سہی...... آخر کون سا شہزادہ ہے وہ...... جس کے لئے سہانی یوں دیوانی سی ہو گئی ہے۔''

''عامر کی طبیعت اب کیسی تھی؟'' نادیہ کو اس وقت بھی بھائی کا زرد چہرہ نظر آ رہا تھا۔

''اس کا بخار اترا تو نہیں، ہاں قدرے کم تھا...... مگر وہ گھر پر نہیں ہے، صبح سے باہر نکلا ہوا ہے...... خدا جانے کہاں کی خاک چھان رہا ہے۔''

ابھی یہ دونوں ماں بیٹی باہم باتیں کر رہی تھیں کہ پھلجھڑیاں چھوڑی جانے لگیں۔۔ معلوم ہوا کہ برات آ گئی ہے۔

نادیہ اپنی امی کو بٹھا کر برق رفتاری سے استقبالیہ خواتین کی جانب بڑھی۔

سرمد سیاہ سوٹ میں بے حد وجیہہ لگ رہا تھا۔ اس کی ایک جانب سین آپا تھیں جو بھاری کامدار ساڑی اور بھاری جیولری میں جوڑا بنائے ہوئے تھیں۔ دوسری جانب سرمد کی اماں جو غرارہ پہنے شاہانہ شخصیت کی حامل نظر آ رہی تھیں دیگر خواتین اور حضرات ان کے پیچھے پیچھے تھے۔

سہانی کی سہیلیاں جو پھولوں کے ٹوکروں کے ساتھ کھڑی تھیں۔ ان پر پھولوں کی پتیاں پھینکتے ہوئے یک زبان گا رہی تھیں۔

لے کے پہلا پہلا پیار
بھر کے آنکھوں میں خمار
جادو نگری سے آیا ہے
کوئی جادوگر!

برمحل اور با موقع گیت سن کر سب کے ہی لبوں پر مسکراہٹ جگمگانے لگی تھی۔

سرمد کو اسٹیج پر لے جا کر بٹھا دیا گیا۔ شاداب خالہ اپنی فیملی کی خواتین کا تعارف اپنی سمدھن اور سرمد سے کروا رہی تھیں۔

نادیہ یہ سب دیکھ کر دور ہی دور تھی اور اپنے آپ کو مصروف ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ بیرے مہمانوں کو فریش جوس پلا رہے تھے۔ ہال کے کونے میں ایک غیر معروف گلوکار......

''کلیوں کا چمن جب کھلتا ہے۔'' بڑی عمدگی سے گا رہا تھا۔

سہانی کی سہیلیوں کا گروپ...... اب اسٹیج کے سامنے دھمال ڈال رہا تھا۔ اوپر کی جانب سے گول گھومتے ہوئے خوبصورت زینے سے جب سہانی نے اپنی سہیلیوں کے ساتھ نیچے اترنا شروع کیا تو سب مہمانوں کی نظریں اسی پر جم گئیں۔ پرپل اور شاکنگ پنک کے امتزاج والے لہنگے میں ٹیکا، ماتھا پٹی لگائے وہ کوئی مغلیہ شہزادی سی لگ رہی تھی۔ سب اس کو دیکھ کر سراہتی نظروں سے پسندیدگی کا اظہار کر رہے تھے۔ سرمد کی آنکھوں کی ستائش صاف دکھائی دے رہی تھی۔

''سہانی بڑی لکی ہے۔ جو اسے ملتا ہے اس کا عاشق ہی ہو جاتا ہے۔ کسی کو زندگی بھر ایک چاہنے والا نہیں ملتا اور اس کے پاس چاہنے والوں کی بھیڑ لگی ہوتی ہے۔'' ماہ نور نے دھیمے لہجے میں کہا۔ بے چارگی اور حسرت اس کے لہجے میں رچی ہوئی تھی۔

''ماہ نور کیا تمہیں بھی کوئی عاشق چاہئے۔''میں نے شرارت سے اس سے پوچھا!

''پاگل ہوگئے ہو کیا، میں تو ایک عام سی بات کہہ رہی ہوں۔''وہ جھینپ کر بولی۔

☆☆☆

رابعہ نے یہ اپنا معمول بنا لیا تھا...... ہر دو گھنٹے کے بعد وہ عمیر کے موبائل پر رنگ ضرور کیا کرتی تھی اور کچھ رسپانس نہ پا کر مایوس ہو جاتی تھی۔ کتنے سارے دن ہو گئے تھے...... مگر اس نے اس کو فون کرنا بند نہیں کیا تھا اور پھر ایک شب اس کا فون عمیر نے ریسیو کرلیا۔

اس کی آواز پہچان کر وہ جیسے رو سی دی۔

''کیا ہوا رابی......؟''وہ اس سے پریشان سے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

''مجھے بتائے بغیر تم کہاں چلے گئے تھے؟''

''یار مجھے تو ایسے ہی ایمرجنسی میں جانا پڑ جاتا ہے، بتایا تو تھا تمہیں...... پروگرام صرف دبئی کا تھا مگر بعد میں وہ ریاض، بحرین تک بڑھ گیا...... واپسی میں شارجہ میں بھی پروگرام کر کے آیا ہوں...... مجھے آئے ہوئے ابھی بارہ گھنٹے ہی تو ہوئے ہیں۔ دوستوں کی وجہ سے ٹھیک سے سو بھی نہیں پایا ہوں۔''

''بہت خوش لگ رہے ہو تم......''اس نے پوچھا۔

''آف کورس، بڑا کامیاب ٹور رہا ہے میرا۔ نیا البم اتنا پسند کیا جائے گا میرا، سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ میرے گیت لوگوں کے لبوں پر ہیں اور اسٹریٹ سانگ بن گئے ہیں۔''

''مبارک ہو۔''

''تھینکس''وہ خوش دلی سے ہنسا۔''اور جانو...... تم کیسی ہو؟''

''بہت برا حال ہے میرا۔''وہ جیسے رو دی۔

''کیوں بھئی...... کیا اب میرے کیسٹ سننے چھوڑ دیے؟''

''وہ تو رہتی زندگی تک سنوں گی، کھانا پینا بھول سکتی ہوں مگر تمہارے کیسٹ سننا نہیں چھوڑ سکتی۔ بھولنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

''پھر کیا بات ہے...... مجھے تو بتا دو......''وہ شوخی سے رازدارانہ لہجے میں بولا۔

''کیا آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ آج کل مجھ پر کیا قیامت بیت رہی ہوگی۔''

''ہاں، ہاں...... کچھ کچھ تو اندازہ ہے مجھے......''وہ پھر ہنسا!

''کیا اندازہ ہے...... کیا جانتے ہو...... بولو!''

''تم یقیناً اپنے کالج کے امتحان میں فیل ہوگئی ہو...... ارے یار...... پڑھنے میں بندہ فیل ہو جاتا ہے یا پاس...... اس میں اتنی فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے، یوں کرو کہ تم ریسٹ کرالو۔''

''یہ بات نہیں ہے عمیر...... تم میرے گھر اور ماحول سے تو واقف ہی ہو...... لوئر مڈل کلاس سے تعلق رکھنے والی لڑکیوں کی اپنی مرضی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی...... یا شاید میں ہی ایسے بدقسمت خاندان سے تعلق رکھتی ہوں...... جہاں میرے لئے فیصلے میری مرضی کے بغیر ہو رہے ہیں...... اور تم اس کو معمولی بات کہہ رہے ہو!''

''بالکل معمولی بات ہے...... تمہارے گھر والوں نے یقیناً تمہارے کنسرٹ پر جانے پر پابندی لگائی ہوگی...... نو پرابلم...... میں اپنی ایک فین زی سے کہوں گا کہ وہ تمہیں پک اور ڈراپ کرے۔ جانو...... تم ہر صورت میں میرے پروگرام میں شرکت کرو گی۔ تمہارا خوشی سے سرشار چہرہ اور فخر سے چمکتی ہوئی آنکھیں مجھے بے حد طمانیت دیا کرتی ہیں اور اب تو تم بھی میری دیگر فینز کی طرح میرے گیتوں پر جھوما کرتی ہو۔ رابی تمہیں معلوم ہے تمہیں دیکھ کر میرا ایک دوست کیا کہہ رہا تھا۔''

''کیا کہہ رہا تھا؟''

''یہی کہ اپنے البم میں اس لمبے بالوں والی لڑکی کو سائن کرلو...... میں نے کہا۔ ابھی نہیں بعد میں کرلوں گا۔ ٹھیک کہا ناں میں نے...... اب تو ہنس دو...... جانو......''وہ شرارتی سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''عمیر...... ہنسی اور مسکراہٹ تو مجھ سے روٹھ گئی ہے...... آج کتنے سارے دن ہو گئے...... رونے کے سوا کچھ نہیں کر رہی ہوں......''وہ گلوگیر سے لہجے میں بولی۔

''جانو خیریت تو ہے ناں۔ تمہارے والد، والدہ تو علیل نہیں ہیں؟''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے......''وہ جھنجلا کر بولی۔

''تو پھر کیا بات ہے...... مجھ سے بات کرتے ہوئے تم ہنسی کی پھلجھڑیاں چھوڑنے کی عادی ہو...... آج تمہارا لہجہ اتنا اداس سا کیوں ہو رہا ہے؟''

''میرا رشتہ آیا ہوا ہے......''اس نے اٹک اٹک کر بتایا۔

''تو پھر...... اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟ لڑکیوں کے رشتے آیا ہی کرتے ہیں؟''

''افوہ...... تم میری بات سمجھ نہیں رہے ہو...... مسئلہ یہ ہے کہ اماں میری شادی بہت جلدی کرنا چاہتی ہیں۔''

''تو کیا ہوا؟ لڑکیوں کی شادی بروقت ہو جانی چاہئے ورنہ بعد میں بڑی مشکل ہو جاتی ہے میری دو چھوٹی بہنوں کی شادیاں میری امی نے بڑی جلدی کر دی تھیں۔ ایک بہن نہیں مانی، وہ آج تک گھر میں بیٹھی ہے۔ رفی آپا مجھ سے بڑی ہیں، ان کے ساتھ کی سب لڑکیوں کی شادیاں ہو چکی ہیں مگر اب ان کی شادی اچھا خاصا مسئلہ بن چکی ہے۔''

''عمیر مجھے لگتا ہے کہ تم اب بھی میری بات نہیں سمجھ سکے ہو۔''رابعہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''جانو...... میں سمجھنے کی کوشش تو کر رہا ہوں...... باقی بات تم مجھے بتاؤ۔''

''اماں میری شادی بہت جلدی کرنا چاہتی ہیں......''اس نے سسکی لی۔

''اس بات پر تم رو رہی ہو۔''وہ ہنسا۔

''کیا یہ رونے کی بات نہیں ہے، میری شادی ہو جائے گی تو کیا تم مجھ سے جدا نہیں ہو جاؤ گے؟''

''بے وقوف لڑکی! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔''

''اچھی بات ہے، یہ تم کہہ رہے ہو؟''وہ روہانسی سی ہوگئی۔

''ہاں جانو...... تم شادی کرلو...... تمہاری شادی سے مجھے بھی خوشی ہوگی۔''

''دماغ خراب تو نہیں ہو گیا تمہارا...... یا مارے غم کے اول فول بک رہے ہو......''وہ یک دم چلا کر بولی۔

''دھیرج مائی ڈیئر دھیرج...... تمہاری شادی ہونے سے ایسا کوئی طوفان نہیں آئے گا جو مجھے کہیں بہا کر لے

جائے اور تمہیں کہیں اور.....شادی کے بعد میرے پروگرامز میں تم اپنے میاں کو بھی لے کر آیا کرنا.....میں ان کے لئے بھی تم کو فری پاس دے دیا کروں گا۔اب تو خوش ہو ناں.....'' وہ ہنس کر بولا۔

''عمیر یہ بات تم کس دل سے کہہ رہے ہو؟''

''پھر میں کیا کہوں؟ مجھے نہیں معلوم کہ میں تمہیں دلاسا کیونکر دوں۔''

''تمہیں اچھا لگے گا کہ میری شادی کہیں اور ہو جائے اور میں تم سے بہت دور چلی جاؤں۔''

''نہیں.....اچھا تو نہیں لگے گا.....!''

''کیا تم یہ سوچ سکتے ہو کہ تمہیں برا کیوں لگے گا.....؟''

''ربو.....تمہاری شادی ہو جائے گی تو تم مجھ سے بات بھی نہیں کرو گی اور شاید میرے کیسٹ سننا بھی چھوڑ دو گی اور کچھ عرصے بعد تمہیں یہ یاد بھی نہیں رہے گا کہ عمیر بھی کوئی تھا.....ہے ناں.....'' وہ اداس سے لہجے میں بولا۔

''تمہیں دکھ ہو رہا ہے ناں.....؟'' رابعہ نے اپنی سسکیاں روکتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں جانو بے حد دکھ ہو رہا ہے، میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں کیا کروں۔''

''ہاں! کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم اپنی اماں کو منع کر دو کہ تمہیں ابھی شادی کرنی ہی نہیں ہے۔'' وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

''یہ سب باتیں میں کہہ چکی ہوں.....مگر اس کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ اپنے ارادوں پر قائم ہیں۔''

''ارے یار.....اتنی جلدی.....میری پیاری سی رابعہ مجھ سے جدا ہو جائے.....یہ تو میں نے واقعی سوچا نہ تھا.....'' عمیر تاسف سے کہہ رہا تھا۔رابعہ نے سسکیاں لیتے ہوئے لائن کاٹ دی۔

''کیا ہوا آپا.....؟'' نازیہ اس کے آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔

''عمیر بہت پریشان سا ہو گیا ہے۔''

''کیا کہہ رہے ہیں وہ؟''

''بس اسے یہ سب بالکل اچھا نہیں لگ رہا۔''

''خالی باتیں بنانے سے کیا فائدہ.....وہ کوئی عملی اقدام کریں.....تو اب بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔''

''کیا کرے گا وہ بیچارا.....میری بات سن کر تو اس پر دکھوں کا پہاڑ گر پڑا ہے، اس قدر مغموم سا ہو گیا ہے وہ۔''

''آپا وہ مرد ہے.....بہت کچھ کر سکتے ہیں.....'' نازیہ نے سمجھایا۔

''پاگل لڑکی.....اس کی حالت تو مجھ سے بھی زیادہ دگرگوں ہو گئی ہے.....'' اس نے کہا۔

''میرا ہنسنے ہنسانے والا عمیر ایسا اداس سا ہو گیا ہے کہ اس کی حالت دیکھ کر میرا دل بھر کر آ رہا ہے۔''

''پتا نہیں کیسی بات کر رہی ہیں آپ.....اس کی حالت کو چھوڑیے اپنی حالت کی فکر کیجئے.....اور اپنے اس ہیرو سے کہیے کہ اگر وہ آپ کو صدق دل سے چاہتے ہیں تو اپنے والدین کو ہمارے گھر بھیجیں۔''

''یہی تو ساری پریشانی کی بات ہے، وہ ان سے بہت ڈرتا ہے۔''

''یہ کیا بات ہوئی بھلا.....وہ ادھر ڈرتے ہی رہیں گے اور ادھر ریل بھی نکل جائے گی۔''

''نہیں یہ بات نہیں ہے.....اصل مسئلہ دوسرا ہے۔''

''دوسرا کون سا ایسا مسئلہ ہے جو ان کی شادی کی راہ میں آڑے آ رہا ہے؟''

''ابھی عمیر سے بڑی بہن گھر میں موجود ہے.....اور بہن بھی پورے پانچ سال بڑی ہے، اسی وجہ سے وہ اپنی شادی کی بات اپنے گھر میں نہیں کر پا رہا۔''

''آپا اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں؟'' نازیہ نے قدرے جھجکتے ہوئے کہا کہ مبادا بہن برا مان جائے۔

''ہاں کہو.....'' وہ سپاٹ سا چہرہ لئے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''عمیر آپ کو پاگل بنا رہا ہے، وہ آپ سے ہرگز شادی نہیں کرے گا، ایسے جھوٹے شخص سے اپنا دامن چھڑائیں۔''

''نہیں نازیہ.....وہ ایسا نہیں ہے، عمیر بہت اچھا ہے، میں اس سے بہت محبت کرتی ہوں۔''

''آپ اس سے محبت کرتی ہیں، یہ تو بالکل سچ ہے مگر وہ آپ سے محبت نہیں کرتا۔''

''تم تو ایسا نہ کہو.....بہن ہو کر میرے دل پر برچھیاں مار رہی ہو۔''

''آپا.....سچی بات برداشت کرنا سیکھیں۔عمیر ایک بزدل شخص ہے اور وہ آپ کے لئے کچھ نہیں کرے گا۔آپ اسے دفع کریں اور اجمل بھائی سے شادی کر لیں۔وہ ایسے نہیں ہیں جیسے آپ سمجھ رہی ہیں۔''

''نازیہ اس ضمن میں، میں سو فی صد مایوس نہیں ہوئی ہوں.....اب مجھے ہی کچھ کرنا ہوگا.....اس کا اندازہ مجھے ہو رہا ہے۔'' رابعہ دور کہیں دیکھتے ہوئے بولی۔

''آپ کیا تیر مار لیں گی.....آپ کچھ نہیں کر سکتیں.....اماں کو دیکھ نہیں رہیں آپ.....ایسی نگرانی کر رہی ہیں جیسے ہم ہاؤس اریسٹ ہوں۔''

''تم دیکھتی جاؤ، میں کیا کرتی ہوں.....'' وہ زیر لب بڑبڑائی اور چادر لے کر کروٹ بدل کر سونے لگی۔

''اگلی صبح.....وہ کالج کی یونیفارم پہنے کھڑی تھی.....کالج کا بیگ بھی کاندھے سے چمٹا ہوا تھا.....بڑی سی چادر ہمیشہ کی طرح اچھی طرح سے لی گئی تھی۔

''میں نے کالج جانے سے منع کیا ہے ناں.....؟'' اماں نے اسے دیکھتے ہوئے درشت لہجے میں کہا۔

''پیاری اماں.....میں صرف چھٹی کی درخواست دینے جا رہی ہوں تاکہ کالج سے نام نہ کٹنے پائے.....میں یوں گئی اور یوں آئی.....'' وہ اماں کے گلے میں لاڈ سے بانہیں ڈالتے ہوئے بولی۔

''اچھا جلدی آنا تم.....'' اماں کا موڈ بھی شاید بہتر تھا.....انہوں نے جانے کی اجازت کچھ سوچ کر دے دی.....کہ اتنے دنوں سے وہ دیکھ رہی تھیں کہ رابعہ اپنے کمرے سے باہر تک نہیں نکل رہی تھی۔

تب رابعہ برق رفتاری سے باہر نکلی، مین روڈ پر آ کر رکشا روکا اور اس میں گرنے کے انداز میں بیٹھتے ہوئے بولی۔''محمد علی سوسائٹی جانا ہے۔'' رکشا پھٹ پھٹ کر کے بھاگ رہا تھا اور اس کے کانوں میں عمیر کے نغمے گڈمڈ ہو رہے تھے۔

''میرا پیا گھر آیا.....میرا جیا لہرایا
صنم گھر آؤ ہمارے.....
میں چوموں قدم تمہارے
یاسمین کا پھول جب تحفہ دیا تھا، اس گھڑی
میری دنیا آپ کی دنیا میں ضم ہونے لگی

☆☆☆

جسے مل جائے کسی کے دل میں جگہ
پھر اسے دوستو! دُنیا کی کیا پروا
گر چھوڑ جائے اسے سارا جہاں
تو پھر بھی نہیں ہوتا کبھی وہ تنہا

عمیر کا مین روڈ کا سفید مکان اسے اچھی طرح یاد تھا بلیک بڑا سا آہنی گیٹ بھی اس کی نظروں میں تھا مگر اس وقت اسے تمام گلیاں اور تمام مکان ایک جیسے لگ رہے تھے۔

پورا ایک گھنٹہ ہو گیا تھا اور عمیر کا مکان اسے مل کر نہیں دے رہا تھا۔ جب وہ بالکل ہی مایوس ہو گئی تو اچانک اسے خیال آیا کہ گلوکار عمیر کا مکان تو سب جانتے ہوں گے۔ ایک بچے سے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا کر ایک مکان کی جانب اشارہ کر دیا۔ جس گیٹ کو وہ بلیک سمجھی تھی وہ ڈارک براؤن تھا، اس مکان کے سامنے سے وہ کم از کم دس بار رکشے والے کو دوڑا چکی تھی۔ عمیر کا گھر دیکھ کر یکدم ساری تھکن ہوا ہو گئی۔ رکشے والے کو فارغ کر کے اس نے چادر بیگ میں ڈالی اور چشمہ لگا کر آگے بڑھی اور دروازے کی بیل بجائی۔ ملازم باہر آیا تو اس نے گلوکار عمیر سے ملنے کو کہا۔

''چھوٹا صاحب تو ابھی سو رہا ہے۔''

''میں اخبار کے دفتر سے آئی ہوں ان کے والدین سے ملنا ہے۔''

ملازم اس کو لے کر اپنے ساتھ چلا گیا۔ اس وقت ایک ٹیبل کے گرد بیٹھے ہوئے گھر کے مکین ناشتا کر رہے تھے۔

''آپ کون ہیں؟ اور یوں کیوں اندر چلی آئی ہیں؟'' عمیر کے والد نے اس سے حیران ہو کر کہا۔

''میں عمیر کی فین ہوں۔''

''اس کی فین ہو تو اس کے پروگرام میں جاؤ، یہاں کیا کرنے آئی ہو؟'' عمیر کی ماں نے اکھڑ سے لہجے میں کہا۔

''عمیر نے بلایا تھا مجھے؟'' اس نے اپنے اوپر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''آج تک اس نے کسی لڑکی کو اپنے گھر میں نہیں بلایا تو تمہیں کیوں بلا لیا......'' اب اس کی غالباً بہن ناشتا چھوڑ کر اس کے پاس آ کھڑی تھی اور گہری نظروں سے اس کا جائزہ لے رہی تھی۔

''باجی...... میں اور عمیر بڑے کلوز فرینڈ ہیں ...... انہوں نے مجھ سے کہا تھا...... کہ وہ مجھے آپ لوگوں سے متعارف کروانا چاہتے ہیں۔''

''مگر کیوں ملوانا چاہتے ہیں؟ کس حیثیت سے آئی ہیں آپ ہمارے گھر؟'' عمیر کی بہن اس کی کلاس لے رہی تھی۔

''یہ تو آپ ان سے بھی پوچھ سکتی ہیں۔'' اس نے قدرے شرما کر کہا۔

''تم اپنے منہ سے خود پھوٹو کہ کیوں آئی ہو تم ہمارے گھر۔''

''عمیر مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں؟'' اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''دماغ خراب تو نہیں ہو گیا لڑکی تمہارا......''

''وہ چوبیس سال کا لڑکا شادی کرے گا تم سے......'' عمیر کی ماں دہاڑتی ہوئی آواز میں اس کے سر پر پہنچ چکی تھیں۔ ''سچی سچی بتاؤ...... تم کو کن لوگوں نے بھیجا ہے ہمارے گھر؟''

''کسی نے نہیں بھیجا، میں خود آئی ہوں۔''

''جانتی ہو، عمیر کون ہے۔'' اس کی ماں نفرت سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''جانتی ہوں، جب ہی تو آئی ہوں آپ کے پاس۔''

''تم کچھ نہیں جانتیں...... اپنے آپ کو بھی شاید بھول گئی ہو...... جو امیر گھرانے میں نقب لگانے آئی ہو۔''

''وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں......'' اس کے لب تھرتھرائے...... اتنی بے عزتی اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

''اس کی یہ مجال کہ ہم سے پوچھے بنا راہ چلتی لڑکیوں سے ناتا جوڑے۔''

''میں سچ کہہ رہی ہوں...... آپ بے شک ان کو بلوا کر پوچھ لیں......'' وہ رو دی...... اس کا رواں رواں جیسے زلزلوں کی زد میں تھا...... پتا نہیں کس طرح وہ ان کے سامنے کھڑی تھی۔

''باہر نکلو یہاں سے اور آئندہ کبھی قدم نہیں رکھنا۔ تم جیسی لڑکیاں، مشہور لڑکوں پر ایسے ہی کمند پھینکا کرتی ہیں۔''

''آپ عمیر کو بلوا کر پوچھ لیں...... میں سچ کہہ رہی ہوں۔'' وہ گڑگڑائی۔

''دفع ہو یہاں سے اور آئندہ یہاں آنے کا سوچا بھی تو پولیس کو بلوا لوں گا۔ یہ ناز و ادائیں کسی اور جگہ جا کر دکھاؤ...... جس کا بھاؤ بھی تمہیں مل جائے۔'' عمیر کے باپ نے نفرت سے دیکھتے ہوئے اس سے کہا اور مارے شرمندگی اور غم کے وہ جامد سی ہو گئی...... اسے یوں لگا جیسے کسی نے اس کے پیروں پر میخیں ٹھونک دی ہوں۔

''کیسی بے غیرت سی لڑکی ہے...... اتنی باتیں سننے کے بعد کیسے جمی کھڑی ہے۔''

''ایسی لڑکیوں کا عزت سے کیا تعلق۔''

''ارے یہی تو ان کا وطیرہ ہوتا ہے، پیسے مانگنے کے طریقے ہوتے ہیں۔''

''سنو لڑکی...... تم جس پلان کے تحت آئی ہو، وہ تمہارا پورا نہیں ہو سکتا...... تم جیسی فاحشہ کا سایہ بھی میں اپنے بچے پر پڑنے نہیں دوں گی۔ فوراً نکلو، ورنہ چوکیدار کو بلاتی ہوں جو تمہیں دھکے دے کر باہر نکالے گا۔''

تب وہ مایوس اور نامرادی باہر نکل آئی، قدم ایسے من من بھر کے ہو رہے تھے کہ چلنا اسے دوبھر لگ رہا تھا۔

رکشے والا...... باہر قریبی دکان سے سگریٹ لے کر پی رہا تھا۔ ''بی بی واپس جانا ہے کیا؟''

''ہاں!'' وہ دوبارہ رکشے میں گر سی گئی۔ عمیر کے گھر والوں کی باتیں...... پتھر بن کر اس کو زخمی کر رہی تھیں۔ اس کا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ ہاتھ پیر بالکل ٹھنڈے ہو گئے۔ ایسی بے عزتی کے بارے میں اس نے کبھی سوچا تک نہ تھا۔

لشتم پشتم...... جب وہ گھر پہنچی تو دروازہ اماں نے ہی کھولا۔

''تم تو کہہ رہی تھیں کہ دس منٹ میں کالج سے واپس آ جاؤ گی۔ تمہیں تو پورے ڈھائی گھنٹے لگے ہیں۔''

''ہاں اماں، اس کالج کا راستہ بھول گئی تھی۔''

''پاگل تو نہیں ہو گئی کیا؟'' اماں نے اس کے شانے جھنجوڑ کر پوچھا۔

اور وہ...... ان کے ہاتھوں سے پھسلتی ہوئی...... کھڑے قد سے نیچے آ گری......!

☆☆☆

لوگ بند آنکھوں سے خواب دیکھتے ہیں اور آج وہ کھلی آنکھوں سے خواب دیکھ رہی تھی۔ سہانی کو لگ رہا تھا کہ وہ کسی شہزادی کی طرح سرمد کے پہلو میں کسی اُڑنے والے قالین پر بیٹھی ہو اور قالین اسے اُڑائے لے جا رہا ہو...... اور بالآخر وہ قالین کسی خوبصورت محل میں جا اترا ہو...... تب سرمد کا ہاتھ پکڑے وہ پھولوں کی روش پر چل رہی ہو اور دائیں بائیں کھڑی ہونے والی خواتین کی قطار...... اس کو دیکھ کر خیر مقدمی گیت گا رہی ہوں۔

اور کبھی اسے یوں لگتا کہ وہ کسی تیز رفتار گھوڑے پر سرمد کے ساتھ سوار ہو اور کسی انجانی منزل کی طرف رواں دواں ہو۔ طویل مسافت کے بعد وہ گھوڑا کسی گلستاں میں جا کر ٹھہر گیا ہو...... جہاں ہر رنگ کے پھول اتنے زیادہ ہوں کہ تاحدِ نگاہ سوائے پھولوں کے کچھ نظر نہ آتا ہو۔ ایک سانس لے کر سہانی مسحور سی ہو گئی۔ ایسے محسوسات تو اس کے کبھی نہیں ہوئے تھے۔

منگنی کی تقریب ختم ہونے کے بعد وہ کب سے یونہی آنکھیں موندے لیٹے ہوئے جاگتی آنکھوں سے یہ خواب دیکھ رہی تھی۔ اس کی منگنی کا شرارہ سامنے صوفے پر پھیلا ہوا تھا۔ تمام زیورات سامنے ڈریسنگ ٹیبل پر دھرے تھے اور وہ خود شب خوابی کے گاؤن میں، بستر پر دراز...... اپنی منگنی کی انگوٹھی کو غور سے تکے چلے جا رہی تھی۔ انگوٹھی کے ہر نگینے میں اسے سرمد کی تصویر نظر آ رہی تھی جو اس کے کان میں کچھ کہہ بھی رہی تھی۔ "کیا کر رہے ہو تم!" اس نے انگوٹھی اپنے چہرے سے مس کرتے ہوئے دھیرے سے پوچھا اور پھر مسکرا کر سرمد کے موبائل کے نمبر پش کرنے لگی۔

سرمد نے موبائل کی ننھی سی اسکرین پر سہانی کا نمبر دیکھا اور ایک نظر وال کلاک پر ڈالی...... رات کے تین بجے کا عمل تھا۔

"ابھی تک سوئیں نہیں تم......؟" سرمد خوابیدہ لہجے میں بولا۔

"نیند ہی نہیں آ رہی تو کیا کروں؟" سہانی کا لہجہ معصومیت بھرا تھا......

"نیند کیوں نہیں آ رہی...... ؟ کوئی وجہ تو ہو گی۔" اب اس کے لہجے میں شوخی کے ساتھ شرارت بھی گھلی ہوئی تھی۔

"آپ کی وجہ سے نیند نہیں آ رہی۔" وہ قدرے جھنجلائی ہوئی آواز میں بولی۔

"میری وجہ سے؟ میرا نام کیوں لگا رہی ہو؟" وہ ہنسا۔

"کل آپ کیا کہہ رہے تھے...... کہ مجھے ایک بات کا ہمیشہ خیال رکھنا ہو گا۔" سہانی نے سرمد کا جملہ دہراتے ہوئے کہا۔

"اس وقت سحر ہو رہی ہے...... سو جاؤ...... رات کو ڈنر پر ملو گی تو بتا دوں گا۔"

"ابھی بتا دیجئے ناں، ورنہ ایک پل کی بھی نیند نہیں آئے گی۔" بے صبرا پن اس کے لہجے میں نمایاں تھا۔

"سہانی...... شاید تمہیں میری یہ بات عجیب لگے مگر میں اپنی ہر چیز کو اپنے حساب سے دیکھ کر زیادہ خوش ہوتا

[illegible]" سرمد نے کھنکار کر اسے واضح انداز میں سمجھاتے ہوئے کہا۔

"میں کچھ بھی نہیں۔ آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں؟ پلیز! آسان سے لفظوں میں بتا دیجیے۔" وہ ہنوز پریشان سی تھی۔

"سہانی میری یہ خواہش ہے کہ تم میرے پسندیدہ رنگوں میں ہمیشہ سجی رہنا، روز ہاتھوں میں پھول لگایا کرنا اور میری پسند کو ہمیشہ اپنی پسند سمجھنا......" سرمد دھیمی سی ہنسی کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

"تھینکس گاڈ...... میں تو ڈر ہی گئی تھی۔" سہانی گہری سانس لے کر بولی۔

"اچھا...... اس میں ڈرنے کی کون سی بات تھی بھلا......؟"

"میں سمجھی...... پتا نہیں آپ کیا کہنے والے ہیں۔"

"کیا میں نے کچھ غلط کہا؟" چاہتوں بھرا لہجہ سوالیہ بن گیا تھا۔

"سرمد آپ جیسا محبت کرنے والا اور خیال رکھنے والا ساتھی تو قسمت والوں کو ملا کرتا ہے۔"

"یہ ہوئی نا بات! اسی کو تو انڈر اسٹینڈنگ کہتے ہیں......" وہ سرشاری سے بولا۔

"اچھا یہ بتائیے...... آج میں کس رنگ کا سوٹ پہنوں؟"

"میرا فیورٹ کلر تو نیوی بلیو ہے......" وہ چاہت بھری ہنسی ہنس رہا تھا۔

"مگر آپ کو یہ کیسے پتا چلا کہ یہ کلر میرا بھی ہائی فیورٹ ہے...... میری وارڈ روب بلیو کلر کے ہر شیڈ سے بھری ہوئی [illegible]"

"جادوگر جو ہوں......" اب اس کا لہجہ شرارت سے مزین تھا۔

"آپ بھی کہتے ہوں گے کہ میں نے آپ کی نیند خراب کر دی...... آپ سو جائیں۔"

"اب کہاں سو پاؤں گا۔ نیند تو میری آنکھوں سے بھاگ گئی ہے۔"

"اس میں میرا کیا قصور؟"

"اب مجھ سے باتیں [illegible]" وہ [illegible] لہجے میں بولا۔

"آپ بہت اچھے لگ رہے تھے...... بلیک سوٹ آپ پر بہت سج رہا تھا۔" سہانی نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"[illegible] جو بھی پہن لوں...... ہر کپڑا مجھ پر کھل اٹھتا ہے......"

"ہاں، یہ بات تو ہے۔ شلوار قمیص بھی آپ پر بہت اچھا لگتا ہے۔"

"جم جو جاتا ہوں باقاعدگی سے......" وہ فخر آمیز لہجے میں بولا۔

"آپ کی ہائٹ بھی تو بہت اچھی ہے...... آج کل چھ فٹ تین انچ قد...... کہاں ہوتا ہے!"

"ہاں، یہ تو ہے، لڑکیاں تو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اپنا قد بڑھا لیتی ہیں مگر لڑکے بے چارے تو کچھ بھی نہیں کر سکتے ہیں......"

"آپ مجھے تو ایسا نہ کہیں...... میرا قد تو فائیو...... فائیو ہے......" سہانی نے ہنس کر کہا۔

"مگر سینڈل پہن کر تو تم فائیو...... سکس کی ہو جاتی ہو ناں!"

"فینسی قسم کے ڈریس کے ساتھ ہیل پہننا ضروری ہو جاتا ہے۔"

''تم لڑکیوں کی مجبوریاں کتنی مفید سی ہوتی ہیں۔ بے چارے لڑکوں کی تو نہیں ہوتیں، اگر کوئی لڑکا چھوٹے قد کا ہے تو وہ ویسا ہی نظر آئے گا۔''

''چھوٹے قد سے مجھے کتنی نفرت ہے، میں بتا نہیں سکتی..... نہ جانے مجھے کیوں ایسا لگتا ہے..... چھوٹے قد کا مرد، چھوٹے دل کا بھی ہوگا اور چھوٹے ذہن کا بھی۔'' سہانی نے تمسخر بھرے لہجے میں کہا تو سرمد ہنس پڑا۔

☆☆☆

وہ اس کے مقابل بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے ملکوتی چہرے سے سرمد کی نظریں ہٹ نہیں رہی تھیں..... نیوی بلیو ساڑی پر وائٹ نگوں کا کام بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔ جیولری بھی وائٹ پہنی ہوئی تھی..... گولڈن بال اس کی پشت پر کسی آبشار کی طرح پھیلے ہوئے تھے..... سرمد نے سراہتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں نے تو خواہ مخواہ ہی منگنی کروائی۔ مجھے کیا پتا تھا کہ ایسا بھی ہوگا.....''

سہانی نے چونک کر سرمد کو دیکھا اور یاس بھرے لہجے میں بولی۔ ''منگنی کے بعد کیا آپ کو افسوس ہو رہا ہے؟''

''ہوں.....'' سرمد نے اپنا سر رضامندی میں ہلایا اور اپنی نظریں اس کے چہرے سے ہٹا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

''اگر ایسی بات تھی تو آپ پہلے ہی منع کر دیتے..... خواہ مخواہ مجھ سے زبردستی کی منگنی کیوں کر لی؟''

''ہاں سہانی..... افسوس تو ہمیشہ بعد میں ہی ہوتا ہے..... اس لئے مجھے بھی اب ہو رہا ہے کہ میں نے تم سے منگنی کیوں کر لی.....'' سرمد اس سے نظریں چرائے اپنے دونوں ہاتھ ملتا ہوا کہہ رہا تھا۔

''افسوس ہمیشہ بعد میں ہی ہوتا ہے۔'' سہانی کا چہرہ مارے دکھ اور بے عزتی کے پیلا سا پڑ گیا..... چند لمحے پہلے جو جوس وہ رغبت سے پی رہی تھی..... اس کا گلاس اس نے پیچھے کر دیا۔ سرمد..... منگنی کے بعد کیا کہہ رہا تھا..... اس کے تو ہوش ہی اڑ کر رہ گئے تھے۔ سہانی کو مزید پریشان ہوتا دیکھ کر..... وہ بے اختیار ہنس پڑا.....

''آپ ہنس رہے ہیں مگر مجھے رونا آ رہا ہے.....'' وہ اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا..... جہاں آنکھوں میں آنسو قطار لگائے کھڑے تھے۔ ''رونے کی ضرورت نہیں، یہ افسوس کا مقام ہے۔''

''آپ کی باتیں سن کر مجھے بھی افسوس ہو رہا ہے.....'' وہ روہانسی سی ہوگئی۔

''ہونا بھی چاہئے کہ یہی تو افسوس ہے کہ منگنی کیوں ہوگئی..... ڈائریکٹ شادی ہونا چاہئے تھی..... اب تم سے دوری برداشت نہیں ہوتی۔'' وہ اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے کہہ رہا تھا۔ سرمد کی شرارت جان کر سہانی سرشاری ہوگئی اور سرمد کی کمر میں ایک مکا لگایا اور سرمد اسے مسکراتا ہوا دیکھ کر نہال سا ہوگیا.....!

☆☆☆

شاداب ہاؤس میں رات کا کھانا ٹھیک نو بجے کھایا جاتا تھا۔ آج بھی نادیہ نے جب ٹیبل سیٹ کر کے آواز دی تو ممی لاؤنج سے اٹھ کر ڈائننگ ہال میں آ گئیں.....

''آج پپا ہمارے ساتھ کھانا نہیں کھائیں گے؟'' سکندر نے ماں سے پوچھا۔

''ان کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے، میں نے دودھ کا گلاس بھجوا دیا ہے ان کے لئے.....''

''اور سہانی کیوں نہیں کھا رہی.....؟'' نادیہ نے سکندر کو تیکھے چتونوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''دوپہر کو وہ اپنے کالج میں ہوتی ہے اور اس کے بعد اپنے اسٹی نیوٹ..... اور جب آتی ہے تو کھانا اپنے

ر..... میں ہی منگوا لیتی ہے.....!'' ممی نے نادیہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ انہیں نادیہ کا اس طرح بولنا کبھی اچھا نہیں لگتا تھا

''آج کل تو وہ کالج جانے کے بجائے، سرمد کے ساتھ گھوم رہی ہے۔ ایک، دو دفعہ میں نے خود دیکھا ہے اسے ..ل میں.....'' سکندر کے لہجے میں برہمی رچی ہوئی تھی۔

''منگیتر ہے وہ اس کا۔'' وہ بے پروائی سے بولیں..... جیسے سہانی کا سرمد کے ساتھ گھومنا کوئی بری بات ہی نہ .. نادیہ ماں بیٹے کی باتیں صرف سن رہی تھی..... ان کی باتوں میں دلچسپی لینے کے بجائے وہ کھانا کھانے کی طرف .. تھی۔

''امی آپ بھی کیسی باتیں کرتی ہیں! بعض دفعہ تو مجھے حیرت ہوتی ہے۔''

''ارے بھئی سرمد..... منگیتر ہے سہانی کا..... اگر وہ دونوں گھومتے پھرتے ہیں تو گھومنے دو..... اچھا ہے انڈر اسٹینڈنگ ہو جائے گی دونوں میں.....!''

''اگر ایسا ہی گھومنا پھرنا تھا تو منگنی کرنے کی کیا ضرورت تھی شادی کر دینی چاہئے تھی.....'' سکندر بدستور اپنے ..قف پر قائم تھا۔

''شادی کون سا دور ہے۔ مارچ میں وہ بھی ہو جائے گی اور جب وہ چلی جائے گی..... تو گھر بالکل ہی خالی ہو جائے گا۔ جب اس کے بغیر گھر کاٹنے کو آئے گا..... تب تمہیں پتا لگے گا کہ بہن کیا ہوتی ہے اور اس کی اہمیت اور رونق ..ہوتی ہے۔''

سکندر خاموش رہا، اس نے ماں کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

''لوگ تو چھ چھ بہنوں کو ایسے کلیجے سے لگا کر رکھتے ہیں۔ تمہاری تو صرف ایک ہی بہن ہے..... اور وہ بھی اس گھر میں کچھ دنوں کی مہمان ہے.....''

سہانی کا اتنی تفصیل سے ذکر..... نادیہ سے برداشت نہیں ہوتا تھا۔ ایک ایسی لڑکی جس کی وجہ سے اس کے بھائی کی زندگی درہم برہم ہوگئی تھی..... نادیہ کو اب کس طرح اچھی لگ سکتی تھی..... وہ اپنی پلیٹ کھسکا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''تم کہاں چل دیں؟'' سکندر نے بیوی سے پوچھا۔

''میں کھانا کھا چکی..... فدا حسین سے کہہ دوں گی آپ کے لئے چائے بنا دے۔''

''ہاں..... ہاں..... بنوا لو..... مگر اسٹرانگ سی بنوانا!''

''ممی آپ چائے لیں گی؟'' اب نادیہ کا رخ اپنی ساس کی جانب تھا۔

''چائے تو نہیں..... ہاں کافی بنوا دو..... آج مجھے ٹھنڈی لگ رہی ہے۔'' وہ اپنے اطراف شال لپیٹتے ہوئے بولیں۔ نادیہ فوراً ہی کچن میں چلی گئی..... سکندر ٹی وی آن کر کے مختلف چینلز سرچ کرنے لگا اور شاداب بیگم زیرلب بڑبڑانے لگیں۔ ''یہ اتنی سردی میں، بغیر بتائے سہانی کہاں چلی گئی.....''

☆☆☆

سرمد کی تین آپایوں تو ہر ہفتے ہی ماں کے پاس آتی تھیں مگر جب ان کے بچوں کے امتحانات ہو رہے ہوتے تو وہ تاخیر سے بھی آتی تھیں۔ اماں جان، بیٹی کے انتظار میں ایک ایک دن گنا کرتی تھیں۔ آج وہ آنے والی تھی تو اماں صبح

سے ہی باورچی کے سر پر سوار تھیں اور نواسے نواسیوں کے پسند کے کھانے بنوا رہی تھیں۔ وہ ان کے نادر شاہی احکام سن کر پریشان ہو جاتا تھا۔ ''فہد شاہی ٹکڑے کھائے گا اور عدنان شاہی ٹکڑے نظر بھر کے دیکھے گا بھی نہیں۔ اس کے لئے پڈنگ بنے گی.....

''سارہ کو بروسٹ پسند ہے اور میری بیٹی کو تلی ہوئی مچھلی اچھی لگتی ہے۔ مسالے والی سندھی بریانی بھی بنے گی اور تھوڑا سادہ پلاؤ بھی۔'' آپا جب گھر پہنچیں تو اماں ہنوز باورچی خانے میں ہی تھیں۔ بیٹی کو دیکھ کر وہ نہال سی ہو گئیں۔

''اماں آپ کی ٹانگوں میں درد چل رہا ہے۔ آپ کیوں باورچی خانے میں کھڑی ہیں؟''

''آج تو صبح سے کھڑی ہیں اماں جی.....'' ملازم نے شکایتی لہجے میں کہا۔ ''باجی جب آپ آتی ہیں تو اماں جی کا دل چاہتا ہے آپ کے لئے اور آپ کے بچوں کے لئے ہر چیز پکے اور خوب مزے کی بنے..... میں لاکھ کہوں کہ میں خود پکا لوں گا مگر ہر چیز اپنی نگرانی میں پکواتی ہیں۔''

''اماں آپ کو اپنا بالکل بھی خیال نہیں ہے۔ آیئے اپنے کمرے میں چلئے۔'' سبین ماں کو سہارا دے کر ان کو کمرے میں لے آئی..... بچے تو آتے ہی کمپیوٹر اور ٹی وی کی جانب لپک گئے تھے۔

''بہت دنوں بعد آئی ہو..... جلدی جلدی آیا کرو..... جب کہ پتا بھی ہے کہ میں ہمہ وقت تمہارا انتظار کرتی رہتی ہوں۔''

''اماں میں تو گھر میں مہمان داری میں مصروف تھی..... میرے جیٹھ اور جٹھانی باہر سے آئے ہوئے تھے چونکہ میرے گھر پر ہی اترے تھے اس لئے ان سے ملنے والوں کی بھی آمد جاری تھی.....! ایسے میں مجھے ہر وقت اپنے گھر پر ہی رہنا چاہئے تھا کہ مہمانوں کے مہمان بھی آ رہے تھے..... مگر سرمد کو دیکھیے پورے دو ہفتے ہو گئے..... نہ میرے پاس آیا اور نہ ہی کوئی مجھے فون کیا۔''

''ارے بیٹا سرمد کو تو آج کل سر کھجانے کی بھی فرصت نہیں ہے.....'' اماں نے ہنس کر کہا۔

''آفس میں کام زیادہ ہے ان دنوں؟''

''سہانی کی ڈیوٹی سنبھال رہے ہیں آج کل! روزانہ ہی کہیں نہ کہیں گھومنے چلے جاتے ہیں۔ کتنے ہی دن ہو گئے..... آفس سے سیدھا اس کے پاس چلا جاتا ہے اور پھر رات گئے آتا ہے۔ رات کا کھانا بھی گھر میں نہیں کھاتا۔''

''اماں تو پھر آپ یوں کہیے ناں عشق نے ہمارے سرمد کو خوب نکما کر دیا ہے۔'' سبین نے ہنس کر کہا۔

''ہاں یہی بات ہے۔'' اماں بھی بیٹی کی بات سن کر مسکرانے لگیں۔

''سہانی کی ماں کیا اپنی بیٹی کو روکتی ٹوکتی نہیں ہیں کہ شادی سے پہلے منگیتر کے ساتھ اس طرح بے مہار نہیں گھومنا چاہئے۔ کل کلاں کوئی اونچ نیچ ہو جائے تو۔'' سبین نے فکرمندی سے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ اس کی ماں کا شمار ان عورتوں میں ہوتا ہے جو اپنی لڑکیوں کو غلط سلط باتوں پر روکنا اور ٹوکنا بھی ضروری نہیں سمجھتیں..... وہ اپنی تمام کوتاہیاں اپنے ماڈرن سراپے میں چھپائے ہوئے ہیں۔''

☆☆☆

کراچی میں بارش گرمیوں میں ہو یا سردیوں میں..... بارش دیکھتے ہی منچلے لوگ ساحلِ سمندر کا رخ کرتے ہیں..... ابھی بوندا باندی شروع ہی ہوئی تھی سرمد..... اپنے آفس سے اٹھ کر سہانی کے کالج پہنچ گئے!

اس وقت اردو کا پیریڈ چل رہا تھا..... جب سہانی کے موبائل پر سرمد کا SMS آیا..... ''میں باہر کھڑا ہوں فوراً آ جاؤ۔''

مس مبارکہ انتہائی سخت لیکچرر..... اپنی کلاس میں ایسی خاموشی چاہتی تھیں کہ پن بھی گرے تو آواز سنائی دے۔ ان سے اجازت تو کسی صورت میں نہیں مل سکتی تھی۔ مس مبارکہ جب بلیک بورڈ پر کچھ لکھنے کے لئے مڑتیں تو سہانی اپنی سیٹ سے ایک سیٹ پیچھے چلی جاتی اور یوں آہستہ آہستہ وہ باہر کے دروازے والی سیٹ تک جا پہنچی اور پھر موقع پاتے ہی وہ باہر نکل گئی۔

''کیا ضرورت تھی اس وقت آنے کی، جب کہ آج باہر کا کوئی پروگرام بھی نہیں تھا.....'' وہ اب اس کے سامنے کھڑے اپنے دونوں ہاتھ اپنی کمر پر ٹکائے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ ''بارش میں..... اگر گاڑی بند ہو گئی تو؟''

''میری گاڑی تمہارے پاپا جیسی نہیں ہے..... بند نہیں ہو گی۔'' سرمد نے ہنس کر کہا۔

''میرے پاپا اپنی گاڑی سے بہت پیار کرتے ہیں۔ جب ہی تو وہ اسے چینج نہیں کرتے.....'' وہ اس کے ساتھ بیٹھی کہہ رہی تھی اور سرمد گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اس کے چہرے پر پھسلتے ہوئے بارش کے قطروں کو دیکھ رہا تھا..... جو یوں پھسل رہے تھے..... جیسے گلابی ساٹن پر سے پھسل رہے ہوں۔

سی ویو پہنچتے ہی وہ کسی بچے کی طرح خوش ہو رہی تھی۔ گھوڑے تو کیا اونٹ تک پر اس نے سواری کر لی تھی اور اسے یوں ہنستا مسکراتا دیکھ کر سرمد کو بھی دلی طمانیت محسوس ہو رہی تھی۔

''پانی میں چلو گی؟'' وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا بولا۔

''نہیں پانی سے مجھے ڈر لگتا ہے..... نہ خود جاؤں گی اور نہ ہی تم کو جانے دوں گی۔''

''اب تو ضرور جاؤں گا پانی میں.....'' سرمد نے شرارت سے کہا۔

''خدا کے لئے نہیں.....'' وہ اپنی آنکھوں میں آنسو بھر کر التجائی لہجے میں بولی تو سرمد اس کو دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔

''کل کیا کہہ رہے تھے آپ..... ہنی مون پر ہم لوگ دبئی جائیں گے۔'' اب وہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے..... ساحل پر ٹہلتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

''ہاں..... ہنی مون کے لئے دبئی آئیڈیل سٹی ہے۔''

''کہہ دیا ناں میں دبئی نہیں جاؤں گی..... نہیں جاؤں گی۔'' وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولی۔

''دبئی میں کیا برائی ہے، جو تم وہاں جانا نہیں چاہتیں۔''

''دس ہزار دفعہ جا چکی ہوں دل بھر گیا ہے میرا، وہاں جا جا کے۔''

''پاکستان کے شمالی علاقہ جات سے تمہارا دل بھرا ہوا ہے۔ سنگاپور، مالدیپ، ماریشس تم جانا نہیں چاہتیں تو پھر ہم اپنا ہنی مون منانے کہاں جائیں گے؟''

تب سہانی سرشار لہجے میں بولی۔ ''کینیڈا! میں صرف ایک مرتبہ ٹورنٹو..... گئی تھی مگر بہت مزہ آیا تھا۔ نیاگرا فال کی خوبصورتی نے تو مجھے مسحور کر دیا تھا اور اوٹاوہ میں جا ہی نہیں سکی تھی۔ پلیز سرمد مجھے کینیڈا لے کر چلنا..... وہاں جا کر ہم دونوں خوب انجوائے کریں گے.....!''

''امپاسیبل..... میں وہاں جا کر کبھی انجوائے نہیں کر سکتا.....'' سرمد برا سا منہ بنا کر بولا۔

''ایسا کیوں کہہ رہے ہو تم؟''

''اس لئے کہ میں وہاں جا جا کر بور ہو چکا ہوں۔ اپنی کمپنی کی طرف سے وہاں اتنی مرتبہ گیا ہوں کہ اب تو نام سن کر ہی گھبراہٹ ہوتی ہے اور سخت سردیوں میں تو کینیڈا مجھے زہر لگتا ہے۔ منفی چالیس ٹمپریچر ہوتا ہے...... سردیوں میں......!''

''ٹھیک ہے پھر میں نے کہیں نہیں جانا......'' سہانی نے منہ بنا کر کہا۔

''یہ تو بہت اچھی بات ہے، اپنے شہر میں ہی گھوم پھر لیں گے سب رشتہ داروں کی مزے مزے سے خوب دعوتیں کھائیں گے۔ ٹھیک ہے ناں۔''

''جی نہیں مجھے کوئی شوق نہیں ہے دعوتیں کھانے کا......'' وہ اس کو تیکھے چتون سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''چلو دعوتیں بھی نہیں کھائیں گے...... روز روز مرغن غذائیں ویسے بھی نقصان دیتی ہیں...... اور لڑکیاں تو شادی کے بعد کھٹ سے موٹی ہو جاتی ہیں مگر یہ تو بتا دو کہ پھر ہم کیا کریں گے؟''

''مجھے نہیں پتا......'' سہانی کا لہجہ ہنوز خفگی بھرا تھا۔

''اف شادی سے پہلے ہی اتنی خفگی...... تو بعد میں میرا کیا حشر ہوگا۔ چلو میں مان گیا ہوں کہ شادی کے بعد ہم ہنی مون کے لئے کینیڈا جائیں گے۔''

''کیا واقعی؟'' سہانی خوشی سے اچھلتے ہوئے بولی۔

تب سرمد نے مسکراتے ہوئے رضامندی میں سر ہلا کر اپنی کیپ سہانی کے سر پر رکھ دی اور اس کی ہنسی کی کھنک نے اسے مزید مبہوت کر دیا۔

نوجوان لڑکے لڑکیوں کی ٹولیوں نے مزید شور مچانا شروع کر دیا تھا۔

''اب کیا پروگرام ہے...... بارش میں مزید بھیگنا چاہتی ہو یا تمہیں...... گھر ڈراپ کر دوں؟'' سرمد نے اس کے ماتھے کے گیلے بالوں کو سنوارتے ہوئے پوچھا۔

''آئس کریم کھاتے ہوئے ایک راؤنڈ اور لگا لیں پھر گھر چلتے ہیں۔''

''تمہاری یہ بات بھی ٹھیک ہے...... نزلہ بخار تو ہونا ہی ہے تو اچھی طرح سے ہی ہو...... تاکہ عیادت کروانے کے مزے بھی آئیں۔''

''جی نہیں...... میں سردیوں میں ہمیشہ آئس کریم کھاتی ہوں مگر مجھے کچھ نہیں ہوتا۔''

''مگر مجھے کچھ کچھ ہوتا ہے......'' سرمد اس کے ساتھ گھومتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ اس سے قبل کہ سہانی دوبارہ گھوڑے پر بیٹھنے کی ضد کرتی دور سے ایک خوبصورت سی لڑکی ماڈ لباس میں بھاگتی ہوئی آئی اور سرمد کو دیکھ کر مسرت سے چیختے ہوئے بولی۔ ''ارے سرمد...... کہاں تھے آپ؟ میں تو آپ کے آفس...... آ، آ کر تھک گئی۔''

سرمد اسے دیکھ کر خفیف سا ہو گیا اور جان چھڑانے والے لہجے میں بولا۔ ''اس وقت میں بزی ہوں، پھر بات ہو گی۔''

''ارے، یہ کون صاحبہ تمہارے ساتھ ہیں؟'' اس اجنبی لڑکی کی نظر سہانی پر پڑی...... تو وہ چونک کر پوچھنے لگی۔ اس سے قبل کہ وہ لڑکی مزید کچھ بات کرتی...... سرمد نے سرعت سے سہانی کا ہاتھ تھاما اور تیزی سے اپنی گاڑی کی

جانب چلتا چلا گیا۔

''سرمد ابھی تو ہم نے اپنا راؤنڈ بھی پورا نہیں کیا تھا۔'' سہانی کو اس کی جلدی پر کوفت سی ہونے لگی تھی۔

''بہت دیر ہو گئی ہے سہانی...... اور تمہارے کپڑے بھی گیلے ہو گئے ہیں...... میں سوچ رہا ہوں کہ تمہیں راستے سے ایک سوٹ دلوا دوں۔''

سہانی جز بز ہوتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ تو گئی مگر اس کی نظریں ابھی تک اس اجنبی لڑکی پر مرکوز تھیں جو گاڑی کو جاتا دیکھ کر ہاتھ ہلاتے ہوئے بلند آواز میں کہہ رہی تھی۔ ''سرمد میں کل تمہارے آفس ضرور آؤں گی۔''

سرمد تیزی سے گاڑی نکالتا ہوا لے گیا اور سہانی اس لڑکی کو کچھ شک اور کچھ دکھ سے دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔

''پہلے میں تمہارے لئے کپڑے خریدتا ہوں...... پھر ہم کرتے ہیں لنچ وہ بھی کسی اچھے سے ہوٹل میں پھر گرما گرم کافی پینے کے بعد تمہیں گھر چھوڑ دوں گا......'' سرمد نے اس سے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

''جی نہیں میں سیدھی گھر جاؤں گی......'' اس نے اکھڑے لہجے میں کہا تو سرمد اسے حیرانی سے دیکھنے لگا۔

☆☆☆

خاندان میں اچانک ہو جانے والی مرگ میں اماں کو بابو جی کے ساتھ جانا پڑا تھا اور رابعہ کے لئے یہ موقع بہت اچھا تھا کہ وہ عمیر سے ملاقات کر لے۔

دوپہر ڈھائی بجے کا وقت تھا۔ عمیر اپنے گھر پر بھی ہو سکتا تھا مگر اس کے گھر وہ کسی صورت جانا نہیں چاہ رہی تھی۔ ''اللہ...... میں کس طرح عمیر سے ملاقات کروں......؟'' وہ جلے پیر کی بلی کی طرح پورے گھر میں گھومتے ہوئے یہی سوچ رہی تھی۔

''آپا...... اس طرح پریشان ہونے سے کوئی فائدہ نہیں...... آپ عمیر کو فون کر لیں۔''

''موبائل بند ہے اس کا۔ صبح سے پچاس فون کر چکی ہوں اسے۔''

''پھر صبر کر کے گھر بیٹھ جائیے کہ اس کے سوا چارہ بھی کیا ہے آپ کے پاس......!''

''صبر کرنا کیا کوئی آسان کام ہے؟ اس سے مشکل کام تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ عمیر سے کس طرح ملوں؟''

''بے صبرے پن کا بھی تو کوئی فائدہ نہیں ہے......'' نازیہ نے رسان سے سمجھایا۔

''نازیہ...... مجھ سا بدنصیب شاید ہی کوئی ہو...... اجمل کے بارے میں سوچتی ہوں تو دماغ کی نسیں پھٹنے لگتی ہیں۔''

''مگر آپا...... مجھے تو یہی لگتا ہے کہ آپ کی اجمل بھائی کے ساتھ ہی شادی ہو گی۔''

''اگر ایسا ہوا تو نکاح سے پہلے ہی میں زہر کھا لوں گی۔'' رابعہ نے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔

''اجمل بھائی سے آپ کو اس قدر نفرت ہے!'' نازیہ نے پریشان ہو کر پوچھا۔

''نفرت کی اگر کوئی آخری حد ہے تو وہی نفرت مجھے اجمل سے ہے۔'' رابعہ نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔

''اگر یہ بات ہے تو آپ عمیر سے جلد از جلد رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں تاکہ یہ شادی رکوائی جا سکے۔''

''اب عمیر مجھے نہیں مل رہا تو میں کیا کروں؟ میرے نصیب ہی خراب ہیں، تو میں کیا کروں۔'' رابعہ نے مایوس

لہجے میں کہا۔

''نصیب کو دوش نہ دیں اور نہ ہی زہر کھانے کے فلمی پلان بنائیں...... اجمل بھائی سے شادی کر لیں...... اماں، بابو جی کی دعاؤں سے آپ سدا سکھی رہیں گی۔''

''تم کیا سمجھ رہی ہو کہ عمیر اگر مجھے نہ ملا تو میں چپ چاپ اجمل سے شادی کرلوں گی!'' رابعہ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''آپ کو ایسا ہی کرنا چاہئے۔ ہماری فلمیں...... حقیقت کی عکاسی تو نہیں کرتیں۔''

''نازیہ...... شاید تم اپنی بہن کو ابھی تک پہچانی نہیں ہو؟''

''آپا...... اگر آپ ایسا کریں گی تو کیا اماں اور بابو جی کی بے عزتی نہیں ہوگی۔ رشتہ دار، محلے دار کیا باتیں نہیں بنائیں گے؟''

''جب میں مر ہی گئی تو مجھے کسی سے کیا دلچسپی رہ جائے گی۔'' رابعہ کا لہجہ تمسخر آمیز تھا۔

''پلیز آپا...... ایسی باتیں نہ کریں...... مجھے ڈر لگتا ہے۔'' نازیہ تو سہم ہی گئی تھی اور یہ سوچنے لگی تھی کہ اگر آپا نے زہر کھالیا تو لوگ کیسی کیسی باتیں بنائیں گے۔ اس کے کانوں میں لوگوں کی آوازیں شور مچانے لگیں۔

''ارے...... یہ لڑکی ہی خراب تھی۔ اس کے چال چلن شروع سے ہی اچھے نہیں تھے، کسی نے محبت میں بے وقوف بنایا ہوگا...... جب ہی تو...... اپنا پردہ ڈھکنا تھا...... جب ہی تو زہر کھالیا۔ خودکشی کرنے والوں کی نماز جنازہ میں بھی کون شریک ہوگا۔ ارے بھئی چپ چپاتے لے جا کر دفنا دو......''

''پلیز آپا...... تمہیں اماں، بابو جی کے بڑھاپے کا واسطہ تم زہر مت کھانا...... ورنہ ہم سب جیتے جی مر جائیں گے۔'' نازیہ بہن کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی۔

''اماں کو میرا خیال کون سا آرہا ہے...... جو میں ان کا خیال کروں!''

''وہ تمہاری ماں ہیں...... انہوں نے تمہیں اس لئے تو نہیں پالا تھا کہ جوان ہو کر تم ان کے منہ پر کالک مل دو...... پلیز آپا...... ایسا مت کرنا۔'' نازیہ کو ایسا لگ رہا تھا جیسے...... اب تھوڑی دیر بعد رابعہ کی لاش پلنگ پر پڑی ہوگی اور لوگوں کی سنگ باری سے اماں اور بابو جی لہولہان ہوں گے۔

''میری آس صرف عمیر ہے...... اس سے ایک بار پھر بات کرتی ہوں۔'' رابعہ نے آنسو پونچھ کر پھر عمیر کا نمبر ملایا اس بار عمیر نے اس کا فون ریسیو کرلیا۔ ''میرا فون کیوں ریسیو نہیں کر رہے تھے تم؟'' وہ شکایتی لہجے میں بولی۔

''یار...... میں ریڈیو پر انٹرویو دے رہا تھا...... ابھی تو فارغ ہوا ہوں تو سب سے پہلا تمہارا فون آگیا۔''

''میں جب مروں گی...... تب بھی تمہارے پاس سب سے پہلے اطلاع آئے گی۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا ''مروگی'' میں تو سمجھ رہا تھا کہ تم مجھ پر مر چکی ہو......'' وہ شرارتی لہجے میں بولا۔

''یہاں میری جان پر بنی ہوئی ہے اور تم ہر بات مذاق میں اُڑا دیتے ہو......'' عمیر کی باتیں سن کر وہ روہانسی ہو گئی تھی۔

''میری جان...... یہ چند روزہ زندگی ہنسنے کے لئے بھی کم ہے اور تم بسورتی ہوئی باتیں کرتی ہو۔''

''پھر کیا کروں؟ پریشانیاں تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر میرے پاس آتی ہیں۔''

''ہنسو، گاؤ اور ناچو......'' عمیر کھلکھلاتے ہوئے بولا۔

''میں ایسا نہیں کرسکتی؟''

''کیوں نہیں کرسکتیں...... اپنے اندر ہمت اور حوصلہ پیدا کرو!''

''میری ہمت اور حوصلہ تمہارے گھر والوں نے چکنا چور کردیا ہے۔''

''یہ کیا بکواس کر رہی ہو تم...... میرے گھر والوں سے تمہارا بھلا کیا ناتا ہے......؟'' عمیر تلخ لہجے میں بولا۔

''عمیر یقین کرو۔ میں تمہارے گھر آئی تھی...... تمہارے والدین نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔''

''رابعہ جھوٹ مت بولو...... تم میرے گھر کیسے آسکتی ہو؟''

''میں جھوٹ کیوں بولوں گی...... میں تمہارے گھر ایک دن گئی تھی...... کاشانہ عمیر...... ڈارک براؤن گیٹ ہے ناں تمہارے گھر کا...... مین روڈ سے تیسرا مکان...... پٹرول پمپ والی گلی......'' اس نے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔

''رابعہ اگر تم میرے گھر آئی ہوتیں...... تو ماما...... پپا مجھے ضرور بتاتے...... اب تمہارے افسانے پر میں کیسے یقین کرلوں......؟''

''کیا تمہارے گھر والوں نے واقعی تمہیں...... کچھ بھی نہیں بتایا......؟'' وہ حیران تھی۔

''نہیں...... جب تم آئی ہی نہیں...... تو وہ کیونکر بتاتے؟''

''میں نے تمہاری بڑی بہن سے بھی بات کی تھی...... ان کے بال لمبے سے ہیں ناں اور کنجی آنکھیں ہیں مگر آواز تیز سی ہے۔''

''رابعہ...... خیالوں اور خوابوں کی باتیں مت کرو...... اپنے گھر والوں کے بارے میں...... میں نے ایک ایک بات بتا رکھی ہے اور اب تم وہی باتیں دہرا رہی ہو۔''

''عمیر پلیز...... کیا تم ایک بار یہ فرض نہیں کرسکتے کہ میں تمہارے گھر آئی تھی؟''

''چلو فرض کرلیا...... پھر......؟''

''تمہارے گھر والوں نے میری کوئی بات نہیں سنی......!''

''کیسی بات رابعہ؟'' وہ حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔

''میں نے اپنی اور تمہاری شادی کی بات کی تھی......'' وہ ہچکچاتے ہوئے بولی...... ''میں نے ان سے کہا تھا کہ تم مجھ سے شادی کرنے والے ہو۔''

''تم سے کس نے کہا تھا کہ ایسی غلط بات کرو......'' اب وہ الٹا اس پر دہاڑ رہا تھا۔

''کیا یہ غلط بات ہے؟''

''ہاں، بالکل غلط بات ہے۔ ابھی نہ میں مستحکم ہوا ہوں اور نہ ہی میری شادی کی عمر ہے۔ میری بڑی بہن کی ابھی شادی نہیں ہوئی...... تو اتنی جلدی میں کیسے شادی کرسکتا ہوں؟''

''محبت تو تم...... مجھ سے کرتے ہو...... کتنی ہی بار تم نے یہ اقرار کیا ہے۔''

''وہ تو میں اپنے ہر مداح سے کرتا ہوں۔''

''کیا تم اپنے ہر فین سے محبت کرتے ہو؟'' رابعہ ہکا بکا لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

''ہاں...... بہت محبت ہے مجھے سب سے۔''

''یہ تو غلط بات ہے عمیر...... تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے......''

''رابعہ محبت کبھی یک طرفہ نہیں ہوتی...... اب تم خود ہی سوچو...... جب میرے فینز مجھ سے محبت کریں گے تو کیا میں ان سے محبت نہیں کروں گا؟''

''تو کیا تم مجھے بھی صرف اپنا فین ہی سمجھتے ہو......؟'' رابعہ کا لہجہ بھی آنسو ٹپکا رہا تھا۔

''تم یقیناً...... ان سے زیادہ اہمیت رکھتی ہو کہ تمہاری آواز سن کر مجھے واقعی سکون ملتا ہے؟''

''عمیر میں کوئی پیراسیٹامول کی گولی تو نہیں ہوں کہ جسے کھا کر سر کا درد ختم ہو جائے اور سکون مل جائے۔''

''رابعہ تم میرے لئے کیا ہو، یہ میں تمہیں نہیں بتا سکتا! مگر تم سے شادی کرنا...... میرے لئے بہت مشکل ہے۔''

''عمیر میں تمہارا انتظار کرلوں گی......'' اس کا لہجہ التجائی تھا۔

''کب تک کرلو گی...... پانچ سال یا دس سال تک یا......؟''

''جب تک تم کہو گے!''

''مجھ سے بہت پیار کرتی ہو تم؟''

''ہاں، بے حد...... اتنا کہ جس کی گہرائی کے آگے سمندر شرمندہ ہو جائیں۔''

''رابی...... تم بہت اچھی لڑکی ہو...... مگر میں تم سے پُرخلوص ہوں، اس لئے یہی کہوں گا کہ اپنے کزن سے شادی کرلو۔''

''عمیر میں تمہارے علاوہ کسی دوسرے شخص سے ہرگز شادی نہیں کرسکتی۔''

''ایسا کیوں کہہ رہی ہو...... شادی تو تم کہیں نہ کہیں کرو گی ہی ناں۔''

''عمیر میں اپنی محبت کی قسم کھا کر تم سے یہ کہہ رہی ہوں کہ اگر تم سے میری شادی نہ ہوئی تو میں کسی سے بھی شادی نہیں کروں گی اگر کسی نے زبردستی کروانی چاہی تو زہر کھالوں گی۔''

''اگر ایسی بات ہے تو زہر کھانے کی تمہیں ضرورت نہیں ہے...... تم شادی سے فوراً انکار کردو۔''

''شادی سے انکار کردینے سے کیا مسئلہ ختم ہو جائے گا؟''

''ہاں...... فوری طور پر تو معاملہ ختم ہو ہی جائے گا۔ اپنے آپ کو ریلیکس کرو...... اور آئندہ ماہ میرے کنسرٹ میں آنے کی تیاری کرو۔''

''کس تاریخ کو ہوگا تمہارا پروگرام؟''

''19 جنوری کو میری سالگرہ کے دن۔''

''10 جنوری کو تو اماں میری شادی کرنا چاہ رہی ہیں۔''

''مگر تم تو نہیں کر رہی ناں۔''

''ہاں میرا ارادہ تو یہی ہے......'' وہ لڑکھڑاتی سی آواز میں بولی۔

''رابعہ...... میں تو بھئی صاف بات کہتا ہوں اگر تمہاری شادی ہو جائے تو اپنے اجمل کے ساتھ کنسرٹ میں آ جانا

اور اگر شادی نہ ہو تو اپنی سہیلیوں کے گروپ کے ساتھ آنا۔ ہاں ایک استدعا اور ہے......'' وہ ایک توقف کے بعد بولا۔

''وہ بھی بتادو......''

''جب میرے پروگرام میں آؤ تو بلیک سوٹ پہن کر آنا۔ یہ رنگ تمہاری سنہری رنگت پر بہت کھلتا ہے...... اور ہاں خبردار...... اپنے خوبصورت بالوں کو باندھ کر آئیں...... ایسے بال تو آج کل نظر نہیں آتے...... تمہارے بال تو میری آپا کے بالوں سے بھی زیادہ خوبصورت ہیں۔''

عمیر کی تعریف سن کر وہ یوں شرمیلی سی ہنسی ہنس دی...... جیسے اسے کوئی ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔

''رابعہ میرے گیتوں پر ڈانس کرو گی ناں......؟'' اب وہ لجاجت بھرے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

''مجھے شرم آتی ہے...... سب مجھے ہی دیکھنے لگتے ہیں۔''

''مگر مجھے اچھا لگتا ہے...... جب تم دوپٹا پھینک کر بے خود ہو کر ڈانس کرتی ہو۔''

''تمہارے گیتوں پر ڈانس کرتے ہوئے مجھے اپنی خبر بھی نہیں رہتی۔''

''یہی تو میں چاہتا ہوں...... کہ تم میری آواز سے جڑی رہو......'' تب رابعہ بڑی دیر تک اس کے جملوں کی شیرینی محسوس کرتی رہی۔

☆☆☆

اجمل کی ماں نے آج اپنے گھر میں بیاہی بیٹیوں کے ساتھ ساتھ اپنی نندوں اور بھاوجوں کو بھی بلایا تھا۔ ان کے گھرانے میں عروسی جوڑا ناگنے کی رسم میں قریبی عزیزوں کو مدعو کیا جاتا تھا۔ اسی گز کا چھوٹا سا گھر بیس پچیس مہمانوں میں ہی ابلا پڑ رہا تھا۔

''بڑی بھابی پہلے سات سہاگنوں کو بلاؤ...... جو اس شاہانہ جوڑے کو پہلے ہاتھ لگائیں۔''

''اے لو...... پڑوس کی والا اور بھاوج کہہ رہی تھیں...... جب سات سہاگنیں عروسی جوڑے کو ہاتھ لگائیں تو مجھے ضرور بلوانا مجھے بڑا اچھا لگتا ہے...... جب سسرال والے عروسی جوڑے کو محبت کے ساتھ...... گیت گاتے ہوئے تھیلی میں رکھ کر ٹانکے لگاتے ہیں۔''

''اُفوہ...... میں نے پہلے بھی سمجھایا تھا...... صنوبر کو ہرگز مت بلوانا......'' اجمل کی ماں نے اپنی بیٹیوں کو سرزنش کرتے ہوئے کہا۔

''کیا ہوا اماں...... پریشان مت ہوں آپ...... قورمہ میں نے خوب سارا پکا لیا ہے...... اگر وہ بھی دو روٹی کھا کر چلی جائے گی تو کوئی فرق نہیں پڑنے کا...... یوں بھی پرانی محلے داری ہے۔''

''یہ بات نہیں ہے بیٹی...... صنوبر اچھی بہو نہیں ہے، اس کی ساس بے چاری روزانہ آن کے اپنا کلیجا ہلکا کر کے جاتی ہے بہت پریشان کر رکھا ہے اس نے اپنی ساس نندوں کو...... زبان گز بھر کی چلتی ہے مگر کام کرنے میں پیٹ بھر کے پھوہڑ...... ! مگر ہمارے ساتھ تو اچھی ہے اماں...... ! جب بھی ڈھولک بجاؤ...... گیتوں میں سب سے اونچی آواز اس کی ہی نکلتی ہے...... جب کہ خالہ، چچا کی بیٹیاں تو اپنی آواز نکالنے کے بجائے من من کرتی ہیں۔''

''اری پگلو...... اس عروسی جوڑے کو اچھی بہوؤں کا ہاتھ لگوایا جاتا ہے۔''

''لو، مجھے تو یہ بات پتا ہی نہیں تھی......'' جنی منہ پر دوپٹا رکھ کر ہنسنے لگی۔

''بڑی آپا...... پہلے آپ آیئے......'' اماں نے اپنے رشتے کی ایک بہن کو بلوایا...... پھپھو نے ڈھولک کی کڑیاں کس کر تھاپ دیں...... اور بہنوں نے تالیاں بجاتے ہوئے آواز ملائی۔

''آکاش پر بادل ہیں
اچھی ہیں میری بھابی
پر تھوڑی سی پاگل ہیں''

بڑی آپا...... ہنس ہنس کر دوپٹے پر ایسے ہاتھ پھیر رہی تھیں...... جیسے دوپٹے کی بلائیں لے رہی ہوں۔

''اللہ میری آنے والی بہو ایسی میٹھی زبان کی ہو...... جیسی میری بڑی آپا ہیں...... سسرال کا ہر شخص ان کا کلمہ پڑھتا ہے......'' اجمل کی اماں نے اپنی جٹھانی کی بہو کو کانی آنکھ سے دیکھتے ہوئے تعریف کی......

''بڑی پھپھو اب آپ آئیں......'' خالہ نے ڈھولک اپنے ہاتھ میں لے لی...... ساری بہنیں...... تالیاں بجاتے ہوئے ایک آواز میں گا رہی تھیں۔

''شہزادے بھیا کا جوڑا لے کر جاؤں گی
اور پیاری سی بھابی لے کر آؤں گی
گھر آ کے بھابی پکائے گی پوری
میں میٹھا سا حلوا لے کر کھاؤں گی
گھر آ کے بھابی پکائے گی چاول
میں بوٹی اور چٹنی ملا کے کھاؤں گی
شہزادے بھیا کا جوڑا لے کر جاؤں گی''

ہنسی مذاق اور گیتوں کے درمیان جوڑا باندھا گیا اور سب نے اجمل کی ماں کو مبارکباد دی کہ شگن اچھا ہو گیا......

سارے مہمان راضی خوشی آئے، راضی خوشی واپس چلے گئے...... اور ہر آنے والے مہمان نے جوڑے کی اوقات سے زیادہ اس کی نہ صرف تعریف کی بلکہ دُعائیں بھی علیحدہ دیں۔

''سہاگ کا جوڑا۔ دُعاؤں سے بھرا ہونا چاہئے...... تا کہ نئی زندگی کی ابتدا...... خوشیوں کے ساتھ ہو۔'' اجمل کی نانی...... نئی لڑکیوں کو اس رسم کی تفصیل بتا رہی تھیں۔

''خالہ...... یہ جوڑا لے کر کب جائیں گی آپ؟'' اجمل کی خالہ زاد بہنیں پوچھ رہی تھیں۔

''اب کے جمعے کو انشاء اللہ لے کر جائیں گے۔''

''خالہ ہمیں بھی ساتھ لے چلئے گا...... ڈھولک بھی وہاں جا کر بجائیں گے اور گانے بھی گائیں گے۔''

''نہیں بھئی...... لڑکی والوں پر وزن پڑے گا...... میری بہو کا کوئی بھائی وائی تھوڑی ہے۔ اکیلا باپ کما رہا ہے۔ اس پر کانئے کو بوجھ ڈالوں گی......!''

''تو پھر کون کون جائے گا سمدھیانے؟''

''میرے ساتھ صرف اجمل کی بہنیں جائیں گی...... گھر گھر کے لوگ بھی بارہ تیرہ تو ہو ہی جائیں گے۔''

''اچھا جب وہاں سے آنا...... تو رابعہ بھابی کی تصویر کھینچ کر لانا......'' ایک کزن نے فرمائش کی۔

''باؤلی تو نہیں ہو گئی ہو...... ہم کوئی اپنے ساتھ فوٹو گرافر تھوڑی لے جا رہے ہیں جو تصویریں بنوا کر لائیں گے!''

''اسی لئے تو کہہ رہی ہوں کہ مجھے اپنے ساتھ لے چلو...... میں اپنی سہیلی کا موبائل لے جاؤں گی اور خوب ڈھیر ساری تصویریں بنا لوں گی...... نہ ریل کے پیسے لگیں گے اور نہ ہی تصویروں کے دُھلنے کے......؟'' ساجدہ نے محبت بھرے لہجے میں کہا......

''نہیں بھئی...... ہم نے نہیں کھنچوانی تصویریں...... تم کو لے گئے اور کسی دوسرے کو نہ لے گئے تو خواہ مخواہ کی شکایتیں شروع ہو جائیں گی اور میرے لئے ساری بھانجیاں اور بھتیجیاں برابر ہیں......'' اجمل کی اماں نے عقل مندانہ فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔

اور پھر جمعہ بھی آ گیا...... اجمل کی اماں اپنی بیٹیوں کے ساتھ رابعہ کا عروسی جوڑا لے کر پہنچ گئیں! جوڑے کے ساتھ دو سیر مٹھائی، ایک چھٹانک پان اور ایک مٹی کے کونڈے میں دہی بھی تھا۔ جو خوشیوں کے شگن کے لئے لایا گیا تھا۔ آج اماں نے اپنی چاروں بہنوں اور بھاوجوں کو بھی بلا رکھا تھا۔'' وہ جوڑا بغیر سلا لائی تھیں۔

''تائی آپ نے یہ جوڑا سیا نہیں ہے......'' نازیہ نے کچا جوڑا دیکھا تو حیرت سے کہا۔

''میں نے تو سنا ہے کہ تم دونوں بہنوں کو خوب اچھا سینا پرونا آتا ہے تم خود ہی رابعہ کے ناپ کا سی لینا۔ درزی نے گڑبڑ کر دی تو اتنا مہنگا جوڑا خراب ہو جائے گا۔''

رابعہ نے پلاسٹک کی ٹرے میں رکھے ہوئے جوڑے پر ایک اُچٹتی سی نظر ڈالی تو یہ دیکھ کر ہی اس کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔ وہ انتہائی گھٹیا سا جوڑا تھا...... جس پر واجبی سا کام بنا ہوا تھا۔

''بھابی آپ کو کیسا لگا جوڑا......؟'' اجمل کی بہن نے بڑی لگاوٹ سے رابعہ کے گلے میں اپنی بانہیں ڈالتے ہوئے کہا۔

''مجھے ایسا تیز دہکتا ہوا سرخ رنگ پسند نہیں ہے۔'' رابعہ نے رکھائی سے کہا۔

''اے ہے...... لال رنگ آپ کو پسند نہیں ہے......'' وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس سے پوچھ رہی تھی۔

''یہ رنگ دیکھ کر مجھے لگتا ہے کہیں دھڑ دھڑ آگ جل رہی ہو......!''

''بیٹی سہاگ کے جوڑے کو آگ نہیں کہتے......'' بڑی خالہ نے آہستگی سے اس کے کان میں کہا۔

''اگر کوئی میری رائے پوچھے گا تو میں جھوٹ تو نہیں بولوں گی ناں......'' رابعہ قصداً زور سے بول رہی تھی۔

ممانی اور خالائیں...... آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے اشارے کر رہی تھیں کہ چپ ہو کر یہاں سے ہٹ جاؤ مگر وہ اندر جانے کے بجائے...... دالان میں بچھی ہوئی چاندنی پر بیٹھ گئی تھی۔

''آخر یہ لڑکی کیا چاہ رہی ہے؟'' چھوٹی خالہ نے...... اپنی بہن سے رازداری سے پوچھا......!

''یہ بتانا چاہ رہی ہے کہ میں پڑھ لکھ کر کتنی بدتمیز ہوں۔'' بڑی خالہ نے تحقیر سے رابعہ کی طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی کی......!

''اللہ! رابعہ بھابی...... اگر آپ پہلے بتا دیتیں...... تو ہم آپ کی پسند کا جوڑا لے آتے......'' چھوٹی نند کا لہجہ خفت زدہ سا ہو گیا تھا...... جب کہ اجمل کی اماں کے چہرے پر ناگواری صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔

''ہمارے اجمل بھائی تو پہلے ہی کہہ رہے تھے۔ رابعہ پڑھی لکھی لڑکی ہے۔... اس کی پسند کا جوڑا خریدنا...... انہوں نے تو یہاں تک کہا تھا کہ عروسی جوڑا... رابعہ کو ساتھ لے جا کر خریدنا......'' اجمل کی دوسری بہن کھسیا کر وضاحتوں پر وضاحتیں کر رہی تھی...... مگر رابعہ کا چہرہ تنا ہوا تھا۔ ایسے جیسے کسی طوفان کو وہ اپنے اندر دابے بیٹھی ہو۔

''بھابی... دوپٹے پر گوکھرو کا سارا جال میں نے خود ڈالا ہے...... یہ تو آپ کو اچھا لگا ہوگا...... دو مہینے میں دوپٹا تیار ہوا ہے مجھ سے......'' تیسری بہن نے محبت بھرے لہجے میں دوپٹا کھول کر اسے دکھایا۔

''سوری...... مجھے اس ٹائپ کے کپڑے اچھے ہی نہیں لگتے......'' وہ بے اعتنائی سے کندھے اُچکا کر بولی۔

''رابعہ چلو...... اندر کمرے میں......'' اماں جو باورچی خانے میں چائے بنانے میں مصروف تھیں۔ باورچی خانے سے باہر آئیں تو رابعہ کا جملہ ان کے ذہن کو کھولا سا گیا۔

''اماں...... مجھے بیٹھنے دیں...... ان لوگوں کے پاس۔'' اس نے ماں کی جانب نظر بھر کر نہیں دیکھا تھا...... اور ساری خالاؤں کو حیرت پر حیرت ہو رہی تھی کہ یہ رابعہ کیا سوانگ پھیلا رہی ہے......؟

''رابعہ بیٹی بے شک یہ جوڑا تمہیں ناپسند ہو مگر یہ سوچ کر پہن لینا کہ یہ تمہارے سسرال والوں کی پسند ہے۔'' اجمل کی اماں نے خوب سوچ سمجھ کر کہا۔

''ہاں...... اور کیا...... ایسا تو ہوتا ہی ہے...... ساری زندگی تم اپنی پسند کا خرید کر پہنو گی......'' ساری خالائیں اجمل کی ماں کی ہاں میں ہاں ملا رہی تھیں...... !

''تائی اماں مجھے ابھی شادی ہی نہیں کرنا تو میں یہ جوڑا کیوں پہننے لگی!'' رابعہ نے ہمت کر کے کہا۔

''اے لو...... کیا کہہ رہی ہو تم......'' اجمل کی ماں کو غصہ ہی تو آ گیا۔ ''اگر شادی نہیں کرنا تھی تو تمہارے باوا نے آ کر کیوں کہا تھا کہ...... مجھے اجمل پسند ہے، اسے میرا داماد بنا دو!''

''باوجی کو پسند ہو گا مگر مجھے نہیں......'' رابعہ کے منہ سے نکلنے والی یہ تیسری گولی تھی جو سسرال والوں کے سینے میں جا کر لگی تھی۔

''چکر کیا ہے اس لڑکی کا......'' اجمل کی بڑی بہن ڈھولک پر لات مار کر غصے سے بولی۔

''ارے کوئی ایسی بات نہیں ہے...... رابعہ کو کل سے بخار تھا لگتا ہے وہ شاید دماغ پر چڑھ گیا ہے۔''

''کوئی نہیں ہے بخار مجھے...... یہ لوگ سب جھوٹ بول رہے ہیں۔'' وہ آگ پر مزید پٹرول ڈال رہی تھی۔

''آپا دماغ تو خراب نہیں ہو رہا تمہارا؟ کیسی پاگلوں جیسی باتیں کر رہی ہو!'' نازیہ نے پریشان ہو کر کہا...... وہ تو یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ سب کے سامنے رابعہ اس طرح باتیں کرنے بیٹھ جائے گی۔

''مجھے لگتا ہے...... ڈاکٹر نے غلط دوا دے دی ہے...... دماغ پر گیس چڑھ گئی......'' اماں کے منہ میں جو آ رہا تھا وہ ہراساں ہراساں بولے چلی جا رہی تھی۔

''بھابی کہیں جن تو نہیں چڑھ گیا......'' چھوٹی بھاوج بھی نئی سے نئی بیماریاں اور پریشانیاں ڈھونڈنے میں ماہر تھیں۔ ''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں تائی...... میں اجمل سے شادی نہیں کروں گی۔'' رابعہ دوٹوک لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''پھر تمہارے ماں باپ نے آج ہمیں کیوں بلایا ہے؟ پہلے وہ تم سے تو اجازت لے لیتے پھر ہمیں بلاتے کہ پڑھی لکھی لڑکی کے والدین کو اس کے اشاروں پر چلنا چاہئے...... کیا دُنیا سے انوکھا تم پڑھ رہی ہو......'' اجمل کی اماں

[illegible]وں بھرے لہجے میں کہہ رہی تھیں گھر سے آتے وقت ان کا دل اور چہرہ کیسا خوشیوں سے جگمگ کر رہا تھا اور اب مارے غصے اور صدمے کے ان کا برا حال تھا۔ ''نہیں تائی...... ہماری آپا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے...... اس لئے انہوں نے ایسا کہہ دیا ہے...... ہے ناں آپا...... اور پھر اجمل بھائی تو بہت اچھے ہیں...... بے حد خیال رکھنے والے اور بے حد ہنستے ہوئے...... ہے ناں آپا......'' اس وقت نازیہ کسی چابی کی گڑیا کی طرح مسلسل بول رہی تھی۔

''نازیہ...... اگر اجمل اتنے اچھے ہیں تو میرے بجائے تم کیوں نہیں شادی کر لیتیں......'' رابعہ نے تمسخر بھرے لہجے میں کہا اور یکدم ہنستے ہوئے بولی۔ ''کیوں ہو گئی ناں سٹی گم!''

''آپا کیسی اول فول بک رہی ہیں آپ...... اگر میری منگنی اجمل سے ہوتی تو میں خوشی خوشی شادی کر لیتی مگر منگنی تو آپ کی ہوئی ہے اور آپ کو ایسی باتیں نہیں کرنا چاہئیں۔''

''میں نے کہا ناں...... میں اجمل سے کسی صورت شادی نہیں کروں گی۔'' رابعہ ایک نفرت کی نگاہ جوڑے پر ڈال کر وہاں سے اٹھ گئی۔ اجمل کی ماں بہنیں...... ہق دق سی ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں۔ سارے مہمانوں کو سانپ سونگھ گیا تھا اور اماں کو تو ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے ان کے سینے میں خنجر گھونپ دیا ہو۔

''آپا تم بہت بدنصیب ہو جو ایسی باتیں کر رہی ہو۔'' نازیہ خوب پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

اماں چپ چاپ اپنے سینے پر ہاتھ دھرے اسے یوں روتا ہوا دیکھ رہی تھیں۔ سب لوگوں کو ایسا لگ رہا تھا کہ اب کسی بھی لمحے اجمل کی اماں کھڑی ہوں گی اور بے مہار باتیں سناتے ہوئے چلی جائیں گی۔ نازیہ کی سسکیاں کسی طرح رکنے میں نہیں آ رہی تھیں۔ تب اجمل کی اماں اپنی جگہ سے اٹھیں...... ساری خالاؤں کے چہرے زرد پڑ گئے...... مگر وہ نازیہ کے پاس آ کر رک گئیں...... اور پھر اس کو بے اختیار پیار کرنے لگیں۔

''چپ ہو جا میری بیٹی، چپ ہو جا! تو کیوں رو رہی ہے...... جسے اب ہمیشہ رونا ہے...... وہ تو رو نہیں رہی اور خوشیاں تو نصیب سے ملا کرتی ہیں۔ جس کے نصیب میں لکھی ہوں گی تو اسے ہی ملیں گی ناں...... تو کاہے کو روتی ہے......؟'' اور پھر اماں سے مخاطب ہو کر بولیں...... ''بھابی، ابھی چند لمحے پہلے میرا خیال تھا کہ مجھے اس گھر سے خالی ہاتھ جانا ہو گا جو لڑکی میرے بیٹے سے شادی کرنے پر رضامند نہیں ہے تو میں اسے زبردستی اپنے بیٹے کی بہو کیوں بناؤں گی مگر آپ کی چھوٹی بیٹی نازیہ تو اپنی عمر سے زیادہ سمجھدار ہے اور بے حد پیاری ہے۔ اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو...... اب میرے اجمل کی دلہن نازیہ ہی بنے گی۔''

''کیا کہہ رہی ہیں آپ؟'' رابعہ کا دماغ تو دو منٹ میں ٹھیک کر دوں گی...... ایسی چار چوٹ کی مار ماروں گی کہ اپنی اوقات یاد آ جائے گی اسے۔'' اماں نے نفرت سے اندر رابعہ کے کمرے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں بھابی! شادی زبردستی کا سودا نہیں ہے اگر رابعہ کے من میں کوئی اور آ بسا ہے تو آپ اس کے ساتھ زبردستی نہ کریں۔''

''اس کے من میں بھلا کون آئے گا؟'' اماں بے چاری کے تو ہاتھ پیر کانپنے لگے۔

''یہ سب آپ اس سے بعد میں پوچھیے گا...... پہلے آپ ہمیں یہ بتائیں کہ آپ رابعہ کے بجائے نازیہ ہمیں دے رہیں یا نہیں......؟ تائی اونچی آواز میں پوچھ رہی تھیں۔

ساری بہنیں اور بھاوجیں اماں کو اشارے وکنائے میں مشورے دے رہی تھیں کہ ہامی بھر لیں مگر اماں کا دماغ

ایسا شل ہو گیا تھا کہ کوئی بات نہیں سوجھ رہی تھی۔ تب دروازے پر کھڑے بابو جی اندر آئے اور بلند آواز میں بولے۔ ''بھابی جان...... میں نے آپ کی سب باتیں سن لی ہیں مجھے آپ کا فیصلہ دل و جان سے قبول ہے!''

''بھائی صاحب...... میں بھی اب نازیہ پر سو جان سے عاشق ہو چکی ہوں...... اتنی اچھی، اتنی پیاری اور اتنی سمجھدار لڑکی ہی میرے اجمل کی دلہن بنے گی......'' اجمل کی اماں اب نازیہ کو دبوچے بیٹھی تھیں...... ساری بہنیں نازیہ کو آ کر پیار کر رہی تھیں اور وہ حیران و پریشان سب کو دیکھے چلے جا رہی تھی۔

اماں...... اپنی جٹھانی کی باتیں سن کر شرم سے زرد پڑ رہی تھیں...... رابعہ نے ان کو جس قدر بے عزت کیا تھا اس کا وہ تصور تک نہیں کر سکتی تھیں۔

انہوں نے پہلی بار دل میں یہ سوچا...... کاش میری صرف ایک بیٹی نازیہ ہی ہوتی...... اور رابعہ پیدا ہوتے ہی مر گئی ہوتی تو آج اتنی بے عزتی تو نہ ہوتی! ''چچی...... ہماری نازیہ تو...... رابعہ سے دو سال چھوٹی ہے ناں......؟'' اجمل کی بہنیں پوچھ رہی تھیں۔ اماں نے سر کی جنبش سے اقرار کیا......

''بھابی...... اگر آپ کی اجازت ہو تو میں نازیہ کو دوپٹا اوڑھا دوں...... سہاگ کے جوڑے کا......''

اجمل کی ماں نے دیورانی کو یوں گم صم دیکھا تو پھر اجازت مانگی۔

''ہاں...... آپ رسم کر لیں......'' اماں کے منہ سے بہ مشکل نکلا۔ تب انہوں نے سرخ زرتار دوپٹا نازیہ کو اوڑھا کر اس کی پیشانی چوم لی۔ ''بہنوں نے دور پڑا ہوا ڈھول اٹھایا اور اس کی کڑیاں کس کر اسے بجانا شروع کر دیا...... ڈھولک کی تھاپ کے ساتھ تالیاں بھی بجنے لگیں اور سب لڑکیاں ایک آواز میں گانے لگیں۔

راجا کی آئے گی برات
رنگیلی ہو گی رات
مگن میں ناچوں گی

گھونگھٹ نکالے ہوئے نازیہ جو جھکی ہوئی تھی...... اس کے آنسو اس کے پیروں پر تواتر سے یوں گر رہے تھے جیسے کہیں بارش ہو رہی ہو۔

☆☆☆

مسز عابدی کا خیال سو فی صد درست تھا۔ شہلا کے پاس ٹیوشن پڑھنے صرف دو لڑکیوں نے ہی آنا شروع کیا تھا...... مگر ان کی دیکھا دیکھی لڑکیوں کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔ شام چار بجے سے شہلا پڑھانا شروع کرتی تو مغرب کی اذان تک مسلسل پڑھاتی رہتی۔ لڑکیاں چلی جاتیں تو وہ مغرب کی نماز پڑھ کر باورچی خانے کا کام نمٹانے لگتی۔

امی ٹی وی کے سامنے جمی رہتیں...... ایک ڈرامے کے بعد دوسرا ڈراما اس قدر شوق و ذوق سے دیکھا کرتیں کہ بعض دفعہ کسی آئے گئے کے سامنے شہلا کو خاصی خفت بھی محسوس ہوتی اور یہ خفت اس وقت شدید شرمندگی میں تبدیل ہو جاتی جب وہ انڈین پروگرامز پر اپنی رائے ایسے دھڑلے سے دیتیں...... جیسے وہ ان کی بچپن کی سہیلیاں ہوں......!

''ملائکہ اروڑا تو جان بوجھ کر عریاں کپڑے پہنتی ہے، اس کے میاں کو بہت پسند جو ہیں...... وہ کچھ کہتا ہی نہیں ہو گا...... جب ہی تو پھاٹک جیسے گلے پہنتی ہے...... اگر وہ مجھے ملے تو اسی وقت سوئی دھاگا لے کر سینے پر چھ بٹن تو فوراً ہی ٹانک دوں ہاں......! نچ بلیے میں کنال کو جان بوجھ کر نکالا گیا تھا ہر جگہ سیاست چل رہی ہے...... کس قدر

رو رہے تھے وہ دونوں...... میرا بھی دل بھر آیا تھا......''

شہلا اپنے اسکول کی پوری تنخواہ تو ماں کو دے ہی دیتی تھی ہاں ٹیوشن کے پیسے وہ اپنے پاس رکھنے لگی تھی۔ امی کو احساس تھا کہ ہر ماہ اس کے پاس پیسے جمع ہو رہے ہیں اب لڑکیوں کی تعداد بھی بیس کے قریب ہو گئی تھی...... شہلا کو ٹیوشن کی مد میں اچھے خاصے پیسے گھر بیٹھے مل رہے تھے۔

امی روزانہ کوئی نہ کوئی بہانہ سوچ رہی تھیں جس سے شہلا کے پیسے نکلوائے جا سکیں مگر ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہیں تو کیا کہیں...... ایک شب...... انہوں نے بڑے لاڈ بھرے لہجے میں کہا۔ ''شہلا بیٹا! اگر آدھے پیسے تو ڈال دے تو چھوٹے بھائی کے لئے بائیک کا انتظام ہو جائے...... اسے کالج آنے جانے کی آسانی ہو جائے گی۔''

''نہیں امی...... ابھی فیصل بہت چھوٹا ہے۔ یہ اس کی عمر نہیں ہے بائیک چلانے کی۔''

''ارے کون سی دُنیا میں رہ رہی ہو تم...... اب تو چھوٹے چھوٹے بچے بائیک دوڑاتے پھر رہے ہیں۔'' انہوں نے تمسخر بھرے لہجے میں کہا۔ ''جو والدین مدہوش پڑے ہوتے ہیں۔ وہی یہ مراعات اپنے بچوں کو دے سکتے ہیں جو یہ نہیں جانتے کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ خود برا سلوک کر رہے ہیں۔ اتنے کم عمر لڑکے...... اپنا خیال کئے بغیر بائیک دوڑاتے پھرتے ہیں...... کبھی کسی کی ٹانگ ٹوٹتی ہے تو کبھی کسی کا سر...... اور پھر آئے دن بائیک چھن جانے کے واقعات الگ ہو رہے ہیں۔ اس لئے میں فیصل کو تو بائیک دلوانے کے حق میں بالکل نہیں ہوں۔''

''کیسی بہن ہو تم...... اپنے پیسے بچانے کی خاطر...... تمہیں اپنے بھائی کے آرام کا خیال تک نہیں!''

''آرام اور حفاظت کا ہی خیال ہے امی...... جب ہی تو میں منع کر رہی ہوں...... اگر فیصل کو کوئی نقصان پہنچا تو مجھے بھی تکلیف ہو گی۔''

بات آئی گئی ہو گئی...... مگر چند روز بعد جب امی نے کہا۔ ''شہلا تمہارے پاس ماشاء اللہ اچھے خاصے پیسے جمع ہو گئے ہیں۔ کیوں نہ تمہاری چھوٹی بہن کے لئے سونے کا سیٹ خرید کر ڈال دوں...... سونے کی قیمت میں تو ہر روز آگ لگ رہی ہے۔''

''مگر آپ تو کہہ رہی تھیں...... گڑیا کو دینے کے لئے آپ کے پاس سیٹ موجود ہے......!''

''ارے وہ تو میرا ہے...... اگر گڑیا کو میں اپنا سیٹ دے دوں گی تو کیا تقاریب میں، میں ننگی بچی ہو کر شریک ہوں گی۔''

''میرے پاس کچھ نہ رہے، ان کے پاس ہر چیز رہے'' اس کے دل میں یہ خیال شدت سے آیا...... مگر اس نے چالیس ہزار کی رقم اپنی امی کو دے دی اور جسے پا کر وہ نہال سی ہو گئیں اور شہلا کے دل پر ایک اور بھاری بوجھ آن گرا۔

''اس کی سگی ماں، اس کے ساتھ سوتیلوں کا سا سلوک کیوں کرتی تھی؟ ماں کو بیٹی کے بجائے اپنا خیال کیوں رہتا تھا!''

''خدایا کیا دُنیا میں ایسی مائیں بھی ہوتی ہیں جو اپنی بیٹی سے اتنی محبت نہیں کر پاتیں جتنی کہ وہ اپنی ذات سے کرتی ہیں!''

''شہلا ایسی مائیں شاذ و نادر ہی ہوتی ہوں گی مگر اب تم ٹیوشن کی پوری رقم اپنی ماں کو نہیں دو گی اور اسکول میں تمہاری تنخواہ میں جو اضافہ ہوا ہے، اس کے بارے میں تم اپنے گھر میں کوئی تذکرہ نہیں کرو گی۔''

''مسز عابدی...... میں اپنے پیسے اپنے گھر میں خرچ نہیں کروں گی تو بھلا کہاں خرچ کروں گی......'' شہلا کو تاسف ہو رہا تھا۔

''شہلا بیٹا...... اگر تمہاری ماں سمجھدار ہوتیں تو تمہیں اپنی پائی پائی اپنی ماں کو ہی تھما دینی چاہئے تھی مگر افسوس تو یہ ہے

کہ وہ سمجھدار ہی نہیں ہیں۔ انہوں نے تم سے سونے کے سیٹ کا بہانہ بنایا اور اسی رقم سے ڈرائنگ روم کے لئے اسپلٹ اے سی لے آئیں یہ پیسے کا زیاں ہی تو ہے کہ...... ہمارے گھر میں ٹی وی لاؤنج میں جب اسپلٹ لگا ہوا تھا تو دوسرے اے سی کی ضرورت ہی نہیں تھی...... اور جب دو اے سی چلیں گے تو بھاری بھرکم بجلی کا بل کون دے گا۔ اپنی اسکول کی تنخواہ تو تم اپنی امی کو دے ہی دیتی ہو۔ ٹیوشن کی رقم بھی دے دوگی تو تمہارے پاس کیا بچے گا۔"

"اگر میں انہیں پیسے نہیں دوں گی تو وہ ناراض رہا کریں گی۔" شہلا کو اپنی ماں کے موڈ کی فکر بھی ہر دم رہتی تھی۔

"تم اس کی پرواہ مت کرو اور پیسے اپنے پاس جمع کرو۔ تمہارے والد بیمار ہیں، ان کے علاج پر پیسے خرچ کرو۔"

☆☆☆

"صادقہ تم میری بات اچھی طرح سے سن بھی لو اور سمجھ بھی لو۔" بابو جی غصے سے کہہ رہے تھے......!

"سن رہی ہوں ناں، تم بولو......"

"تم جانتی ہی ہو کہ میں اپنی بات بار بار دہراتا نہیں ہوں۔"

"ہوں......!"

"اس لئے پہلی مرتبہ ہی کان کھول کر سن لو...... اب رابعہ نہ میرے سامنے آئے اور نہ ہی مجھ سے بات کرے!"

"بھابی جان تو اب بہت خوش ہیں، انہیں رابعہ سے چھوٹی مل رہی ہے...... " اماں نے بابو جی کے غصے کو کم کرنے کی کوشش کی! "نازیہ کی شادی جس طرح ہو رہی ہے، ہم بھی جانتے ہیں اور وہ لوگ بھی......!"

"ہاں...... یہ تو ہے۔" اماں نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"رابعہ نے جس قدر ہمیں بے عزت کیا ہے، اس کے لئے میں اس کو معاف نہیں کر سکتا!" بابو جی کا لہجہ رندھ گیا۔

"میری بہنیں تو خیر کچھ نہیں کہیں گی...... مگر بھاوجیں تو اپنے گھر میں بیٹھ کر مذاق اڑائیں گی......" اماں کے لہجے میں تاسف کا عنصر نمایاں تھا۔

"تمہاری بہنیں آپس میں بیٹھ کر تمہارا بھی مذاق اڑا رہی ہوں گی اور تمہاری بیٹی کا بھی۔ اب کوئی کسی کو نہیں بخشتا!"

"اب جوان جہان لڑکی کی زبردستی تو شادی نہیں کی جا سکتی تھی۔" اماں بھیگے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھیں!

"اگر اسے اجمل ایسا ہی برا لگتا تھا تو وہ ہم سے کہتی، مہمانوں کے سامنے تقریریں کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

تب اماں کا دل چاہا کہ وہ کہیں...... کہ رابعہ تو اول دن سے اجمل سے شادی کرنے کو منع کر رہی تھی مگر وہ ماں ہو کر بھی اپنی بیٹی کو نہیں سمجھ سکی تھیں یا انہیں اتنا اندازہ ہرگز نہیں تھا کہ اس گلوکار کی وجہ سے وہ کسی صورت شادی کرنے پر راضی نہیں ہوگی۔ بابو جی...... رابعہ کو دیکھ کر ہی منہ پھیر لیتے تھے...... اماں بھی اس سے کوئی خاص بات نہیں کر رہی تھیں اور رابعہ کو شاید کسی کی بھی پروا نہیں تھی......! اس کا ڈپریشن جیسے ہوا ہو گیا تھا۔ وہ جو ہر وقت آنکھوں میں آنسو لئے پھر رہی تھی...... اب چہچہاتی پھر رہی تھی۔

ہاں، نازیہ ایک دم خاموش ہو گئی تھی...... اب وہ رابعہ سے کسی بھی موضوع پر کوئی بات نہیں کر رہی تھی ایک جامد سا سناٹا اس کے پورے وجود پر چھا گیا تھا......! "نازیہ اسے کہتے ہیں جوڑ ا ملنا...... جب تمہارا نام اجمل کے ساتھ لکھا ہوا تھا...... تو اس شخص کے ساتھ میری شادی کیسے ہو سکتی تھی......؟" نازیہ نے بہن کو کوئی جواب نہیں دیا۔

"تمہیں تو اجمل بھائی اچھے لگتے تھے...... اسی لئے تعریفیں کرتی تھیں اب تو تم بہت خوش ہوگی...... ہے ناں!"

تب نازیہ کے لبوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اسے کہتے ہیں قسمت...... اماں میری شادی کرنا چاہتی تھیں...... اور شادی تمہاری ہو رہی ہے۔"

نازیہ کا دل چاہا کہ وہ چیخ چیخ کر اپنی بہن سے کہے...... "آپا تم نے بے عزتی کو خود گود لیا ہے...... آپا تم نے اپنی قسمت میں خود تالا لگایا ہے...... ایک گلوکار کے گانے پسند کرتے کرتے تم اپنے آپ کو بھی اسٹیج پر لے گئیں...... جہاں سے ہر شخص تمہیں بونا نظر آ رہا ہے۔ آپا تم اپنے آپ کو بھول گئیں۔ اور یہ تم نے نہ اپنے ساتھ اچھا کیا اور نہ ہی میرے ساتھ!" مگر وہ یہ ساری باتیں اپنے دل میں ہی سوچ رہی تھی...... کوئی بھی بات اپنی زبان پر لانے سے قاصر تھی۔

رابعہ یہ سب محسوس کرنے کے باوجود کہ ماں باپ نے اس کے اس اقدام کو نفرت کی نظروں سے دیکھا تھا...... بے حد خوش تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا...... ڈھولک بجا کر اپنی بہن کے سہاگ کے گیت گائے۔ کئی دفعہ وہ ڈھولک لے کر بیٹھی بھی...... مگر نازیہ نے اسے منع کرتے ہوئے کہا۔ "پلیز آپا...... ڈھولک کی دھڑ دھڑ سے میرے سر میں درد ہو جاتا ہے۔"

"کیسی بہن ہو تم...... میرے خوش ہونے کے ارمان بھی پورے نہیں کر رہی ہو......" رابعہ نے مسکرا کر کہا۔

"آپا...... کیا اب بھی آپ کے ارمان پورے نہیں ہوئے ہیں؟" نازیہ نے کاٹ دار جملے میں کہا۔

"وہ تو خیر دوسری بات ہے...... میں تو تمہاری شادی کے حوالے سے بات کر رہی ہوں...... ایک ہی تو میری بہن ہے، اس کی شادی میں کیا مجھے انجوائے بھی نہیں کرنا چاہئے۔"

"آپا میری شادی کس طرح ہو رہی ہے...... آپ کم از کم یہ ہی سوچ لیں۔"

"تمہیں تو اجمل پسند ہے، ہمیشہ میرے سامنے اجمل کی تعریفیں کیا کرتی تھیں۔ اس لحاظ سے تو تمہیں اپنا آئیڈیل مل رہا ہے ناں۔" رابعہ نے ہنس کر کہا۔ "کس قدر خود غرض ہیں آپ اس کا اندازہ بھی آپ کو نہیں۔ میں اجمل سے اس وجہ سے شادی کر رہی ہوں کہ بابو جی اور اماں کی بے عزتی نہ ہو۔"

"ارے اس میں بے عزتی کی کیا بات ہے...... تمہیں اگر اجمل پسند نہیں تھا تو تم بھی انکار کر دیتیں...... خواہ مخواہ قربانی دینے کی کیا ضرورت تھی؟ رابعہ نے اسے لتاڑتے ہوئے کہا۔

"آپا! اپنے والدین کے حکم کو ماننا...... میں قربانی کے زمرے میں نہیں لاتی ہوں۔ میری وجہ سے میرے بابو جی اور اماں کو خوشیاں پہنچیں۔ یہ بات میرے لئے خوشی اور طمانیت کا درجہ رکھتی ہے۔"

"تو پھر ایسی خوشیاں حاصل کرنے کے بعد تمہاری آنکھوں میں آنسو کیوں ہیں؟"

"پتا نہیں......؟" نازیہ کو اس کی جرح پر غصہ آ رہا تھا۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم اتنی اداس کیوں ہو؟"

"آپ کو کیا معلوم ہے بھلا؟" وہ جز بز ہوتے ہوئے بولی۔

"تم یہی سوچ رہی ہو گی کہ کاش تمہاری زندگی میں بھی کوئی عمیر ہوتا...... جس کے بھروسے پر تم بھی انکار کرنے کی ہمت کر سکتیں!"

"اللہ نہ کرے...... میری زندگی میں کبھی ایسا ہوتا۔" وہ کانپ ہی تو گئی تھی۔

"آپا یہ اللہ کا احسان ہے کہ میری شادی اجمل سے ہو رہی ہے......" اس نے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے مسکرا کر کہا اور رابعہ کو ہکا بکا چھوڑ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

''بابو جی نے برات کے لئے انتظام قریبی اسکول کے لان میں کیا تھا...... خاندان اور محلے کے لڑکوں نے اس لان کو جھنڈیوں سے خوب سجا دیا تھا...... چھوٹا سا اسٹیج بنا کر اس پر کسی گھر سے صوفہ سیٹ بھی لا کر رکھ دیا تھا۔

''برات مقررہ وقت پر آ گئی تھی...... اجمل سیاہ شیروانی میں بہت اچھا لگ رہا تھا...... اس کی سب بہنیں غرارے پہن کر آئی تھیں۔ اس کی اماں بھی خوب کڑھائی والے سوٹ میں ملبوس شاداں و فرحاں تھیں۔

نکاح کے بعد نازیہ کو اجمل کے برابر لا کر بٹھا دیا گیا۔ نازیہ اپنا سر گھٹنوں تک جھکائے بیٹھی تھی...... اس کی خوشی یا غم کا تاثر کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا۔

''آج کی اس تقریب میں رابعہ بھی خوب تیار ہوئی تھی...... شاکنگ پنک سوٹ میں اِدھر سے اُدھر گھوم رہی تھی...... تمام مہمانوں کی بولتی نگاہیں اس پر جمی ہوئی تھیں...... مگر اسے کسی کی پروا نہیں تھی، اسی لئے وہ جان بوجھ کر ہنس رہی تھی۔

''اسے کہتے ہیں بدقسمت...... خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مار لی...... ورنہ آج دلہن بنی ہوئی یہ ہوتی......''
ممانیاں...... دیگر مہمانوں کے سامنے اس انداز میں بول رہی تھیں جیسے انہیں باخبر کر رہی ہوں......

''اے ہے، ہوا کیا ہے؟'' اگر کوئی پوچھ لیتا تو وہ اسے الف سے یے تک کا پورا احوال سنانا نہیں بھول رہی تھیں۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد تمام عزیز و اقارب اور ملنے جلنے والوں کو یہ اطلاع مل گئی تھی کہ رابعہ نے شادی سے انکار کر دیا تھا اور سسرال والوں سے ایسے انداز میں باتیں کی تھیں...... جیسے وہ اپنے والدین کے ہاتھوں سے نکل چکی ہو......!

اب مہمان خواتین کے تبصرے شروع ہو چکے تھے۔ جو وہ ہنس ہنس کر کر رہی تھیں۔

''ایسی خوبصورتی کس کام کی...... جس میں آوارگی بھی شامل ہو......''

''اجمل کی ماں بڑی بیوقوف عورت ہے جو اتنی بے عزتی ہو جانے کے بعد بھی اسی گھر سے دوسری لڑکی لے لی......!''

''ہاں، اور کیا...... اسی وقت اٹھ جانا چاہئے تھا...... خاندان میں کیا لڑکیوں کا کال تھا......! ثمینہ، شائستہ، ناہید، افروز اور صابرہ کتنی اچھی لڑکیاں ہیں۔''

''دیکھ لینا...... اب اجمل کی ماں سر پکڑ کر روئے گی...... یوں بھی دیگ کا ایک ہی چاول دیکھا جاتا ہے۔ بڑی بہن جب بدذات سی ہے...... تو چھوٹی بہن کیسے سیدھی سادی ہوگی۔ دیکھ لینا...... چھوٹی والی...... بڑی سے بھی چار ہاتھ زیادہ ہوگی۔''

اماں نے اجمل کے لئے...... دودھ کے شربت کا گلاس چھوٹی خالہ کو دیا تھا کہ وہ جا کر اجمل کو پلائے مگر راستے میں رابعہ نے ان کے ہاتھ سے لے لیا کہ ''میں سالی ہوں...... میں اپنے ہاتھ سے اپنے بہنوئی کو پلاؤں گی۔''

''اجمل بھائی...... اپنی جیب خالی کیجئے...... آپ کی سالی آپ کے لئے شربت لے کر آئی ہے۔'' رابعہ ان دونوں کے پاس چہکتے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

رابعہ کی آواز سن کر نازیہ ایکدم سیدھی ہو کر بیٹھ گئی...... اس کا جھکا ہوا سر از خود اوپر اٹھ گیا۔

''اجمل نے ایک نظر رابعہ پر ڈالی اور بڑے اکھڑے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''میں دودھ کا شربت نہیں پیتا ہوں۔''

''ارے واہ...... نیگ نہ دینے کا یہ اچھا بہانہ ہے۔'' رابعہ نے کھل کھلا کر کہا۔

''یہ بات نہیں ہے۔'' اب اجمل رابعہ کو دیکھنے کے بجائے نازیہ کو دیکھ رہا تھا۔

''ارے واہ...... ابھی سے اپنی بیگم سے مشورہ لے رہے ہیں کہ سالی کو نیگ میں کتنی رقم دی جائے۔''

''ہاں بیگم سے پوچھنا تو ضروری ہوتا ہے۔'' اجمل نے سنجیدگی سے کہا اور پھر نازیہ کی طرف جھک کر بولا۔ ''بتاؤ بھئی...... کتنے پیسے دوں میں تمہاری بہن کو......''

''جو آپ کا دل چاہے دے دیں......'' نازیہ نے بہ مشکل دھیمے سے لہجے میں کہا۔

''دل تو کچھ بھی نہیں چاہ رہا...... کہ انہیں کچھ دیا جائے۔''

اور رابعہ کا چہرہ اتر سا گیا...... کتنی بڑی بات کہہ دی تھی اجمل نے۔

''بھائی جان شربت تو آپ نے پیا ہی نہیں...... پانچ سو روپے ٹکا دیں ان کے ہاتھ پر'' اجمل کی چھوٹی بہن نے بھائی کو مشورہ دیا۔

''نہیں بھئی...... یہ ہماری بیگم کی بہن ہیں...... پانچ سو روپے تو کم رہیں گے...... کیا سوچیں گی یہ...... کہ نازیہ کا شوہر انتہائی کنجوس ہے......؟''

''کنجوس تو آپ ہیں ہی، سوچنے کی مجھے ضرورت ہی نہیں......'' رابعہ پھر اپنی ڈگر پر لوٹ آئی تھی۔

نازیہ کو یہ سب باتیں سن کر انتہائی وحشت ہو رہی تھی اور اس کا دل چاہ رہا تھا کہ رابعہ یہاں سے چلی جائے اور اس طرح کی کوئی بات وہ اجمل سے نہ کرے۔

اجمل اپنے کسی دوست کی جانب متوجہ ہوا تو رابعہ نے گلا پھاڑ پھاڑ کر گانا شروع کر دیا۔

''کنجوس لوگوں کی ایک خاص ادا ہوتی ہے
دمڑی نکلے نہ کہیں ان کی رضا ہوتی ہے''

رابعہ کے اس انداز کو دیکھ کر محلے کی خواتین بھی ہنسنے لگیں۔

تب اجمل نے جیب سے اپنا والٹ نکالا اور رابعہ کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بولا ''جتنا نیگ چاہیے خود نکال لو۔''

رابعہ نے ایک نظر پھولے ہوئے والٹ پر ڈالی اور واپس اس کی جانب اچھال کر وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

اجمل نے کیسا طمانچہ اسے مارا تھا...... جسے وہ واقعی سہہ نہ سکی تھی۔

''کیسی بیبی ہوئی رابعہ کی......'' اجمل کی کوئی کزن ہنس کر کہہ رہی تھی۔

''رابعہ کی بیبی تو ہر معاملے میں ہوتی ہے...... اگر لچھن اچھے ہوتے تو...... تو کسی شریف زادی کی طرح اس کے

پہلو میں بیٹھی ہوتی۔'' خاندان کی کوئی خاتون بلند آواز میں تبصرہ کر رہی تھیں اور نازیہ کو یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی گرم گرم سیسہ اس کے کانوں میں ڈال رہا ہو......!

بابو جی نے تو سادہ سا لکڑی کا فرنیچر دیا تھا...... مگر اس کا کمرہ خوب سجا ہوا تھا...... مرون پردوں کی میچنگ کے ساتھ فرش پر مرون قالین بھی بچھا ہوا تھا...... گلاب اور موتیے کی لڑیاں پوری مسہری کے اطراف لٹک رہی تھیں اور کمرے کی فضا خوب مسحور کن سی ہو رہی تھی۔

نازیہ خوف زدہ سی اجمل کا انتظار کر رہی تھی۔... رات گئے جب وہ کمرے میں آیا تو اس نے پہلی بات یہی کہی۔ ''نازیہ میری یہ خواہش ہے کہ رابعہ ہمارے گھر میں کبھی نہ آئے۔''

''جی!'' نازیہ نے حیرت سے اسے دیکھا...... اور لب لرز کر رہ گئے۔

''میری بات کا یہ مطلب مت سمجھنا کہ میں رابعہ کے عشق میں گرفتار تھا اور اس کے انکار پر مجھے دکھ ہوا۔ میں تو یہ شادی اپنے ابا اور اماں کی خواہش پر کر رہا تھا مگر اس کے واضح انکار سے پہلے ہی تمہارے محلے کا ایک شخص رابعہ کو عمیر کے پروگراموں میں ڈانس کرتے دیکھ چکا تھا...... اور جب یہ بات اس نے مجھے بتائی تھی تو میں نے اس کو ایک چانٹا رسید کیا تھا۔

''میں یہ کبھی تصور میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ میری چچازاد ایسی تقاریب میں ایسی اوچھی حرکتیں کرے گی۔ اس شخص نے عمیر کے ساتھ اس کی لگاوٹ کی باتیں بھی بتائی تھیں مگر نہ میں نے یقین کیا تھا اور نہ ہی یہ باتیں گھر میں کسی کو بتائی تھیں۔''

اجمل ایک لمحے کے لئے رکا...... اور نازیہ کے چہرے کی طرف دیکھا جو مارے شرم کے دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

اجمل نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا...... ''رابعہ کا انکار...... میرے حق میں بہت بہتر ثابت ہوا...... ورنہ اس جیسی لڑکی کے ساتھ میرا نباہ ہونا ناممکن تھا...... اور اب میری یہ دلی خواہش ہے کہ اس کا سایہ بھی تم پر نہ پڑے۔ اس لئے میں نے تم سے یہ بات کہی ہے کہ رابعہ اس گھر میں نہ آئے...... اب یہ تم پر منحصر ہے کہ اگر تم چاہو گی تو میں منع بھی نہیں کروں گا۔''

نازیہ نے شرمسار ہو کر سر جھکا لیا...... اور آنکھیں بھر آئیں......!''

''تمہیں میری بات بری لگی...... اس لئے رو رہی ہو۔''

''نہیں...... یہ بات نہیں ہے۔'' وہ گلوگیر لہجے میں بولی۔

''پھر کیا بات ہے...... جو آنسو یوں بھل بھل بہے چلے جا رہے ہیں۔''

''میری صرف ایک ہی بہن ہے...... اور اس کی بے وقوفیوں نے اسے اتنا گرا دیا کہ آپ اپنے گھر تک میں اس کا آنا پسند نہیں کریں گے۔''

''مگر میں نے کہا ناں...... اگر تم چاہو تو اسے بلا سکتی ہو میں منع نہیں کروں گا......''

''میں بھی تو آپ کا حکم نہیں ٹال سکتی۔''

''نازیہ...... یہ تم کہہ رہی ہو۔'' اجمل دلی مسرت سے بولا۔

''ہاں اجمل...... آپ کا ہر حکم میرے لئے خوشی کا باعث ہوگا...... جو آپ چاہیں گے...... میں بھی اسی انداز میں

سوچوں گی۔''

''ارے بھئی میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی فرمانبردار بیوی ملے گی۔'' اجمل نے خوشی سے کہا۔

''اس لئے میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔''

''آپ کتنے اچھے ہیں اجمل...... آپا واقعی بہت بدنصیب رہیں جنہیں آپ نہیں ملے۔''

''تمہاری آپا کا تو مجھے معلوم نہیں...... مگر میں بہت خوش نصیب ہوں جسے تم جیسی بیوی ملی......''

''سنیے...... میں آپا سے کبھی یہ نہیں کہوں گی کہ میرے گھر آؤ...... لیکن اگر وہ میرے گھر آئیں یا انہوں نے آنا چاہا تو کبھی منع بھی نہیں کروں گی۔''

''جیسی تمہاری مرضی۔'' اجمل نے مسکراتے ہوئے اس کی انگلی میں انگوٹھی پہناتے ہوئے کہا۔

''اماں، بابو جی سے ملنے تو میں جایا کروں گی...... وہاں تو آپا ہوں گی...... تو پھر میں کیا کروں گی؟'' وہ پھر پریشان ہوگئی۔

''میں ایسا ظالم شخص تو نہیں ہوں...... جو تم پر پابندی عائد کروں گا کہ اپنی آپا کی طرف دیکھنا بھی مت، اپنی آپا سے بات بھی نہیں کرنا۔ وہ تمہاری بہن ہے...... تم ان سے ضرور ملنا...... مگر محتاط ہو کر۔''

''میں نے آپا کو کتنا سمجھایا تھا...... میں آپ کو بتا نہیں سکتی مگر اس گلوکار کی محبت نے انہیں واقعی پاگل کر دیا ہے۔ مجھے تو یہ جان کر شرم آ رہی ہے کہ محلے کے لوگوں کو اس بات کا پتا چل رہا ہے اور انہیں احساس تک نہیں۔''

''کیا خیال ہے اب کوئی دوسری بات نہ کریں۔''

''کون سی بات؟'' اس نے حیرانی سے پوچھا۔

'''اپنی گفتگو میں سے تمہاری آپا کو باہر نکال دیتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے نکال دیا، پھر؟''

''تم بہت پیاری لگ رہی ہو......'' اجمل کا لہجہ بے ایمان ہونے لگا۔ تب اس نے شرما کر اپنا سر نیچے جھکا لیا اور اپنی انگوٹھی کو غور سے دیکھنے لگی...... جس کے نگینے خوب چمک رہے تھے اور خوشیوں کا ہر رنگ ان میں موجود تھا......

☆☆☆

اگلے دن رواج کے مطابق رابعہ اپنی کزنز کے ساتھ نازیہ کے لئے ناشتا لے کر آئی تھی، اماں اور خالاؤں نے حلوا پوری کے ساتھ نہاری، نان اور قیمے والے پراٹھے پکا کر بھیجے تھے۔ رابعہ تمام چیزیں بڑی نفاست سے سجا کر لائی تھی۔

گرین چوڑی دار پاجامے اور کرتے پر اس نے میچنگ گرین جیولری بھی پہن رکھی تھی۔ لائٹ سے میک اپ میں واقعی وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

اجمل کی ماں، بہنوں نے سمدھیانے سے آنے والی تمام لڑکیوں کا بڑی محبت سے استقبال کیا تھا...... یہ خیر قطعی دوسری بات تھی... کہ رابعہ کی شکل دیکھ کر انہیں غصہ آیا تھا مگر ان سب نے اپنا غصہ بالکل بھی ظاہر نہ کیا۔

رابعہ ہنستی مسکراتی بہن کے کمرے میں پہنچی تو وہ ڈارک پرپل سوٹ میں نکھری نکھری سی لگ رہی تھی اور اجمل کے ساتھ بیٹھی چائے پی رہی تھی۔

''ارے آپ لوگوں نے ناشتا کیوں کیا...... میں تو آپ سب کے لئے ناشتا لے کر آئی ہوں۔''

اجمل اس کو دیکھ کر باہر جانے لگا۔

''اجمل بھائی! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ کو بھی یہ ناشتا کرنا پڑے گا......'' رابعہ نے کہا۔

''میں تو ناشتا ایک ہی بار کرتا ہوں اور بھرپور کرتا ہوں۔ ہاں ہماری بیگم نے صرف دیکھا ہے......کھایا کچھ نہیں......آپ انہیں اچھی طرح سے ناشتا کرائیے گا۔'' یہ کہہ کر وہ رکا نہیں......تیزی سے باہر نکل گیا۔

''نازیہ......تم خوش تو ہو ناں......'' رابعہ نے بڑی محبت سے بہن سے پوچھا۔

''ہاں بہت خوش ہوں۔''

''اجمل بھائی بھی خوش ہیں؟''

''ہاں، وہ بھی......''

''کہیں ایسا تو نہیں......کہ تم انہیں شروع سے ہی پسند کرتی تھیں......''

''آپا......پہلے تو اس نہج پر میں نے نہیں سوچا تھا مگر اب مجھے یہ یقین ہے کہ وہ میرے آئیڈیل رفیق زندگی ہیں......کہ ایسی محبت کرنے والا ساتھی خوش نصیبوں کو ہی ملا کرتا ہے......اور انشاء اللہ اجمل کے ساتھ میں ہمیشہ خوش رہوں گی۔''

''پھر تو تم مجھے دُعائیں دو......میرے انکار نے تمہاری زندگی بدل دی......'' رابعہ نے احسان جتاتے لہجے میں کہا۔

''آپا......اگر اجمل میری قسمت میں تھے......تو بے شک آپ منع بھی نہ کرتیں......مگر ان کی شادی مجھ سے ہی ہوتی......کہ وہ میرے نصیب میں لکھے تھے۔''

''ایک ہی رات میں باتیں بنانی بھی آگئی ہیں تمہیں۔'' وہ طنز سے بولی۔

''میں یہ سچ کہہ رہی ہوں......آپ منع نہ کرتیں تو کوئی دوسری بات ہو جاتی......مگر اجمل سے میری ہی شادی ہونی تھی۔''

''تم اجمل کی عاشق شروع سے ہی تھیں......'' رابعہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی اور پھر وہ یک لخت چپ ہو گئی کہ اس کی نندوں نے اس کے کمرے میں بڑا سا دسترخوان نیچے قالین پر بچھا کر ناشتے کا سارا سامان وہیں رکھ دیا تھا۔

''نازیہ بیٹے آجاؤ......ناشتا کرلو......اجمل بتا رہا تھا کہ تم نے صبح سے چائے کے علاوہ کچھ نہیں لیا......''

''اماں......آپ گھر کے سب لوگوں کو اور مہمانوں کو بلا لیں وہ بھی تو ناشتے میں شریک ہو جائیں......بڑی خالہ، چھوٹی پھپھو اور ان کی بیٹیاں......''

''دیکھو تو ذرا......اسے اپنے سے پہلے مہمانوں کا خیال ہے......اللہ کا احسان ہے کہ مجھے ایسی پیاری اور سمجھ دار بہو ملی ہے۔'' اجمل کی اماں دونوں ہاتھوں سے اس کی بلائیں اتارتی ہوئی اسے دُعائیں دینے لگیں......

تب چھن سے کوئی چیز......رابعہ کے اندر ٹوٹ گئی اور اسے یوں محسوس ہونے لگا......جیسے تائی اماں اس کا موازنہ نازیہ سے کرتے ہوئے اسے برا بھلا کہہ رہی ہوں۔

ناشتا کرتے ہوئے ہر لقمہ اس کے گلے میں پھنسنے لگا تو وہ پانی پی کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

رابعہ سے نہ بابو جی بات کرتے تھے اور نہ ہی اماں......اس نے اپنی مرضی سے ہی کالج جانا بھی شروع کر دیا

تھا......

اماں نے اس سے صرف ایک ہی بات کی تھی......

''اگر تمہیں اس گلوکار کے ساتھ کہیں بھاگ کر جانا ہو تو بتا دینا......تاکہ ہم یہ شہر چھوڑ کر کہیں چلے جائیں......کہ تمہارا گلا دبا کر ہم تمہیں مار بھی نہیں سکتے......مگر یہ بات روزانہ سوچتے ہیں کہ کاش تم ہماری بیٹی نہ ہوتیں......''

''اماں......میں بری لڑکی نہیں ہوں......عمیر سے میں محبت ضرور کرتی ہوں مگر اپنی عزت کبھی داؤ پر لگانے کا نہیں سوچ سکتی......

''عمیر سے اگر میری شادی نہ ہو پائی۔ تو میں ساری زندگی آپ ہی کے پاس رہوں گی اور آپ کی خدمت کروں گی......!''

''اللہ ہمارے ہاتھ پیر سلامت رکھے ہمیں یہ بالکل شوق نہیں ہے کہ کوئی ہماری خدمت کرے مگر جو بے عزتی تم نے ہماری کی ہے، اس کا داغ مشکل سے ہی اترے گا۔''

''اماں، آپ تو ذرا سی بات کو خوب بڑا کر دیتی ہیں......آپ دیکھ لیں......اپنی نازیہ اجمل بھائی کے ساتھ کتنی خوش ہے، جب بھی آتی ہے اجمل بھائی کے گن گاتی ہوئی آتی ہے، آپ کو تو یہ پتا ہی نہیں چلا کہ نازیہ کب سے اجمل کو پسند کرتی تھی دل ہی دل میں ان سے عشق کیا کرتی تھی......اگر عمیر کا مسئلہ نہ بھی ہوتا تو میں اپنی بہن کی خاطر بھی اجمل سے شادی نہ کرتی!''

''کیا واقعی......ایسی بات تھی......تو نازیہ شروع دن سے ہی مجھے بتا دیتی......اور میں بھابی جان سے بات کر لیتی......تمہیں ڈراما کرنے کی ضرورت کبھی پیش نہ آتی۔''

''اب کیا کروں کہ میں ہمیشہ ہر معاملے میں بری بنتی چلی آئی ہوں اس معاملے میں بھی بن گئی تو کیا ہوا......مگر آپ اس سلسلے میں کوئی بھی بات نازیہ سے مت کیجئے گا ورنہ وہ خواہ مخواہ ہی جھینپے گی۔''

''اتنی بڑی بات تھی اور اس نے مجھے بتایا تک نہیں......''

''اماں وہ شروع سے ہی ایسی تھی اپنی بات اپنے ہی حد تک رکھنے والی۔''

''یہ اجمل کا مسئلہ تو آسانی سے حل ہو جانے والا تھا......تم خواہ مخواہ بری بنیں اور ہر ایک نے تم پر تھو تھو کی......'' اماں کو لوگوں کی باتیں یاد آرہی تھیں اور وہ تاسف سے رابعہ کو دیکھ رہی تھیں۔

''لوگ میرے بارے میں سچ ہی تو کہتے ہیں......بدقسمت تو میں ہوں......اگر ایسا نہ ہوتا تو عمیر سے میری شادی بآسانی ہو جاتی اور پھر سب لوگ مجھے مقدر والی کہتے۔''

''رابعہ بیٹا یہ نگر نگر گھومنے والے لوگ......شادی کی عمر جب گزر جائے، تب شادیاں کرتے ہیں......اور اگر ایسے لوگوں کی شادیاں جلدی بھی ہو جائیں تو وہ اپنے جیسے لوگوں میں ہی کرتے ہیں۔ تجھ جیسی لڑکی سے نہیں کیا کرتے۔''

''اماں مجھے عمیر سے محبت ہے۔ میں اس کے بغیر زندہ رہنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔''

''بیٹا اس عمر میں جو چیز بھی دل کو بھائے اس سے محبت ہو جاتی ہے تو اپنے آپ کو سنبھال بیٹا......ورنہ ہمیشہ پریشان رہے گی۔''

''آپ یہ تسلی رکھیے گا......میری ذات سے آپ کو کبھی پریشانی نہیں ہوگی اگر میں پریشان بھی رہی تو اپنی ذات

تک رہوں گی۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو، تمہیں پریشان دیکھ کر کیا مجھے سکون حاصل ہو سکتا ہے۔ خیر سے تیری شادی کسی اچھی جگہ ہو جائے تو سب بھول جائے گی۔ شادی کے بعد زندگی کا سفر نئی دُنیا کا سفر ہوتا ہے۔"

"کوشش کروں گی کہ میں آپ کے مشوروں پر عمل کروں...... ابھی تو نا امیدیاں اور تنہائیاں ہی میری ساتھی ہیں...... کالج کا ایک فنکشن آئندہ اتوار کو ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں چلی جاؤں گی۔ اور یہ میری دلی خواہش ہے کہ آپ مجھے ہرگز اجازت نہ دیں..... تاکہ میں گھر میں ہی پڑی رہوں......!"

"نہیں بیٹا...... تم فنکشن میں ضرور جاؤ...... یوں اکیلی بستر پر پڑے ہر وقت سوچتے رہنے سے کہیں بہتر ہے کہ کہیں آؤ جاؤ تاکہ طبیعت ٹھیک رہے۔"

نازیہ چھٹی کے دن اجمل کے ساتھ میکے آیا کرتی تھی...... کبھی اجمل اس کو چھوڑ کر چلا جاتا اور دو تین گھنٹے کے بعد آ کے لے جاتا اور کبھی وہ دونوں تھوڑی دیر بیٹھے رہتے اور چائے پی کر گھر چلے جاتے۔

نازیہ کے گھر آنے سے بابو جی اور اماں دونوں ہی بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ بابو جی تو اپنی اس بیٹی پر فخر کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کی ناک خاندان میں کٹنے سے بچ گئی تھی۔ شروع شروع میں تو رابعہ...... اپنی بہن اور بہنوئی کو دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار کرتی تھی مگر اجمل کو کتراتے ہوئے دیکھ کر وہ اب اس سے باتیں کرنے سے ازخود گریز کرنے لگی تھی۔

نازیہ خود بھی یہی چاہتی تھی کہ رابعہ اجمل سے زیادہ مخاطب نہ ہو کیونکہ اجمل کو اس سے بات کرنا زیادہ پسند نہیں تھا۔ نازیہ کو خوش و خرم اور بنا سنورا دیکھ کر اسے ایک انجانی سی جلن کا احساس ہوتا تھا۔

ایک دن وہ جارجٹ کی کامدار ساڑھی پہن کر گھر آئی تھی تب رابعہ نے اسے دیکھ کر ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

"آپا اتنا ہنس کیوں رہی ہو؟"

"بے وقوف لڑکی...... اس ٹائپ کی ساڑیوں کا فیشن عرصہ ہوا ختم ہو چکا ہے..... مگر ہر ساڑی تمہاری ساس کے کنستر نما صندوق میں بند ہو گی...... انہوں نے نکال کر دی ہو گی اور تم پہن آئیں...... اب تو مارکیٹ میں بھی ایسی ساڑیاں ڈھونڈنے سے نہ ملیں۔"

"آپا یہ ساڑی...... میرے لئے اجمل لائے ہیں اور طارق روڈ کے ایک بوتیک سے لائے ہیں...... اس ساڑی پر جو کام ہے وہ نہ صرف یونیک ہے بلکہ لیٹسٹ بھی ہے۔"

"ہو گا بھئی ہو گا...... مگر ہماری نظر سے تو نہیں گزرا۔"

"رابعہ تم نے کون سی ساڑیاں باندھی ہیں جو تمہیں پتا ہو گا۔ اتنی خوبصورت ساڑی تو میں نے بھی نہیں دیکھی...... میری نازیہ تو واقعی بہت پیاری لگ رہی ہے......" سانچے میں ڈھلا ہوا جسم ساڑی میں اور زیادہ خوبصورت لگ رہا تھا۔ "تائی اماں بھی یہی کہہ رہی تھیں...... نازیہ کا قد بھی لمبا ہے اس لئے اس پر ساڑی بہت اچھی لگ رہی ہے۔"

"اور اجمل کیا بولا؟" اماں سرشار ہو کر بیٹی سے پوچھ رہی تھیں۔

"وہ تو ہمیشہ یہی کہتے ہیں...... تم جو بھی پہن لو...... کپڑے کی قسمت بدل دیتی ہو ہر چیز تم پر اچھی لگتی ہے۔"

نازیہ کے جملے سن کر رابعہ کا چہرہ تپ سا گیا۔

ایسے جملے تو عمیر اس کے لئے بولا کرتا تھا...... اور وہ یہ سمجھتی تھی کہ یہ جملے میرے علاوہ کسی دوسری کے لئے بولے ہی نہیں جا سکتے!

جس انداز میں عمیر اس کو سراہتا تھا...... کوئی دوسرا اس طرح سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اب اسے یہ سن کر غصہ آ رہا تھا کہ اجمل...... نازیہ کی اس قدر تعریف کرتا ہے جیسے وہ کوئی حسین ترین لڑکی ہو۔

رابعہ چونکہ نازیہ سے زیادہ خوبصورت تھی...... اس لئے احساسِ برتری اس پر چھایا رہتا تھا...... اپنی بہن سمیت ہر ایک اسے اپنے سے کمتر لگا کرتا تھا۔

"مجھے لگتا ہے تمہارے یہ اجمل ٹی وی کے ڈرامے زیادہ دیکھنے لگے ہیں...... بے چارے جو ڈائیلاگز سنتے ہوں گے...... وہی تمہیں سنا دیتے ہیں۔" رابعہ نے تمسخر بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ تو ٹی وی دیکھتے ہی نہیں......" نازیہ ہنسی۔

"کیوں نہیں دیکھتے ٹی وی، اب تو نت نئے چینلز آ گئے ہیں۔ ایسے اچھے اچھے پروگرام آتے ہیں...... ہمارے ہاں تو بابو جی کیبل لگواتے نہیں ہیں مگر تایا کے ہاں تو کب سے کیبل لگا ہوا ہے۔"

"اجمل شادی سے پہلے تو تھوڑا بہت ٹی وی دیکھ لیتے تھے...... مگر اب تو بالکل نہیں دیکھتے......!"

"کیا ٹی وی سیٹ خراب ہو گیا ہے ان کا۔" رابعہ نے ہنس کر کہا۔

"وہ کہتے ہیں..... میرا دل تمہیں دیکھنے اور تم سے باتیں کرنے سے نہیں بھرتا تو میں دوسری چیز پر کیسے نظر جماؤں......" نازیہ نے شرمیلے سے لہجے میں کہا۔

"اچھا...... تو مجنوں بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"یہ تو مجھے نہیں پتا مگر وہ مجھ سے بے حد محبت کرتے ہیں۔"

"ارے یہ سب چار دن کے چونچلے ہیں...... بعد میں پوچھوں گی کہ اب ڈائیلاگز کا رخ کس جانب ہو گیا ہے۔" رابعہ نے بے رحمی سے کہا...... اور ہنستے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی۔

☆☆☆

سرمد اور سہانی ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے ہوئے تھے۔ سہانی خاموشی سے بیٹھی اِدھر اُدھر کے لوگوں کو بے رغبتی سے دیکھ رہی تھی۔

سرمد نے ٹیبل پر رکھی ہوئی ڈشز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ارے کھاؤ ناں، یہ تم ہاتھ پر ہاتھ رکھے کیوں بیٹھی ہو؟ ابھی تو بہت بھوک لگ رہی تھی تمہیں۔"

"پہلے آپ یہ بتائیے وہ لڑکی کون تھی جو سرمد سرمد چلا رہی تھی اور آپ اسے دیکھ کر بھاگ رہے تھے۔"

"ارے بتا تو چکا ہوں ایسے ہی فضول سی لڑکی تھی خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ گئی تھی۔"

تب سہانی غصے سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے اپنی انگلیاں آپس میں باہم الجھا کر موڑتے ہوئے نہایت غصے میں بولی۔ "اس فضول سی لڑکی کی اور آپ کی دوستی اتنی زیادہ تھی کہ وہ آپ کو دیکھتے ہی کھل سی گئی تھی۔ کیسے تڑپ کر آئی تھی آپ کے پاس وہ، میرا وجود اسے کیسا ناگوار گزر رہا تھا۔ کتنی نفرت سے وہ دیکھ رہی تھی مجھے......!"

سرمد اس کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے مچھلی کا ایک ٹکڑا اس کے منہ میں دیتے ہوئے بولا۔

''ارے یار، یہ مچھلی کھاؤ تم...... یہ اس ہوٹل کی بڑی خاص ڈش ہے...... تم کہاں کی باتوں میں الجھ رہی ہو......!''
سہانی اس کا ہاتھ پرے کرتے ہوئے تنک کر بولی۔
''سرمد مجھے کچھ نہیں کھانا۔ میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں اور تم ٹالے چلے جا رہے ہو۔ مجھے تو یہ سوچ کر ہی افسوس ہو رہا ہے کہ مجھ سے ملنے سے قبل تمہارا دوستی کا رابطہ کس قسم کی لڑکیوں کے ساتھ تھا!''
تب سرمد معصومیت سے اعتراف کرتے ہوئے بولا۔ ''تمہارا شک شاید صحیح ہے۔'' وہ سر جھکا کر کہنے لگا۔
''ظاہر ہے میں تو ایک لمحے میں اڑتی چڑیا کے پر گن سکتی ہوں تو وہ کیا چیز تھی!''
''مجھے واقعی احساس ہو گیا ہے...... تم ایسا کر سکتی ہو......!''
''معصوم بننے کی کوشش مت کرو سرمد...... میں واقعی لاعلم تھی کہ تم اس ٹائپ کے بھی ہو سکتے ہو......''
''اب کیا کروں میں......'' وہ اب بھی انتہائی معصومیت سے پوچھ رہا تھا، جیسے کوئی خاص بات ہی نہ ہو۔
''میرا تو سر گھوم کر رہ گیا ہے...... اور آپ کو اب بھی کوئی شرمندگی لاحق نہیں ہے۔ بلیومی...... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم......'' بقیہ جملے اس کے منہ میں ہی رہ گئے اور آنسو ٹپ ٹپ ٹپک پڑے۔
''اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے سہانی......'' وہ اب نظریں جھکائے کہہ رہا تھا۔
''اسے کہتے ہیں مکاری...... جب تم اسے لفٹ ہی نہ دیتے تو وہ تمہارے پاس کیونکر آتی......'' سہانی زچ ہو کر بولی۔
''ارے...... وہ تو بغیر لفٹ دیے...... میرے پاس آن لگی...... وہ جب بھی مجھے دیکھتی...... میرے پاس لپک کر آنے کی کوشش کرتی تھی۔ میں کتنا ہی اس سے بھاگتا...... مگر وہ ہمیشہ مجھے ڈھونڈنے کی کوشش کرتی اور جب میں مل جاتا تو مجھے امپریس کرنے کی کوشش کرتی!''
تب سہانی نے جھنجلا کر غصے سے میز پر مکا مارتے ہوئے کہا۔ ''ایسی آپ میں کیا خاص بات ہے کہ وہ آپ کو دیکھ کر پاگل ہو جاتی ہے؟''
تب سرمد مسکرا کر شوخی سے کان کھجاتے ہوئے کھنکار کر بولا...... ''بتا دوں...... آں...... !وہ...... بات...... یہ ہے...... کہ......!''
''ہاں ہاں...... بتاؤ......'' سہانی کا غصہ اس کے چہرے سے صاف نظر آ رہا ہے۔
تب سرمد مسکراتے ہوئے اسے بتانے لگا۔
''ابھی تک میں نے انشورنس نہیں کروایا ہے اور وہ کسی انشورنس کمپنی میں کام کرتی ہے، جب بھی مجھے دیکھتی ہے انشورنس کروانے کے لئے مجھے کنوینس کرتی ہے اب بتاؤ...... اس میں میرا کیا قصور؟''
سرمد کی بات سن کر سہانی اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی اور کھسیا کر اسے دیکھنے لگی۔ اس کے لبوں پر دھیرے دھیرے مسکراہٹ کوندی اور پھر وہ بے اختیار کھل کھلا کر ہنس پڑی۔
تب سرمد اسے بڑی چاہت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''پریشانی ختم ہو گئی ناں۔ غصہ ختم...... اب تو کچھ کھا لو۔ میں نے ہر چیز تمہاری پسند کی منگوائی ہے...... تم نہیں کھاؤ گی...... تو مجھ سے کیونکر کھایا جائے گا۔''
تب سہانی نے ملائی تکے کا ایک ٹکڑا اٹھا کر سرمد کے منہ میں دے دیا۔

''اچھا ہے۔ بعد میں بھی تمہارے ہی ہاتھ سے کھاؤں گا۔'' اور سہانی شرما کر ہنس دی۔

☆☆☆

عزیز خالو شیئرز کا کام بہت عرصے سے کر رہے تھے ان کی دیکھا دیکھی مجھے بھی شوق ہوا تھا...... شروع میں فائدہ ہوا تو مزہ آنے لگا...... یوں میں کبھی کبھار ان سے گائیڈنس لینے کے لئے ان کے پاس ان اوقات میں چلا جاتا جب سہانی گھر میں نہیں ہوتی تھی۔
ایسا بھی بارہا ہوا...... کہ میں شیئرز کے حوالے سے مشورہ کر کے آ جاتا کہ پی ٹی سی ایل کا خریدوں یا او جی ڈی سی کا...... اینگرو کیمیکل یا اٹک ریفائنری کا لوں یا پھر پی پی ایل کا کون سا اوپر جائے گا۔
شاداب خالہ اپنی معروفیات میں اتنی دھت رہتیں کہ انہیں میرے آنے اور جانے کی بھی خبر نہیں ہوا کرتی تھی اور آج جب میں شاداب ہاؤس پہنچا تو شاداب خالہ اوپر گیلری میں اپنے بالوں میں رولر لگائے بیٹھی نظر آئیں۔
میرا خیال تھا کہ میں چند منٹوں میں نیچے کے ڈرائنگ روم سے ہی رخصت ہو جاؤں گا...... مگر عزیز خالو مجھے اوپر کے کمرے میں لے آئے جہاں سے مجھے لاؤنج میں کھڑی نادیہ بھابی نظر آ رہی تھیں جو گلدانوں میں تازہ پھول سجا رہی تھیں......
سہانی صوفے پر قلوپطرہ اسٹائل میں لیٹی کینو کھا رہی تھی اور ٹی وی بھی دیکھ رہی تھی۔
عزیز خالو اسٹاک ایکسچینج کے کسی بروکر سے فون پر بات کرنے میں محو تھے اور میری ساری حسیات...... سہانی کے اردگرد موجود تھیں۔ وہ ٹیبل پر رکھی پلیٹ سے کینو کی پھانک اٹھاتی تھی...... تو اس کی چوڑیوں کی کھنک بھی میں سن رہا تھا اور اندر کمرے میں بیٹھا نیلگوں نیٹ کے پردے کے پیچھے سے اسے دیکھ بھی رہا تھا۔
شاداب خالہ نے اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بلند آواز میں سہانی سے کہا۔ ''آج مسٹر فاروقی کی فیملی ہمارے ہاں ڈنر کرے گی، تم نے سرمد سے کہہ دیا تھا ناں...... یا بھول گئیں......!''
''میں نے کہا تھا مگر انہوں نے منع کر دیا۔''
''ارے واقعی...... سرمد نے ڈنر پر آنے کو منع کر دیا؟'' شاداب خالہ کے لہجے میں حیرت گھلی ہوئی تھی۔
سہانی نے ہنس کر ٹی وی بند کرتے ہوئے کہا۔ ''مما...... عجیب و غریب باتیں کرنے میں سرمد کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ کہہ رہے تھے کہ ان کی اماں کہتی ہیں...... سمدھیانے میں زیادہ نہیں جانا چاہئے......!'' بات کہنے کے بعد وہ چھن سے ہنس دی۔
نادیہ بھابی...... سہانی کی بات سن کر تمسخر بھرے لہجے میں شاداب خالہ سے بولیں۔ ''ممی...... سرمد میں دامادوں والی اکڑ ہے، بیٹوں والی خو بو نہیں ہے یہ اپنے گھر کے لڑکے ہوتے ہیں جو ساس کو بھی اپنی ماں سے کم نہیں سمجھتے...... وہ کسی وقت بھی بلائیں...... وہ حاضر ہو جاتے ہیں۔''
نادیہ بھابی کے لہجے کی کڑواہٹ کو شاداب خالہ شاید صحیح طرح سمجھ نہیں پائی تھیں اسی لئے بے پروائی سے بولیں۔
''ہاں بھئی داماد تو داماد ہی ہوتا ہے...... بیٹا تھوڑی ناں ہوتا ہے۔''
تب نادیہ بھابی کا لہجہ مزید کڑواہٹ سے مزین ہو گیا۔ ''اللہ خیر ہی رکھے۔ سرمد کا مزاج مجھے خاصا تیز لگتا ہے۔ لونگ پرسنالٹی تو لگتی ہی نہیں۔ وہ عامر ہی تھا جو ہر بات سہانی کی بھی مانا کرتا تھا اور آپ کی بھی!''

تب سہانی جھنجلا کر اٹھ کھڑی ہوئی..... میں نے اپنے ہاتھ میں اخبار لے لیا..... کہ مبادا..... وہ اس کمرے میں داخل ہو..... تو مجھے کن سوئیاں لیتا دیکھ لے۔

''بھابی..... آپ نہ نجومی ہیں اور نہ کوئی الہامی شخصیت..... ایسی جلی کٹی باتیں سنانے کا آپ کا جو بھی مقصد ہے وہ ایک دفعہ مجھے کھل کر بتا دیں..... یہ آپ قسطوں میں بار بار مجھے کیوں اکسانے پر اتری ہوئی ہیں۔''

''ارے بھئی..... میں تو یوں ہی ایک بات کہہ رہی تھی تم تو خواہ مخواہ بات کی کھال اتارنے پر آجاتی ہو۔'' نادیہ کھسیا کر کمرے سے باہر جاتے ہوئے بولی۔

تب سہانی جلے بھنے انداز میں لاؤنج میں ٹہلنے لگی..... یہ اس کی ہمیشہ کی عادت تھی کہ پریشانی میں اپنے دونوں ہاتھ باہم پیچھے باندھ لیا کرتی تھی اور بڑبڑایا کرتی تھی۔ اس وقت بھی..... وہ دھیمے لہجے میں بول رہی تھی مگر اس کی آواز میں بخوبی سن رہا تھا..... وہ کہہ رہی تھی ''بھائی..... میں آپ کی ہر بات سمجھتی ہوں..... جو آپ مجھے سنانا چاہتی ہیں۔''

اور میں یکبارگی سوچنے لگا۔ ''سہانی تم نے تو میرے دل کی کوئی بات بھی نہیں سمجھی تھی..... تو تم دوسروں کی ہر بات کیسے سمجھ سکتی ہو۔''

عزیز خالو کا فون کچھ زیادہ ہی طویل ہو گیا تھا تو میں اشارے سے اجازت لیتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت میرا ذہن اس قابل ہرگز نہیں رہا تھا کہ شیئرز کے باریک ترین معاملات نمٹاتا۔

☆☆☆

پورے آٹھ گھنٹے ہو گئے تھے جو وہ بلا جواز سڑکوں پر گاڑی دوڑاتا پھر رہا تھا۔ اس وقت اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اپنی یہ گاڑی کسی بھاری بھرکم ٹرالر سے جا ٹکرائے اور اپنے دماغ کی ٹیسوں سے نجات پائے مگر ہر بار ماں کا چہرہ اس کے سامنے آرہا تھا جو اسے اس ارادے سے باز رکھ رہا تھا۔ گاڑی چلاتے چلاتے جس اس کے ہاتھ شل ہو گئے تو وہ گھر لوٹ آیا۔

راہداری طے کرتا ہوا وہ دبے پاؤں اپنے کمرے کی جانب ہی جا رہا تھا تو اس کی پشت سے اس کی ماں کی آواز سنائی دی۔

''عامر بیٹا..... کہاں چلے گئے تھے تم!'' ان کا لہجہ تفکر بھرا تھا۔ تب تلخ اور خود سرے لہجے میں عامر بولا۔ ''اب گھر سے باہر جانے سے پہلے مجھے کوئی ایپلی کیشن دینی چاہیے۔''

''تمہاری طبیعت خراب ہے ناں بیٹا..... اتنے دنوں بعد تو تمہارا بخار ٹوٹا ہے۔'' دیکھو تو اپنی شکل آئینے میں، کیسا ذرا سا منہ نکل آیا ہے۔'' ماں کے لہجے میں پریشانی گھلی ہوئی تھی اور ان کا چہرہ دکھ اور غم سے پیلا سا ہو رہا تھا۔

''کچھ نہیں ہوا مجھے میں بالکل ٹھیک ہوں، بہت سخت جان ہوں میں کچھ نہیں ہو سکتا مجھے۔'' عامر کا لہجہ ہنوز خود سری لئے ہوئے تھا۔

''صبح سے یہ وقت ہو گیا تم نے کچھ کھایا تک نہیں، بیٹا کھانا تو کھا لو۔''

عامر کے آگے بڑھتے قدم ایک توقف کے لئے رک گئے اور اس نے جھنجلاہٹ بھرے انداز میں انگلی اٹھا کر ناراض سے لہجے میں ماں سے کہا۔ ''ایک تو یہ بڑی مصیبت ہے کہ آپ ہر وقت میرے پیچھے پڑی رہتی ہیں۔ یہ کھا

لو وہ کھا لو..... مجھے بھوک ہی نہیں لگ رہی ہے تو کیسے زبردستی کھا لوں!''

تب ماں پاس آ کر بیٹے کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اس کا چہرہ اپنی جانب کر کے محبت بھرے لہجے میں بولیں۔ ''عامر بیٹا آج ساری کی ساری ڈشز تمہاری پسند کی بنی ہیں۔ بھنڈی ترکاری، چکن کارن سوپ اور فرائیڈ چاپس ہیں اور فش فرائی بھی..... فروٹ سیلڈ بھی بنایا ہوا ہے۔ بتاؤ کیا کھاؤ گے تم؟''

تب عامر دور خلاؤں میں دیکھتے ہوئے بولا۔ ''امی..... پسندیدہ چیزیں..... مجھے اب نقصان دیتی ہیں کوئی اور چیز پکی ہو تو میرے کمرے میں بھجوا دیں۔'' یہ کہہ کر وہ تیزی سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

''وہ منحوس تو چین سے بیٹھی ہے..... مگر مجھے بے چین کر گئی'' ماں نے سوچا اور ایک ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئیں۔

''پتا نہیں وہ کون سا وقت تھا..... جب میں نے سہانی کو اپنی بہو بنانے کا سوچا تھا..... بے وفا لڑکی نے میرے بیٹے کی زندگی میں کانٹے ہی کانٹے بو دیے۔'' ان کا پریشان ذہن..... اس وقت سہانی کو برا بھلا کہنے میں مصروف تھا۔

☆☆☆

صبح اس کی آنکھ ہی دیر سے کھلی تھی اس لئے اس نے کالج جانے کا پروگرام کینسل کر دیا تھا۔ دوپہر بارہ بجے اس نے ڈٹ کر ناشتا کیا اور پھر تیار ہو کر سرمد کے آفس جانے کا پروگرام بنا لیا۔

''بلیک جینز کے اوپر سرخ کرتی بہت خوبصورت لگ رہی تھی رات کو ہلکی پھلکی بارش کی وجہ سے موسم میں خنکی آگئی تھی اس لئے اس نے بلیک کلر کی اونی شال اپنے شانوں پر نکالی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اسے دوپٹے کے بغیر دیکھ کر وہ ناراض ہو جاتا تھا۔

وہ بیگ کاندھے پر لٹکائے..... ہاتھ میں ایک چھوٹا سا موڈی کیمرا لئے..... ببل گم چباتی ہوئی..... آفس کی راہداری طے کرتے ہوئے..... سرمد کے روم کے سامنے پہنچی تو وہاں بیٹھی ہوئی سیکرٹری نے اسے اندر جانے سے روک دیا۔

''آپ شاید مجھے پہچانی نہیں ہیں.....'' سہانی نے زعم بھرے لہجے میں کہا۔

''اس وقت سر میٹنگ میں مصروف ہیں۔ کسی سے مل نہیں سکتے۔'' سیکرٹری مسکراتے لبوں سے کہہ رہی تھی۔

''اچھا آپ انہیں انفارم تو کر دیں کہ سہانی آئی ہیں۔'' اس کا لہجہ ہنوز خفگی لئے ہوئے تھا۔

''سیکرٹری نے ایک اچٹتی سی نظر سہانی پر ڈال کر سرمد کو فون ملا کر بات کی اور سہانی سے کہا ''میڈم آپ کو تھوڑا ویٹ کرنا ہوگا۔''

سہانی کو حیرت کا ایک جھٹکا سا لگا صبح کا خوشگوار موڈ ایک دم آف ہو گیا مگر وہ اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے وہیں صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کی نظر بار بار وال کلاک کا جائزہ لے رہی تھی جو وقت گزرنے کا احساس دلا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے دیکھا کہ کینٹین کا بیرا چائے کی ٹرالی، لوازمات سے سجی لے کر سرمد کے کمرے میں جا رہا تھا۔ سرمد کے کمرے کا دروازہ کھلا تو ہنسی کی آوازیں باہر تک سنائی دیں جس میں نسوانی آوازیں نمایاں تھیں۔

سہانی وہاں بیٹھی کبھی ٹی وی دیکھ رہی تھی تو کبھی وال ہینگنگز..... وحشت اور گھبراہٹ میں جب بے حد اضافہ ہو گیا تو وہ واپس جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ عین اسی وقت سرمد کے کمرے سے دو الٹرا ماڈرن لڑکیاں ہنستی مسکراتی

ہوئی باہر نکل گئیں۔

سہانی نے انہیں غصے سے دیکھتے ہوئے خود بھی باہر جانے کے لئے قدم بڑھا دیے۔

اس سے قبل کہ وہ اس روم سے باہر نکلتی۔ اسے اپنی پشت پر سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

''مس سہانی......اب آپ اندر جاسکتی ہیں۔ سر آپ کا ویٹ کر رہے ہیں۔''

سہانی غصے سے تنکتی ہوئی مڑ کر تیزی سے سرمد کے کمرے کی جانب چل دی اور جا کر سرمد سے کہنے لگی۔

''تم اپنے اسٹیٹس کا رعب...... کیا مجھ پر بھی جھاڑا کرو گے؟ اور یہ تھیں کون بلائیں جن سے چار گھنٹے سے ہنسی مذاق ہو رہا تھا؟''

سرمد اس کو دیکھ کر مسکرا کر بولا۔ ''یار آفس میٹنگ تھی۔''

''ایسی میٹنگز میں مرد حضرات کیوں نہیں شامل ہوتے۔''

''اب میں اپنی کمپنی کا لاء تو نہیں تبدیل کر سکتا کہ مارکیٹنگ کے شعبے میں خوبصورت اور پڑھی لکھی لڑکیاں ہرگز نہ رکھی جائیں۔''

''اچھا اب وہ خوبصورت بھی ہو گئیں۔'' سہانی نے تمسخر سے کہا۔

''سوری یار...... میں یہ کہہ رہا تھا...... ہمارے آفس میں جتنی بھی خواتین ہیں وہ ساری کی ساری چڑیلیں ہیں، اب تو خوش ہو۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں۔'' وہ مصالحت آمیز لہجے میں شوخی سے کہہ رہا تھا اور سہانی اس کی باتیں سن کر طمانیت محسوس کر رہی تھی۔

''اس وقت تم یہاں کیسے آ گئیں......؟ ہمارا پروگرام تو شام کا ہے ناں......'' سرمد اسے سراہتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

سہانی اپنا مووی کیمرا اسے دکھاتے ہوئے بولی۔ ''کل شام سکندر بھائی نے یہ جدید ترین مووی کیمرا مجھے گفٹ کیا ہے، میں نے سوچا تمہارے آفس کی مووی ہی بنا لوں۔''

''اوہ...... ویری سیڈ......''

''کیا ہوا......؟'' سہانی حیرت سے پوچھنے لگی۔

تب اس نے شرارت سے اپنے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ ''مجھے اگر پہلے پتا ہوتا کہ تم اتنا اچھا مووی کیمرا لے کر آئی ہو تو میں تم سے اپنی میٹنگ کی مووی بنوا لیتا۔'' جس پر سہانی اس کی ٹیبل سے پیپر ویٹ اٹھا کر بولی۔

''سرمد سدھر جاؤ...... میں تمہاری سہیلیوں کی مووی بنانے نہیں آئی تھی۔''

تب سرمد اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولا۔

''بس...... بس...... غصہ تھوکو...... اور کوئی اچھی سی بات بتاؤ......!''

وہ اپنے ہاتھ چھڑاتے ہوئے نخوت سے بولی۔ ''میرے پاس کوئی بات ہی نہیں ہے تو کیا کروں۔''

''اچھا...... تو کوئی ایوی سی ہی بات بتا دو......'' وہ اسے مسرت سے تکتے ہوئے بولا۔

''آج میری سالگرہ ہے۔'' وہ سر جھکائے دھیمے لہجے میں بولی۔

''اتنی اہم بات تم مجھے اتنی دیر سے بتا رہی ہو۔'' وہ پُرجوش لہجے میں بولا۔

''تم کیا کر لیتے ہاں......'' وہ اس کو اتنا سرشار دیکھ کر پوچھ بیٹھی۔

''یہ تو تمہیں آج شام کو پتا چلے گا جب تم میرے ساتھ چلو گی!'' وہ محبت سے سہانی کو دیکھتے ہوئے بولا۔

''کہاں چلو گی؟''

''جہاں میں لے جاؤں......''

''آپ کہاں لے کر جائیں گے؟''

''تم نو بجے تیار رہنا۔ آج تمہاری سالگرہ منانی ہے'' وہ اسے آنکھوں میں اتارتے ہوئے کہہ رہا تھا اور وہ دونوں ہاتھوں میں اپنا چہرہ ٹکائے اسے دیکھے چلی جا رہی تھی۔

''اس طرح مت دیکھو...... تمہاری اتنی بڑی بڑی آنکھوں سے مجھے ڈر لگتا ہے!''

''سرمد تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو؟''

''کبھی ناپی نہیں محبت...... کہ کتنے ایکڑ ہوگی۔''

''کیا محبت کا اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''یہ منحصر ہے کہ کون محبت کر رہا ہے اور کون اندازہ لگا رہا ہے۔'' وہ زیر لب مسکراتے ہوئے بولا۔

''مگر مجھے تو اندازہ ہے......'' وہ کچھ سوچ کر بولی۔

''کیسا اندازہ؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''یہی کہ مجھے آپ سے محبت آپ سے زیادہ ہے۔''

''تو پھر ٹھیک ہی ہوگا، کہ مجھے واقعی اندازہ ہی نہیں ہے۔'' اس نے کہا...... تو وہ یکدم چپ سی ہو گئی کہ شاید وہ چاہ رہی تھی کہ سرمد...... اس کو جھٹلاتے ہوئے کوئی خوشبو بھرا ڈائیلاگ بولے گا مگر وہ تو چپ چاپ اس کو دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں کچھ سوچ رہا تھا......

☆☆☆

''ماما پلیز...... دیکھیں تو سہی...... کتنا خوبصورت گفٹ بھیجا ہے سرمد نے۔'' سہانی نے ایک بڑے سے بوکے کے ساتھ ستاروں بھری میکسی ماں کو دکھاتے ہوئے کہا۔

''بہت قیمتی لگ رہی ہے...... دس پندرہ ہزار سے کم نہیں ہوگی یہ میکسی۔'' شاداب بیگم کپڑا ہاتھ میں لے کر دیکھتے ہوئے بولیں۔ ''اوہ نو ماما...... آپ کو تو ذرا بھی ڈیزائنر کے کپڑوں کی قیمتوں کا اندازہ ہی نہیں ہے...... کم از کم تیس سے پچیس ہزار کی ہوگی...... اس سے زیادہ کی ہوئی تو میں کچھ کہہ نہیں سکتی......'' سہانی نے سرشار لہجے میں کہا۔

''یہ اتنا بڑا بوکے کون لایا ہے......'' نادیہ باہر سے آئی تو لمبے چوڑے بوکے کو دیکھتے ہوئے بولی۔

''ظاہر ہے، سرمد ہی بھیج سکتا ہے ایسا تحفہ......'' سہانی نے اترا کر سنایا۔ ''میکسی بھی بہت اچھی بھیجی ہے اس نے!''

''اچھا...... اچھا......'' کہہ کر...... وہ کمرے سے باہر نکل گئی اور ایک مرتبہ بھی نظر اٹھا کر اس نے جھل مل کرتی میکسی پر نہیں ڈالی۔ ''دیکھا...... آپ کی بہو...... کیسی جل کر گئی ہے۔'' سہانی نے تمسخر بھرے انداز میں ماں سے کہا۔

''جلتی ہے تو جلے، تمہیں پروا کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔''

''ہاں مما...... میں نے تو کبھی پروا کی ہی نہیں۔''

''سرمد کی چوائس بہت شاندار ہے..... فرنچ سیاہ ستارے ایسے لگے ہوئے ہیں جیسے نگینے جڑے ہوئے ہوں۔''

''ہاں اس کا انتخاب ہمیشہ ہی اعلیٰ ہوتا ہے اور میری ہر چیز کی تو وہ ایسی فکر رکھتا ہے، جیسے اس سے بڑھ کر اس کی کوئی ذمہ داری ہی نہ ہو۔'' وہ تو فخر بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''یہ تو اچھی بات ہے، ورنہ مرد تو یہی چاہتے ہیں کہ ان پر ہی توجہ دی جائے'' ممی مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

''سچی بات ہے ممی..... میں اپنی سالگرہ کے لئے اتنے قیمتی تحفے کا سوچ ہی نہیں سکتی تھی..... مگر آپ خود ہی دیکھ لیں کہ وہ کس قدر وسیع القلب ہے۔ اسے میری خوشی کس قدر عزیز ہے۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہو تم..... عامر تو خاصا کنجوس تھا اور اس کی ماں اس سے بڑھ کر کنجوس عورت ہے..... اب تمہاری بھاوج اسی وجہ سے تو زیادہ جل رہی ہیں کہ اتنے امیر گھرانے میں تم کیوں بیاہی جا رہی ہو..... اپنے سے کم حیثیت کے گھرانے میں جاتیں تو یہ ان کی خوشی ہوتی۔''

''بھابی کا تو ذکر نہ کیا کریں، آپ میرے سامنے..... ایسی نفرت بھری نظروں سے مجھے دیکھتی ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ کسی دن ان کی طبیعت صاف کر دوں۔''

''سنا دینا کسی دن کھری کھری اس کو..... سکندر نے کون سا تم سے باز پرس کرنی ہے'' ماں نے شہہ دی۔

''بس میرا کسی سے بھی الجھنے کو دل نہیں چاہتا..... اس لئے چھوڑ رہی ہوں ان کو.....!''

''اچھی خاصی چالاک ہے یہ..... مگر سکندر ہمیشہ ہی یہ کہتا ہے کہ میری بیوی بہت سیدھی ہے، بہت بے وقوف ہے، اس کے منہ میں زبان ہی نہیں ہے۔ پتا نہیں کیا گھول کر پلا دیا ہے، میرے بیٹے کو.....'' ممی دھیمے لہجے میں بڑبڑا رہی تھیں..... اور انہیں پتا بھی نہیں چلا تھا کہ سہانی میکسی لے کر اپنے کمرے میں جا چکی ہے..... اور اپنی شام کی تیاریوں میں لگ گئی ہے۔ سرمد..... کی گاڑی جب رکی..... تو وہ پورچ سے فوراً ہی باہر آ گئی۔

''ارے سہانی تم تو بے حد حسین لگ رہی ہو اس لباس میں.....'' سرمد اس کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔

''مجھے معلوم تھا کہ اس لباس میں تم خوبصورت لگو گی مگر تم تو خوبصورت ترین لگ رہی ہو۔''

''آپ نے ڈریس ہی اتنا پیارا لیا ہے..... جو بھی اسے پہن لیتا..... وہ اچھا لگتا۔'' وہ اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''نہیں سہانی..... اس کو کوئی دوسرا پہن لیتا تو یہ میکسی اتنی اچھی نہیں لگتی..... جو آج تمہاری وجہ سے اچھی لگ رہی ہے.....'' وہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اس پر محبت بھری نظر ڈالتے ہوئے بولا۔

''یہ سب نوازش آپ ہی کی تو ہے.....'' وہ اس کی جانب جھکتے ہوئے آداب کرتے ہوئے بولی۔

اور سرمد اس کی اس ادا کو دیکھ کر مسکرانے لگا..... !تھوڑی ہی دیر میں گاڑی لال قلعہ ریسٹورنٹ کے سامنے رک گئی تھی۔ سہانی سرمد کا ہاتھ پکڑ کر اندر داخل ہوئی..... ان دونوں کی سیٹ پہلے ہی بک تھی۔

جیسے ہی کاؤنٹر کی راہداری طے کرنے کے بعد وہ اندر داخل ہوئے تو سہانی یہ دیکھ کر حیران رہ گئی..... لال قلعہ کے دو چوبدار ہاتھوں میں تلواریں سونتے ان دونوں کے دائیں بائیں موجود تھے۔ باقی بیرے..... قلعے کے غلاموں کی شکل میں ان کے پیچھے آوازیں لگاتے ہوئے دھیرے دھیرے چل رہے تھے۔

''باادب باملاحظہ..... مس سہانی تشریف لا رہی ہیں.....'' یہ آوازیں سن کر اردگرد بیٹھے ہوئے لوگ بھی انہیں دیکھنے لگے..... جب یہ دونوں اپنی ٹیبل پر پہنچے وہاں پھولوں سے گھرا ایک کیک رکھا تھا اور دوسری ٹیبل گفٹس سے

اوپر تک بھری ہوئی تھی۔ بیروں کے نعروں اور مبارکباد کی گونج میں سہانی نے کیک کاٹا..... غلاموں کی شکلوں میں بیرے تالیاں بجا کر آداب کرتے ہوئے روانہ ہو گئے.....!

''یقین کرو سرمد..... میں اپنی سالگرہ کبھی اس انداز میں نہیں مناتی؟'' خوشی اس کے چہرے سے چھلکی پڑ رہی تھی۔ ''اس سے قبل سرمد تمہاری زندگی میں بھی تو نہیں آیا تھا۔'' سرمد نے مسکرا کر کہا۔

''تب اس نے سرخوشی کے عالم میں کیک کا ایک پیس اٹھا کر سرمد کے منہ میں دیا اور دوسرا خود کھایا اور پھر ٹیبل پر رکھے ہوئے گفٹس کو دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔ ''اتنے سارے گفٹس لینے کی کیا ضرورت تھی؟''

''میری مرضی..... اور پھر یہ..... تمہاری پسندیدہ چیزیں ہیں تمہاری پسندیدہ چاکلیٹس..... تمہاری پسند کے شیمپوز، تمہاری پسند کی جینز، تمہاری فیورٹ ڈولز..... اور دیگر الم غلم چیزیں..... جن کا تم مجھ سے ذکر کیا کرتی تھیں۔''

''کیا تم میری ہر بات یاد رکھتے ہو؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''تمہاری ہر بات، میرے لئے پتھر کی لکیر ہو جاتی ہے۔''

''میں کتنی خوش قسمت ہوں، جسے تم ملے ہو۔''

''اور میں بھی.....'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

تب وہ شرما دی اور بات بدلتے ہوئے بولی۔ ''اب یہ اتنے سارے گفٹس میرے گھر تک کیسے جائیں گے؟''

سرمد مسکرا کر بولا۔ ''سوزوکی میں..... !ہوٹل کے باہر میرا ڈرائیور سوزوکی لئے موجود ہے۔''

''ممی تو حیران رہ جائیں گی اتنے سارے گفٹس دیکھ کر.....''

تب سرمد نے کہا۔ ''پتا نہیں کیسے میرے ذہن سے تمہاری سالگرہ کا دن مس ہو گیا اور اٹھارہ مارچ کی تاریخ میرے ذہن سے چپک کر رہ گئی تھی۔ خیر اب میں کبھی 6 فروری کا دن نہیں بھولوں گا..... کہ یہ تمہاری سالگرہ کا ڈے ہے۔'' تب سہانی معصوم سے لہجے میں بولی۔ ''میری ڈیٹ آف برتھ تو اٹھارہ مارچ ہی ہے اور اسی تاریخ کو ممی میری سالگرہ مناتی ہیں۔''

''کیا آج تمہاری سالگرہ نہیں ہے؟'' سرمد حیرت سے بوکھلا ہی تو گیا تھا۔

''ہاں آج میری سالگرہ تو نہیں ہے مگر میرا دل چاہ رہا تھا کہ آج اپنی سالگرہ مناؤں۔''

''ہوں..... تحفے اینٹھنے کا اچھا طریقہ ہے.....'' سرمد بے اختیار ہنس کر بولا۔

''تو پھر میں کیا کرتی، منگنی ہوئے چھ مہینے ہو گئے تھے اور تم نے ابھی تک مجھے ڈھنگ کا گفٹ ہی نہیں دیا تھا۔'' سہانی بے انتہا شوخ لہجے میں بولی۔ ''اب جھوٹ بول بول کر مجھے لوٹا کرو گی۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''ایسا جھوٹ، جو نقصان نہ دے، وہ جائز ہے۔'' وہ ہنسی تو وہ بھی مسکرا دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد سہانی..... گفٹس کی ٹیبل کے پاس جا کر سجے سجائے ڈبے دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔

''کیا واقعی آپ نے انہیں خود پیک کیا ہے؟'' اس نے لاڈ بھرے لہجے میں پوچھا۔

''میں نے خود پیک کیا ہو یا کروایا ہو..... ایک ہی بات ہے..... کہ میں تمہیں کتنا عزیز رکھتا ہوں۔''

''ہاں، یقیناً ہے.....'' اس کے لہجے میں ممنونیت تھی۔ ابھی یہ دونوں باہم سرگوشیوں میں مصروف تھے کہ ایک آٹھ نو سال کی بچی..... بھاگتی ہوئی آئی اور سرمد کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔

''ارے یہ کس کی بچی ہے؟'' سہانی نے اس کے پھولے پھولے گالوں کو چھوتے ہوئے پیار سے پوچھا۔

''مگر وہ بچی.....سرمد کی ٹانگوں سے لپٹے یاس بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''پاپا..... آپ کہاں چلے گئے تھے اتنے دنوں سے گھر کیوں نہیں آئے میں آپ کو اتنا یاد کر رہی تھی پھر بھی آپ گھر نہیں آئے۔ اب آپ کو میرے ساتھ فوراً گھر چلنا ہوگا ورنہ میں آپ سے بات نہیں کروں گی۔''

''جی بیٹا..... آپ کیا کہہ رہی ہیں.....'' سرمد گھبرا کر بولا۔

''پاپا پلیز..... آپ کی بیٹی مونا..... آپ کو بھول نہیں سکتی..... میں آپ کو بہت یاد کرتی ہوں پاپا آپ گھر نہیں چلیں گے تو میں اسکول بھی نہیں جاؤں گی اور کھانا بھی نہیں کھاؤں گی.....! پاپا پلیز..... آپ میرے ساتھ ابھی گھر چلیں..... میں فیری کی کہانی بھی سنوں گی، آپ سے!''

''سرمد پریشان ہو کر بچی کو اپنے پاس سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔'' بیٹا بات کیا ہے؟ میں کچھ بھی نہیں سمجھ پایا ہوں کہ آپ کیا کہہ رہی ہیں اور کون ہیں؟''

''پاپا..... آج آپ کی بیٹی آپ کو گھر لے کر ہی جائے گی..... یہ بات آپ کی سمجھ میں کیوں نہیں آ رہی.....'' اب وہ چھوٹی سی بچی زار و قطار رو رہی تھی۔ یہ سب دیکھ کر سہانی کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔

سہانی کی آب دیدہ آنکھیں دیکھ کر سرمد پریشان ہو گیا۔'' سہانی یقین کرو، میں اس بچی کو جانتا تک نہیں ہوں۔''

''تو بچی جھوٹ بول رہی ہو گی..... ہے ناں۔'' سہانی کے لہجے میں بے یقینی گھلی ہوئی تھی۔ اس سے قبل کہ سرمد.....سہانی کی بات کا جواب دیتا.....ایک معمر سی خاتون تیز تیز چلتے ہوئے ان کے پاس آئیں اور سرمد سے لپٹی ہوئی لڑکی کو کھینچ کر اپنے گلے سے لگاتے ہوئے بولیں۔

''میری گڑیا..... میری بچی..... یہ تمہارے پاپا نہیں ہیں۔ تمہارے پاپا اور مما تو اللہ میاں کے پاس چلے گئے ہیں۔ آؤ..... گھر چلو..... تمہارے نانا تمہارے لئے پیاری سی ڈول لے کر آئے ہیں۔''

''نانو..... مجھے بڑی سی ڈول چاہئے..... اتنی بڑی۔'' بچی معصوم سے لہجے میں دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر بتا رہی تھی۔ اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے نانو نے کہا۔'' ہاں بیٹا میں خوب بڑی سی ڈول تمہیں دوں گی۔ تم چلو..... دیکھو تو سہی تمہارے ماموں بھی آ گئے ہیں.....'' سامنے سے ہی ایک لڑکا بھاگا ہوا آیا اور بچی کو جھٹ گود میں اٹھا لیا۔

تب وہ معمر خاتون ششدر سے کھڑے سرمد اور سہانی سے بولیں۔

''بیٹا معاف کرنا.....میری نواسی ذہنی مریضہ بن گئی ہے جب سے ایک حادثے میں میری بیٹی اور داماد جاں بحق ہوئے ہیں۔ سوری بیٹا..... آپ لوگ اس کی وجہ سے ڈسٹرب ہوئے۔''

''جی کوئی بات نہیں.....'' سرمد اور سہانی تاسف سے نانی کو دیکھتے ہوئے بولے۔

''نانی کے جانے کے بعد..... سرمد نے کہا.....'' اب بتاؤ کیا پروگرام ہے تمہارا..... سی سائیڈ چلو گی۔''

''نہیں..... بہت تھک گئی ہوں، اب گھر جاؤں گی۔''

''چلو، گھر ہی چلتے ہیں.....'' سرمد نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

اور اس نے رضامندی سے سر ہلا دیا اور چند منٹوں میں پہلا والا اضطراب خود ہی زائل ہو گیا۔

☆☆☆

برا ماننے کی بات ہی تھی۔ سرمد کے دماغ پر سہانی ایسی سوار تھی کہ وہ اپنے گھر کو تو کیا اپنے آپ کو بھی بھولا ہوا تھا۔

آج سبین ماں کے پاس آئی..... تو ماں بھی اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑ رہی تھیں۔

''دُنیا کے لڑکوں کی منگنیاں ہوتی ہیں مگر وہ ایسے پاگل نہیں ہوتے جتنا یہ سرمد ہو گیا ہے۔ اسے تو سہانی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔''

تب سبین تمسخر سے ہنس کر بولی۔'' اماں یہ سہانی بہت چالاک قسم کی لڑکی ہے اس نے میرے بھائی کو اپنی اداؤں میں الجھا کر رکھا ہوا ہے۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہو تم..... بالکل باؤلا سا ہو رہا ہے اس کے پیچھے۔''

''اب پچھلے ہفتے تمہارے حمید ماموں کی طبیعت خراب تھی، میں نے سرمد سے کہا بیٹا.....تم بھی کسی دن جا کر اپنے ماموں کی خیریت پوچھ آنا تو کہنے لگا.....اماں آپ دیکھ تو آئی ہیں..... میں ان دنوں بہت مصروف ہوں اور پھر وہ تھوڑی دیر بعد ہی سہانی کو فون کر کے کہہ رہا تھا۔ تم دس منٹ میں تیار ہو جاؤ..... میں تمہیں لینے آ رہا ہوں باہر جا کر کچھ کھاتے ہیں۔'' تب سبین ماں سے رازدارانہ لہجے میں کہنے لگی۔'' اماں ان دونوں کی شادی اتنی جلدی نہیں ہونی چاہے ورنہ وہ آتے ہی سرمد کے سر پر سوار ہو جائے گی!''

''پھر میں کیا کروں؟ یہ تو مجھے بھی نظر آ رہا ہے۔'' اماں کے لہجے میں رنجیدگی رچی ہوئی تھی۔

تب سبین ماں کے قریب ہو کر انہیں سمجھاتے ہوئے بولی۔'' اماں منگنی کی تو کوئی اہمیت نہیں ہوتی..... جتنا طول کھینچے اتنی ہی کمزور پڑتی ہے۔ اچھا ہے خود ہی ٹوٹ جائے اور پھر صائمہ سے سرمد خوشی خوشی شادی کرنے کو تیار ہو جائے۔''

''اگر ایسا ہو جائے تو اس سے اچھی کیا بات ہے۔'' اماں بیٹی کو دیکھتے ہوئے انتہائی مسرت سے بولیں۔

''پریشان نہ ہوں اماں.....انشاء اللہ ایسے ہی ہوگا! ورنہ ہم پریشان ہو جائیں گے اگر یہ شادی ہو گئی تو.....''

''اور یہ شادی مجھے ہوتی نظر نہیں آ رہی۔''

''تمہیں ایسا کیوں لگ رہا ہے۔''

''ہر چیز کی زیادتی نقصان دہ ہوتی ہے..... یہ سرمد..... سہانی سے اتنا مل رہا ہے کہ وہ اس کے حواسوں سے بھی جلد ہی اتر جائے گی۔''

''اللہ کرے ایسا ہی ہو.....'' اماں نے تسبیح ہاتھ میں پکڑ کر اس کے دانے گھماتے ہوئے دُعائیہ لہجے میں کہا۔

☆☆☆

مسز عابدی اپنی ساس کے ساتھ شہلا کے گھر پہنچی تھیں۔ شہلا انہیں دیکھ کر حیران رہ گئی تھی کہ اسکول میں تو انہوں نے اس کے گھر آنے کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔

''میں اپنی ساس کے ساتھ تمہارے محلے میں آئی تھی تو سوچا تمہاری امی سے بھی ملتی چلوں۔''

شہلا نے ٹیوشن کی بچیوں کو کام دے کر باورچی خانے کا رخ کیا..... اس کی خواہش تھی کہ چائے کے ساتھ ایک دو اچھی چیزیں انہیں کھلائے۔ مسز عابدی کی وجہ سے اسے بڑی تقویت حاصل تھی۔

شہلا جب باورچی خانے میں محو ہو گئی تو مسز عابدی نے اس کی والدہ سے شہلا کے لئے اپنے دیور کے رشتے کے

لئے بات کا آغاز کیا۔ ''شہلا تو میری بیٹی نہیں بیٹا ہے۔ ..... وہ تو کسی بھی صورت شادی کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اپنی منگنی اس نے خود ختم کی ہے حالانکہ میں نے اس کو بہت سمجھایا تھا کہ وقت کا کام گزرنا ہوتا ہے..... وہ گزر جائے گا..... تم شادی کر لو..... تمہارے چھوٹے بہن بھائیوں کا مستقبل بھی سنور جائے گا مگر شہلا بڑی ضدی قسم کی لڑکی ہے..... جو بات اس کے دل میں سما جائے اسے کوئی نہیں نکال سکتا۔''

''کیا آپ اس کی سگی ماں ہیں.....'' مسز عابدی انہیں حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

''اے لو..... اپنی سگی اولاد کو میں کیا سوتیلا سمجھوں گی.....'' انہیں مسز عابدی کی بات پر ہنسی آ رہی تھی۔

''میں نے تو ایسی مائیں بھی دیکھی ہیں جو سوتیلی ہوتی ہیں اور وہ پرائے بچوں سے ایسی محبت کرتی ہیں جیسے کہ وہ ان کے اپنے بچے ہوں۔''

''پتا نہیں آپ کس کا قصہ سنا رہی ہیں مگر میں تو ایک ہی بات کہوں گی کہ سگا سگا ہوتا ہے اور سوتیلا سوتیلا.....''

''شاید آپ ٹھیک کہتی ہیں.....'' شہلا کے آنے پر انہوں نے اپنی گفتگو مہنگائی..... اور اسٹریٹ کرائمز کی جانب موڑ دی۔ ''میں پڑھی لکھی ہوتی تو نوکری کر لیتی..... اب ان کے ابا معذور ہو گئے ہیں تو ساری ذمہ داری بے چاری شہلا پر پڑ گئی ہے..... وہ تو شکر ہے کہ دو دکانوں کا کرایہ بھی آتا ہے..... تب کہیں جا کر پورا ہوتا ہے۔''

''آپ نے اپنے گھر کا ایک پورشن بھی تو کرائے پر دے رکھا ہے؟''

''اس کا تو صرف دس ہزار کرایہ آتا ہے..... اور دس ہزار اس مہنگائی میں ہوتے ہی کیا ہیں..... پانچ چھ لان کے سوٹ خرید کر سلوا لو تو دس ہزار ختم..... اور سچی بات کہوں گی کہ مجھے اچھے کپڑے پہننے کا شوق شروع سے ہی ہے..... اپنے ابا کے گھر بھی سب سے اچھا پہنا..... اور شادی کے بعد میاں نے کبھی دل نہیں مارا..... اور اللہ کا شکر ہے اب بھی مارکیٹ چلی جاؤں تو بے وجہ شاپنگ کر کے آ جاتی ہوں..... کہ مجھے شوق ہی ایسا ہے کہ اچھے سے اچھے کپڑے پہنوں..... جب کہ شہلا کو اتنا شوق نہیں ہے..... مگر میں اچھے اور نئے نئے اسٹائل کے کپڑے پہنے بنا نہیں رہ سکتی.....'' شہلا کی ماں تو فخر بھرے لہجے میں کہہ رہی تھیں اور مسز عابدی کا سر ان کی بے مہار باتیں سن کر پھٹا جا رہا تھا..... شہلا چائے کی ٹرالی سجا کر لائی تو انہیں اس کی بے کسی پر رحم آیا مگر وہ کچھ کہے بنا اس گھر سے چلی آئیں۔

''پاگل تو نہیں ہو گئی تھیں یہ تمہاری مسز عابدی۔'' ان کے جانے کے بعد امی نے غصے سے کہا۔

''کیوں کیا ہوا؟'' شہلا نے حیرت سے ماں کو دیکھا۔

''ان کے دیور..... جس کا نکاح ہو گیا تھا..... اس کی منکوحہ کسی بیماری میں مر گئی..... اب اس لڑکے کا رشتہ لے کر ہمارے گھر آ گئیں۔ اب بتاؤ ایسا بدنصیب رشتہ ہم کیونکر قبول کر سکتے ہیں؟ انہوں نے ہمیں کیا سمجھ رکھا ہے کہ ایسے گرے پڑے گھرانے کے لوگ ہیں کہ اس لڑکے کا رشتہ فوراً قبول کر لیں گے ہاں۔''

''امی ان کے دیور نے تھوڑی مارا ہے، اس میں اس کا کیا قصور؟'' شہلا کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

''بیٹا بعض مرد بیوی کھاؤ ہوتے ہیں..... اب تم اپنے خاندان میں لندن چچا کو دیکھ لو..... ان کی تین بیویاں مر چکی ہیں اور وہ خوب ہٹے کٹے ہیں۔''

شہلا نے کوئی بھی رائے دینے سے گریز کیا کہ موت کا وقت تو معین ہے..... یہ تو اپنے وقت پر ہی آتی ہے..... اگر لندن چچا کی بیویاں مر گئیں تو اس میں بے چارے لندن چچا کا کیا قصور؟

''شہلا تم تو مسز عابدی کی بہت تعریف کرتی تھیں۔ اب دیکھو کیسی مکار ہیں وہ..... تمہیں اپنے دیور سے اس لئے بیاہنا چاہتی ہیں کہ ان کے گھر میں دھندا بھی چلے..... اور کما کے ان کے دیور کی مٹھی علیحدہ گرم کرو.....'' امی غصے سے کہہ رہی تھیں۔ شہلا..... ماں کے پاس سے ہٹ گئی..... اور ٹیوشن کی بچیوں کا کام چیک کرنے میں محو ہو گئی مگر امی کی بڑبڑاہٹ کسی صورت ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

''اب تو ہر ایک کو یہی آگ لگی ہوئی ہے..... کہ میری بچی گھر کیوں چلا رہی ہے؟ میرے گھر میں فاقے کیوں نہیں پڑ رہے؟ میں لوگوں کے آگے ہاتھ کیوں نہیں پھیلا رہی؟ میرے گھر میں پریشانیوں نے کیوں نہیں ڈیرا ڈال رکھا؟ جب ہی تو سب کو شہلا کی فکر کھائی جاتی ہے اور دیکھو تو ماں سے بڑھ کر ہمدردی جتا رہی تھیں مگر وہ یہ پرانی کہاوت بھول گئیں'' کہ ماں سے زیادہ جو چاہے وہ پھاپھا کٹنی۔''

شہلا کے کانوں میں ماں کی ہر بات پڑ رہی تھی..... اور وہ اپنے دل میں شرمندہ سی ہو رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ مسز عابدی خواہ مخواہ ہی ہمارے گھر آئیں..... مجھ سے اسکول میں مشورہ کر لیتیں تو میں ہرگز انہیں اپنے گھر آنے کو نہ کہتی۔ ٹیوشن کی بچیوں کے جانے کے بعد امی نے اسے پاس بلا کر کہا!

''شہلا تم یہ مت سمجھنا کہ ہم تمہارا برا چاہتے ہیں ہم تمہاری ماں ہیں اور ہم سے زیادہ اچھا تمہارا کوئی نہیں سوچ سکتا..... اور اب یہ تو نہیں ہو سکتا ناں کہ کسی اینگے بینگے رشتے میں تمہیں جھونک دیں اور تم ساری عمر روتی رہو۔ تمہارا غم کیا ہم سے دیکھا جائے گا۔ تم سے پہلے ہی ہم مر جائیں گے۔'' اب وہ پھکا پھک رو رہی تھیں۔

ان کو اس طرح روتا دیکھ کر شہلا بھی آزردہ سی ہو گئی۔ ''امی..... میں بھی تو آپ کی بیٹی ہوں جو آپ چاہیں گی..... میں بھی تو وہی چاہوں گی۔'' رندھے ہوئے لہجے اور ڈبڈبائی آنکھوں سے ماں کو دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔

تب امی نے لپک کر اسے سینے سے لگا لیا اور اس قدر روئیں کہ شہلا کو انہیں چپ کرانا دوبھر ہو گیا..... بہ مشکل وہ چپ ہوئیں تو ان کی آنکھیں سوج کر سرخ انگارا ہو چکی تھیں اور شہلا اس تمام بدمزگی کا قصور اپنی ذات کو سمجھ رہی تھی۔

کاش مسز عابدی اس کے گھر نہ آتیں تو آج امی یوں تڑپ تڑپ کر نہ روتیں۔

اگلے دن مسز عابدی نے شہلا سے کچھ بھی نہیں پوچھا کہ دیور کے رشتے کے سلسلے میں تمہاری ماں نے کیوں انکار کیا۔ شہلا نے بھی ان سے اس موضوع پر کوئی بات نہیں کی اور وہ ایسی بنی رہی جیسے مسز عابدی کے آنے کے مقصد سے وہ لاعلم ہو مگر اسے یہ احساس جلد ہی ہو گیا کہ مسز عابدی اس پر ایک نظر ڈال کر..... ایک آہ ضرور بھرنے لگی تھیں جیسے انہیں دکھ سا پہنچا ہو..... کہ شہلا کی شادی ان کے دیور سے کیوں نہیں ہوئی۔

کچھ عرصے بعد مسز عابدی کے دیور کی شادی ہو گئی۔ انہوں نے ولیمے کی تقریب میں سارے اسٹاف کو ہی بلایا تھا مگر شہلا اس میں نہیں گئی..... دیگر اسٹاف جو وہاں گیا تھا..... سب نے ہی دلہن کے ساتھ دلہا کی بھی بے حد تعریف کی..... بے حد خوبصورت پرسنالٹی..... اعلیٰ تعلیم یافتہ..... اور اسی کے حساب سے اس کی دلہن جو ڈاکٹر بھی تھی..... اور ایک اچھے معروف گھرانے سے تعلق بھی رکھتی تھی۔ یہ سب سن کر شہلا کو ایک انجانا سا دکھ ہوا مگر جب اپنی ماں کا روتا بلکتا چہرہ اس کی نظروں کے سامنے آیا تو اسے اپنی سوچ پر ندامت سی ہوئی۔

''میری ماں میرے لئے بالکل صحیح سوچتی ہے۔'' اس نے اپنے آپ کو سمجھایا اور مطمئن سی ہو گئی۔

☆☆☆

سہانی آج بڑھ چڑھ کر خوبصورت لگ رہی تھی۔۔۔۔۔ اس نے۔۔۔۔۔ !بلیک جینز پر سرخ بلاؤز پہنا ہوا تھا۔۔۔۔۔ بالوں کی خوبصورت پونی بنی ہوئی تھی۔اس کا چہرہ پسینے سے تر تھا۔۔۔۔۔ ایکسرسائز میں اس کے پورے دو گھنٹے لگے تھے۔۔۔۔۔ اس نے رومال سے اپنا چہرہ تھپتھپایا اور بیگ سے جوس کا ڈبا نکال کر منہ سے لگایا اور جم سے باہر نکل آئی۔

وہ اپنی دھن میں مست اپنی گاڑی کی جانب جا رہی تھی کہ اپنا نام سن کر وہ پیچھے مڑ کر دیکھنے لگی اور یہ دیکھ کر واقعی حیران رہ گئی۔۔۔۔۔ سرمد اپنی گاڑی کی بونٹ پر بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

''تم اس وقت یہاں؟'' اس کے لہجے میں سرشاری تھی۔

''آفس نہیں جائیں گے کیا آج؟''

''نہیں۔۔۔۔۔'' سرمد اسے چاہت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

''ارے آج یہ سورج کہاں سے نکل آیا ہے؟'' سہانی جوس کا سپ لیتے ہوئے بولی۔

''سرمد۔۔۔۔۔ تم آفس سے چھٹی تو کیا نہیں کرتے آج کوئی خاص بات۔۔۔۔۔ یا کوئی خاص وجہ؟''

وہ گاڑی کے بونٹ سے اتر کر اس کے پاس آ کر بولا۔''آفس کی میٹنگز کے سلسلے میں آج شام مجھے دبئی جانا ہو گا۔''

''تم جھوٹ تو نہیں بول رہے؟'' وہ اس کے مدِ مقابل کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

''نہیں یار۔۔۔۔۔ اس میں جھوٹ بولنے کی کیا بات ہے؟''

''پھر تم واپس کب آؤ گے۔'' جرح جاری تھی۔

''ابھی تو میں گیا بھی نہیں۔۔۔۔۔'' وہ ہنسا۔

''اور دیکھو۔۔۔۔۔ میں نے انتظار بھی کرنا شروع کر دیا۔''

''ہنی۔۔۔۔۔ ایک ہفتہ تو لگ جائے گا۔''

''مگر میں تو بور ہو جاؤں گی۔۔۔۔۔ تمہارے بغیر۔۔۔۔۔!''

''میرا بھی کون سا وہاں دل لگے گا۔۔۔۔۔'' وہ ہنستے ہوئے بولا۔

''تو پھر کیوں جا رہے ہو؟''

''روزی روٹی کا معاملہ ہے، جانا تو پڑے گا ہی۔''

''دفتر والوں کو بتا دو۔۔۔۔۔ محبت کرنے والے اپنے شہر سے باہر نہیں جایا کرتے۔''

''وہ کہیں گے کہ آفس سے باہر چلے جاؤ۔۔۔۔۔ ہمیں تو اپنا کام چاہئے۔''

''بڑا خراب ہے تمہارا آفس۔۔۔۔۔'' وہ ہنسی!

''آؤ۔۔۔۔۔ میری گاڑی میں بیٹھو۔۔۔۔۔'' وہ دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔

''تو پھر ہمیشہ کی طرح۔۔۔۔۔ میری گاڑی آپ کا ڈرائیور ہی گھر پہنچائے گا۔''

''ہاں! مجبوری ہے کیا کریں۔'' وہ اسے محبت سے دیکھتے ہوئے اس کے برابر بیٹھ گئی۔

سرمد درمیانی رفتار سے گاڑی چلا رہا تھا۔۔۔۔۔ اور دھیمے لہجے میں گنگنا رہا تھا۔

''سرمد، تمہاری آواز بہت اچھی ہے۔''

''نہیں بھئی، اچھی کہاں ہے۔۔۔۔۔ میں تو باتھ روم سنگر ہوں۔''

''سرمد۔۔۔۔۔ ایک بات کہوں۔۔۔۔۔ !بہت خاص بات ہے۔''

''ہوں۔۔۔۔۔ جلدی سے بتاؤ۔۔۔۔۔'' وہ بھی اسی کے انداز میں رازداری سے بولا۔

''میں تمہیں بہت مس کروں گی!''

''اور میں بھی۔۔۔۔۔''

''مجھے روزانہ فون کرو گے ناں۔۔۔۔۔!'' وہ اس کے کاندھے پر سر ٹکائے پوچھ رہی تھی۔

''ہاں!'' وہ اس کی قربت سے مسحور ہوتے ہوئے بولا۔

تب وہ اسی انداز میں بولی۔''اور وائس چیٹ بھی روز کرو گے ناں۔''

''جانو۔'' وہ اس کو مزید اپنے قریب کرتے ہوئے ہنس کر بولا۔''میں آفس کی ایمرجنسی میٹنگ میں جا رہا ہوں وائس چیٹ کا تو مجھے ٹائم نہیں مل پائے گا۔''

سہانی اسٹیئرنگ پر اپنا ہاتھ رکھ کر برا سا منہ بناتے ہوئے بولی۔''پھر میں کیا کروں گی۔میرا وقت کیسے گزرے گا؟''

''وقت کا کام تو گزرنا ہی ہوتا ہے۔منٹوں میں گزر جائے گا اور میں اتنے میں آ بھی جاؤں گا۔'' سرمد اس کے بال بگاڑتے ہوئے ہنس کر شریر سے لہجے میں بولا۔

''ہاں، کہہ تو تم ٹھیک رہے ہو۔۔۔۔۔'' سہانی نے مسکرا کر اس کے شانے پر پھر اپنا سر ٹکا دیا۔

''کیا خیال ہے۔۔۔۔۔ آج لانگ ڈرائیو پر چلیں۔''

''او کے۔۔۔۔۔'' سہانی نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

☆☆☆

وہ کالج سے جب بھی گھر آتی تو سب کو ٹی وی لاؤنج میں ہی پاتی تھی۔

بھابی ٹی وی دیکھ رہی ہوتی تھیں۔ ماما اپنے چہرے پر کبھی کھیرا یا کبھی آلو فریزر میں ٹھنڈے کر کے ان کے قتلے کاٹے لیٹی ہوتی تھیں۔ پاپا ہمیشہ کسی اخبار یا کسی کتاب کے مطالعے میں غرق نظر آتے تھے۔

مگر آج جب وہ آئی لاؤنج خالی بھائیں بھائیں کر رہا تھا۔ پاپا کے کمرے میں گئی۔۔۔۔۔ تو وہ بھی باہر نکل رہے تھے۔

''ممی کہاں ہیں؟'' ان کے کمرے میں بھی ماں کو نہ دیکھا تو اس نے پوچھا۔

''تمہاری بھابی کے ساتھ گئی ہیں عامر کو دیکھنے۔'' انہوں نے بتایا۔

''عامر کو کیوں دیکھنے گئی ہیں کیا اس سے پہلے انہوں نے عامر کو نہیں دیکھا؟''

''کیا تمہیں واقعی کچھ نہیں معلوم......'' پاپا اس سے حیرت بھرے لہجے میں پوچھ رہے تھے۔

باپ کے متفکر لہجے کو محسوس کرتے ہوئے اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ''کیا بات ہے پاپا؟''

''سہانی...... عامر کی طبیعت بہت خراب ہے، وہ کل شام سے ہسپتال میں ایڈمٹ ہے۔'' پاپا نے اس کو رنج بھرے لہجے میں بتاتے ہوئے کہا۔

''عامر کو کیا ہو گیا ہے......!'' وہ گھبرا کر بولی۔

''شاید فوڈ پوائزن ہو گیا ہے جس کی وجہ سے اس کا بی پی بے حد لو ہو گیا تھا۔''

''آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا میں سمجھی پتا نہیں اسے کیا ہو گیا ہے۔ ٹھیک ہو جائے گا وہ۔ آپ ناحق اتنے پریشان ہو گئے ہیں۔''

''نادیہ بتا رہی تھی کہ اس کی حالت خاصی کمزور ہو گئی ہے خود سے بیٹھ بھی نہیں سکتا وہ...... جوان جہان لڑکا سہارا دینے کے بجائے...... خود سہارے سے بیٹھے تو یہ کیا پریشانی کی بات نہیں ہے؟''

''ارے پاپا...... آپ بھی کس کی باتوں میں آ گئے......'' سہانی نے ہنس کر کہا۔

''نادیہ بہت پریشان تھی بیٹا...... جب وہ جا رہی تھی تو اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔''

''افوہ پاپا...... آپ یہ بات کیوں بھول جاتے ہیں کہ بھابی ہمیشہ بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتی ہیں۔ یاد ہے ایک مرتبہ وہ صرف سیڑھیوں سے لڑھک گئی تھیں اور سکندر بھائی کو ان کے آفس فون کر کے بتایا تھا کہ وہ ٹیرس سے گر پڑی ہیں۔''

''ہاں ایسا تو واقعی ایک بار ہوا تھا......'' اب پاپا اس کی بات کا مزہ لے کر مسکرا رہے تھے۔

''ممی گھر آئیں گی...... تو بھابی کی بات کی اصل حقیقت بھی آپ کو معلوم ہو جائے گی۔ جب ممی بتائیں گی...... کہ ہلکا سا فیور تھا...... یا معمولی سا پیٹ کا درد یا بدہضمی تھی...... ہسپتال والے تو رکھ بھی نہیں رہے ہوں گے...... بھابی کی اماں زبردستی وہاں رکھنا چاہ رہی ہوں گی کہ ان کے خاندان کو بیمار بننے کا بہت شوق ہے۔''

''سہانی...... اب ایسی بھی بات نہیں ہے...... تمہارا نادیہ کے ساتھ نند بھاوج کا رشتہ ہے ناں...... اسی لئے تم اس نہج پر سوچ رہی ہو...... نادیہ واقعی پریشان تھی بیٹا......''

''پاپا...... آپ تو ہر ایک کے لئے سوفٹ کارنر رکھتے ہیں اور ہر ایک کی ہر بات کو سچ سمجھتے ہیں جب کہ ہر کوئی سچا نہیں ہوا کرتا ہے۔'' وہ جھنجلا کر بولی۔

''تو کیا میں غلط کرتا ہوں؟'' اب وہ اسی سے پوچھ رہے تھے۔

''مجھے نہیں معلوم......'' وہ جھنجلائی ہوئی سی باہر نکل گئی اور پاپا اسے رکھائی بھرے انداز میں جاتا ہوا دیکھنے لگے۔

''سہانی ایسی تو نہیں تھی! پتا نہیں اسے کیا ہو گیا تھا۔'' وہ پریشان ہو کر اسی کے بارے میں سوچے چلے جا رہے تھے۔

☆☆☆

چھٹی کے دن شاداب ہاؤس میں بھی ناشتا قدرے تاخیر سے ہوا کرتا تھا۔ سہانی رات کو خاصی تاخیر سے سوئی تھی...... دیر تک سرمد سے فون پر بات ہوتی رہی تھی۔ بارہ بجے جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے چائے اپنے کمرے میں ہی منگوالی۔ شاور لے کر جب وہ لاؤنج میں آئی...... تو سکندر بھائی اور نادیہ بھابی خدا حافظ کہہ کر باہر نکل رہے تھے۔ ممی ایک پلیٹ میں کینو کی پھانکیں علیحدہ کر کے رکھ رہی تھیں...... پاپا جب کمرے میں آئے تو وہ کینو کی پلیٹ انہیں دیتے ہوئے بولیں۔ ''آپ چلیں گے میرے ساتھ...... نادیہ اور سکندر تو چلے بھی گئے۔''

پاپا کینو کھاتے ہوئے...... پلیٹ سہانی کی جانب بڑھاتے ہوئے بولے۔ ''وہ تو آدھا بھی نہیں رہا۔''

''ممی کل کا کیک واقعی بہت ٹیسٹی تھا کیا گھر پر بیک ہوا تھا؟'' سہانی نے ماں سے پوچھا۔

''یہ کیک کی بات نہیں ہو رہی سونو......!''

''تو پھر کیا آدھا بھی نہیں رہا......؟'' وہ ماں کی طرف دیکھتے ہوئے استفہامیہ لہجے میں بولی۔

''عامر بہت کمزور ہو گیا ہے ابھی تک ہسپتال میں ایڈمٹ ہے وہ تاسف اور دکھ سے اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔

''سہانی بیٹا تم اسے دیکھنے بھی نہیں گئیں۔'' پاپا اس سے پوچھ رہے تھے۔

''آپ لوگ اسے روزانہ دیکھنے جا رہے ہیں تو کیا میرا جانا بھی ضروری ہے......'' وہ جھنجلا کر ٹہلتے ہوئے بولی۔

''ہاں بیٹا...... اب ہماری اس خاندان سے رشتہ داری ہے تمہاری بھابی کا وہ بھائی ہے اور کسی کی طبیعت پوچھنے سے ثواب ملا کرتا ہے۔ تمہیں جانا چاہئے تھا۔'' پاپا کا لہجہ محبت بھرا تھا۔

''اچھا...... دیکھ آؤں گی...... میں بھی اسے......'' وہ برا سا منہ بناتے ہوئے بولی۔

''کب جاؤ گی تم؟'' پاپا نے پوچھا۔

''کل تو میں بہت مصروف ہوں، ذرا بھی فرصت نہیں ہو گی مجھے...... ڈانس کی کلاس بھی ہے اور گانے کی بھی...... اردو کا ٹیسٹ بھی ہے...... اور شام کو ٹیلر کو کپڑے بھی دینے ہیں...... سارا دن ہی ہوا ہو جائے گا۔''

''پھر یوں کرو کہ آج ہی چلی جاؤ......'' پاپا اسے پیار بھرے لہجے میں سمجھاتے ہوئے بولے۔

''ٹھیک ہے پاپا، میں آج ہی چلی جاؤں گی۔'' وہ کسی اچھی بچی کی طرح رضامندی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

اور پھر واقعی وہ تھوڑی دیر بعد ایک بڑا سا بوکے لئے عامر کے سرہانے کھڑی تھی اور عامر اسے خالی خالی نظروں سے تک رہا تھا۔ تب وہ مسکرا کر بولی۔ ''کیسے ہو عامر؟''

''ٹھیک ہوں......'' وہ پھیکے سے لہجے میں بولا۔

سہانی اس کے قریب رکھے ہوئے گلدان میں بوکے لگاتے ہوئے بولی۔

''یہ ہسپتال میں ڈیرا کیوں جما لیا تم نے؟ جلدی سے ٹھیک ہو کر گھر جاؤ، یہ کیا کاہلوں کی طرح بستر پر پڑے ہو۔''

''اب تم آ گئی ہو تو ٹھیک بھی ہو جاؤں گا۔'' وہ دھیمی سی مسکراہٹ اپنے لبوں پر لاتے ہوئے بولا۔

''مگر میں نے تو میڈیکل کالج چھوڑ دیا ہے، تمہارا علاج نہیں کر سکتی......'' وہ شرارت بھرے لہجے میں بولی۔

تب وہ تکیے کے سہارے بستر پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''سہانی، تم تو میرے لئے مسیحا کا درجہ رکھتی ہو، اب میں بغیر علاج کے ٹھیک ہو جاؤں گا۔''

سہانی...... کاؤنٹر پر جوس کا ڈبا رکھا دیکھ کر...... اسے گلاس میں ڈال کر اسے دیتے ہوئے بولی۔ ''عامر ڈائیلاگ

بولنے کے بجائے یہ جوس پیو اور جان بناؤ۔''

عامر نے اس کی طرف محبت سے دیکھتے ہوئے گلاس منہ سے لگالیا، جوس کا گلاس خالی کر کے اسے واپس دیا جسے وہ کاؤنٹر پر رکھ کر پھر اس کے پاس آ بیٹھی اور بے تکلفی سے اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''عامر تم واقعی بہت کمزور ہو گئے ہو۔ تم کو اس حالت میں دیکھ کر میں واقعی دکھی ہو گئی ہوں۔''

''سہانی کیا تم چاہتی ہو کہ میں بالکل ٹھیک ہو جاؤں......؟'' عامر اس کی جانب لگاوٹ سے دیکھتے ہوئے بولا۔

''ہاں میں ایسا کیوں نہ چاہوں گی تم میرے دوست ہو، میری پیاری سی بھابی کے بھائی ہو۔'' وہ شوخ مگر معصوم لہجے میں روانی سے کہہ رہی تھی۔

''سہانی میری ایک بات مانو گی......!'' عامر مسرت آمیز سرشاری سے سہانی کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولا۔

''وائے ناٹ......'' وہ چیونگم چباتے ہوئے بے پروائی سے بولی۔

''سہانی تم سرمد سے منگنی توڑ کر میرے پاس آ جاؤ...... میں بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا......!'' وہ سہانی کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے جذب بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا اور سہانی حیرانی سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

☆☆☆

اکثر لوگ فون پر جب باتیں کرتے ہیں...... تو ان کی آواز اور حرکات و سکنات سے سامنے والے کو یہ تک پتا چل جاتا ہے کہ دوسری جانب کیا کہا جا رہا ہے۔

مگر نادیہ کا شمار ان خواتین میں تھا کہ ان کے برابر بیٹھنے والے کو بھی یہ نہیں پتا چلتا تھا کہ دوسرے کے جواب میں یہ کیا کہہ رہی ہیں...... ان کی ''ہوں'' اور ''ہاں'' بھی ایسی پُراسراری ہوتی تھی کہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ ان کی ہوں کا مطلب ہاں ہے یا نہیں اور آواز کا والیوم اتنا ہلکا کہ کان لگانے کے باوجود کچھ سنائی نہ دیتا مگر آج اپنی امی کا فون ریسیو کر کے نہ صرف اس کے چہرے پر سرشاری سی آ گئی تھی بلکہ اس کے لبوں پر مسکراہٹ بھی چاندی کی طرح روشن ہو گئی تھی۔

''کیا تمہاری امی کا کوئی پرائز بونڈ نکل آیا ہے......'' سکندر جو ٹی وی دیکھ رہا تھا بیوی سے مذاقاً پوچھنے لگا۔

''اس سے بھی بڑی خوشی ملی ہے ان کو'' اس نے مسکرا کر کہا۔ ''عامر کی طبیعت اب پہلے سے بہت بہتر ہے...... آج تو اسے بخار بھی نہیں چڑھا۔''

''اللہ کا شکر کہ اس کا بخار ٹوٹا ورنہ میں تو واقعی ڈر سا گیا تھا'' سکندر نے کہا۔

''امی کہہ رہی تھیں...... یہ سب سہانی کی وجہ سے ہوا ہے۔''

''سہانی کی وجہ سے...... میں سمجھا نہیں......''

سکندر نے ٹی وی آف کر کے حیرت سے بیوی سے پوچھا۔

''سہانی عامر کی طرف لوٹ آئی ہے۔ وہ اسے روزانہ ہسپتال دیکھنے آتی ہے اور اس کا اتنا خیال رکھ رہی ہے کہ بس......''

نادیہ نے سرشار سے لہجے میں سکندر کو رازداری سے بتاتے ہوئے کہا۔

''ویری گڈ...... یہ تو تم نے بہت اچھی خبر سنائی اور اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ وہ سرمد سے اپنی منگنی خود ہی ختم کر

دے گی۔''

''ہاں، اب تو مجھے بھی ایسا ہی لگ رہا ہے۔'' نادیہ کھلکھلتے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

☆☆☆

عامر کے پاس ہسپتال میں رات کو اس کا دوست غضنفر رہا کرتا تھا اور دن میں اس کی امی...... وہ صبح سویرے ہی ہسپتال پہنچ جایا کرتی تھیں۔ اس وقت بھی وہ اسے دوا دینے کے بعد سورۂ فاتحہ اور سورۂ رحمان کا پانی پلا رہی تھیں کہ سہانی ہاتھ میں باسکٹ لئے اندر داخل ہوئی اور بلند آواز میں ان دونوں کو سلام کیا۔

عامر کی امی اسے حیرت و مسرت کے ساتھ دیکھتے ہوئے بولیں۔ ''سہانی...... تم تو روزانہ شام کو آتی تھیں...... آج اتنی صبح صبح کیسے چلی آئیں......!''

''آنٹی آج شام کو مجھے کچھ کام ہے میں نے سوچا آج صبح ہی چلی جاؤں۔'' وہ پھر عامر کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''اے مسٹر...... جلدی سے اٹھو اور یہ پورا سوپ پی جاؤ...... اسے میں نے اپنی نگرانی میں رشید سے بنوایا ہے۔''

عامر کی امی نے بیٹے کو سہارا دے کر بٹھایا...... سہانی نے تھرماس سے سوپ پیالے میں نکال کر دیا۔ جسے وہ آہستہ آہستہ پینے لگا۔

''واقعی بہت مزے کا ہے۔''

''میں نے بنوایا ہے تو بدمزہ تو ہونے سے رہا۔''

''مجھے سوپ پینا کبھی اچھا نہیں لگتا تھا...... مگر جو تم بنوا کر لا رہی ہوں...... اسے پی کر مزہ آ رہا ہے۔''

''آنا بھی چاہئے تھا...... ورنہ میں خوب سناتی تمہیں...... ہاں۔'' اس کی باتیں سن کر عامر کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل رہی تھی......

اور بیٹے کو خوش دیکھ کر ماں بھی خوش ہو رہی تھی!

''آنٹی آپ گھر جانا چاہیں تو چلی جائیں میں شام تک عامر کے پاس ہوں......'' سہانی نے آنٹی سے کہا۔

''ٹھیک ہے بیٹا میں شام پانچ بجے تک آ جاؤں گی......'' وہ اپنی چیزیں سمیٹتے ہوئے بولیں۔

عامر نے جب سوپ پی لیا تو اس نے ناول سے اس کا منہ صاف کیا اور سہارے سے اسے بیڈ پر لٹا دیا۔

''بہت اچھی لگ رہی ہو تم......'' وہ اسے دیکھتا ہوا بولا۔

''عامر اب تم بھی بہت اچھے لگ رہے ہو...... بلیک اینڈ وائٹ فلموں کے ہیرو لگ رہے ہو پرانی فلموں میں سنتوش اور درپن ہاتھ میں اسی طرح گلاب کی کلیاں پکڑ کر لمبے لمبے ڈگ بھر کے ہیروئن کے پاس جایا کرتے تھے۔''

''مگر مجھے تو کہیں نہیں جانا......'' وہ زیر لب مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

''تم فلموں کے ہیرو کہاں سے ہو گئے ہو...... جو کہیں جاؤ گے۔''

''جو فلموں کا ہیرو نہ ہو...... وہ عام زندگی کا ہیرو نہیں ہو سکتا......''

''ہو سکتا ہے، بس چانس کی بات ہے...... قسمت یاور ہو تو کیا نہیں ہو سکتا!''

''تو پھر دعا کرو کہ میں بھی مقدر کا سکندر بن جاؤں!''

''سکندر تو میرے بھائی ہیں..... آپ کیسے بن سکتے ہیں..... '' اس نے اس کی بات ہنسی میں اڑائی۔

''میں ان کا سالا ہوں..... اس لئے بن سکتا ہوں۔'' وہ شوخی سے بولا..... تو وہ بھی چھن سے ہنس دی۔

☆☆☆

''آج میں نے وہی کیا جو تم ہمیشہ میرے ساتھ کرتے رہے ہو!''

''میں کیا کرتا ہوں..... '' وہ ایئر پورٹ سے باہر نکلتے ہوئے مسکرا کر اس سے پوچھ رہا تھا۔

''آج تمہیں..... تمہارے گھر میں چھوڑوں گی..... تمہارے ڈرائیور کو میں نے واپس بھیج دیا ہے..... '' وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''اماں پریشان ہو جائیں گی..... جب ڈرائیور بتائے گا کہ صاحب ان کی گاڑی میں نہیں آئے۔''

''پریشان نہیں ہوں گی بلکہ سمجھ جائیں گی۔ بچہ بڑا ہو گیا ہے۔'' وہ موڑ کاٹتے ہوئے بولی۔

''بچہ تو پہلے ہی سے بڑا ہے کہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ میں ان کے ہاتھوں سے نکل گیا ہوں۔''

''تو کیا ساری عمر ننھے بنا رہنا چاہتے تھے؟''

''ماں کے لئے تو بچے ساری عمر ننھے سے ہی بچے رہتے ہیں۔''

''اب اس بچی کو بھی دیکھ لو..... جو تمہارے بغیر کمہلا کر رہ گئی ہے۔ یقین کرو..... مجھے لگ رہا ہے کہ تمہیں بہت سالوں کے بعد دیکھ رہی ہوں۔''

''مجھے بھی ایسا ہی لگ رہا ہے جانو..... '' وہ اس کے بالوں میں اپنی انگلیاں گھماتا ہوا بولا۔

''دبئی میں بہت انجوائے کر رہے تھے جو ایک ہفتہ بڑھا لیا۔'' وہ اپنے لہجے میں ناراضی گھول کر بولی۔

''نہیں یار، آفس کے کام کی وجہ سے رُکنا پڑا۔'' اس نے سہانی کو پیار سے دیکھا۔

''تمہیں کیا پتا..... اس مرتبہ میں، وہاں جا کر کس قدر بور ہوا ہوں۔''

''اچھا ہوا آج تم آ گئے..... ورنہ کل کے فنکشن میں شریک نہ ہونے کا تمہیں بھی افسوس ہوتا۔''

''کیوں، کل کیا ہو رہا ہے؟''

''اور یہ اب تمہیں کل ہی پتا چلنا چاہئے۔''

''پھر تو میں آج رات سو ہی نہیں پاؤں گا۔''

''میں جو اتنی راتیں جاگتی رہی ہوں..... اس کا کچھ تو ہرجانہ ادا کرو..... '' وہ ناک بھوں چڑھا کر بولی تو وہ اس کی روٹھی روٹھی سی شکل دیکھ کر بے اختیار ہنس پڑا۔

اور پھر اگلی شب ہی وہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے خوب صورت ہال کے خوابناک ماحول میں خصوصی مہمانوں کے ساتھ آگے کی نشستوں پر بڑے کروفر کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ہال میں مدھم سی روشنیاں تھیں..... مگر ساری تیز ترین لائٹس جو مختلف رنگوں میں گھوم رہی تھیں وہ اسٹیج پر ہی فکسڈ تھیں۔

''آج مختلف ماڈل گرلز زیورات کی ماڈلنگ کر رہی تھیں پس منظر میں بڑا اچھا سافٹ میوزک بج رہا تھا اور بڑے شاعرانہ انداز میں اناؤنسمنٹ ہو رہی تھی۔

پہلی ماڈل گرل بڑے بڑے جھمکے پہنے ہوئے آئی..... اس نے ساڑھی پہنی ہوئی تھی..... اس کے جھمکوں کے

بارے میں بتایا جا رہا تھا کہ ''اس کا ڈیزائن سو سال پرانا ہے..... جو آج بھی اِن ہے..... '' ماڈل گرل اپنے جھمکوں کو مختلف انداز میں ٹہل ٹہل کر دکھا گئی تو دوسری ماڈل گرل سامنے آئی۔

وہ گرے اور پنک سلیولیس شرٹ اور پاجامے میں تھی۔ دوپٹے کی جگہ گلے میں اسکارف تھا..... وہ بازو بند پہن کر آئی تھی۔

''مغلیہ دور میں خواتین سب سے زیادہ یہ زیور پہنا کرتی تھیں اور اس کے مختلف نام رکھے گئے تھے..... آج یہ زیور پھر سے آ گیا ہے، مہندی لگانے والیاں بھی بازو پر مہندی کی مدد سے اس کا خوبصورت ڈیزائن بنانے لگی ہیں۔''

تیسری ماڈل گرل کرتے پاجامے اور بڑے سے دوپٹے میں گلوبند اور جھالے پہن کر آئی تھی۔ ''گلوبند ہر دور کا پسندیدہ زیور رہا ہے..... ان دنوں جیولر اسکو چک پٹی کہتے ہیں۔ یہ زیور لمبی گردن والی خواتین پر زیادہ خوبصورت لگتا ہے۔''

چوتھی ماڈل گرل غرارے میں رانی ہار اور بڑے بڑے بندوں میں تھی۔ ''اس قسم کے زیورات بڑے بڑے وڈیروں اور جاگیرداروں کی خواتین میں بے حد مقبول ہیں۔''

اس کے بعد جو ماڈل گرل آئی وہ جینز اور کرتی میں تھی گلے میں اس نے بہت ساری چینز پہنی ہوئی تھیں اور ہاتھ میں کڑا تھا۔ اس کے بارے میں وضاحت کی جا رہی تھی۔ ''آج کی لڑکیاں اپنے زیورات کا شوق اس انداز میں بھی پورا کرتی ہیں۔''

آخر میں سہانی اسٹیج پر نمودار ہوئی..... وہ پرپل اور بلو کامبی نیشن کے کرتی اور گھاگرے میں تھی۔ ماتھے سے پیچھے کی طرف جاتا ہوا بڑا سا دوپٹا..... راجستھانی لک دے رہا تھا۔ اس نے جھومر، ٹیکا اور ماتھے کی گلشن پٹی سجائی ہوئی تھی..... ''یہ زیورات دورِ بادشاہت سے آج تک چلے آ رہے ہیں اور بے حد پسند کئے جاتے ہیں..... دلہن کسی بھی علاقے کی ہو..... ٹیکا، جھومر لازمی پہنا کرتی ہے۔''

سہانی کے آتے ہی میوزک مزید فاسٹ ہو گیا تھا اور اسٹیج کی لائٹس مزید روشن ہو گئی تھیں اور روشنیوں میں نہائی سہانی..... کسی حور سے کم نہیں دکھائی دے رہی تھی۔

حاضرینِ محفل اس کو دیکھ کر اب کھڑے ہو کر تالیاں بجا رہے تھے۔

سرمد سب سے آگے بیٹھا ہوا یہ سب دیکھ کر فخر، زعم اور خوشی سے تالیاں بجا رہا تھا اور دیگر لوگوں کو دیکھ کر وہ یہ سوچ رہا تھا..... میری شخصیت بھی سہانی کی وجہ سے مزید معروف ہو گئی کہ شوبز کے لوگ کوئی غیر معروف تھوڑی ہوتے ہیں۔

اسے یہ بھی محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ تالیاں اس کے لئے بھی بج رہی ہوں اور سب کو بتا رہی ہوں کہ دیکھو یہ خوبصورت لڑکی سرمد کی ہونے والی بیوی ہے۔

☆☆☆

گرمی بھی بہت تھی..... اور نازیہ کی طبیعت بھی کچھ خراب ہی تھی..... وہ جیسے ہی گھر میں داخل ہوئی اس کا سر چکرا سا گیا..... اس نے جلدی سے دیوار کا سہارا لیا اور وہیں بیٹھ گئی۔

اجمل اپنی بائیک لاک کر کے اندر آیا تو وہ سر پکڑے وہیں الٹیاں کر رہی تھی۔

''چچی جلدی سے آئیں...... دیکھیں تو سہی نازیہ کو کیا ہوا ہے؟'' اجمل کی آواز سن کر اندر کمرہ بند کر کے فون پر عمیر سے بات کرتے ہوئے رابعہ گھبرا کر باہر آئی۔

''امی تو محلے میں گئی ہوئی ہیں...... کیا ہوا؟ خیریت ہے؟'' برآمدے میں کھڑے پریشان سے اجمل کو دیکھ کر اس نے پوچھا۔

ابھی تک اس کی نظر آنگن میں بیٹھی نازیہ پر نہیں پڑی تھی۔

''نازیہ کی طبیعت خراب ہو رہی ہے'' اجمل نے کہا۔

''کیا ہوا اسے؟'' اس نے اجمل سے پوچھا۔

''میرا خیال ہے اسے گرمی لگ گئی ہے...... میں کہہ بھی رہا تھا کہ اس وقت ٹیکسی میں چلتے ہیں گرمی کا وقت ہے مگر وہ مانی ہی نہیں۔''

رابعہ نے...... نازیہ کو یوں نڈھال سا دیکھا تو اس کے پاس گئی اور بولی۔ ''ارے کیا سسرال میں بہت ٹھونس لیا تھا جو اس طرح الٹیاں کر رہی ہو۔''

''آپا میں نے تو رات کو بھی ہلکا کھانا کھایا تھا...... لگتا ہے شاید مجھے لو لگ گئی ہے؟''

''میرا خیال ہے کہ تمہیں بدہضمی ہو گئی ہے...... گرمیوں میں کھانا دیر سے ہضم ہوتا ہے...... آؤ اندر آ کر لیٹ جاؤ...... میں اماں کو بلا کر لاتی ہوں۔''

اماں جب آئیں تو نازیہ بستر پر پسینے میں شرابور لیٹی ہوئی تھی اور اجمل پریشان چہرہ لئے اس کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا۔

''ارے کیا ہوا میری بچی کو......'' وہ اس کے چہرے کا پسینہ اپنے دوپٹے سے پونچھنے لگیں۔

''کچھ نہیں ہوا اماں...... بس گرمی کا اثر ہے......'' اس نے اپنی پپڑی لگے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

''منہ کڑوا ہو رہا ہے تمہارا......؟'' انہوں نے پوچھا۔

''ہاں وہ تو کئی دنوں سے ہو رہا ہے''

''کوئی چیز کھانے میں بری لگ رہی ہے؟''

''ہاں، چائے پینے کو بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا۔''

''تو پھر پریشانی کی بات نہیں ہے...... ایسے میں اسی طرح ہوتا ہے......'' اماں مطمئن سی اٹھ گئیں۔

''چچی میں اس کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہوں......'' اجمل اب بھی ہونق سا بنا بیٹھا تھا۔

''ڈاکٹر کے پاس بھی بعد میں تسلی سے لے جانا...... پہلے میں اسے کچھ کھلا پلا تو دوں......'' وہ گلوکوز پانی میں گھول کر اسے دیتے ہوئے ہنس کر بولیں۔

''ارے بیٹا...... خوشی کی خبر ہے...... پریشان مت ہو۔''

رابعہ نظریں چرا کر کمرے سے باہر نکل گئی...... اجمل کا خوشی سے چمچماتا چہرہ دیکھ کر اسے ہمیشہ جلن سی ہوا کرتی تھی۔

نازیہ اگر اپنے سسرال نا خوش رہتی تو یہ بات اس کے لئے آسودگی کا سبب بنتی۔

''چچی میں ابھی آتا ہوں......'' وہ نازیہ پر ایک چبھتی سی نظر ڈال کر باہر نکل گیا۔

اور جب آیا تو ڈھیروں ڈھیر پھل بسکٹ کے ڈبے اور مکھن کی ٹکیاں اس کے ساتھ تھیں۔

''اجمل بیٹا...... جب بیٹی ماں کے گھر آتی ہے تو ماں اس کو اپنے پاس سے کھلاتی ہے۔''

''میں جانتا ہوں مگر چچا جان شام تک گھر لوٹیں گے اور مجھے یہ بالکل اچھا نہیں لگے گا کہ آپ اس گرمی میں مارکیٹ جائیں...... اسی لئے میں تھوڑے سے پھل لے آیا...... اب یہ ایک ہفتہ آپ کے پاس رہے گی اور اسے زبردستی کھلانا آپ ہی کا کام ہے۔''

''کھانے پینے کی یہ ہمیشہ سے چور ہے اسے کھلانا کہاں آسان ہوتا ہے......'' رابعہ کمرے میں آئی اور پاس پھل دیکھے تو اس نے تمسخر سے کہا۔

''مگر میرے ہاتھ سے تو یہ ہمیشہ کھا لیتی ہے۔'' اجمل نے رابعہ پر طنز کیا۔

''نازیہ اگر یہ بات ہے تو تم میرے ساتھ گھر واپس چلو کم از کم مجھے یہ اطمینان تو رہے گا...... کہ تم کچھ کھا تو رہی ہو......'' اجمل محبت بھرے لہجے میں اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا اور رابعہ کے چہرے کے رنگ بدل رہے تھے۔

''جاؤ رابعہ...... بہن کے لئے سیب کاٹ کر لاؤ'' اماں نے اس سے کہا۔

وہ ایک سیب کاٹ کر لائی...... تو اجمل نے اس سے کہا...... ''اتنا چھوٹا سا سیب لائی ہیں آپ اس کے لئے اس کو تو زبردستی کھلانا پڑتا ہے وہ بھی اس طرح کہ اس کے ساتھ ساتھ خود بھی کھایا جائے اکیلی تو یہ ایک لقمہ منہ میں نہیں رکھتی۔''

''اگر ایسی بات ہے تو آپ بھی یہیں رک جایئے میں تو کسی کی بھی اتنی خوشامد نہیں کر سکتی......'' رابعہ نے نروٹھے پن سے کہا تو اجمل کھسیا سا گیا اور نازیہ کو بہن کا یہ انداز شدید ناگوار گزرا۔

''برا مت مانیے گا آپا شروع سے ہی لٹھ مار انداز میں بولنے کی عادی ہیں......'' نازیہ نے اجمل سے سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔

''مجھے تمہارے سوا کسی کی پروا نہیں ہے۔ تم خوش رہو میرے لئے اس سے بڑھ کر کوئی دوسری خوشی نہیں ہے۔'' وہ اس کو پیار بھری نظروں سے دیکھتا ہوا بولا اور نازیہ کے دل میں ایک طمانیت سی اتر آئی۔

☆☆☆

پہلے تو سہانی روز سرمد سے ملا کرتی تھی مگر آج پورے گیارہ دن بعد ان کی ملاقات ہوئی تھی۔

جب کہ سرمد بھی اسی شہر میں تھا اور سہانی بھی اور ان کے مابین کوئی غلط فہمی بھی نہیں آئی تھی۔ سرمد کے تو روزانہ ہی فون آتے تھے کہ آج وہاں جانا ہے اور آج وہاں...... مگر سہانی از خود منع کر رہی تھی اور آج جب وہ خود سرمد سے ملنے آئی تو سرمد غصے میں منہ پھلائے بیٹھا تھا۔

''اب تم بھی کرو ناں اپنی ناراضی......'' وہ زچ ہو کر بولی۔

سرمد اس کے مد مقابل بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''یہ پورے گیارہ دن جو میں بور ہوا ہوں تمہیں اس کی پروا ہی نہیں......''

''بتایا تو تھا تمہیں عامر بہت بیمار ہے اسے روز دیکھنے جاتی تھی میں اور اب تو وہ اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ پہچانے

میں نہیں آتا۔" سہانی کا لہجہ اتنا پریشان کن تھا کہ وہ جھنجلا کر بولا۔" سہانی...... اب ٹائیفائیڈ میں کوئی صحت مند تو ہونے سے رہا ٹھیک ہو جائے گا وہ" سرمد کے لہجے سے لگ رہا تھا کہ عامر کے ذکر سے ہی وہ بور ہو رہا ہے۔

تب وہ اچانک ہی ملتجی لہجے میں سرمد سے بولی۔ "سنو میری ایک بات مانو گے تم؟"

"کون سی بات؟" وہ الجھ کر بولا۔

"پہلے وعدہ کرو کہ مانو گے۔" وہ کسی ضدی بچے کی طرح دوزانو بیٹھی اس سے پوچھ رہی تھی۔

"ہاں مانوں گا......" وہ اپنی جان چھڑانے کے لئے بولا۔

"سرمد تم چلو گے میرے ساتھ عامر کو دیکھنے کے لئے؟"

"میں کیا کروں گا، جا کر وہ مجھے کہاں جانتا ہوگا۔" سرمد حیران سا اس سے کہہ رہا تھا۔

"سرمد پلیز...... تم میرے ساتھ عامر کو دیکھنے چلو وہ بہت خوش ہوگا وہ بہت بیمار ہے، اس کا دل اتنا چھوٹا سا ہو گیا ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر وہ خوش ہو جاتا ہے اور غم زدہ بھی۔"

سرمد جز بز سا ہو کر برا سا منہ بنائے اسے دیکھ رہا تھا مگر سہانی اپنی روانی میں کہے چلی جا رہی تھی۔

"ڈاکٹروں نے کہا ہے اسے کسی بھی قسم کا دکھ نہیں ملنا چاہئے جتنا اسے خوش رکھا جائے گا اتنی ہی تیزی سے وہ صحت مند ہوگا۔ آنٹی کا وہ اکلوتا بیٹا ہے، خدا نہ کرے اگر اسے کچھ ہو گیا تو بے چاری آنٹی تو بن موت ہی مر جائیں گی۔"

"اوکے یار......!" سرمد اس کے بال بگاڑ کر بولا...... تو اس کے چہرے پر ایک طمانیت کی روشنی پھیل گئی۔

☆☆☆

فری، عائشہ اور شہلی...... مسز نیلوفر کا پیریڈ اٹینڈ کر کے آئیں تو رابعہ باہر لان میں کاپی پر جھکی کچھ لکھ رہی تھی۔

"ارے تم نے اپنی کلاس چھوڑ دی......" فری نے حیرت سے اس سے کہا کیونکہ پہلے وہ باقاعدگی سے تمام کلاسز اٹینڈ کیا کرتی تھی۔

"پتا ہے کہ مسز نیلوفر کیسی ظالم ہیں...... بے حساب سنا دیتی ہیں لڑکیوں کو......" فری نے اسے ڈرایا۔ "پڑھنے کی پروا نہیں رہی یا ڈانٹ کی......؟"

"دونوں کی......" یہ کہہ کر وہ خود ہی ہنس دی۔

"یار رابعہ یہ بات میں تم سے بالکل سچ کہہ رہی ہوں کہ کسی لڑکی کو میں نے اتنی جلدی چینج ہوتے نہیں دیکھا...... جیسے تم ہوئی ہو۔"

"چلو، مجھے تو دیکھ لیا ناں تم نے اب کم از کم دل میں یہ حسرت تو نہیں رہے گی ناں......" وہ تنک کر بولی۔

"کیا حال ہیں تمہارے گلوکار کے......" عائشہ نے اس کا موڈ بحال کرنے کے لئے پوچھا۔

"فرسٹ کلاس......!"

"اب کوئی کنسرٹ نہیں ہو رہا ان کا۔"

"ہونے والا ہے۔"

"تم تو خیر جاؤ گی ہی...... ہے ناں" فری نے مسکرا کر پوچھا۔

"ظاہر ہے...... اس میں نہ جانے والی بات کونسی ہے۔"

"کیا ہمیں پاس دو گے......" شہلی نے التجا آمیز لہجے میں کہا۔

"دیکھوں گی...... اب فری کے پاس وہاں چلتے نہیں ہیں۔" یہ کہہ کر وہ فوراً ہی اٹھ گئی۔

"کیسے بدل جاتے ہیں لوگ...... پہلے فری کے پاس ہم سے خوشامد کر کے لیا کرتی تھی اور آج ہمیں یوں ٹال رہی ہے جیسے اس گلوکار کے دو سینگ بھی نکل آئے ہیں۔" فری نے غصے سے کہا۔

"ارے دفع کرو اسے...... میری آنٹی شوبز میں بڑی چیز ہیں ایک مرتبہ فون کر کے کہوں گی تو وہ دس پاس مجھے بھجوا دیں گی۔" عائشہ نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے، اب رابعہ سے "پاس" ہرگز نہیں لینے ہیں۔" یہ ان سب کا فیصلہ تھا۔

عمیر کا جس شام کنسرٹ تھا۔ یہ تینوں سہیلیاں رابعہ کو بتائے بغیر وہاں پہنچ گئیں۔

وہاں جا کر انہیں حیرت ہو رہی تھی...... کہ رابعہ انہیں کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی...... ورنہ وہ تو اس قدر بے صبری ہوا کرتی تھی کہ تقریب سے دو گھنٹے پہلے پہنچ جاتی تھی اور جب عمیر نے گیت گانے شروع کئے تو وہ سب حیرت سے اچھل پڑیں کہ اسٹیج پر پرفارم کرنے والی لڑکیوں میں رابعہ بھی شامل تھی۔

کالا چھوٹا سا بلاوز اس کے اوپر سرخ نیٹ کا کرتا پہنے وہ عجیب ہی سی لگ رہی تھی...... عائشہ تو اسے پہچان ہی نہیں پائی تھی مگر فری نے ایک دم پہچان لیا...... وہ انتہائی بولڈ انداز میں ڈانس کر رہی تھی...... اس کے کھلے ہوئے لمبے بال اس کے گھٹنوں تک آ رہے تھے...... دیگر لڑکیاں انتہائی معمولی شکل کی تھیں جنہیں دیکھ کر یہ اندازہ بھی ہو رہا تھا کہ انہیں تھوڑا سا معاوضہ دے کر ادھر اُدھر سے ہی ارینج کیا گیا ہے مگر رابعہ واقعی سب کو لیڈ کر رہی تھی۔ جہاں تالیاں عمیر کے لئے بج رہی تھیں وہاں رابعہ کے لئے بھی بج رہی تھیں۔ سہیلیوں کا گروپ...... رابعہ کی اس جسارت پر خاصا حیران بھی تھا "ایسی تو یہ بالکل بھی نہیں لگتی...... کہ اتنے سارے لوگوں کے سامنے یہ ڈانس بھی کر سکتی ہے......" عائشہ کو تو اچھا خاصا ملال بھی ہو رہا تھا۔ "جن لڑکیوں کے بارے میں کوئی کچھ سوچ بھی نہ سکے وہی سب کو حیران کر دیتی ہیں۔" فری نے کہا۔

"رابعہ نے حیران سے زیادہ تو مجھے پریشان کر دیا ہے...... یہ عمیر کے ساتھ کہاں تک جانا چاہتی ہے کیا اس کو اس بات کا اندازہ ہے۔"

"بعض لڑکیاں اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیتی ہیں تو کوئی کیا کرے۔" پروگرام ختم ہونے سے پہلے...... سہیلیوں کا گروپ کنسرٹ سے باہر نکل آیا۔

ادھر رابعہ ڈریسنگ روم میں گئی تو وہاں کسی نے اسے پیچھے سے اپنی بانہوں میں لے لیا۔

"مجھے چھوڑ دو......" وہ روہانسی ہو کر بولی مگر شکاری خاصا گھاگ بھی تھا۔ اس سے قبل کہ وہ مزید شور مچاتی کسی نے باہر سے آ کر اندر کی لائٹ جلا دی۔

اور وہ اجنبی لڑکا سرعت سے باہر نکل گیا۔ رابعہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ عمیر اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"یہ کیا تھا رابعہ؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"پتا نہیں کون تھا بدبخت...... میں ڈریس چینج کرنے آئی تو پیچھے سے مجھے لپک لیا۔"

''خیال رکھا کرو اپنا..... یہ الٹے سیدھے لوگ تو ہر جگہ ہی ہوتے ہیں.....'' وہ اسے تنبیہہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''مگر مجھے کیا پتا تھا..... کہ تمہارے اسٹیج پر ایسے لوگ ہوتے ہیں۔''

''اگر پتا نہیں تھا تو پتا رکھا کرو..... کہ برے لوگ ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں..... خدا جانے وہ کون تھا..... کہاں سے آیا تھا..... میں نے تو اس لڑکے کو آج پہلی مرتبہ دیکھا ہے۔''

''ہوسکتا ہے کہ وہ تماشائیوں میں سے کوئی ہو اور تمہیں اسٹیج پر پرفارم کرتا دیکھ کر..... تمہارے ہی پیچھے پیچھے آیا ہو۔''

''مگر اس میں، میرا کیا قصور......؟'' وہ وضاحتیں کرتے ہوئے روہانسی ہوگئی تھی۔

''تمہارا قصور یہ ہے کہ تم جہاں بھی جاؤ..... اپنی آنکھیں کھلی رکھو!''

''عجیب بات کرتے ہو تم بھی..... بجائے اس کے کہ اس کمینے کے دو چار ہاتھ لگاتے الٹا مجھے ہی مورد الزام ٹھہرا رہے ہو، تم تو.....!''

''ایک منٹ..... ایک منٹ.....'' وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

''رابعہ..... اگر مجھے یہاں آنے میں ذرا سی دیر ہو جاتی تو تم کہیں بھی منہ دکھانے کے قابل نہ رہتیں..... مجھے کیا معلوم کہ وہ کون تھا.....؟ اور تمہارے ہی پیچھے کیوں آیا تھا؟ میرے ساتھ چھ لڑکیاں دوسری بھی پرفارم کر رہی تھیں..... ان کے ساتھ تو کچھ بھی نہیں ہوا.....'' وہ تمسخر بھرے لہجے میں بولا تو رابعہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''عمیر کیا تم مجھ پر شک کر رہے ہو؟''

''میں شک نہیں کر رہا تمہیں سمجھا رہا ہوں۔''

''مگر تمہاری باتوں سے مجھے دکھ ہو رہا ہے.....'' وہ آنسو پیتے ہوئے بولی۔

''کیا مجھے تمہیں سمجھانے کا کوئی حق نہیں ہے۔''

''تم سے زیادہ کس کو ہوسکتا ہے۔''

''تو پھر ان ہاتھوں کو اس چہرے کو میرے علاوہ..... کوئی دوسرا نہ چھونے پائے.....'' وہ اسے اپنے گلے سے لگاتے ہوئے بولا۔

اور وہ جو چند منٹ پہلے کی بے حرمتی پر پریشان تھی..... عمیر کے سینے سے لگی سرشار ہوگئی۔

''رابعہ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔'' عمیر اس کے بالوں میں منہ چھپائے کہہ رہا تھا۔

''اور میں بھی.....!''

''میرے ساتھ اس وقت باہر جا سکتی ہو؟''

''آج نہیں۔''

''پھر کب؟''

''جس موقع ملے گا تو میں بتا دوں گی۔''

''کب بتاؤ گی؟''

''کیا ہو گیا ہے عمیر تمہیں۔'' اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔ جو آنکھیں بند کیے..... دیوانہ وار اس کے ہاتھوں کو چومے چلا جا رہا تھا۔

☆☆☆

کال سینٹر میں کام کرنے کے سبب میں یونیورسٹی سے سیدھا وہیں چلا جاتا تھا اور رات گئے گھر آتا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ اب دن میں، میں گھر پر نہیں ہوا کرتا تھا۔ ایک دن یونیورسٹی کی اچانک چھٹی ہوگئی۔ میں وہاں سے کال سینٹر جانے کے بجائے سیدھا گھر آ گیا۔

ماہ نور..... نیچے آپا کے ساتھ بیٹھی مٹر چھیل رہی تھی میں نے کان لگائے تو اس کا ایک ایک لفظ امرت بن کر میرے کانوں میں پڑنے لگا۔

بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہے تیری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی
لے گیا چھین کے کون آج تیرا صبر و قرار
بے قراری تجھے اے دل کبھی ایسی تو نہ تھی
چشم قاتل میری دشمن تھی ہمیشہ لیکن
جیسی اب ہو گئی قاتل کبھی ایسی تو نہ تھی
ان کی آنکھوں نے خدا جانے کیا کیا جادو
کہ طبیعت میری مائل کبھی ایسی تو نہ تھی
عکس رخ یار نے کس سے ہے تجھے چمکایا
تاب تجھ میں، مہ کامل، کبھی ایسی تو نہ تھی
کیا سبب تو جو بگڑتا ہے ظفر سے ہر بار
خو تری حور شمائل کبھی ایسی تو نہ تھی

(بہادر شاہ ظفر)

''واہ واہ واہ'' تالیاں بجاتا ماہ نور کے سامنے آ گیا۔

''ارے اللہ بھائی آپ آج جلدی کیسے آ گئے۔''

''کال سینٹر کے لوگ خراب ہو گئے ہوں گے۔'' آپا نے کہا۔

''میں نے تو ابھی سالن بھی نہیں بنایا، اماں اور ابا جی بڑے تایا کے گھر گئے ہوئے ہیں..... شام تک آئیں گے۔''

''آپا میں سالن اوپر سے لے آتی ہوں۔'' ماہ نور نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''کوئی ابھی پڑا ہوا تو لانا..... ورنہ یہیں بیٹھی رہو۔''

''امی نے رات کو کیا پکائے تھے..... لے کر آؤں؟'' اس نے مجھ سے پوچھا۔

''بالکل مت لانا۔ جوتے کے سالن سے روٹی میں نہیں کھایا کرتا۔''

''شامی کباب بنے رکھے ہیں..... میں تل کر رائتے کے ساتھ ابھی لائی۔'' آپا سرعت سے اٹھتے ہوئے بولیں۔

ماہ نور پھر مٹر چھیلنے لگی۔

''سنو...... آواز تو تمہاری بہت اچھی ہے۔''

''ہاں...... مجھے پتا ہے، میری آواز اچھی ہے۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

''کیا تم بھی سہانی کے ساتھ اکیڈمی جایا کرتی تھیں......'' نجانے کیوں میری زبان سے بے اختیار نکلا۔

''اگر میں سہانی کے ساتھ سیکھنے جاتی...... تو میری آواز بہت بری ہوتی۔''

''سہانی کی آواز...... کیا واقعی اچھی نہیں ہے۔''

''بالکل نہیں...... بھیں بھیں کر کے تو وہ گاتی ہے۔'' اس نے نقل اتاری۔

''تو پھر اتنے عرصے...... اکیڈمی کیا کیا کرتی رہی!''

''صرف فیسیں ادا کرتی رہی یا پھر لپ سنگنگ کرتی رہی۔''

''ہو سکتا ہے کہ یہی بات ہو......'' میں نے کہا۔

''یقیناً یہی بات ہے۔''

''کیا سہانی سے تمہاری کھٹ پٹ ہو گئی ہے۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''کسی سے بات کر لینے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ دوست بن جائے۔ سہانی سے نہ میری دوستی تھی اور نہ ہی کبھی لڑائی...... اور ایسے لوگوں سے تو مل کر مجھے وحشت ہوتی ہے جو اپنے بھی دوست نہیں ہوتے۔''

''پاگل سمجھتی ہو تم اسے۔''

''اس سے بھی بدتر خیال کرتی ہوں۔''

''ارے تمہیں کیا پتا، وہ دوسروں کو پاگل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ مقناطیسی وجود اور مقناطیسی لب و لہجے والی ساحرہ جو دل چاہے کر سکتی ہے......'' غصے میں، میں کہتا چلا گیا۔

''یہ بات ظفر...... کم از کم تم تو نہ کہو......'' وہ نظریں جھکائے اتنی آہستگی سے بولی جیسے میرے بجائے مٹر کی پھلیوں سے کہہ رہی ہو۔

''میں کیوں نہ کہوں...... کیا میں اسے جانتا نہیں؟''

''اس نے تمہیں تو نہیں گرایا۔'' اب وہ میری آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

اس سے قبل میں کچھ کہتا...... آپا...... گرم گرم فرائی پان میں دھواں اڑاتے کباب لئے چلی آئیں۔

''ماہ نور تم بھی آ جاؤ...... ہم نے کون سا کھانا کھایا ہے ابھی۔''

آپا نے اس کے سامنے روٹی کی چنگیر رکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں آپا...... امی اور نانی میرا انتظار کر رہی ہوں گی......'' یہ کہہ کر...... وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتی اوپر چلی گئی۔

ایک بار بھی اس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔

☆☆☆

''نہیں یار ایسا نہیں ہو سکتا......'' اجمل نے بے یقینی سے کہا۔

''میں سچ کہہ رہا ہوں، وہ رابعہ ہی تھی۔'' اس کا دوست اپنی بات پر قائم تھا۔

''وہ کنسرٹ میں گئی ہو گی مجھے یقین ہے مگر وہ عمیر کے گیتوں پر پرفارم بھی کر رہی ہو گی...... اس کے لئے دل نہیں مانتا۔''

''اب مانے گا۔'' دوست نے اپنی جیب سے شام کے ایک اخبار کا تراشا دکھایا جس میں دیگر لڑکیوں کے ساتھ رابعہ سب سے نمایاں تھی اور صاف پہچانی جا رہی تھی۔

''یہ لڑکی اس حد تک بھی گر سکتی ہے'' اجمل نے اپنا سر تھام لیا۔

''یہ بھی اتفاق ہے کہ یہ تصویر ایک غیر معروف اخبار میں شائع ہوئی ہے میرے ساتھ آفس میں کوئی صاحب اپنا یہ اخبار بھول گئے تو میں نے تصویر دیکھ کر پہچان لیا۔''

''مجھے تو افسوس ہو رہا ہے مگر میں اپنی زبان سے ایک لفظ بھی باہر نکالوں گا تو قیامت آ جائے گی۔''

''تو پھر کیا کرو گے؟''

''میں تو بس یہی کر سکتا ہوں......'' اجمل یہ کہہ کر رکا۔

''کیا کر سکتے ہو؟''

اجمل نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اخبار کے ٹکڑے ٹکڑے کئے اور ڈسٹ بن میں ڈالتے ہوئے کہا۔ ''اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔''

''تم اور میں...... خاموش رہ سکتے ہیں مگر جب مزید لوگوں کو پتا چلے گا تو رابعہ کی بہت بدنامی ہو گی...... میں تو اس کے محلے میں رہتا ہوں اور ہمیشہ اسے چادر اوڑھ کر آتے جاتے دیکھا ہے۔ کبھی اس نے نظر اوپر نہیں کی اور حقیقت میں کیا کچھ کرتی پھر رہی ہے اس کے گھر والے سب اندھے بہرے بنے ہوئے ہیں۔ اللہ اس لڑکی کو عقل دے اس کے لئے صرف دعا ہی کر سکتے ہیں'' دوست کے جانے کے بعد وہ گھر پر رکا نہیں...... سیدھا چچا کے گھر آیا...... رابعہ کمرے میں بیٹھی ٹیپ پر گانے سن رہی تھی چچی باورچی خانے میں روٹیاں پکا رہی تھیں اور نازیہ انہیں پیڑے بنا بنا کر دے رہی تھی۔

اجمل کو یوں بے وقت آتا دیکھ کر چچی نے پہلے حیرت سے اجمل کو دیکھا اور پھر یہ جان کر کھسیا سی گئیں کہ ان کی بیٹی جو اپنے گھر آرام کرنے آئی تھی وہ ماں کے ساتھ باورچی خانے میں بیٹھی ان کی ہیلپ کر رہی تھی اور جو صحت مند بیٹی تھی وہ کوئی کام کرنے کے بجائے اپنے کمرے میں بستر پر لیٹی اپنا ٹیپ سن رہی تھی۔

''نازیہ گھر چلو...... سب تمہیں یاد کر رہے ہیں۔''

''پرسوں تو آپ کہہ کر گئے تھے کہ میں ایک ہفتے تک یہاں رہ سکتی ہوں۔''

''اب تمہارے بغیر کچھ اچھا ہی نہیں لگ رہا...... تو کیا کروں۔'' وہ خجل سا ہو کر بولا۔

''تائی کو گھر میں کام کرنے کی پریشانی ہو رہی ہو گی...... کام بھی تو بہت زیادہ ہے ناں......'' رابعہ نے بات کو نیا رنگ دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک کہہ رہی ہو تم...... ہمارے گھر میں واقعی کام زیادہ مگر کام کرنے والیاں بھی ہیں میری بہنیں ہر وقت بستر نہیں توڑا کرتیں، کام کرتی ہیں اور میری بہنوں کی موجودگی میں میری ماں...... باورچی خانے میں بیٹھ کر بھی روٹیاں

نہیں پکاتیں۔"

"روٹیاں پکانے کا تو مجھے کبھی شوق ہی نہیں رہا۔" اس نے ہنس کر کہا۔ "امی کہتی ہیں میں روٹیاں نہیں تافتان بناتی ہوں اس لئے ان روٹیوں کو کھانے سے بہتر ہے کہ بندہ بھوکا ہی سو جائے۔" اس نے بات کو مزاح کا رنگ دیتے ہوئے ہنس کر کہا۔

اس کی بات سن کر اماں بھی مسکرا دیں اور نازیہ کے چہرے پر بھی ہنسی کا اجالا پھیل گیا مگر اجمل کڑے تیوروں کے ساتھ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"آپ کو کس چیز کا شوق سب سے زیادہ ہے یہ آپ نے کبھی نہیں بتایا۔"

"مجھے گانے سننے کا شوق ہے۔ اس لئے یہ ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر میرے ساتھی ہیں۔ میوزک کو روح کی غذا کوئی بلاوجہ نہیں...... کہا گیا......" اب لگی وہ بقراطن بننے۔

"اچھا...... صرف گانا سننے کا ہی شوق ہے یا کچھ اور بھی......" اچھا پر زور دیتے ہوئے اس نے ابرو چڑھا کر پوچھا۔

"صرف گانا ہی سنتی ہوں۔" وہ بے پروائی سے روانی میں بولی...... "یہ میرا بچپن کا شوق ہے۔"

"کبھی کنسرٹ تو نہیں گئی ہوں گی آپ؟" اس نے تمسخر بھرے لہجے میں پوچھا۔

اس کے لہجے کی چبھن سے وہ بخوبی سمجھ گئی کہ وہ اسے کیا باور کرانا چاہتا ہے۔

"میرا مطلب ہے کبھی کسی آڈیٹوریم میں جا کر کوئی کنسرٹ سنا اور دیکھا ہے آپ نے؟"

"نہیں...... تو......" وہ تھوک نگلتے ہوئے بولی۔

"ارے پھر تو کچھ پتا ہی نہیں...... گانے سننے سے زیادہ دیکھنے میں مزہ آتا ہے۔"

"کیا آپ جاتے ہیں؟" ڈرتے ڈرتے اس نے پوچھا۔

"ہاں اکثر...... گلوکار تو خوب گاتے ہیں مگر اس کے ساتھ جو پرفارم کرنے والا گروپ ہوتا ہے وہ بھی گانے میں چار چاند لگا دیتا ہے۔" اور رابعہ کا چہرہ فق سا پڑ گیا۔

نازیہ...... باورچی خانے سے اٹھ کر...... اجمل کے پاس آئی تو اس نے بھی دیکھا...... رابعہ کے ہاتھ دھیرے دھیرے کانپ رہے ہیں۔

"آپا...... ٹھیک تو ہو ناں......" اس نے اس کے یخ ہوتے ہوئے ہاتھوں کو تھام کر پوچھا۔

"ہاں مجھے کیا ہونا تھا...... ہاں تم جاؤ، اپنے گھر...... تمہارے میاں تمہیں لینے کے لئے آئے ہیں۔"

"ارے کل چلی جائے گی، تمہارے بابو جی خود جا کر چھوڑ آئیں گے...... ایک دن اور رہ جائے وہ......" اماں کہہ رہی تھیں۔

"اُفوہ...... آپ سمجھتی کیوں نہیں ہیں...... اگر شوہر اپنی بیوی کو لینے آئے تو کبھی روکنا نہیں چاہئے مگر آپ تو پرانے طور طریقے بھول ہی نہیں پاتیں!"

"رابعہ اب نئے طور طریقے زیادہ جان گئی ہے چچی جان کو بھی رفتہ رفتہ معلوم ہو جائیں گے۔"

نازیہ نے اجمل کی طرف دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو کہ "کیا واقعی مجھے گھر چلنا ہے؟"

"ہاں فوراً چلنا ہے۔" اجمل نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس سے کہا۔

تب وہ اپنا بیگ تھام کر چادر لپیٹے...... منٹ بھر میں جانے کو تیار ہو گئی۔

"اری کھانا تو کھا لیتی...... رات دس بجے گھر سے جا رہی ہے تو کیا بھوکی جائے گی۔"

"چچی...... ہم لوگوں کا باہر کھانے کا ارادہ ہے آج گرما گرم کباب پراٹھا کھاتے ہوئے گھر جائیں گے۔" اجمل نے ہنس کر کہا اور بیگ تھام کر باہر نکل گیا۔

"چھوٹا پہاڑیا...... اتراتا کتنا ہے...... باہر کھانا کھاتے ہوئے گھر جائیں گے" رابعہ نے تمسخر سے ہنس کر کہا۔

"جیب میں نہیں دانے اور وہ چلے بھنانے والا معاملہ نظر آتا ہے۔ بڑی تائی...... کتنے رکھ رکھاؤ والی ہیں انہیں ہوا بھی لگ جائے بیٹا بہو بازار سے کھانا کھاتے ہوئے گھر آئے ہیں تو درجن بھر گالیوں کا اسٹاک تحفے میں دے دیں گی۔"

"ہمیں کیا...... وہ جو بھی کریں...... ہم تو بس یہ جانتے ہیں، ہمارا داماد ہماری بیٹی کا بے حد خیال رکھتا ہے اور اس سے بے حد محبت کرتا ہے جب ہی تو ہماری نازیہ اس کے ساتھ بے حد خوش ہے۔" اماں نے کہا تو رابعہ کے چہرے پر دکھ کے سائے پھیل گئے۔

☆☆☆

"کیا سمجھتی ہو تم اپنے آپ کو...... بہت چالاک ہو یا بہت مکار ہو اگر تم نے مجھے ذلیل کرنے کا سوچا ہے تو یہ مت بھولو کہ میں تمہیں تمہارے سسرال میں چین سے جینے نہ دوں گی۔"

"آپا...... آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟" وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

"نازیہ تم اتنی بھولی نہیں ہو جتنی کہ بھولی بنتی ہو۔"

"مگر میں نے کیا کیا ہے؟"

"کیا کچھ نہیں کیا تم نے......"

"یاد رکھو...... میرے حق میں جو تم کانٹے بو رہی ہو...... تو اس کا پھل تم ہی کھاؤ گی۔"

"پلیز آپا...... آپ کیا کہہ رہی ہیں۔"

"کیا تم مجھے بے وقوف سمجھ رہی تھیں یا پاگل یا تمہارا یہ خیال تھا...... کہ میں تمہاری مکاریوں و پکڑ ہی نہیں پاؤں گی۔"

نازیہ کی پہلے ہی طبیعت خراب تھی...... اور اب پے در پے ڈانٹ جو رابعہ نے اسے فون پر سنانی شروع کی...... تو اس کی طبیعت مزید خراب ہونے لگی...... چہرہ ایک دم پیلا پڑ گیا۔

آج اجمل نے اس کی وجہ سے چھٹی کی تھی...... سی ایل آئی پر اس کے گھر کا نمبر دیکھ کر وہ فون اس کے کمرے میں دے کر واش روم میں نہانے چلا گیا تھا اور جب آیا تو وہ ریسیور پکڑے خطرناک حد تک پیلی پڑ رہی تھی۔

اجمل نے ریسیور اس سے لے کر اپنے کانوں سے لگایا تو رابعہ کی جھلاتی ہوئی آواز اس کے کانوں میں پڑ رہی تھی۔

"مجھے خوب اچھی طرح اندازہ ہے...... میری بہن ہی سب سے بڑی ڈائن ہے جس نے اپنی سسرال میں قدم

رکھتے ہی اپنے میاں کو یہ بات بتادی ہے کہ میں عمیر کے کنسرٹ سننے جاتی ہوں۔ رات اجمل جو بکواس کر رہا تھا تو میں اسی وقت سمجھ گئی تھی...... کہ تمہارا کارنامہ ہے جو تم نے اپنی بہن کی عزت وتوقیر میں اضافہ کرنے کے لئے انجام دیا ہے۔ نازیہ میری بات یاد رکھنا!! اگر تم نے اجمل کو میری یا مجھ سے متعلقہ کوئی بات بتائی تو تمہیں بھی چین سے نہیں بیٹھنے دوں گی۔ تم مجھے جانتی نہیں ہو میرا پیار تو دیکھا ہے مگر میری نفرت تم نہیں جانتیں۔'' وہ بے انتہا غصے میں بہن سے بات کر رہی تھی کچھ دیر رک کر پھر بولی۔

''نازیہ میں تم پر ایسے ایسے بہتان لگاؤں گی...... کہ اجمل دو منٹ میں تمہاری چھٹی کر دے گا۔ آج تائی تمہیں بہت نیک، پارسا اور شریف بہو کا جو لقب دیتی پھر رہی ہیں کل یہی لوگ تمہیں کلنک کا ٹیکا کہنے پر تیار ہو جائیں گے اور میری ہر بات پر ہر شخص آنکھیں بند کر یقین کر سکتا ہے اگر اجمل سے تمہاری شادی ہو گئی ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ ذلیل انسان مجھے ہر گام پر ذلیل کرتا پھرے وہ ہے کیا چیز؟ اس کی اوقات کیا ہے؟ اس لئے آئندہ جب بھی گھر آؤ تو تمیز سے آنا ورنہ میرے لئے تمہارے میکے کے دروازے بند کرنا بھی کوئی مشکل کام نہیں ہے۔''

رابعہ پتا نہیں اور کیا کچھ کہنے والی تھی...... مگر اب مزید سننے کی تاب اجمل میں نہیں تھی اس نے لائن ڈس کنکٹ کر کے سوئچ ہی آف کر دیا۔

اس وقت اماں گھر کا سودا سلف لینے گئی ہوئی تھیں اور رابعہ...... اجمل کے ادا کئے جملوں کو مع سود کے ساتھ ادا کر رہی تھی اجمل نے نازیہ پر ایک نظر ڈالی...... مارے دکھ اور غم کے وہ نیم بے ہوش سی ہو گئی تھی۔

''نازیہ ہوش میں آؤ......'' اجمل نے اسے سمیٹ لیا۔

بہ مشکل اس نے اپنی آنکھیں کھولیں تو اس نے فریش جوس اس کے منہ سے لگا دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب اس کی طبیعت سنبھلی تو اسے رابعہ کی باتیں پھر یاد آنے لگیں۔

''تم پریشان مت ہو نازیہ...... میں تمہاری آپا کو پہچان گیا ہوں اب وہ خواہ مخواہ تم سے جلنے لگی ہیں۔''

''وہ بھلا مجھ سے کیوں جلیں گی؟''

''تمہارا شوہر تمہارا عاشق ہے یہ بات ان سے برداشت تھوڑی ہو گی۔''

''اگر آپ میرا خیال نہ رکھتے تو کیا یہ بات ان کی خوشی کی ہوتی......؟'' اس نے ایسے لہجے میں کہا جیسے بے یقینی سی گھلی ہو۔

''ہاں، وہ بہت خوش ہوتی، بہت عجیب بہن ہے تمہاری اللہ اسے اپنے حفظ وامان میں رکھے۔''

''آج آپا مجھے بہت ڈانٹ رہی تھیں کہ پتا نہیں میں نے ان کے بارے میں آپ سے کیا کہہ دیا ہے۔ بقیہ باتیں میں نے ان کی سن لی تھیں اور ان کی ذہنی اپروچ جان کر سخت رنجیدہ بھی ہوا ہوں۔''

''مگر میرا اس میں کیا قصور ہے؟'' وہ روہانسی ہو رہی تھی۔

''تمہارا قصور یہی کیا کم ہے کہ تم میری چہیتی بیگم ہو اور وہ تمہارے بارے میں جو دل چاہے بکواس کرتی پھرے مجھے اور میرے گھر والوں کو اس سے کوئی فرق پڑنے والا نہیں ہے۔''

''اللہ کا احسان ہے کہ میری شادی آپ سے ہوئی ہے، ورنہ تو یہ میرا کیا حشر کر سکتی تھیں۔''

''ان کا اپنا ہی حشر خراب ہو رہا ہے یہ کیا کسی کے لئے کچھ کر سکتی ہیں۔'' اجمل نے سوچا مگر نازیہ سے نہیں کہا مگر وہ

اپنے دل میں یہ سوچ کر محتاط ہو گیا کہ اگر وہ رابعہ کو کچھ کہنا یا سمجھانا چاہے گا تو وہ اس کا بدلہ نازیہ سے لے سکتی ہے۔

ادھر رابعہ بہن کو صلواتیں سنا کر ہلکی ہو گئی تھی۔ دل ودماغ میں جو رات بھر بگولے اٹھتے رہے تھے وہ اب ختم ہو گئے تھے طبیعت میں سکون اور طمانیت محسوس ہو رہی تھی اگر اجمل اسے اپنے ساتھ نہ لے جاتا تو وہ اسی وقت نازیہ کی طبیعت صاف کر دیتی مگر بہر حال اس نے کسی قسم کا کوئی تکلف روا نہیں رکھا تھا۔

اماں جب گھر آئیں تو وہ اچھے موڈ میں گنگنا رہی تھی۔

''کل اجمل اسے خواہ مخواہ اپنے ساتھ لے گیا ذرا فون کر کے پوچھ تو سہی کہ بچی کی طبیعت کیسی ہے؟''

''فون کیا تھا میں نے، وہ سو رہی ہے......'' اس نے پُرسکون لہجے میں ماں کو بتایا۔

''اچھی ہے بچی سسرال کی جو بے وقت سونے بھی دیتے ہیں اور باتیں بھی نہیں بناتے ہمارے وقتوں میں تو رات کو اس وقت تک بہوئیں نہیں لیٹا کرتی تھیں جب تک گھر کے بزرگ سونے کے لئے اپنے کمروں میں نہ چلے جائیں۔''

''اماں...... اکیلے گھر میں تو بیویوں کے اس سے زیادہ مزے ہیں، اب تو سارا سارا دن سوتی ہیں عورتیں اس وقت اٹھا کرتی ہیں جب ان کے شوہر آنے والے ہوں۔''

''اری پاگل تو نہیں ہو گئی گھر کے کام کاج کیا جن بھوت کرتے ہیں۔''

''اماں...... اب گھر کے سب کام نوکر کیا کرتے ہیں۔''

''اری پاگل نوکر بھی اس وقت کام کرتے ہیں جب ان کے سر پر سوار ہو...... ایسے کوئی کام نہیں کرتا کہ مالک سو رہے ہیں اور وہ کام کر رہے ہیں۔''

☆☆☆

رابعہ کئی دنوں بعد کالج آئی تھی...... اس نے نوٹ کیا کہ اس کا گروپ اس سے کھنچا کھنچا سا ہے۔

''کیا بات ہے موڈ آف ہے تم لوگوں کا؟'' فری پیریڈ میں انہیں کیفے میں بیٹھا دیکھا تو وہ ان کے پاس چلی آئی۔

''ہمارا کیوں ہونے لگا موڈ آف......'' فری نے کہا۔

''تم مجھے چھوڑ کر خود ہی برگر کھانے آ گئیں آخر کیوں؟ اس سے پہلے تو تم میرے بغیر کہیں نہیں جاتی تھیں۔''

''وہ اس لئے رابعہ کہ ہم نے سوچا کہ تم پہلے ہی یہاں پہنچ چکی ہو گی۔'' شہلی نے ہنس کر کہا۔

''پاگل تو نہیں ہو گئی ہو تم...... مسز جعفری کا پیریڈ ہم سب نے لیا ہے بیل سن کر ایک ساتھ باہر نکلے ہیں میں کسی سے بات کرنے کے لئے رکی تو معلوم ہوا کہ تم تینوں ہی غائب تھیں۔''

''رابعہ تم ہر معاملے میں اتنی تیز جا رہی ہو کہ ہم نے سوچا...... ہم سے پہلے یہاں بھی پہنچ جاؤ گی۔'' نسرین نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

''میں اشاروں کنائیوں میں بات نہیں سمجھ سکتی کھل کر بتاؤ کہ کیا کہنا چاہتی ہو۔''

تب شہلی نے اپنے بیگ سے وہ شام کا اخبار نکال کر اسے دکھایا...... جس میں عمیر کے ساتھ پرفارم کرتے ہوئے اس کا کلوز اپ تھا۔

عمیر اس کی پشت پر تھا اور وہ دونوں ہاتھ پھیلائے کسی جوگن کی طرح ایک پنجے پر کھڑی تھی باریک نیٹ کے نیچے اس کا سراپا نمایاں ہو رہا تھا حد تو یہ تھی کہ بلاوز کے نیچے سے اس کا پیٹ تک صاف نظر آ رہا تھا۔

''اب تم ہی بتاؤ......اگر ہم کسی سے یہ کہیں کہ یہ لڑکی ہمارے گروپ میں ہے تو کوئی ہماری کیا عزت کرے گا بلکہ ہمیں بھی اسی ٹیچ کا سمجھے گا۔''

''کیا یہ اخبار تم مجھے دے سکتی ہو؟''

''ہاں ہاں کیوں نہیں؟''شہلی نے اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

تب وہ وہاں سے اٹھ کر لائبریری کے پچھلے لان میں جہاں آمد و رفت کم ہوتی تھی......موبائل پر عمیر سے باتیں کر رہی تھی۔

''اچھا......تم نے وہ تصویر پہلے ہی دیکھ لی تھی اور مجھے بتایا تک نہیں...... مجھے تو اس قدر شرم آ رہی ہے کہ کیا بتاؤں اگر کسی نے یہ اخبار بابو جی کو دے دیا ناں تو وہ اسی وقت میرے ٹکڑے کر کے چیل کوؤں کو ڈال دیں گے۔''

''رابعہ تم بھی بس پاگل ہو...... پکی پاگل......''وہ ہنسا۔

''کیوں کیا یہ شرم کی بات نہیں ہے؟''

''بالکل نہیں ہے؟ یہ تو فن ہے، میں یہی تصویر اپنے آنے والی سی ڈی پر دوں گا......اور شوبز کی دُنیا میں ایک دھوم مچ جائے گی......اور مجھے یہ پورا یقین ہے کہ تمہیں بھی اچھی ماڈلنگ کی آفرز آ جائیں گی۔''

''مجھے کون کرنے دے گا ماڈلنگ؟''

''جب چند منٹوں کے اشتہار کے پیسے لاکھوں میں ملیں گے تب یہی تمہارے گھر والے تمہارے آگے پیچھے پھریں گے۔''

''کیا واقعی؟''وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

''رابعہ صرف چند اشتہارات کرنے کے بعد ہی تم پوش علاقے میں لگژری فلیٹ اور نئے ماڈل کی گاڑی رکھ سکو گی۔''

''مگر مجھے تو گاڑی چلانی ہی نہیں آتی۔''

''اگر ہر گاڑی والا اپنی گاڑی خود چلانے لگے تو پھر یہ ڈرائیور کہاں سے کھائیں گے۔''وہ ہنسا۔

''اچھا......اس کا مطلب ہے کہ پھر مجھے ڈرائیور بھی رکھنا ہوگا۔''

''جی میڈم، ڈرائیور، کک مین اور گارڈ تو آپ کو پہلی فرصت میں رکھنے ہوں گے۔''وہ اسے خواب دکھا رہا تھا۔

اور وہ کھلی آنکھوں سے ایسے خواب دیکھ رہی تھی۔ جب وہ ماڈلنگ کیا کرے گی......تو جدید ترین کپڑوں سے اس کی الماریاں بھری ہوئی ہوں گی۔ میچنگ جیولری ڈھیروں ڈھیر ہوں گی جس طرح عمیر ہر طرف جانا اور پہچانا جاتا ہے اسی طرح میں بھی ہاتھوں ہاتھ لی جاؤں گی۔ تب عمیر مجھ سے بآسانی شادی کر لے گا۔ اس نے اخبار کھول کر پھر اپنی تصویر دیکھی۔ اب اسے اپنی تصویر دیکھ کر شرم آئی اور نہ ہی خفت زدہ ہوئی۔

''اللہ میرے بال کس قدر خوبصورت لگ رہے ہیں۔ اف میرا فگر کیا بجلیاں گرا رہا ہے۔ ہائے میرے لبوں کے اوپر کا تل کیسے لشکارے مار رہا ہے۔ اللہ عمیر کے ساتھ یہ تصویر کس قدر خوبصورت اور مقناطیسیت لئے ہوئے ہے۔ جب میری نظر اس پر سے نہیں ہٹ رہی تو پھر کسی دوسرے کی کیونکر ہٹ سکتی ہے۔ واقعی میں بے حد خوبصورت ہوں۔''

اس نے اپنی تصویر کو ستائش بھری نظروں سے دیکھا اور پھر بے اختیار اسے چوم لیا۔

☆☆☆

بہانے بھی کئی ڈھونڈے تھے۔

خاصا پس و پیش بھی کیا تھا مگر وہ سہانی ہی کیا جو اپنی بات سے ٹل جائے۔

بالآخر سرمد کو سہانی کے ساتھ عامر کو دیکھنے جانا ہی پڑا۔

جس وقت وہ دونوں اس کے پاس پہنچے......عامر تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا، نرس اس کا بخار چیک کر کے اسے دوا کھلا رہی تھی۔

سہانی نے ہاتھ میں تھاما ہوا بوکے اس کے سرہانے رکھا اور کمرے میں رکھی ہوئی چیزیں ترتیب میں رکھنے لگی۔

عامر چپ چاپ خالی خالی نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

''عامر آج تو تم بہت فریش نظر آ رہے ہو، میں نہیں کہتی تھی کہ تم بہت جلد ٹھیک ہو جاؤ گے۔''

عامر اس کی بات بے دلی سے سن کر سرمد کی طرف مسلسل دیکھ رہا تھا۔ سہانی اس کی نظروں کا مفہوم سمجھ کر جلدی سے بولی۔''ارے یار......میں تعارف کرانا تو بھول ہی گئی۔ عامر یہ سرمد ہیں......جب میں نے انہیں تمہاری طبیعت کے بارے میں بتایا تو یہ کہنے لگے کہ میں بھی عامر کو......''

عامر اس کی بات کاٹتے ہوئے اپنا ہاتھ سرمد کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔''سرمد صاحب آپ تشریف رکھیے۔''

سرمد اس سے ہاتھ ملا کر سامنے صوفے پر بیٹھ گیا اور سہانی اس کے پاس ہی بیڈ پر ٹک گئی۔''اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟''سرمد اس سے پوچھ رہا تھا۔

''اب تو بہت بہتر ہوں۔''عامر سہانی پر ایک نظر ڈال کر بولا۔

سہانی بیڈ سے اتر کر فریج سے پھل، پلیٹ میں رکھ کر عامر کو دیتے ہوئے بولی۔''تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہونی ہی تھی۔ میں نے تمہارے لئے اتنی ڈھیر ساری دُعائیں مانگی تھیں۔''

''ریئلی......!''عامر کینو کھاتے ہوئے سہانی کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

''اللہ کا شکر ہے......آج تمہیں بخار بھی نہیں ہے۔''سہانی اس کے ماتھے پر ہاتھ لگاتے ہوئے بولی۔

''ہاں، اس وقت ٹمپریچر نہیں ہے۔''

''جوس پیو گے تم؟''

''پلا دو......!''

''سیب کا، انار کا یا اورنج جوس؟''فریج کا پٹ کھولے جوسز کے ڈبوں کو دیکھتے ہوئے وہ پوچھ رہی تھی۔

''کوئی سا بھی دے دو......''عامر مسکراتے لبوں سے کہہ رہا تھا۔ سرمد کو وہاں بیٹھ کر یہ سب دیکھنا عجیب لگ رہا

تھا۔

سہانی نے ابھی جوس کا گلاس اس کے لبوں سے لگایا ہی تھا کہ عامر کو کھانسی کا پھندا سا لگا۔ تب وہ گھبرا کر اس کی کمر سہلاتے ہوئے اس کے ماتھے سے پسینہ پونچھنے لگی...... اور جوس کا گلاس اپنے ہاتھ سے پکڑ کر پلایا۔

''سہانی...... تمہیں میری وجہ سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔''

''ایسا نہ کہو عامر...... اب تم بہت جلد ٹھیک ہو جاؤ گے۔ میں روز رات کو سورۂ فاتحہ پڑھ کر اور تصور میں تمہارے ماتھے پر پھونک کر اور دُعا مانگ کر سوتی ہوں۔''

''تھینک یو سہانی......!'' عامر اسے سرشار نظروں سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

سہانی کا یہ التفات دیکھ کر...... سرمد بور ہو رہا تھا اور بار بار اپنی گھڑی دیکھ رہا تھا۔

ادھر عامر چور نظروں سے اس کی بیزاری دیکھ کر ایک طمانیت سی محسوس کرتے ہوئے سوچ رہا تھا...... ''سرمد تم اس سین میں جیسے مس فٹ ہو...... ایسے ہی ہماری زندگی میں بھی تمہارا کوئی دخل نہیں ہے، تم کو بہت جلد یہاں سے بھاگنا ہی ہوگا کہ اسی میں تمہاری بھی فلاح ہے۔''

''سہانی...... خاصی دیر ہوگئی ہے......'' سرمد نے عامر کے سرشار چہرے کو تلملا کر دیکھتے ہوئے کہا۔

سہانی نے شاید نہیں سنا تھا...... جب ہی وہ عامر سے بڑی محبت سے پوچھ رہی تھی۔ ''بہت دیر سے تم بیٹھے ہوئے ہو...... تھک گئے ہو گے ناں...... اب تم لیٹ جاؤ ورنہ پرسوں کی طرح شور مچاؤ گے۔'' وہ ہنسی۔

''ہائے میں تھک گیا...... ہائے میں تھک گیا......'' اس نے اس کی نقل اتاری۔

''ہاں، میں اب واقعی لیٹوں گا......'' عامر نے اسے چمکتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''سہانی اب چلیں......'' سرمد یکدم ہی کھڑا ہو گیا۔ اس سے لاڈ پیار کی یہ باتیں ہضم نہیں ہو رہی تھیں۔

''بس ذرا ایک منٹ......'' وہ پھر عامر کے پاس چلی آئی۔

پہلے اس کا تکیہ ٹھیک کیا...... پھر کمبل اسے سینے تک اُڑھایا۔

''اچھا عامر، اب کل آؤں گی...... تم اپنا خیال رکھنا۔''

''او کے۔'' عامر نے رضامندی میں اپنا سر ہلایا۔

سرمد کے لئے مزید دیکھنا ناممکن تھا...... وہ عامر کو خدا حافظ کہے بنا کمرے سے باہر نکل گیا اور عامر کے لبوں پر ایک مطمئن سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆☆☆

یہ مرحلہ بھی محبت میں خوشگوار رہا
الجھنا تم سے، تمہاری ہی آرزو کرنا

آج شاداب ہاؤس کے مکین بے حد خوش نظر آ رہے تھے۔ ممی سے تو اپنی خوشی چھپائی نہیں جا رہی تھی، نادیہ بھی گنگناتی سی پھر رہی تھی...... اور سکندر کے چہرے پر بھی مسکراہٹ رقصاں تھی۔

''میں تو سوچ بھی نہیں سکتی کہ ایسا ہو جائے گا......'' نادیہ مسکراتے لبوں سے کہہ رہی تھی۔

''مگر میرا دل شروع سے ہی یہ کہہ رہا تھا کہ ایسا ہو کر رہے گا۔'' سکندر نے نادیہ کے بال بگاڑتے ہوئے کہا۔

''یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ ہم نے سہانی کی منگنی میں بہت سارے مہمان مدعو نہیں کئے!'' ممی اپنے نیل فائل کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

''اب کوئی کسی کی بھی پروا نہیں کیا کرتا ہے......'' سکندر اخبار پر نظر دوڑاتے ہوئے بولا۔

''پروا تو کرنا پڑتی ہے۔''

''میں تو نہیں کرتا۔'' وہ لاابالی پن سے بولا۔

''لوگ کچھ نہ کہیں مگر مذاق تو اڑاتے ہیں...... جب سے عامر سے سلسلہ ختم ہوا تھا...... تو ظفر کی ماں نے کیسے ہنس ہنس کر پوچھا تھا۔ کیا ہوا تھا؟ کیوں ہوا تھا؟ کیسے ہوا تھا؟ اب تو چھوٹے لوگ بھی بڑی بڑی باتیں کرنے لگتے ہیں۔ اب سرمد سے منگنی ختم ہوگئی...... تو بہت سے لوگوں کو تو پتا ہی چل جائے گا کہ ہوا کیا تھا۔'' ممی رسان سے سکندر کو سمجھا رہی تھیں۔

''یہ بھی اچھا ہوا کہ جلد معاملہ ختم ہو گیا...... ورنہ سہانی نے تو کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی...... ہمیں رسوا کرنے کی......'' سکندر کو تا حال بہن پر غصہ تھا۔

''ارے چھوڑیے یہ باتیں...... عامر اور سہانی ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اور محبت کرنے والے بہت دیر تک ایک دوسرے سے الگ نہیں رہ سکتے...... یہ سرمد خواہ مخواہ بیچ میں آ گیا تھا...... اب خود ہی اسے اپنا سا منہ لے کر جانا پڑے گا......'' نادیہ سرشار لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''تمہارے پاپا تو چاہتے تھے...... سہانی پر سختی کی جائے مگر میں نے منع کر دیا تھا جوان اولاد کو، کوئی بھی بات سختی سے نہیں سمجھائی جا سکتی اور...... اب دیکھو...... وہ خود ہی دوڑ دوڑ کر عامر کے پاس جا رہی ہے۔'' ممی نے خاصے تعریفی لہجہ میں کہا۔

''ماما...... بات یہ بھی ہے کہ سہانی کو خود ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ سرمد اور عامر میں کیا فرق ہے۔'' سکندر اب بھی سہانی کی غلطی پر معاف کرنے کو تیار نہیں تھا۔

عامر کی طرف تو میرا دل کھنچتا ہے، بہت پیارا اور کیئرنگ لڑکا ہے۔'' ممی کھلے دل سے تعریف کر رہی تھیں۔

''ماما...... بات یہ بھی ہے کہ میرا بھائی خوش قسمت ہے کہ سہانی اس کی طرف لوٹ آئی ہے، ورنہ ہم لوگوں نے سہانی کو کتنا سمجھایا تھا اور وہ ٹس سے مس نہیں ہو رہی تھی...... اور یہ اللہ نے میرے بھائی پر کرم ہی تو کیا ہے کہ آج اسے عامر کے سوا کوئی اچھا نہیں لگ رہا۔'' نادیہ کپ میں چائے نکالتے ہوئے بولی۔

''بھئی آج کوئی اچھی سی چیز بنواؤ۔ میرے تو سر سے بوجھ اتر گیا ہے، آج دل میں خوشی ہلکورے لے رہی ہے۔''

''میں خود بناتی ہوں شاہی ٹکڑے آپ کے لئے......'' نادیہ نے سکندر سے کہا تو ممی کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆☆☆

''میرا دماغ تو اب یہ کام نہیں کرتا مگر سیمن...... تم بھی اوندھے دماغ کی ہی ہو......'' اماں تاسف بھرے لہجے میں بیٹی سے کہہ رہی تھیں۔

''اماں، میں نے ایسا کیا کہہ دیا جو آپ یوں ناراض سی ہو رہی ہیں۔''

"بجائے...... یہ کہ تم میرے پاس آتیں...... الٹا مجھے اپنے گھر بلوا لیا۔ سب کی بیٹیاں اپنی ماؤں کے پاس آیا کرتی ہیں۔ تم سے دس، پندرہ دن کے بعد بھی آیا نہیں جاتا۔ اللہ اکلوتی بیٹی کسی دشمن کو بھی نہ دے، بہت ستاتی ہے اپنی ماں کو...... کوئی بیٹی ایسا نخرہ نہ دکھاتی ہوگی جو تم دکھاتی ہو اگر میری بھی دو چار بیٹیاں ہوتیں...... تو میرے گھر میں بھی رونق لگی رہتی، کبھی کوئی آ جاتی تو کبھی کوئی...... تب شاید سرمد بھی کسی سہانی کے ہتھے نہ چڑھ پاتا......" اماں ہمیشہ کی طرح سبین کو خوب سنا رہی تھیں۔

"اماں پلیز ناراض نہ ہوں...... میں وعدہ کرتی ہوں، خوب سارے دنوں کے لئے آپ کے پاس رہنے کے لئے آؤں گی۔"

"تم نے کہہ دیا اور آ گئیں...... خوب جانتی ہوں تمہیں اور تمہارے وعدوں کو میں...... ہاں......!"

"بچوں کے امتحان ہونے والے ہیں، دیکھنا تو پڑتا ہے انہیں۔" سبین اٹھ کر اماں کے گلے میں بانہیں حمائل کرتے ہوئے بولی۔

"ٹھیک ہے، تم نے کہہ دیا اور میں نے یقین کر لیا...... مگر میں اپنی پریشانی کس سے کہوں؟"

"ایسی کیا بات ہے اماں......؟" بین اماں کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بولی۔

"دبئی سے آنے کے بعد سرمد نے رٹ لگا رکھی ہے کہ میری شادی جلدی کر دو۔"

"اتنی جلد بازی کیوں ہے انہیں؟"

"ابھی سہانی نے گریجویشن تک تو کیا نہیں ہے، پہلے وہ تو کر لے۔" سبین نے نخوت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ کام تو اس کے لئے بہت مشکل ہے اگر پڑھنے کی شوقین ہوتی تو میڈیکل کی پڑھائی سے کیوں بھاگتی۔ سرمد کے آنے کے بعد صائمہ نے چکر لگایا کہ نہیں؟" اب سبین رازداری سے پوچھ رہی تھی۔

"دو دفعہ آ چکی ہے صائمہ، مگر سہانی کہاں جان چھوڑ رہی ہے اس کی جو وہ صائمہ کے بارے میں کچھ سوچے۔"

"میں نے صائمہ سے کہا تھا...... امی کے گھر جب بھی جاؤ تم چھٹی کے دن جانا...... اور خوب تیار ہو کر جانا۔ سرمد کو سیدھی سادی لڑکیاں نہیں بھاتی ہیں۔"

"ایک مرتبہ میرے لئے سوپ بنا کر لائی تھی...... اپنی کسی سہیلی کی سالگرہ میں جا رہی تھی...... جامنی ساڑی پر جامہ وار کا بلاؤز بہت اچھا لگ رہا تھا اس پر۔ دوسری مرتبہ کہیں شادی میں جا رہی تھی چلتے چلتے ملنے کے لئے آ گئی تھی اور فیروزی غرارے میں بے حد خوبصورت لگ رہی تھی...... میں نے بھی سرمد کے سامنے جان بوجھ کر اس کی نظر اتاری تا کہ وہ بھی اس سے متاثر ہو۔"

"یہ سب دیکھ کر سرمد نے کچھ کہا آپ سے......؟" سبین خوشی سے سرشار لہجے میں بولی۔

"ہاں، حیرت زدہ رہ گیا تھا وہ......" بہت مزے سے بتا رہی تھیں۔

"اور کہہ رہا تھا...... صائمہ...... یہ تم...... ہو...... میں تو تمہیں پہچان ہی نہیں پایا۔"

"پھر آپ نے کیا کہا......؟" سبین دلچسپی لیتے ہوئے بولی۔

"میں نے کہا جو لڑکیاں کبھی کبھار میک اپ کرتی ہیں، وہ ایسی ہی لگا کرتی ہیں کہ شکل دیکھو تو دل خوش ہو جائے اور جو صبح و شام لیپا پوتی کرتی ہیں ان کی اپنی کھال بھی جھلس جاتی ہے اور چہرے پر عجیب پکا پن سا آ جاتا ہے۔"

"پھر سرمد کیا بولے......؟" سبین کی جرح جاری تھی۔

"صائمہ کو ٹکر ٹکر دیکھ رہا تھا اور مسکرا رہا تھا اور وہ بے چاری شرمائے جا رہی تھی۔"

"اماں، اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ سہانی بہت جلد اسکرین سے آؤٹ ہو جائے گی۔"

"ہاں...... انشاء اللہ تعالیٰ......" اماں سرشار چہرے سے تائید میں سر ہلاتی ہوئی کہہ رہی تھیں۔

"میں تو شکرانے کے نفل پڑھوں گی...... کہ اس چالاک لڑکی سے میرے بھائی کو نجات ملی۔"

"اور میں بھی، میرے اکلوتے بیٹے کو خواہ مخواہ گھیر لیا کم بخت نے...... اور اپنی انگلیوں پر نچا رہی ہے۔"

"پریشان نہ ہوں اماں...... ایسی لڑکیوں کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے۔"

"ہاں ایسا ہوگا!" اماں طمانیت بھرے لہجے میں کہہ رہی تھیں...... اور سبین کے چہرے پر خوشی کی کرنیں دمک رہی تھیں۔

☆☆☆

یوں تو میچ دیکھنے کے سب ہی رسیا تھے اور بارہا اسٹیڈیم میں جا کر بھی میچ دیکھا کرتے تھے...... مگر آج ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے سب ہی بڑی دلچسپی سے کرکٹ میچ دیکھ رہے تھے۔

"پاپا......! اس وقت پاکستان کو دو بالز پر صرف چار رنز کی ضرورت ہے...... اگر بن گئے تو پاکستان جیت جائے گا۔"

"دیکھ لینا...... محمد یوسف بنا لے گا...... جب سے وہ مسلمان ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے کامرانیاں اس کی قسمت میں لکھ دی ہیں۔" پاپا نے کہا۔

"واؤ...... چھکا...... یوسف نے کیا بلا گھمایا ہے...... لگتا ہے گیند آسمان تک پہنچ گئی ہے۔" سہانی نے سرشاری سے کہا۔

"میں صبح سے ہی کہہ رہی تھی کہ پاکستان ضرور جیتے گا۔" شاداب بیگم...... فخر آمیز لہجے میں بولیں۔

"پاپا مٹھائی منگوایئے، پاکستان جیت گیا۔" سہانی خوش ہو کر تالیاں بجاتے ہوئے بولی۔ عین اسی وقت کمرے میں نادیہ کی امی داخل ہوئیں ان کے ساتھ دو ملازم تھے جو مٹھائی کے ٹوکرے لے کر اندر داخل ہوئے تھے۔

ملازمین نے وہ ٹوکرے لاؤنج میں رکھ کر باہر کی راہ لی۔

نادیہ ماں کو دیکھ کر آگے بڑھی۔

"ارے صادقہ بھابی! خیریت؟ یہ مٹھائی سے لدی پھندی آ رہی ہیں آپ......" پاپا نے سرشار سے لہجے میں کہا۔

"آنٹی میں...... ابھی پاپا سے مٹھائی مانگ رہی تھی......" سہانی نے ہنس کر کہا۔

"جب ہی تو میں مٹھائی لے کر آئی ہوں...... تا کہ سب منہ میٹھا کر لیں۔"

"آنٹی کیا آپ کو پتا تھا، پاکستان جیت جائے گا۔" سہانی انہیں دیکھ کر حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

"ہاں بیٹا...... مجھے یہ پہلے سے ہی معلوم تھا کہ جیت ہماری ہی ہوگی۔" ان کا لہجہ ذو معنی سا تھا۔

"نادیہ بھابی...... ہماری آنٹی تو نجومی بھی ہیں۔"

"ہاں، وہ تو ہیں......" نادیہ ہنس رہی تھی۔

"شاداب آپا...... یہ مٹھائی...... میرے عامر کی صحت کی خوشی میں ہے۔"

"اللہ تمہیں عامر کی خوشیاں دکھائے اور اسے ہمیشہ خیر، خیریت سے رکھے......!" مما ان سے محبت بھرے لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"ہاں آپا...... میرا یہ بیٹا بڑا منت مرادوں کا بچہ ہے...... میری خوشی ہی اس کی خوشی ہے...... اس کو بیمار دیکھ کر میری جان نکل گئی تھی۔ یہ اللہ کا احسان ہے کہ اب وہ نہ صرف صحت مند ہے بلکہ وہ خوشیوں کی طرف بھی لوٹ رہا ہے۔ اس کو اب طمانیت سے مسکراتا دیکھ کر میں کتنی سرشار ہو جاتی ہوں...... آپ کو بتا نہیں سکتی۔"

اس اثنا میں سہانی ٹوکرے میں سے ایک مٹھائی کی ڈلی نکال کر کھاتے ہوئے بولی۔ "آنٹی! آپ صرف مٹھائی کھلا کر ٹرخا رہی ہیں، کوئی پارٹی وارٹی نہیں کریں گی آپ؟"

"کیوں نہیں، وہ بھی جلد ہو گی......" وہ سرشار آنکھوں سے نادیہ کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"خوشی کا یہ ٹائم بہت جلد آنے والا ہے۔" نادیہ، سہانی کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے بولی۔

"ٹائم......" سہانی نے دہرایا۔

پھر بوکھلا کر سہانی نے اپنی کلائی کی گھڑی دیکھی اور پریشان ہو کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

"اللہ مجھے یاد کیوں نہیں رہا۔" وہ زیرِ لب بڑبڑا رہی تھی۔

"کیا ہوا؟" نادیہ نے اس سے پوچھا۔

"میچ کے چکر میں تو میں بالکل ہی بھول گئی۔

"MY FRIEND IS WAITING FOR ME.

"موبائل پر منع کر دو اور کہہ دو کہ تم مصروف ہو۔" نادیہ نے چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

سہانی نے چند لمحے سوچا اور آنٹی سے مخاطب ہوتے ہوئے بولی۔ "پلیز آنٹی! آپ جایئے گا نہیں۔ میں یوں گئی اور یوں آئی......" وہ چٹکی بجاتے ہوئے بولی۔

"جب تک میری بیٹی نہیں آئے گی، اس وقت تک میں جا ہی نہیں سکتی۔" عامر کی امی نے متبسم لہجے میں کہا اور سہانی قلانچیں بھرتی ہوئی ہوا ہو گئی۔

☆☆☆

کال سینٹر کی آج چھٹی تھی...... میں اپنے دوست کے ہاں سے واپس گھر جا رہا تھا کہ بائیک نجانے کیسے شاداب ہاؤس کی سمت موڑ لی...... میں جب بھی ڈیفنس سے اپنے گھر کی جانب آتا تھا...... تو شاداب خالہ کے گھر کی سڑک دیکھ کر میرا دل ان کے ہاں جانے کو مچل جاتا تھا۔

کبھی تو میں دماغ کی سنتے ہوئے تیزی سے وہ راستہ پار کر جاتا تھا اور کبھی میں ان کے ہاں چلا جاتا تھا۔

خالہ، خالو کو ہمارے گھر آئے عرصہ ہو چکا تھا مگر میں ان کے ہاں پہنچ گیا۔ عزیز خالو اپنے کسی دوست کے ہاں گئے ہوئے تھے۔ سکندر بھائی اور نادیہ بھابی کہیں گھومنے گئے ہوئے تھے۔ شاداب خالہ نیند کی گولی لے کر سو رہی تھیں۔

"ہاں سہانی...... سفید اور بلیک کنٹراسٹ میں بڑی پیاری لگ رہی تھی۔ خوبصورت لان میں پھولوں کے درمیان کھڑی وہ بھی کوئی پھول لگ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں بوکے دیکھ کر پوچھا...... "کیا کہیں جا رہی ہو؟"

"ہاں......" وہ مسکرا کر بولی۔

"اچھا...... تو پھر میں چلتا ہوں۔"

"اب کے آنا تو ماہ نور کو بھی لے کر آنا......" وہ میرے ساتھ گیٹ کی جانب چلتے ہوئے بولی۔

"ماہ نور، پھپھو کے ساتھ کام میں بزی رہتی ہے۔"

"اس کا خیال تم رکھا کرو ناں وہ تمہاری کزن ہے اور تم سے محبت بھی کرتی ہے۔" سہانی نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ ماہ نور مجھ سے محبت کرتی ہے؟" میں تمسخر سے ہنستے ہوئے بولا۔

"ظفر...... تم اتنے بے وقوف تو نہیں ہو، جتنے کہ نظر آ رہے ہو۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" اب میں حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا تم نے کبھی ماہ نور کی آنکھوں کو نہیں دیکھا، اس میں تمہارے لئے محبت کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔"

"مجھے تو کبھی دریا نظر نہیں آیا، سمندر تو دور کی بات ہے!"

"اگر واقعی ایسے عقل کے اندھے ہو تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرو۔" وہ جل کر بولی۔

"سہانی میرے خیال سے اب محبت ایسی اندھی، بہری اور گونگی نہیں ہوا کرتی ہے جو اپنا احساس تک نہ دلا سکے۔"

"تم سے محبت کرنے والی کو تو پہلے چڑیل کا روپ دھارنا چاہئے جو پہلے تمہیں مارے، پیٹے، گوٹے...... پھر چیخ چلا کر تمہیں بتائے...... کہ بے وقوف انسان، میں تم سے محبت کرتی ہوں۔"

سہانی تمسخر بھرے لہجے میں مجھ سے کہہ رہی تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ کاش...... ایسا سب کچھ تم نے مجھ سے صرف ایک ہی بار کہا ہوتا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں......" وہ اپنی گاڑی کی پچھلی نشست پر بوکے رکھتے ہوئے بولی۔

"تم نے کبھی کوئی بات غلط کہی ہے کیا......" میں مسکرایا۔

"ظفر...... تم ماہ نور کی آنکھوں میں ضرور دیکھنا...... تمہیں میری بات کا یقین آ جائے گا۔"

"مجھے تمہاری ہر بات کا یقین رہا ہے سہانی......" میں نے کچھ ایسے لہجے میں کہا کہ سہانی نے چونک کر مجھے دیکھا...... اس کی آنکھوں میں حیرت ہی حیرت تھی۔

شاید...... میری آنکھوں میں محبت کا سمندر اس نے دیکھ لیا تھا جب ہی تو وہ پریشان پریشان سی مجھے دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

کتنی ساری باتیں تھیں جو ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہی تھیں۔ انہوں نے اپنے پہلے دو بچوں کے نام تک سوچ ڈالے تھے۔ سرمد اور سہانی پارک کے ایک گوشے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ شام کے سائے جب رات کی تاریکی میں مدغم ہونے لگے تو سہانی نے چونک کر اٹھتے ہوئے کہا۔ "سرمد! اس وقت تم میرے ساتھ "مال" چل سکتے ہو؟"

"ہاں، ہاں...... کیوں نہیں...... مگر لینا کیا ہے؟"

"ایک زبردست سا تحفہ...... ایسا تحفہ جو لینے والے کو نہال سا کر دے!"

"کس کے لئے لینا ہے؟" وہ مسکراہٹ لبوں پر سجائے دل میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ شاید اسے پتا چل گیا ہے کہ اس ماہ میری سالگرہ ہے۔

"ظاہر ہے عامر کے لئے۔" سہانی نے ہنس کر کہا اور سرمد کے کس کے لگا...... اس کے اس جملے نے سارا رومانس ہوا کر دیا۔

"عامر...... عامر...... عامر...... میرے تو کان پک گئے ہیں یہ نام سن سن کر...... وہ ہسپتال سے گھر آ چکا ہے۔ گھر میں بھی خوب ہٹا کٹا سا ہے۔ اب اسے تحفہ دینے کی کیا مصیبت آن پڑی ہے۔" سرمد برہمی سے سہانی کے دونوں شانے تھامے کہہ رہا تھا آج اس کی برداشت واقعی ختم ہو چکی تھی۔

"وہ میرا دوست ہے، میری پیاری سی بھابی کا بھائی ہے اگر میں اسے کوئی گفٹ دے دوں گی تو کوئی قیامت تو نہیں آ جائے گی۔" سہانی جھنجلا کر بولی۔

"وہ تو تمہارا سابقہ منگیتر ہے اور بس...... جب منگنی ختم ہو گئی تو دوستی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اب تم کیوں اس سے مل رہی ہو؟ اور رہی بات بھابی کے بھائی کی...... تو یہ رشتہ ایسا قریبی اور اہمیت والا نہیں ہے کہ وہ ہر وقت تمہارے حواسوں پر سوار رہے۔"

"تم جانتے ہو کہ وہ مرتے مرتے بچا ہے اللہ نے اسے دوسری زندگی دی ہے پھر ایسی باتیں کر رہے ہو...... جس سے مجھے تکلیف پہنچ رہی ہے۔" سہانی نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سہانی...... تمہارے پاس شاید ہو...... مگر میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں ہے کہ بیکار کے لوگوں پر خرچ کروں۔" سرمد نے تمسخر سے کہا۔

سہانی نے اسے غصے سے دیکھا اور ہاتھ میں تھامی ہوئی گلاب کی کلی جو سرمد نے اسے دی تھی دور پھینکتے ہوئے کہا۔

"تم کیا سمجھتے ہو؟ اگر میرے ساتھ "مال" نہیں جاؤ گے تو میں عامر کے لئے کوئی گفٹ نہیں خرید سکوں گی۔ تمہارے پاس ٹائم نہیں ہے تو نہ سہی...... مگر میرے پاس اس کے لئے واقعی بہت ٹائم ہے۔ مال اکیلے جانا میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ہو گی۔" پاس رکھی ہوئی اپنی گاڑی کی چابی اٹھا کر...... اپنی شہادت کی انگلی میں لہراتے ہوئے وہ بولی۔

"میں خود خرید لوں گی اس کے لئے......" اور غصے میں تیزی سے پارکنگ ایریا کی جانب بڑھ گئی۔

سرمد بھی اسے غصے سے جاتا دیکھتا رہا اور...... ایک بار بھی اسے رکنے کے لئے نہیں کہا۔ لمحے توقف کے بعد وہ بھی پیر پٹخ کر دوسری سمت مڑ گیا۔

☆☆☆

واہمہ یا کوئی یقین ہیں آپ
دیکھتا ہوں جہاں وہیں ہیں آپ

ہم نہ دیکھیں تو آپ ہیں اک خواب
ہم جو دیکھیں تو کیا نہیں ہیں آپ

(سیف الرحمٰن)

اس وقت میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ اڑتے ہوئے گھر پہنچ جاؤں۔ بائیک کی رفتار جتنی تیز ہو سکتی تھی...... وہ تھی، ہر سگنل توڑتا ہوا میں گزر رہا تھا۔ اس وقت میری نس نس میں جیسے بجلی سی بھری ہوئی تھی۔ دل چاہ رہا تھا کہ فوراً ماہ نور کی آنکھوں میں اس پیار کے دریا کو دیکھ لوں جو صرف میرے لئے تھا۔

ماہ نور کی محبت اتنی چھپی کیوں تھی...... جو مجھے نظر ہی نہیں آ سکی تھی...... میں مسلسل سوچے چلا جا رہا تھا۔

امی کے پھپھو کے ساتھ کبھی اچھے تعلقات نہیں رہے تھے اس لئے وہ ماہ نور سے بھی ناروا سلوک برتا کرتی تھیں جو مجھے کبھی پسند نہیں تھا۔ میرے دل میں ماہ نور کے لئے ہمیشہ ہمدردی کے جذبات ہوا کرتے تھے۔ میں اسے اپنی اکیلی دوست بھی سمجھا کرتا تھا جس سے میں اپنی کوئی بھی بات شیئر کر سکتا تھا مگر سہانی نے مجھے یہ کہا تھا...... کہ ماہ نور مجھ سے محبت کرتی ہے...... اس خبر نے مجھے ہلا کر رکھ دیا تھا۔

گھر کے قریب پرانے دوست نے آواز دے کر روکا...... بحالتِ مجبوری میں رکا......!

"ظفر یار کہاں ہوتے ہو؟ نظر ہی نہیں آتے۔" وہ پوچھ رہا تھا۔

"یونیورسٹی کے بعد ایک کال سینٹر میں جاب کر لی ہے میں نے۔" اسے بحالتِ مجبوری بتایا۔

"آج کیا تمہاری چھٹی ہے......؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے رضامندی میں سر ہلایا۔

"بہت دن ہو گئے...... چلو کیفے میں چل کر چائے وائے پیتے ہیں۔" اس نے بائیک کے پیچھے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جاوید اس وقت میں ذرا جلدی میں ہوں...... سنڈے کو میں تمہارے پاس آتا ہوں۔"

"تم گھر ہی جا رہے ہو ناں!" اس نے حیرت سے پوچھا کہ بیس گز کے فاصلے پر میں اپنے گھر کے قریب ترین کھڑا تھا۔

"ہاں یار...... اس وقت پھپھو کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، ان کو لے کر ڈاکٹر کے پاس جانا ہے۔" اس سے اچھا بہانہ کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

دوست بھی سریش ٹائپ تھا...... جو اس بہانے کے علاوہ کسی بات پر یقین نہیں کر سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے، سنڈے کو ملتے ہیں۔" وہ خدا حافظ کہہ کر آگے بڑھ گیا اور میں دھڑکتے دل کے ساتھ گھر کی جانب بڑھا۔

اس وقت میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں دروازے پر بیل دوں تو گیٹ ماہ نور آ کر کھولے۔ وہ مجھے دیکھے تو میں اس کی آنکھوں کو دیکھوں...... جس سے میں آج تک ناواقف رہا ہوں۔

گیٹ بھڑا ہوا تھا...... جسے میں کھول کر خود ہی اندر آ گیا۔ میری دعا کا ایک حصہ تو شاید پورا ہو گیا تھا۔ ماہ نور نیچے ہی تھی...... یہ میں نے گیٹ کے اندر داخل ہونے سے پہلے ہی دیکھ لیا تھا۔ وہ باجی کی کسی بات کا جواب دے رہی تھی۔ میں گھر میں داخل ہوا تو ماہ نور میرے سامنے تھی مگر اس نے آنکھوں پر چشمہ لگایا ہوا تھا۔

"تمہاری نظر کب سے ویک ہو گئی؟" میں نے پوچھا۔

''پنکھا صاف کر رہی تھی، تو ایسے ہی لگا لیا کہ مٹی آنکھوں میں جانے نہ پائے۔''

''مگر ایسے ہی کسی دوسرے کا چشمہ نہیں لگاتے ہیں آئی سائڈ پر برا اثر پڑتا ہے۔''

اس وقت میرا بس نہیں چل رہا تھا...... اس کی آنکھوں پر سے چشمہ اُتار کر اس سمندر کو دیکھوں جس میں میرے لئے پیار ہی پیار ہو۔ شاید یہ انسانی جبلت ہے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم سے محبت کی جائے۔ ہماری ستائش کی جائے اور ہمیں اہمیت دی جائے۔

''تمہاری نانی بیمار ہیں۔ تمہاری اماں پریشان ہیں اور تم یہاں نیچے ٹہل رہی ہو۔'' اماں اپنے کمرے سے باہر آئیں تو ماہ نور کو دیکھ کر ان کی تیوری چڑھ گئی۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ ماہ نور کبھی نیچے قدم بھی رکھے۔

''ممانی جان...... میں نیچے لاؤنج کے پنکھے صاف کرنے آئی تھی۔''

''ارے گندے رہنے دیا کرو، خواہ مخواہ کیوں خیال رکھتی ہو......'' امی کا لہجہ طنز اور تمسخر سے مزین تھا۔

''امی آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں...... اسے تو میں نے کہا تھا کہ اپنے اوپر کے حصے کی صفائی کا خیال رکھتی ہو تو نیچے کی بھی رکھ لیا کرو۔'' میں اس کے سامنے سپر بن کر کھڑا ہو گیا تھا۔

''وہ کیوں رکھے نیچے کا خیال، یہ تمہارا گھر ہے تم رکھا کرو۔'' امی بکتی جھکتی پھر اپنے کمرے میں چلی گئیں تھیں اور ماہ نور کا ذرا سا منہ نکل آیا تھا۔

''ماہ نور...... تم تو امی کی عادت جانتی ہی ہو...... پھر بھی برا مان جاتی ہو۔''

''بے حس نہیں ہوں ناں...... اس لئے دکھی ہو جاتی ہوں۔'' وہ نیچی نظریں کئے ہوئے بولی۔

''میرے ہوتے ہوئے بھی تم دکھی ہو جاتی ہو......'' میں نے بڑی مشکلوں سے یہ فقرہ ادا کیا۔

اور اس نے تڑپ کر مجھے دیکھا باجی کا چشمہ جو اس نے اپنی آنکھوں پر چڑھایا ہوا تھا، وہ بالوں سے نکل کر نیچے گرا۔ وہ حیرت اور اچنبھے سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

''ماہ نور! امی جان گئی ہیں کہ تم میرے لئے کیا ہو مگر مجھے لگتا ہے کہ تمہیں تا حال اس سلسلے میں لاعلمی ہے۔''

''ظفر...... میں ایسی کوئی بات جاننا بھی نہیں چاہتی جو بعد میں مجھے دکھ دے......'' اس نے اپنے اوپر قابو پاتے ہوئے کہا...... اور آنکھوں میں چھپے تمام جگنو اس لانبی پلکوں کی اوٹ تلے کہیں چھپ گئے۔

''مجھ پر اعتبار نہیں ہے کیا؟'' میں روایتی عاشقوں کی طرح بولا۔

''مجھے اپنے اوپر اعتبار نہیں ہے تو آپ پر کیا کروں گی۔''

''ارے واہ...... یہ میں آج پہلی دفعہ سن رہا ہوں کہ کسی لڑکی کو اپنے اوپر اعتبار ہی نہ ہو۔''

''حالات کے ستائے ہوئے لوگ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔''

اس نے گہری نظروں سے مجھے دیکھا اور دھپ دھپ کرتی سیڑھیاں چڑھ گئی۔

میں نیچے کھڑا رہا مگر اس نے ایک بار بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔

''ظفر! آؤ کھانا کھا لو، اب وہ نیچے نہیں اترے گی۔'' باجی نے ہنس کر میرے شانے پر ہاتھ رکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ میں کافی دیر سے زینے کے نیچے کھڑا مسلسل اوپر کی جانب دیکھ رہا تھا جہاں ماہ نور کسی کمرے میں جا کر غائب ہو گئی تھی۔

☆☆☆

ٹی وی پر عمر شریف کا کوئی اسٹیج ڈراما چل رہا تھا اور عامر اس کے ہر فقرے پر دل کھول کر ہنس رہا تھا۔ ''امی دیکھیے کتنا اچھا پلے ہے...... دیکھ کر دل خوش ہو رہا ہے۔''

''پہلے یہ جوس پی لو......'' ماں نے گلاس پکڑاتے ہوئے کہا۔

''آپ کیا کر رہی ہیں باورچی خانے میں، یہاں میرے پاس بیٹھ کر دیکھیے...... دیکھیے تو یہ پلے...... مزاح کس قدر ہے اس میں کہ بندہ فریش ہو جائے۔''

''سہانی آتی ہو گی...... آج میں اس کی پسندیدہ ڈش بنا رہی ہوں۔''

''السلام علیکم آنٹی! آپ نے میرا نام لیا اور میں آ گئی۔'' سہانی بڑا سا بوکے لے کر اندر داخل ہوتے ہوئے بولی۔

''تم دونوں ڈراما دیکھو...... میں تھوڑا سا کام نمٹا لوں......'' سہانی کی موجودگی میں ڈراما تو نہیں چل سکتا...... عامر ماں کے جاتے ہی ریموٹ سے ٹی وی بند کرتے ہوئے متبسم لہجے میں بولا۔

''آج تم مجھے بالکل پہلے والے عامر لگ رہے ہو۔''

''پہلے والا؟'' عامر نے اسے محبت سے دیکھا۔

''ہاں پہلے کی طرح بالکل فٹ...... آج شکل پر بیماری کے کوئی اثرات نہیں ہیں۔'' عامر پاس رکھا ہوا بوکے بے اختیار چوم کر...... پاس رکھے ہوئے پیکٹ کو دیکھ کر بولا۔ ''یہ کیا لے آئی ہو؟''

''خود ہی کھول کر دیکھ لو۔'' ریپر ہٹا کر کیس کھولا تو بڑی خوبصورت گھڑی تھی۔

''تھینکس...... بہت خوبصورت ہے......'' اس نے مسکرا کر اسے دیکھا!

''پھر اسے پہن لو......!''

''تم لائی ہو...... خود ہی پہنا دو......'' لہجے میں شوخی رچی ہوئی تھی۔ عامر یہ تمہارا تحفہ صحت یابی کے سلسلے کا ہے۔'' وہ اس کے ہاتھ میں گھڑی پہناتے ہوئے بولی۔

''اچھا میں تو اسے کچھ اور ہی سمجھا تھا۔''

''کیا سمجھے تھے؟''

''یہی کہ آج تم اپنی ہتھکڑی میرے ہاتھوں میں باندھ رہی ہو۔'' وہ گھڑی کو اپنی آنکھوں سے مس کرتا ہوا بولا۔

''عامر کے بچے یہ پانچ ہزار چھ سو پچاس روپے کی گھڑی تمہیں ہتھکڑی نظر آ رہی ہے؟ اتنی قیمتی گھڑی کو...... کوئی ہتھکڑی کہہ سکتا ہے۔''

''اب مجھے لگ رہی ہے تو کیا کروں؟ مجھے تو واقعی ایسا لگ رہا ہے کہ تم نے مجھے باندھ لیا ہے۔''

''ٹھیک ہے اسی طرح بندھے ہوئے بیٹھے رہو...... میں جا رہی ہوں آنٹی کے پاس، وہ میرے لئے آج ملائی بریانی بنا رہی ہیں۔''

اور عامر آنکھوں میں سپنے سجائے اسے جاتا ہوا دیکھتا رہا تھا اور اس کے لب بے اختیار گنگنا رہے تھے۔

بس وہ شخص اچھا لگا اسے صاف کہہ ڈالا
دل کی بات تھی ہم سے منافقت نہ ہوئی

☆☆☆

سرمد کی اماں کی ٹانگ میں فریکچر ہوگیا تھا...... حالانکہ صرف ذرا سا پیر مڑا تھا اور وہ گرتے گرتے خاصی سنبھل بھی گئی تھیں مگر اس کے باوجود ٹانگ کی ہڈی پر کئی جگہ بال آگیا تھا۔

سبین مستقل ماں کے پاس تھی...... خاندان والوں کا بھی آنا جانا لگا ہوا تھا......

سرمد بھی اپنے آفس سے آنے کے بعد اپنا سارا وقت ماں کے پاس لگا رہا تھا۔

صائمہ بھی خالہ کی مزاج پرسی کرنے کے لئے روزانہ ہی آ رہی تھی۔ سبین ماں کو کینو چھیل کر اس کی پھانکیں کھلا رہی تھی۔

تب سہانی تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی...... اور اماں کے بیڈ کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔

''اماں! آپ کیسی ہیں؟ پیر کی تکلیف میں کمی آئی یا نہیں؟ مجھے تو کسی نے بتایا نہیں کہ آپ کی ٹانگ میں فریکچر ہو گیا ہے۔ کل شام آفس فون کیا تو سرمد کی سیکریٹری نے بتایا کہ ان دنوں سرمد گھر جلدی جا رہے ہیں۔''

''بیٹا! آج ایک ہفتہ ہوگیا، حیرت ہے تمہیں پتا ہی نہیں چلا ہمارا تو پورا خاندان آ کر مجھے دیکھ بھی گیا......'' وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

صائمہ نے اشارے میں سبین سے پوچھا...... ''یہ صاحبہ کون ہیں؟'' تب سبین بلند آواز میں بولی ''صائمہ یہ سہانی صاحبہ ہیں جن سے سرمد کی منگنی ہوئی ہے۔''

صائمہ نے تمسخر بھرے انداز میں اس کا حلیہ دیکھا۔ بلیو جینز پر وہ ڈارک بلیو ٹاپ پہنی ہوئی تھی۔ دوپٹا نام کی کوئی چیز اس کے گلے میں نہ تھی۔

صائمہ نے کھنکار کر پہلے سبین کو دیکھا اور پھر سہانی سے بولی۔ ''اچھا...... آپ ہیں...... سہانی...... مجھے تو آپ سے ملنے کا بہت شوق تھا...... مگر افسوس...... آپ کی اچانک ہو جانے والی منگنی میں شریک نہیں ہو سکی...... ان دنوں میں، اپنی باجی کے پاس دبئی میں تھی۔ میں سرمد کی کزن ہوں...... اور میرا نام صائمہ ہے۔''

''مگر مجھے آپ سے ملنے کا شوق اس وجہ سے نہیں تھا کہ اس سے قبل نہ میں نے آپ کا نام سنا تھا اور نہ سرمد نے کبھی آپ کا ذکر کیا تھا......'' سہانی نے گو سادہ لوحی سے کہا تھا مگر صائمہ کی تیوریاں چڑھ گئیں اور سبین آپا بھی مسکرانے کے بجائے یکدم خاموش سی ہوگئیں۔

سہانی کو ایسا لگا...... جیسے اس کا یہ کہنا ان سب کو ناگوار گزرا ہو۔

''آپ کالج میں پڑھتی ہیں......؟'' صائمہ نے ایک بار پھر اس سے کلام کیا۔

''جی......'' اس سے مختصر جواب نہیں ہو سکتا تھا۔

''آپ بی اے کر رہی ہیں ناں؟''

''جی......!''

اس سے قبل کہ صائمہ اس پر مزید جرح جاری رکھتی، سہانی نے سرمد کو خاموش اور لاتعلق سا بیٹھا دیکھ کر اس سے کہا۔

''پلیز سرمد...... کیا تم میری ایک بات اندر چل کر سن سکتے ہو؟

''کیا بات ہے؟ یہیں کہہ دو ناں......!'' وہ خاصے درشت لہجے میں بولا۔ وہ ماں، بہن اور صائمہ کی موجودگی میں اس کی یہ بات سن کر ہی بھڑک سا گیا تھا۔

''پلیز...... پلیز...... سرمد میری ایک بات تو سن لو۔'' وہ اس کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے لجاجت سے بولی۔

سرمد نہ چاہتے ہوئے بھی اس کو لے کر دوسرے کمرے میں آگیا۔

''یہ کیا تماشا کر رہی ہو تم......'' وہ خفگی بھرے لہجے میں بولا۔

تب اس نے اپنے دونوں ہاتھ سرمد کے گلے میں ڈال کر جو رونا شروع کیا تو اسے چپ کرانا مشکل ہوگیا۔

''یہ رونا کس خوشی میں ہے'' وہ قصداً دھیمے سے لہجے میں بولا۔

سہانی اس کے سینے سے سر لگا کر گلوگیر سے لہجے میں بولی۔

''آج پورے تیرہ دن ہوگئے ہیں، تم نے مجھے فون تک نہیں کیا اور جب میں نے فون کیا تو میرا نمبر دیکھ کر کاٹ دیا۔ سرمد مجھ سے ناراض کیوں ہو جاتے ہو؟ جب کہ پتا بھی ہے کہ میں تمہاری ناراضی برداشت نہیں کر پاتی پھر بھی!''

''غلطی تو تمہاری بھی تھی سہانی......! عامر کو مجھ پر فوقیت دے رہی تھیں تم اس روز کیا تمہاری باتیں سن کر مجھے خوشی کا اظہار کرنا چاہئے تھا۔''

''سرمد، تم تو میری جان ہو اور جان سے زیادہ عزیز کوئی دوسرا ہو سکتا ہے بھلا؟''

''ہونا تو نہیں چاہئے مگر پھر بھی......'' اس کا لہجہ ہنوز اینٹھا ہوا سا تھا۔

''پلیز سرمد...... مجھے معاف کردو...... مگر مجھ سے ناراضی ختم کردو......'' وہ اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی۔

سرمد نے ایک نظر آنسو بہاتی اس کی نیلی آنکھوں کو دیکھا...... گلابی لب مارے دکھ کے لرزاں سے تھے تب اس نے چینی...... گڑیا کو بھینچ کر اپنے سینے سے لگا لیا اور سہانی روتے ہوئے مسکرا دی۔

☆☆☆

''یہ کوئی نئی بات تو نہیں ہے۔ سرمد کی اماں کے ساتھ تو کچھ نہ کچھ لگا ہی رہتا ہے کبھی آنکھ کا موتیا پک جاتا ہے، کبھی ٹخنے میں درد، کبھی کمر میں چک اور اب ٹانگ میں فریکچر کروا بیٹھیں۔ نہیں بھئی...... میرے پاس اتنی فرصت نہیں ہے کہ بڑی بی کے پاس جا کر حاضریاں لگواؤں۔'' ڈائننگ ٹیبل پر ممی چائے پینے کے دوران سہانی سے الجھ رہی تھیں۔

''سکندر بھائی کی سسرال میں تو کسی کی آنکھ بھی دکھنے آجائے تو آپ دوڑ کر جاتی ہیں۔''

''اس لئے جاتے ہیں کہ وہ لوگ بھی اسی طرح آتے ہیں اور سرمد کی اماں سے تو ابھی کچا ناتا ہے۔''

''ظفر کی دادی کو دیکھنے آپ دس بار گئی ہوں گی جبکہ وہ لوگ تو ہمارے گھر نہیں آتے، سوائے تقریبات میں آنے کے۔''

''ان سے ہماری رشتہ داری ہے...... اور سب سے بڑی بات کہ وہ کام آنے والے لوگ ہیں...... مت بھولو کہ یہ گھر بھی ظفر کے باپ نے ہی خالی کرایا تھا...... ورنہ پاکستان میں اسی فی صد کرائے دار مکانوں پر قبضہ کرنے والوں میں سے ہوتے ہیں۔''

''سرمد مجھ سے شکایت کر رہے تھے...... تمہاری ممی...... ہماری اماں کو دیکھنے تک نہیں آئیں......!''

''کہا...... ناں...... فرصت نہیں مجھے۔''

''دو ویک ہوگئے...... پارلر تک نہیں جا سکی ہوں۔''

''بغیر فیشل لئے اسکن اس قدر رف ہو جاتی ہے کہ توبہ!'' وہ لہجے میں بے اعتنائی لئے بول رہی تھیں۔ ٹیلی فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ شاداب بیگم آنکھوں پر کھیرے کے قتلے رکھے لیٹے ہوئے تھیں۔ نادیہ لاؤنج میں آئی تو سی ایل آئی پر نمبر دیکھ کر اپنی ساس سے کہا۔

"ممی...... سرمد کے گھر سے فون آ رہے ہیں...... کیا ریسیو کروں یا نہیں......!"

"گیارہ بج رہے ہیں، سرمد تو اس وقت اپنے آفس میں ہوگا۔ یہ ان کی اماں کا فون ہوگا......" وہ وال کلاک پر ایک نظر ڈال کر بولیں۔

"کیا میں ان سے یہ کہہ دوں کہ آپ گھر پر نہیں ہیں؟"

فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی...... شاداب بیگم نے چند لمحے کچھ سوچا اور بہو سے کہا۔

"تم میری بات کرادو۔"

نادیہ نے فون ریسیو کر کے...... ریسیور اپنی ساس کی طرف بڑھایا۔ "السلام علیکم! کیسی طبیعت ہے آپ کی! روز آپ کی طرف آنے کا سوچتی تھی مگر کاموں کے بکھیڑے اس قدر رہیں کہ آ ہی نہیں سکی۔" ممی نے شاطر پنے سے جتایا۔

"کوئی بات نہیں، پیر تو میرا اب ٹھیک ہو گیا ہے مگر آج آپ کو اس وجہ سے فون کیا ہے کہ اب میں سرمد کی شادی بہت جلد کرنا چاہتی ہوں۔ اسی سلسلے میں ہم لوگ آج تاریخ لینے کے لئے آ رہے ہیں۔"

"آپ ضرور آیئے مگر تاریخ کی بات، کچھ جلدی نہیں ہے۔ سہانی کی ایجوکیشن ابھی کہاں ختم ہوئی ہے۔"

"تعلیم تو بعد میں بھی چلتی رہے گی...... مگر میں آئے دن کی بیمار، کبھی کچھ، کبھی کچھ...... میرا بس چلے تو آج ہی اپنے بیٹے کو دلہا بنا کر لے آؤں اور اب تو سرمد بھی یہی چاہتا ہے۔"

"آپ نے آنا ہے تو ضرور آیئے مگر مجھے نہیں لگتا کہ میں اتنی جلدی آپ کو کوئی حتمی تاریخ دے پاؤں گی......" ممی نے ٹالنے والے انداز میں کہا...... اور خدا حافظ کہے بغیر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"کیا کہہ رہی تھیں سرمد بھائی کی اماں......" نازیہ نے بے تابی سے پوچھا۔

"شادی کی تاریخ مانگ رہی تھیں...... اور وہ بھی بہت جلدی......" ممی نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"پاگل ہوگئی ہیں کیا وہ......" نادیہ کو غصہ ہی تو آ گیا۔

"سہانی تو اب کسی صورت میں سرمد سے شادی نہیں کرے گی۔" نادیہ کے لہجے میں فخر کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

"ممی آپ کو کہہ دینا چاہئے تھا کہ ہمارا پیچھا چھوڑ دیں۔ سہانی نے منع کر دیا ہے کہ کوئی اب اس گھر میں سرمد کا نام بھی لے۔" نادیہ کی باتیں سن کر شاداب بیگم بے اختیار ہنس پڑیں۔ سہانی جو باہر سے آئی۔ دروازے پر ایستادہ تھی غصے سے بپھر کر بولی۔ "نادیہ بھابی! میں نے تو آپ سے کچھ نہیں کہا تو پھر آپ یہ بکواس کیوں کر رہی ہیں؟"

"تو پھر وہ سب کیا تھا تم اور عامر اس کا خیال رکھنا، اس کے لئے روز پھول لے کر جانا...... عامر کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلانا...... سارا سارا دن اس کے ساتھ گزارنا......" نادیہ روہانسی سی ہو کر گھبراہٹ میں کہتی چلی گئی۔

سہانی اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے...... نادیہ کی باتیں سنتی رہی...... اور جب وہ چپ ہوئی تو وہ بولی۔ "ایک بیمار شخص کی عیادت کرنے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ میں سرمد کو چھوڑ کر ان کے عشق میں مبتلا ہوگئی تھی۔" نادیہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور چہرہ حق دق سا ہو گیا۔

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو سہانی؟" وہ پیار سے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

"میں نہیں جانتی کہ ایک معمولی سی بات کے لئے آپ مجھ سے حلفیہ گواہی بھی چاہتی ہوں گی۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ عامر تم سے کتنی محبت کرتا ہے۔"

"بھابی! اس شہر میں بہت سارے لوگ ہوں گے جو مجھے پسند بھی کرتے ہوں گے اور شاید محبت بھی کرتے ہوں گے تو پھر مجھے کیا کرنا چاہئے؟ شادی تو میں کسی ایک سے ہی کروں گی اور اس سے کروں گی جس سے میں محبت کرتی ہوں اور جسے میں دل و جان کی گہرائیوں سے چاہتی ہوں اور ایسی ذات صرف سرمد کی ہی ہے۔"

نادیہ سے اس کی پوری بات سنی تک نہ گئی اور وہ بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئی جب کہ شاداب بیگم کھیرے کے قتلے اپنی آنکھوں کے پپوٹوں پر رکھ کر دوبارہ آرام کرسی پر لیٹ گئی تھیں۔

☆☆☆

کہاں بھلایئے اس کو کہ وہ بچھڑ کے سدا
خیال بن کے محیطِ حواس رہتا ہے
بھٹک بھٹک کے اسے ڈھونڈتے پھرو محسن
وہ درمیانِ یقین و قیاس رہتا ہے

فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی...... شہلا جب فون تک پہنچی تو لائن کٹ جاتی۔ سی ایل آئی پر نمبر بھی اجنبی سا تھا۔ شہلا وہیں فون کے پاس بیٹھ گئی اور جیسے ہی بیل ہوئی تو اس نے فوراً فون کا ریسیور اٹھا لیا۔ "السلام علیکم!"

"مجھے شہلا صاحبہ سے بات کرنی ہے۔" کسی اجنبی شخص کی آواز سنائی دی۔

"آپ کون صاحب بول رہے ہیں؟"

"مجھے عازم کہتے ہیں۔"

"کس سلسلے میں بات کرنی ہے آپ کو؟"

"میری بہن شمائلہ ان سے ٹیوشن پڑھتی ہیں وہ ایک ہفتے تک ٹیوشن پڑھنے نہیں آسکیں گی۔"

"ان کے تو امتحان ہونے والے ہیں...... اتنی زیادہ چھٹیاں کیوں لے لیں انہوں نے؟"

"آپ شہلا صاحبہ کو بلا دیں...... شمائلہ نے کہا تھا کہ ان سے ہی بات کرنی ہے۔"

"جی میں بول رہی ہوں۔"

"آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ آپ ہی شہلا ہیں۔" وہ نروٹھے پن سے بولا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، آپ کہیے مزید کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"ارے آپ تو ناراض ہو گئیں۔"

"کیا شمائلہ مجھے خود فون کر کے یہ نہیں بتا سکتی تھی کہ وہ ایک ہفتے تک نہیں آئیں گی۔"

"نہیں کر سکتی تھیں...... وہ گھر میں کہاں ہے...... امی کے ساتھ بازاروں میں گھوم رہی ہیں۔"

"خیریت تو ہے ناں......؟" بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔

"ہاں خیریت ہی ہے...... اور فون اس وجہ سے کیا ہے کہ اتوار کو شمائلہ کا نکاح ہے اور اس میں آپ نے ضرور شرکت کرنی ہے۔"

"اچھا...... اس نے بتایا نہیں مجھے۔"

"وہ کیا بتاتی...... آناً فاناً تو یہ رشتہ طے ہوا ہے ہماری ایک آنٹی لندن سے آئیں تو انہیں اپنے بیٹے کے لئے شمائلہ

پسند آ گئی اب فوری طور پر نکاح ہو رہا ہے تاکہ اس کے لندن بلانے کے کاغذات بنوائے جا سکیں۔'' وہ اسے پوری کی پوری تفصیل بتا رہا تھا۔

''دیکھیے...... میں پوری کوشش کروں گی!''

''شمائلہ نے کہا تھا کہ مس شہلا سے یہ کہنا ہے کہ انہوں نے لازمی آنا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''کیا آپ وعدہ نہیں کر سکتیں؟'' اس کے اس انداز پر وہ اُچھل ہی تو پڑی۔

''جی کیا کہہ رہے ہیں آپ؟'' لہجے میں غصہ نمایاں تھا۔ ''ارے آپ تو برا مان گئیں، مجھ سے شمائلہ نے جس طرح کہنے کو کہا تھا، میں نے تو اسی طرح کہا ہے، اب آپ بتایئے کہ میں شمائلہ سے کیا کہوں؟'' وہ سادہ لوحی سے پوچھ رہا تھا۔

''میں آؤں گی......'' اس نے سادگی سے کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

کبھی کوئی تھا جو اس طرح اس سے ضدیں کیا کرتا تھا اور منگنی کے بعد تو اپنے احکام سنانے شروع کر دیے تھے اس نے۔ مثلاً ''پیر کو تم سرخ رنگ پہنا کرو گی۔ منگل کو تمہارا لباس گلابی ہوا کرے گا۔ بدھ کو بسنتی جوڑے میں ملبوس رہو گی۔ جمعرات کو سی گرین میں نظر آؤ گی۔ جمعہ کو پرپل کلر میں سجنا ہوگا۔ اتوار کو شاکنگ پنک اور گرے کا میچ نیشن چلے گا اور جس دن میں آفس سے چھٹی کیا کروں گا اس دن مرون، انک بلیو، فیروزی اور فالسئی رنگوں میں مزین ہونا ہوگا۔''

''سنو...... میں سفید اور کالے رنگ کب استعمال کروں گی؟''

''ان پر ڈارک کلرز کی ایمبرائیڈری ہوگی تو چل جائیں گے یہ رنگ بھی، ورنہ سادے ہرگز نہیں چلنے والے۔''

''کیا مجھے صرف تمہاری مرضی کے حساب سے رنگوں کا استعمال کرنا ہوگا......؟'' وہ ہنس کر پوچھا کرتی۔

''کیسی باتیں کرتی ہو تم......'' اس نے پیار سے دیکھا۔

''میں اپنی زندگی تمہارے حساب سے گزاروں گا تو پھر ان رنگوں میں تمہیں سجنا تو ہوگا ہی۔'' وہ اس کی باتیں سن کر کبھی خاموش ہو جاتی تو وہ پریشان ہو کر پوچھنے لگتا۔

''شہلا تم برا تو نہیں مان گئیں۔ مجھے پتا نہیں لگتا کہ میں نے تم سے کیا غلط کہہ ڈالا ہے۔'' اور آج اپنی اسٹوڈنٹ کے بھائی کا فون سن کر اسے وہی جانِ جاں یاد آ گیا تھا جس کی یادوں کو اپنے دل سے کھرچتے کھرچتے وہ نڈھال سی ہو گئی تھی۔

☆☆☆

شادی کے بعد ہر لڑکی کی زندگی میں یہ تبدیلی ضرور آتی ہے کہ میکے میں آ کر رہے تو میاں کا خیال ہمہ وقت رہتا ہے اور جب سسرال میں آ جائے تو میکے والے یاد آنے لگتے ہیں۔ نازیہ نے یہ سوچ لیا تھا کہ وہ بہت دن تک میکے میں رہنے کے لئے نہیں جائے مگر پندرہ دن کے بعد ہی گھر یاد آنے لگا۔

ایک صبح وہ اٹھی تو آنکھوں میں آنسو تھے۔

''کیا بات ہے نازیہ کیا کسی نے کچھ کہہ دیا ہے؟'' اجمل نے پوچھا۔

''اماں یاد آ رہی ہیں اور بابو جی بھی......'' اب آنسو بھل بھل بہہ رہے تھے۔

''تم تیار ہو جاؤ میں تمہیں چھوڑ آتا ہوں۔'' اجمل کو اس کی حالت دیکھ کر پریشانی ہو رہی تھی۔

''وہاں رابعہ مجھ سے لڑے گی......'' وہ تاسف سے بولی۔

''جانا بھی چاہتی ہو اور جاتے ہوئے گھبرا بھی رہی ہو۔''

''آپا کے مزاج سے مجھے ڈر لگتا ہے۔''

''یوں کرو اپنی آپا کے لئے کوئی تحفہ لے جاؤ۔''

''کیا لے جاؤں، میری سمجھ میں تو کچھ آ ہی نہیں رہا۔''

''تمہارے پاس میک اپ کی کٹ دو تین ہو گئی ہیں ایک کٹ تم رابعہ کو دے دو، میک اپ کرنے کی وہ شوقین بھی ہے تمہارے پاس تو خواہ مخواہ ہی ایکسپائر ہو جائے گی۔''

''ہاں، یہ ٹھیک ہے۔'' رابعہ کے لئے میک اپ کا سامان اس نے فوراً ہی اپنے بیگ میں رکھ لیا۔

''ہاں ایک بات کا خیال رکھنا، رابعہ سے تم یہ مت کہنا کہ یہ میک اپ میں تمہارے لئے لایا تھا بلکہ یہ کہنا کہ تم خود جا کر رابعہ کے لئے بطور خاص لے کر آئی ہو۔''

''اچھا ہوا آپ نے بتا دیا ورنہ میں تو وہی کہتی جو سچ تھا۔''

''نازیہ اب کچھ دُنیاداری کی باتیں بھی سیکھ لو کہ کسی کے ساتھ کیا بات کرنی ہے۔'' اجمل نے مسکرا کر کہا۔

''آپ ہیں ناں میرے ساتھ، تو پھر مجھے کیا پریشانی ہے۔''

''نازیہ کو طمانیت سے مسکراتا دیکھ کر...... اس نے بھی آسودگی سے گہرا سانس لیا۔

☆☆☆

''کیا ضرورت تھی یہ سب چیزیں لانے کی؟'' رابعہ لپ اسٹک کے شیڈز پسندیدگی کی نظروں سے دیکھتے ہوئے مصنوعی لہجے میں بولی۔

''آپا میں نے اپنے لئے یہ چیزیں خریدیں تو میرا دل چاہا اپنی بہن کے لئے بھی لوں۔ کیا تمہیں میک اپ کا سامان پسند نہیں آیا؟''

''ہاں اچھا ہے...... میں سوچ ہی رہی تھی کہ میک اپ کی چیزیں خریدوں مگر...... اجمل کو پتا ہے کہ تم یہ میک اپ کا سامان میرے لئے لائی ہو۔''

''انہیں کیا پتا......'' وہ ہنسی۔

''اور تمہاری کسی نند وغیرہ کو؟''

''میرے سسرال والوں کو کوئی ایسی دلچسپی ہی نہیں ہے کہ میری چیزوں میں گھسیں۔''

''خیر یہ چیزیں تو سب اچھی ہیں۔'' رابعہ نے بستر پر پھیلی ہوئی لپ اسٹکس، لوشن، مسکارا، آئی لائنرز اور لپ گلوز کو اپنے بیگ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

''مگر میری آپا جب انہیں استعمال کریں گی تو یہ اور زیادہ اچھی ہو جائیں گی۔''

تب رابعہ خوش دلی سے ہنس دی۔ اپنی تعریف ہر انداز میں اسے دل سے پسند تھی۔

''بتاؤ کیا کھانے کو دل چاہ رہا ہے تمہارا......؟'' وہ محبت سے بولی۔

''آج صرف آپ سے باتیں کرنے کو جی چاہ رہا ہے۔ گھر میں جو اماں نے پکایا ہے وہی کھا لوں گی۔''

''اماں نے تو زیرے والے آلو بنائے ہیں جو تم شوق سے نہیں کھاتی تھی۔'' رابعہ نے ہنس کر اسے اطلاع دی۔

''ایل لو، مجھے کیا پتا تھا آج نازیہ آ جائے گی، ورنہ گوشت نہ پکاتی۔'' اماں باہر برآمدے سے بولیں۔

''اماں آج میں زیرے والے آلو ہی کھاؤں گی..... آپ کچھ نہ کریں۔''

''ٹھیک ہے تم دونوں بہنیں باتیں کرو، میں شام کے لئے کوئی سودا سلف لے آؤں۔'' اماں نے سر پر برقع رکھ کر باہر کی جانب قدم بڑھائے۔

نازیہ اپنے کمرے میں بستر پر لیٹ گئی، رابعہ نے ٹیپ پر عمیر کا نیا کیسٹ لگا دیا اور فخر سے نازیہ کو دیکھنے لگی۔

''کیسا لگا یہ گیت؟'' وہ زعم سے پوچھنے لگی۔

''اچھا ہے.....'' اس کا دل رکھنے کے لئے نازیہ کو تعریف کرنی پڑی۔

''ایک خاص بات بتاؤں تمہیں؟'' وہ رازدارانہ لہجے میں بولی۔

''بتاؤ..... آپا..... کیا عمیر شادی کے لئے تیار ہو گیا ہے؟''

''یہ بات نہیں ہے.....'' وہ کھسیا کر بولی۔

''پھر ایسی کیا خاص بات ہے؟'' اس نے اُلجھ کر پوچھا۔

''پہلے وعدہ کرو تم اجمل کو اس سلسلے میں کچھ نہیں بتاؤ گی۔''

''ہاں نہیں بتاؤں گی۔''

''میں بہت جلد ماڈلنگ میں حصہ لینے والی ہوں۔''

''کیا کہہ رہی ہیں آپ، بابو جی آپ کو اجازت دے دیں گے کیا؟''

''انہیں پتا ہی نہیں چلے گا؟''

''آپا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے؟'' وہ بے یقینی سے بولی۔

تب رابعہ نے اپنے پرس سے پرانے اخبار کا تراشا دکھاتے ہوئے کہا۔ ''اس لڑکی کو پہچانتی ہو؟''

نازیہ نے عمیر کے ساتھ ڈانس کرتی ہوئی لڑکیوں کو دیکھ کر کہا..... ''بھلا میں ان کو کیسے جان سکتی ہوں!''

''بالکل یہی جواب اب میرا ہے۔'' رابعہ دل کھول کر ہنسی۔

''آپا..... میں آپ کی بات واقعی نہیں سمجھ سکی ہوں۔''

''نازیہ جس طرح تم میری تصویر دیکھ کر نہیں پہچان سکتی ہو تو بابو جی کیسے پہچان پائیں گے۔''

''کیا..... یہ آپ ہیں.....!'' اب وہ جھپٹ کر اس بے حیا لڑکی کی تصویر دیکھ رہی تھی جس کے جسم کے نشیب و فراز تک نمایاں نظر آ رہے تھے۔

''ہاں یہ میں ہوں..... عمیر کی خاص الخاص دوست جو ان کے کیسٹ پر پرفارم بھی کرتی ہے۔''

''آپا.....'' نازیہ نے اپنی سسکیاں اپنے سینے میں گھونٹ کر پوچھا۔ ''آپ کہاں جانا چاہتی ہیں؟''

''بہت اوپر..... بے حد اوپر..... شاید میں چاند کو چھو لینے کی تمنا کر بیٹھی ہوں۔'' رابعہ اب کھل کھلا کر ہنس رہی تھی اور نازیہ اپنے لب کاٹتے ہوئے بمشکل اپنے آنسو پی رہی تھی جو باہر آنے کو بے قرار تھے۔

☆☆☆

اِک فسانہ ہے زندگی لیکن
کتنے عنوان ہیں اس فسانے کے
چاکِ داماں کی خیر ہو یاربّ
ہاتھ گستاخ ہیں زمانے کے

شاداب ہاؤس کے بڑے سے ڈرائنگ روم میں آج قہقہوں کے بجائے لمبی لمبی بحثیں ہو رہی تھیں۔

ممی کی یہ پوری کوشش تھی کہ اپنی گفتگو کے تیوروں سے سرمد اور ان کی اماں کو ناک آؤٹ کر دیں۔

نادیہ آج کی گفتگو میں شریک نہیں تھی..... مگر سرمد کے گھر والوں کو دیکھ کر اسے عجیب سی کوفت ہو رہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا، ان سب کو دھکے دے کر اپنے گھر سے باہر نکال دے۔

گفتگو بہر حال بڑے قرینے سے ہو رہی تھی۔ سرمد کی بہن پوری کوشش کر رہی تھی کہ اپنی بات سمدھیانے والوں سے منوالیں۔

''امپاسبل۔''

''ایک ہفتے میں شادی کس طرح ہو سکتی ہے۔''

سکندر نے حیرانی کے ساتھ خفگی بھرے لہجے میں کہا۔

''شاید آپ لوگ۔ گڈے گڑیا کی شادی سمجھ رہے ہیں۔'' ممی کا لہجہ بھی تمسخر آمیز تھا۔

''ایک ہفتے میں شادی کرنا واقعی مشکل ہوگا۔ اس لئے آپ ہماری معذرت قبول کر لیجئے۔'' پاپا نے دوٹوک لہجے میں کہا۔ پاپا کی بات سن کر نادیہ نے اطمینان کا سانس لیا۔

''یہ سب آپ اس لئے کہہ رہے ہیں کہ تیاری کے لئے آپ کو ٹائم چاہئے۔'' سرمد کی اماں ان سب کی باتیں سن کر بولیں۔

''ظاہر ہے لڑکی کی شادی میں سو جھنجھٹ ہوتے ہیں۔ تیاری کے لئے وقت تو چاہئے ناں۔''

''آپ سہانی کو نہ کوئی جہیز دیں اور نہ ہی دوسرے لوازمات تو پھر۔ تو آپ کو کوئی دقت نہیں ہوگی۔'' سرمد کی بہن مسکراتے لبوں سے بولی۔

''ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ہم اپنی بیٹی کو کچھ نہ دیں۔''

''الحمدللہ ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے گھر میں آسائش و زیبائش سے متعلقہ تمام چیزیں ہیں تو پھر سہانی کو جہیز دینے کی کیا ضرورت ہے۔''

''یوں بھی۔ یہ فریج، ٹی وی، فرنیچر، الیکٹرونکس کا سامان ان لوگوں کو زیادہ چاہئے ہوتا ہے جو ان چیزوں کے لئے

تر سے ہوئے ہوتے ہیں۔"

"پھر بھی دُنیاداری تو دیکھنی پڑتی ہے ناں۔" ممی اپنا ساڑھی کا پلو انگلی میں لپیٹتے ہوئے قصداً مسکرا کر کہہ رہی تھیں۔

"جہاں سسرال والوں کی ڈیمانڈز ہوں۔ وہاں دُنیاداری دیکھنی چاہئے۔ جب سسرال والوں کو سوائے لڑکی کے کچھ چاہئے ہی نہ ہو تو پھر آپ کا اصرار بلاجواز ہے۔" سین اپنے مؤقف پر قائم تھی۔

"بات یہ بھی ہے کہ اماں کی طبیعت اب ٹھیک نہیں رہتی۔ اکلوتے بیٹے کی شادی سے انہیں خوشی ملے گی۔ جس کا ان کی صحت پر بھی اچھا اثر پڑے گا۔" سرمد کا بہنوئی پاپا کو سمجھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ہماری برات میں بھی تھوڑے سے ہی لوگ ہوں گے۔" سین نے کہا۔

"آپ بے شک اپنی برات چھوٹی لے آئیں مگر میرے اپنے مہمان تو کم نہیں ہو سکتے، جس کو بھی نہ بلاؤں وہی ناراض ہو جائے گا۔ یوں بھی ہمارا سرکل اتنا بڑا ہے کہ اتنی جلدی سب کچھ کرنا۔ بلکہ ہزاروں لوگوں کو انوائٹ ہی کرنا میرے لئے مشکل ہوگا۔" ممی کا لہجہ کھ یایا ہوا تو ضرور تھا مگر انداز ٹالنے والا تھا۔

"عجیب بات کر رہے ہیں انکل آپ بھی۔ آج کل ہوٹل میں بکنگ کرا دو۔ تو سارے انتظام سے فراغت اور اپنے گھر کے کسی ایک فرد یا کسی بھی شخص کی ڈیوٹی لگا دیں کہ وہ عزیز واقارب میں کارڈز کوریئر سروس سے بھیج دے۔ اب تو شادی کے کارڈز خود جا کر دینے کی روایت کم از کم اس شہر میں تو ختم ہو ہی گئی ہے۔" سین کے میاں کو پھر میدان میں کودنا پڑا تھا۔

سین کافی دیر تک تو جز بز سی ہوتی رہیں اور پھر تمسخر بھرے لہجے میں بولیں۔

"جس کی شادی ہو رہی ہے آپ پہلے اس سے بھی پوچھ لیں کہ وہ کیا چاہتی ہیں۔ سہانی اگر شادی میں مزید تاخیر چاہتی ہیں تو ہم بھی ان کے ساتھ ہیں اور اگر وہ جلدی چاہتی ہیں تو پھر....." سین جملہ ادھورا چھوڑ کر رک گئیں۔ اور ماں کو آنکھوں ہی آنکھوں میں جتایا کہ یہ لوگ اسی قابل تھے کہ انہیں حقیقت بتائی جائے۔

سکندر کو سرمد کی بہن کی کوئی بات بھی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ اس لئے وہ الجھ کر بولا۔

"جس طرح ہم چاہیں گے۔ ویسے ہی سہانی کی شادی ہوگی۔ پلیز اگر آپ کو اتنی ہی جلدی ہے تو کہیں اور دیکھ لیں سرمد کے لئے کوئی لڑکی۔" اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ یہ تمام لوگ جلد سے جلد یہاں سے چلے جائیں۔

"کاش ہم آپ کے مشورے پر عمل کر سکتے..... مگر میرا مسئلہ ہمارے بھائی کی پسند کا ہے۔ سرمد دس دن کے بعد ملک سے باہر اپنی کسی میٹنگ میں جائیں گے اور جہاں تک میرا خیال ہے کہ سہانی بھی ان کے ساتھ ہی جانا چاہتی ہے اور....."

سین نے ایک نظر شاداب بیگم کو دیکھا اور پھر کھنکار کر کہا۔

"اس صورت میں ان دونوں کی جلد شادی ہو جائے تو کیا بہتر نہیں ہوگا۔"

یہ سن کر سکندر کھسیا کر رہ گیا۔ سین نے واضح طور پر کہہ دیا تھا کہ اس پروگرام میں ان کی بہن بھی شامل ہے۔ پاپا معذرت کر کے دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ سہانی نے انہیں کہیں کا نہیں رکھا تھا جو باتیں بزرگوں کی طے کرنے کی تھیں وہ بھی اس نے سرمد کے ساتھ پہلے ہی طے کر لی تھیں۔

اور ممی اپنے دونوں ہاتھوں کو باہم الجھا کر انگلیاں موڑ رہی تھیں۔ پریشانی کے اوقات میں وہ اسی طرح اپنی انگلیاں موڑا کرتی تھیں۔

☆☆☆

"پتا نہیں کس قماش کی لڑکی ہے۔ ابھی عامر پر فدا ہو رہی تھی اور اب سرمد پر۔"

نادیہ اپنے گھر آئی ہوئی تھی..... تنتنک کرتے ہوئے غصے میں بڑبڑا رہی تھی۔ اسے سہانی کا یہ اندازِ فکر قطعی پسند نہیں آیا تھا۔

"مجھے خود حیرت ہو رہی ہے اس پر۔" ماں کو حیرت کے ساتھ ساتھ دکھ بھی تھا۔

"امی۔ ایسی لڑکیاں بلابایات کی نسل کی ہوتی ہیں۔ جس کو جب چاہے اپنا پاگل بنا لیں اور جب چاہیں اسے چھوڑ کر آگے بڑھ جائیں۔" نادیہ کا غصہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔

"مجھے تو اس بات کی زیادہ فکر ہے کہ کہیں میرا بچہ بیمار نہ پڑ جائے۔"

"اب اس خبر کو چھپایا بھی تو نہیں جا سکتا ناں، کاش یہ سہانی مر ہی جائے تو جان چھوٹے۔" نادیہ زہر اگل رہی تھی۔

"بری بات ہے بیٹا، ایسے نہیں کہتے۔ مقدر میں جتنی پریشانیاں اور صدمے لکھے ہوتے ہیں، وہ ضرور ملتے ہیں اور یاد رکھنا بیٹا کبھی کسی کے مرنے کی دُعا نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ زندگی دینے اور لینے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اس طرح کے جملے صرف جاہل بولتے ہیں۔"

"استغفراللہ۔" نادیہ نے جھینپتے ہوئے انداز میں کہا۔

"ابھی سہانی اتنی اچھی ہو گئی تھی کہ روز عامر کو دیکھنے آتی تھی، اس کی تیمارداری کرتی تھی۔ اس کو گفٹ تک دیے تھے اور اب از خود دکھ دے رہی ہے۔" امی کا ملال کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔

"عامر نے دل بھی لگایا تو اس الٹی اور خود سر لڑکی سے۔ جس کو بات کرنے تک کی تمیز نہیں۔" نادیہ کو پھر غصہ آیا۔

"تمہاری نند ہے، تمہیں پیار سے سمجھانا چاہئے تھا۔"

"امی سہانی جیسی لڑکی اللہ کسی دشمن کو نہ دے۔ جو اپنی عادتوں سے دوسروں کو تکلیف ہی دیتی ہے۔ میں نے اسے بہت پیار سے سمجھایا تھا مگر وہ تنک کر بولی۔ "تمہارے بھائی کی جان کے لالے پڑے تھے۔ میں اس کی عیادت کو کیا چلی گئی کہ سارا گھر ہی غلط فہمی کا شکار ہو گیا۔"

"ہاں امی۔ بعض غلط فہمیاں بڑی عجیب و غریب ہی ہوتی ہیں۔" عامر نے کمرے میں داخل ہوتے ہوتے بہن کی بات سن لی تھی۔

"پتا نہیں بیٹا، وہ لڑکی ایسا کیوں کر رہی ہے؟"

"ساری بات جہاں نصیب کی ہوتی ہے وہاں محبت کی بھی ہوتی ہے۔ میں نے اس سے حقیقی محبت کی مگر وہ میرے نصیب میں نہیں تھی۔ بس اتنی سی بات ہے اور کچھ بھی نہیں۔" عامر پھیکی سی ہنسی ہنس کر بولا۔

"پتا نہیں کیا صحیح ہے کیا غلط۔ مگر شاداب ہاؤس کی تو ہر بات ہی الٹی ہے کوئی لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں۔ جیسے یہ سہانی ہے۔ نہ اسے کوئی روکنے والا ہے اور نہ ہی کوئی ٹوکنے والا۔ جب ہی تو بے مہار سی ہے۔ جو بات اس نے کہہ دی ماں

باپ، بھائی سمیت ایسے چپ ہو کر سن لیتے ہیں جیسے وہ اس گھر کی سب سے بڑی ہو اور علامہ بھی۔"

عامر ماں کی طویل تقریر سننے کے بجائے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

ہاں نادیہ لفظ "علامہ" پر مسکرا رہی تھی۔

☆☆☆

شہلا کا دل تو نہیں چاہ رہا تھا مگر پھر کچھ سوچ کر اس نے شائلہ کے نکاح میں جانے کا پروگرام بنالیا۔

عازم نے اسے بتایا تھا کہ نکاح گھر پر ہی ہو رہا ہے، تو اس کا یہ خیال تھا کہ تھوڑے سے لوگ ہوں گے۔ مرد شاید ڈرائنگ روم میں ہوں گے اور خواتین گھر کے لاؤنج میں ہوں گی مگر جب وہ اس کے بتائے ہوئے ایڈریس پر پہنچی تو تقریب کا تمام تر اہتمام گھر کے سامنے پارک میں اسٹائلش قناتیں لگا کر کیا گیا تھا۔

مردانہ، زنانہ کمبائنڈ تھا۔

وہ ٹیکسی سے اتری۔ تو گیٹ پر اسے عازم مل گیا۔ "آپ مس شہلا ہیں ناں......؟"

"جی ہاں۔" اس نے متحیر انداز میں اسے دیکھا۔

"بڑی دیر میں آئی ہیں آپ۔"

"کیوں کیا نکاح ہو گیا؟" اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"وہ تو خیر ابھی نہیں ہوا مگر مہمان تو سب آگئے ہیں ناں!" وہ اسے اپنے ساتھ لے کر آگے چلتا ہوا بولا۔

"جب سب مہمان آچکے، تو نکاح کیوں نہیں ہوا ابھی تک؟"

"مولوی صاحب کو آنے میں تاخیر ہو گئی ہے۔ وہ دراصل دو کو گرا کر آ رہے ہیں۔" وہ ایک توقف کے بعد مسکراتا ہوا بولا۔

"ان کی کسی سے کوئی لڑائی وڑائی ہو گئی کیا؟" اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

"نئی بھئی۔ بڑی موٹی عقل ہے آپ کی؟"

"جی۔" اس کے اس طرح کہنے پر اسے غصہ سا آگیا۔

"بھئی گرانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دو لوگوں کا نکاح پڑھا کر آ رہے ہیں۔"

اور وہ ہنستی ہوئی شائلہ کے پاس پہنچ گئی۔

"اللہ عازم بھائی تو یہ کہہ رہے تھے کہ آپ نے صفا چٹ انکار کر دیا ہے۔" شائلہ اس سے بغل گیر ہوتے ہوئے بولی۔

"ایسا تو میں نے کچھ نہیں کہا تھا۔"

"تو پکا والا وعدہ کون سا کیا تھا۔ آپ کی شائلہ آپ کو یاد کر رہی تھی اور آپ نہ جانے کیا آئیں بائیں شائیں کر رہی تھیں......" وہ وہیں تھا۔

"یہ رہا تمہارا گفٹ۔" اس نے ایک بڑا سا پیکٹ اسے دیتے ہوئے کہا۔

"یقیناً اچھے قسم کے نوٹس ہوں گے۔" عازم بڑبڑایا۔

"بھیا۔" شائلہ نے سرزنش کی۔

"میرا تو اندازہ ہے کہ ایک گڈ ٹیچر اسی قسم کا تحفہ دیتی ہو گی اور یوں بھی مجھے کبھی کسی ٹیچر نے کوئی تحفہ دیا ہی نہیں۔"

شہلا مسکرا کر دیگر مہمانوں کو دیکھنے لگی کہ اسٹیج پر نکاح کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں اور شہلا ہنسنے مسکرانے کی بجائے اب سنجیدگی کا چولا بن چکی تھی۔

تقریب میں اسے اپنے محلے کی ایک خاتون نظر آگئیں۔ ان کو دیکھ کر شہلا ان کی جانب بڑھ گئی۔

"آپ یہاں کیسے؟" شہلا ان سے پوچھ رہی تھی۔

"دلہا ہمارا رشتہ دار ہے۔ بے حد اچھا ہے۔ ہمارے سارے خاندان کی نظر اس لڑکے پر تھی...... مگر دلہن کے بھائی عازم کا وہ بچپن کا دوست ہے۔ اس نے ہی یقیناً لڑکے کو پٹالیا۔ جب ہی تو وہ شائلہ سے نکاح پر راضی ہو گیا۔"

"میں تو آج تک یہ ہی سمجھتی رہی کہ لڑکے یا لڑکیاں ہی یہ داؤ اپناتے ہوں گے...... مگر اب پتا چلا کہ لڑکی کے بھائی بھی اس طرح کی وارداتیں کرتے پھرتے ہیں۔"

"بڑا چالاک لڑکا ہے۔ خود نہ منگنی کے چکر میں آتا ہے اور نہ کسی لڑکی کی خوبصورتی پر مرمٹتا ہے۔ ایسا لگ رہتا ہے جیسے کم بخت کو شادی ہی نہیں کرنی۔"

"کیا شائلہ کی بہت ساری بہنیں ہیں جو بھائی کو یہ سب کرنا پڑا" وہ اپنی مسکراہٹ دبا کر پوچھ رہی تھی۔

"بہن تو یہی ایک ہے...... مگر کیا تھا کہ یہیں کسی عام سے لڑکے سے شادی ہو جاتی۔ باہر کا پڑھا لکھا لڑکا اتنی کم تعلیم یافتہ لڑکی کو کس آسانی سے مل گیا۔" وہ کلستے ہوئے لہجے میں بولیں۔

تو شہلا کو ان کے جلنے اور کڑھنے کی اصل وجہ سمجھ میں آگئی۔

نکاح ہونے کے بعد مبارک باد کا سلسلہ شروع ہوا تو شہلا نے دیکھا وہی خاتون اسٹیج پر جا کر سب سے پہلے مبارکباد دے رہی تھیں۔

لوگ شادی کی تقریبات میں بظاہر ہنستے مسکراتے شریک تو ضرور ہوتے ہیں مگر ان کے دل کی کدورتیں کسی صورت ختم نہیں ہوتی ہیں اور جہاں موقع دیکھتے ہیں اپنی نفرت کا اظہار کرنے سے نہیں چوکتے۔

کھانا شروع ہوا تو سب لوگ کھانے کی جانب لپکنے لگے اور وہ کرسی پر بیٹھی سب کو دیکھ رہی تھی کہ خواتین کس طرح بھر بھر کر پلیٹوں میں چوٹیاں کھڑی کر رہی تھیں۔

"ارے آپ یہاں چھپی بیٹھی ہیں۔"

"کیا آپ گھر بھول جائیں گی۔" عازم جانے کب اس کے قریب آ کر پوچھ رہا تھا۔

"ابھی لیتی ہوں، میں جا کر کھانا۔" اس کے اس طرح سے سر پر آ کر کھڑے ہونے سے اسے وحشت سی ہو رہی تھی

"آپ شائلہ کے پاس آجائیے۔ وہ کہہ رہی ہے کہ میں اپنی مس کے ساتھ کھانا کھاؤں گی۔"

"میں نے سوچا کہ شاید وہ اپنے دلہا کے ساتھ کھانا کھا رہی ہو گی۔"

"دلہا کے ساتھ بھی کھائیں گی۔ آج تو وہ اپنی مس کے ساتھ کھائیں گی۔ پتا نہیں کس طرح آپ آگئیں۔ ورنہ آنے والی تو نہیں لگ رہی تھیں۔"

"میں کہیں آتی جاتی ہی نہیں ہوں۔"

''یہ سوچ کر نہیں آتیں کہ کہیں نظر نہ لگ جائے۔'' بے ساختہ اس نے کہا۔

''میں ایسی خوش فہمیاں پالنے کی عادی نہیں ہوں۔'' اس سے قبل کہ وہ کچھ جواب دیتا وہ شمائلہ کے پاس بیٹھ گئی۔

پہلے فوٹو سیشن ہوا اور پھر اس نے شمائلہ کے ساتھ کھانا کھایا۔

جب دلہا کو لا کر رسمیں شروع ہوئیں تو اسے ایک دم احساس ہوا کہ بہت دیر ہو گئی ہے۔ وہ بار بار اپنی رسٹ واچ کو دیکھ دیکھ کر فکر مند ہو رہی تھی۔

''آپ پریشان نہ ہوں۔ ہماری ایک آنٹی آپ کے محلے میں ہی رہتی ہیں۔ وہ آپ کو گھر چھوڑ دیں گی۔''

''ان کے ساتھ ان کے شوہر وغیرہ ہوں گے۔ میں خود چلی جاؤں گی۔''

''ہمارا ڈرائیور ہی انہیں گھر چھوڑے گا..... مگر ان سے پہلے آپ کو۔ ان کے ساتھ ان کے شوہر نہیں آتے ہیں۔'' اس نے جیسے اطمینان دلایا۔

اور جب ڈرائیور نے اسے گھر پر اتارا تو اسے ایک پوٹلی بھی ساتھ تھمادی۔

''یہ کیا ہے؟''

''شمائلہ بی بی نے کہا تھا۔ مس کے والد صاحب کا کھانا ساتھ لے جانا۔''

اور وہ حیران سی پوٹلی تھامے گھر میں داخل ہوئی۔

آج جا کر اسے بے حد لطف آیا تھا۔ کتنے عرصے بعد اس نے اپنے آپ کو سنوارا اور کتنے دنوں بعد آج وہ کھل کر ہنسی تھی۔

مسز عابدی ٹھیک کہتی ہیں۔ مجھے خود کو گھر میں بند نہیں رکھنا چاہئے۔

تقریبات میں آنے جانے سے اور لوگوں سے ملنے ملانے سے ایک عجیب سی خوشی ہوتی ہے۔

☆☆☆

میں پتھر ہوں مگر سچ بولتا ہوں
وہ آئینہ ہے اور سچا نہیں ہے
صراطِ عشق پر مڑ کر نہ دیکھو
پلٹنے کا کوئی راستہ نہیں ہے

''اخاہ بڑا اچھا کارڈ ہے..... مگر کہاں سے آیا ہے۔ میں باہر سے آیا تھا تو سامنے ہی ٹیبل پر جگمگاتا سا کارڈ نظر آیا۔''

''اچھے کارڈز بڑے لوگوں کی ہی طرف سے آیا کرتے ہیں جن کے پاس پیسہ ہاتھ کا میل ہو۔'' امی نے ہنس کر کہا۔

''یہ کس کی ہمت کہ اس نے اپنا میل ہمارے ہاں بھجوایا۔'' میں نے ہنس کر کہا۔

''تمہاری شاداب خالہ کے ہاں سے آیا ہے۔''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب کے سعدیہ کی منگنی نہیں ٹوٹ رہی۔''

''لڑکے والے بڑے چالاک ہوں گے، کیسے جانے دیں گے یہ سنہری موقع۔''

''امی لڑکے والے بھی ان کے مقابلے کے ہیں۔ دیکھی نہیں تھی آپ نے منگنی۔ ان لوگوں نے بھی خوب اچھالینا

دینا کیا تھا۔''

''پھر بھی شاداب کی طرح تھوڑی کر سکتے ہیں۔''

''بھائی جس چیز پر انگلی رکھ دے۔ وہ چیز شاداب آپا دلوا کے رہتی ہیں۔ دیکھ لینا بے حساب تو جہیز لے کر جائے گی۔''

''وہ کچھ نہ بھی لے کر جائے تو کیا گھاٹے کا سودا ہوگا۔'' میں دل میں سوچ رہا تھا۔

''سکندر بھائی کارڈ دینے آئے تھے تو وہ کہہ رہے تھے کہ لڑکے والوں نے جہیز لینے سے انکار کر دیا ہے۔'' ماہ نور نیچے آئی تو اس نے بتایا۔

''اے ہے، وہ کیوں بھلا۔'' اب امی حیرانی سے پوچھ رہی تھیں۔

''وہ کہہ رہے تھے کہ جہیز کی ڈیمانڈ غریب، فقیر اور ترسے ہوئے لوگ کرتے ہیں، جن کے گھر میں ہر چیز ہو، انہیں نہ چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ ہی ان کے لئے اہمیت۔''

''خیر یہ بات تو نہیں ہے، میں نے تو ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جن کے پاس سب کچھ تھا..... مگر وہ جہیز کے لئے بلک رہے تھے۔''

''اور ایسے لوگ بھی..... جن کے پاس کچھ نہیں تھا اور وہ اس کے باوجود جہیز لینے کے لئے انکاری تھے۔''

''اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اماں مجھے ایسی لڑکی سے شادی کرنی چاہئے جو جہیز ہی نہ لے کر آئے۔'' میں نے ماہ نور کو کانی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ارے تیرے اپنے گھر میں کون سی چیزیں بھری ہوئی ہیں جو تو فقیروں کی بیٹی لانے کی سوچ رہا ہے۔ پہلے بھی نہ ہوا اور بعد میں بھی کچھ نہ آئے۔ ایسے لوگ ہی تو بدنصیب ہوتے ہیں۔'' اماں غصے سے بول رہی تھیں۔

اور ماہ نور کو ان کی باتیں سن کر ہنسی آ رہی تھی۔

''ظفر بھائی۔ آپ کی بیوی کو لازمی چھ ٹرک سامان یا دو بڑے کنٹینرز بھر کے جہیز لانا چاہئے تاکہ ممانی کا گھر آگے گیلری سے لے کر پیچھے اسٹور کی چھت تک لبالب بھر جائے۔''

''چلو چھ ٹرک نہ سہی۔ مگر دو ٹرک تو آ جائیں گھر میں ایسی کون سی اچھی چیزیں ہیں جو ساری زندگی چلیں گی۔ تیرا جہیز جب آئے گا تو میں گھر کا سارا سامان کباڑیے کو دے دوں گی۔ نہ اب یہ ربڑ کے صوفے چلتے ہیں اور نہ ہی بوٹی بوٹی کرسیوں والی کھانے کی میز چلتی ہے۔ اور گھر کی مسہریاں تو اس قدر پرانے ڈیزائن کی کھٹولا ٹائپ کی ہیں کہ کوئی نیا آنے والا تو شادی کرنے کے باوجود ان پر بیٹھتا نہیں ہے۔''

''مجھے پتہ ہے امی یہ پرانی مسہریاں ہیں۔ شاید پاکستان بننے کے فوراً بعد ہمارے ابا کسی کباڑیے سے لائے تھے۔''

ماہ نور امی کی باتوں پر خوب کھل کر ہنس رہی تھی اور میں نجانے کیوں شرمندہ سا ہو رہا تھا۔ مجھے نجانے کیوں ایسا لگ رہا تھا جیسے ماہ نور میرا مذاق اڑا رہی ہو۔

''امی آپ کی بات ٹھیک ہے جہیز اور بری بیکار کی چیزیں ہیں اور اچھی بیوی قسمت والوں کو ملا کرتی ہے۔''

''ارے تو پریشان مت ہو، تیری بہنیں تیرے لئے اتنی اچھی شہزادی ڈھونڈ کر لائیں گی کہ تو خوش ہو جائے گا۔''

''امی اگر میں نے بہنوں پر تکیہ کر لیا ناں تو پھر مل چکی مجھے شہزادی۔ اپنے لئے لان کے پرنٹ تک تو ان سے خریدے نہیں جاتے۔ یہ سینڈلز خریدتی ہیں تو چھوٹے، بڑے لے آتی ہیں۔ ایک مرتبہ بڑی باجی تو ایک ہی پیر کے دو

سینڈل لے آئی تھیں۔ اپنا تو نقصان کیا ہی، دوکاندار کا بھی بیڑا غرق کیا۔"

"کیا بات ہے ظفر۔ خیریت تو ہے۔" اب امی میرے پاس بیٹھ کر مجھے بغور دیکھ رہی تھیں۔

"ہاں۔ خیریت سے ہوں۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"تیری باتوں سے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے تو پہلے ہی کسی کو پسند کئے بیٹھا ہے۔"

"پسند ہی تو کئے بیٹھا ہوں۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"کون ہے وہ۔ نام کیا ہے؟ کہاں ہے؟ کیسی ہے؟ اور کہاں پائی جاتی ہے؟"

امی نے ایک ساتھ تابڑتوڑ سوال کر دیے۔

"اچھا نام سننا چاہتی ہیں آپ۔" میں لاؤنج میں گھومتے ہوئے ماہ نور کو دیکھتے ہوئے بولا جو سامنے باورچی خانے میں باجی کے ساتھ چائے کپوں میں نکال کر ٹرے میں رکھ رہی تھی۔

میں نے جب ماہ نور سے آنکھوں ہی آنکھوں میں پوچھا۔

"کیا کہتی ہو تمہارا نام لے دوں میں۔"

تو اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایسا کرنے سے منع کیا۔

"میں تو نام لے کر رہوں گا۔" آنکھیں لمحہ بھر میں پیغامات پہنچا رہی تھیں۔

"پلیز......" چائے کا مگ دیتے ہوئے اس نے اپنے ہاتھ تک جوڑ ڈالے۔

"ارے چپکا کیوں بیٹھا ہے۔ نام بتا ناں، اس لڑکی کا جس نے تجھے پھانس لیا ہے۔"

"امی۔ وہ تو میرے خوابوں میں رہتی ہے۔ آج آئے گی تو اس سے پوچھوں گا۔ اے سبز پری! تمہارا نام کیا ہے؟"

ماہ نور کے گرین لون کے سوٹ کو دیکھتے ہوئے میں نے دھیرے سے کہا۔

"رہا ناں بے وقوف کا بے وقوف۔ خیالوں خوابوں کی لڑکیوں سے اگر شادیاں ہونے لگتیں تو زمین پر رہنے والی لڑکیاں کہاں جاتیں۔" امی اپنی پریشانی دور ہونے پر خوب جاندار قہقہے لگا رہی تھیں۔

"امی میں اوپر رہنے والی لڑکی سے شادی کروں گا۔" میں پھر ماہ نور کو آنکھوں ہی آنکھوں میں چڑاتا ہوا باہر نکل گیا۔

☆☆☆

ایک چھوٹی سی کلاتھ مارکیٹ اس کے اسکول کے قریب بھی تھی، جہاں سے وہ اکثر اسکول سے واپسی پر اپنے لئے شاپنگ بھی کرلیا کرتی تھی۔

آج بھی وہ اپنے لئے گرمیوں کے سوٹ لے رہی تھی۔ فیروزی سوٹ لے یا گرین۔ ابھی وہ اسی تذبذب میں تھی۔

"گرین کلر میں مجھے بھی ایک سوٹ دے دیں۔" اس کی پشت پر کھڑا کوئی بول رہا تھا۔

اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو جھٹ عازم نے سلام جھاڑ کر اس کے برابر کے اسٹول پر بیٹھ کر لان کے سوٹ کٹوانا شروع کر دیے۔

"بڑی جلدی شاپنگ کر لیتے ہیں آپ۔" اس نے حیرت سے کہا۔

"ادھر سے گزر رہا تھا سوچا کہ شائلہ کے لئے گرمیوں کے سوٹ لے لوں۔"

"بڑے اچھے بھائی ہیں آپ۔"

"شکر ہے کہ آپ کو پتا لگ گیا کہ میں واقعی بہت اچھا ہوں۔"

اب وہ دونوں اپنے اپنے شاپر لئے چل رہے تھے۔

"عازم صاحب۔ میں نے آپ کو پہلی مرتبہ شائلہ کے نکاح پر دیکھا ہے۔ میں آپ کو کہاں جانتی ہوں جو اتنے بڑے بڑے دعوے کروں گی۔"

"مگر میں تو آپ کو ایک عرصے سے روز دیکھ رہا ہوں۔"

"کہاں دیکھ لیا آپ نے مجھے؟" وہ حیرت سے اچھل ہی تو پڑی۔

"ویری سمپل۔ جب میں اپنی بہن کو روزانہ آپ کے گھر چھوڑنے اور لینے کے لئے آؤں گا تو کیا آپ کو دیکھ کر میں اپنی آنکھیں بند کرلوں گا۔"

"میں نے تو آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔"

"دیکھا تو ضرور ہوگا..... مگر ڈرائیور سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہوگا۔"

"شائلہ کی رخصتی کب ہو رہی ہے؟" اس نے موضوع بدلا۔

"جب کاغذات بن جائیں۔ تب ہی۔؟"

اس کا اسٹاپ قریب آنے والا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ جلدی سے چلا جائے۔ اسٹاپ پر اسکول کی بچیاں ابھی ضرور ہوں گی اور اس کی موجودگی سے اسے وحشت ہو رہی تھی۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کو گھر تک ڈراپ کر دوں۔" سامنے کھڑی نئی کورے کھڑی تھی۔ وہ اس کے قریب رکتے ہوئے بولا۔

"شکریہ۔ میں خود ہی چلی جاؤں گی۔" وہ سامنے آتی بس کو ہاتھ دے کر اس میں سوار ہوگئی اور عازم نے سر جھٹک کر گاڑی ایک جھٹکے سے اسٹارٹ کر دی۔

"عازم مجھے مارکیٹ میں کیوں ملا تھا۔" گھر آ کر بھی وہ یہی سوچے چلی جا رہی تھی۔

محض اتفاق تھا۔ ورنہ اسے کیا پتا کہ وہ اسکول سے چھٹی کے بعد اس غیر معروف مارکیٹ میں شاپنگ کے لئے آئے گی۔

"حیرت ہے۔ وہ مجھے پہچان بھی گیا۔ تیز سا لڑکا ہے۔ بھولا بھالا تو تھوڑی ہے۔"

"باجی کیا بات ہے۔ آج آپ کھانا کیوں نہیں کھا رہی ہیں۔" چھوٹی بہن نے اسے ٹرے لئے یوں چپ چاپ سا بیٹھا دیکھا تو پوچھا۔

"اتنی سخت گرمی میں روٹی کے ساتھ کریلے کی ترکاری کھانے کو دل نہیں چاہ رہا۔" وہ ٹرے ہٹاتے ہوئے بولی۔

"دہی ہے۔ لسی بنا لیں۔ خود بھی پی لیں اور ہمیں بھی پلا دیں۔"

"ہاں، تم جیسی کاہل بہن صرف مشورہ ہی دے سکتی ہے۔" وہ دہی فریج سے نکال کر باورچی خانے میں جاتے ہوئے بولی۔

☆☆☆

رابعہ کے موبائل پر بار بار میسر کا میسج آ رہا تھا۔ "تم مجھ سے ملو۔ ہم سارا دن خوب گھومیں گے۔"

رابعہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ فوراً اڑ کر اس کے پاس پہنچ جائے۔ مگر ان دنوں اماں بیمار تھیں۔ پلنگ تک سے

ان سے نہیں اٹھا جارہا تھا۔اماں کی بیماری کی وجہ سے بابو جی کا زیادہ تر وقت گھر پر ہی گزر رہا تھا۔رابعہ اپنے ذہن میں مختلف بہانے بنا کر خود ہی رد کررہی تھی۔

''اماں۔آپ کے لئے ایک اچھے سے حکیم سے دوالے کر آؤں گی.....مگر یہاں سے بہت دور بیٹھتے ہیں.....مگر ان کے ہاتھ میں شفا بھی بہت ہے۔''

''ارے تو کہاں جائے گی اکیلی۔پھر گرمی تو دیکھ کتنی پڑ رہی ہے۔''

''اپنی کسی کالج کی دوست کو ساتھ لے لوں گی اور ایئر کنڈیشن بس میں چلی جاؤں گی۔آنے جانے میں بھلا سے ٹائم تو زیادہ لگے گا.....مگر گرمی بالکل بھی نہیں لگے گی۔''

''ارے چھوڑ۔خود ہی ٹھیک ہو جاؤں گی۔تو کہاں خوار ہوتی پھرے گی۔''

''ارے واہ۔اپنی ماں کے لئے، کیا میں اتنا بھی نہیں کرسکتی۔''وہ جوش سے بولی۔مارے خوشی اور سرشاری کے چہرہ گلگوں سا ہو رہا تھا۔

عمیر کو فون کر کے پوچھا۔''کہاں آجاؤں؟''

''شاہراہ فیصل تک آجاؤ۔وہاں سے میں خود لے لوں گا۔''

''تمہارے گھر کے قریب آ کر کھڑی ہو جاؤں؟''

''نہیں بھئی۔خطرناک زون میں آنے کی کیا ضرورت ہے۔''

''تو پھر کہاں جا کر انتظار کروں میں۔''

''نورانی کباب ہاؤس کے سامنے والی سڑک پر کھڑی ہو جانا۔''

''ٹھیک ہے.....مگر جلدی آجانا۔سخت گرمی میں کھڑے ہو کر انتظار کرنا آسان نہیں ہوتا۔''

''فکر مت کرو، میں تم سے پہلے ہی کھڑا ہوں گا۔''

اور واقعی جب وہ پھٹ پھٹ کرتے رکشہ سے اتری تو وہ اپنی بلینو لئے اس کا منتظر تھا۔

پلنگ پوش جتنی لمبی، چوڑی چادر وہ پیچھے کی سیٹ پر پھینکتے ہوئے اس کے برابر بیٹھ گئی۔

گیلا خوشبو دار ٹشو دیتے ہوئے وہ بولا''پہلے اپنا چہرہ ٹھیک کرلو۔پسینوں میں بھیگ رہی ہو۔''

''گرمی بھی تو بہت ہے ناں۔''

''گاڑی میں تو گرمی نہیں لگ رہی۔''وہ مسکرا کر اسے دیکھ کر بولا۔

''یہاں تو اے سی چل رہا ہے اس لئے گرمی کیوں لگے گی۔''

''پہلے کچھ کھا پی لیں۔''

''ٹھیک ہے۔''

وہ قریبی ریسٹورانٹ میں لے گیا۔فیملی روم میں بیٹھ کر دونوں نے کھانا کھایا۔ٹھنڈی ٹھار لسی پی۔

''شاہ رخ خان کون بنے گا کروڑ پتی میں ایک جملہ بہت خوبصورت بولا کرتا تھا تمہیں یاد ہے۔''

''آ گلے لگ جا۔''وہ بے اختیار بولی۔

تب عمیر بے اختیار اس کے گلے لگ گیا۔اس کے بالوں، چہرے اور گردن کو دیوانہ وار چومنے لگا۔

''عمیر۔شاہ رخ اپنے پروگرام میں اس انداز میں تھوڑی گلے لگاتا تھا۔''وہ اس کے کان کے پاس منمنائی مگر اس کا لہجہ کمزور تھا۔

''میں کون سا شاہ رخ ہوں۔میں تو تمہارا دیوانہ ہوں۔''وہ مزید گستاخی کرتا ہوا بولا۔

''عمیر ایسا نہ کرو۔''وہ پریشان ہو کر بولی۔

''تم میری ہو ناں۔''گہری خوابیدہ سی آواز میں وہ بول رہا تھا۔

''ہاں۔آپ کی تو ہوں میں۔''

''تو پھر۔یہ گریز کیسا۔''

''ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے۔''نجانے اسے یہ کیسے احساس ہوا کہ جو کچھ ہو رہا ہے۔وہ صحیح نہیں ہے۔

''ٹھیک ہے۔باہر چلتے ہیں۔''وہ اس کے بال سنوارتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولا۔

''ہاں چلیں۔''نیم تاریک سے کمرے میں اسے بھی خوف سا محسوس ہوا۔

اور جب وہ ریسٹورانٹ سے باہر نکل رہے تھے تو اس نے دیکھا ہوٹل کا بیرا اپنے لبوں پر دبی ہوئی مسکراہٹ سجائے اسے اس انداز سے دیکھ رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو۔

''مجھے سب پتا ہے۔فیملی روم میں تمہارے ساتھ کیا ہوا۔میں خوب جانتا ہوں۔تم اس بھری دوپہر میں اس لڑکے کے ساتھ یہاں کیوں آئی ہو۔''

رابعہ کو بیرے کا مسخرانہ انداز دیکھ کر عجیب سی پشیمانی سی ہوئی۔

''عمیر۔میں آپ کے کہنے کے مطابق ملنے تو آگئی.....مگر پورا دن۔آپ کے ساتھ گزار نہ پاؤں گی۔''

''کیوں بھئی۔میں نے تمہارے ساتھ تین سے چھ ایک انگریزی فلم بھی دیکھنی تھی۔''

''آئندہ دیکھ لوں گی، آج اماں کی طبیعت خراب ہے اور گھر میں بابو جی علیحدہ راہ دیکھ رہے ہوں گے۔''

''رابعہ تم سے مل کر میرا دل کیوں نہیں بھرتا ہے۔''وہ اسے اپنے ہاتھ سے اپنے سے قریب کرتے ہوئے بولا۔

''محبت کرنے والوں کا دل کیا کبھی بھر جاتا ہے۔''

''تم نے مجھے ترسا کر بھی تو بہت رکھا ہوا ہے۔''

''شادی سے پہلے لڑکیاں اپنے آپ کو ارزاں نہیں کرنا چاہتیں۔''اماں کی کہی ہوئی باتیں اس کے دماغ میں گونج رہی تھیں

''اگر یہ بات ہے تو واقعی کسی دن تم سے شادی بھی کرلوں گا۔''

''واقعی عمیر۔''

''ہاں، جانو۔مجھے لگتا ہے اب تمہارے بغیر رہنا اتنا آسان نہیں ہے۔''

''آپ کی اماں کب آئیں گی ہمارے گھر؟ کیا میں اماں کو بتادوں۔''وہ سرشاری سے پوچھ رہی تھی۔

''پاگل ہوگئی ہو کیا۔''

''ہماری یہ شادی خفیہ ہوگی۔کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت ہی نہیں ہے، نہ میں اپنے گھر والوں کو بتاؤں گا اور نہ ہی تم اپنے گھر میں بتانا۔''

''اور جب ہمارے بچے ہو جائیں گے تو پھر یہ بات کس طرح چھپے گی؟''

''واقعی پاگل ہو تم۔ فی الحال ہمارے بچے نہیں ہوں گے۔''

''تو پھر کب ہوں گے بچے؟''

''جب حالات سازگار ہو جائیں گے تو بچے بھی ہو جائیں گے۔''

''فی الحال تو تم میری بیوی بہت جلد بننے والی ہو۔'' وہ اس کو اپنے بے حد قریب کرتے ہوئے گستاخی کرتے ہوئے دھیمے سے لہجے میں بولا۔

تب اس سے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔

عمیر۔ آسمان پر نکلنے والا ستارہ اس کی سچی محبت پر ایمان لے آیا تھا۔ ہزاروں لڑکیوں کے دلوں کی دھڑکن۔ اس کی اپنی دھڑکن بننے والا تھا۔

☆☆☆

''اللہ یہ بھی نہیں لگا۔'' اجمل نے اپنا سر پکڑ کر کہا۔

''کیا لگتے لگتے رہ گیا۔'' اماں بھی توے پر روٹی چھوڑ کر پرائز بونڈ کے نمبر دیکھنے آ گئیں جو اخبار میں شائع فہرست سے ملا رہا تھا۔

''ارے اماں دیکھنا ذرا۔ یہ بھی چھو کر چلا گیا۔ میرے پاس جو نمبر ہے وہ 223531 ہے اور جس پر انعام ملا ہے وہ 223532 ہے۔''

''اللہ یہ نمبر انعامی نمبروں کو چھوتے ہوئے گزر رہے ہیں تو انشاء اللہ ایک دن لگ بھی جائیں گے۔'' اماں اجمل کو دلاسہ دے رہی تھیں۔

نازیہ چپ چاپ بیٹھی سب کی باتیں سن رہی تھی۔ اس کے گھر میں اس نوعیت کی کبھی باتیں ہوتی ہی نہیں تھیں۔ بابو جی تو پرائز بونڈ کو بھی اچھا نہیں سمجھا کرتے تھے۔

''تم بھی تو کچھ بولو۔ میرا پرائز بونڈ کا نمبر آخر کب لگے گا۔'' اجمل نے اسے یوں ست سا بیٹھا دیکھا تو بولنے کے لئے اُکسایا۔

''مجھے کیا معلوم۔ جب اس کا دل چاہے گا لگ جائے گا اور جب اس کا دل نہیں چاہے گا وہ ایسے ہی قریب سے گزر کر آپ سے کھیلتا رہے گا۔''

''اماں اس کی تو بڑی معلومات ہیں اور خاموش ایسے بیٹھی تھی جیسے کچھ جانتی ہی نہیں۔'' اجمل نے ہنس کر کہا۔

اور وہ جو پہلے ہی آنسو سمیٹے بیٹھی تھی۔ اجمل کی اس بات پر ہی آنکھوں میں آنسو لئے اپنے کمرے میں چلی آئی۔

''کیا بات ہے میں نے تو مذاق کیا تھا اور تم منہ بنا کر کمرے میں چلی آئیں۔ میری بہن کیا سوچتی ہوں گی کہ شوہر کی ذرا سی بات بھی ناگوار گزرتی ہے۔''

''یہ بات نہیں ہے۔'' اس نے اپنے آنسوؤں کو ہتھیلیوں سے پونچھا۔

''پھر کیا بات ہے۔''

''مجھے پہلے ہی سے رونا آ رہا تھا۔''

''کسی نے کچھ کہہ دیا کیا؟''

''نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

''پھر ان جھیلوں سے پانی کیوں باہر آ رہا ہے؟''

''میں رابعہ آپا کی طرف سے بہت پریشان ہوں۔ وہ اب ماڈلنگ میں حصہ لینا چاہتی ہیں۔''

''تمہارے پاس پرانی خبر ہے۔ وہ تو ماڈلنگ کر چکی ہیں۔''

''اخبارات میں ان کے ڈانسنگ پوز شائع ہو چکے ہیں۔'' اجمل نے دھیمے سے لہجے میں انکشاف کیا۔

''کیا آپ نے رابعہ آپا کی تصویر اخبار میں دیکھی تھی؟''

''ہاں۔ دیکھ چکا ہوں۔''

''آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟''

''کوئی ایسی اچھی بات تو نہیں تھی جو تمہیں بتاتا۔''

''میں نے تو اخبار میں تصویر دیکھنے کے بعد ہی اخبار پرزے پرزے کر کے ہوا میں اڑا دیا تھا۔''

''مگر وہ تو اب مزید ماڈلنگ کی خواہش مند ہیں۔''

''ایسے میں ہم کیا کر سکتے ہیں، سوائے دُعا کے کہ اللہ تعالیٰ انہیں نیک راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔''

''میں تو یہ سوچ کر ہلکان ہو رہی ہوں کہ جب اماں یا بابو جی کو پتا چلے گا تو ان کی کتنی بے عزتی ہوگی۔''

''نازیہ بات دراصل یہ ہے کہ بے عزتی صرف ان لوگوں کی ہوتی ہے جنہیں اپنی عزت کا احساس ہو اور جنہیں احساس ہی نہ ہو وہ بے عزتی کو بھی عزت سمجھتے ہیں۔''

''عمیر نے ان سے شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے، مگر وہ اس کے عشق میں پاگل ہو چکی ہیں۔ مجال ہے کہ اس کے خلاف کچھ سن لیں۔''

''اللہ رابعہ پر رحم کرے۔ تمہارے محلے کے لوگوں کو بھی آہستہ آہستہ رابعہ کے بارے میں پتا چلنا شروع ہو گیا ہے۔''

''تو پھر میں کیا کروں؟''

''اپنی اماں سے کہو۔ وہ گھر چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ پر چلی جائیں۔ جہاں انہیں کوئی جانتا ہی نہ ہو۔ ورنہ بیٹی کی وجہ سے بدنام ہو جائیں گی۔''

''یہ کام کوئی اتنا آسان تھوڑی ہے، جو آپ سمجھ رہے ہیں۔''

''تم اپنی اماں کو یہ اشارہ تو دے سکتی ہو کہ رابعہ کو گھر سے نہ نکلنے دیا کریں۔''

''اماں تو ہرگز نہیں چاہتی ہیں کہ وہ ان کی پلک سے بھی اوجھل ہوں، مگر ان کے زرخیز دماغ میں ایسے ایسے نادر بہانے نجانے کہاں سے امڈے چلے آتے ہیں کہ اماں ان کے ہاتھوں از خود بے وقوف سی بن جاتی ہیں۔''

''رابعہ کی مکاری کی باتیں مجھے شروع سے ناپسند تھیں، مگر مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ اس لڑکی کو اپنی اور خاندان کی عزت کا بھی رتی بھر احساس نہیں ہوگا۔'' اجمل بے حد تاسف سے کہہ رہا تھا۔

اور ان کے کمرے کے باہر کن سوئے لیتے ہوئے اجمل کی ایک بہن کو یہ پتا چل گیا کہ رابعہ کسی لڑکے کو پسند کرتی ہے، اسی وجہ سے اس نے اجمل سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

کچھ کن گن تو محلے سے بھی ملی تھی جنہوں نے اخبار میں تصویر دیکھ کر رابعہ کو پہچان لیا تھا۔ رہی سہی کسر۔ فرزانہ نے دروازے سے لگ کر نازیہ کی ادھوری باتوں سے ہی یہ نتیجہ نکال لیا تھا کہ وہ اپنی بہن کی وجہ سے رو رہی ہے۔

اجمل جس لاڈ کے تحت بیوی کے پیچھے کمرے میں گیا تھا تو ان کی اماں کو سخت نا مناسب سا لگا تھا۔

یہ کیا بات ہوئی بیوی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر بے چین ہو گئے اور ایسے تڑپ کر اس کے کمرے میں گئے جیسے آنسو سے متعلقہ لوگوں کو کوئی سزا سنائے گا۔

مگر وہاں سے تو دوسری اسٹوری معلوم ہوئی تھی۔

وہ ذلت جو رابعہ کے طفیل انہوں نے اٹھائی تھی۔ اس کا بدلہ لینے کا صحیح ٹائم آ گیا تھا۔

ذرا سی لڑکی نے کیسے پٹاپٹ باتیں بنا کر ان کو ان کے ساتھ لے جانے والوں کے سامنے کیسا ذلیل کر کے رکھ دیا تھا۔ اور اب وہی لڑکی ان کے سامنے اس انداز میں آتی تھی کہ وہ اس کو جتنا بھی برا بھلا کہیں وہ کم تھا۔

نازیہ اپنی بہو انہیں پسند تھی۔ نہ اسے لڑنے کا شوق تھا اور نہ ہی ساس، نندوں کی باتیں، وہ صبح و شام میاں کے کان میں بھرا کرتی تھی، وہ تو اپنے کام سے کام رکھنے والی لڑکی تھی۔

مگر رابعہ اس کی بہن تھی اور یہ کوئی اتنی معمولی بات نہیں تھی جو نظر انداز کی جا سکتی تھی۔

ان کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ رابعہ کے گھر جا کر بھابی اور بھائی صاحب کو بھی اتنی صلواتیں سنائیں کہ ان کی طبیعت صاف ہو جائے، مگر وہ اجمل کے مزاج سے بھی واقف تھیں کہ وہ پرائے پھڈے میں ٹانگ اڑانے کا کبھی قائل نہیں تھا۔

مگر یہ جان کر انہیں از حد افسوس ہوا تھا کہ اس تمام معاملے کا اجمل کو پہلے سے علم تھا، مگر اس نے سسرال والوں کی کیسی پاسداری کی تھی۔ ماں بہنوں کو کسی بھی بات کی ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی۔ اس دن جب اجمل آفس چلا گیا تو اماں نے ہنس کر اپنی بڑی بیٹیوں سے کہنا شروع کیا۔

''بھیا ہمارا ماتھا تو اسی وقت ٹھنک گیا تھا۔ دال میں کچھ کالا ہے اس کا یقین اسی وقت آ گیا تھا۔ جب رابعہ نے منہ پھاڑ کر انکار کیا تھا۔ نہ آنکھوں میں حیا، نہ لحاظ۔ بات ایسے کر رہی تھی جیسے کسی کے لٹھ مار رہی ہو۔ تو ہمیں تو اسی وقت پتا چل گیا تھا کہ کسی سے عشق معاشقی چل رہی ہے رابعہ بیگم کی۔''

''اب شریفوں کی اولاد بھی ایسی نکل جائے تو سوائے تھو تھو کرنے کے کر ہی کیا سکتے ہیں۔'' پان چباتے ہوئے اجمل کی ماں باتیں کرنے کے دوران رابعہ کا ذکر نکال کر نازیہ کو بے مہار سنا رہی تھیں اور نازیہ کو جیسے سکتہ سا ہو گیا تھا۔

''تمہاری اماں ویسے تو بہت عقل مند بنی پھرتی ہیں۔ پیٹ والیوں کے پیٹ دیکھ کر پہچان جاتی ہیں کہ لڑکی ہو گی یا لڑکا مگر انہیں تمہاری بہن کے لچھن نظر نہیں آئے۔''

نازیہ کے لبوں سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا۔

''چلو تمہاری اماں کو باولی مان لوں تو بھائی صاحب تو بڑے عقل مند ہیں۔ خاندان میں جس کے گھر میں کوئی شاخسانہ دیکھتے ہیں تو فوراً لمبی لمبی تقریریں شروع کر دیتے ہیں اور غلط بات کسی کی بھی برداشت نہیں کرتے۔''

''اور انہیں اپنی بیٹی کے کرتوت نظر نہیں آتے کہ بے مہار کسی جوان لڑکے کے ساتھ گھومتی ہے، جو اس سے شادی کرنے کو بھی تیار نہیں ہے۔''

''اے ہے۔ اگر وہ شادی کرنے کو تیار نہیں ہے تو رابعہ کاہے کو اس کے ساتھ گھومتی ہے۔''

''اپنا دل پشوری کرنے کے لئے گھومتی ہو گی۔''

''سنا ہے لڑکا بڑے پیسے والا ہے اور یہ ہیں فقیر سے گھر کی۔ اس لئے اس کی بڑی سی گاڑی پر ریجھ گئی ہوں گی۔'' بہنیں مزے لے لے کر باتیں بنا رہی تھیں۔

''مگر ایسے خالی خالی گھومنے کا فائدہ ہی کیا ہوتا ہو گا۔''

''ارے فائدہ تو ہوتا ہو گا۔ اچھے اچھے کپڑے، میچنگ زیورات اور تھوڑے بہت پیسے تو وہ دیتا ہی ہو گا۔''

''بڑی بے غیرت ہے یہ رابعہ بھی۔ ذرا ذرا سی چیزوں کے لئے یوں بے مول ہو رہی ہے۔''

''ابھی کہاں بے مول ہوئی ہے۔ یہ تو کچھ عرصے بعد ہو گی۔'' اجمل کی ماں نے قہقہہ لگا کر کہا۔

''ایل لو۔ بعد میں کیوں ہو گی۔''

''جب ناجائز بچے کا تحفہ لے کر گھر میں آئیں گی تب بے مول ہوں گی۔''

''اور شاید تب ہی ان کی اماں، باوا کی آنکھیں کھلیں۔ جو ابھی تک بند ہیں۔''

تب نازیہ۔ بے ہوش ہو کر بیٹھے بیٹھے وہیں لڑھک گئی کہ اس سے زیادہ سننے کی اس میں تاب ہی نہیں تھی۔

☆☆☆

برات تو واقعی شان سے آئی تھی کہ کیا کسی شہزادے کی آئی ہو۔

سکندر نے بھی عالیشان ہوٹل کے خوبصورت ہال میں مہمانوں کا استقبال کیا تھا۔ نکاح ہو چکا تھا۔ مہمان کھانے سے فراغت پا چکے تھے..... مگر بینڈ شادی کی دھنیں بجا رہا تھا۔ پیلے کپڑے والے ماہرانہ انداز میں ڈھولک بجا رہے تھے۔ پروفیشنل رقاص اسٹیج کے سامنے دائرے کی صورت میں ناچ رہے تھے۔

شاداب بیگم داماد کو انگوٹھی پہناتے ہوئے ایک لفافہ دیتے ہوئے بولیں۔ "بیٹا یہ تمہاری سلامی ہے۔"

''پھر دوسرا لفافہ دیتے ہوئے بولیں۔ "یہ [illegible] کا ہے، سہائی [illegible] لئے۔''

سرمد دوسرا لفافہ سہائی کو دیتے ہوئے بولا۔ ''آنٹی آپ سہائی کی چیز مجھے کیوں دے رہی ہیں۔''

پاپا نے بھی [illegible] سرمد کو سلامی دی اور سکندر نے بھی۔ یہ ان کے گھرانے کی روایت تھی کہ گھر کے تمام افراد الگ الگ سلامیاں دیتے تھے۔

''ناہید تم بھی آؤ ناں۔ اپنا لفافہ دینے۔'' سکندر نے اسٹیج سے ہی اسے آواز دیتے ہوئے کہا۔

''آپ کو تو پتا ہے میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، آپ خود ہی دے دیں، میرا لفافہ بھی۔'' وہ جز بز ہوتے ہوئے بولی۔

''ٹھیک ہے۔ مگر تم مووی تو بنوا لو آکر۔''

''میری بہت بن گئی ہے، اب آپ ہی بنوائیں۔'' یہ کہہ کر وہ بھیڑ میں غائب ہو گئی۔

سرمد اسٹیج پر بیٹھے ہوئے مسلسل سہائی کے کانوں میں سرگوشیاں کر رہا تھا اور سہائی کے چہرے پر شہابی رنگ پھیل رہے تھے۔

جب رسومات کا اختتام ہوا تو بینڈ رخصتی کی نفری بجانے لگا۔

''بہن اب آپ ہمیں اجازت دیجیے اور سہائی کو رخصت کریں۔''

ممی، پاپا، سکندر اور دیگر عزیز و اقارب سہانی کے قریب کھڑے تھے۔ سکندر بھائی کے ہاتھ میں قرآن پاک تھا۔ جس کے سائے میں سہانی ہولے ہولے آگے کی جانب قدم بڑھا رہی تھی۔

''ماہ نور آؤ۔ قریب سے جا کر دیکھیں یہ رسم۔'' میں نے ماہ نور سے کہا۔

''کیوں، کیا یہاں سے نظر نہیں آ رہا؟''

''میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس رخصتی پر کون کون آنسو بہائے گا۔''

''اب کوئی نہیں روتا ہے۔'' وہ منہ بنا کر بڑبڑائی۔

''کیوں، کیا تم بھی نہیں روؤ گی۔'' بے ساختہ میرے منہ سے نکلا۔

''پاگل ہوں میں کیا، جو اپنا قیمتی میک اپ خراب کروں گی۔''

''تمہیں میک اپ کی کیا ضرورت ہے؟''

''کیوں، کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میرا شوہر مجھے چاہت سے دیکھ کر میری تعریف بھی نہ کرے۔''

''ہاں، یہ تو ہے۔ کالی کلوتی دلہن دیکھ کر تو وہ خوف زدہ بھی ہو سکتا ہے۔''

''اچھا۔ میری بات بیچ میں نہ لائیں اور آئیں سہانی کی رخصتی کو قریب سے دیکھیں کہ کبھی آپ کا افسانہ نگاری کرنے کو دل چاہے تو یہ مناظر آپ کو یاد رہیں۔'' وہ ہنس کر بولی۔

میں اور ماہ نور اس روش کی جانب کھڑے ہو گئے جہاں سے آتی ہوئی وہ صاف نظر آ رہی تھی۔

سرمد نے اس کا ہاتھ تھاما ہوا تھا اور وہ اس کے ساتھ ایسا چل رہا تھا جیسے کہیں کا فاتح راجا ہو۔

اور مجھے سہانی کی منگنی یاد آ رہی تھی۔ جب عامر خوب سج دھج کے ساتھ آیا تھا اور جادو نگری سے آیا ہوا کوئی سوداگر لگ رہا تھا اور سہانی کی نظریں عامر کے چہرے پر سے ہٹ نہیں رہی تھیں۔

اس کی خوشی جیسے چھلکی پڑ رہی تھی۔

اور آج بھی وہ مجھے شاداں و فرحاں سی لگ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر کوئی دکھ یا غم کا کوئی رنگ نہیں تھا۔ شاید بعض لوگ صرف چاہنے کے لئے ہی ہوتے ہیں۔ میں نے سوچا۔

پروفیشنل رقاص۔ اب دلہا، دلہن کے دائیں بائیں ناچتے ہوئے آگے کی جانب قدم بڑھا رہے تھے۔

خوشیوں بھرا یہ قافلہ دھیرے دھیرے آگے کی جانب قدم بڑھا رہا تھا۔

قریبی عزیز و دوست دلہن کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ دلہن کو رخصت کر کے ہی انہوں نے بھی اپنے گھر جانا تھا۔ ان کا یہ اقدام بتا رہا تھا کہ شاداب ہاؤس میں رہنے والوں سے ان کے کتنے قریبی مراسم ہیں۔

دلہا، دلہن اپنی سجی ہوئی کار کے قریب پہنچنے ہی والے تھے کہ سامنے سے عامر ملگجے کرتے شلوار میں آتا نظر آیا۔

نادیہ بھائی کو اس حال میں دیکھ کر پریشان سی ہو گئی۔ ''یہ اس سے کیوں اور کیسے آ گیا۔''

''سہانی پلیز ایک منٹ رکو۔'' وہ تیز سی آواز میں بولا۔

بینڈ کی دھن اس کی آواز پر رک گئی۔ ڈھولک بجانے والوں کے ہاتھ ساکت ہو گئے۔ رقاص تو جیسے فریز ہو گئے۔ سب مہمانوں کے ساتھ ساتھ سہانی اور سرمد بھی اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ آخر وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔

☆☆☆

سچویشن ہی عجیب سی ہو گئی تھی۔

نادیہ کا دماغ کام کر رہا تھا اور نہ دل......

وہ حق دق سی کھڑی عامر کو بس دیکھ رہی تھی جو اس سجی سجائی تقریب میں سر جھاڑ منہ پھاڑ یونہی چلا آیا تھا۔ سکندر بھی اسے دیکھ کر حیران ہونے سے زیادہ پریشان ہو رہا تھا۔ اس کے ذہن میں صرف یہی بات آ رہی تھی۔

عامر کو اس وقت یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔ رشتہ داروں کی تمسخر بھری نظریں عامر کا احاطہ کئے ہوئے تھیں۔ ماہ نور کا دل کانپ گیا۔ اسے یوں لگا جیسے عامر رنگ میں بھنگ کرنے چلا آیا ہو۔ مارے خوف کے اس نے آنکھیں میچ لیں۔

اسے لگا...... کہ پرانی فلموں کی طرح عامر بھی کوئی بڑک مار کر یہ کہے گا...... یہ شادی نہیں ہو سکتی...... میں آ گیا ہوں سہانی کو لینے کے لئے۔ میرے ہوتے ہوئے کوئی مائی کا لال اس کو نہیں لے جا سکتا پھر وہ دو چار گولیاں چلا کر سہانی کا ہاتھ کھینچتا ہوا لے جائے گا مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔

عامر گھگیائے ہوئے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ''سہانی اپنا گفٹ تو لے لو...... یہ امی نے بھجوایا ہے......'' بڑا سا بوکے اور ایک پیکٹ اس نے سہانی کو تھماتے ہوئے بولا۔

سہانی نے وہ گفٹ اور بوکے...... لمحہ بھر بعد ہی برابر کھڑی لڑکی کے ہاتھ میں دیتے ہوئے سرمد کا ہاتھ تھام لیا۔

''تھینک یو......'' سہانی کے بجائے سرمد نے عامر سے کہا تو عامر کا چہرہ مزید کمہلا سا گیا...... رخصتی کی نفیری دوبارہ بجنے لگی۔ وہ دونوں سجی سجائی کار میں بیٹھ گئے۔

دلہا کی کار نکلتے ہی دیگر گاڑیاں ہارن بجاتی نکلنے لگیں اور عامر خالی پنڈال میں سر پکڑ کر کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح بیٹھ گیا۔

☆☆☆

پورے ایک ماہ بعد آج سرمد اپنے آفس جا رہا تھا۔ یہ مہینہ کیسا چٹکی بجاتے گزرا تھا۔ خود اسے بھی پتا نہیں چلا تھا۔ وہ سہانی کو لے کر کہاں کہاں گھوما تھا...... بقول اماں کے اس کی دنیا سے انوکھی شادی ہوئی تھی۔ بیوی کو خوش کرنے کے لئے وہ پیسوں میں آگ لگانے کے لئے ہمہ وقت تیار نظر آتا تھا اور اب ایک ماہ بعد وہ آفس جا رہا تھا۔ رات کو ہی اس نے سہانی سے کہہ دیا تھا کہ وہ صبح سویرے اٹھ جائے مگر سہانی گہری نیند سو رہی تھی۔

وہ کمرے میں آ کر اسے کئی دفعہ جگا چکا تھا مگر وہ ادھ کھلی آنکھیں بند کر رہی تھی۔

''جانو اٹھو ناں......'' وہ اس کے کانوں کے پاس گنگناتا ہوا بولا۔

''کیا بات ہے؟ آدھی رات کو کیوں اٹھا رہے ہو؟''

''ممی، رات تو کب کی ختم ہوگئی۔'' اس نے کھڑکیوں کے دبیز پردے ہٹائے تو کمرے میں اجالا سا پھیل گیا۔

''چھٹیاں ختم ہوگئیں جانو۔ میں آفس جا رہا ہوں، آج میرے ساتھ ناشتا نہیں کرو گی مجھے خدا حافظ نہیں کہو گی؟''

''سہانی اپنی آنکھیں زبردستی کھولتے ہوئے اٹھی اور پھر لمحہ بھر بعد ہی بستر پر لیٹ گئی اور بند آنکھوں کے ساتھ مخمور لہجے میں ہاتھ ہلاتے ہوئے بولی۔

''جانو...... اللہ حافظ۔''

تب سرمد اسے دیکھتا ہوا باہر نکل گیا۔

سرمد کے گھر میں شام کی چائے اماں کے کمرے میں پی جاتی تھی۔ یوں تو سرمد آفس سے خاصی دیر میں آنے کا عادی تھا مگر شادی کے بعد جب سے آفس جوائن کیا تھا شام چھ بجے تک وہ گھر میں ہوتا تھا۔ اس وقت وہ سہانی کے ساتھ اماں کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اماں نے سرمد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''بیٹا...... اپنی صائمہ کے ہاں دعوت ٹلی جا رہی ہے۔ آج بھی صائمہ کا فون آیا تھا۔ ایسی محبت سے کہہ رہی تھی وہ کہ کب سرمد بھائی اور بھابی ہمارے ساتھ کھانا کھائیں گے۔''

''تو پھر آپ نے کیا کہا؟'' سرمد بے خیالی میں بولا۔

''بھئی میں نے تو اب کے جمعے کا کہہ دیا ہے۔ سبین اور اس کا میاں بھی آجائے گا۔''

سہانی نے جز بز ہو کر ساس کو دیکھا اور پھر سرمد سے سرگوشیانہ لہجے میں بولی۔

''جمعہ کو تو مینا جی کے ہاں فنکشن ہے جس میں، میں پرفارم بھی کر رہی ہوں۔''

تب سرمد نے ماں سے کہا۔ ''اماں جمعے کو تو ہم لوگ کہیں بزی ہیں...... آپ صائمہ سے اتوار کا کہہ دیں۔''

''اے ہے بتایا تو تھا تمہیں...... اتوار کو تو سبین نے اپنے سسرال میں کہیں جانا ہے۔ پتا نہیں کس کی منگنی ہے۔'' اماں نے جھلا کر کہا۔ تب سہانی تنک کر بولی۔

''شادی کی دعوت ہماری ہو رہی ہے یا کسی اور کی۔ ہمارے حساب سے وہ پروگرام سیٹ کریں۔''

تب سرمد بھی اماں کو سمجھاتا ہوا بولا۔ ''اماں آپ اتوار کی دعوت ڈن کر دیں ورنہ بعد میں ٹائم نہیں ملے گا ہم لوگوں کو...... اور وہ لوگ خواہ مخواہ برا مانیں گے۔''

اماں الجھتی ہوئی نظروں سے سہانی کو دیکھ کر گہرا سانس لے کر بولیں۔

''صائمہ کا فون آئے گا تو بتا دوں گی۔''

سہانی نے بے پروائی سے کندھے اچکائے اور کمرے سے اٹھ گئی۔ سہانی کے جاتے ہی...... سرمد بھی چند لمحوں بعد ہی اس کے پیچھے لپک کر گیا۔

اماں نے میز پر پھیلی پیالیوں کی طرف دیکھا اور کریمن کو آواز لگائی۔ تاکہ وہ میز پر سے برتن اٹھا لے۔

''ایسی بھی کیا لاٹ صاحبی...... اپنے کپ اٹھا کر کچن کے کاؤنٹر پر بھی نہیں رکھ سکتیں۔'' وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑا رہی تھیں۔

اماں بے حد نفیس مزاج کی ایک سلیقہ مند خاتون تھیں۔ انہیں پھیلی اور بکھری ہوئی چیزوں سے ہمیشہ وحشت ہوتی تھی اور کریمن ان کی عادت کو سمجھتے ہوئے دھیمے لبوں سے مسکراتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

''اماں جی...... تمہاری بہو تو تمہاری الٹ ہی نکل آئیں۔''

☆☆☆

''آج تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔'' دعوت سے واپسی پر سرمد نے سہانی سے کہا۔

''مجھے معلوم ہے...... شاکنگ پنک کلر تو میرے لئے ہی بنا ہے۔''

''رشیدہ خالہ کچھ کہہ رہی تھیں۔'' سرمد نے پوچھا۔

''مجھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تو ضرور دیکھ رہی تھیں مگر بولیں کچھ نہیں! ایسا لگ رہا تھا کہ مجھے دیکھ کر تو انہیں سکتہ سا ہو گیا ہے۔''

صائمہ نے تو تمہاری ضرور تعریف کی ہوگی۔''

''جی نہیں...... بیکار کی بکواس نما باتیں تو بہت تھیں مگر تعریف کرنے میں تو اکثر خواتین کا دم نکلتا ہے۔''

''اچھا صائمہ کے ہاں کی دعوت کیسی لگی......'' وہ اس کا موڈ بحال کرنے کی غرض سے بولا۔

''انتہائی بور...... جا کر ملال سا ہوا کہ میں کیوں چلی آئی یہاں!''

''کیوں بھئی...... اتنی ساری ڈشز بنائی ہوئی تھیں انہوں نے تمہارے لئے۔''

''ان کے گھر کی خواتین کو کریدنے کا کتنا شوق ہے۔ تم سرمد سے کہاں ملیں، کیوں ملیں...... تمہارے گھر والوں سے ان کے گھرانے سے ملنا جلنا کس وجہ سے شروع ہوا...... یہ سرمد نے تم سے اتنی جلدی شادی کا فیصلہ کیوں کر لیا، پہلے تو یہ سرمد شادی سے بھاگتا تھا وغیرہ وغیرہ......

دل تو میرا چاہ رہا تھا کہ کوئی الٹی سیدھی بات کر کے ان کی کھوپڑی گھما دوں...... مگر میری بات کو لے کر نہ جانے کس کس انداز سے نشر کریں اس لئے میں مسکرا کر ان کی ہر کمینی بات پیتی رہی۔''

''اچھا کیا۔'' سرمد ہنس کر بولا۔

''بہت فضول رشتے دار ہیں یہ تمہارے۔'' وہ بولی۔

''مجھے معلوم ہے......'' وہ مسکرا کر بولا۔

''تو پھر کیوں مجھے ایسے لوگوں میں لے کر گئے۔ ٹال دینی چاہئے تھی ایسے لوگوں کی دعوت!''

''رشتہ دار کیسے بھی ہوں انہیں برداشت کرنا پڑتا ہے۔'' وہ رسان سے سمجھاتا ہوا بولا۔

''جن سے ملنے میں مزہ نہ آئے ان سے نہیں ملنا چاہئے۔ میں تو بس یہ جانتی ہوں۔''

''ابھی تم نے دنیا دیکھی ہی کہاں ہے، جلد جان جاؤ گی رشتہ داروں کی اہمیت۔''

مگر وہ برے برے منہ بنا کر ونڈ اسکرین سے باہر دیکھتی رہی جیسے اسے سرمد کی کسی بھی بات سے اتفاق نہ ہو۔

''کہیں اور چلو گی؟'' سرمد نے پوچھا۔

''مثلاً کہاں......؟'' اس نے پوچھا۔

''آئس کریم پارلر......''

''نہیں...... گھر چلیں...... جلدی سوؤں گی...... تو صبح صبح جم جا سکوں گی۔ کتنے ڈھیر سارے دن ہو گئے میں جم ہی نہیں گئی۔'' گاڑی نے گیٹ پر ہارن دیا تو واچ مین نے گیٹ کھولا۔

گاڑی سے اتر کر دونوں اپنے بیڈروم میں جانے سے پہلے اماں کے کمرے میں چلے آئے۔

اماں جاگ رہی تھیں یا شاید دونوں کا انتظار کر رہی تھیں۔

"کیسی رہی دعوت؟" اماں نے بیٹے سے پوچھا۔

"بہت اچھی...... سب ہی نے آپ کو پوچھا کہ چچی کیوں نہیں آئیں...... اور سہانی کو وہاں جا کر بے حد مزہ آیا۔" سرمد اس کی جانب شرارت سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"ان کے ہاں کی دعوتیں بہت اچھی ہوتی ہیں...... بے حد محبت سے کرتے ہیں وہ لوگ...... اور واپسی پر کوئی نہ کوئی تحفہ بھی ضرور دیتے ہیں۔"

سہانی نے ایک پیکٹ اماں کو دیتے ہوئے کہا...... "ہاں یہ صائمہ کی امی نے دیا تھا۔"

"بڑی سلیقہ مند لڑکی ہے یہ صائمہ یقیناً اس کے ہاتھ کی بنی ہوئی کوئی چیز ہوگی۔"

"اماں پہلے سے کیا کمنٹری کر رہی ہیں...... کھول کر دیکھیے۔"

اماں نے آناً فاناً پیکٹ کھولا...... تو اس میں سے ریشم کی کڑھائی کا سلک کا سوٹ برآمد ہوا۔

"سہانی دیکھو تو سہی...... صائمہ کے ہاتھ میں کتنی نفاست ہے یہ ریشم کے پھول بالکل اصلی معلوم ہو رہے ہیں۔"

سہانی نے بادل نخواستہ سوٹ ہاتھ میں لے کر دیکھا اور برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ "مگر مجھے اس طرح کی کڑھائی کے سوٹ بالکل بھی پسند نہیں۔" کریمن پانی کا گلاس اماں کے لئے لائی تو سہانی وہ سوٹ اسے دیتے ہوئے کہنے لگی۔

"کریمن یہ تم لے لو۔" اور یہ کہہ کر وہ رکی نہیں۔

اماں ماتھے پر تیوری تان کر بیٹے سے بولیں۔ "مجھے تو لگتا ہے کہ تمہاری دلہن کو تو اچھے برے کی تمیز ہی نہیں ہے، اتنا اچھا سوٹ ملازمہ کو دینے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اماں اس کی چیز ہے۔ وہ پہنے یا کسی کو دے دے۔"

"جب دماغ خراب ہوتا ہے تو ایسی ہی باتیں کرتے ہیں لوگ۔ ارے اگر سوٹ پسند نہیں آیا تھا تو اپنے پاس ہی رکھتی بعد میں کہیں لینے دینے میں اسی کے کام آ جاتا۔"

"افوہ...... آپ بھی...... بس...... لٹھ لے کر پیچھے پڑ جاتی ہیں۔ مجھے معلوم ہے اماں...... سہانی آپ کو دل سے پسند نہیں ہے مگر اب تو اس کو معاف کر دیں۔"

وہ غصیلے لہجے میں کہہ کر اٹھ گیا اور اماں کے ہاتھ سے تسبیح گر پڑی۔

یہ سرمد ان سے کیا کہہ گیا تھا؟ ایسا انداز تو اس کا کبھی نہیں رہا تھا۔ وہ کیا سمجھ رہا ہے مجھے؟ "میں سہانی کے پیچھے پڑی رہتی ہوں۔" تب ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کا ایک ریلا امڈ آیا اور ان کا ضعیف وجود ہچکیوں کی زد میں ہچکولے لینے لگا۔

☆☆☆

عامر کی ماں گھر میں اکیلی بیٹھی تھیں...... چہرے پر حزن و ملال نمایاں تھا۔

"اتنی مختصر سی اولاد...... اور اس کے اتنے ڈھیر سارے مسائل۔" وہ سوچے چلی جا رہی تھیں۔ "لوگ کہتے ہیں کہ

لڑکے کی شادی کبھی کوئی مسئلہ نہیں ہوتی مگر یہاں تو اس کا مسئلہ ہی اتنا بڑا بن گیا تھا جو سکھ چین سب ہی کچھ اپنے ساتھ لے گیا تھا۔"

کار پورچ میں گاڑی رکنے کی آواز آئی تو وہ لمحہ بھر کو چونکیں۔

"عامر آ گیا شاید......" انہوں نے زیر لب کہا۔ کھانے کو پوچھوں گی تو صاف منع کرے گا۔ غم، غصہ اور پریشانی کے عالم میں اس کا یہی رویہ ہوتا تھا مگر اپنے سامنے نادیہ کو آتا دیکھا تو ان کا چہرہ بیٹی کو دیکھ کر کھل سا گیا۔

"میں کتنے دنوں سے تمہیں یاد کر رہی تھی۔ پرسوں سکندر سے بھی کہا تھا کہ وہ تمہیں لے کر چکر لگائے اب آئی ہو تم؟"

"امی...... سسرال سے نکلنا بھی کوئی آسان ہے بھلا؟" نادیہ اپنا بیگ اور پرس بیڈ پر پھینکتے ہوئے بولی۔

"آخر پہلے بھی تو تم آ جاتی تھیں۔"

"پہلے اور بات تھی......" وہ تمسخر سے ہنسی۔

"اب ایسی کیا بات ہے؟" انہوں نے حیرت سے بیٹی کو دیکھا۔

"ہر دوسرے تیسرے دن سہانی نازل ہو جاتی ہیں۔ یہ دکھانے کے لئے کہ ان کا انتخاب بڑا لاجواب ہے۔"

"سہانی خوش تو ہے ناں...... سرمد کے ساتھ؟"

"ہاں، وہ پوز تو یہی کر رہی ہے۔"

"امی، اب آپ عامر کا رشتہ طے کر دیجئے۔ میں نے سطوت بھابی کی کزن کو دیکھا تھا بڑی پیاری لڑکی ہے۔ سہانی سے بھی زیادہ اچھی۔"

نادیہ...... کشن لے کر نیچے لیٹتے ہوئے بولی۔

"وہ گھر پر ٹکے تو بات بھی کروں! وہ تو صبح سویرے نکل جاتا ہے...... میں فجر کی نماز سے فارغ ہوتی ہوں تو اس اثنا میں وہ نکل چکا ہوتا ہے اور رات گئے گھر میں داخل ہوتا ہے۔"

ماں کے لہجے میں مایوسی رچی ہوئی تھی۔

"امی...... آخر...... یہ عامر جاتا کہاں ہے؟" نادیہ پریشان ہو کر لیٹے سے بیٹھ گئی۔

"اس نے بتایا ہی نہیں کہ وہ کہاں جاتا ہے۔" ماں کا لہجہ یاس بھرا تھا۔

"کہیں وہ کسی غلط جگہ تو نہیں...... ؟"

"ہرگز نہیں......" ماں نے نادیہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"وہ میرا بیٹا ہے۔ اتنا تو میں جانتی ہوں کہ وہ اپنا غم غلط کرنے کسی غلط جگہ کا انتخاب نہیں کر سکتا۔"

"تو پھر اتنی دیر وہ کہاں ہوتا ہے؟"

"یہ بھی معلوم ہو جائے گا۔"

"مگر وہ بہت بے چین ہے غم نے اس کو اس طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے کہ وہ اپنی سدھ بدھ کھو بیٹھا ہے۔ یا پروردگار میرے بچے کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔" نادیہ ماں کو یوں دل گرفتہ دیکھ کر پریشان ہو رہی تھی۔ عامر اس وقت اپنے دوست کے فلیٹ کی بالکونی میں کھڑا سمندر کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا دوست کمرے سے باہر آیا اور عامر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

''یار عامر، سمندر کیا ہیرے اُگل رہا ہے...... جو تم صبح سے شام تک اسے گھورتے رہتے ہو؟''

''سمندر اُگل نہیں رہا، نگل رہا ہے......'' عامر تلخی سے ہنس کر بولا۔

''اندر کر ذرا میرے ہاتھ کا پیزا تو ٹیسٹ کرو، خود بیک کیا ہے میں نے۔'' عامر کا دوست اس کا شانہ تھپتھپا کر بولا۔

عامر اپنے دوست کے ساتھ کمرے میں چلا آیا میز پر ایک بگ سائز پیزا اور کیتلی میں گرما گرم کافی موجود تھی۔

''یار عدنان مجھے تو تم صرف ایک کپ کافی دے دو۔''

عدنان اسے کافی کا مگ پکڑاتے ہوئے بولا۔ ''صبح سے شام تک کافی پی پی کر جلن ہی نہیں ہو جاتی تمہارے سینے میں؟''

''یار سب کچھ تو جل گیا ہے۔ اب بچا کہاں ہے کچھ مزید جلنے کے لئے۔ اب تو کچھ پتا ہی نہیں چلتا۔''

عامر تمسخر بھری ہنسی کے ساتھ بولا تو عدنان اسے ترحم بھری نظروں سے دیکھتا رہ گیا۔

☆☆☆

سین اور کامران شاپنگ کرنے کے بعد اماں کے پاس آ گئے تھے۔

''ارے اس قدر لدی پھندی کہاں سے آ رہی ہو......'' اماں نے بیٹی کو ڈھیر سارے شاپرز کے ساتھ دیکھ کر کہا۔

''اپنی ڈیزائنر کے پاس گئی تھی وہاں سے اچھے اچھے سوٹ خریدے تو سوچا اماں کو دکھاتی ہوئی گھر جاؤں۔''

''چلو کسی بہانے تو تم آئیں۔'' اماں نے ہنس کر کہا۔

''سین ایک سوٹ اپنے اوپر لگاتے ہوئے دکھا کر بولی۔ ''یہ سوٹ دیکھیے اماں...... کتنا اچھا ہے۔ کام بھی کتنا خوبصورت ہے...... اور کلر بھی میری پسند کا ہے سی گرین۔''

''واقعی بہت خوبصورت ہے۔'' اماں نے رائے دی۔

''سین وہ گیارہ ہزار نو سو پچاس والا سوٹ دکھاؤ جو میں نے اپنی پسند کا تمہیں دلوایا ہے۔'' کامران نے سین سے کہا۔

سین محبت بھری نظروں سے اپنے شوہر کو دیکھتے ہوئے ایک سوٹ نکال کر اماں کو دکھاتے ہوئے بولی۔

''اماں اس سوٹ پر تو میری نظر ہی نہیں پڑی تھی اور ڈیزائنر نے یہ کسی اور کے لئے تیار کر رکھا تھا مگر کامران کو نظر آ گیا...... اور اسے ہمیں دینا ہی پڑا۔''

''بہت پرانے کسٹمر ہیں ناں، ہم زیبا کے......!'' اماں ہو داماد سے مخاطب ہو کر بولیں۔

''میں سچ بتاؤں کہ یہ سوٹ کیسا ہے۔''

''ہاں، ہاں...... کہیے......'' کامران فوری بولا۔

''مجھے تو سب سے زیادہ اچھا یہی لگا ہے...... سی گرین سے بھی زیادہ اچھا۔''

سین نے بیگ سے ایک دبکے کے کام والا سوٹ دکھاتے ہوئے پوچھا۔ ''اور اماں...... اس سوٹ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟''

''یہ تو نئی دلہنوں کے پہننے کا ہے۔'' اماں نے ہنس کر کہا۔

سین مسکرا کر کامران کو دیکھتے ہوئے اماں سے بولی۔ ''بالکل صحیح پہچانا آپ نے۔ یہ میں سہانی کے لئے لائی ہوں۔ آپ انہیں دے دیجیے گا۔''

''میں کیوں دوں؟ تم اپنے ہاتھ سے اپنی بھاوج کو دو۔'' اماں نے خوش ہو کر کہا۔

''اماں ہمیں جلدی گھر پہنچنا ہے۔ آپ ہی دے دیجیے گا۔''

''افوہ...... یوں ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر مت آیا کرو...... ابھی آ جاتی ہے سہانی...... تم اپنے ہاتھ سے دے دینا۔ اسے بھی تو پتا چلے کہ اکلوتی نند اسے کتنا چاہتی ہے۔'' پھر وہ ملازمہ سے بولیں۔ ''کریمن تم...... اوپر جاؤ اور سہانی سے کہو کہ اماں بلا رہی ہیں۔ سین اور کامران بھائی آئے ہیں۔''

ملازمہ کے جانے کے بعد اماں سین کے کپڑوں کی تعریف کرتی رہیں۔ تب سین زعم بھرے لہجے میں بولی۔

''اماں میں تو صرف زیبا یا عالیہ کے بوتیک سے ہی کپڑے لیتی ہوں اور وہاں کامن ڈریس ہوتے ہی نہیں!''

''ہاں...... ہاں...... وہ تو سلائی بتا رہی ہے۔'' اماں نے سرشاری سے کہا۔ ابھی ماں بیٹی باتیں ہی کر رہی تھیں کہ کریمن چہرے پر بے ڈھنگی مسکراہٹ سجائے کمرے میں داخل ہوئی اور بولی۔

''اماں جی...... وہ بھابی جی کہہ رہی ہیں کہ ان کے سر میں درد ہے وہ آرام کر رہی ہیں نیچے نہیں آ سکتیں۔''

''اماں...... داماد کے سامنے خجل ہو کر...... کھسیائے ہوئے لہجے میں بات بناتے ہوئے بولیں۔ ''اے ہے...... میری عقل پر بھی پتھر پڑ گئے...... مجھے یاد ہی نہیں رہا...... ابھی تھوڑی دیر پہلے تو وہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں نے کہا بیٹا، اوپر جا کر آرام کرلو...... سرمد آئے تو اس کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلی جانا۔''

''اس وقت بے چاری اپنا سر لپیٹے پڑی ہوگی۔ سر میں اس کے درد بھی بہت سخت ہوتا ہے ناں!''

ملازمہ اماں کی بات سن کر کھل کھلا کر ہنس پڑی اور دانت نکالتے ہوئے بولی۔

''اماں جی! یہ بات نہیں ہے۔ بھابی جی تو جھوٹ بول رہی ہیں وہ تو اس وقت ٹی وی پر کوئی فلم دیکھ رہی ہیں اور وہ کہہ رہی تھیں کہ کیا مصیبت ہے کہ نیچے جا کر ہر وقت حاضری دو۔ بس تم جا کر بول دو میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے ناں......'' کریمن کی بات سن کر اماں کے چہرے پر شکنیں سی پڑ گئیں۔ ان کا دل چاہ رہا تھا کہ اس وقت سہانی کو بے نقط سنائیں مگر بیٹی اور داماد کے سامنے وہ خاموش رہنے پر مجبور تھیں۔ سین کا چہرہ بھی غصے سے تپ گیا تھا مگر وہ اپنے پر جبر کئے خاموش بیٹھی رہی۔

☆☆☆

ٹیلی فون کی بیل مسلسل بج رہی تھی۔

رابعہ بابو جی کے لئے کھانا نکال رہی تھی۔ اماں دوا کھا کر لیٹی ہوئی تھیں۔ کتنے سارے دن ہو گئے تھے ان کو [illegible] ناچار بابو جی کو ہی فون ریسیو کرنا پڑا۔

''میں [illegible] کالج کی پرنسپل بول رہی ہوں۔'' کسی خاتون کی بارعب آواز سنائی دی۔

''جی فرمائیے۔'' بابو جی کا لہجہ مؤدب سا ہو گیا۔

''ہمارا کالج پانچ دن کے لئے ہل اسٹیشن جا رہا ہے۔ ذہین طالبات کا کرایہ اور اوپر کا تمام خرچ کالج خود ادا کرے گا اور ان ذہین طالبات میں رابعہ بھی شامل ہیں۔''

بابو جی یہ سن کر از حد خوش ہوئے کہ رابعہ کا شمار کالج کی ذہین طالبات میں ہے۔

''کیا میں امید رکھوں کہ آپ رابعہ کو جانے کی اجازت دیں گے؟'' پرنسپل پوچھ رہی تھیں۔

''جی ضرور...... جائے گی رابعہ...... مگر کب تک جانا ہوگا......؟'' بابو جی از خود پوچھ رہے تھے۔

''اب کے سٹرڈے کو ہم لوگ جا رہے ہیں۔''

''بہت بہتر......'' بابو جی ریسیور رکھنے سے قبل میڈم کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔

باورچی خانے میں کھانا اتارتے وقت رابعہ کے کان فون کی جانب ضرور لگے ہوئے تھے مگر بابو جی کے دھیمے انداز سے بولنے کے سبب وہ پوری بات نہیں سن پائی تھی۔

اس نے ٹرے بابو جی کے سامنے رکھی تو وہ اس سے بولے۔

''رابعہ تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ تمہارا کالج پک نک پر جا رہا ہے۔''

اللہ کہاں جا رہا ہے، کون لے جا رہا ہے؟ وہ دل میں ہی سوچ کر رہ گئی اور بابو جی سے کچھ نہ کہا۔

''بڑی سیدھی ہے میری یہ ربو بھی...... اس بیچاری کو پتا ہی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔''

''جی بابو جی، واقعی مجھے کچھ نہیں پتا کہ کالج میں کیا ہو رہا ہے۔'' یہ بات تو رابعہ نے بالکل سچی اس لحاظ سے کہی تھی کہ وہ باقاعدگی سے نہ تو کالج جانے کی عادی تھی اور اگر وہ چلی بھی جاتی تو اس کا کلاسز لینے میں اب دل نہیں لگا کرتا تھا۔

''تمہارے کالج کی پرنسپل کا فون آیا تھا ابھی۔'' بابو جی نے اس سے کہا اور وہ مارے خوف کے زرد سی پڑ گئی۔ مانا کہ اس کا کالج اتنے اسٹینڈرڈ کا نہیں تھا مگر ٹیسٹوں میں مسلسل فیل ہونے والی طالبات کو کالج کی پروفیسرز اچھی نظروں سے نہیں دیکھا کرتی تھیں شاید آج میری شکایت کی گئی ہے؟ کہ اس کا داخلہ ہم نے روک لیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

''وہ تعریف کر رہی تھیں تمہاری۔'' بابو جی نے اس سے کہا۔

رابعہ کو یوں لگا جیسے بابو جی تمسخر سے بول رہے ہوں اور اس کا مذاق اڑا رہے ہوں کہ تم روزانہ کالج کیا جھک مارنے جاتی ہو جو گھر پر تمہاری نااہلی کی شکایتیں آ رہی ہیں۔

رابعہ نے سر کو جھکا لیا اس کی نظر اپنے پیروں پر جمی ہوئی تھی۔

''تمہارا کالج پانچ دنوں کے لئے مری ''نتھیا گلی'' جا رہا ہے اور تم جیسی ذہین طالبات کا کرایہ اور خرچہ وہ خود اٹھائے گا۔ بیٹا میری طرف سے پوری اجازت ہے تم ضرور جانا۔''

بابو جی نے ٹوپی اٹھائی اور اذان کی آواز سن کر مسجد میں جانے کے لئے باہر نکلتے ہوئے بولے۔

اور رابعہ کی تو جیسے شادی مرگ کی کیفیت ہو گئی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اچھلے کودے، ناچے گائے! عمیر اتنا ذہین بھی ہو سکتا تھا یہ تو وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس کا خیال آتے ہی وہ شرما سی گئی۔ ''تم بڑے وہ ہو۔'' وہ ازخود مسکرانے لگی۔

موبائل پر بیپ ہوئی تو اس نے دیکھا عمیر کا نمبر تھا۔

''ہاں کہو!'' لاڈ بھرے لہجے میں اس نے پوچھا۔ ''پورے پانچ دن کی اجازت آپ کے بابو جی سے لے لی ہے۔''

''شادی، ولیمہ اور ہنی مون...... سب ہی کچھ ہو جائے۔'' رغبت سے ہنستا ہوا بولا۔

''کیا آپ واقعی مجھے کسی ہل اسٹیشن لے کر جائیں گے۔'' اس نے پوچھا۔

''پاگل ہو گئی ہو کیا۔ اپنے پیچھے پریس کے لوگوں کو کیوں لگواؤں؟''

''اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ میں بغیر نکاح کئے تمہارے ساتھ رہوں گی تو یہ تمہاری بھول ہے میرا تعلق ایک غریب فیملی سے ضرور ہے مگر ذلیل فیملی سے نہیں ہے۔''

''یار مجھے یہ سب پتا ہے۔ پہلے ہمارا نکاح ہوگا پھر ہم کراچی کے ہی کسی ہوٹل کے روم میں رہیں گے۔ پانچ دن تو پر لگا کر گزر جائیں گے۔''

''کیا میں بغیر زیور اور جوڑے کے دلہن بنوں گی؟'' عمیر کی بات سن کر اس کے دل میں چھن سے کچھ ٹوٹ گیا تھا۔

''پاگل ہو گئی ہو کیا...... تمہارے لئے زیورات اور کپڑے میں خرید چکا ہوں اور تمہارا مہر بھی پچاس لاکھ ہوگا تاکہ تم کبھی اپنے آپ کو تہی داماں نہ سمجھ سکو۔ تم تو جانتی ہو کہ میں اپنے گھر کا سب سے چھوٹا لڑکا ہوں۔ ابھی شادی نہیں کر سکتا مگر اس طرح نکاح کر لینے سے ہم دونوں کے ملنے میں تو کوئی حرج نہیں ہوا کرے گا اور پھر انشاء اللہ وہ وقت بھی آ جائے گا جب میں اپنی شادی کا اعلان کر دوں گا۔'' تب مارے خوشی کے رابعہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس نے عمیر کو جیسا سمجھا تھا۔ وہ ویسا ہی نکلا تھا دیر سے ہی سہی وہ اس کی محبت پر ایمان لے آیا تھا۔ لاکھوں دلوں کی دھڑکن...... اب اس کا اپنا ہونے جا رہا تھا۔ اگلے دن وہ گھر کے قریبی بیوٹی پارلر سے اپنا فیشل اور آئی بروز بنوا آئی کہ کچھ تو شادی کی تیاری کرنی تھی۔ ایک بیگ میں اس نے اپنی دانست میں چند اچھے جوڑے بھی رکھ لئے تھے۔

بابو جی کی نظر میں مزید اچھا بننے کے لئے اس نے یہاں تک کہہ دیا۔ ''اماں کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، میرا جانے کا دل نہیں چاہ رہا۔''

''اماں کی تم فکر مت کرو، میں انہیں گھر پر چھوڑ کر کہیں جاؤں گا ہی نہیں۔'' تب اسے تسلی ہوئی۔

ہفتے کی صبح دس بجے کے قریب وہ اپنے ہاتھ میں بیگ تھامے باہر نکلی۔ بڑی سی چادر میں اس نے اپنے آپ کو چھپا رکھا تھا۔

رکشا میں بیٹھ کر جائے مقصود پر وہ پہنچی تو عمیر اپنی گاڑی میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔

''کتنا انتظار کروایا ہے تم نے......'' بائیں ہاتھ سے اسے اپنے قریب کرتے ہوئے اس نے گاڑی چلا دی۔ اس کے کاندھے پر سر رکھے آنکھیں موندے وہ یہی سوچ رہی تھی کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ کہیں گھومنے جا رہی ہے۔

☆☆☆

''شہلا کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ انکار کر دے کئی بار اس نے دل میں یہ ارادہ بھی بنایا کہ شائلہ کا فون آئے گا تو وہ صفا چٹ انکار کر دے گی مگر جب شائلہ کا فون آیا تو اس نے پہلی بات یہی کہی۔ ''مجھے تمہارے گھر کب پہنچنا ہوگا؟''

''میں رات آٹھ بجے آپ کو گاڑی بھیج دوں گی۔ زیادہ سے زیادہ گیارہ یا ساڑھے گیارہ بجے تک تقریب ختم ہو جائے گی تب ڈرائیور ہی آپ کو گھر ڈراپ کر دے گا۔'' شائلہ کی سالگرہ اتنی بڑی تقریب نہیں تھی جس میں اس کا جانا ضروری ہوتا مگر اس کا دل اسے اُکسا رہا تھا کہ اسے وہاں جانا چاہئے گھر میں امی کو بتایا تو وہ بڑے تمسخر بھرے لہجے میں بولیں۔

''ٹیوشن پڑھا کر تو روزانہ تمہارے سر میں درد ہو جاتا ہے، اس کے بعد بھی تمہارا کہیں جانے کا دل چاہ سکتا ہے؟''

''میری شاگرد کی سالگرہ ہے اس لئے جا رہی ہوں۔''

''اپنی بہن کو بھی ساتھ لے جاؤ۔''

''امی انہوں نے صرف مجھے بلایا ہے۔''

''ٹھیک ہے چلی جاؤ۔'' وہ اس کو کھوجتی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولیں۔ مقررہ وقت پر جب وہ پہنچی تو دروازے پر عازم بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے کہ آپ آگئیں ورنہ مجھے تو یقین ہی نہیں تھا۔"

"یہ آپ ایسے بے یقین بھی ہیں کہ یقین سے فاصلے پر رہتے ہیں۔"

"یہ آپ سے کس نے کہہ دیا۔" وہ ہنسا۔ "میں تو اپنے یقین کو اپنے سینے سے لگا کر رکھتا ہوں۔" تب وہ بلش سی ہوگئی۔ نہ جانے اسے ایسا کیوں لگا...... جیسے عازم یہ سب اسے کہہ رہا ہو اور عازم اس کے چہرے پر کھلتے گلاب دیکھ کر مسحور سا ہوگیا۔

☆☆☆

آج سہانی کا روپ ہی بہت پیارا لگ رہا تھا۔ خوبصورت غرارے میں بھاری جھمکوں کے سیٹ پر بندیا لگائے وہ دل میں اتر جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔ سرمد بلیک پینٹ پر بلیک شرٹ میں بے حد وجیہہ لگ رہے تھے۔ وہ دونوں سیڑھیوں سے اتر کر نیچے آئے تو اماں لاؤنج میں بیٹھی ان ہی کی منتظر تھیں۔

"اچھا ہوا تم تیار ہوگئیں۔ بڑی بھابی آرہی ہیں۔ کل ہی وہ سعودی عرب سے آئی ہیں۔"

"ابھی تو فون آیا تھا ان کا...... خاص طور پر تمہیں دیکھنے آرہی ہیں وہ۔"

"میں نے کہا آجاؤ، دُلہا بھی گھر میں ہے اور دُلہن بھی گھر میں ہے، آج اتوار جو ہے۔" اماں نے خوش ہو کر بتایا۔

"مگر میں تو امی کے ہاں جارہی ہوں...... آج ان کے ہاں دعوت ہے۔" سہانی نے سرمد کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اپنی امی ہی کے ہاں تو جارہی ہو، تھوڑی دیر لیٹ بھی ہو جاؤ گی تو کوئی بات نہیں۔ بڑی بھابی تو خاص طور سے تمہاری منہ دکھائی کے لئے آرہی ہیں اور میں نے ان سے کہہ بھی دیا ہے۔" اماں نے سہانی کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"مگر اماں...... میں تو پہلے ہی بہت لیٹ ہو چکی ہوں، دس دفعہ تو فون آچکا ہے ممی کا، ان کے سب مہمان آچکے ہیں۔" سہانی جز بز ہوتے ہوئے بولی۔

"اماں آپ کوئی بھی بہانہ بنا لیجیے گا اس وقت ہم نہیں رک سکتے۔" سرمد ماں سے ہنس کر بولا۔

"ٹھیک ہے، تم لوگ جاؤ۔" اماں دونوں کو بے بسی سے دیکھنے کے بعد ایک آہ بھر کر بولیں۔

سرمد اور سہانی ہنستے مسکراتے ہوئے باہر نکلے دس منٹ کی ڈرائیو کے بعد ان کی گاڑی شاداب ہاؤس کے سامنے رک گئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ایک دوسرے کی ہمراہی میں مگن جب ڈرائنگ روم میں آئے تو ممی اپنے ہاتھ میں ساڑھی لئے تیار ہونے جارہی تھیں۔

"آنٹی مہمان کہاں بیٹھے ہیں؟" سرمد نے ان سے پوچھا۔

"مہمان اتنی جلدی کہاں آتے ہیں بیٹا......" ممی ہنس کر بولیں۔ "یہ پاکستان ہے یہاں لیٹ آنے کا دستور ہے۔ میں نے تو سہانی کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ کوئی بھی گیارہ ساڑھے گیارہ سے پہلے نہیں آئے گا۔ تم لوگ بیٹھو میں اتنے میں تیار ہولوں...... ابھی تو دس بھی نہیں بجے۔"

تب سرمد سرزنش کرتی ہوئی نظروں سے سہانی کو دیکھنے لگا۔ سہانی نے نشیلی آنکھوں سے اسے دیکھا مگر سرمد اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کی گرفت سے چھڑا کر اسے شکایتی نظروں سے دیکھنے لگا...... جیسے اسے سہانی کی یہ حرکت پسند نہ آئی ہو ایسے میں سہانی بھی جھینپ سی گئی۔

☆☆☆

اساں جان کے میچ لئی اکھ وے
جھوٹی موٹی کا پالیا لکھ وے
کہ ساڈے دل تک سجنا
کہ ساڈے دل تک سجنا

کریمن گنگناتے ہوئے خوب رگڑ رگڑ کر شیشے کی میز چمکا رہی تھی۔

"کریمن...... نیچے تو صفائی ہو چکی ہے...... اوپر کی جا کر بھی کرلو...... روزانہ سرمد شکایت کرتا ہے کہ کریمن نہ اس کے بیڈروم کی صفائی کرتی ہے اور نہ ہی ڈسٹنگ۔"

"ہائے ہائے...... اس میں میرا کیا قصور اماں جی...... کمرہ خالی ہوگا تو صفائی کروں گی ناں!"

"تو اس میں کون سی برات بھری ہوئی ہے جو تم سے صفائی نہیں ہورہی؟"

"اماں جی...... بھابی سو رہی ہوتی ہیں...... میں کیسے صفائی کرسکتی ہوں!"

"مجھے لگ رہا ہے کہ اب تم کام چور بھی ہوگئی ہو!" سرمد ٹھیک کہہ رہا تھا۔ سہانی تم پر سختی نہیں کرتی ہے اس لئے اوندھی ماری صفائی کر کے آجاتی ہو کہ نہ کوئی دیکھنے والا ہے اور نہ کوئی چیک کرنے والا۔"

"اماں جی ایسا تو نہ کہیں...... جب بھابی جی نہیں آئی تھیں تو میں اوپر کے کمرے کی خود جا کر صفائی کرتی تھی پہلے تو سرمد بھائی نے کوئی شکایت نہیں کی تھی۔"

"اب وہ شکایت کیوں کر رہا ہے، تو جا کر صفائی کیوں نہیں کرتی ہو۔ خواہ مخواہ باتیں بنانے کا ٹائم ہے تمہارے پاس مگر کام کرنے کا نہیں!"

"اللہ اماں جی! آپ تو ناراض ہوگئیں مگر میں کیا کروں بھابی جی سو رہی ہوتی ہیں ناں......" وہ سر کھجاتے ہوئے عجیب بے ڈھنگے پن سے ہنستے ہوئے بولی۔

"بہانے مت بناؤ، دن کے دو بج رہے ہیں اس وقت! وہ جاگ رہی ہوگی! جاؤ جا کر صفائی کرو۔ ہاں ڈسٹنگ اچھی طرح سے کرنا۔"

"اچھا جی...... میں ابھی آتی ہوں کام کر کے۔" وہ لپ جھپ سیڑھیاں چڑھتی ہوئی بولی۔ اوپر کے کمروں کا ایک راستہ ٹی وی لاؤنج میں جاتی ہوئی سیڑھیوں سے بھی جاتا تھا۔ ابھی کریمن کو اوپر گئے ہوئے ایک منٹ بھی نہیں ہوا تھا سہانی جمائیاں لیتی ہوئی نائٹ گاؤن میں اماں کے سامنے کھڑی تھی اور ناراض سے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"اماں آپ کریمن سے کہیں کہ شام کو میرے کمرے کی صفائی کیا کرے۔"

"بے خبر سو رہی تھی میں...... لے کر جگا دیا اس نے۔"

"بیٹا، اس نے صبح تڑکے تھوڑی ناں جگایا ہے۔ دن ڈھل رہا ہے نہ تم نے ناشتا کیا اور نہ ہی کھانا کھایا۔"

"میرے کھانے پینے کی فکر آپ چھوڑیے...... یہ میرا مسئلہ ہے۔ ہاں آپ کریمن کو سمجھا دیجیے گا......!" کھٹ کھٹ سیڑھیاں چڑھتی چلی گئی۔ کریمن دانت نکالے اماں کے سامنے کھڑی ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو کہ آپ اپنی بہو کو اتنا نہیں جانتیں جتنا کہ میں سمجھتی ہوں۔

"نامراد...... یہاں کیوں دانت نکالے کھڑی ہے۔ باہر جا کر صفائی کر۔" وہ کریمن کے جانے کے بعد اپنے بستر

پڑھے سی گئی۔ بہو کے اس روکھے پھیکے انداز نے ان کا دل توڑ کے رکھ دیا تھا۔

☆☆☆

نازیہ کا ساتواں مہینہ لگا تھا...... مگر اس کی طبیعت مسلسل خراب چل رہی تھی، ناشتا کر لیتی تو دوپہر کا کھانا نہیں کھایا جاتا اور اگر کھانا کھا لیتی تو ابکائیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ چکر تو کسی صورت اس کے رکتے ہی نہیں تھے۔ ہیموگلوبین بھی کم تھا خون کی کمی بھی مسلسل چل رہی تھی۔ ساتواں مہینہ لگ جانے کے باوجود اس کے چہرے پر بحالی نظر نہیں آتی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ برسوں کی بیمار ہو۔ وہ زیادہ وقت اپنے کمرے میں لیٹنے میں گزارا کرتی تھی۔

''نازیہ ساتویں مہینے میں تو گود بھرائی کی رسم ہوتی ہے تم یوں کرو کہ اپنے میکے چلی جاؤ...... جس دن تمہاری امی ہم لوگوں کی دعوت کریں گی اسی شب ہم تمہاری گود بھرائی کی رسم ادا کریں گے۔'' ایک دن اس کی ساس نے کہا۔

''اماں کی طبیعت تو کافی دنوں سے خراب چل رہی ہے......'' اس نے پریشان سے لہجے میں اس طرح کہا جیسے وہ کہہ رہی ہو کہ میری بیمار ماں آپ لوگوں کی دعوت کا انتظام کیسے کر سکتی ہیں۔

''پانچ ہاتھ کی ہٹی کٹی بہن گھر میں موجود ہے جو عشق تو لڑانا جانتی ہے، کیا کھانا پکانا نہیں جانتی...... اس سے کہنا کہ وہ پکا لے۔'' بڑی نند نے خاصا چمک کر کہا۔

ان کی یہ بات نازیہ کو خاصی بری لگی۔ مگر مصلحت کا تقاضا تھا کہ وہ ان کی یہ کڑوی کسیلی بات شربت کے گھونٹ کی طرح پی جائے۔

''گود بھرائی میں کیا کیا ہوتا ہے؟'' اس نے نند کو جواب دینے کے بجائے ساس سے پوچھا۔

''تمہاری اماں کو سب پتا ہوگا...... وہ کوئی ننھی سی تھوڑی ہیں۔ پانی کو مما تھوڑی ناں کہتی ہیں......'' وہ ہنسیں!

''میں تو اپنی معلومات کے لئے پوچھ رہی ہوں...... میں نے آج تک یہ رسم کہیں ہوتی دیکھی نہیں!''

''ارے مل بیٹھنے کا بہانہ ہے...... ایسی کوئی مہنگی رسم نہیں ہے۔''

''لڑکی کی ماں...... اپنی بیٹی کا اچھا سا جوڑا بناتی ہے، زیادہ تر سبز رنگ کا ہوتا ہے کہ ہماری لڑکی ہری بھری رہے۔ پیسے والا میکا، سونے کا سیٹ یا ہار، بندے، چوڑی کوئی سی ایک چیز بیٹی کو دیتے ہیں۔ لڑکی کا خوب سنگار ہوتا ہے اور سسرال والے اس کی گود میں سات طرح کا پھل رکھتے ہیں اور ہاتھوں میں سات رنگ کی مٹھائی رکھتے ہیں اور مغرب کے بعد حاملہ لڑکی تارے گنتی ہے اگر وہ چار ستارے گنے گی تو اس کے چار بچے ہوں گے اور اگر زیادہ چاہے تو زیادہ بچے بھی ہو سکتے ہیں۔ ہماری مرحومہ ساس نے ہم سے بارہ ستارے گنوائے جب ہی تو ہمارے دو کچے ہوئے اور دس پکے......'' ساس نے ہنس کر کہا۔

''اماں آپ بھی ادھوری بات بتاتی ہیں۔'' بڑی نند پھر میدان میں آ کودیں۔

''ارے بچی اب دماغ کہاں رہ گیا میرا۔ بھول گئی ہوں گی کوئی بات......'' وہ لاڈ سے اپنی بیٹی کو اس طرح دیکھنے لگیں...... بول کہ لب آزاد ہیں تیرے۔

''اماں آپ نے بھابی کو یہ تو بتایا ہی نہیں کہ میکے والے اس رسم میں اپنی لڑکی کے جوڑے کے ساتھ داماد کا جوڑا بھی دیتے ہیں!''

''وہ تو لازمی بات ہے۔ سہاگ کا جوڑا تو سہاگن کے جوڑے سے پہلے آتا ہے۔''

''ابھی میری بات پوری کہاں ہوئی ہے۔'' نند نے پھر ہنس کر کہا۔

نازیہ اس کی جانب ایسی نظروں سے دیکھنے لگی کہ جو کچھ بولنا ہے جلدی سے کہہ دو۔

میکے والے ساس، سسر کا جوڑا بھی دیتے ہیں اور نندوں، دیوروں کے لئے بھی چھوٹے موٹے تحائف ہوتے ہیں۔

''ارے اتنا کہاں کر سکتے ہیں یہ لوگ...... اس کے لئے تو دل چاہئے اور یہ بات میں ہمیشہ سے جانتی ہوں کہ ہماری بھابی جان کا دل کبھی بڑا نہیں تھا۔'' اجمل کی اماں ہنستے ہوئے بولیں۔

''یہ اپنی اماں کو اتنا کہاں جانتی ہوں گی جتنا میں اپنی دیورانی کو جانتی ہوں۔''

نازیہ ان دونوں کو ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھی۔ سارے لفظ اس کے حلق میں گولے بن کر پھنس گئے تھے اور وہ چاہتے ہوئے بھی ایک لفظ نہیں بول پا رہی تھی۔

''مگر بھیا جیسا تمہاری اماں نے شادی پر مجھے جوڑا دیا تھا ویسا ہرگز مت دینا۔ ایسا ذلیل اور گھٹیا سا جوڑا۔ میں نے کام کرنے والی بوا کو دیا تو وہ مارے غصے کے شادی کے گھر کا کام چھوڑ کر چلی گئی اور پورے محلے میں باتیں الگ بناتی پھری۔ میں تو شرمندہ ہوگئی اپنے پورے محلے میں اس جوڑے کی وجہ سے۔''

''اماں...... ہماری یہ چچی بھی شجو مامی جیسی ہیں...... یاد نہیں آپ کو انہوں نے اپنی بیٹی کی ساس کو فقیرانہ سا جوڑا دے دیا تھا تو ان کی سمدھن نے کیسی باتیں سنائی تھیں اور یہاں تک کہہ دیا تھا کہ تمہارا شمار ان ذلیل عورتوں میں ہے جو اپنی بیٹی کی ساسوں کو پہناؤنی کے جوڑے دینے کے بجائے کفن دینے کی خواہش مند ہوتی ہیں کہ بڑھیا تیرا وقت پورا ہو گیا...... تو نے اپنے بیٹے کی شادی بھی دیکھ لی۔ اب اور کیا دیکھے گی! (اس سے بڑھ کر کوئی خوشی بھی نہیں ہوتی) چل کفن پہن اور یہاں سے انتقال فرما جا۔'' نازیہ کے خاموش آنسو چپ چاپ گر رہے تھے جس سے بے پروا اجمل کی ماں اور بہنیں اس کو کچوکے لگائے چلی جا رہی تھیں۔

''بھابی آج اتوار ہے آپ میکے چلی جائیں دو چار روز میں یا جب دعوت اور رسم کی تیاری ہو جائے تو ہمیں فون کر دیجئے گا۔ ہم لوگ بھی آ جائیں گے۔''

''ٹھیک ہے شام کو اجمل آئیں گے تو ان کے ساتھ چلی جاؤں گی۔''

''اے لو، میں تو جا ہی تمہارے محلے میں رہی ہوں...... حسنہ کی بیٹی کی بات پکی ہوئی ہے...... مبارکباد دینے جا رہی ہوں۔ تم میرے ساتھ رکشا میں چلو...... میں تمہیں تمہارے گھر کے دروازے پر چھوڑتی ہوئی پھٹ پھٹ کرتے رکشے کے ساتھ آگے بڑھ جاؤں گی۔''

''ٹھیک ہے۔'' وہ اندر کمرے میں جا کر اپنا بیگ بنانے لگی۔ دل خواہ مخواہ ہی بھر بھر کر آ رہا تھا۔ اس کا من بھی یہی چاہ رہا تھا کہ یہاں سے بھاگ جائے اور یہ موقع اسے از خود مل گیا تھا۔ ابلتی ہوئی آنکھوں کو اس نے زور سے مسلا یہاں بیٹھ کر ٹسوے بہانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے الٹا مذاق ہی اڑے گا۔ اس نے اپنے آپ کو سمجھایا اور بیگ لے کر آنگن میں آ کھڑی ہوئی۔

بابو جی کو گھر میں بے وقت دیکھ کر اسے حیرت ہوئی اور جب اماں کو بستر سے لگا دیکھا تو وہ حیران ہونے سے زیادہ پریشان ہوگئی۔

''اماں آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ آپ کی اتنی طبیعت خراب ہے۔''

"بیٹا بتایا تو تھا کہ طبیعت خراب ہے میری۔"

"مگر آپ نے تو صرف یہی کہا تھا کہ بخار آ رہا ہے۔"

"آج پندرہ دن ہو گئے...... بخار ہی تو نہیں اتر رہا اور تم جانو کہ بخار تو ہاتھی کو گرا دیتا ہے۔"

"اگر آپ نے اتنی تفصیل سے مجھے نہیں بتایا تو آپا ہی مجھے بتا سکتی تھیں۔ کہاں ہیں آپا؟ میں ان سے ذرا پوچھوں تو!"

"رابعہ تو گئی ہوئی ہے۔" بابو جی مطمئن سے لہجے میں بولے۔

"اماں کی اتنی طبیعت خراب ہے اس حالت میں چھوڑ کر وہ کہاں چلی گئیں۔"

"ان کا کالج مری گیا ہوا ہے رابعہ بھی ان کے ساتھ گئی ہے۔"

"آپ نے کیوں جانے دیا آپا کو......" ایک خوف کی لہر اس کے تن من میں دوڑ گئی۔

"اس کے کالج کی پرنسپل کا فون آیا تھا۔" بابو جی کہہ رہے تھے۔

"آپا کے لئے فون کیا تھا انہوں نے؟"

"ہاں بطور خاص کہا تھا رابعہ جیسی ذہین طالبات کے لئے یہ ٹور بالکل فری ہو گا، ہمیں بس آپ کی اجازت درکار ہے۔"

نازیہ یہ سن کر پریشان سی ہو گئی۔ "اللہ خیر کرے......" اس کا رواں رواں کانپ رہا تھا۔

"یہ آپا...... اتنی بہادر کب سے ہو گئیں...... جو چھپکلی اور لال بیگ کو دیکھ کر چیخیں مارا کرتی تھیں...... اب اتنے بڑے بڑے فیصلے از خود کرنے لگیں۔" اس نے سوچا۔

"کب آئیں گی آپا؟" اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے اس نے پوچھا۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ اماں اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے غلط سلط اندازے لگانے کی بھی کوشش کر رہی تھیں۔

"ارے کل ہفتے کو تو وہ گئی ہے پانچ دن کے لئے میڈم نے کہا تھا۔" بابو جی کا لہجہ انتہائی تسلی آمیز تھا۔

"وہ پرنسپل کے کہے ہوئے تعریفی جملے بار بار دہرا رہے تھے اور یہ سب دیکھ کر اسے مزید الجھن سی ہو رہی تھی۔ سسرال میں تھی تو وہ ساس نندوں کی باتیں سن کر اس کی طبیعت خراب ہو رہی تھی اور میکے میں آئی تو آپا کے بارے میں جان کر اسے ڈپریشن سا ہونے لگا۔

اس کا سو فیصد یہ خیال تھا کہ رابعہ آپا گھر والوں کو ڈاج دے کر عمیر کے ساتھ ماڈلنگ کے لئے گئی ہیں۔

اس کا دل یہ بات کسی صورت مان کر نہیں دے رہا تھا کہ وہ اپنے کالج کے ساتھ گھومنے پھرنے کے لئے کہیں گئی ہے! نازیہ کے پاس موبائل نہیں تھا گھر کے فون پر بابو جی زیرو کو لاک کر کے رکھتے تھے تاکہ فون کا بل زیادہ نہ آنے پائے۔ ان کا خیال تھا کہ آنے والے مہمان بھی بہانے سے لوکل کال کرنے کے بجائے دوسرے شہر میں بھی ملا دیتے ہیں یا موبائل پر نمبر ملا کر ٹیلی فون کا بل بڑھا دیتے ہیں۔

"بابو جی نماز پڑھنے گھر سے نکلے...... تو اس نے ان کی ڈائری میں سے نمبر دیکھ کر فون کا لاک کھولا اور رابعہ کے موبائل کا نمبر ملایا مگر اس کا موبائل مسلسل آف تھا۔ جب تک بابو جی مسجد میں رہے...... وہ مسلسل رابعہ کو فون کرتی رہی...... مگر وہ بھی اپنا موبائل آف کر کے جیسے بھول ہی گئی تھی۔

بابو جی کے کھنکارنے کی آواز جب دروازے پر آئی تو اس نے فون پر لاک لگا کر ان کی ڈائری ان کے ریک پر رکھ دی۔ "ہو سکتا ہے رابعہ آپا...... اپنے کالج کے ساتھ گھومنے گئی ہوں۔ یوں بھی انہیں سیر و تفریح کا شوق کچھ زیادہ ہی

تھا۔ ایسی بھی کیا تفریح کہ اماں کو اس حالت میں چھوڑ کر چلی گئیں۔" اسے آپا پر غصہ ہی تو آ گیا۔ "آ لینے دو انہیں دیکھنا کیسی صلواتیں سناتی ہوں میں ان کو۔" اس نے جیسے پلان بنایا۔

"اگر آپا کو ایسا گھومنے پھرنے کا شوق تھا تو کم از کم مجھے فون کر کے چلی جاتیں۔"

"تم تو ہر وقت کی بیمار ہو تم سے کہنے کا کیا فائدہ تھا۔" اسے یوں لگا جیسے رابعہ اس کے سامنے کھڑی اس کے سوالوں کا جواب دے رہی ہو۔

"آپا...... تم عمیر کے ساتھ ماڈلنگ کرنے گئی ہو ناں۔" اس نے اپنے خیالی ہیولے سے پوچھا۔

"ہاں میں عمیر کے ساتھ ہوں۔" رابعہ نے ہنس کر کہا۔

"آپا...... تمہیں ڈر نہیں لگتا، یہ سب کرتے ہوئے۔"

"پاگل لڑکی...... جو ڈر گیا، وہ مر گیا...... اگر میں اسی وقت ڈر جاتی تو تمہاری جگہ مجھے اجمل کے ساتھ زندگی گزارنی پڑتی مگر میں نے ڈرنے کے بجائے ہوشمندی سے کام لیا۔ اگر ایسا نہ کرتی تو مجھے اجمل کی ذلیل سی بہنوں کی کمینی باتیں بھی برداشت کرنی پڑتیں۔"

"ہاں یہ تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔"

"میں ہر بات بالکل صحیح کہتی ہوں نازیہ۔ میں اپنا ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھاتی ہوں!"

"مگر آپا...... اگر تمہاری ماڈلنگ کی خبریں اس محلے تک پہنچ گئیں تو پھر کس کس کو منہ چھپانا پڑے گا۔"

"ایسا کچھ، کبھی نہیں ہو گا۔" رابعہ کا ہیولہ غائب ہو چکا تھا اور وہ سر تھامے بیٹھی تھی۔ کبھی کوئی بات صحیح لگتی اور اگلے ہی لمحے وہ بات اسے اس قدر غلط نظر آ رہی ہوتی کہ وہ خوف زدہ سی ہو جاتی۔

"ارے روٹی تو کھا لے۔ کب سے آئی ہے بھوکی بیٹھی ہے۔" اماں کو لیٹے لیٹے بھی اسی کا خیال تھا۔

اماں کی تسلی کے لئے وہ باورچی خانے سے تورئی کی سبزی روٹی سے کھانے لگی۔

"تیرے ابا جی نے بنائی ہے یہ سبزی، اچھی ہے ناں۔" اماں اس سے پوچھ رہی تھیں۔

"ہاں بہت اچھی ہے۔" کھانا کھا کر وہ اماں کے کمرے میں چپ چاپ گم صم سی لیٹی رہی ہر کھٹکے پر اس کو یہی گمان ہوتا تھا کہ ابھی آپا آ جائیں گی۔ اسے کس مقصد کے لئے سسرال والوں نے یہاں بھیجا ہے سب اس کے دماغ سے نکل گیا تھا۔ رات گئے جب اجمل آیا اور اس نے کہا۔

"یار نازیہ...... ایسی بھی کیا جلدی تھی کہ تم اماں کو لے کر گھر آ گئیں کم از کم میرا انتظار تو کر لیا ہوتا۔"

"آپ سمجھ رہے ہیں کہ میں نے تائی سے کہا تھا کہ وہ مجھے اماں کے گھر چھوڑ آئیں۔" اس نے الٹا سوال کر دیا۔

"ہاں چھوڑا ضرور ہے مگر میں نے ان سے نہیں کہا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے میری اماں جھوٹی اور تم سچی ہو۔" وہ برا مانتے ہوئے بولا۔

"اجمل پلیز یہ بات نہیں ہے۔" اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

"پھر کیا بات ہے؟"

"مجھے تو نہیں معلوم تھا کہ ساتویں مہینے میں گود بھرائی کی رسم ہوتی ہے۔"

"وہ کیا ہوتی ہے؟" وہ حیرت سے بولا۔

''اس کی مکمل تفصیل تو مجھے بھی نہیں معلوم مگر مجھے اسی لئے چھوڑا گیا ہے۔''

''تم منع کر دیتیں کہ ہمارے ہاں نہیں ہوتی۔''

''آپ کا کیا خیال ہے کہ میں اپنے اندر اتنی ہمت رکھتی ہوں کہ کسی بڑے کی بات کو غلط ثابت کر دوں۔''

''تو پھر کیا مسئلہ ہے؟''

''گود بھرائی کی رسم کا بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اماں کی طبیعت ٹھیک ہوگی تو وہ یہ رسم بھی کر دیں گی مگر اس وقت تو اس سے بڑا مسئلہ منہ کھولے ہوئے ہے جس کی حقیقت کے بارے میں نہ اماں جانتی ہیں نہ بابو جی۔''

''میں سمجھا نہیں......'' وہ حیرت سے بولا۔

''آپا کل سے گئی ہوئی ہیں؟''

''کہاں گئی ہوئی ہیں؟''

''گھر میں تو یہ بتایا ہے کہ کالج کے ساتھ پکنک پر گئی ہیں پانچ دن کے بعد آئیں گی مگر مجھے اس کا یقین نہیں ہے۔''

''تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ عمیر کے ساتھ کہیں گئی ہوگی۔''

''ہاں سو فیصد یہی خیال ہے۔''

''ہو سکتا ہے کہ وہ کالج کے ساتھ گئی ہو کل میں کالج جا کر معلوم کر کے آتا ہوں۔'' اجمل اس کو تسلی دیتے ہوئے بولا۔

''اور اگر وہ کالج کے ساتھ نہیں گئی تو۔''

''تو پھر انتظار کرو ان کے آنے کا!''

''اجمل مجھے ڈر سا لگ رہا ہے۔''

''کیسا ڈر؟''

''اگر وہ واپس نہیں آئیں تو......کیا ہوگا؟''

''ایسا کچھ نہیں ہوگا......وہ بہت تیز لڑکی ہے ایسی کچی گولیاں نہیں کھیلے ہوئے کہ عمیر اسے بے وقوف بنا دے۔''

اگلے دن جب اجمل کالج گیا اور پکنک کے حوالے سے کچھ پوچھنا چاہا تو وہاں کے کلرک نے بتایا ان دنوں امتحانی سیزن چل رہا ہے ایسے وقت میں کون پکنک مناتا ہے اور یوں بھی یہ کالج آج تک بیرون شہر اپنی طالبات کو لے کر نہیں گیا ہے۔

شام کو جب اجمل گھر آیا تو اس کا منہ لٹکا ہوا تھا۔

''کیا کہا کالج والوں نے؟'' اس کا پہلا سوال یہی تھا۔

''تمہارا خیال صحیح ہے رابعہ شاید ماڈلنگ کرنے عمیر کے ساتھ گئی ہوئی ہے۔''

''وہ آپا ٹھیک ٹھاک واپس آ جائیں گی ناں!''

''ہاں، ہاں...... کیوں نہیں...... وہ کوئی اکیلی تھوڑی گئی ہوں گی بہت سارے لوگ ہوں گے اور لڑکیاں بھی ہوں گی۔'' اجمل اپنے تئیں اسے تسلی پر تسلی دے رہا تھا مگر اس کا دل کہہ رہا تھا......نازیہ...... تمہاری بہن اپنی عزت کا خون کئے بغیر واپس نہیں آ سکتی۔

☆☆☆

مست نظروں کی قسم ، شوخ جوانی کی قسم
تیری زُلفوں کے حسین گیت صبا نے لکھے

کمرے میں اس کی خوبصورتی نے ایک اجالا سا کر دیا تھا۔ اس کا چہرہ یوں چمک رہا تھا جیسے چودھویں کا چاند۔ اپنی مخروطی انگلیوں کو وہ بے چینی سے مروڑ رہی تھی پھر وہ اٹھی اور قدِ آدم آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ دلہن بن کر اس پر کیسا نکھار آیا تھا۔ آئینہ آج اس سے خود کہہ رہا تھا کہ وہ کسی ملک کی شہزادی ہے۔ اس نے دوپٹے کو سینے پر سے ہٹایا۔ تو بڑا سا ہار نمایاں ہو کر نظر آنے لگا۔ بازو اوپر کئے تو چوڑیاں شور مچانے لگیں۔

''رابعہ کیا کبھی تم نے سوچا تھا کہ زندگی کے اس دور میں داخل ہوگی؟'' اس نے اپنے آپ سے پوچھا۔

''نہیں!'' اس کا من اسے خود جواب دے رہا تھا۔ وہ بستر پر بیٹھ کر اپنی چیزوں کو پھر ناقدانہ انداز میں دیکھنے لگی۔

سرخ رنگ کا جوڑا اس نے پہنا ہوا تھا۔ اپنا میک اپ اس نے از خود خاصا اچھا کر لیا تھا۔ میچنگ جیولری بھی اس پر خوب جچ رہی تھی۔

ہوٹل یوں تو درمیانے درجے کا تھا مگر عمیر نے اس کمرے کو موتیئے کی لڑیوں سے خوب سجوایا تھا۔ کمرے میں مسحور کن خوشبو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ وہ تیار ہو کر کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر میں عمیر کے دو دوستوں کی بیویاں اس کے پاس آ گئیں اور عمیر کا نام لے کر اسے چھیڑنے لگیں۔

''آپ بے حد خوش قسمت ہیں، عمیر نے آپ سے شادی کا فیصلہ کر لیا ورنہ اس سے تو صرف اس شہر کی پچاس فیصد لڑکیاں شادی کرنا چاہتی تھیں اور دور کی بات تو جانے دیں۔''

''کیا واقعی......؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ عمیر کتنا پاپولر سنگر ہے۔''

''کیوں نہیں، میں تو خود اس کے گیتوں کی دیوانی ہوں۔''

''چلو اچھا ہوا کہ دیوانی کو اس کا دیوانہ مل گیا۔'' انہوں نے قہقہہ لگایا اور رابعہ جھینپ سی گئی۔

''اللہ آپ پر کس قدر روپ آیا ہے۔ عمیر دیکھ کر خوشی سے نہال ہو جائے گا۔''

تب رابعہ کا دل چاہا۔ کاش میری شادی ایسی راز داری سے نہیں ہوتی تو سارے مہمان بھی میری تعریفیں کر رہے ہوتے اور یہ تعریفیں سن کر اماں کا چہرہ خوش ہو رہا ہوتا اور نازیہ کو فخر آمیز مسرت ہو رہی ہوتی۔

''رابعہ آپ اتنی خاموش کیوں ہیں؟'' ایک لڑکی نے پوچھا۔

''مجھے اپنے گھر والے یاد آ رہے ہیں اگر وہ سب میری اس خوشی میں شریک ہوتے تو میری خوشی سو گنا بڑھ جاتی۔''

''اُفوہ کیسی اَنٹ شنٹ باتیں سوچ رہی ہیں آپ، میری شادی خود چوری چھپی ہوئی تھی۔ بعد میں افضل نے

اپنے گھر والوں کو بتایا تھا۔ تب وہ لوگ آ کر میرے گھر سے رخصت کرا کے مجھے لے گئے۔''

''واقعی ایسا ہوا تھا آپ کے ساتھ؟''

اسے کچھ تسلی ہوئی۔ وہ اس وقت اپنے آپ کو ایسی تہی دامن سمجھ رہی تھی جو ساری کشتیاں جلا کر چلی آئی ہو۔

''افضل کے پاس تو پیسے کی کمی کا مسئلہ ہوتا تھا مگر عمیر کے ساتھ تو ایسی کوئی بھی پریشانی نہیں ہے۔ مجھے پوری امید ہے کہ عمیر اپنی شادی کا اعلان بہت جلد کرے گا۔''

''واقعی؟'' اس کا رواں رواں سوالی بن کر پوچھ رہا تھا۔

''وہ بہت اچھی نیچر کا لڑکا ہے، میرے شوہر تو اس کے ساتھ اپنی دوستی پر فخر کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ نئی زمانہ عمیر جیسے لوگ ناپید ہیں۔''

''ہاں، یہ تو ہے۔'' مسرت اور خوشی اس کے چہرے پر رنگ بکھیرنے لگی۔

''قاضی صاحب آ رہے ہیں۔'' باہر سے کسی نے آواز لگائی۔ دونوں لڑکیوں نے ایک ریشمی چادر اسے گھونگٹ کی شکل میں اوڑھا دی۔ قاضی صاحب اپنی قرأت بھرے لہجے میں اس سے پوچھ رہے تھے۔

''رابعہ احمد، والد احمد فخر الدین آپ کو عمیر حسین ولد حسین رضا کی زوجیت 50 لاکھ مہر کے ساتھ قبول ہے؟'' اور رابعہ دھیمے لہجے میں اقرار کر رہی تھی۔

''آپ یہاں دستخط کر دیجیے۔'' انہوں نے نکاح کا فارم اس کے سامنے کیا۔ رابعہ نے خوشی سے کانپتے ہاتھوں سے دستخط کیے۔

وہ یہ بات سوچ نہیں سکتی تھی کہ عمیر اپنی بات کا اتنا پکا بھی ہوگا۔ پچاس لاکھ مہر کوئی اتنی معمولی رقم نہیں تھی۔ اس کے اپنے خاندان میں آج تک پانچ، دس یا پندرہ ہزار سے زیادہ کسی کا مہر نہیں بندھا۔ ان کے خاندان کے امیر کبیر لوگ جو کافی عرصے سے ملک سے باہر رہ کر آئے تھے۔ انہوں نے اپنے لڑکے کی شادی کا مہر پچیس ہزار باندھا تھا۔ جسے خاندان کے لوگوں نے بڑی حیرت سے سنا تھا اور پچاس لاکھ سن کر تو اسے لگا تھا کہ اسے کہیں شادیٔ مرگ نہ ہو جائے۔ اس گھر کو نہ صرف ڈبل اسٹوری بنوالیں گے بلکہ اسے اچھی طرح سیٹ بھی کر لیں گے۔ ایک ڈیڑھ لاکھ کی چار پہیے والی کوئی سوزوکی ٹائپ ٹھیلا گاڑی بھی لے لیں گے پھر بھی ہتھیلی میں کچھ پیسے بچ جائیں گے۔ کاش آج اماں اور بابوجی ہوتے تو انہیں یہ پتا چلتا کہ اللہ نے میرا نصیب کتنا اچھا بنایا ہے۔ میں عام ڈگر کی لڑکی تھی ہی نہیں تو پھر میری شادی اپنی برادری کے کسی عام سے لڑکے سے کیونکر ہو سکتی تھی۔

ابھی وہ سوچوں کے بھنور میں پھنسی ہوئی تھی کہ عمیر کے دونوں دوست مبارک اور سلامت کے نعرے لگاتے ہوئے عمیر کو اپنے ساتھ لئے کمرے میں آ گئے۔

''تم لوگ جاؤ ہال میں جا کر کھانا کھاؤ۔'' عمیر نے شوخ سے لہجے میں کہا۔

''تم اور بھابی بھی ہمارے ساتھ چلو ناں۔'' ایک نے کہا۔

''ہرگز نہیں...... آج رات کا کھانا ہم دونوں اپنے اس بیڈ روم میں ہی کھائیں گے۔''

''ٹھیک ہے یار پھر ملیں گے۔'' دونوں دوست ہاتھ ملاتے ہوئے چلے گئے۔ ان کی بیگمات ان سے پہلے ہی کمرہ چھوڑ چکی تھیں۔ شاید وہ بھی کھانا کھانے کے لئے ہال میں جا چکی تھیں۔

''پہلے کھانا کھالیا جائے۔'' عمیر نے شریر سے لہجے میں پوچھا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے۔'' اس نے شرما کر کہا۔ پچاس لاکھ کا مہر اس کے دماغ میں دھمالیں ڈال رہا تھا۔

''مجھے بھوک لگ رہی ہے تو ساتھ تو تمہیں بھی دینا پڑے گا۔'' اس نے محبت بھرے لہجے میں کہا اور پھر وائٹ نگوں کی ایک خوبصورت انگوٹھی اسے پہناتے ہوئے کہا۔

''یہ ڈائمنڈ رنگ بے حد قیمتی ہے، کبھی کسی کے سامنے مت پہننا۔ ورنہ مجھے خدشہ ہے کہیں اس انگوٹھی کی وجہ سے ہی تمہارے گھر میں ڈاکہ نہ پڑ جائے۔''

''بہت خوبصورت انگوٹھی ہے۔'' رابعہ نے بے اختیار اسے اپنی آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

''اپنے ڈریس دیکھو گی؟'' عمیر نے محبت سے پوچھا۔ اس نے رضامندی سے سر ہلایا۔ وہ اسے ڈریسنگ روم میں لگی وارڈ روب تک لے گیا۔ جس میں عمیر کے کپڑوں کے ساتھ اس کے ڈریس بھی لٹکے ہوئے تھے۔

''کپڑے زیادہ نہیں ہیں مگر ہیں سارے کے سارے اسٹائلش۔'' وہ گہرے گلے اور سلیولیس شرٹس دکھاتا ہوا بولا۔

''اچھے ہیں۔'' وہ خوش دلی سے بولی۔

''اور یہ سرخ نائٹی کیسی ہے؟'' وہ اسے دکھاتے ہوئے بولا اور اس نے شرما کر سر جھکا لیا۔

''رابعہ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ تم یوں اچانک میری زندگی میں شامل ہو جاؤ گی۔'' وہ اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''عمیر، میں تمہارے خواب تو ضرور دیکھتی تھی مگر مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ ہمارا ملن واقعی ہو جائے گا۔''

''لگتا ہے تم نے مجھ پر کوئی جادو کر دیا ہے۔'' اس نے شرارت سے اس کے لمبے بالوں کی چوٹی اپنے ہاتھ پر لپیٹتے ہوئے کہا۔ ''میں نے جادو کر دیا ہے تم پر؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں رابعہ میں واقعی تمہارے حسن کے جادو کا شکار ہوا ہوں۔ تمہیں دیکھ کر میں اپنی سدھ بدھ کھو بیٹھتا تھا۔ اس لئے میں نے سوچا کہ اچھے لڑکے کی طرح مجھے تم سے شادی کر لینا چاہئے اور بالآخر میں نے اپنا وعدہ نبھا دیا۔'' تب وہ بے اختیار اس کے سینے سے جا لگی مگر آنکھوں سے آنسو جھل جھل بہہ رہے تھے۔ ''میری جان...... یہ آنسو کیسے ہیں؟

''خوشی کے ہیں۔'' اس نے دھیرے سے کہا اور عمیر کے قہقہے نے اس کا باقی جملہ سلب کر لیا۔

☆☆☆

کمرے میں دن اور رات کیسے گزر رہے تھے اس کو کچھ معلوم ہی نہیں تھا۔ کھا لیا، پی لیا، ہنس بول کر سو گئے، جب اٹھے پھر کچھ کھا پی لیا اور سو گئے۔ عمیر نے جو اس کے لئے کپڑے خریدے تھے وہ صبح و شام اسے پہن کر دکھاتی اور عمیر اس کی ایک ایک ادا کی تعریف کرتا۔

''رابعہ اگر تم بالی وڈ میں ہوتیں تو ٹاپ کی ہیروئن ہوتیں۔ ایشوریا تمہارے آگے پانی بھرتی۔''

''پھر بیچارے ابھیشک کا کیا ہوتا؟'' رابعہ کو ہنسی آ جاتی۔ ''تمہارا ابھیشک تو میں ہوں۔''

''ہاں، اس میں کیا شک ہے۔ آپ تو میرے مجازی خدا ہیں۔'' لہجہ تک سر جھکا دیتا۔

''تم مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ گی تو مجھے بے حد یاد آؤ گی۔ اب تو تم میری شرعی بیوی ہو، تمہیں میرے ساتھ ہفتے میں ایک شب تو لازمی ہونا چاہئے۔''

''میں ہر ہفتے اپنے گھر سے ایسے جھوٹ کیسے بول سکتی ہوں؟''

''تو دن میں ہی مل لیا کرنا۔'' جانے سے پہلے وہ اس سے وعدے لے رہا تھا۔

''آیا کروں گی ناں ملنے...... کہہ تو دیا۔'' وہ لاڈ بھرے لہجے میں بولی۔

''اچھا کل تم جا رہی ہو تو کیا پرسوں آ جاؤ گی ملنے کے لئے؟''

''ابھی دو چار دن تو رک جائیں، موقع دیکھ کر ہی نکل پایا کروں گی کہ اب آپ کے بغیر رہنا میرے لئے بھی تو مشکل ہے۔''

''آئندہ مہینے میں لاہور جاؤں گا۔ میرے ساتھ چلو گی؟''

''کاش چل سکتی مگر کالج والے ہر مہینے تو پکنک پر نہیں جایا کرتے۔''

''اس کا مطلب ہے، مجھے کچھ اور سوچنا پڑے گا۔'' وہ ہنستے ہوئے بولا۔

''ہاں...... دماغ تو آپ کا خاصا زرخیز ہے۔ کوئی تدبیر نکال لیجیے گا۔''

''وہ تو کچھ کرنا پڑے گا ہی ورنہ میں بہت بور ہو جاؤں گا۔''

''عمیر اگر یہ شادی...... نارمل انداز میں اور نارمل حالات میں ہوتی تو ہم کو یوں ڈر ڈر کے نہ ملنا پڑتا۔''

''کہتی تو تم ٹھیک ہو۔''

''اب بتا عمر، کہ ہم دونوں کو میاں بیوی ہونے کے باوجود آپس میں ملنے کے لئے کتنے پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔''

''مگر جانو تم یہ تو سوچو کہ اگر میں اپنی شادی ڈکلیئر کر دوں تو میرے بینڈ کا بینڈ بج جائے گا، آج ہزاروں، لاکھوں لڑکیاں جو میری دیوانی ہیں وہ مجھے چھوڑ کر کسی اور کے پیچھے لگ جائیں۔''

''کیا بات صرف یہی ہے؟'' اس کا دل جیسے مٹھی میں آ گیا تھا کہ اسے اپنی شہرت اس کی عزت سے زیادہ عزیز ہے۔

''یار...... تم جانتی تو ہو، میرے ای پاپا مجھے گھر سے کان پکڑ کر نکال دیں گے اور کہیں گے کہ ایسی کیا آفت آ گئی جو اپنی بڑی بہن سے پہلے تمہیں دلہا بننے کا شوق ہو گیا۔''

''اس سارے معاملے میں میرا کیا قصور ہے؟''

''تم خوبصورت بہت ہو اور تمہاری خوبصورتی نے مجھے اپنا بنا لیا۔ تم سے شادی کرتے وقت میں نے کچھ بھی نہیں سوچا۔''

''میں نے کون سا سوچا۔'' وہ بولی۔ ''جب ہی تو کہہ رہا ہوں کہ جلدی جلدی ملنا تاکہ ہم دونوں مل کر خوب سوچیں۔'' اس نے شرارت سے کہا۔ تب وہ بھی ہنس دی۔

☆☆☆

سہانی جم گئی ہوئی تھی اور سرمد آفس کے لئے نکل گیا تھا۔ اماں نے کریمن سے کہا۔ ''نیچے کی صفائی کرنے سے پہلے سرمد کے کمرے کی صفائی کر آؤ۔'' کریمن ہوا کی طرح اوپر گئی اور طوفان کی طرح نیچے آ گئی۔

''اب کہہ دے کہ خالی کمرے میں جن کھڑا ہوا تھا جس نے تجھے منع کر دیا کہ وہاں صفائی نہ کرنا۔''

''اماں جی وہاں جن ہی تو تھا جب ہی تو نیچے بھاگی چلی آئی۔''

''کیا بک رہی ہے؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔'' اماں نے جھلا کر کہا۔

''میں بھابی جی کے کمرے میں جھاڑو لگا رہی تھی کہ پلنگ کے نیچے سے کوڑے کے بجائے یہ سونے کے جھمکے باہر

آ گئے۔''

''ارے دکھائیو تو سہی۔ کیا واقعی سونے کے جھمکے بیڈ کے نیچے پڑے تھے۔'' اماں نے اپنی آنکھوں کو مزید چندھی کر کے اس کے ہاتھ کو دیکھا جہاں جھمکے رکھے چمک رہے تھے۔

''ارے یہ تو بری کے بڑے والے سیٹ کے جھمکے ہیں جو اس نے یوں پھینک رکھے ہیں۔''

''اماں جی میں کیسے ان کے کمرے کی صفائی کروں؟ کوئی چیز کھو جائے گی تو میرا نام آئے گا کہ صرف کریمن ہی اس کمرے میں آتی ہے۔ وہ ہی لے اڑی ہو گی۔'' اماں نے جھمکے اپنے ہاتھ میں لے لئے اور چپ ہو گئیں۔ تھوڑی دیر میں سہانی آئی۔ وہ شاید اپنے کمرے میں جانا چاہ رہی تھی کہ اماں نے آواز دی۔

''سہانی...... پہلے میری بات سنو۔''

''جی اماں......!'' وہ آ کر ان کے پاس کھڑی ہو گئی۔ ''یہ تمہارے جھمکے ہیں؟'' انہوں نے ہاتھ پر رکھے جھمکے اس کے دکھاتے ہوئے کہا۔ ''جی ہاں، یہ جھمکے تو میرے ہیں مگر یہ آپ کے پاس کیا کر رہے ہیں؟''

''تم اگر انہیں پھینکتی پھرو گی تو کیا مجھے پوچھنا بھی نہیں چاہئے؟''

''نہیں پوچھنا چاہئے کہ یہ جھمکے اب آپ کے نہیں ہیں میرے ہیں، میں انہیں پہنوں، پھینکوں، رکھوں آپ کو اس میں دلچسپی لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔''

''بیٹا ہمارے گھر میں حلال کی کمائی آتی ہے اور حلال کی کمائی لٹائی نہیں جاتی۔ ہاں جہاں حرام آتا ہو، وہاں ایسی کوئی پروا نہیں ہوتی ہے۔''

''اماں جان...... میں یہ طنزیہ باتیں سننے کی عادی نہیں ہوں، آپ کے لئے یہ اچھا ہی ہو گا کہ اپنے کام سے کام رکھیں ورنہ میں اور سرمد کہیں بھی رہ سکتے ہیں۔'' یہ کہہ کر سہانی رکی نہیں۔ دھڑ دھڑ کرتی سیڑھیاں چڑھتی اوپر چلی گئی۔ کریمن نے دیکھا۔ اماں اپنی آنکھوں میں سمندر دبائے بیٹھی تھیں۔ وہ تیزی سے پانی کا گلاس رکھ کر، پیٹھ موڑے کمرے سے باہر نکل گئیں۔ اماں کی بے عزتی، اس سے بھی سہی نہیں جا رہی تھی۔ باورچی خانے میں دوپٹا منہ پر رکھ کر وہ بھی رونے لگی۔ کتنے عرصے سے وہ اس گھر میں کام کر رہی تھی۔ ایسا ماحول اور ایسا رویہ اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

☆☆☆

رابعہ نے گھنٹی ایک بار ہی بجائی تھی مگر نازیہ نے اتنی تیزی سے دروازہ کھولا کہ رابعہ کو یہ گمان ہوا کہ وہ دروازے کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔ ''تم کب آئیں......؟'' وہ گھر میں گھستے ہوئی بولی۔ ''جب آپ گئیں۔''

''اچھا...... اچھا...... آخر بابو جی نے تمہیں بلا ہی لیا۔''

''آپا جب آپ جا رہی تھیں تو آپ کو بتا کر جانا چاہئے تھا۔''

''میں کون سا جا رہی تھی۔''

''آپ کا کوئی پروگرام نہیں تھا جانے کا؟''

''بالکل بھی نہیں، مجھے تو معلوم بھی نہیں تھا۔''

''تو پھر کیوں چلی گئیں آپ جبکہ اماں اتنی بیمار ہیں؟''

''مجھے تو بابو جی نے بھیجا تھا کہ جب تم کالج کی اتنی ہونہار طالبہ ہو تو تمہیں اس کے ساتھ لازمی جانا چاہئے۔'' رابعہ

نے فخر سے کہا۔ "ہونہار تو آپ ہیں۔ اس میں واقعی کوئی شک نہیں مگر آپ کالج کے ساتھ پکنک پر تو نہیں گئی تھیں۔"

"تم سے، کس نے کہا۔" ایک لمحے کے لئے رابعہ کا چہرہ فق ہو گیا۔

"میری نند کی سب سہیلیاں آپ کے کالج میں پڑھتی ہیں اور تین تو آپ کی کلاس فیلوز بھی ہیں۔"

"ہوں...... خوب سراغ رسانی کی گئی ہے میری۔" وہ تمسخر سے بولی۔

"عمیر کے ساتھ کہاں گئی تھیں آپ؟" وہ اس کا سر سے پیر تک جائزہ لیتے ہوئے بولی۔

"اچھا...... تمہیں پتا چل گیا ہے۔" وہ ناز سے ہنسی۔

"مجھے کسی نے کچھ نہیں بتایا، یہ میرا اندازہ ہے۔"

"ہاں میں عمیر کے ساتھ ہی گئی تھی۔" اس نے فخر سے اعتراف کیا۔

"تو گویا اس نے آپ کو بے وقوف بنا ہی لیا۔"

"عمیر نے مجھے نہیں بلکہ میں نے عمیر کو بے وقوف بنا لیا۔" وہ پھر ہنسنے کے لئے پر تولنے لگی۔

"بات ایک ہی ہے کہ آپ اس کے لئے ماڈلنگ کریں یا وہ اپنے لئے آپ سے ماڈلنگ کروائے۔"

"اس میں ماڈلنگ کا کہاں سے ذکر آ گیا؟" وہ اس تحقیر بھری نظروں سے اس کی چھلا سی سونے کی انگوٹھی کو دیکھتے ہوئے بولی جو اجمل نے اسے رونمائی میں دی تھی۔

"تو پھر آپ عمیر کے ساتھ کیوں گئی تھیں؟" نازیہ کا دل دھڑک کر جیسے بے قابو ہو گیا۔

"شادی کرنے۔" اس نے اتنے آرام سے کہا جیسے کہہ رہی ہو کہ آج موسم بہت اچھا ہے۔

"آپا، دماغ تو خراب ہو گیا آپ کا کیسے کر لی آپ نے شادی...... جس میں نہ اماں شریک ہوئیں، نہ بابو جی۔"

"جب وقت آ جاتا ہے تو کسی کے ہونے یا نہ ہونے کا کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"آپ کو اپنی شادی میں کسی کی کمی محسوس نہیں ہوئی!" وہ حیرت سے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"میری قسمت میں میری شادی ایسی ہی لکھی تھی تو میں کیا کر سکتی تھی۔"

"آپا اس دو ٹکے کے گلوکار نے آپ کو بے وقوف بنایا ہے، وہ تو ابھی اتنا بھی معروف نہیں ہوا ہے کہ صرف کراچی میں ہی پہچانا جائے۔"

"بے وقوف لڑکی تم اس کو دو ٹکے کا نہ کہو اور نہ مجھے۔" وہ زعم بھری مسکراہٹ اپنے لبوں پر سجا کر بولی۔

"اس شخص نے آپ کو دو کوڑی کا نہ رکھا اور آپ کو اس بات پر فخر ہے۔"

"ہاں فخر ہے کہ میرا مہر ہی صرف پچاس لاکھ کا ہے۔"

"کیا اس نے پچاس لاکھ روپے آپ کو ادا کر دیے؟"

"نکاح نامے میں تو درج ہیں۔ دے بھی دے گا، نہ وہ بھاگا جا رہا ہے اور نہ میں۔"

"وقت تو اڑیل گھوڑے کے ساتھ بھی بھاگتا ہے۔"

"ہمارا وقت ہمارے ساتھ قدم بڑھاتا ہے۔" ہنس کر کہا گیا۔

"نکاح نامہ آپ کے پاس ہے؟"

"وہ تو لے لوں گی۔ اس کی تم پرواہ مت کرو کہ میں نے اس سے یہ نہیں کہا تھا کہ میرا مہر اتنی بڑی رقم رکھو، یہ سب

اس نے از خود کیا تھا کہ وہ مجھ سے دل سے محبت کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ مجھے زندگی کے کسی بھی موڑ پر کمزور اور ناتواں نہیں دیکھنا چاہتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ میں ہر رشتے میں اپنا بھرم اور سر اونچا رکھوں اس کی یہ خواہش ہے کہ میں ایک شاندار زندگی بسر کروں، اب دیکھو جو اس نے رونمائی میں مجھے انگوٹھی دی ہے اس میں صرف پانچ لاکھ کے تو ہیرے لگے ہوئے ہیں۔ یہ عمیر کی ماں کی خاندانی انگوٹھی ہے، عمیر نے چپکے سے اپنی ماں کے لاکر سے یہ انگوٹھی اس وجہ سے نکالی کہ اس کی اصل حق دار میں ہی تھی۔"

"اگر ان کی ماں کو پتا چل جائے تو......؟"

"کیا ہو گا......؟"

"پولیس رپٹ تو ہو جائے گی اگر وہ انگوٹھی اتنی قیمتی ہے تو......" نازیہ نے جملہ ادھورا چھوڑ کر اسے دیکھا۔

"جب ہی تو عمیر نے کہا ہے کہ کسی کے سامنے پہن کر مت جانا، ہاں، جب میں اس سے ملنے جایا کروں گی تو یہ انگوٹھی ضرور پہن کر جایا کروں گی۔" رابعہ نے اپنے پرس کے اندرونی زپ میں سے وہ انگوٹھی نکال کر دکھائی جس میں وائٹ موٹے موٹے نگ جڑے ہوئے تھے۔

"دیکھنے میں تو عام سی انگوٹھی لگ رہی ہے مگر ہے واقعی خوبصورت اگر جعلی نگوں کی بھی ہے تو پھر بھی خوبصورت ہے۔" نازیہ نے کہا۔

"یہ جعلی نگوں کی ہے ہی نہیں تو اس کو جعلی کیوں کہہ رہی ہو۔" رابعہ کو غصہ ہی تو آ گیا۔

"آپا میں تو ایسے ہی ایک بات کہہ رہی تھی۔ آپ خواہ مخواہ برا مان رہی ہیں۔"

"بس آج کل مجھے بے وجہ غصہ آ رہا ہے۔"

"آج کل تو آپ کو خوش رہنا چاہئے کہ جو آپ چاہتی تھیں وہی آپ نے پا لیا۔"

"اس کے باوجود مجھے رہنا تو یہاں پڑے گا ناں۔ بہ مشکل ہفتے میں ایک دو بار ہی میں اپنے شوہر سے مل پاؤں گی۔"

"آپا......! ابھی آئے آپ کو گھنٹہ نہیں ہوا، عمیر سے ملنے کے لئے پھر سے سوچنے لگیں۔"

"تمہارے خیال میں نئی دلہن کو اپنے دلہا سے الگ رہنا چاہئے، مہینوں اس کی شکل نہ دیکھے وہ۔"

"مجھے دوسری بات سے ڈر لگ رہا ہے۔"

"ڈرنے کی کیا بات ہے بھلا۔ نکاح ہی تو کیا ہے کوئی غلط کام تو نہیں کیا۔" وہ ڈھٹائی سے بولی۔

"آپا اگر کوئی بچے وچے کا سلسلہ ہو گیا تو پھر کیا ہو گا۔ اس نہج پر بھی آپ نے کچھ سوچا ہے یا نہیں۔"

"ایسا فی الحال میرے ساتھ کوئی مسئلہ نہیں ہو سکتا۔"

"کیوں نہیں ہو سکتا؟ پانچ دن آپ رہ کر آئی ہیں اور آپ ہفتے میں دو بار ملنے کی مزید تمنائی ہیں۔"

"عمیر مجھے......" اس نے کچھ سرگوشی میں کہا تھا۔

"ایسا کب تک چلے گا؟ دنیا کی آنکھوں میں دھول ڈال کر، آپ کب تک عمیر سے ملتی رہیں گی؟"

"جب تک ملنا ہو گا ملتے رہیں گے اور پھر انشاء اللہ وہ دن بھی جلد آ جائے گا جب عمیر اپنی شادی کا اعلان کر دے گا۔"

"اللہ آپ کے حال پر رحم کرے مگر مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔"

"تم پریشان مت ہو۔ جلد ہی کوئی اچھا حل بھی نکل آئے گا۔" رابعہ نے ہنس کر بہن سے کہا۔

اپنے بیگ میں وہ سارے جوڑے لے آئی تھی جو عمیر نے بوتیک سے اس کے لئے لے کر رکھے تھے۔ گھر آ کر اس نے اپنے تمام جوڑے اپنی الماری میں ٹانگ دیے۔

"آپا ان کپڑوں کو آپ فی الحال اپنے بیگ میں ہی رکھتیں...... اگر اماں نے یہ کپڑے دیکھ لئے تو آپ کیا کیا وضاحتیں دیتی پھریں گی۔"

"اماں سے بستر سے تو اٹھا نہیں جا رہا، میری الماری چیک کریں گی۔" وہ تمسخر سے نازیہ کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"آپ کے خیال سے اماں کبھی ٹھیک نہیں ہوں گی، یوں ہی ہمیشہ بستر پر پڑی رہیں گی۔"

"یہ میں نے کب کہا ہے؟"

"مگر آپ مطمئن اور آسودہ تو لگ رہی ہیں۔"

"نازیہ میری زندگی کا دوسرا دور شروع ہوا ہے تو کیا میں آسودہ دکھائی بھی نہ دوں؟"

"ضرور دکھائی دیں مگر اپنے اطراف سے آنکھیں بند کر کے نہ بیٹھیں۔ اماں ان دنوں بے حد بیمار ہیں ذرا سی بات ان کی مزید طبیعت خراب کر سکتی ہے۔"

"میری جانب سے بے فکر رہو...... میں ایسی پاگل نہیں ہوں۔" نازیہ اس کی بات سن کر چپ ہو گئی۔ شام کو اجمل اسے لینے آیا تو نازیہ نے جانے سے انکار کر دیا۔

"تمہاری آپا تو اب گھر آ گئی ہیں، اب گھر چلو۔"

"میرا اماں کے پاس رہنے کو دل چاہ رہا ہے۔"

"ماڈلنگ کر آئیں تمہاری بہنا۔" رابعہ سامنے سے ہٹی تو اجمل نے رازداری سے بیوی سے پوچھا۔

"ہاں...... کر آئیں۔"

"خیریت سے تو آئی ہیں ناں گھر۔" اجمل کے سیدھے سادے لہجے میں بہت سے سوال پوشیدہ تھے۔

"ہاں!" وہ سپاٹ سے لہجے میں بولی۔

"چال میں تو بڑی ٹھنا ٹھنی آ گئی ہے۔" وہ سر جھکائے چائے پی رہا تھا مگر کمنٹری جاری تھی۔

"داماد کبھی بیٹا نہیں ہوتا، سسرال کے عیب ڈھونڈ ڈھونڈ کر تلاش کرتا ہے اور پھر مزے لیتا ہے۔" اماں کی باتیں اس کے ذہن میں گونجنے لگیں۔

"آپ اپنے کام سے کام رکھیں۔" نازیہ نے سخت سے لہجے میں میاں سے کہا۔

"تمہاری بہن کو تو سب ہی پٹاخا کہتے ہیں۔ اس لئے میں نے بھی کہہ دیا۔" وہ نازیہ کے لہجے کا ملال محسوس کرتا تاویلیں دینے لگا۔

"اب برے لوگوں کی حرص تو آپ کو نہیں کرنی چاہئے ناں؟" اجمل کا دل چاہا کہ بیوی سے پوچھے تم کس کو برا کہہ رہی ہو...... اپنی بہن کو...... دوسرے لوگوں کو...... یا پھر مجھے...... مگر وہ سوچ کر ہی رہ گیا اور اٹھتے ہوئے بولا۔

"تم بتاؤ...... میں کب تمہیں لینے آؤں؟"

"میں آپ کو فون کر دوں گی۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم ایک ہفتے سے بھی زیادہ رہنا چاہتی ہو۔"

"ہاں، شاید یہی بات ہے۔" اعتراف کر لیا۔

"بات کیا ہے آخر؟" وہ شاید اس سے اگلوانے کے موڈ میں تھا۔

"کوئی بات نہیں ہے۔" رابعہ کی شادی کی بات وہ کسی صورت اجمل کو بتانا نہیں چاہتی تھی۔

"اماں پوچھیں گی کہ نازیہ کیوں نہیں آئی تو کیا کہوں......" وہ ایسی سادگی سے بولا جیسے ماں کے سامنے صرف اس کے رٹائے ہوئے جملے بولنے کا عادی ہو۔

"ابھی اماں کی طبیعت خراب ہے اور میں بھی کوئی اپنے آپ کو بہتر محسوس نہیں کر رہی ہوں۔ اس لئے میں ابھی یہیں رہنا چاہوں گی۔ باقی جو آپ کا دل چاہے کہہ دیں۔" اس نے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے دھیمے سے لہجے میں کہا ورنہ اس وقت خوب زور زور سے رونے کو دل چاہ رہا تھا۔ رابعہ آپا نے کتنا بڑا معرکہ سرانجام دے دیا تھا، اس کو سوچتے ہوئے اس کے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔ اجمل چلا گیا تو وہ پھر آپا کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی۔

"عمیر کب تک اپنی شادی کو خفیہ رکھے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ زیادہ دن نہیں رکھ پائے گا۔ وہ مجھ سے بے حد محبت کرتا ہے، ایک دن میرے سر میں درد ہوا تو فوراً اپنی جیب سے ہزار کا نوٹ نکال کر میرا صدقہ اتار کر گاڑی کے ڈیش بورڈ میں رکھ دیا کہ کسی غریب کو دے دوں گا۔"

"پھر اس نے آپ کے سامنے کسی فقیر کو دے دیا ہوگا۔"

"ظاہر ہے اس نے جب میرا صدقہ اتارا تھا تو کسی غریب کو ہی دیا ہوگا۔ اس پیسے سے اپنی شرٹ تو نہیں خریدی ہوگی۔" رابعہ کا لہجہ خفگی لئے ہوئے تھا۔

"جب آپ کے سامنے اس نے کسی کو دیا ہی نہیں تو کیسے کہہ سکتی ہیں کہ اس نے کسی غریب کو دیا ہوگا۔"

"یہ بے ایمانی کی، شک وشبے کی باتیں ہم جیسوں کے ذہنوں میں آتی ہیں۔"

"کیوں، کیا اس کا دماغ نہیں ہے یا ذہن نہیں ہے۔"

"وہ ایک امیر گھرانے کا لڑکا ہے۔ ہمارے خاندان میں تو آنے والے پچاس سالوں میں بھی کسی لڑکی کا پچاس لاکھ مہر نہیں بندھ سکتا۔"

"ہماری فیملی عمیر کی فیملی سے ہر لحاظ سے پیچھے ہے۔"

"آپا مجھے تو بہت شاطر لگ رہا ہے۔"

"تمہارا اگر دماغ خراب ہے تو میں کیا کر سکتی ہوں۔" رابعہ نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"آپا...... پلیز میری ایک بات توجہ سے سنیں۔"

"ہاں...... کہو...... اب کون سا الزام اس پر لگانا چاہتی ہو۔"

"بے شک عمیر نے پچاس لاکھ کا مہر باندھا مگر اس نے آپ کو ادا نہیں کیا۔ اگر وہ اتنا ہی لاٹ صاحب کا بچہ تھا تو اس رقم کا آدھا یا چوتھائی حصہ ہی ادا کر دیتا۔"

"نازیہ وہ ایسا نہیں ہے۔ وہ تو مجھے اپنے ساتھ باہر گھمانے کیلئے لے جانا چاہتا ہے مگر میں ایسا خود منع کر رہی ہوں۔"

"کب تک ایسا ہوگا؟"

"مجھے یقین ہے کہ بہت جلد اس کا حل نکل آئے گا کہ وہ اب میرے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ مجھ سے والہانہ انداز

میں محبت کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرے بغیر رہنا اس کے لئے بہت مشکل ہوگا۔'' تب نازیہ چپ ہوگئی اور رابعہ اندر کمرے میں جاکر موبائل سے عمیر کو فون کرنے لگی اور جب باہر آئی تو چہرہ مارے خوشی کے تمتما رہا تھا۔

''کوئی خاص بات کہی ہے عمیر نے جو یوں چہرے پر انار جھپٹ رہے ہیں؟''

''وہ کہہ رہے ہیں کہ کل کسی طرح ملو، میں نے بڑی مشکلوں سے پرسوں کے لئے ٹالا ہے۔''

''تو آپ پرسوں جائیں گی عمیر سے ملنے؟''

''شوہر اپنی بیوی کو بلائے تو کیا نہیں جانا چاہئے؟'' وہ تیکھی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''ہاں...... ہاں کیوں نہیں، ضرور جانا چاہئے بلکہ سر کے بل جانا چاہئے۔''

''تم ابھی تو یہاں ہی ہو نا؟''

''ہاں ہاں! میں یہیں ہوں اماں کو اس حال میں چھوڑ کر میں نہیں جاسکتی۔ ابھی تک انہیں سہارے کے بغیر چلنا مشکل لگتا ہے۔''

''اماں تو ایک دم ہی ڈھے سی گئی ہیں، اچھی خاصی بڑی خالہ کے ہاں دعوت میں گئی تھیں۔ وہاں سے آئی ہیں تو چپ چپ سی تھیں۔ صبح اٹھی ہیں تو بخار نے اٹھنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔'' اب رابعہ بیچاری کو بھلا کیا پتا تھا کہ اماں اپنی میکے میں جاکر کیسی خوار ہوئی تھیں۔ جب بڑی خالہ نے بوسیدہ سا اخبار انہیں دکھاتے ہوئے کہا تھا۔ ''دیکھو یہ رابعہ لگ رہی ہے۔''

''رابعہ لگ رہی ہوگی مگر یہ رابعہ نہیں ہے۔'' اماں کو خالہ کی بات سن کر ہی غصہ آگیا تھا۔

''ہاں اس کا نام تو نہیں لکھا اور پھر اس ٹائپ کے کپڑے کبھی رابعہ کو پہنے بھی نہیں دیکھے مگر اس تصویر میں رابعہ کی مشابہت اتنی زیادہ ہے کہ اس لئے یہ اخبار تمہیں دکھانے کے لئے رکھ لیا تھا کہ شاید تمہیں معلوم ہو کہ گلوکار عمیر سے رابعہ کا کوئی چکر تو نہیں۔''

عمیر کا نام سن کر اماں کے کان کھڑے ہوئے مگر انہوں نے اسی وقت بڑی خالہ کو خوب کھری کھری سناتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ ''شکل تو تمہاری بھی ساری زندگی شمیم آرا سے ملتی رہی مگر نہ تم نے فلموں میں کام کیا اور نہ ہی تمہارا نام کسی ہیرو کے ساتھ نتھی ہوا۔''

''ارے شمیم آرا کا اصلی نام تو پتلی جان ہے۔ میرا تو شاہجہاں سے شمو ہے۔'' بڑی خالہ نے ایسا ہنس کر کہا جیسے اماں نے انہیں کوئی اعزاز دیتے دیتے چھین لیا ہو۔

''بات کرتے وقت یہ ضرور سوچا کرو کہ لڑکیاں بہت نازک ہوتی ہیں، ان کے بارے میں ایسی کوئی بات نہیں کرنی چاہئے جس سے ان کے وقار پر کوئی دھبا پڑ جائے۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہو، مجھے واقعی غلط فہمی ہوگئی تھی اور یہ غلط فہمی بھی میرے مالک مکان کی لڑکی نے ڈالی تھی جو شاید رابعہ کی ہی کالج میں پڑھتی ہے لو بھئی اخبار بھی تم پکڑو اور اس کو چولھے میں بھی تم ہی جلانا۔'' انہوں نے ہنس کر جیسے بات ختم کردی تھی۔

اور اماں نے گھر آکر وہ تڑا مڑا اخبار پھیلایا تو انہوں نے رابعہ کو صاف پہچان لیا تھا۔ گلے میں وہ وہی بلیک پوتھ کا کنٹھا پہنے ہوئے تھی جو وہ عید پر خرید کر لائی تھی۔

وہی شربتی آنکھیں...... وہی لمبے سیاہ بال......

مخروطی انگلیاں جو انگوٹھیوں سے بجی ہوئی تھیں۔ برہنہ باہیں جو اوپر کی جانب اس طرح اٹھی ہوئی تھیں جیسے کسی

رقاصہ کا کوئی پوز ہو۔ اخبار میں جو پوز تھا۔ وہ اس قدر ہیجان انگیز تھا کہ مارے شرم کے انہوں نے آنکھیں بند کرلیں۔ بخار اسی شب انہیں چڑھ گیا تھا۔

اپنی بیٹی کو خود بے غیرت کہنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ وہ ہانپ گئی تھیں اور شوہر کے سامنے ایک لفظ منہ سے نہیں نکلا تھا۔ رابعہ جب ان کے سامنے آکر بیٹھی تو اس تصویر کا سراپا اختیار کرلیتی اور ان کی سانسیں ایسی اتھل پتھل ہو جاتیں کہ وہ کچھ کہہ ہی نہ پاتیں بس ایک بار صرف اتنا پوچھا تھا۔

''رابعہ تم اب اس گلوکار سے ملتی ہو یا نہیں؟''

''کیسی باتیں کر رہی ہیں اماں آپ، میں نے تو کب سے اسے دیکھا تک نہیں۔ جب آپ نے مجھے سمجھایا تھا تو میں نے کہہ دیا تھا کہ اگر مجھ سے شادی کرنی ہے تو تم میری جانب ضرور قدم بڑھانا ورنہ میں کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں جو تمہارے ساتھ گھوم گھام کر اپنا وقت برباد کروں گی۔''

اماں کو اس کی بات سے حتمی تسلی نہیں ہوئی تھی مگر سینے کا بوجھ قدرے کم ضرور ہوا تھا۔ ہم سب بے یقینی کے دور میں رہ کر زیادہ آسودگی محسوس کرتے ہیں اگر کوئی ایسی سچائی سامنے آجائے جو برچھی بن کر لہولہان کر رہی ہو تو ہم لوگ پوری کوشش کرتے ہیں کہ اس سچائی کو کذب میں بدل دیں یا اس کا راستہ اس سمت موڑ دیں جہاں سے وہ ہمیں دکھی نہ کرسکے۔ اسی اصول پر چلتے ہوئے اماں کو رابعہ کی وہ تصویر جس میں ہونٹ کے اوپر کا تل تک وہ پہچان چکی تھیں سب جھوٹا نظر آرہا تھا۔

''آج کل ایک شکل کے کتنے لوگ ہوتے ہیں اب اگر رابعہ کی ہم شکل لڑکی کی تصویر اخبار میں شائع ہوگئی تو اس میں میری رابعہ کا کیا قصور، میری بچی تو اب اس نامراد سے ملتی تک نہیں۔ لوگوں کا کام تو باتیں بنانا ہی ہوتا ہے۔ مگر مجھے بھی اب بے تکی باتوں پر یقین نہیں کرنا چاہئے۔'' یہی سوچ تھی جو ان کو آسودگی عطا کر رہی تھی۔

☆☆☆

عازم کی والدہ اپنی بیٹی کے ساتھ شہلا کے گھر آئی ہوئی تھیں۔

''آپ کو تو بہت جلدی ہے ان معاملات میں ہتھیلی پر سرسوں اتنی جلدی کیسے جمائی جاسکتی ہے۔ بیٹی رخصت کروں گی تو یہی خواہش ہے کہ دوسری بیٹی اس سے پہلے میرے پاس آجائے۔''

''بہویں کبھی بیٹیاں نہیں ہوا کرتیں۔'' امی نے گو ہنس کر کہا تھا مگر شہلا کو خاصا برا لگ رہا تھا۔

''جب میں آنے والی کو ماں کا پیار دوں گی تب تو وہ میری اپنی ہوجائے گی ناں۔''

''ہاں، ہاں، کیوں نہیں، میں تو یوں ہی مذاق کر رہی تھی۔'' شہلا کے چہرے پر پھیلے ناگواری کے تاثرات انہوں نے شاید بھانپ لئے تھے۔

''پھر کب میں آپ کے پاس...... آؤں؟'' وہ شہلا کو پیار کرتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

''میں ان کے پاپا سے پوچھ کر آپ کو فون پر بتادوں گی۔''

اچھے ماحول میں انہیں رخصت کیا گیا اور ان کے جاتے ہی امی نے گھر میں کہرام سا مچادیا۔

''ایسی ہوتی ہیں لڑکیاں جو اپنے رشتے خود ہی گھیر گھیر کر لا رہی ہیں۔''

''امی آپ کیا کہہ رہی ہیں؟'' ان کا بہتان سن کر اس کا چہرہ فق سا ہوگیا تھا۔

''مجھے تو اسی وقت دال میں کالا نظر آگیا تھا جب اپنی شاگردہ کے نکاح میں خوب سولہ سنگار کر کے تم گئی تھیں۔ پھر

بعد کی دعوتوں میں تمہیں مدعو کیا گیا تھا۔ ڈرائیور لینے آیا تھا، ڈرائیور چھوڑنے آیا تھا تم ان کی ایسی منظورِ نظر کسی وجہ سے ہی بنی ہو گی۔ عشق و عاشقی کے گیم کھیلنے کی تم عادی ہی ہو، عازم نظر آیا تو تم نے سوچا، چلو یہی سہی۔ یوں وہ پیسے والا خاندان ہے اور تم ہمیشہ سے دوسروں کی دولت سے متاثر ہونے والی لڑکی ہو۔''

''امی! کیا آپ واقعی میری سگی ماں ہیں؟'' مسز عابدی کا کہا ہوا جملہ شہلا کے ذہن میں گونجا تو اس کے لبوں سے بھی پھسل گیا۔

''ہاں، یہی بات سننے کے لئے تو میں زندہ بیٹھی ہوں، تم آج جو اتنی قابل بنی بیٹھی ہو تو میری وجہ سے، اپنا پیٹ کاٹ کر تمہیں پڑھایا لکھایا۔ آج تم جو کچھ کما رہی ہو تو یہ ہمارا احسان تم پر ہے کہ تم اس قابل ہو اور اگر ہم تمہیں نہ پڑھاتے اور شادی کر کے کہیں پھینک دیتے تو تم روٹی کھانے کے لئے بھی گھر گھر برتن مانجھ رہی ہوتیں مگر اس کے باوجود تم اپنی سگی ماں کو سوتیلی سمجھتی ہو۔ تف ہے تم پر اور تمہاری گھٹیا سوچ پر۔''

''سوری امی...... میں نے تو یہ بات اس وجہ سے کہی تھی کہ میں نے کسی سے کوئی عشق نہیں کیا۔''

''اگر عشق نہیں کیا تو عازم کی ماں کیوں آ گئیں ہمارے ہاں!''

''امی کیا کسی لڑکی کا رشتہ اس کے عشق کے طفیل ہی آیا کرتا ہے؟''

''ہاں اب زیادہ تر ایسا ہی ہو رہا ہے۔''

''مگر میں نے کہا ناں کہ میں نے عازم سے کوئی عشق نہیں کیا۔''

''تو ٹھیک ہے میں منع کر دیتی ہوں جن لوگوں کو میں جانتی نہیں، پہچانتی نہیں ان لوگوں سے کیسے رشتہ جوڑ لوں۔''

تب شہلا کا چہرہ پھیکا پڑ گیا اور آنکھوں کی جوت بجھ گئی اور وہ مرے مرے قدموں سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''دیکھا کیسی سٹی گم ہوئی، ایک تو چوری اوپر سے سینہ زوری۔ ایک تو لڑکا گھیر کر لائیں اور پھر چاہ رہی ہیں ان کو ''اچھی لڑکی'' کا خطاب بھی دیا جائے۔ محسن بیٹی کا تمغہ بھی ان کے سینے پر سجایا جائے۔ فرمانبردار بیٹی کا تاج بھی ان کے سر پر رکھا جائے اور جب ان کی اوقات انہیں بتلائی گئی تو کیسا منہ نکل آیا۔''

ادھر شہلا اپنے کمرے میں بغیر آنسوؤں کے رو رہی تھی۔ یہ امی نے اسے کیا کہہ دیا تھا، وہ خود اپنی نظروں میں گر گئی تھی۔ چھوٹی بہن کا یوں تمسخر بھری نظروں سے دیکھنا اسے ہولا سا گیا تھا اور پھر وہی ہوا جو امی چاہتی تھیں۔

''شہلا کے پاپا کو خاندان سے باہر شادی کرنا پسند نہیں ہے۔''

''بہن آپ کس زمانے کی باتیں کر رہی ہیں۔ کراچی شہر میں تو اب خاندان میں شادیاں کرنے کا رواج ہی نہیں رہا ہے اب تو باہر ہی شادیاں ہوا کرتی ہیں۔''

''مجھے اپنی بیٹی کی پسند کا بھی خیال رکھنا ہو گا۔''

''تو کیا شہلا میرے عازم کو ناپسند کرتی ہے۔''

''اس نے مجھ سے کہا ہے کہ وہ عازم جیسے شخص سے کسی صورت شادی نہیں کر سکتی نہ ایسے شخص سے محبت کی جا سکتی ہے اور نہ ہی عشق۔''

''مگر عازم نے تو اس سے پہلے ہی پوچھ لیا تھا کہ میں اپنا رشتہ تمہارے لئے بھجوانا چاہتا ہوں۔''

اور یہی وہ بات تھی جو امی نے حاصل کر کے شہلا کی زندگی عذاب کر دی تھی۔

''جھوٹی، کمینی لڑکی، اپنی ماں کی آنکھوں میں دھول جھونکتی ہے، اب تیری یہ اوقات ہو گئی ہے کہ ہر آئے گئے کو بے ایمانی سے دیکھنے لگے۔'' اور شہلا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

کتنے ہی دن وہ اسکول نہیں گئی، پورے ایک ماہ تک اس نے ٹیوشن کی لڑکیوں کو نہیں پڑھایا اور جب مسز عابدی نے اسے گلے سے لگا کر اس کی خاموشی اور رنجیدگی کا سبب پوچھا تو وہ روتی چلی گئی۔ ایک ایک بات انی کی طرح اس کے دل میں پیوست ہوئی تھی اس نے انہیں بتا ڈالی۔

''شہلا اس میں تمہاری ماں کا بھی کوئی قصور نہیں، وہ ایک نفسیاتی مریضہ ہیں۔ انہیں یہ خوف ہے کہ تمہاری شادی کے بعد گھر میں مسائل کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہو گا۔ اس لئے وہ تمہاری شادی کسی سے بھی نہیں کرنا چاہتیں۔''

''اگر وہ نفسیاتی مریضہ ہیں تو ان کا برا سلوک صرف میری ذات سے ہی کیوں ہے۔ میری بہن بھی تو ہے، بھائی بھی ہیں ان کے لئے وہ تو بڑے سنہرے خواب دیکھا کرتی ہیں۔''

''تمہارے والد چونکہ اپنے سب بچوں میں تم سے زیادہ محبت کرتے ہیں اس لئے وہ شروع سے ان کا الٹ کرتی آئی ہیں کہ تمہارے والد سے بھی انہیں دلی لگاؤ نہیں ہے کیونکہ انہوں نے ان کی کسی غلط بات کو صحیح نہیں کہا اور نفسیاتی مریض اپنی ہر بات کو صحیح سمجھتے ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ ساری دُنیا ان کی ہم خیال بن کر رہے۔''

☆☆☆

رابعہ لان کے سوٹ کی شاپنگ کرنے کے بہانے عمیر سے ملنے گئی ہوئی تھی۔ نازیہ نے بھی ماں سے کہہ دیا تھا کہ ''اتنی گرمی میں ریشمی کپڑے کاٹ رہے ہیں۔ اچھا ہے آپا کپڑے لے آئیں گی۔ تو میں یہیں سی کر لے جاؤں گی۔''

اماں کو نازیہ پر اعتبار تھا اس لئے اس کی بات سن کر وہ پریشان بھی نہیں ہوئیں۔ رابعہ خوب تیار ہو کر، ڈائمنڈ کی انگوٹھی پہن کر عمیر سے ملنے گئی تھی۔ خوشیوں کے رنگ اس کے چہرے پر نظر آ رہے تھے۔

''آپا جلدی آنا۔'' جاتے وقت بھی اس نے اس کے کانوں میں سرگوشی کی۔

''بے فکر رہو، میں یوں گئی اور یوں آئی۔''

''اماں بیمار ہیں کہیں تمہارے دیر سے آنے پر پریشان نہ ہو جائیں۔''

''میں کوئی پاگل تھوڑی ہوں جو دیر کروں گی۔''

اور پھر واقعی آپا آ گئیں صرف ایک گھنٹے لیٹ تھیں، دوپٹا انہوں نے سر پر خوب جما کر اوڑھ رکھا تھا۔

''اتنی سخت گرمی ہو رہی ہے۔ گھر میں تو دوپٹا اتار دیں۔'' نازیہ نے اس کا دوپٹا کھینچا تو گردن پر کچھ نشان نمایاں نظر آ رہے تھے۔

''ارے یہ گردن اور شانوں پر کس چیز نے کاٹ لیا۔ اماں کی نظر پڑی تو انہوں نے ہول کر پوچھا۔

''میرا ناخن لگ گیا تھا، گرمی بھی تو بہت ہو رہی ہے۔ سارے جسم میں گرمی دانے ہو رہے ہیں، کھجاؤں گی تو ایسے ہی زخم ہوں گے۔'' وہ دوپٹا گردن پر لپیٹ کر اندر چلی گئی۔ ابھی اسے اپنے بیگ سے جوس کے ڈبے، چپس کے پیکٹ اور چاکلیٹس اپنی الماری میں رکھنے تھے۔

''اس کے لئے یہ چیزیں کسی قیمتی تحفے سے کم نہ تھیں، اماں کی طبیعت آہستہ آہستہ بہتر ہو رہی تھی۔ نازیہ ان کے لئے پرہیزی کھانا پکاتی تھی جو اب ان کو ہضم بھی ہو رہا تھا۔ بخار بھی نہیں چڑھ رہا تھا۔ ہڈیوں کا درد جس میں کسی

صورت افاقہ نہیں ہو رہا تھا۔ اس سے بھی نجات مل گئی تھی۔ نازیہ کے ساتھ بیٹھ کر وہ باتیں کرتیں تو ان کے ڈپریشن میں کمی آتی۔ نازیہ بھی خوب ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی باتیں انہیں سناتی کہ ان کے جامد لب بھی مسکرانے لگتے۔

''اماں ہماری سسرال میں بلیاں بہت آتی ہیں اور باورچی خانے میں دودھ کی پتیلی تاڑ جاتی ہیں اب ہماری ساس نے سب کو کہہ دیا ہے کہ سب اپنے ہاتھ میں ڈنڈیاں رکھا کریں اور بلیوں کو بھگائیں ورنہ سب اپنی جیب خرچی سے دودھ منگائیں، میں نہیں منگوا کر دوں گی۔ ایک دن ہماری بڑی نند دودھ پی گئیں اور ساس سمجھیں کہ بلی پی گئی ہے۔ وہ غصے سے بولیں کون سی بلی نے دودھ پیا ہے۔ میں نے ایسے ہی کہہ دیا کہ شاید کالی بلی دودھ پی گئی۔ ساس غصے میں بولیں، سب کے پاس ڈنڈیاں تھیں مارا کیوں نہیں اس نامراد کو۔ اب شام کی چائے کہاں سے بنے گی۔ نازیہ تم منگواؤ دودھ ہاں! تب اجمل بولے۔ نرگس کو دودھ پیتے ہوئے میں نے خود دیکھا ہے۔ اس بلی کو کون مار سکتا تھا۔ اس نے ہماری ساس کے کھسیانے کی حالت ایسی تھی کہ نہ ان سے ہنسا جا رہا تھا اور نہ ہی کچھ کہا جا رہا تھا۔''

''تمہارے ہاں دودھ فریج میں کیوں نہیں رکھا جاتا۔'' اماں نے مسکرا کر پوچھا۔

''تھوڑی تھوڑی دیر بعد چائے بنتی رہتی ہے اور سب کے ذہنوں میں بھول اس قدر بسی ہوئی ہے کہ دودھ کی پتیلی رکھنا بھول جاتی ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسے میں بلی کے مزے آ جاتے ہیں۔'' نازیہ کی باتیں سن کر اماں دیر تک مسکراتی رہیں۔ نازیہ کی بھی یہ پوری کوشش ہوتی کہ کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے اماں کے اعصاب پر کسی قسم کا وزن پڑے۔ بعض مرتبہ تو وہ دل سے گھڑ کر اماں سے کہتی۔

''اماں ایک رات چور آیا اور ہماری ساس کا پاندان لے گیا۔ صبح اٹھتے ہی ہماری ساس نے ایسا فضیحتا کر دیا جیسے بہت بڑا نقصان ہو گیا ہو۔ ہماری پڑوسن نے کہا، چھوٹا سا پاندان تھا تمہارا...... کتھے، چونے کی کلیاں بھی ننھی منی سی تھیں، کتھا چونا تمباکو، پچاس روپے کا لے آؤ گی تو اس میں سے زیادہ ہو گا جتنے کہ اندھے ڈاکو اس کو لے کر گئے۔ تب بیچاری ساس کو اپنے گھر کی چوری کو باحیثیت ثابت کرنے کے لئے کہنا پڑا۔ نرگس کے سونے کی چین، میری بالیاں اور انگوٹھیاں کلیا کے نیچے رکھیں تھیں مگر جب کام والی ماسی آئی تو ان بیچاری کا یہ جھوٹ بھی غارت گیا۔ اس نے آتے ہی کہا۔ ''کیا پورے محلے میں سوانگ پھیلا رکھا ہے۔ خالی ڈھنڈار سا پاندان پڑا، نہ اس میں کتھا تھا، نہ چونا...... میں نے اس کو دھو کر مانجھ کر اوپر مچان پر رکھ دیا تھا۔'' اور پھر اس نے اتار کر ساس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

''اب وہ سونا تم اس میں سے نکال کر تو دکھاؤ جو تم نے اس میں بویا تھا۔'' کام والی بوا کی بات سن کر بیچاری کے پسینے نکل گئے اور لگیں آئیں بائیں شائیں کرنے۔'' تب اماں کے ہنستے ہنستے آنسو نکل آئے۔

یہ پہلا موقع تھا جب نازیہ کو لینے اجمل آیا تو اس نے جانے سے انکار کر دیا تھا۔

''گزشتہ ہفتے بھی تم نے منع کر دیا تھا اور اب دس دن کے بعد آیا ہوں تو پھر تم منع کر رہی ہو، اصل بات کیا ہے؟''

''میں ڈاکٹر کو اپنا چیک اپ کرانے گئی تھی۔ انہوں نے کہا ہے کہ بچی بے حد کمزور ہے اور میں بھی خون کی کمی کا مسلسل شکار ہوں۔''

''یہاں بیٹھ کر کس کا خون پیو گی۔'' اس نے مذاق میں کہا۔

''یہاں میں کم از کم آرام تو کر لوں گی۔''

''وہاں تمہارے کون بھالے مار رہا ہے۔''

''یہ میں کب کہہ رہی ہوں مگر مجھے خود اچھا نہیں لگتا کہ ہمہ وقت اپنے بستر پر لیٹی رہوں۔''

''یہاں تمہاری خدمت کرنے والا کون بیٹھا ہے۔ بیچاری چاچی تو خود بستر پر پڑی ہیں۔''

''رابعہ آپا میرا بہت خیال رکھتی ہیں۔''

''وہ اپنا ہی خیال رکھ لیں تو بہت ہے۔'' اجمل نے تمسخر سے کہا۔

''ایسی بات نہیں ہے، آپا ہی باورچی خانے کا سارا کام کر رہی ہیں۔''

''کر رہی ہوں گی مگر یقین نہیں آتا۔'' نازیہ چپ رہی۔ اس کو اجمل کے بحث کرتے ہوئے یہ جملے برے لگ رہے تھے۔

''ٹھیک ہے میں جا رہا ہوں، جب تمہیں آنا ہو تو چچا جان کے ساتھ آ جانا، میں تمہیں لینے نہیں آؤں گا۔''

''میں آپ کو فون کر دوں گی کہ......''

''نہیں...... اب خود ہی آنا میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ہر ہفتے تمہیں لینے کے لئے آؤں اور تم منع کر دو۔'' وہ برا سا منہ بناتا ہوا باہر نکل گیا۔

''اچھا ہوا تم نہیں گئیں، تمہارے ہوتے ہوئے مجھے عمیر سے ملنے کو تو ہو جاتا ہے۔ ابھی اس کا فون آیا ہے، وہ کل پھر بلا رہا ہے۔'' رابعہ نے شرماتے ہوئے بہن کو بتایا۔

''آپا اس ہفتے میں پانچ مرتبہ تم ملنے جا چکی ہو۔'' اگر کسی نے دیکھ لیا تو......''

''میں نے کوئی کچی گولیاں نہیں کھیلیں، میں اس کے ساتھ جس حلیے میں رہتی ہوں، کوئی مائی کا لال نہیں پہچان سکتا۔''

''کس حلیے میں رہتی ہیں آپ۔''

''زیادہ تر سلیولیس اپر اور اسکرٹ میں رہتی ہوں، عمیر کا کہنا ہے کہ میرا لک فارنر سا لگتا ہے۔ وہ مجھے اسپینش گرل کہتا ہے۔''

''مجھے تو ذرا بھی نہیں لگتا، آپ کے نقوش تو مشرقی سے ہیں۔ مغربی لک کہاں سے آ گیا۔''

''عمیر کو اگر لگتا ہے تو میں کیا کروں۔'' وہ جھنجلا کر بولی۔

''فی الحال تو آپ نکاح نامے کی ایک کاپی اپنے پاس ضرور رکھیے کہ ایسے معاملات میں یہ بہت ضروری ہے۔ سچ آپا مجھے تو ہمہ وقت ڈر لگتا ہے کہیں کچھ نہ ہو جائے۔''

''عمیر ایسا نہیں ہے، کل بھی اس نے پانچ ہزار دیئے تو مجھے صرف پاکٹ منی کے لئے دیے ہیں۔'' وہ طمانیت سے ہنستے ہوئے بولی۔

''اچھا کل آپ کب جائیں گی؟''

''وہی گیارہ بجے نکلوں گی دوپہر دو ڈھائی تک آ جاؤں گی۔''

''کل میں اماں سے کیا جھوٹ بولوں گی؟'' نازیہ نے کہا۔

''میں نے تمہارے ہونے والے بچے کے لئے چند سوٹ، گدا، رضائی خرید لی تھی، کل اسے دکھاتے ہوئے کہوں گی نازیہ کے بچے کا سامان خریدنے گئی تھی۔ ظاہر ہے کہ تمہارے بچے کی تیاری میں نہیں کروں گی تو اور کون کرے گا۔''

''نہیں آپا، آپ کو اپنے پیسے خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اماں مجھے بتا رہی تھیں انہوں نے چھٹی چھوچھک کا سامان محلے کی درزن کو دے رکھا ہے۔ بچے کے لئے پندرہ جھبلے تو تیار ہو چکے ہیں، پچیس کلوٹ اور دو ہریں بھی وہ بنوا

چکی ہیں، چار سوزنی تو انہوں نے خود ہی تیار کر لی تھیں۔

''ہاں اماں ہمیشہ وقت سے پہلے کام کر لینے والی ہیں۔'' رابعہ کو سن کر حیرت نہ ہوئی۔

اگلے دن رابعہ بچے کے سامان کی خریداری کا بہانہ بنا کر نکل گئی۔ نازیہ نے کھانا پکا کر اماں کو کھانا کھلا دیا۔ ان کی طبیعت آج قدرے بہتر تھی۔ دیوار پکڑ کر انہوں نے اپنے کمرے سے برآمدے تک چکر بھی لگائے پھر دوا کھا کر لیٹ گئیں۔ نازیہ بہن کا انتظار کرتی رہی جب مزید بوریت ہوئی تو اس نے سوچا کہ رابعہ کی الماری ہی ترتیب دے دے۔ شادی سے پہلے بھی الماری صاف کرنا اور کپڑوں کو ترتیب سے رکھنا نازیہ کی ذمہ داری تھی ورنہ رابعہ تو الماری میں چیزوں کو انٹ شنٹ بھرنے کی عادی تھی۔ نازیہ نے اس کی الماری کو کھولا اور اس میں ٹنگی مردانی پتلون کو دیکھ کر حیرت ہوئی جو رابعہ کے اپر کے ساتھ ہینگر میں لگی ہوئی تھی۔

بابو جی نے بھی شلوار قمیص کے سوا کچھ نہیں پہنا تھا، رابعہ کے پاس دو چار جینز کی پتلونیں ضرور تھیں مگر وہ سب لیمبر ائیڈری والی تھیں۔ یہ مردانہ پتلون دیکھ کر اسے اچنبھا سا ہوا تھا۔ اس نے یونہی چیک کرنے کو اسے ہینگر سے باہر نکالا تو اس کے پچھلی پاکٹ اسے پھولی پھولی سی نظر آئی اور جب ہاتھ ڈالا تو وہ کسی رجسٹر کا صفحہ تھا۔ جس پر رابعہ کے چار جگہ دستخط نظر آ رہے تھے اور کسی ایک صفحے پر سیاہ قلم سے خطاطی کے انداز میں لکھا ہوا تھا کہ مہر عندالطلب پچاس لاکھ روپے سکہ رائج الوقت۔ رابعہ کے علاوہ اس صفحے پر کسی اور کے دستخط تھے اور نہ ہی کسی گواہ یا عمیر کے۔ میری بہن نے نکاح کے نام پر کتنا بڑا دھوکا کھایا ہے اس کا دل ڈوبنے لگا۔ میری ذہین، عقلمند خوبصورت بہن کس بری طرح بے وقوف بنی اور مسلسل بن رہی ہے۔ شاید وہ اس کو طوائف سمجھنے لگا ہے۔ جبھی فون کر کے بلا لیتا ہے اور ہزار دو ہزار روپے اس پر خرچ کر کے احسان علیحدہ کرتا ہے۔

پیاری بہن تم کس بری طرح کھائی میں گری ہو اس کا تمہیں احساس تک نہیں۔ کاغذ ہاتھ میں تھامے وہ کھڑی تھی مگر خاموش آنسوؤں کی قطاریں نکلی چلی آ رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد ہنستی کھل کھلاتی رابعہ بھی آ گئی، گھٹیا سا میچنگ سیٹ اور ایک ریڈی میڈ سوٹ دکھاتے ہوئے بولی۔

''دیکھو نازیہ عمیر کی پسند کتنی اعلیٰ ہے۔ میرے خیال میں یہ دونوں چیزیں کئی ہزار کی ہوں گی۔''

''آپا عمیر کی پسند تو واقعی اعلیٰ ہے مگر آپ کی پسند بے حد گری ہوئی نکلی۔ عمیر اتنا نیچ انسان ہو سکتا ہے میں واقعی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔'' نازیہ نے غصے سے بپھر کر کہا۔ ''کیا بک رہی ہو تم۔ معلوم بھی ہے کہ کیا کہہ رہی ہو تم یا صرف تڑ تڑ بولنا ہی آتا ہے۔ پاگل سمجھ رکھا ہے تم نے مجھے۔ پچاس لاکھ تو صرف میرا مہر ہے۔''

''ہاں مجھے معلوم ہے مگر اپنا نکاح نامہ ایک بار تم خود بھی دیکھ لو۔ جو عمیر کی پینٹ میں رکھا تمہارے کپڑوں میں شامل ہو کر تمہارے پاس ہی آ گیا ہے۔'' کسی شیرنی کی طرح رابعہ نے وہ کاغذ اس سے چھینا اور جب پڑھا تو وہ بلک بلک کر روتے ہوئے بولی۔

''نازیہ میں تو لٹ گئی۔ میں برباد ہو گئی۔ اس عمیر نے تو مجھے کہیں کا نہیں رکھا۔ شادی کا ڈرامہ رچا کر اس نے تو مجھے لوٹ لیا اور وہ خبیث ابھی تک مجھے بے وقوف بنا رہا ہے۔ شاید وہ مجھے کال گرل سمجھنے لگا ہے یا اس سے بھی گری ہوئی لڑکی۔''

اماں جو دونوں بہنوں کو بڑبڑاتا دیکھ کر بمشکل دیوار کے سہارے چلتے ہوئے دوسرے کمرے میں آئی تھیں رابعہ کی بات سن کر ایک چیخ مار کر وہیں گر گئیں۔ اماں کو یوں گرتا دیکھ کر دونوں بہنیں حواس باختہ ہو کر ان کی جانب دوڑیں۔

☆☆☆

چھٹی کا دن تھا، سرمد اماں کے بیڈ پر ان کے پاس بیٹھا ہوا ان سے باتیں کر رہا تھا۔ اماں اس کے بچپن کا کوئی قصہ لہجے میں ذائقہ بھر کر اس انداز میں سنا رہی تھیں جیسے وہ کل ہی بیتا ہو۔ سرمد بھی خوب دلچسپی لئے ان کی باتیں سن رہا تھا اور بیچ بیچ میں ان سے سوال بھی کرتا جا رہا تھا۔

سہانی دو دن سے میکے گئی ہوئی تھی۔ کریمن اماں کے کپڑے ان کی الماری میں رکھنے آئی تو ماں بیٹے کو یوں باتیں کرتے دیکھ کر وہ بولی۔ ''شکر ہے بھابی جی اپنے میکے گئی ہوئی ہیں تو سرمد باؤ کو اماں جی سے باتیں کرنے کا خیال تو آیا۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا، میں اماں سے باتیں نہیں کرتا۔'' اس کی بات سن کر سرمد نے خفگی بھرے لہجے میں کہا۔

''سرمد پتر ناراض نہ ہونا، شادی کے بعد آپ اماں جی کو بھول بیٹھے ہو، میں تو صبح سے رات تک یہیں ہوتی ہوں نا۔ آپ خود سوچو، اماں کے پاس کتنی دیر کے لئے آ کے بیٹھتے ہو۔'' کریمن بوا پنجابی کا تڑکا لگاتے ہوئے اردو بول رہی تھیں۔

''بوا جی...... آفس سے آ کر تو بندہ تھکتا ہی ہے ناں۔ اس لئے میں اپنے کمرے میں آرام کرنے چلا جاتا ہوں۔''

''ہا حق میں تو چھٹی کے دن کی بات کر رہی سی۔ آپ دونوں اپنا ناشتا اوپر منگوا لیتے ہو، دوپہر کا کھانا چار بجے کھاتے ہو جب اماں جی سو رہی ہوتی ہیں، کھانا کھا کر آپ لوگ پھر اوپر چلے جاتے ہو، شام کو اٹھتے ہو تو تیار شیار ہو کر باہر نکل جاتے ہو اور اماں جی کلے بیٹھے رہتے ہیں۔ بھابی نوں کوئی خیال ہی نہیں ہوندا...... تھے......''

''بس بس زیادہ بکواس مت کر۔'' اماں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ اپنے بیٹے کا خفت بھرا چہرہ وہ کسی صورت نہیں دیکھ سکتی تھیں۔

''ڈرائنگ روم کی ڈسٹنگ کل بھی نہیں کی تھی، یہ تمہیں یاد نہیں ہے، اب اچھی طرح سے کرد، کوئی مہمان آ جائے گا تو کیا کہے گا۔''

''کہنا کیا ہے کسی نے، یہی کہے گا، بہو بیگم گھر میں دلچسپی لکھ نہیں لیتیں، سب کی بہویں اپنا ایسا اچھا گھر سجاتی ہیں کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اور ایک آپ کی بہو ہیں، خیر سانوں کی، جب آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا تو ہم تو نوکر ہیں۔ ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ کوئی بات بدلیں۔ ہا حق۔'' کریمن بڑبڑاتی ہوئی وہیں لاؤنج کی ٹیبل کو چمکا رہی تھی اور سرمد اس کی ایک ایک بات یوں سن رہا تھا جیسے یہ آگاہی اسے پہلی مرتبہ ہو رہی ہو۔ وہ بظاہر اخبار پر نظریں جمائے ہوئے تھا...... مگر ہر خبر کریمن کی باتوں کا خلاصہ بن کر اس کے دماغ پر ہتھوڑے برسا رہی تھی۔

''آپ کی بہو گھر میں دلچسپی ہی نہیں لیتیں۔''

''سب کی بہویں اپنے گھر کو سجاتی ہیں۔''

''جب آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا تو ہمیں کیا۔''

اماں کے کمرے سے باہر نکلا تو اس کی انگلیاں سہانی کا نمبر پش کرنے لگیں۔

''ہاں، جانو...... کیا بات ہے۔'' یقیناً ننھی سی اسکرین پر ان کا نام دیکھ کر وہ نیند بھرے لہجے میں بولی تھی۔

''کیا کر رہی ہو۔''

''سو رہی تھی، لے کر تم نے جگا دیا۔''

''مگر اس وقت تو دوپہر کے ساڑھے بارہ بج رہے ہیں۔''

''ساڑھے بارہ کا مطلب ہے سڑے ہوئے بارہ اور اس ٹائم میں کبھی نہیں اٹھتی جبکہ دن بھی چھٹی کا ہو۔''

''ٹھیک ہے تم سو جاؤ، جب اٹھوگی تو بات کرلیں گے۔'' موبائل آف کرتے ہوئے اس نے کہا اور بے دلی سے اپنے دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گیا۔

''سہانی نہ گھر میں دلچسپی لیتی ہے اور نہ ہی اس کے آنے سے گھر میں کوئی فرق پڑا ہے۔'' کریمن کے جملے ہنوز اس کے دماغ پر سنگ باری کر رہے تھے۔

''میں نے سہانی کے بارے میں ایسا تو نہیں سوچا تھا، میری بیوی ایسی ہو جس کو سب سر اٹھا کر دیکھیں، ایسا تو تھا۔'' لوگ اس کی خوبصورتی دیکھ کر ٹھنک سے جایا کرتے تھے۔

میری بیوی اتنی قابل ہو کہ سب اس پر رشک کریں، اس کی ماڈلنگ، اس کی ڈانسنگ واقعی اس قابل تھی، اس محاذ پر لوگ واقعی رشک کرتے تھے۔ مگر گھرداری میں وہ صفر تھی جب ہی تو ملازمہ نے اس کو جتایا تھا۔

''کوئی بات نہیں، گھرداری کا کیا ہے، رفتہ رفتہ وہ سب سیکھ جائے گی۔'' اس نے اپنے آپ کو مطمئن کرتے ہوئے سوچا۔

تب اس کا ذہن آپ ہی آپ ہلکا سا ہو گیا اور اس کی انگلیاں آپ ہی آپ سہانی کا نمبر پش کرنے لگیں۔

''ہاں جانو...... اٹھ گئی ہوں، ابھی باتھ لے کر آتی ہوں، ناشتا کرنے جا رہی ہوں۔''

''میں لینے آجاؤں؟''

''مگر آپ نے تو خود مجھے تین دن کا ویزا دیا تھا، میکے میں رہنے کا...... ابھی تو ویزے کی مدت ختم بھی نہیں ہوئی۔'' وہ لاڈ بھرے لہجے میں ہنستے ہوئے بولی۔

''یار...... بہت یاد آرہی ہو، میں تمہیں لینے آرہا ہوں۔''

''ٹھیک ہے، تم آجاؤ۔'' وہ رضامندی سے بولی اور تھوڑی دیر بعد ہی وہ گاڑی کی چابی انگلی پر گھماتا ہوا، گنگناتے ہوئے باہر جا رہا تھا۔

''سرمد بیٹا، اس وقت کہاں جا رہے ہو، تمہاری پسند کی مسالے والی بریانی دم پر رکھی ہے اور سبین بھی آنے والی ہے۔''

''اماں، ایک دوست نے بلایا ہے، کھانا اس کے ساتھ کھا کر شام تک ہی آؤں گا، آپ آپا کو روک کر رکھیے گا۔''

''سبین اتنی دیر کہاں رک پائے گی۔'' اماں نے دبے دبے لہجے میں احتجاج کیا۔

''میں جلد آنے کی کوشش کروں گا۔'' وہ اپنی دھن میں مست بڑھتا چلا گیا اور اماں ایک گہری آہ بھر کر سوچنے

لگیں۔

''سہانی کا تو خواہ مخواہ ہی نام بدنام ہے، یہ سرمد اب کون سا پہلے جیسا رہا ہے، جب اپنا بیٹا ہی بدل جائے تو پرائے کو الزام دینا کہاں کی عقل مندی ہے۔''

☆☆☆

وقت نے اپنا چولا کیسا بدلا تھا...... ہنسی اس کے لبوں سے روٹھ چکی تھی۔

آنکھوں کی جوت بجھ گئی تھی...... اور لب تو جیسے مسکرانا بھول گئے تھے۔

کتنا بڑا اس کا نقصان ہوا تھا۔ وہ یہ سوچ کر ہی کانپ جاتی تھی۔

اپنی تہی دامنی پر وہ تنہائیوں میں بلک اٹھتی تھی۔

نکاح کا چارا......!

اور مہر کا چارا......!

ایسا تھا...... جن میں وہ اپنے آپ کو ہی بھول بیٹھی تھی، اماں کو ہوش آگیا تھا اور شازیہ نے بات کو دوسرا رخ دے دیا تھا کہ رابعہ نے کسی ٹی وی کے ڈرامے کی ریہرسل میں حصہ لیا تھا جس کی کہانی وہ نازیہ کو سنا رہی تھی۔

نازیہ نے اماں کو یہ یقین دلا دیا تھا، اب رابعہ کسی ایسے کام میں حصہ نہیں لے گی۔

''تو سچ کہہ رہی ہے نا، رابعہ......'' اماں نے بے اعتباری سے بیٹی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ تب رابعہ نے اپنا سر اماں کے پیروں پر رکھتے ہوئے کہا۔

''پیاری اماں، اب میں کہیں نہیں جاؤں گی۔'' وہ ایسے سسک رہی تھی کہ اماں بھی پریشان ہوگئیں۔

''بیٹا، میں تو پہلے ہی کہتی تھی کہ کالج کے سوا کہیں نہ جاؤ۔'' اماں کو بیٹیوں کی باتوں کا یقین آگیا تھا، اسی لئے وہ رابعہ کو سمجھاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

''نہیں اماں! اب تو میرا کالج جانے کو بھی دل نہیں چاہتا، جتنا میرے نصیب میں پڑھنا تھا پڑھ لیا۔'' وہ ہنوز سسکیاں لے رہی تھی۔

''مگر تیرے تو امتحان ہونے والے تھے۔''

''ہونے والے نہیں تھے، ہو بھی گئے۔''

''پھر کیا ہوا......؟ پاس ہوئی تو......؟''

اماں کا لہجہ بھی سوالیہ تھا۔ نازیہ...... آپا کو متوحش انداز میں دیکھ رہی تھی کہ پتا نہیں آپا کیا کہہ دیں۔

اس وقت رابعہ اپنے آپ میں نظر نہیں آرہی تھی، ہچکیوں نے اس کے سارے وجود کو لرزایا ہوا تھا۔

''ارے چپ کیوں ہے؟ جواب دے نا۔''

''اماں میں فیل ہوگئی۔'' بہ مشکل اس کے لبوں سے نکلا۔

''تیرے کالج والے تو کہتے تھے کہ تو بہت لائق فائق ہے۔''

''افوہ...... امتحان تو امتحان ہوتا ہے......'' نازیہ نے الجھ کر کہا۔

''مگر قابل بچے تو اچھے نمبروں سے پاس ہوتے ہیں اور پھر رابعہ تو شروع سے فرسٹ آتی رہی ہے۔ وہ تو نالائق

نہیں تھی۔" اماں اپنے مؤقف پر ڈٹی ہوئی تھیں۔

"اماں...... میں لائق ہونے کے باوجود...... بہت بری طرح فیل ہو گئی ہوں۔" اب رابعہ دھاڑیں مار کر بری طرح رو رہی تھی۔ رابعہ کو اس انداز میں روتے ہوئے انہوں نے کبھی بھی نہیں دیکھا تھا۔ یک دم اماں کا چہرہ بھی فق ہو گیا۔ بیٹی دکھی ہو تو ماں بھی دکھی ہو جاتی ہے۔

"اماں آپ کی بیٹی بہت نالائق ہے...... بے حد بری...... دیکھیں میں فیل ہو گئی۔" وہ سسکتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"اری پاگل ہوئی ہے کیا؟" امتحان میں فیل، پاس ہی تو ہوتا ہے۔ شہسوار تک گر جاتے ہیں۔" اماں اس کا سر اپنی گود میں رکھے اب رابعہ کو دلاسہ دے رہی تھی۔

"مگر اماں میں تو ایسی گری ہوں کہ اٹھنے کی تاب تک نہیں لا رہی۔"

"پلیز آپا...... اپنے آپ کو سنبھالئے، انگریزی کوئی ہماری اپنی زبان تھوڑی ہے جو اس میں پاس ہو سکیں، اس قدر مشکل لینگویج میں پاس ہونا کوئی آسان رکھا ہے۔ انگریزوں سے کہہ دو کہ اردو کا پیپر پاس کرنا ہے تو وہ شاید پڑھنا ہی چھوڑ دیں۔ میری میٹرک میں سیکنڈ ڈویژن پر آپ نے مذاق اڑایا تھا...... اگر میٹرک میں مجھے انگریزی، حساب اور سوشل اسٹڈیز کے پرچے نہ دینے پڑتے تو یقین کرنا آپا میری لازمی فرسٹ ڈویژن آتی۔" نازیہ کی بات سن کر اماں کے لبوں پر مسکراہٹ کوند گئی تھی...... مگر رابعہ ہنوز گم صم تھی۔

"جا! بہن کے لئے اچھی سی چائے بنا کر لا، رو رو کر اس نے اپنی آنکھیں سجالی ہیں۔" اماں نے نازیہ سے کہا۔

"اماں...... بھی اپنے بستر پر آرام سے لیٹ جائیے، میں آپ کے لئے بھی چائے لاتی ہوں۔" نازیہ باورچی خانے کی جانب مڑی تو رابعہ آسمان کی جانب دیکھتی ہوئی سوچتی چلی گئی۔

"کہ کیا لڑکیاں، اتنی بے وقوف بھی ہوتی ہیں جو اچھے اور برے کی تمیز نہ کر سکیں۔ میں تو ذہین تھی، ہر بات جانتی تھی پھر بھی......" اس کے منہ سے ایک آہ سی نکل گئی۔

"لو آپا...... گرما گرم چائے۔" نازیہ کسی بوتل کے جن کی طرح چائے بھی بنا کر لے آئی۔

"پلیز نازیہ...... یہ چائے تم ہی پی لو اور اماں کو پلا دو، میرے کلیجے میں تو ویسے ہی آگ لگی ہوئی ہے اب مزید آگ اندر کیا انڈیلوں گی۔"

"پلیز آپا...... جو ہوا، اسے آپ بھولنے کی کوشش کریں۔"

"نازیہ! یہ سب میرے لئے آسان نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے مجھے تباہ و برباد کر دیا، میں یہ بات بھول جاؤں۔"

"آپ کر بھی کیا سکتی ہیں، کیا جا کر عمیر کا سر توڑ دیں گی یا اسے گولی مار دیں گی۔" نازیہ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"میں اپنے آپ کو تو گولی مار سکتی ہوں۔" وہ دور کہیں سوچتے ہوئے بولی۔

"حرام موت مرنا چاہتی ہیں تا کہ کوئی آپ کی نماز جنازہ بھی نہ پڑھائے۔ اپنے چہرے پر تو کیچڑ مل آئیں، اپنے مرنے کے بعد اپنے بوڑھے ماں باپ کے چہرے پر کیچڑ ملنے کی بھی خواہش مند ہیں۔"

"اللہ نہ کرے، ایسا تو میں خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی۔"

"جب ہی تو کہہ رہی ہوں کہ سب کچھ بولنے کی کوشش کیجئے۔" نازیہ آہستگی سے کہتے ہوئے اس کے پاس سے اٹھ گئی۔

"کاش یہ سب بھولنا میرے لئے آسان ہوتا۔" رابعہ بڑبڑائی اور اس کے ذہن میں عمیر کا مسکراتا ہوا چہرہ ابھرنے لگا...... مگر اب اس چہرے سے اس کو کسی قسم کی محبت یا چاہت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

"رابعہ تم بے حد پیاری ہو تم سے اچھا مجھے کوئی لگتا ہی نہیں ہے......!" اس کی آواز جیسے اس کے کان میں گونجی۔

"اور تم بہت برے ہو عمیر، شاید تم سے زیادہ برا کوئی ہو بھی نہیں سکتا۔"

"تمہیں شاید کسی نے بہکا دیا ہے، میرے پاس آ کر تو سنو۔"

"میں بہک ضرور گئی تھی، بھٹک بھی گئی تھی...... مگر اب میں تمہارے داؤ میں نہیں آنے والی......"

"پلیز رابعہ میری بات سنو۔"

"میں نے کہا ناں، دفع ہو جاؤ۔ میں تمہاری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی۔" وہ نفرت سے چلائی۔

"پلیز رابعہ آپا! کیا ہوا آپ کو۔" نازیہ سرعت سے اس کے پاس آئی جو چادر اوڑھے اپنے آپ سے غافل چلا رہی تھی۔

"کیا ہوا......؟" اس نے متوحش نظروں سے نازیہ کو دیکھا۔

"آپ کیوں بڑبڑا رہی ہیں اور وہ بھی اتنی تیز آواز میں۔"

"نہیں تو......" اسے اپنے اقدام پر حیرت سی ہوئی۔

"پلیز آپا...... اپنے آپ کو سنبھالئے۔"

"کیسے سنبھالوں نازیہ...... مجھ سے برداشت ہی نہیں ہو رہا تو کیا کروں۔"

"لوگ پیار میں اندھے ہو جاتے ہیں، آپ بھی ہو گئیں۔"

"مگر وہ تو ہمہ وقت شاطر بنا رہا۔"

"وہ اس لئے کہ عمیر نے کبھی آپ سے محبت نہیں کی تھی۔ وہ تو اسی طرح کا لٹیرا تھا۔ جس نے آپ کو بھی لوٹ لیا اور آپ سے پہلے نجانے اور کتنوں کے ساتھ اس نے یہ سلوک کیا ہو۔"

"مگر میں تو اس کی گلوکاری پر مرمٹی تھی۔"

"آپا! وہ گلوکار شاید اچھا ہو مگر بحیثیت انسان وہ ایک برا شخص تھا اور برے لوگوں سے دوستی نہیں رکھی جاتی۔"

"مجھے اس کو پہلے علم ہوتا تو چاہئے ناں کہ میں اس کی حقیقت سے واقف ہو چکی ہوں۔" رابعہ نے کہا۔

"کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

"شکر ہے خدا کا ناں کہ میں نے اس کی چوری پکڑ لی۔"

"کیسی بچوں جیسی باتیں کرتی ہیں آپ، اس ٹائپ کے لوگ کیا شرمندہ ہونے والوں میں سے ہیں۔"

"تو کیا میں اس کو کچھ بھی نہ جتاؤں۔" وہ کسی معصوم بچے کی طرح بہن سے پوچھ رہی تھی۔

"کچھ نہ کہیے کہ وہ آپ کے کہنے سے آپ سے اصلی والا نکاح تو کرنے سے رہا۔"

"جس نے مہر کی رقم میں اتنا بڑا جھوٹ، نکاح میں جھوٹ، رجسٹر کے کاغذ پر صرف آپ کے دستخط کروا کے فرضی مولوی کو بلا کر ڈراما رچایا ہو تو سونے کا سیٹ اور ڈائمنڈ کی انگوٹھی میں کہاں کی سچائی ہوگی۔ مجھے تو پورا یقین ہے وہ ساری چیزیں بھی جعلی ہوں گی۔" نازیہ کی ہر بات اس کو سچی لگ رہی تھی اور سر پھٹا جا رہا تھا۔

"شاید...... یہ انگوٹھی اصلی ہو۔" رابعہ کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اس کے ذہن میں عمیر کے وہ نرم اور میٹھے سے

جملے گونج گئے تھے، جب اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بڑے پریم سے کہا تھا۔

''رابعہ میں کس قدر خوش قسمت ہوں، یہ شہزادی جیسا ہاتھ سدا کے لئے میرے ہاتھ میں آ گیا ہے۔ رابی، یہ انگوٹھی میری محبتوں کی امین ہے۔ یہ انگوٹھی میری یادوں کی وہ کرن ہوگی جو ہمہ وقت تمہاری انگلی میں جگمگائے گی۔ جب تم اسے اپنے رخساروں سے مس کیا کرو گی تو تمہارے رخسار سرخ ہو جایا کریں گے۔''

''وہ کیوں......؟'' اس نے سادگی سے پوچھا تھا۔

''تمہیں میری یاد جو آیا کرے گی۔'' وہ ہنس کر بولا تھا۔

''عمیر جب آپ مجھے یاد آیا کریں تو میں آپ کو فون کر لیا کروں گی۔''

''نہیں بھئی، فون سے اب تسلی نہیں ہو سکتی۔''

''کیوں، پہلے بھی تو ہم دونوں گھنٹوں سیل پر باتیں کیا کرتے تھے۔''

''مگر اب تمہیں خود آنا پڑے گا۔'' وہ اسے اپنے کلیجے میں بھرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''کمینہ، بہروپیا کہیں کا۔'' رابعہ کے لبوں سے اب اس کے لئے گالیاں نکل رہی تھیں۔

اگلے دن وہ نازیہ کو ساتھ لے کر سنار کی دکان پر پہنچی اور اپنا سیٹ و انگوٹھی جیولر کو دکھائی تو انہوں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''یہاں صرف سونے کے زیورات خریدے اور بیچے جاتے ہیں، آرٹیفیشل جیولری کی دکانیں علیحدہ واقع ہیں، اس کے لئے آپ کو وہاں جانا ہوگا۔''

بجھے ہوئے دل کے ساتھ جب وہ دونوں وہاں پہنچیں تو وہ ہیرے کی نقلی انگوٹھی صرف تین سو روپے کی تھی اور سونے کا سیٹ جو جھمر اور ٹیکے سمیت تھا، وہ بارہ سو روپے کا تھا۔ اس کے بری کے کپڑوں کے بارے میں بھی نازیہ کا یہی خیال تھا کہ یہ ان بوتیک سے لئے گئے ہیں جہاں استعمال شدہ ڈریسز انتہائی ارزاں قیمتوں پر دستیاب ہوتے ہیں۔

گھر آ کر رابعہ کا چہرہ مزید اتر سا گیا تھا۔ عمیر نے اسے ہر محاذ پر نقصان پہنچایا تھا۔ چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی اس نے کمینگی دکھائی تھی۔

''میں بھی پاگل ہوں، جب نکاح ہی نہیں ہوا تو باقی معاملات کی ویلیو ہی کیا رہ جاتی ہے۔ کاش وہ مہر تھوڑا سا ہی رکھ لیتا مگر جعلی نکاح نہ کرتا۔'' اس کے اس اقدام نے اسے خود اپنی نظروں میں گرا دیا تھا۔ چار دن بعد عمیر کا فون آ گیا۔

''اپنا موبائل کیوں آف رکھا ہوا ہے تم نے؟'' اس نے شکایت کی۔

''چارج نہیں تھا۔'' وہ بہ مشکل بولی۔

''یار کب آؤ گی؟'' فوراً ہی لہجہ خوشامدی سا ہو گیا۔

''ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی۔''

''جانو...... آج آ جاؤ ناں، وہیں جہاں ہم پہلی بار ملے تھے۔''

''نہیں عمیر، میں نہیں آ سکتی۔''

''کیسی بیوی ہو، اپنے میاں کا خیال تک نہیں ہے۔''

''ہاں...... بہت بری جو ہوں۔''

''نہیں جانو...... تم کیسی ہو...... یہ کوئی میرے دل سے پوچھے، ذرا اپنا ہاتھ بڑھاؤ اور میرے دل پر رکھو، ہاں ... اب بتاؤ میرے دل کی دھڑکن تمہیں اپنے دل میں محسوس ہو رہی ہے یا نہیں۔''

کوئی اور وقت ہوتا تو رابعہ عمیر کے یہ جملے سن کر ہی شرما جاتی اور آنے کی اسی لمحے ہامی بھر لیتی مگر وہ اپنے آپ پر حتی الامکان قابو پاتے ہوئے بولی۔

''سوری عمیر...... میں نہیں آ سکوں گی۔''

''کیا مصیبت آ گئی جو آیا نہیں جا رہا، رکشے کے پیسے نہیں ہیں یا ٹیکسی نہیں ملتی، کہو تو گاڑی بھجوا دوں۔''

''میں نے بتایا ناں، اماں کی طبیعت خراب ہے۔''

''ارے اپنی اماں کو گولی مارو۔''

''کیا کہہ رہے ہو تم...... جانتے بھی ہو۔''

''ہاں ٹھیک کہہ رہا ہوں، تم فوراً آؤ تھوڑی دیر بعد چلی جانا۔''

''نہیں، میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتی۔'' اس نے دانت پیس کر کہا۔

''رابعہ میں نے نکاح نامے کی کاپی بنوا لی ہے۔ کم از کم تم اپنی کاپی تو حفاظت سے اپنے پاس رکھو۔'' وہ اسے ڈاج دیتے ہوئے بولا۔

''اچھا...... تم نے کاپی بنوا بھی لی۔'' وہ تنک کر بولی۔

''مجھے معلوم ہے تم اسی بات سے ناراض ہو...... مگر میں اپنی مصروفیت کے سبب ہمیشہ بھول جایا کرتا تھا مگر کل میں خاص طور پر مولانا صاحب کے پاس گیا، وہاں سے نکاح نامے کی کاپیاں بنوائیں، اب تم آ رہی ہو تو تم بھی اپنے ساتھ لے جانا۔'' وہ انتہائی سنجیدگی سے، جملے آہستگی سے اس انداز میں ادا کر رہا تھا، جیسے وہ کوئی بے حد ذمہ دار قسم کا شخص ہو، جسے ایسی دستاویز کی اہمیت کا بخوبی اندازہ بھی ہو۔

''عمیر تم نے خواہ مخواہ اتنی پریشانی اٹھائی، چچ چچ......!''

''ظاہر ہے کہ یہ میری ذمہ داری تھی...... اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔'' وہ اس کا لہجہ سمجھ نہیں سکا تھا۔

''بات یہ ہے عمیر کہ نکاح نامے کی اوریجنل کاپی میرے ہاتھ آ گئی ہے، جس رجسٹر سے تم نے جو صفحہ پھاڑا تھا، اس پر میرے ہی دستخط واقعی موجود ہیں، یہ دستاویز اتنی اہم ہے کہ میں اس کو روزانہ صبح و شام دیکھا کرتی ہوں، ایک ہی کاپی میری پوری زندگی کے لئے کافی ہے، اب بقیہ کاپیاں لے کر میں کیا کروں گی۔'' اس کے لہجے میں آنسو اور آہیں مجسم سی ہو گئیں تھیں۔

عمیر کو لحہ بھر میں اندازہ ہو گیا کہ اس کے ڈرامے کا ڈراپ سین ہو گیا ہے۔

''اچھا...... یہ بات ہے، اس لئے اکڑ رہی ہو۔'' ساری بات اس کی سمجھ میں آئی تو اس نے دل میں سوچا۔

''رابعہ میں تمہارے پیچھے نہیں بلکہ تم میرے پیچھے آئی تھیں بلکہ جان کا جنجال ہو گئی تھیں۔ میں تم سے بھاگتا رہا تھا... مگر بالآخر تم نے مجھے اپنا اسیر کر لیا۔ کبھی سوچا تم نے۔''

''عمیر... میں نے تو تم سے محبت کی تھی، تم راہزن کیوں بن گئے، میری محبت کا یہ جواب تو نہیں ہونا چاہئے تھا۔ محبت کرنے والے ایسا گھٹیا سلوک تو نہیں کرتے۔''

"رابعہ زندگی کو خوشی کے ساتھ گزارنا ہی اصل زندگی ہوتی ہے اور جو کچھ ہوا، ہم دونوں کی باہمی رضامندی سے ہوا، تم بھی خوش تھیں اور میں بھی اور اصل زندگی بھی یہی ہوتی ہے۔ مغرب میں تو لوگ اسی طرح زندگی گزارتے ہیں، شادی کے چکر میں اب بہت کم لوگ پڑتے ہیں۔"

"مگر مجھے کتے، بلیوں کی سی زندگی گزارنا پسند نہیں اور نہ ہی میں یہ اجازت دوں گی کہ تم میرے ساتھ زنا کرو۔ میں لعنت بھیجتی ہوں ایسی زندگی پر جو گناہ کرتے ہوئے گزاری جائے۔"

"ارے پاگل ہوگئی ہو تم...... میرے کتنے ہی فرینڈز اسی طرح وقت گزارتے ہیں۔"

"مگر میں ایسے نہیں گزار سکتی۔"

"پارسا تو تم نہیں رہیں تو اب حرج بھی کیا ہے۔" وہ بے رحمی سے ہنستے ہوئے بولا۔

"میرے ساتھ جو کچھ بھی ہوا، انجانے میں ہوا، تمہاری مکاری کے طفیل ہوا جو مجھ جیسی لڑکی تمہارے جھانسے میں آ گئی۔"

"رابعہ...... کیا تم مجھ سے محبت نہیں کرتی ہو۔" اب وہ دوسرا داؤ آزما رہا تھا۔

"کاش نہ کی ہوتی تو اس انجام کو تو نہ پہنچی ہوتی۔ ایک غریب گھرانے کی لڑکی کی آبرو بھی تم نے لوٹ لی، مجھے تو بالکل ہی کنگال کر کے رکھ دیا تم نے۔" اب وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

"پلیز رومت رابعہ...... مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔"

"کسی کو تکلیف پہنچا کر تمہیں بھی تکلیف ہوتی ہے۔" وہ تمسخر سے ہنس کر بولی۔

"پلیز رابعہ، پہلے میری بات سنو۔" وہ رسان سے بولا۔ "تم کہو گی تو میں ماہانہ رقم باندھ دوں گا تمہاری۔"

"وہ کیوں......" وہ بپھر اٹھی۔

"بے وقوف لڑکی، پہلے پوری بات تو سن لو، اس سے تمہارے گھریلو مسائل بھی حل ہو سکتے ہیں اور تمہارے اپنے ذاتی خرچے بھی پورے ہو جائیں گے، کپڑے، کاسمیٹکس وغیرہ کے۔"

"عمیر میں طوائف نہیں ہوں۔" وہ جیسے رو دی۔

"میں یہ بات کب کہہ رہا ہوں، میں تو چاہتا ہوں کہ تم میری ایک اچھی دوست بن کر رہو، کہ اب میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔" اس کا مطمح نظر سن کر اس کا غصہ مزید بھڑک اٹھا۔

"عمیر تم جیسے لوگوں کو کوٹھوں پر جانا چاہئے اور یاد رکھو کہ کبھی کسی شریف لڑکی کو طوائف بنانے کی کوشش نہ کرنا۔"

"پاگل ہو تم...... موٹی عقل کو میری بات ہی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔" وہ جھنجلایا۔

"میں تو جس لڑکی کی طرف اشارہ کر دوں، وہ دوڑی چلی آئے گی اور اپنا تن، من، دھن سب مجھ پر وار دے گی۔ میری ہمراہی اس کے لئے فخر آمیز ہوگی۔ اگر تم نے میرا ہاتھ تھاما تو اس کا مقصد کچھ پانا ہی تھا ناں، صرف رابعہ کو کون جانتا تھا؟ اب میرے نام کے ساتھ تمہیں سب جان جائیں گے۔" وہ تکبر آمیز لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"تو پھر ایسی لڑکیوں سے رابطہ کرو جو تمہارے حساب سے رہنا چاہتی ہوں، وہی تمہارے کام آئیں گی۔ عمیر میں ایسی نہیں ہوں جیسی تم مجھے سمجھ رہے ہو۔ مجھے تم نے نکاح کا چارا ڈال کر لوٹا ہے۔" وہ پھر رونے لگی۔

"مگر رابعہ جانی، اب میں اس دل کا کیا کروں جو تمہارے سوا کسی کا نام ہی نہیں لینا چاہتا۔" وہ مکاری سے ہنستے ہوئے بولا۔

"کہنا کیا چاہتے ہو تم؟" اس کے انداز سے وہ خوفزدہ سی ہوگئی۔

"تم مجھ سے اتنی آسانی سے پیچھا نہیں چھڑا سکتیں۔"

"تو پھر......؟"

"آئندہ سنیچر ڈے...... شرافت سے میرے پاس آ جانا، ورنہ اتوار کو ہی تمہارے محلے کے ہر گھر میں تمہاری خصوصی تصاویر پہنچ جائیں گی۔"

"کیا کہہ رہے ہو تم......؟"

"میں بکتا نہیں ہوں، سچ کہتا ہوں۔"

"عمیر تمہیں کیا ہو گیا ہے۔" وہ پریشان ہو کر رو رہی تھی۔

"تم مجھ سے ملتی رہو تو فائدے میں رہو گی۔"

"مگر میں تو تمہارے گیتوں سے محبت کرتی تھی۔"

"اور میں تمہاری جوانی سے۔" وہ بے باکی سے ہنسا "اور جو چیز مجھے پسند آ جائے، اسے میں ہر حالت میں حاصل کر لیا کرتا ہوں۔" تب لرزتے ہاتھوں سے اس نے فون ہی بند کر دیا تھا۔

"اب کیا ہوگا، نازیہ؟" باورچی خانے میں کام کے بہانے دونوں بہنیں بیٹھی بری طرح رو رہی تھیں۔

"آپا میرے سمجھ میں خود نہیں آ رہا کہ کریں تو کیا کریں؟"

"میں خودکشی کر لیتی ہوں تو وہ پھر کیا کر سکتا ہے۔"

"نہیں آپا...... یہ کوئی حل نہیں ہے۔"

"پھر میں اس کے پاس، چپ چاپ چلی جاتی ہوں۔"

"اس طرح تو وہ جب دل چاہے دھمکی دے کر بلا سکتا ہے۔"

"تو پھر میں کیا کروں؟" وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر بولی۔

"آپ کہیں تو میں اجمل کو بتا دوں، شاید وہ اس ضمن میں ہماری کوئی مدد کر سکیں۔"

"پھر میں اجمل کی نظروں میں بھی ذلیل ہو جاؤں گی۔" نازیہ کا دل چاہا کہ اسے بتا دے کہ وہ پہلے ہی ذلیل ہو چکی ہے، مزید کیا ہوگی۔

"نازیہ کچھ سوچو تو سہی کہ ہماری مدد کون کر سکتا ہے۔"

"آپا...... میرے ذہن میں تو سوائے اجمل کے کوئی دوسرا نام ہی نہیں ہے۔"

"نہیں...... تمہارا میاں...... اپنے گھر میں مجھے ذلیل کر کے رکھ دے گا۔"

"آپا ایسی بات نہیں ہے، اجمل مجھ سے متعلقہ کوئی بات بھی اپنے گھر والوں کو نہیں بتاتا۔"

"ایسا لگتا تو نہیں ہے وہ۔"

"آپا کسی کے چہرے پر تو یہ لکھا نہیں ہوتا کہ کون اچھا ہے اور کون برا۔ عمیر کو آپ کے خیال سے اچھا ہی ہونا چاہئے تھا مگر کس قدر کمینہ نکلا۔ اجمل کے بارے میں گو آپ کی رائے شاید اچھی نہ ہو مگر میں جانتی ہوں کہ ان میں خوبیاں زیادہ ہیں۔"

''یقیناوہ تمہارے ساتھ اچھا ہوگا مگر میرا رشتہ دوسرا ہے......اس کے سامنے ایسی باتیں کرنے کا مطلب یہی ہوگا کہ ساری زندگی اس کی نظر میں میری عزت دوکوڑی کی رہے گی۔ میں کبھی اس سے نظر ملا کر بات نہیں کرسکوں گی۔''
نازیہ کا دل چاہا کہ وہ پوچھے کیا اب بھی تم اپنے آپ کو عزت دار سمجھتی ہو۔ مگر سمجھداری کا تقاضا یہی تھا کہ وہ چپ چاپ رابعہ کی ہر بات سنتی رہی، اس لئے وہ ایک لفظ بھی نہیں بولی۔

''نازیہ......تم چپ کیوں ہوگئیں۔'' اس کی خاموشی بھی رابعہ کو دہلائے دے رہی تھی۔

''کیا بولوں آپا......اب بولنے یا کچھ کہنے کے لئے بچا ہی کیا ہے۔''

''نازیہ پلیز......اجمل سے اس بارے میں کچھ مت کہنا۔''

''تو پھر کیا کروں؟'' آپ ہی مجھے بتا دیجیے۔ میرا دماغ ہی کام نہیں کررہا اور ٹھنڈے پسینے الگ آرہے ہیں۔''

''میں سوچ رہی ہوں کہ کل اس سے ملنے کے لئے چلی جاتی ہوں۔'' وہ آنکھوں میں آنسو سجائے رندھے ہوئے لہجے میں بولی۔

''آپا پھر یہ سلسلہ رکنے میں نہیں آئے گا۔''

''اس کی ماں کو جا کر بتاؤں کہ تمہارے سپوت نے کیا حرکت کی ہے؟''

''اس کی ماں آپ کی کسی بات کا یقین ہی نہیں کرے گی۔''

''اس کے گھر فون کر کے تو سب کہانی سنا سکتی ہوں۔''

''مت بھولئے آپا کہ مشہور لوگوں کو اسی طرح تنگ کرتی ہیں خواتین۔ آپ مزید بدنام ہوجائیں گی۔''

''اگر میں اس سے ملنے کے لئے نہیں گئی تو وہ نجانے کیسی تصاویر محلے میں بانٹ دے گا۔''

''بکواس کررہا ہوگا وہ......شاید آپ کو ڈرایا ہوگا۔''

''پتا نہیں، کرمنل ذہن کا شخص ہے، کیا پتا اس کے اوباش دوستوں نے ہمارے بیڈروم میں کوئی کیمرا فٹ کررکھا ہو۔''

''اس وقت تو پہلے آپ دو رکعت توبہ کی نیت سے نماز پڑھیے، پھر کچھ سوچتے ہیں۔''

''نازیہ سوچنے کے لئے رکھا ہی کیا ہے، میرا تو دل بیٹھا جارہا ہے۔''

''مجھے بھی آپا بے حد ڈر لگ رہا ہے۔''

''کاش میں عمیر کی چاہت میں اتنا آگے نہ بڑھی ہوتی تو چاروں طرف سے مصیبتیں مجھ پر یوں دھاوا نہ بولتیں۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ......'' نازیہ نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور دوپٹے میں اپنے آنسوؤں کو سمیٹ لیا جو چپ چاپ رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ ڈر، خوف اور وحشت نے دونوں بہنوں کو سراسیمہ سا کر رکھا تھا، نہ کھانا کھایا جارہا تھا اور نہ ہی نیند آنکھوں میں آئی تھی۔

کہیں ایسا نہ ہوجائے۔

کہیں ویسا نہ ہوجائے۔

یہی خیال دل کو ہولا رہا تھا۔ رابعہ نے اپنا موبائل مستقل بند کر کے باسکٹ میں ڈال دیا تھا، گھر کا فون بھی وہ زیادہ تر انگیج رکھ رہی تھی۔ بابو جی گھر میں آتے تو وہ خود ریسیور اٹھا کر کریڈل پر رکھ دیتے۔

''یہ فون نیچے کیوں رکھ دیتی ہو؟'' ایک دن انہوں نے نازیہ سے پوچھا۔

''اماں کی نیند خراب ہوتی ہے ناں۔ اس لئے ریسیور نیچے رکھ دیتے ہیں۔''

چار دن سکون سے گزر گئے تھے، آج ہفتہ تھا، صبح سے رابعہ کو وحشت ہورہی تھی۔

گھر کے فون کی گھنٹی بجی۔

بابو جی نے فون اٹھایا تو انہوں نے رابعہ کو آواز دی، رابعہ کی جان نکل گئی۔

''بیٹا تمہاری کوئی سہیلی بول رہی ہے۔'' بابو جی اس سے کہتے ہوئے باہر نکل گئے، مرے ہوئے قدموں سے وہ کمرے تک پہنچی۔ فون کانوں سے لگا کر دھیمے سے ہیلو کہا۔

''جانو......آج تمہارے گھر کے مین اسٹاپ پر میری گاڑی کھڑی ہوگی۔ تم ٹھیک بارہ بجے وہاں پہنچ جانا۔'' عمیر اس سے کہہ رہا تھا۔

''اماں کی طبیعت بہت خراب ہے۔'' وہ دھیمے سے لہجے میں خوشامدانہ لہجے میں بولی۔

''اب اگر تمہاری اماں پانچ سال تک لٹکتی رہیں گی تو کیا میں تم سے ملوں گا نہیں۔''

''مگر تمہارا مجھ پر کوئی حق تو نہیں ہے ناں۔''

''آج کل حق اور فرض کون ادا کررہا ہے۔'' وہ کمینگی سے ہنستا ہوا بولا۔

''مگر میرے ساتھ تو تم نے دھوکا کیا ہے، میرا کتنا بڑا نقصان کیا ہے، کچھ اندازہ بھی ہے۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی وہ تلخی سے بولی۔

''ہر پھیرے پر میں نے تم پر دو سے ڈھائی ہزار خرچ کیے ہیں پھر بھی نقصان کی بات کرتی ہو۔ زیور بنا کر دیا تمہیں، ڈائمنڈ کی انگوٹھی دی تمہیں۔'' اب وہ اس پر اپنے احسانات جتا رہا تھا۔

''نقلی اور جھوٹے زیوروں کی باتیں مت کرو۔''

''چلو تم آجاؤ، میں سچے گہنے دلوا دوں گا۔''

''مجھے نہیں چاہئیں۔''

''آج جو سوٹ تمہارے لئے لایا ہوں، دیکھ کر خوش ہوجاؤ گی اور کلر بھی تمہارا پسندیدہ ہے، پرپل کلر میں۔''

''مجھے نہیں چاہئے، عریانیت زدہ کپڑے۔''

''اب زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے، آج تم آرہی ہو۔ غضب خدا کا، پورا ایک ہفتہ ہوگیا تمہیں دیکھے ہوئے۔'' یہ کہہ کر اس نے خود فون بند کردیا۔

پونے گیارہ بجے وہ گھر کا سودا سلف لانے کے لئے بڑی سی سیاہ چادر اوڑھ کر نکلی۔ وہ یہ سوچ کر نکلی تھی کہ پندرہ منٹ میں گھر واپس بھی آجائے گی مگر وہ جب سیاہ (لے آنا) کار کے قریب سے گزری تو پچھلا دروازہ سرعت سے کھلا اور کسی نے اسے اندر کھینچ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور جب اس کے ہوش بحال ہوئے تو وہ اسی کمرے میں تھی جہاں شادی کا ڈراما کھیلا گیا تھا۔

''عمیر مجھے معاف کردو، میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں...... میں غریب مگر ایک شریف گھرانے کی لڑکی ہوں، تم سے محبت کے طفیل، میں اس راہ تک آگئی ہوں، پلیز مجھے معاف کردو۔'' وہ اس کے پاؤں پکڑ کر روتی رہی۔

''پاگل......تمہیں رلانے کے لئے تھوڑی لائے ہیں، تم سے تو محبت ہوگئی ہے، تمہارے بغیر رہ ہی نہیں سکتے تو کیا

کریں۔'' عمیر اس کے بالوں میں منہ چھپاتا ہوا بولا۔ تو وہ مارے غم اور دکھ کے روہانسی سی ہوگئی۔

کتنی عجیب بات تھی آج اس کی ہمراہی میں اس کا ایک ایک پل بھاری تھا۔ دو گھنٹے بعد وہی گاڑی اسے اس کے اسٹاپ پر اتار کر زن سے ہوا ہوگئی۔

اور جب وہ لڑکھڑاتی ہوئی گھر میں داخل ہوئی تو نازیہ اس کی سرسوں جیسی رنگت دیکھ کر فوراً سمجھ گئی کہ عمیر اپنے مذموم مقاصد میں ایک بار پھر کامیاب ہوگیا ہے۔

☆☆☆

بدلتے ہوئے موسم کا اثر تھا..... سرمد کی اماں کو بخار کے ساتھ بدہضمی بھی ہوگئی اور وہ بری طرح پریشان سی ہو گئیں۔ جہاں اپنی بیٹی سبین کو فون کیا وہاں اپنی بھانجی کو بھی فون پر اپنی دگرگوں حالت کی اطلاع دے دی۔ نتیجہ صاف ظاہر تھا۔ دونوں ہی بھاگی چلی آئیں۔

سرمد آفس جا چکا تھا، سہانی اپنے کمرے میں تھی اور اماں، اپنے بستر پر چپ چاپ بیٹھی تھیں، بخار گو تیز نہیں تھا مگر حرارت کے باعث چہرہ تمتما رہا تھا۔

''صبح آپ نے کچھ کھایا۔'' سبین نے ماں سے پوچھا۔

''کچھ وی نہیں لیا، ساری ناشتے کی ٹرے واپس کردی۔'' کریمن نے انہیں اطلاع دی۔

''ناشتے کے بغیر آپ دوا بھی نہیں لے سکتیں، خالی پیٹ آپ دوا لیں گی تو وہ نقصان دے گی۔''

''میرا اس وقت کچھ کھانے کو دل ہی نہیں چاہ رہا۔''

''ایک سلائس اور فرائی انڈا لے لیں۔'' سبین نے ماں سے کہا۔

''بیٹا..... اس وقت میرا منہ کڑوا زہر ہو رہا ہے اگر ڈبل روٹی لوں گی تو طبیعت مزید خراب ہوگی۔''

''خالہ میں پانچ منٹ میں آپ کے لئے دلیا بنا کر لاتی ہوں۔'' وہ تیزی سے باورچی خانے میں جاتے ہوئے بولی اور وہ واقعی چند منٹوں میں نمکین دلیا اوپر سے بگھار کر لائی تو اماں نے وہ آدھا کپ کھالیا۔ اس کے بعد سبز چائے کا کپ بھی حمیدہ نے انہیں پلا دیا۔ دوا کھا کر اماں تو سو گئیں مگر حمیدہ اماں کی الماری ٹھیک کرتی رہی، ان کے کپڑے ان کی ضرورت کی چیزیں ترتیب سے رکھتی رہی۔

پھر اس نے اماں کے لئے پتلی کھچڑی بنائی۔ پودینے، زیرے اور لیموں کے رس کی چٹنی بنائی۔ سبین اس اثنا میں اماں کے کمرے میں رکھے ہوئے صوفوں کے کور چینج کرتی رہی اور کریمن سے تفصیلی ڈسٹنگ کرواتی رہیں۔ ظہر کی نماز کے بعد اماں نے تھوڑی سی کھچڑی بھی کھائی اور دوا بھی، اب ان کا بخار بھی اتر گیا تھا اور طبیعت بھی قدرے بہتر تھی۔

''حمیدہ کے آنے سے میری طبیعت ویسے بھی اچھی ہو جاتی ہے۔'' کمرے میں خوشگوار سا احساس محسوس کر کے انہوں نے کہا۔ جو لان سے پھول توڑ کے ان کے کمرے میں خوبصورت سا گلدستہ بنا کر بھی رکھ چکی تھی۔

''اماں میں گھر چلوں گی، بچے اسکول سے گھر آچکے ہوں گے۔'' سبین نے کہا۔

''حمیدہ کو بھی لے جاؤ گی اپنے ساتھ؟'' انہوں نے بیٹی سے پوچھا۔

''خالہ میں دو چار روز رہوں گی آپ کے پاس، امی سے میں اجازت لے کر آئی ہوں کہ جب تک خالہ کی طبیعت خراب ہے، میں ان کے پاس ہی رہوں گی۔''

''کیسی محبت کرنے والی بچی میرے گھر نہ آسکی۔'' اماں ملال بھرے لہجے میں سوچ رہی تھیں۔

''تسی جا رہے ہو، تہاڈی تے ملاقات بھی نئیں ہوئی بھائی دے نال۔'' کریمن تاسف بھرے لہجے میں سبین سے بولی۔ جو اپنا بیگ اٹھا کر ماں کو خدا حافظ کہتے ہوئے باہر نکل رہی تھی۔

''کوئی بات نہیں ہے، میں اماں کی وجہ سے آئی تھی۔'' سبین نے مسکرا کر کہا۔

تین بجے کے قریب جب سہانی اوپر سے نیچے اتری تو اماں دوپہر کا کھانا کھا کر لیٹ چکی تھیں اور حمیدہ ان کے کمرے میں رکھے ہوئے صوفہ کم بیڈ پر لیٹی اخبار پڑھ رہی تھیں۔

''ارے تم کب آئیں حمیدہ؟'' سہانی نے حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''سبین آپی کے ساتھ صبح آئی تھی، خالہ کا فون سن کر فوراً آنا پڑا۔''

''خیریت تو ہے ناں۔''

''خالہ کی طبیعت خراب ہے ناں۔'' حمیدہ نے اسے یوں حیرت سے دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو کیا تم اس گھر میں نہیں رہتیں۔

''معمولی سا ٹمپریچر تھا، رات سرمد دوا لے آئے تھے، کوئی ایسی طبیعت تھوڑی خراب تھی کہ ادھر اُدھر فون کر کے بتایا جاتا۔''

''بھابی بڑھاپے میں انسان کا دل کسی بچے کی طرح ہو جاتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ بچے کی طرح اس کی نگہداشت کی جائے اور اس کی باتیں غور سے سنی جائیں۔''

''بیکار لوگوں کے مشاغل اسی نوعیت کے ہوتے ہیں۔'' سہانی نے ہنستے ہوئے کہا۔

''آپ کہیں جا رہی ہیں کیا۔'' اس کو نک سک سے تیار دیکھ کر حمیدہ نے حیرت سے پوچھا۔

''آج ڈانس اکیڈمی میں میری پرفارمنس ہے، جسے میڈیا بھی کوریج دے گا۔ سرمد بھی آفس سے سیدھے وہیں پہنچ رہے ہیں۔''

''مگر آپ نے تو نہ ناشتا کیا اور نہ ہی کھانا کھایا ہے، ایسے میں نہار منہ جا رہی ہیں۔''

''نہیں..... ایسی بات نہیں ہے، صبح میں جوسز لیتی ہوں، اپنا دوپہر کا کھانا میں نے کریمن سے اوپر منگوالیا تھا۔ اچھا میں چلتی ہوں، اماں کو میری طرف سے پوچھ لینا۔'' وہ پرس جھلاتی ہوئی اماں پر ایک نظر ڈال کر باہر نکل گئی۔

اماں جو آنکھیں موندے لیٹی تھیں۔ وہ سوچنے لگیں کہ یہ سہانی جو خوبصورتی میں بے مثال ہے، وہ مجھے خوبصورت کیوں نہیں لگتی۔ اس کے مقابلے میں حمیدہ جو معمولی نقش و نگار کی حامل ہے مگر جس کے دل میں محبت اور چاہت کے ساتھ خدمت کا جذبہ بھی موجزن ہے، وہ مجھے اس قدر حسین کیوں نظر آرہی ہے؟

حمیدہ، ہق دق سی، سہانی کو جاتا دیکھ کر متوحش تھی۔

جس کی ساس بیمار ہو، اس کی بہو کو اپنے ناچنے کے پروگرام سے دلچسپی تھی اور اس سے زیادہ اسے سرمد بھائی پر غصہ آرہا تھا جنہیں اپنی ماں کے بجائے اپنی بیوی کا خیال تھا۔ جس کا پروگرام دیکھنے کے لئے وہ آفس سے اٹھ کر اس کی اکیڈمی پہنچ رہے تھے۔

ایک آہ بھر کر وہ خالہ کا ٹمپریچر نوٹ کرنے کے لئے اٹھی تو اس نے دیکھا..... وہ آنکھیں موندے تو ضرور لیٹی تھیں مگر

ان کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

☆☆☆

خون کی کمی نے اور ڈیپریشن نے نادیہ کو مسلسل چڑچڑا سا بنا دیا تھا۔ کہاں تو وہ ہر ایک کی بات برداشت کر لیا کرتی تھی، ممی اپنے دل کی بھڑاس اس پر اتارتی تو وہ برا مانے بغیر ان کو کمپنی دیا کرتی۔ سکندر اگر کبھی انٹ شنٹ کہہ دیتا تو وہ کھل کھلا کر ہنس دیا کرتی اور سہانی کی باتوں کو وہ کبھی سیریس لیا ہی نہیں کرتی تھی۔

اس کا خیال تھا کہ وہ لاابالی اور بے وقوف سی لڑکی ہے۔ ایسے لوگ جو اپنا اچھا برا نہیں سوچ سکتے وہ کسی دوسرے کے نفع ونقصان کا کیونکر اندازہ کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے کبھی سہانی کی کسی غلط بات کا جواب دینے سے ہمیشہ گریز کیا تھا۔

مگر اب اس کے صبر کا مادہ پاش پاش ہو گیا تھا، اس کا دل چاہتا تھا اگر کوئی اس سے ٹیڑھی بات کرے تو وہ فوراً ہی حساب چکتا کر دے۔

دورانِ حمل کے بعد دیگرے تبدیلیوں کے باعث اکثر خواتین بے حد حساس سی ہو جاتی ہیں مگر نادیہ کے لئے اپنے میکے کی صورتحال نے اسے مزید پریشان کر رکھا تھا اور اس کی یہ پریشانی کسی صورت حل ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔ اپنے میکے جاتی تو ماں کی غمزدہ صورت اس کی پریشانیوں اور ڈیپریشن میں مزید اضافہ کرتی، اپنے گھر واپس آتی تو بھائی کا مغموم چہرہ اس کی نظروں میں گھوم جاتا اور اس کا دل دکھ سے بھر جاتا۔

عامر کیسا ہنسنے ہنسانے والا لڑکا تھا، جسے خاموش ہونا آتا ہی نہ تھا اور اب اس کو ایسی نظر لگی تھی کہ وہ جیسے مسکرانا تک بھول گیا تھا اور اس کے چہرے پر ایسی وحشت سی چھا گئی تھی کہ وہ کوئی نفسیاتی مریض سا دکھائی دیتا تھا۔ نادیہ کے لئے یہ بات انتہائی دکھ دینے والی تھی کہ عامر پاگلوں کے سے احوال میں رہ رہا تھا۔

راتوں کو وہ جاگتا اور سارا دن وہ سوتا رہتا، نجانے کیسی نیند تھی جو کسی طرح پوری ہی نہ ہوتی اور وہ بغیر کھائے پیے سوتا رہتا۔ حالانکہ وہ کھانے پینے کا بے حد شوقین تھا۔ اپنی پسند کے کھانے وہ بنوایا کرتا تھا اور اب یہ عالم تھا کہ اس کا کوئی بھی چیز رغبت سے کھانے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا، نادیہ اپنے بھائی کی حالت کی ذمے دار سہانی کو ہی سمجھتی تھی، جن کی جھوٹی محبت کے طفیل عامر کی زندگی ایک ایسے بھنور میں پھنس گئی تھی جس میں سے اس کا نکلنا دشوار نظر آ رہا تھا۔

ایسے میں ہنستی مسکراتی سہانی، بات بے بات پر قہقہوں کے گولے چھوڑتی ہوئی جب شاداب ہاؤس میں آتی تو نادیہ کا دل چاہتا کہ اس کا منہ نوچ لے یا تھپڑوں سے اس کا منہ ایسا سجا دے کہ وہ آئندہ ہنسنے یا مسکرانے کے قابل نہ رہے۔

مگر یہ باتیں صرف سوچی جا سکتی تھیں، ان پر عمل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ شاداب ہاؤس سہانی کا اپنا میکا تھا اور لڑکیوں کا اپنے میکے میں آنے کا کوئی ٹائم نہیں ہوا کرتا ہے۔ وہ جب دل چاہے آ جائیں، ہر ماں کے بازو اپنی بیٹی کے لئے ہر وقت وا رہتے ہیں۔ نادیہ پوری کوشش کرتی کہ زیادہ اس کا سامنا نہ ہونے پائے کہ وہ اس کو دیکھ کر لپ جھپ ادھر سے ادھر تو ہو ہی جاتی تھی مگر ایک گھر میں رہتے ہوئے ایسا مشکل نہیں تو ناممکن ضرور تھا۔ آتے جاتے اس کی سہانی کے ساتھ مڈبھیڑ ہو ہی جاتی اور نہ چاہتے ہوئے بھی اسے دیکھ کر اسے اپنے لبوں پر مسکراہٹ سجانی پڑتی۔

''سہانی، آج کل تمہاری اسکن زیادہ فیئر ہو رہی ہے۔'' ممی نادیہ کو دیکھ کر سہانی سے کہتیں۔

''میری تو شروع سے ہی ایسی ہے...... ہے ناں بھابی۔'' سہانی اس کو بھی گھسیٹ لیتی۔

''ہاں......'' وہ ہنکارا بھر کر اپنی جان چھڑاتی اور کوشش کرتی کہ ان دونوں ماں بیٹیوں کے سامنے آن کی آن میں غائب ہو جائے۔

''نادیہ...... دیکھو تو سہی ماشاءاللہ سہانی کے رخساروں پر کیسی گلابیاں دھرنا دے کر بیٹھ گئی ہیں۔''

''ہاں بھابی سرمد بھی یہی کہتے ہیں کہ میری وجہ سے تم زیادہ خوبصورت ہو گئی ہو۔''

''شادی کے بعد فرق تو پڑتا ہی ہے۔'' ممی سن کر ہاں میں ہاں ملاتیں۔

''مگر ممی...... سرمد تو یہاں کہتے ہیں کہ اس پورے شہر میں میری سہانی جیسا کوئی بھی نہیں ہے۔'' وہ قصداً لہجے کو شرمیلا بنا کر جتاتی ہوئی نظروں سے نادیہ کو دیکھتے ہوئے کہتی...... مگر نادیہ بغیر کوئی تبصرہ کئے کمرے سے نکل جاتی۔

''دیکھا ممی آپ نے۔'' سہانی اس کو جاتا دیکھ کر ماں کے ٹہوکا دیتے ہوئے کہتی۔

''ہاں، سب دیکھ رہی ہوں میں۔''

''مجھے دیکھ کر بھابی جلتی کیوں ہیں؟''

''اس کی تو عادت ہی ہے جلنے کی، میں کوئی اچھی ساڑھی پہن لوں، کوئی اچھی جیولری خرید لوں، حد تو یہ ہے کہ کوئی مہنگا پرفیوم استعمال کر لوں تو کلس کر رہ جاتی ہے اور اس کی آنکھیں جیسے تمسخر سے میرا مذاق اڑاتی ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ ان کو نکال کر باہر پھینک دوں۔''

''پاگل ہو تم لوگ، اس کی حالت تو دیکھو کہ کیسی ہو رہی ہے، ایک دم پیلی پڑ رہی ہے۔ ڈاکٹر کہہ رہی تھی کہ نادیہ کا آپریشن بھی ہو سکتا ہے، بجائے اس کے کہ ان دنوں اس کا خیال رکھو، اس کی شکایتیں جمع ہو رہی ہیں۔'' پاپا اگر کوئی بات سن لیتے تو نادیہ کی وکالت کرتے۔

''دُنیا سے انوکھا بچہ نہیں جن رہی وہ، دُنیا بھر کی عورتیں یہ کام کرتی رہتی ہیں، ہمیں کس نے ہتھیلی کا پھپھولا بنا کر رکھا تھا جو ہم اسے بنائیں۔'' ممی، پاپا کو بھی بے مہار سناتیں۔

''شاداب بیگم! تم تو ہمیشہ اکیلے گھر میں رہی ہو، سفید کو سیاہ بھی کیا تو کوئی پوچھنے والا نہیں تھا اور نوکر چاکر کی سہولت ہر دور میں تمہارے ساتھ رہی ہے، اب اگر تم اپنی اکلوتی بہو کا خیال کر لو گی تو تمہارے سر پر کوئی پہاڑ نہیں گر پڑے گا۔ آخر تمہارا پوتا پوتی آ رہا ہے، تمہیں تو خوش ہونا چاہئے۔'' پاپا اکثر انہیں سمجھایا بھی کرتے۔

''آج کل بیٹے اپنے نہیں رہے ہیں، آپ پوتا، پوتی کی بات کر رہے ہیں۔'' وہ کندھے جھٹک کر کہتیں۔

''نادیہ بہت اچھی لڑکی ہے، سنجیدہ اور متین سی سب کا خیال رکھنے والی۔ آج کل وہ کتنی کمزور اور پژمردہ سی دکھائی دے رہی ہیں مگر کسی سے کچھ کہتی تک نہیں ہے۔'' پاپا اس کی طرف داری کرتے۔

''آپ کو کیا پتا، اسے سہانی کا آنا تک برا لگتا ہے۔'' ممی نے غصے سے تپے چہرے سے بتایا۔

''ایسا کیا اس نے آپ سے کہا ہے۔'' پاپا نے حیرت سے پوچھا۔

''نہیں مجھ سے کہنے کی تو وہ ہمت نہیں رکھتی۔ زبان نہ کھینچ لیتی میں اس کی۔''

''تو پھر آپ کو یہ گمان کیونکر ہوا؟''

''کل وہ ملازمہ سے کہہ رہی تھی، پتا نہیں کیوں لوگوں کا اپنے گھر میں دل نہیں لگا کرتا ہے، میاں کے آفس جانے کے بعد وہ میکے کی طرف دوڑ لگا دیتی ہیں۔''

"تو کیا غلط کہا اس نے۔" پاپا نے پھر بہو کی طرف داری کی۔

"دماغ تو ٹھیک ہے آپ کا یا سٹھیا گئے ہیں۔" ممی کو پاپا کی بات سن کر غصہ ہی تو آ گیا تھا۔

"شاداب، کبھی اپنی بیٹی کو درست مشورہ مت دینا، کیا سہانی کو اپنی ساس کا خیال نہیں رکھنا چاہئے۔ ان سے بات چیت نہیں کرنی چاہئے، وہ بیمار اور تنہا عورت ہیں، کیا ان کی تنہائی بانٹنا سہانی کا فرض نہیں ہے تاکہ انہیں بھی ایسا لگے کہ گھر میں بہو آنے سے گھر کا ماحول بھی خوشگوار اور مزید خوبصورت سا ہو گیا ہے۔ وہ لڑکیاں جو روزانہ بھاگ بھاگ کر میکے آتی ہیں، میں انہیں بے وقوف لڑکیاں سمجھتا ہوں...... نادیہ کو ہی دیکھ لو، وہ تو کبھی دوڑ دوڑ کر اپنے میکے نہیں گئی اور اس نے اپنی ذات سے سب لوگوں کو سکھ ہی پہنچایا ہے، کوئی دکھ نہیں دیا۔"

"پاپا نہ آپ نادیہ بھابی کی حقیقت سے واقف ہیں کہ وہ مجھ سے کتنا کلستی ہیں اور نہ ہی میری ساس کو جانتے ہیں کہ کس قدر بورنگ پرسنالٹی ہیں۔ ایسے پرانے پرانے قصے بار بار سناتی ہیں کہ جہاں سے وہ بھولتی ہیں تو میں انہیں لقمہ دیتی ہوں تاکہ بیان کی رفتار تیز ہو سکے۔ ان کی باتیں سن کر میرے تو سر میں درد ہونے لگتا ہے کہ وہ کب امرود کے درخت پر چڑھی تھیں، کس طرح انہوں نے پہلی دفعہ گاجر کا حلوہ بنایا تھا، کس طرح اپنی مرحومہ ساس کی خدمت کیا کرتی تھیں اور کس طرح اپنی نفسیاتی نند سے مار کھا کر مسکرایا کرتی تھیں وغیرہ وغیرہ۔ مجھے تو اتنی وحشت سی ہوتی ہے ان کی باتوں سے کہ بعض مرتبہ میں چپکے سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی جاتی ہوں، پتا نہیں سرمد کس طرح سن لیتے ہیں، مجھے تو حیرت ہوتی ہے۔"

"سہانی...... تم بالکل غلط کہہ رہی ہو، جس نہج پر تم سوچ رہی ہو وہ انتہائی غلط ہے، سرمد اگر آج چپ ہے تو کل چپ نہیں رہے گا، سرمد اگر آج تمہاری کوتاہیوں کو نظر انداز کر رہا ہے تو کل ان کوتاہیوں کا جواب طلب کرتا نظر آئے گا اگر تم سرمد کی ماں کی تنہائی دور کرو گی تو وہ اس سے تم سے خوش اور اس کی خوشی سے سرمد بھی خوش ہو گا جو لڑکیاں صرف شوہر کی خوشی کے علاوہ اس کے والدین سے منہ موڑ لیتی ہیں وہ انتہائی کوتاہ اندیش ہوتی ہیں۔"

"پاپا...... اگر میں آپ کی بات مان لوں تو بڑی بی کا تو یہ بھی دل چاہتا ہے کہ میں دوپہر میں ان کے کمرے میں ہی بیٹھوں۔"

"کیا حرج ہے بیٹا۔"

"پتا نہیں تم کس دور میں رہ رہی ہو۔ جسے نہ اپنے بزرگوں کا خیال ہے اور نہ ان سے محبت بلکہ ان کے وجود کو اپنے لئے ایک بوجھ محسوس کرتے ہیں۔" پاپا بکتے جھکتے اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ سہانی ایک دم خاموش سی ہو گئی تھی۔

"سٹھیا گیا ہے تمہارا باپ۔" ممی نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میری بات مانو جو تم کر رہی ہو، وہ صحیح کر رہی ہو۔ بڑھیا کو کبھی اپنے سر پر مت چڑھانا۔ سرمد تمہارے قابو میں ہے، انشاء اللہ ہمیشہ رہے گا۔ تم بس فٹ فاٹ رہو اور اپنی خوبصورتی اور اسمارٹنس کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھو۔ جو شوہر خوبصورتی کے شکنجے میں گرفتار ہو جاتے ہیں وہ ہمہ وقت ان میں ہی کھوئے رہتے ہیں۔"

"واقعی ممی......" سہانی نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں میری جان، تم ہمیشہ سرمد کے دل و دماغ پر چھائی رہو گی۔" ممی نے قہقہہ لگا کر کہا۔

☆☆☆

کل ذرا سی بات دیر تک رُلاتی رہی
خوشی میں بھی آنکھ اشک بہاتی رہی
کوئی مل کے کھو گیا تو کوئی کھو کے مل گیا
بس زندگی ہم کو ایسے ہی آزماتی رہی

یہ کوئی دُنیا سے انوکھی بات تو نہ تھی، لڑکیوں کے رشتے آیا ہی کرتے ہیں۔ نہ اس میں غصے کی ضرورت تھی اور نہ ہی خفگی دکھانے کی۔

جو رشتے پسند نہیں آتے ان کو بھی شائستہ انداز میں ٹال دیا جاتا ہے ایسا کبھی نہیں ہوا کرتا کہ لڑکے والوں کو ان کی اوقات بتا کر انہیں ذلیل کر کے گھر سے باہر نکالا جائے۔

اور پھر عازم تو اچھا لڑکا تھا، پڑھا لکھا، اچھی جاب پر فائز...... اس نے رشتہ بھجوانے سے قبل...... شہلا کی مرضی بھی پوچھ لی تھی۔

شہلا نے جھجکتے اور شرماتے ہوئے اقرار کر لیا تھا۔

اس کے باوجود اس کے گھر والوں کے ساتھ اس کی ماں نے جو سلوک کیا تھا وہ کسی صورت بھی مناسب نہیں گردانا جا سکتا تھا۔ مارے شرم اور خفت کے شہلا کا برا حال تھا۔ اس نے ایسا تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ چھوٹی بہن کی تمسخر بھری نظریں اسے علیحدہ چھید ڈال رہی تھیں۔

"آخر تم نے یہ رشتہ منع کیوں کر دیا......؟" ابو آہستگی سے پوچھ رہے تھے۔ اب وہ بولنے تو لگے تھے مگر آواز کا والیوم خاصا دھیما سا تھا۔ چاہنے کے باوجود ان کی آواز تیز نہیں نکل پائی تھی۔

"میں نے اس لئے منع کیا...... کہ وہ مجھے لچا لفنگا سا لگا تھا۔" امی نے اس قدر چیخ کر کہا تھا کہ ان کی آواز یقیناً کرائے داروں تک ضرور پہنچی ہو گی۔ ابو نے جب انہیں چپ کرانے کی کوشش کی تو انہوں نے ہزاروں بہتان اس پر دھر دیے تھے۔ جیسے اس تمام معاملے میں صرف اس کی ہی ذات قصوروار ہو۔ شہلا بے حد چپ چاپ سی تھی۔ اس کی خاموشی میں اس کی چیخیں دبی ہوئی تھیں۔

اس کا یہ احساس اس کو من ہی من میں کچوکے دے رہا تھا جیسے اس سے کوئی بہت بڑی غلطی ہو گئی ہو۔ اس نے عازم کی حوصلہ افزائی کیوں کی۔ جو اس کے گھر کے لوگ رشتہ لے کر آ گئے۔ اس کی ماں یہ ہرگز نہیں چاہتیں کہ اس کی شادی ہو جائے...... یہ یقین بہر حال اسے ہو گیا تھا اور اب اسے اپنی ماں کی خوشی منظور تھی۔ وہ یہ ہرگز نہیں چاہتی تھی کہ اسے گھر میں نکو بن کر رہے۔ عازم کے گھر والوں کو منع کر دیا تھا مگر امی کی لن ترانیاں ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

''آج کی لڑکیوں کا جب دیدہ ہوائی ہو......تو کیا کریں۔ بے حیائی تو دیکھو۔ اپنے لئے رشتے خود گھیرتی پھرتی ہیں۔ ایسے رشتے کوئی پائیدار تھوڑی ہوتے ہیں......چار دن کے بعد چلتا کر دیتے ہیں۔ نہ جان نہ پہچان ایسے انجان لوگوں میں کون اپنی لڑکی دیتا ہے جو میں دوں گی۔ کل کلاں کو، کوئی پریشانی ہو جائے تو سب ماں باپ کو ہی باتیں سنائیں گے کہ ایسی بھاری تھی جو اٹھا کر پھینک دی۔ آج کل کی لڑکیوں کے دماغ میں نجانے کیوں شادی کی جلدی سمائی ہوئی ہے۔ والدین سے زیادہ خود پریشان رہنے لگی ہیں۔''

تب شہلا شرم سے پانی پانی ہو جاتی۔

مرے پر سو درے...... محلے کی صفیہ باجی جن سے امی کی دوستی بہت زیادہ تھی، ان کے خاندان کی کسی لڑکی نے کورٹ میرج کر لی تھی جس کی وجہ سے اس کے والدین کی حالت دگرگوں سی ہو گئی تھی اور صفیہ باجی کی باتیں سن کر اس کی ماں اسے جن نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ وہ اس کو ایک عجیب سی صورتحال سے دوچار کر رہی تھی۔

شہلا کو یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی ماں اسے یہ باور کرانا چاہتی ہے کہ وہ قابلِ اعتماد بیٹی نہیں ہے اور اگر وہ اس پر نظر نہ رکھے تو اس کا انجام بھی ایسا ہی ہو سکتا ہے۔

''مائیں تو بیٹیوں کی سہیلیاں ہوتی ہیں...... ہر بیٹی اپنے دل کی بات خواہ کسی سے نہ کہہ سکے مگر اپنی ماں کو ضرور بتایا کرتی ہے......مگر میری ماں نے میرے اور اپنے درمیان کیسی خلیج پاٹی ہوئی ہے کہ انہیں مجھ پر رتی بھر بھروسا نہیں ہے اور نہ ہی ان کے دل میں میرے لئے کوئی عزت ہے۔'' محلے کی خواتین کی انٹ شنٹ باتوں کی تائید کرتے ہوئے ان کی نظریں شہلا کو چھیدے جا رہی تھیں۔ خفت زدہ سی ہو کر وہ ان کے سامنے سے ہٹ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔

''میری مانو......تو اب اپنی شہلا کی بھی شادی کر دو۔ ماشاءاللہ اس کی عمر ہے اب شادی کی۔''

''میری لاڈوں پلی بیٹی ہے۔ کانٹوں میں تو نہیں پھینکوں گی۔ اگر کوئی اچھا رشتہ آئے گا تو اس کے فرض سے بھی ادا ہو جاؤں گی......ورنہ اپنے گھر میں عزت سے بیٹھی ہوئی ہے......کسی کا کیا لے رہی ہے۔''

''پھر بھی تم اس کی ماں ہو......دو چار لوگوں سے کہہ کر رکھو۔''

''نہیں بھئی...... میں کسی کے گھر جا کر رشتے کی بھیک نہیں مانگ سکتی۔ جس کو ضرورت ہوگی۔ خود چل کر آئے گا۔''

''تم تو برا مان گئیں...... میں تو اس وجہ سے کہہ رہی تھی کہ چھوٹی والی بیٹی زیادہ پیاری ہے......ایک دو سال کے بعد اس کے آگے شہلا کو کوئی دیکھے گا بھی نہیں......اس لئے کوشش کر کے شہلا کو تو نمٹا دو۔''

''صفیہ تم بھی عجیب ہی ہو......شادی کا جب وقت آئے گا تو خود ہو جائے گی۔ اس کے لئے خواہ مخواہ کی دردسری پالنے کی بھلا کیا ضرورت ہے؟ رہی بات چھوٹی بیٹی کی......تو وہ شروع سے ہی خوبصورت ہے......دو سال بعد کیا......اس کے تو ابھی سے رشتے آ رہے ہیں۔ تم کیا کہہ رہی ہو مجھے خود پتا ہے کہ پہلے گڑیا کی ہی شادی ہوگی اور شہلا کا نمبر بعد میں آئے گا۔''

''ایل لو......شہلا سے پہلے تم چھوٹی بیٹی کی شادی کرو گی۔ وہ تو تمہاری شہلا سے پانچ یا سات سال چھوٹی ہو گی۔''

''افوہ......تم سے یہ کس نے کہہ دیا کہ اب بہنوں کی شادیاں لائن یا نمبر کے حساب سے ہوا کرتی ہیں۔ اب تو زیادہ تر گھرانوں میں پہلے چھوٹی بیٹیوں کی شادیاں ہوتی ہیں اور اس کے بعد بڑی بہنوں کا نمبر آتا ہے۔ ہمارے گھر میں بھی اگر شہلا کی شادی بعد میں ہو گئی تو کون سا آسمان ٹوٹ پڑے گا۔''

''بھئی عجیب ماں ہو تم بھی......تم نے پہلے ہی سے یہ فرض کر لیا کہ بڑی بیٹی کی شادی بعد میں ہوگی۔''

''میں حقیقت سے کبھی نظریں نہیں چراتی اس لئے کہہ رہی ہوں۔''

''ایک بات پوچھوں...... سچ سچ بتاؤ گی؟'' صفیہ باجی گو رازداری سے پوچھ رہی تھیں مگر ان کی آواز شہلا کے کانوں میں صاف سنائی دے رہی تھی۔

''ہاں پوچھو......''

''شہلا کیا تمہاری اپنی بیٹی ہے؟''

''اپنی بیٹی کی طرح پالا ہے تو اپنی ہی ہوئی ناں۔''

''کیا مطلب......؟''

''اس کی ماں اس کی پیدائش میں چل بسی تھیں۔ خاصا پیچیدہ کیس تھا تو میری رضی صاحب سے دوسری شادی ہوئی۔ سال سوا سال کی بچی مجھے منہ دکھائی میں ملی تھی۔ اتنی سی بچی کو میں نے پال کر جوان کیا ہے اور آج تک اس سمت کسی بہن بھائی کو یہ نہیں معلوم کہ کون سگا ہے اور کون سوتیلا۔''

''کیا شہلا کے ننھیال والوں نے اس بچی سے ملنے کی کوشش نہیں کی؟''

''وہ لوگ غریب تھے، غریب ہیں......اس کو لے جا کر کیا کرتے؟''

''پھر بھی نانی، نانا، خالہ، ماموں کو تو الگ محبت ہوتی ہے۔''

''سب خرچے سے ڈرتے ہیں، اس لئے کسی کو اس کی محبت نہیں آئی۔ آج تک کوئی نہیں آیا اس کو ملنے اور نہ ہی کچھ دینے۔''

''حیرت ہے کسی نے مری ہوئی بیٹی کی اولاد کو آ کر دیکھا تک نہیں۔''

''شروع شروع میں خط بہت آئے تھے رضی کے پاس مگر میں نہیں چاہتی تھی کہ میرے گھریلو حالات میں زہر گھولیں، اس لئے سب کو ایک فاصلے سے رکھا۔ یوں بھی یہ اس وقت تک رہا جب ہم بھی لاہور کے قریب ہی رہتے تھے......کراچی آنے کے بعد کسی نے کوئی رابطہ نہ رکھا۔ رضی بتاتے تھے کہ ان لوگوں کو کبھی گھاس ہی نہیں ڈالی......ورنہ میں مسائل کا شکار رہتی۔ اب کم از کم شہلا میری بیٹی ہے کسی اور کی ہو کر بھی میری ہے تو کیا یہ میری کامیابی نہیں......جب ہی تو رضی میرے مشکور رہتے ہیں۔''

......اور شہلا کو یوں لگا جیسے ابھی ابھی اس کی ماں مری ہو۔ خود مر گئیں اور مجھے اکیلا چھوڑ گئیں۔'' دونوں بازوؤں پر سر رکھے وہ چپ چاپ آنسو بہاتی ہوئی سوچ رہی تھی۔ ''کیا تھا اگر مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاتیں......'' اس کے آنسو اس کے دل پر گر رہے تھے۔ بچپن کی تمام زیادتیاں جو اس کے ساتھ روا رکھی گئی تھیں اسے یاد آ رہی تھیں۔ ایک دفعہ امی کے ہاتھ سے ٹرے چھوٹ گئی تھی جس میں رکھے ہوئے چھوٹے کپ اور کیتلی ٹوٹ گئی تھی۔

''شہلا تمہاری نظر بے حد بری ہے، تم کہہ رہی تھیں ناں ابھی کہ یہ کپ اچھے ہیں اس لئے تو میرے ہاتھ سے

ٹرے چھوٹی ہے۔'' سات سال کی چھوٹی سی بچی نے جب یہی بات اپنے پڑوس میں جا کر کہی کہ اس کی نظر بہت خراب ہے...... اس کی امی کے ہاتھ سے ٹرے چھوٹ گئی تھی تو پڑوسن بے اختیار ہنس پڑی تھیں اور اپنے میاں سے انہوں نے تمسخر سے کہا تھا۔

''اماں کے ہاتھ خراب ہیں...... نام بچی کی نظر پر لگ رہا ہے۔'' تب اس بچی کو اس ذومعنی جملے کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

ہر اچھی چیز وہ چھوٹی بہنوں کو دیا کرتی تھیں، اس کی منگنی پر کیسا واویلا مچا تھا کہ وہ سمجھ ہی نہیں سکی تھی کہ میری ماں ایسا کیوں کر رہی ہے؟ اور منگنی توڑے جانے کے کیسے کیسے جواز ان کے پاس موجود تھے جو شہلا کو بالکل صحیح دکھائی دے رہے تھے۔

ابوجی کا...... اس کو ملال بھری نظروں سے دیکھنا ہی یہ ثابت کرتا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ہونے والی زیادتی پر پریشان سے ہیں۔

''ابو اتنے دیوشوہر بن کر کیوں رہے۔ وہ میرے حق کے لئے کیوں نہیں لڑے؟'' اس نے سوچا اور اپنی سسکیاں اپنے ہونٹوں تلے داب لیں۔ یہاں کون اس کا اپنا تھا جو اس کو یوں دلگرفتہ دیکھ کر پریشان سا ہوتا۔

''میری قسمت ہی خراب تھی تو وہ کیسے میرا سہارا بنتے۔ قسمت اچھی ہوتی تو میری ماں ہی کیوں مرتی۔ اپنی کھوٹی قسمت پر کیا رونا...... سوتیلی ماں نے پال پوس کر پڑھا لکھا دیا تو وہ یقیناً چاہے گی کہ میں ان کے بچوں پر پیسے خرچ کروں اور ان کے بجٹ میں معاونت کروں۔ ٹھیک کر رہی ہیں امی میرے ساتھ......'' اس نے اپنے آپ کو سمجھایا اور ابو کے کمرے میں آ گئی۔ باپ کو دوا پلانے کے بعد اسے یکبارگی اپنے ننھیال کا خیال آ گیا۔

''ابو...... کیا میرے نانا، نانی...... خالہ اور ماموں اب بھی لاہور میں رہتے ہیں؟'' اس نے آہستگی سے پوچھا تھا مگر رضی صاحب حیران ہو کر اس کو دیکھنے لگے۔

''کس نے بتایا تمہیں......؟'' انہوں نے انتہائی دھیمی آواز میں بہ مشکل اس سے پوچھا۔

''بس پتا چل گیا مگر افسوس کہ بے حد دیر سے پتا چلا۔ کاش بچپن میں ہی پتا چل جاتا تو مجھے بھی اچھا لگتا کہ اور بچوں کی طرح میں بھی اپنی ننھیال جایا کرتی۔''

''کیا تم وہاں جانا چاہتی ہو؟'' وہ اس کی سوچی سوچی آنکھوں کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

''ہاں ابو...... میں وہاں جانا چاہتی ہوں کہ وہ کیسے غریب رشتے دار ہیں جنہیں اپنی مری ہوئی بیٹی کی اولاد یاد نہیں آئی۔''

''تمہاری ماں مری نہیں ہیں بیٹا؟''

''کیا...... کہہ رہے ہیں ابو آپ......'' اب وہ حیرت سے پریشان سی ہو گئی تھی۔

''ہاں بیٹا...... وہ زندہ ہیں۔ انہوں نے دوسری شادی کر لی ہے۔''

''غریب گھرانے کی ہو کر ان کے ایسے دماغ خراب تھے کہ انہوں نے آپ سے علیحدگی حاصل کر کے دوسری شادی بھی کر لی؟''

''تم سے کس نے کہا کہ وہ لوگ غریب ہیں؟''

''تو پھر......؟''

''وہ تو بہت بڑے لوگ ہیں۔ سلمیٰ میرے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتی تھیں۔ میں تو ایک شرمیلا سا سیدھا سادا لڑکا تھا مگر عاتکہ یونیورسٹی کی آل راؤنڈر طالبہ تھیں...... پتا نہیں انہیں میں کیوں پسند آ گیا۔ اپنے خاندان سے لڑ بھڑ کر مجھ سے شادی کی اور تمہاری پیدائش سے پہلے ہی مجھ سے طلاق کا مطالبہ کر دیا کہ بقول ان کے کلاس ڈفرنس وہ برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ چند ماہ بعد انہوں نے تمہیں بھجوا دیا کہ میں آپ کی بچی پال نہیں سکتی۔ تم چھ یا سات دن کی تھیں...... جب میرے پاس آئی تھیں۔ تمہاری دادی نے تمہیں سنبھالا...... ابھی تم سال بھر کی بھی نہیں ہوئی تھیں کہ وہ چل بسیں۔ تب میں نے راحیلہ سے دوسری شادی کی اور انہیں یہ بتایا کہ بچی کی پیدائش میں اس کی ماں چل بسی تھی اور تمہیں ہی اس کو ماں کا پیار دینا ہو گا اور کبھی تم نے اس کو سوتیلی ماں کا احساس دلایا تو وہ دن اس گھر میں آخری دن ہو گا۔ راحیلہ نے بہت کوشش کی کہ تمہاری ننھیال کے بارے میں معلومات کرے...... تو میں نے ہمیشہ یہی کہا کہ وہ غریب لوگ ہیں اس لئے بچی سے ملنے نہیں آتے تا کہ وہ اصل حقیقت تک کبھی نہ پہنچ سکے۔''

''اگر ایسا ہے تو میں کس طرح ان سے ملنے جا سکتی ہوں؟''

''یہ سوچنا میرا کام ہے کہ تم کیسے جا سکتی ہو۔'' ابو نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا تو وہ یکدم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

☆☆☆

زیادہ تر بیٹیاں ماؤں کی باتوں پر چلتی ہیں انہیں ہر صحیح بات اپنی ماں کی محسوس ہوتی ہے۔ یہی حال سہانی کا تھا۔ وہ اپنی ممی سے شروع سے ہی انسپائر تھی اس لئے ان کی ہر بات اسے بالکل ٹھیک لگا کرتی تھی۔ اب جیسے شاداب بیگم نے سہانی سے کہا کہ سرمد سے کہو تمہارے نام کوئی لگژری فلیٹ خرید لے۔''

''مگر ممی مجھے فلیٹ میں رہنا تو کبھی پسند نہیں رہا ہے۔ فلیٹ کتنے ہی کشادہ کیوں نہ ہوں مجھے اچھے نہیں لگتے۔'' سہانی نے ببل گم چباتے ہی جواب دے ڈالا۔

''سہانی تم اس قدر بے وقوف ہو سکتی ہو۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی۔''

''تو میں کیا غلط کہہ رہی ہوں......؟'' وہ منہ بنا کر بولی۔

''بیوقوف لڑکی...... شادی کے بعد میاں کی ہتھیلی میں پیسا نہیں ٹھہرنا چاہئے۔''

''آپ بھی کیسی باتیں کرتی ہیں ممی...... جو بھی سرمد کے پاس ہے وہ میرا ہی تو ہے۔''

''یہی تو مکاری ہوتی ہے مردوں کی۔ ایسے ہی بہلاوؤں میں پھنسا کر رکھتے ہیں وہ بیوی کو۔ سہانی بیٹا...... جو چیز تمہارے نام ہے صرف وہ تمہاری ہے اور جو چیز تمہارے شوہر کے نام ہے اسے کبھی اپنی سمجھنے کی بیوقوفی مت کرنا۔''

''میرے نام تو سرمد کی کوئی جائداد نہیں ہے۔''

''جب ہی تو کہہ رہی ہوں کہ سب اپنے نام کر لو...... ورنہ اس کی بہن خاصی چینٹ ہے اور لو میرج کرنے والی لڑکیاں ہوا کے جھونکے کی طرح آتی ہیں...... تو ذرا سے پتے ہلنے سے وہ نکل بھی جاتی ہیں۔ یہ ارینج میرج ہوتی ہے جو طوفانی جھگڑوں کے باوجود بھی قائم رہتی ہیں۔''

''اس لئے عقل مندی یہی ہے کہ سرمد سے گاہے بہ گاہے کوئی نہ کوئی چیز اپنے نام کرواتی رہا کرو...... اس سے

سسرال والوں میں بھی تمہارا مرتبہ بلند رہے گا۔"

"ممی...... آپ میرے بارے میں پریشان نہ ہوا کریں۔ سرمد تو میرے ایک اشارے پر اپنا والٹ کھول کر میرے سامنے رکھ دیتے ہیں۔"

"تو ان اشاروں کو اپنے لئے مفید بھی بنالو۔"

"اوکے...... آپ بے فکر رہیے۔"

اور جب اس نے اپنے لئے فلیٹ خریدنے کو کہا تو وہ ہنس کر بولا۔ "ہم تو اتنی بڑی کوٹھی میں رہتے ہیں...... فلیٹ خرید کر کیا کریں گے۔"

"آج کل جائداد کی قیمتیں سونے سے زیادہ بڑھ رہی ہیں۔ اس کی قیمت بڑھے گی تو بیچ دیں گے۔"

"میں نے مختلف پالیسیاں۔ لے رکھی ہیں، بینک میں اچھے خاصے پیسے بھی ہیں۔ ایسی فکریں پالنے کے لئے میں موجود ہوں۔ تم یہ دردسری کیوں لینا چاہتی ہو؟"

"میرے نام کچھ ہے ہی نہیں...... اگر کوئی پوچھے تو میں بھلا کیا کہہ پاؤں گی کہ کچھ بھی نہیں ہے میرے پاس۔" سہانی نے آنکھیں گھماتے ہوئے اپنا سر اس کے سینے پر رکھتے ہوئے کہا۔

"میں جو ہوں تمہارا...... کیا تمہارے لئے کافی نہیں۔"

"مگر نام تو نہیں ہیں ناں......" اس نے چہرہ اٹھا کر پھر اپنی آنکھیں پٹ پٹائیں۔

"ٹھیک ہے...... گلشن کی دو دکانیں میں تمہارے نام کروا دیتا ہوں۔"

"دکانیں کیا کرائے پر چڑھی ہوئی ہیں؟" سہانی نے اس انداز میں پوچھا جیسے یوں ہی رواداری میں پوچھ رہی ہو۔

"ہاں بھئی دونوں دکانوں کا پچاس ہزار کرایہ آتا ہے۔ کارنر کی دکانیں ہیں میری۔"

"تو کیا کرایہ بھی میرا ہوا......؟" سہانی ناز سے ہنسی۔

"چلو لے لینا، کیا یاد کرو گی......" سرمد اس کے بال بگاڑتے ہوئے بولا۔

"تو اس نے بے اختیار سرمد کے ہاتھوں پر اپنا چہرہ یوں رکھ دیا جیسے اس کی ہتھیلی پر کوئی چاند طلوع ہو گیا ہو۔

☆☆☆

"اماں یہاں اور سائن کر دیجیے۔"

اماں نے سائنڈ کے نشان پر دستخط کر دیئے۔ سرمد مختلف جگہ پر اماں کے سائن کروا رہے تھے اور وہ کر رہی تھیں۔

"کیسی فائلیں ہیں یہ سرمد۔" انہوں نے بیٹے سے پوچھا۔

"اماں چند سال پہلے میں نے یہ دکانیں خریدی تھیں۔"

"تو اب کیا بیچ رہا ہے ان کو؟" انہوں نے پوچھا۔

"نہیں اماں...... بڑا اچھا کرایہ مل رہا ہے مجھے اور ان کی قیمت بھی میری توقع سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ مجھے تو گمان بھی نہیں تھا یہ دکانیں اتنی اچھی ہوں گی۔"

"تو پھر میرے سائن کیوں لئے ہیں تم نے؟" انہوں نے ایسے ہی برسبیلِ تذکرہ پوچھا تھا۔

"اب یہ دکانیں سرمد نے میرے نام کر دی ہیں، تب ہی تو آپ کے دستخط کروائے ہیں انہوں نے۔" سرمد کسی کام سے کمرے سے نکلا تو سہانی نے ان سے کہا۔

اماں کو تو یہ بھی نہیں پتا تھا کہ دکانیں کب ان کے نام سے لی گئیں مگر ان کی جائیداد بہو بیگم کے نام ہو رہی ہے۔ یہ سن کر انہیں ازحد صدمہ ہوا تھا۔ سرمد سے تو انہوں نے اس بارے میں کچھ نہیں کہا مگر اگلے دن سبین کو فون کر کے ضرور بتایا۔

"دنیا سے انوکھی بیوی ملی ہے سرمد کو اور وہ اس کو سر پر بٹھا کر گھوم رہے ہیں۔" سبین کا لہجہ جلا بھنا سا تھا۔

"کوئی بھی شخص...... کسی کو اپنے سر پر بٹھا کر زیادہ عرصے نہیں چل سکتا۔ ایک وقت ایسا ضرور آتا ہے کہ وہ اسے سر سے اتار کر زمین پر پھینک دیتا ہے۔" اماں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"فی الحال تو ایسا نظر نہیں آرہا۔ بعض لوگ بیوی کو دیکھ کر پاگل سے ہو جاتے ہیں۔ ہمارے بھائی کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہے۔"

"انہیں سہانی سے بڑھ کر کوئی بھی اچھا ہی نہیں لگتا۔ اس کو خوش کرنے کے لئے اب وہ اپنی جائداد اس کے نام کر رہے ہیں۔"

"دانا کہتے ہیں کہ بیوی کے نام جائداد اس وقت کرو جب وہ بچے والی ہو۔ سہانی کو ابھی آئے دن ہی کتنے ہوئے ہیں جو سرمد اس پر واری جا رہے ہیں۔"

"اماں...... یہ سہانی...... مکار ماں کی مکار بیٹی ہے۔ مجھے تو اس کی ماں کی باتیں سن کر ہی ان کی حقیقت کا اندازہ ہو گیا تھا کہ شاطر قسم کی عورت ہے اسی طرح اس نے اپنی اکلوتی بیٹی کی تربیت بھی اچھی نہیں کی ہے۔ پڑھے لکھے گھرانے سے تعلق رکھنے کے باوجود نہ اسے تمیز ہے اور نہ ہی تہذیب......! اسے تو اتنا بھی نہیں معلوم کہ سسرال میں رہنے کا قرینہ کیا ہوتا ہے۔"

"جب ہمارے بیٹے کو ہی کوئی احساس نہیں ہے تو اس کو کیا دوش دیں۔" اماں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ہاں اماں...... اس نکتے پر آکر تو ساری بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے آپ بھی پروا مت کریں۔" سبین نے ہنس کر کہا۔

"مگر دکھ تو ہوتا ہے ناں......" انہوں نے کہا۔

"اماں جس چیز کے آنے کا آپ کو علم نہیں ہوا تو اس کے جانے کا غم کر رہی ہیں۔"

"آپ یہ سوچیے کہ سرمد نے آپ کے نام وہ دکانیں لی ہی نہیں تھیں۔"

"مجھے تو معلوم بھی نہیں تھی، یہ بات اور نہ ہی اس نے مجھے بتانی ضروری سمجھی تھی مگر سہانی کو یہ سب کیسے پتا چلا۔"

"اماں آپ کو ان باتوں کی کبھی کرید ہی نہیں ہوئی تو کیسے پتا چلتا اور اللہ کا شکر ہے کہ آپ کے پاس آپ کی اپنی جائداد موجود ہے اور یہ گھر بھی آپ کے نام ہے۔"

"ہاں...... یہ تو ہے...... یوں بھی میں عمر کی اس منزل پر ہوں جہاں زندگی کی سیڑھیاں چڑھوں گی نہیں بلکہ اتروں گی۔ کیا پتا...... کب زندگی کی شام ہو جائے۔ تو مجھے ان چیزوں سے دلچسپی بھی نہیں رکھنی چاہئے۔"

"پھر بھی آپ اب کسی بھی فائل پر اپنے سائن نہیں کریں گی تاوقتیکہ میں اسے آکر دیکھ نہ لوں۔" سبین نے ماں کو

سمجھاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے......“ انہوں نے دھیمے سے لہجے میں کہا۔

اور اس دن سبین کو پہلی مرتبہ اپنی بھاوج سے شدید نفرت سی محسوس ہوئی۔ ”کیا تھا اگر وہ یہ بات میری ماں کو نہ بتاتی۔ بے شک دکانیں اسی کے نام ہو جاتیں مگر ڈھول پیٹنے کی کیا ضرورت تھی۔“

بعض عورتیں تکلیف پہنچا کر مسرت سی حاصل کیا کرتی ہیں اور یقیناً سہانی کا شمار بھی ان ہی خواتین میں سے ایک تھا۔

وہ اپنے گھر میں جو اس طرح سے رہ رہی تھی جیسے کسی سرائے میں بطور مہمان مقیم ہو...... جس کو نہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس تھا اور نہ ہی وہاں پر رہنے والوں کا کچھ خیال۔

”ایسی ہوتی ہے بہو...... جس کے وجود سے صرف دکھ اور تکلیف ہی پہنچے۔ ایسی بہو جس کے آنے کا خوشگوار احساس وہاں کے مکینوں کو نہ ہو تو اس کا آنا یا نہ آنا برابر ہی ہوتا ہے۔“

”کاش سرمد بھائی کی شادی سہانی سے نہ ہوئی ہوتی تو اماں یوں بے کل ہی تو نہ ہوتیں۔“

سبین غم اور غصے سے سوچ رہی تھی۔

☆☆☆

”ابھی سے چلی گئی نادیہ اپنے گھر؟“ سہانی اپنے میکے آئی تو نادیہ کی غیر موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں ابھی تو نواں ہی لگا ہے مگر سکندر کے سامنے اترانا بھی تو ہوتا ہے۔ اس لئے چلی گئیں۔“

”پہلے تو بھائی جان کہہ رہے تھے کہ نادیہ یہیں رہے گی۔ سوا مہینے کرنے اپنی ماں کے پاس نہیں جائے گی۔“

”ان لوگوں کے پروگرام صبح کچھ ہوتے ہیں اور شام کو کچھ اور...... اچھا ہے اپنے گھر چلی گئی ورنہ ان کی اماں صبح و شام یہاں کے چکر لگاتی رہتیں۔“

”آئیں تو آپ کو کیا، وہ اپنی بیٹی کے پاس آئیں۔ آپ کو اس میں کون سی پریشانی تھی۔“ سہانی کو اپنی ماں کے لہجے پر ہنسی سی آئی۔

”آتے ہی وہ زنانے کا سلام جو کرتی ہیں جب تک جواب نہ دو...... ان کا ڈھائی من کا وجود وہیں دیوار بن کر کھڑا ہو جاتا ہے۔“

”حد ہوگئی ممی...... آپ کو سلام کا جواب دینا کھل جاتا ہے۔“ سہانی اپنی ماں کی باتوں پر خوب ہنس رہی تھی۔

”وہ ایک تو اونچا سنتی ہیں...... اس لئے خود بھی زور سے بولتی ہیں اور چاہتی یہی ہیں کہ دوسرا بھی چیخ چیخ کر بولے۔

”اگر میں دھیرے سے سلام کا جواب دوں تو کہیں گی کیا بات ہے بھابی...... ناراض ہیں کیا۔ سلام کا جواب بھی نہیں دے رہیں۔“

”تو پھر کیا آپ بھی چیخ کر بولا کرتی ہیں؟“ سہانی کو ماں کی باتیں دلچسپ لگ رہی تھیں۔

”چیخ کر بولے میری جوتی۔ میں تو اب انہیں ہمیشہ ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتی ہوں اور وہاں سے ہٹ جاتی ہوں کہ بھئی جس سے ملنے آئی ہو جا کر اس کے ہی کان کھاؤ اور پھر کون سی فالتو رہتی ہوں جو بہو کی اماں سے گپ

شپ کرتی پھروں گی؟“

”الٹرا ساؤنڈ سے پتا تو چل گیا ہوگا کہ کیا ہو رہا ہے؟“

”بیٹا ہو رہا ہے، نادیہ نے تو نہیں...... ہاں سکندر نے مجھے بتا دیا تھا۔“

”مگر مجھے تو اسی وقت معلوم ہو گیا تھا جب نادیہ نیلے کلر میں بچے کی شاپنگ کر رہی تھی۔“

”یہ تو بہت خوشی کی بات ہے کہ آپ کا پوتا آ رہا ہے۔“

”مجھے زیادہ خوشی اس بات کی ہوگی جب میرا نواسا آئے گا۔“

”ممی ابھی آپ کا نواسا یا نواسی تو نہیں آ سکتے۔“

”کیوں بھئی، ایسا کیا سرمد نے کہا ہے؟“

”میری ڈانس انسٹرکٹر نے کہا ہے کہ تمہارا سارا فیگر بچوں کی پیدائش میں ختم ہو جائے گا۔ آج جو بالشت بھر کی تمہاری یہ کمر نظر آتی ہے بچوں کے آنے کے بعد کمرہ دکھائی دینے لگے گی۔“

”ٹھیک کہتی ہے وہ...... بچے عورت کا سارا حسن ملیا میٹ کر کے رکھ دیتے ہیں جب ہی تو بڑے بوڑھے کہتے ہیں کہ ایک بالا پالا سارا جوبن ڈھالا۔“

”ممی میرا تو یہ پروگرام ہے کہ پانچ سات سال تک کوئی بچہ ہی نہ ہونے پائے۔“

”کیا سرمد بھی تمہارے ہم خیال ہیں؟“ ممی نے مسکرا کر پوچھا۔

”انہیں تو بچے بہت پسند ہیں۔ وہ تو اکثر کہتے ہیں کہ ہمارے جڑواں بچے ہونے چاہئیں اور جلدی ہونے چاہئیں۔“

”تو پھر...... یہ سب کیسے ہو سکے گا؟“ اب ممی اس کو متوحش نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

”میں خود ہی ٹیبلٹ کھا لیتی ہوں۔ سرمد کو بتائے بغیر تاکہ وہ مجھ سے ناراض نہ ہونے پائے۔“

”پھر بھی اگر اس نے دیکھ لیا کہ تم ٹیبلٹ کھاتی ہو تو؟“

”اوہ...... کسی گولی پر اس کا نام اور کام تھوڑی ناں لکھا ہوتا ہے میرے سر میں درد بھی ہو سکتا ہے۔ تکان بھی ہو سکتی ہے۔ نزلہ زکام کی بھی آخر گولیاں ہوتی ہیں ہر گولی کوئی تھری ناٹ تھری کی تھوڑی ہوتی ہے۔“

”سہانی بیٹا...... پھر بھی...... تم یہ تو سوچو کہ سرمد کے ساتھ ساتھ اس کی ماں کو شوق ہوگا اور ان سے زیادہ ان کی بہنا کو تمنا ہوگی۔ اب کوئی ہماری طرح وسیع النظر تھوڑی ہو سکتا ہے۔ نادیہ کے بے شک دس سال اولاد نہ ہوئی، نہ ہمیں پروا ہوئی اور نہ ہی کوئی فکر بلکہ شاید اچھا ہی لگا۔“

”اب خواہ مخواہ گھر میں بچے کی وجہ سے شور شرابا رہے گا۔ آج بال نکل رہے ہیں، کل دانت نکل رہے ہیں، کبھی بخار ہے تو کبھی کچھ۔“

”بیچارا سکندر ہمہ وقت بچے اور نادیہ میں الجھا رہے گا۔ ماں، باپ کی طرف کب دیکھے گا۔“

”ممی آپ دیکھیے گا کہ یہ نادیہ بھابی کتنی جلدی پھول کر کُپا سی ہو جائیں گی۔ سکندر بھائی ان پر رغبت سے نظر تک ڈالنی بھول جائیں گے۔“

”میں تو چاہتی ہوں کہ ایسا ہی ہو یوں بھی گھنی سی ہے۔ خود منہ سے کچھ نہیں بولے گی جو اسے کہنا ہوگا سکندر

سے کہلوا دے گی۔ اب کیا میں یہ سمجھتی نہیں ہوں کہ سکندر کے منہ میں کس کی زبان بول رہی ہے۔"

"سکندر بھائی کیا اپنی سسرال روزانہ جاتے ہیں۔"

"پتا نہیں، فیکٹری سے وہ دیر سے ہی آتا ہے، مجھے کیا معلوم کہ وہ وہاں سے ہوتا ہوا آتا ہے یا نہیں۔"

"جاتے تو خیر ضرور ہوں گے۔" سہانی نے کہا۔

"ہماری بلا سے جاتا ہے تو جائے...... ہمیں کیا......" شاداب بیگم نے شانے اچکا کر کہا۔

"اپنی ساس سے چیخ چیخ کر باتیں کر کے سر میں درد ہو جاتا ہوگا۔" سہانی نے ہنس کر کہا۔

"یہی بات ہے کہ آ کر پہلے گھنٹہ دو گھنٹہ سوتا ہے پھر لاؤنج میں آتا ہے۔" ممی نے مسکرا کر کہا تو سہانی بھی ہنسنے لگی۔

☆☆☆

ہمیں لاحق جو اک بے نام سا غم ہے، عجب غم ہے
تبسم زیرِ لب ہے، آنکھ پُرنم ہے، عجب غم ہے
بظاہر روشنی ہے، زندگی ہے، دلنوازی ہے
دورنِ خانۂ دل شورِ ماتم ہے، عجب غم ہے

نازیہ کی طبیعت خاصی خراب تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ یہاں سے چلی جائے مگر جب رابعہ کی متورم آنکھیں دیکھتی تو اپنے خیال پر ہی اسے تاسف سا ہوتا۔

"شکر ہے نازیہ تم میرے پاس ہو ورنہ اب تک میں مارے خوف کے ہی مر چکی ہوتی۔"

کوئی دروازے پر آتا ہے تو وہ گھبرا جاتی اور کمرے میں بھاگ کر پردے کے پیچھے جا کر چھپ جاتی۔

اماں اپنی دوا لے کر لیٹ جاتیں تو ایسی بے خبر سو جاتیں کہ انہیں کچھ پتا ہی نہ چلتا کہ گھر میں ہو کیا رہا ہے۔

"یا اللہ میری بہن کو اس تکلیف سے باہر نکال دے ورنہ گھٹ گھٹ کر مر جائے گی۔"

رابعہ کو نہ بھوک تھی نہ پیاس...... نازیہ اس کے آگے کھانا رکھتی تو وہ ایک آدھ نوالہ لے کر پلیٹ پیچھے کر دیتی۔

"آپا اگر کھاؤ گی نہیں تو زندہ کیسے رہو گی؟"

"بڑی سخت جان ہوں اتنی آسانی سے نہیں مر سکتی" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے کہتی۔ تب نازیہ اپنا دل مسوس کر رہ جاتی۔

نازیہ نے کتنی ہی دفعہ اجمل کو فون کرنا چاہا مگر اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس سے کہے تو آخر کیا کہے۔ یوں تو اجمل خود ہی چکر لگا لیا کرتا تھا مگر اب پورے پانچ دن ہو گئے تھے نہ اجمل نے فون کیا تھا اور نہ ہی اس نے ادھر کا چکر لگایا تھا۔

"کیا بات ہے... کہیں ان کو یہاں کے حالات معلوم تو نہیں ہو گئے۔ اس کا دماغ انٹ شنٹ سوچے چلا جا رہا تھا۔ پھر ایک شام اس کو ایسے چکر آئے کہ وہ بستر پر لیٹ گئی۔ رابعہ اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

"میرا سایہ تم پر پڑ گیا ہے اس لئے تم بھی بیمار ہو گئیں۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو آپا میری طبیعت تو کافی دنوں سے خراب چل رہی ہے۔"

"مجھے کچھ نہیں ہوگا...... تم اپنا خیال رکھو اور اپنے گھر جاؤ۔" رابعہ چڑچڑی ہو کر اسے باتیں سنا رہی تھی۔

اجمل...... نازیہ کی خیریت معلوم کرنے آیا تھا مگر وہ اس کی شکل دیکھ کر گھر جانے کو تیار ہو گئی تھی۔

"تم تو کہہ رہی تھیں کہ ابھی کچھ دن اور رہو گی۔" اجمل اس کو محبت بھری نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"میرا دل چاہ رہا ہے کہ یہاں سے کہیں بھاگ جاؤں...... میرا دل بے حد گھبرا سا رہا ہے۔"

اور کوئی وقت ہوتا تو اجمل مذاق میں یہ بات ضرور کہتا کہ اس گھر میں رہنے والی لڑکیوں کا دل بھاگنے کو کیوں چاہتا ہے؟ مگر گھر کے ٹینشن زدہ ماحول سے وہ واقف تھا اس لئے نازیہ کی بات سن کر وہ صرف تائید میں سر ہلا کر رہ گیا۔

"نازیہ تم مجھے اکیلا چھوڑ کر کیوں جا رہی ہو......؟" کمرے میں بہن کو اپنے پاس بلا کر رابعہ نے رقت بھرے لہجے میں کہا تو نازیہ کو اس پر بے تحاشا رحم سا آ گیا۔

"آپا میری طبیعت کچھ خراب چل رہی ہے۔ ڈاکٹر سے چیک اپ کروا کے پھر آ جاؤں گی۔" اس نے ایک بار بھی نہیں کہا کہ شام کو تم مجھے جانے کے لئے کہہ رہی تھیں۔

"تم جانتی ہو ناں کہ اب مجھے بے حد ڈر لگ رہا ہے۔ تمہارے بنا مجھ سے رہا نہیں جائے گا۔"

"میں سب جانتی ہوں آپا...... بس دو دن بعد میں آپ کے پاس ہی ہوں گی۔ آپ اپنا موبائل بند رکھیے اور گھر کے فون بھی سوئچ آف رکھیں۔" اس نے کہا۔

"جب وہ آپ سے رابطہ ہی نہیں کر پائے گا تو آپ کو پریشانیاں بھی گھیرے میں لیں گی۔"

"نازو...... پریشانیاں تو ہمہ وقت میرے سر پر بیٹھی رہتی ہیں۔ ان سے نجات مجھے کہاں مل سکتی ہے۔ ان سے تو مر کر ہی مجھے چھٹکارا ملے گا۔"

"آپا...... ایسی باتیں مت کریں۔ اللہ تعالیٰ توبہ پسند کرتا ہے اور توبہ قبول کرتا ہے۔ آپ روزانہ دو نفل توبہ کے پڑھا کریں اور عصر کی نماز کے بعد ایک مرتبہ سورۃ محمدؐ پڑھ لیا کریں۔ یہ مشکلات سے نکالنے والی سورۃ ہے۔ آپ دیکھیں گی کہ اللہ تعالیٰ اس مشکل سے آپ کو کتنی جلدی نکال لیتا ہے۔"

نازیہ بہن کو دلاسے اور اطمینان دلا کر اپنے گھر چلی گئی تھی مگر رابعہ کسی جلے پیر کی بلی کی طرح گھر میں گھوم رہی تھی۔

"کہیں ایسا نہ ہو جائے......!"

"کہیں ویسا نہ ہو جائے......!" کے خوف نے اسے ادھ موا سا کر دیا تھا۔ عمیر کے رسوخ کا اسے اندازہ تھا کہ وہ اس کے ساتھ کیا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

"اگر میری تصاویر محلے کے ہر گھر میں اس نے بھجوا دیں تو......" اس سوچ نے اس کا ذہن لہولہان سا کر دیا تھا۔

"بابو جی کی بیٹی اور ایسی بے غیرت......" کالے گیٹ والی خالہ کی آواز اس کے کانوں میں گونجنے لگی۔

"ہمیں تو پہلے ہی پتا تھا کہ یہ لڑکی ٹھیک نہیں ہے۔ لڑکوں سے یاری تھی جب ہی اجمل سے شادی کرنے سے [illegible] ہے۔"

"ہمیں کیا پتا تھا کہ یہ، اس سے بھی زیادہ آگے نکل گئی ہے اور ٹیکسی بن گئی ہے۔"

اجمل کی ماں کے جملے اس کے ذہن پر علیحدہ سنگ باری کر رہے تھے۔

''ایسی غلیظ لڑکی کو تو محلے سے نکال دینا چاہئے کہ اس کا اثر ہماری بیٹیوں پر بھی پڑے گا۔'' پڑوس میں رہنے والے مولوی صاحب...... محلے کے تمام لوگوں سے کہہ رہے تھے۔

''ہاں...... ہاں...... اسے نکالو...... یہ لڑکی اس قابل نہیں ہے کہ شریفوں کے محلے میں رہ سکے۔''

''مارے شرم کے اس کے ہر مسام سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ بابو جی سب کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے معافیاں مانگ رہے تھے کہ ان کی بچی کو معاف کر دیا جائے۔ وہ اس کو لے کر بہت جلد کہیں چلے جائیں گے مگر محلے کے لوگ جو مشورہ کرنے بابو جی کے پاس آیا کرتے تھے ان کی کسی بات کو سننا پسند نہیں کر رہے تھے۔

''تمہاری تربیت ہی غلط تھی جو شریف گھر کی لڑکی طوائف سے بدتر نکلی۔'' پڑوس کا لفنگا ناصر خوب چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ تب بابو جی سینے پر ہاتھ رکھ کر ڈھے سے گئے۔

''ارے یہ تو ختم ہو گئے۔'' مولوی صاحب کی آواز اسے کانوں میں سنائی دی۔

بابو جی کو جب محلے کے چار لوگ کلمہ طیبہ کے ورد میں اندر لائے تو اماں ساکت کی ساکت بیٹھی رہ گئیں۔

''بڑے غیرت والے تھے ماں باپ...... دونوں ہی اٹھ گئے......'' یہ آواز سنتے ہی رابعہ نے چیخنا شروع کر دیا۔

''اماں پلیز...... آپ میرا گلا گھونٹ دیں...... مگر آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتیں۔''

''اماں...... اگر تم چلی گئیں تو میں کیا کروں گی۔ کہاں جاؤں گی۔''

''کون رکھے گا مجھے؟''

''اماں...... بابو جی سے کہو کہ آنکھیں کھول دیں اور اپنی اس ناہنجار بیٹی کو معاف کر دیں۔ بابو جی اٹھیے...... آنکھیں کھولئے...... میں آپ کی ہر بات مانوں گی...... آپ مجھ سے ناراض ہو کر نہ جائیں کہ میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گی۔''

اب رابعہ دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی اور آنسو اس روانی سے بہہ رہے تھے کہ جیسے کہیں پرنالہ گر رہا ہو۔

''پاگل تو نہیں ہو گئی...... کیوں روئے چلی جا رہی ہے۔'' اماں اپنے کمرے سے آئیں تو اس کی پشت تھپتھپاتے ہوئے بولیں۔

''اماں...... بابو جی......'' وہ گھگھیاتے ہوئے بولی۔ بابو جی کا بے حرکت جسم اسے سامنے رکھا ہوا نظر آ رہا تھا۔

''کیا ہوا بابو جی کو......؟'' انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

''وہ گلی میں گر گئے تھے ناں...... اس لئے۔'' وہ بہ مشکل اپنی سسکیوں پر قابو پاتے ہوئے بولی۔

''کیا ہو گیا ہے رابعہ تجھے...... آج بارشوں کی وجہ سے وہ گھر سے نکلے کہاں ہیں۔ نماز تک تو آج انہوں نے گھر میں پڑھی ہے۔''

''اس وقت وہ اپنے کمرے میں سو رہے ہیں۔ ابھی تو خراٹے سنتی ہوئی آئی ہوں میں ان کے۔''

''میں نے خواب دیکھا تھا شاید......؟'' وہ اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے بولی۔

''یہ جاگتی آنکھوں سے کب سے خواب دیکھنے لگی تو......''

''اماں مجھے نیند نہیں آتی ہے...... تو برے برے واہمے جاگتی آنکھوں سے نظر آنے لگتے ہیں۔''

تیسرا کلمہ کثرت سے پڑھا کر۔ یہ برے برے خیالات سب اڑن چھو ہو جائیں گے۔''

''ٹھیک کہتی ہیں آپ......'' وہ اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔

''کتنے سارے دن ہو گئے۔ میں نے تجھے نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔''

''...ں غسل کر کے ابھی نماز پڑھتی ہوں۔'' وہ خجل ہوتے ہوئے بولی۔

''نماز پڑھنے سے دل کو سکون ملتا ہے۔'' اور رابعہ تائید میں سر ہلاتے ہوئے اپنے کپڑے الماری میں سے نکالنے لگی۔

☆☆☆

''بات تو بتاؤ...... کہ ہوا کیا ہے؟'' وہ چپ رہی۔

''کتنی دفعہ حلف اٹھاؤں کہ کسی سے نہیں کہوں گا۔'' اجمل جھنجلا کر بولا۔

''بات ہی ایسی ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اسے کہاں سے شروع کروں اور کہاں پر ختم۔'' وہ آنکھوں میں آنسو بھرے بول رہی تھی۔

''پلیز نازیہ...... تمہیں مجھ پر اعتبار ہے ناں...... کہ میں رابعہ کی کسی بات کو لے کر اس کا تماشا نہیں بناؤں گا۔''

''ہاں وہ تو ہے۔''

''تو پھر مجھے بتا دو کہ بات کیا ہے؟''

...ل...... وہ...... دراصل...... آپا نے......'' یہ کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''تم نہ کہو...... میں جانتا ہوں...... رابعہ نے عمیر کے گیتوں پر ڈانس کیا ہو گا اور اب یہ کیسٹ ہر شاپ پر موجود ہوں گے۔ ہے ناں یہی بات؟'' وہ اس کے دونوں ہاتھ تھام کر بولا۔

''نہیں اجمل...... بات تو اس سے بھی بہت آگے کی ہے؟''

''کیا مطلب ہے تمہارا...... کہیں اس نے......''

''ہاں اجمل...... میری بہن جو اپنے آپ کو بے حد عقلمند سمجھتی تھی...... وہ نکاح کے چارے کے آگے لٹ گئی ہے اور تہی دامن...... وہ مسلسل آپا کو دھمکیاں دے رہا ہے کہ تمہاری غلط قسم کی تصاویر تمہارے محلے کے ہر گھر میں پہنچ جائیں گی اگر وہ ان کے بلاوے پر اس کے پاس نہیں پہنچی تو......''

''اف...... رابعہ اس حد تک بھی پہنچ سکتی تھی...... یہ تو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔'' اجمل نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

''اب بتایئے کیا کریں؟'' وہ کسی معصوم سے بچے کی طرح اجمل سے پوچھ رہی تھی۔ (کہ اب تو مسئلہ پتا چل گیا ہے...... اس کو حل جلدی سے کر دو۔)

''میرا تو خود سر گھوم گیا ہے۔'' اجمل نے پریشان ہو کر کہا۔

''تو گویا آپ کے پاس بھی اس مسئلے کا کوئی حل نہیں ہے۔''

''فی الحال تو میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔''

''تو کیا آپا کی زندگی یونہی گزرے گی؟'' نازیہ کو لگ رہا تھا کہ جیسے اس کی بہن کیچڑ میں لت پت اس کے سامنے کھڑی ہو۔

''اللہ نہ کرے......'' اجمل کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''تو پھر کیا کریں؟'' نازیہ روہانسی سی ہو رہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ گھڑی کی چوتھائی میں اپنی بہن کو تمام پریشانیوں سے باہر نکال لائے۔

''اپنے دوست سعید سے بات کرتا ہوں۔ اس کے کافی لوگوں سے مراسم ہیں۔ شاید وہی اس ضمن میں کوئی مدد کر سکے۔''

''آپ کا دوست سعید وہی ہے ناں جو کسی اخبار میں کام کرتا ہے۔''

''ہاں...... وہی ہے...... اخبار میں کام کرنے کی وجہ سے اس کے تعلقات بہت زیادہ ہیں۔''

''مگر آپ یہ بات بھی تو سوچیے کہ وہ ہمارے محلے میں رہنے کی وجہ سے ہمارے گھرانے کو ذاتی طور پر بھی جانتا ہوگا اور جب آپ اسے یہ سب کتھا سنائیں گے تو کیا میری بہن بدنام نہ ہوگی۔''

''نازیہ اگر میں یہ کہوں کہ رابعہ کی ماڈلنگ کی خبر سب سے پہلے سعید نے ہی مجھے دی تھی تو تم کیا کہوگی؟''

''تو کیا ہمارے محلے میں لوگوں کو یہ بات پتا ہے کہ آپا نے عمیر کے گیتوں پر پرفارم کیا ہے؟''

''پورے محلے کی بابت تو میں نہیں جانتا...... ہاں سعید کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ رابعہ کا عمیر کے ساتھ کوئی چکر ہے۔''

''پھر تو عمیر کی بھیجی ہوئی تصاویر دیکھ کر سب کو ہی یقین آجائے گا۔''

''اللہ نہ کرے کہ نوبت یہاں تک پہنچے...... میں سعید سے اس ضمن میں بات کرلوں تو تمہیں کچھ بتا سکوں گا۔''

''آپ سعید کے پاس کب جائیں گے؟'' وہ بے تابی سے بولی۔

''نازیہ اس وقت تو رات کے ڈھائی بج رہے ہیں اور یہ جانے کا کوئی معقول وقت بھی نہیں ہے۔ اس لئے میں کل ہی اس سے مل سکوں گا۔''

کوئی اور وقت ہوتا تو نازیہ اجمل کی اس بات پر کھل کھلا کر ہنس پڑتی مگر اس وقت وہ اتنی پریشان سی تھی کہ اس کے لبوں پر مسکراہٹ تک نہیں رینگی۔

☆☆☆

یوں تو کراچی میں بارش کے نام پر بوندا باندی ہو جاتی تھی مگر اس سال بارش خوب ہوئی تھی...... بدلتے موسم کا اثر تھا یا اماں کی بدپرہیزی...... انہیں موشن اور الٹیوں نے نڈھال کر دیا...... سبین کو معلوم ہوا تو جا کر اماں کو اپنے پاس لے آئی۔

سہانی ان دنوں اپنے میکے گئی ہوئی تھی اور سرمد اپنے آفس صبح سے جاتا تو رات گئے آتا تھا۔ اب اماں کو سبین کے پاس آئے ہوئے پورا ایک ہفتہ ہو گیا تھا اور اماں کی طبیعت بھی ٹھیک ہو گئی تھی مگر سرمد اور سہانی انہیں دیکھنے کے لئے ایک بار بھی نہیں آئے تھے۔

شروع میں سرمد کا فون ضرور آجاتا تھا کہ اماں کی خیریت معلوم کر لی جائے اور جب انہیں یہ تسلی ہو گئی کہ اماں اب بھلی چنگی ہیں تو انہوں نے فون کرنا بھی بند کر دیا تھا۔

''اماں میں چاہتی ہوں اب آپ میرے پاس ہی رہا کریں۔ آپ کے آنے سے میرے گھر میں رونق سی آگئی

ہے اور میرے بچوں کو بھی اتنا اچھا لگ رہا ہے کہ ان کی نانی اماں ان کے گھر رہنے کے لئے آئی ہوئی ہیں۔''

''سبین بیٹا...... اکثر ماؤں کا آخری وقت زیادہ تر اپنی بیٹیوں کے پاس ہی گزرتا ہے۔''

''کیسی باتیں سوچ رہی ہیں...... میرے کہنے کا یہ مقصد تھوڑی تھا۔ وہ آپ کا اپنا گھر ہے جس میں سرمد اور سہانی رہتے ہیں۔ آپ کسی کے ساتھ نہیں رہتیں بلکہ آپ کے ساتھ وہ لوگ رہتے ہیں۔''

''سبین بیٹا...... میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ وہ مائیں کتنی بدقسمت ہوتی ہیں جن کی بیٹیاں نہیں ہوتیں۔ بیٹے اور بیٹی کی محبت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔''

''آپ کا بیٹا بھی بہت اچھا ہے...... روزانہ فون کر کے وہ آپ کی خیریت پوچھا کرتا ہے......'' سبین نے ان کا دل رکھنے کے لئے از خود کہا۔

''ہاں، مجھے معلوم ہے۔ اسے میری کتنی فکر رہتی ہے۔''

''فکر تو اس کو آپ کی بہت رہتی ہے۔'' سبین مسکرا کر بولی۔

''آپ کی طبیعت خرابی پر اس کا اتنا سا منہ نکل آیا تھا...... کہہ رہا تھا کہ اماں کو میں ہسپتال داخل کروا دیتا ہوں۔''

''ہاں اب بچے ہسپتال داخل کروا کے خاصے خوش رہتے ہیں۔'' انہوں نے پھر چڑ کر کہا۔

''اماں...... آپ ایسا کیوں سوچتی ہیں۔ آپ کسی پر بوجھ تھوڑی ہیں۔ ابا جی کی پنشن آپ کو ملتی ہے۔ پنڈی کے [illegible] کا کرایہ آپ کے پاس آتا ہے اور جس گھر میں آپ رہ رہی ہیں وہ بھی سات، آٹھ کروڑ کی مالیت کا ہے جو کہ آپ کا اپنا ہے۔''

''بچوں کی شادیوں کے بعد...... والدین کا کام ختم ہو جاتا ہے۔ ان کو مر جانا چاہئے کیونکہ بچے بھی اپنی اپنی دلچسپیوں میں مشغول ہوتے ہیں مگر ہم جیسی مائیں مرنے کا نام نہیں لیتیں تو وہ کہاں تک خیریت پوچھنے آئیں گے۔ اب اگر وہ فون پر بھی پوچھ لیتے ہیں تو ان کی مہربانی ہے۔''

اماں کی بات سن کر سبین آبدیدہ سی ہو گئی۔ کہنے لگی۔ ''آپ یہ کیوں نہیں سوچتیں کہ وہ اولاد انتہائی بدقسمت ہوتی ہے جن کے پاس ان کے والدین دعا دینے والے بھی نہ رہیں۔''

''سبین بیٹا، اب کسی کو دعا لینے کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ کچھ دنوں پہلے میں ٹی وی پر کوئی ڈراما دیکھ رہی تھی جس میں کوئی کردار بڑے مغموم سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ سارے دوستوں کے ابا مر گئے، ہمارے ابا مرتے ہی نہیں۔ میں تو دوستوں کے ہاں چالیسویں کی دعوت کھا کھا کر شرمندہ ہو گیا ہوں کہ ابھی تک ہمارے ہاں ایسی دعوت نہیں ہوئی۔''

''اماں...... وہ تو مزاحیہ ڈراما تھا۔ لوگوں کو ہنسنے ہنسانے کے لئے اس میں اس طرح کے ڈائیلاگز تھے۔''

''بیٹا کیا لوگوں کو ہنسانے کے لئے اماں...... ابا کو مارنا ضروری ہوتا ہے یا بغیر ان کو مارے لوگ ہنسنے پر آمادہ نہیں ہوتے؟''

''پہلے ماں اور باپ کا کسی ڈرامے میں مذاق نہیں اڑایا جاتا تھا اور اب ان مقدس رشتوں پر ایسے ایسے بہتان [illegible]لے جاتے ہیں کہ الٰہی توبہ۔ میں نے خود دیکھے ہیں ٹی وی پر وہ ڈرامے جس میں کہا جا رہا ہے۔''

''کل تمہاری ماں کہاں گئی ہوئی تھی؟''

''تمہارے ابا ہماری اماں کے پاس کیوں آتے ہیں؟''

''اماں ایکٹنگ مت کر، ابا کے مرنے پر اچھی طرح رو کر دکھا۔ جیسے فقرے جب لوگوں کی زبانوں پر چڑھیں گے تو ان کے دلوں میں والدین کی عزت کا خانہ کہاں باقی رہے گا۔''

''پلیز اماں...... آپ اتنی بدباتی مت ہوں۔ اچھی اور بری اولاد ہر دور میں رہی ہے اور سرمد لاابالی تو ضرور ہے مگر اچھا ہے اور مائیں تو اولاد کے مقابلے میں زیادہ محبت کرتی ہیں۔ اتنی اولاد کے دل میں محبت ہو ہی نہیں سکتی جتنی کہ ماں کے دل میں ہوتی ہے۔ جب ہی تو ماں کی دُعائیں رد نہیں ہوا کرتیں۔''

''یا اللہ میرے بچوں کو ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھنا اور مجھے ہمیشہ ان کی خوشیاں دکھانا۔'' اماں نے ہاتھ پھیلا کر بے اختیار دُعا کی۔

اور پھر ان کے آنسو ستاروں کی طرح ان کے لرزیدہ ہاتھوں پر گرنے لگے۔

☆☆☆

''ہوں...... معاملہ گمبھیر تو ضرور ہے مگر ایسا بھی نہیں ہے کہ تم یوں منہ ڈال کر بیٹھ گئے ہو۔'' سعید نے اپنی سگریٹ ایش ٹرے میں مسلتے ہوئے کہا۔

''ٹیلی فون کی بیل سے کسی کے دل کی دھڑکن رک رہی ہے اور تمہیں یہ معاملہ نزاعی نہیں لگ رہا۔'' اجمل جھلا کر بولا۔

''تم اپنی سالی سے کہو کہ اپنے موبائل کی سم تبدیل کرے۔ یوں اس کے موبائل کا نمبر چینج ہو جائے گا۔ گھر کا ٹیلی فون ان کے والد کو بتائے بغیر بند کروا دو اور اپنے سسر صاحب کو کوئی سستا سا موبائل خرید کر دے دو تا کہ انہیں گھر کا فون بند ہونے کی ہمہ وقت تشویش نہ رہے۔''

''مگر اسے رابعہ کا گھر معلوم ہے۔ پورے محلے کے بارے میں جانتا ہے۔ جھنجلا کر کچھ بھی کر سکتا ہے۔''

''اس کے لئے بھی کچھ کرتے ہیں۔''

''کیا کرو گے تم؟ کچھ مجھے بھی تو بتاؤ۔''

''ہم اخبار والے تو انٹرویو کے بہانے ہی اس کے پاس پہنچ سکتے ہیں۔ اس میں ہی اندازہ لگانے کی کوشش کریں گے کہ وہ ہمارے ڈراوے سے ڈر بھی سکتا ہے یا نہیں۔''

''عمر اس کی بہت زیادہ نہیں ہے اس لئے گھاگ قسم کا تو نہ ہوگا۔'' اجمل نے کہا۔

''یہ مت کہو۔ آج کل کم عمر کے لڑکے، لڑکیاں اس قسم کے ہیں کہ ان کے لئے لفظ ''فتنہ'' کم پڑتا ہے۔''

''کیا تم اس سے کبھی ملے نہیں؟'' اجمل نے پوچھا۔

''اتفاق ہی ہے کہ میری اس سے کبھی ملاقات بھی نہیں ہوئی حالانکہ میں اپنے اخبار میں شوبز کے صفحات کے لئے لکھتا ہوں۔''

''تو پھر کب اس سے ملو گے؟''

''بہت جلد مگر تم اپنی سالی کا موبائل نمبر فوراً چینج کروتا کہ اس کی ٹینشن کم ہو۔''

☆☆☆

عامر بہت دنوں کے بعد کھانے کی میز پر خود آیا تھا بظاہر اس کی طبیعت خاصی سنبھلی ہوئی لگ رہی تھی۔ وہ شوخی اور

شرارت جو اس کی شخصیت کا حصہ تھی وہ تو مفقود تھی مگر یہ ہی بہت بہتر تھا وہ ماں اور بہن کی موجودگی میں کھانے کے لئے از خود چلا آیا تھا۔ ماں نے بیٹے کو دیکھ کر اس کی پسندیدہ ڈش اس کے سامنے کی۔ ایک چپاتی کھا کر ہاتھ روک لیا۔

''عامر چائے پیو گے؟'' بہن نے پوچھا۔ ان کے ہاں کھانے کے بعد چائے پی جاتی تھی۔

''پی لوں گا۔''

چائے پینے کے دوران اس نے کئی بار پہلو بدلا تو نادیہ کو یوں لگا جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔

''کیا بات ہے عامر؟'' وہ اپنا کپ پیچھے کر کے ماں کو دیکھنے لگی۔

''امی میں کچھ دنوں کے لئے باہر جانا چاہتا ہوں۔''

''کہاں......؟''

''کینیڈا...... میرے دوست مجھے بلا رہے ہیں۔''

''ٹھیک ہے چلے جاؤ مگر جلدی آ جانا۔''

''مگر آپ اکیلی ہو جائیں گی...... اگر آپ بھی میرے ساتھ چلیں تو......''

''پاگل ہو گیا ہے کیا...... ماں کو ساتھ لے کر دوستوں میں گھومے گا۔'' انہوں نے کہا۔

''میں یہاں تنہا نہیں ہوں۔ نادیہ میرے پاس آ گئی ہے اور وہ اپنی ڈلیوری کے بعد جائے گی۔''

وہ چپ چاپ سا سر جھکائے ماں کی بات سن رہا تھا۔

''عامر جلدی آ جانا ورنہ میرا دل بہت گھبرائے گا۔'' نادیہ نے ڈبڈبائی نظروں سے بھائی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''ابھی میں گیا نہیں ہوں...... آنے کا کیسے بتا دوں۔''

''وہ اس لئے کہ میں نے تمہارا ابھی سے انتظار کرنا شروع کر دیا ہے۔'' نادیہ نے ہنس کر کہا تو عامر کے لبوں پر بھی مسکراہٹ چاندنی بن کر پھیل گئی۔

☆☆☆

عمیر نے انٹرویو کے لئے اسے وقت دے دیا تھا اور سعید اس کے بتائے ہوئے ایڈریس پر پہنچ گیا تھا۔

''پہلے مختلف پوز میں فوٹوگرافر نے اس کی تصویریں لیں، اس کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔

سعید نے محسوس کیا کہ وہ بے حد جولی قسم کا لڑکا ہے۔ ہر بات انتہائی شوخ و چنچل انداز میں کر رہا تھا۔

''عمیر صاحب اب آپ سے کچھ ذاتی باتیں کرنا چاہوں گا اگر آپ اجازت دیں تو۔''

''ہماری ذاتی باتیں کہاں ذاتی رہتی ہیں۔ آپ لوگ اپنے اخباروں میں ہماری بات لکھ دیتے ہیں۔''

''پھر بھی...... کچھ نہ کچھ باتیں پس پردہ بھی ہوتی ہیں۔'' سعید نے ہنس کر کہا۔

''مگر میری کوئی بات خفیہ نہیں ہے...... میں تو جیسا ہوں ویسا ہی نظر آتا ہوں۔''

''اچھا آپ شادی کب کریں گے؟''

''اس کے لئے تو ابھی دس سال بھی فرصت نہیں ہے۔''

''تھینکس گاڈ...... ورنہ میں تو سمجھ رہا تھا کہ اب آپ کہیں گے کہ میری شادی تو میرے فین سے ہو چکی ہے۔''

سعید نے بھی شریر سے لہجے میں کہا تو عمیر ہنس پڑا۔ عمیر ہنستے ہوئے کتنا خوبصورت لگ رہا تھا۔ یہ بات سعید نے بھی

نوٹ کی۔رابعہ بیگم..... اس لڑکے پر بے وجہ تو نہیں مرمٹی تھیں۔

''آپ کے کنسرٹ لڑکیوں میں اتنے مقبول ہیں تو آپ کے فینز میں زیادہ تعداد تو لڑکیوں کی ہوتی ہوگی۔''سعید دھیرے دھیرے اپنے مطلب کی جانب آرہا تھا۔

''ظاہر ہے.....''وہ دھیمے لہجے میں ہنستے ہوئے بولا۔

''کیا کبھی کوئی لڑکی اتنی قریب ہوئی جس نے آپ سے شادی کی خواہش ظاہر کی ہو؟''

''اکثر لڑکیاں شہرت اور دولت کے لئے..... یہ سب چاہتی ہیں۔''

''تو کیا آپ کو اپنے فینز میں سے کوئی بھی پسند نہیں آئی؟''سعید انتہائی لاابالی لہجے میں سوال کررہا تھا۔

''ابھی تک تو کوئی نہیں آئی۔''

''اگر کوئی پیر پکڑ کر بیٹھ جائے کہ میں شادی کروں گی تو آپ سے ہی کروں گی تو اس کا کیا جواب ہوگا آپ کے پاس؟''

''میں تو اس کو رسان سے سمجھاؤں، کہ بی بی جہاں تمہارے ماں باپ چاہتے ہیں وہیں شادی کرنا۔سفر میں رہنے والے لوگ اتنی جلدی شادی کے شکنجے میں رہنا پسند نہیں کرتے۔''

''آپ کے لئے قابلِ احترام رشتہ کون سا ہے؟''

''ماں، بہن، بیٹی اور بیوی بھی.....''

''فلرٹ کرنے والے لڑکے، لڑکیاں کیسے لگتے ہیں آپ کو؟''

''ناقابلِ اعتبار، بات کرنے کو دل نہیں چاہتا۔''

''عمیر صاحب جب کبھی بھی آپ شادی کریں گے تو کیا اپنی پسند سے کریں گے؟''

''میں اپنی والدہ کی پسند سے شادی کروں گا کہ میں ان سے بے حد محبت کرتا ہوں اور میں ان کا لاڈلا بیٹا ہوں۔''

''اب آخری ایک مزید پرسنل بات آپ سے پوچھنا چاہوں گا۔''سعید نے چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈ آف کرتے ہوئے پوچھا۔

''جی کہیے۔''عمیر نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''ہمارے اخبار کے دفتر میں پچھلے دنوں ایک رابعہ نامی لڑکی آئی تھی اور اس نے ایک درخواست دی تھی کہ آپ اس کو ہراساں کرنے کے لئے الٹی سیدھی حرکتیں کررہے ہیں۔''

''کون رابعہ..... میں تو جانتا تک نہیں.....''اس نے تھوک نگلتے ہوئے پوچھا۔

''اب اس نے ہمارے اخبار میں ہی جاب کرلی ہے اگر آپ ملنا چاہیں تو آکر مل سکتے ہیں۔''سعید نے جھوٹ گھڑا۔

''مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ الٹی سیدھی لڑکیوں کے پیچھے دوڑوں۔''

''عمیر صاحب آپ جس قدر شریف شخص ہیں اور جس اچھی فیملی سے تعلق رکھتے ہیں اس کا مجھے اندازہ ہورہا ہے کہ آپ جیسا شخص کسی لڑکی کو بلیک میل کرنے کے لئے دھمکی کیوں دے گا۔''

''ظاہر ہے..... میں کیوں دوں گا..... میں کوئی غنڈا تھوڑی نا ہوں۔وہ لڑکی ہی خراب ہوگی تو میں کیا کہہ سکتا

''

''..... وہ لڑکی خراب نہیں ہے۔اسے تو ہمارے اخبار کے چیف ایڈیٹر نے اپنی سیکریٹری کے طور پر رکھ لیا ہے اور وہ اس سے پوچھ رہے تھے کہ اگر وہ چاہے تو آپ کے بارے میں پورا فیچر چھاپا جاسکتا ہے۔انہوں نے تو اس کو اپنی بیٹی بنا لیا ہے۔''

''ارے نہیں بھئی..... ایسا نہیں ہونا چاہئے۔''وہ گھبرا کر بولا۔

''میں تو آپ سے مل کر بہت متاثر ہوا ہوں اور پھر کوشش کروں گا کہ وہ فیچر کسی صورت نہ لگنے پائے۔''

''یہ تم اپنے پاس رکھو.....''اس نے دس ہزار روپے سعید کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں سر یہ میں نہیں لے سکتا۔مجھے تو لوگوں کی زبانیں بند کرنی ہوں گی۔''

''پھر کیا چاہتے ہو تم.....؟''اس نے لہجہ بدل کر پوچھا۔

''صرف یہی کہ اگر آپ نے رابعہ کو کبھی فون کیا یا اپنی گاڑی بھیج کر اس کو اٹھانے کی کوشش کی یا آئندہ اسے ریپ کرنے کا ارادہ بھی باندھا تو آپ کی تصاویر آپ کی فیملی کی تصاویر کے ساتھ پورے کارناموں کے ساتھ شائع ہوں گی کہ ہمارا اخبار اگر کسی کو آسمان پر بٹھا سکتا ہے تو اسے زمین پر پٹخ بھی سکتا ہے۔''

''میں نے کہا ناں..... میرا رابعہ سے اب کسی قسم کا بھی کوئی رابطہ نہیں ہے۔''

''ہونا بھی نہیں چاہئے۔''سعید جب جانے کے لئے اٹھا تو عمیر نے اس سے پوچھا۔

''کیا تم رابعہ کے حوالے سے میرے پاس آئے تھے؟''

''کچی گولیاں وہ بھی نہیں کھیلتا تھا۔''میں آپ کا انٹرویو ہی لینے آیا تھا اور یہ انٹرویو من و عن شائع بھی ہوگا۔''

''رابعہ کے حوالے سے تو اس میں کوئی بات شائع نہیں ہوگی ناں؟''

''جی نہیں..... کوئی بات شائع نہیں ہوگی حالانکہ آپ نے اس کی زندگی تباہ کردی ہے۔''

''میں کبھی سوچوں گا بھی نہیں کہ کبھی رابعہ مجھ سے ٹکرائی بھی تھی۔''چلتے سمے وہ سعید کو خدا حافظ کہتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

اور سعید اپنے آفس پہنچنے کے بعد اجمل کو اپنی کامیابی کی نیوز سنا رہا تھا۔

☆☆☆

جب من میں بے کلی ہو تو کچھ نہ سجھائی دیتا ہے اور نہ ہی کچھ دکھائی دیتا ہے۔وہ برتن دھونے بیٹھی تو ایک ساتھ چار گلاس توڑ دیے۔

''نازیہ تم چائے بنالو۔گھر میں زیادہ گلاس نہیں ہیں برتن فرزانہ دھولے گی۔''دودھ اس کے سامنے ابل ابل کر بہہ رہا تھا اور وہ چپ چاپ بیٹھی تھی۔

''کیا بات ہے نازیہ اپنے حواسوں میں تو ہو۔تمہارے سامنے دودھ ابل رہا ہے اور تمہیں پتا ہی ہیں۔''

''بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی تھی۔مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ کب دودھ ابل کر گر پڑا۔''اس نے جھوٹ گھڑا۔

''بی بی تم اپنے کمرے میں جا کر سونا بناؤ کام کرنے کے لئے ہم موجود ہیں۔''بڑی نند نے تمسخر سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

تب وہ چپ چاپ اپنے کمرے میں آ گئی۔ اس کا دل، دماغ اور ساری حسیات رابعہ کی جانب لگی ہوئی تھیں۔
اجمل نے اس سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ رابعہ کو اس ذلت کے منجدھار سے نکالنے کی پوری کوشش کرے گا مگر اس کے پاس کوئی الہ دین کا چراغ تھوڑی تھا جس کے طفیل وہ اس کی بہن کو پریشانیوں کی دلدل سے نکال لاتا۔ کتنی ہی دیر وہ بستر پر بیٹھی کڑھتی رہی اور پھر تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھی اور پھر بیٹھے بیٹھے ہی اس کی آنکھ لگ گئی۔ کتنی راتوں کی و جاگی ہوئی تھی۔ آج وہ بستر پر آڑی ترچھی سی بیٹھی سو گئی تھی۔
نند دوپہر کے کھانے کے لئے بلانے آئی تو وہ بے خبر سو رہی تھی۔
''تم اس کا کھانا ٹرے میں رکھ کر اس کے کمرے میں رکھ دو۔ اٹھے گی تو کھا لے گی۔ اس حالت میں بھوکا نہیں رہنا چاہئے۔'' اس کی ساس نے اچھے موڈ میں آ کر اس کا کھانا اس کے کمرے میں رکھوا دیا تھا۔
مگر وہ تمام احوال سے بے نیاز بے خبر سو رہی تھی۔ شام چار بجے اجمل آیا تو اماں شام کے لئے سبزی بنا رہی تھیں۔
''نازیہ کہاں ہے؟'' اس نے ماں کو باورچی خانے میں کام کرتے دیکھ کر پوچھا۔
''آج تو وہ گیارہ بجے سے سو رہی ہے۔ گھر میں کون آیا، کون گیا اسے ہوش ہی نہیں ہے۔'' اجمل ماں کی بات پر دھیان دیے بغیر اپنے کمرے میں آیا تو یہ دیکھ کر تکلیف سی ہوئی کہ نازیہ اپنی چپلوں سمیت لیٹی ہوئی تھی۔ سرہانے کی ٹیبل پر دال اور چاول کی رکابیاں رکھی ہوئی تھیں مگر اس میں سے ایک لقمہ بھی نہیں کھایا گیا تھا۔
''نازیہ اٹھو...... کھانا تو کھا لو۔'' وہ اس کو جگاتا ہوا بولا۔ بوکھلا کر وہ اٹھی اور اجمل کی شکل دیکھ کر بولی۔
''پہلے یہ بتایئے کہ آپ کے دوست سعید نے آپا کے لئے کچھ کیا یا نہیں۔''
''پہلے کھانا کھا لو تو میں کچھ بتاؤں۔''
''اجمل...... میں کچھ نہیں کھا سکتی...... پلیز آپ پہلے مجھے بتایئے کہ ہوا کیا؟''
تب اجمل نے الف سے لے کر یے تک ہر بات اسے بتا ڈالی اور اطمینان دلاتے ہوئے کہا کہ اب عمیر کبھی بھی رابعہ کی جانب بری نظر سے دیکھنے کی بھی جسارت نہیں کر سکے گا اور نازیہ بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ایسی تیز آواز کے ساتھ کہ ساس، نندیں بھی بھاگی چلی آئیں۔
''ارے ہوا کیا؟'' وہ سمجھیں کہ شاید میاں بیوی میں کوئی کھٹ پٹ ہو گئی ہے۔
''اماں خواب میں ڈر گئی تھی۔ مجھے یوں لگا تھا جیسے ہمارا گھر گر گیا ہو اور اماں، بابو جی اور آپا...... سب اس کے نیچے دب گئے ہوں۔''
''ارے باؤلی...... دن کے خواب بھی بھلا سچے ہوتے ہیں۔''
''مگر میرا خواب بڑا ڈراؤنا سا تھا...... اللہ کا شکر ہے کہ وہ صرف خواب ہی تھا۔''
''تم کھانا کھا کر میرے ساتھ چلو...... اور اپنے گھر اور گھر والوں کو جا کر دیکھ آؤ۔'' اجمل چاہتا تھا کہ نازیہ جا کر رابعہ کو بھی اطمینان دلا دے۔
''ایل لو...... کل تو یہ آئی ہیں اپنے میکے سے...... آج جانے کی کیا ضرورت آ گئی...... اس حال میں زیادہ آنا جانا نہیں کرنا چاہئے...... کل کو کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو سب ہمیں ہی کہیں گے کہ بہو کو روکا کیوں نہیں۔''

''اب کل رات آپ سب لوگوں کی دعوت ہو گی اماں کے ہاں...... تو آپا کا کچھ نہ کچھ ہاتھ بٹانے کے لئے مجھے تو بانا ہی پڑے گا۔'' نازیہ نے خوش ہوتے ہوئے ساس سے کہا۔
''ارے چھوڑو دعوت کو۔ جب ہونی چاہئے تھی تو تب نہیں کی تو اب کر کے کیا کریں گی تمہاری اماں۔'' ساس کے ل کا شکوہ ان کے لبوں پر آ گیا۔
''اماں بیمار تھیں...... آپا کو بھی ٹائیفائیڈ ہو گیا تھا اب وہ لوگ ٹھیک ہوئے ہیں تو میں دعوت تھوڑی چھوڑوں ی...... آج اجمل مجھے چھوڑ آئیں گے تو کل رات آپ کے ساتھ واپس آ جاؤں گی۔'' اجمل...... اس کی باتیں سن کر ل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ جب وہ دونوں باہر نکلے تو اجمل نے مسکرا کر کہا۔
''میں تو تمہیں سیدھی سادی سی لڑکی سمجھتا تھا مگر باتیں تو تمہیں بھی خوب بنانی آتی ہیں۔''
''اجمل آج آپ نے جو خوشی کی خبر مجھے سنائی ہے۔ میرا بس نہیں چل رہا کہ ہر شخص کو مٹھائی کھلاؤں کہ میری آپا لی پریشانیاں ختم ہو گئیں۔''
''نازیہ! یہ صرف اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم ہے کہ رابعہ آسانی کے ساتھ باہر نکل آئی ورنہ برے لوگ اور مزید برے داؤ بانتے ہیں۔ ان کے تیور بھی اور برے ہوتے ہیں اور وہ کسی سے ڈرتے بھی نہیں ہیں مگر اللہ کو جس کو بچانا مقصود ہو تو وہ اس کو ضرور بچاتا ہے۔'' اجمل بائیک چلاتے ہوئے اس سے کہہ رہا تھا اور اس کی زبان شکر الحمدللہ کا ورد کر رہی تھی......
بے شک وہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

☆☆☆

خوف اور پریشانی جب باہم مل جائیں تو سکون اور طمانیت کوسوں دور بھاگ جاتی ہے۔ ایک رات اور ایک دن ے بعد وہ گھر میں داخل ہوئی تھی...... رابعہ بستر پر لیٹی تھی مگر برسوں کی بیمار نظر آ رہی تھی۔ اس کا چہرہ اتنا زرد تھا جیسے کسی نے ہلدی پوتھ دی ہو۔ آنکھوں کے گرد گہرے سیاہ حلقے نمایاں نظر آ رہے تھے۔ اماں جو بیمار تھیں اس کی پٹی سے لگی بیٹھی تھیں۔ نازیہ کو دیکھ کر وہ آگے بڑھیں اور پریشان سے لہجے میں بولیں۔
''پتا نہیں کیا ہو گیا اس کو...... اس سے کچھ کھایا ہی نہیں جا رہا ہے۔ پانی تک ہضم نہیں ہو رہا ہے۔ تم اسے کسی اچھے ے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔''
''اماں...... برسات کے بعد سب کی ایسی ہی طبیعت ہو جاتی ہے۔ میں ابھی اچھی سی دارچینی اور الائچی والی یائے بنا کر پلاتی ہوں دیکھیے گا۔ ابھی ٹھیک ہو جائیں گی۔'' اماں جب کسی کام سے اپنے کمرے میں گئیں تو نازیہ نے ہن کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔
''آپا...... اللہ تعالیٰ نے آپ کو پریشانیوں سے نکال لیا ہے۔ آپ شکرانے کے نفل فوراً ادا کر لیں۔''
''کیا کہہ رہی ہو تم؟'' کہاں تو اس سے کروٹ نہیں لی جا رہی تھی اور کہاں وہ اس کے سامنے سرعت سے بیٹھ گئی تھی۔
تب اس نے عمیر کے انٹرویو کے حوالے سے عمیر اور سعید کی گفتگو اس کو سنائی تو مارے تشکر کے اس کے آنسو نکل آئے۔
''اجمل بھائی کتنے اچھے ہیں، میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ مجھے پاتال سے نکال لیں گے۔'' اور جب اجمل اس کے سامنے آیا تو وہ اس کے قدموں میں بیٹھ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی۔
''اجمل بھائی آپ مجھے معاف کر دیجیے گا۔ میری ذات کے حوالے سے آپ کی بھی بے عزتی ہوئی ہے...... اس

کا مجھے احساس ہے۔"

"رابعہ جو ہوا برا ہوا..... تم سب بھول جاؤ اور آئندہ اس کا ذکر کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے مگر یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے..... بزرگوں کی موجودگی میں چھوٹوں کو فیصلے کرنے کی کبھی ضرورت نہیں ہوا کرتی ہے۔ بزرگوں کا تجربہ نئی نسل کے تجربے سے ہمیشہ زیادہ رہے گا..... ان سے فیض حاصل کرنے کی جستجو کرنی چاہئے۔ یہ نئی سم رکھ لو..... گو کہ مجھے پوری امید ہے کہ وہ پرانے نمبر پر کبھی رابطہ کرنے کی ہمت نہیں کر سکے گا مگر دانشمندی یہی ہے کہ احتیاط ملحوظ رکھی جائے۔ گھر کا نیا فون نمبر جواب چچی کے نام سے میں نے اپلائی کیا ہے جلد مل جائے گا۔"

"اجمل بھائی آپ بابو جی سے کہیں کہ یہ گھر بیچ کر کہیں اور خرید لیں۔" رابعہ نے کہا۔

"تمہیں اب ڈرنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ عمیر کا انٹرویو ریکارڈ کرنے کے بعد سعید نے اس کی ایک کیسٹ عمیر کو بھی بھجوادی تھی۔ وہ جو یہ سمجھ رہا تھا کہ آخر میں کی گئی پرسنل باتیں ٹیپ میں ریکارڈ نہیں کی گئی ہیں جب اس نے وہ کیسٹ سنا ہوگا تو اپنا سر تھام لیا ہوگا۔ اب وہ کسی طرح بھی تم پر کسی دباؤ ڈالنے کی پوزیشن میں نہیں ہے کہ اسے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ اب تم اخبار میں جاب کر رہی ہو۔ سعید تو یہاں تک کہہ رہا تھا کہ اخبار میں دو چار مضامین وہ رابعہ کے نام سے بھی لکھے گا تا کہ اس کو یہ یقین رہے کہ واقعی رابعہ کسی اخبار سے منسلک ہو گئی ہے۔"

"یہ سعید تو واقعی بہت اچھا لڑکا ہے۔ میں تو ان کے گھرانے کو کبھی اچھا نہیں سمجھتی تھی۔"

"رابعہ..... کسی کے بارے میں وثوق سے کوئی بات نہیں کہی جا سکتی کہ کون اچھا ہے اور کون برا..... جب کسی سے سابقہ پڑتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے۔"

"کیا سعید نے میرے بارے میں اپنے گھر والوں کو کچھ بتایا ہے؟"

"وہ میرا دوست ہے اور میں اس کی فطرت کے بارے میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ وہ اس نیچر کا لڑکا نہیں ہے بلکہ وہ تو یہاں تک کہہ رہا تھا کہ رابعہ کو چاہئے کہ دوبارہ سے کالج جانا شروع کر دے۔ خواہ مخواہ گھر میں بیٹھ کر بور ہو رہی ہو گی۔"

"پہلے میں واقعی بور ہوا کرتی تھی مگر اب میرا گھر میں بے حد دل لگتا ہے۔ اب تو میرا کہیں جانے کو دل نہیں چاہتا۔ سوچ رہی ہوں کہ اسکول کے بچوں کو اپنے گھر میں ہی ٹیوشن دینی شروع کر دوں تا کہ اماں کے علاج میں بابو جی کی کچھ تو معاونت کر سکوں۔"

رابعہ کی باتیں سن کر نازیہ نے سکھ سے آنکھیں موند لیں۔ کتنی بڑی پریشانی اللہ تعالیٰ نے کس آسانی سے ختم کروا دی تھی۔ اس طرف تو کسی کا دماغ ہی نہیں گیا تھا۔

"اجمل بھائی..... آج میں اپنے دل کی ایک بات آپ سے کہنا چاہتی ہوں۔" رابعہ نے قدرے جھجکتے ہوئے اجمل سے کہا۔

"ہاں..... ہاں..... کہو۔" اجمل نے کہا۔

"پہلے آپ نازیہ سے پوچھ لیں کہ اسے یہ بات قبول ہوگی۔" اس نے اپنی نظریں نیچی کرتے ہوئے کہا جیسے وہ جو بات کہنے جا رہی ہو وہ اسے کہنے میں اسے کچھ تامل بھی ہو۔

☆☆☆

کیسے کہوں کہ میں نے کہاں کا سفر کیا
آکاش بے چراغ، زمین بے لباس تھی
اب دھول کے اٹے ہوئے رستوں پہ ہے سفر
وہ دن گئے کہ قدموں تلے نرم گھاس تھی

رابعہ کی نظریں نیچی ضرور تھیں اور ان سے گرنے والے آنسو چپ چاپ بہہ رہے تھے۔ حتیٰ کہ نازیہ کو بھی یہ پتا نہیں چل سکا تھا کہ وہ بے آواز رو رہی ہے۔ اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم الجھا کر وہ جس طرح موڑے دے رہی تھی اس سے اس کی ذہنی پریشانی کا اندازہ ہو رہا تھا۔

رابعہ نے کئی بار کوشش کی کہ وہ کچھ تو بولے مگر اس کو یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی طاقت اس کی آواز پر قابو پائے بیٹھی ہو..... میز پر رکھا ہوا پانی کا گلاس وہ ایک سانس میں پی گئی مگر حواس کسی صورت بحال ہونے میں نہیں آ رہے تھے۔

"رابعہ آپا....." نازیہ نے اس کی پشت پر ہاتھ رکھا مگر وہ تو یوں ساکت سی کھڑی تھی۔ جیسے اب وہ کچھ نہیں بولے گی اور اس اس کے مقدر میں صرف سننا ہی ہوگا۔ اجمل نے کھنکار کر اسے دیکھا تو نازیہ نے سوچا بعض مرتبہ صورتحال کچھ عجیب ہی ہو جاتی ہے۔

نہ خوشی برداشت ہو پاتی ہے اور نہ ہی غم۔ اب وہ بغور اپنی بہن کو دیکھ رہی تھی کہ اس کا پورا وجود کپکپا رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا کہ وہ جیسے اپنے احساسات پر قابو پانے کی پوری کوشش کر رہی ہے مگر اس میں کامیاب نہیں ہو پا رہی۔

موسم خوشگوار تھا۔ ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی تھی..... مگر اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے واضح طور پر دیکھے جا سکتے تھے۔

"پتا نہیں آپا..... کیا کہنے والی ہیں۔" نازیہ نے سوچا۔ "شاید عمیر کے بارے میں کوئی ایسی وضاحت جو اسے اجمل کے سامنے سر اٹھانے کے قابل نہ رکھے یا کوئی ایسی بات..... جو اس کے رشتے سے اسے کوئی صدمہ نہ پہنچا دے۔"

یہ تو طے تھا کہ رابعہ منہ پھٹ قسم کی لڑکی تھی مگر آج وہ جس لجاجت سے بول رہی تھی..... نازیہ پریشان تو ضرور ہوئی مگر بہن کی دگرگوں حالت دیکھتے ہوئے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے بولی۔ "جو بات بھی تمہارے دل میں ہے کہہ دو۔"

رابعہ نے نازیہ کی بات سنی تک نہیں تھی۔ وہ بدستور اجمل کی طرف اپنا چہرہ کئے کھڑی تھی۔

"ہاں..... ہاں..... رابعہ کہو....." اجمل بھی اس صورتحال سے کچھ پریشان سا ہو گیا تھا۔ رابعہ نے سرعت سے اجمل کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے سر پر رکھتے ہوئے کہا۔

''اجمل بھائی آج یہ وعدہ کیجئے کہ مجھے ہمیشہ اپنی بہن سمجھیں گے، میرا مقام......کبھی فرزانہ، سائرہ اور نجمہ سے کم نہیں ہوگا۔''

''رابعہ تم میری بہن پہلے بھی تھیں اور اب بھی ہو۔''

''مگر مجھ جیسی بدنصیب لڑکی کا اگر کوئی بھائی ہوتا تو شاید میرے قدم وہاں تک نہ جاتے جہاں تک میں چلی گئی تھی۔''

''رابعہ تم مجھ پر بھروسا رکھو۔ میں تمہارا بھائی ہوں اور بھائی رہوں گا......مگر جن لڑکیوں کے بھائی نہیں ہوتے انہیں روشنی اور تاریکی کے بارے میں خود بھی آگاہی ہونی چاہئے۔ محبت کا چاند کبھی بند کواڑوں کے پیچھے سے طلوع نہیں ہوا کرتا ہے اور برائی ہمیشہ اپنی جانب ہی کھینچا کرتی ہے۔ اچھی اور سمجھدار لڑکیاں کبھی سرابوں کے پیچھے سفر نہیں کیا کرتیں اور سب سے خاص بات یہ کہ لڑکیوں کو یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ محبت کا مطلب اپنے من پسند محبوب سے ملن کا نام ہرگز نہیں ہے۔'' اجمل دھیمے اور شستہ لہجے میں بول رہا تھا اور اس کا ایک ایک لفظ اسے سچائی سے مزین محسوس ہو رہا تھا۔

''کاش میری عقل پر پردہ نہ پڑا ہوتا تو آج میری حالت ایسی تو نہ ہوتی۔'' وہ اپنے دل میں سوچ رہی تھی۔ اپنے آپ پر نفرین بھیج رہی تھی۔ اپنے بھروسے پر از خود لعن طعن کر رہی تھی مگر وقت گزر گیا تھا اور آبلے اس کا مقدر ٹھہرے تھے۔

☆☆☆

سعید اپنے دفتر سے باہر نکلا تو بڑے خوشگوار موڈ میں تھا۔ اپنی بائیک بھی اس نے پچھلے ہفتے چینج کی تھی جو اس کو پسند تھی۔ دفتر سے اس کا خیال یہ تھا کہ اپنے دوست سے ملتا ہوا جائے گا مگر موسم قدرے ابر آلود دیکھ کر اس نے راستے میں یہ فیصلہ کرلیا کہ اسے اس وقت سیدھے اپنے گھر جانا چاہئے۔ سروس روڈ پر آ کر اس نے واپس ہو کر روڈ تبدیل کی تو اسے یوں لگا جیسے کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ کراچی کی بھری ہوئی سڑکیں، جہاں ہر وقت ٹریفک جام رہتا ہے، کس کو یہ مصیبت آنے گی کہ کسی کا پیچھا کرے۔ اس نے اپنے دل میں آیا ہوا خیال خود ہی ہنسی میں اڑا دیا۔

سعید بے حد تیزی سے گھر کی جانب گامزن تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد اسے یوں لگا جیسے اس کے پیچھے ہلمٹ لگائے دو لڑکے قصداً اس کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔

سگنل پر وہ نکلا......تو ان دونوں لڑکوں کی بائیک سگنل بند ہونے پر پیچھے رہ گئی تھیں۔ وہ بے حد تیزی سے آگے جا رہا تھا مگر یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا کہ تھوڑی ہی دیر میں وہ دونوں لڑکے اپنی اپنی بائیکوں پر اس کے ہمراہ کراماً کاتبین کی طرح چل رہے تھے۔

''یہ لڑکے قصداً میرے ساتھ چل رہے ہیں۔'' اس کی چھٹی حس نے اس کو چونکایا۔

''اب سڑکوں پر سیکڑوں لوگ بائیک چلاتے ہیں تو کیا وہ کسی کا پیچھا کرتے پھرتے ہیں۔'' اس نے سوچا۔ اب اس نے اپنی بائیک کی رفتار ہلکی کر لی اور انتہائی دھیمی رفتار میں خراماں خراماں بائیک چل رہی تھی اور یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ ان دونوں لڑکوں نے اس سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

میں کسی مصیبت میں ضرور پھنس گیا ہوں اور یہ لڑکے مجھے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ کراچی میں سڑکوں کے

کرائمز موبائل چھیننا والٹ لینا ہی ہوتے ہیں۔''

آج اس کو سیلری ملی تھی۔ یہ سوچ کر ہی اس کا دل دھک سے رہ گیا کہ اگر اس سے یہ سولہ ہزار نو سو پچاس روپے چھین لئے گئے تو گھر کا خرچ کس صورت میں چلے گا۔

یہ پریشانی اتنی بڑی تھی کہ اس نے تیزی سے اپنی بائیک بھگائی اور سگنل توڑتا ہوا وہ زگ زیگ انداز میں چلاتا ہوا کس طرح گھر پہنچا تھا یہ وہی جانتا تھا۔ گھر پہنچنے کے بعد اس نے اخبار کے آفس میں اپنے دوست قاسم کو فون کر کے ساری صورتحال بتائی۔

''کسی کو اطلاع مل گئی ہوگی کہ تنخواہ لے کر تم جا رہے ہو۔ وہی چھیننا چاہتے ہوں گے۔''

''ہاں یہی بات ہوگی۔''

''شہزادے تم موبائل بھی مہنگا والا رکھتے ہو۔ ہوسکتا ہے کسی نے اس پر نظر رکھ لی ہو۔''

''اس کا مطلب ہے کہ اب مجھے گھٹیا سا موبائل بھی ساتھ رکھنا چاہئے تاکہ کوئی طلب کرے تو میں اسے وہ پیش کر دوں۔''

''تم نے اپنی بائیک بھی نئی لی ہے......اس پر بھی نظر کسی کی ہوسکتی ہے۔''

''اگر کسی نے میری بائیک چھین لی تو میرا بڑا نقصان ہو جائے گا، اتنے عرصے بعد سڑی ہوئی بائیک سے چھٹکارا حاصل کیا تھا۔'' سعید نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

''تم کچھ عرصے کوچ میں آفس آنا جانا کرلو کہ احتیاط کا یہی تقاضا ہے۔'' دوست کی بات سن کر سعید پریشان سا ہو گیا۔

پندرہ سے زیادہ دن ہو گئے تھے......سعید کوچ سے ہی اپنے آفس آتا جاتا تھا۔ بائیک پر نہ جانے کی وجہ سے اسے اچھی خاصی پریشانی بھی ہو رہی تھی اور اس کا وقت بھی ضائع ہو رہا تھا۔

آج جب وہ اپنے آفس خاصی تاخیر سے پہنچا تو یہ سوچ رہا تھا کہ کل سے وہ اپنی بائیک پر ہی آیا کرے گا۔ خواہ مخواہ وہ بے وجہ ہی ڈر گیا۔

''پتا نہیں وہ کون لوگ تھے اور کس کے چکر میں تھے۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ اس کے آگے چلنے والی کسی بائیک کو اپنا شکار بنانا چاہتے ہوں۔''

دوپہر کو کھانے کے وقفے میں آفس کے قریبی ہوٹل میں لنچ کر رہا تھا کہ اسے لگا کہ وہ کسی کے حصار میں ہے۔ پانی پیتے ہوئے دزدیدہ نظروں سے جب اس نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک ٹیبل پر بیٹھے ہوئے دو لڑکے بظاہر تو چائے پی رہے تھے مگر ان کی نظریں سعید پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

کیسا کھانا اور کہاں کا کھانا، نوالہ اس کے حلق میں پھنسنے لگا۔ آج تک ایسی صورت اس کے ساتھ پیش نہیں آئی تھی۔ اس نے جلدی سے بل دیا اور تیزی سے باہر کی طرف لپکا۔

اس کے نکلتے ہی وہ دونوں لڑکے بھی سرعت سے اس کے پیچھے بھاگے۔ مذکورہ ہوٹل اس کے آفس سے بہت زیادہ دور نہیں تھا کہ وہ اکثر چہل قدمی کرتا ہوا یہاں آجاتا تھا چونکہ ہوٹل بے حد سستا تھا اور دال بھاگ تازی اور سستی مل جاتی تھی اس لئے سعید یہاں آنے کو ترجیح دیا کرتا تھا۔

مگر آج تو وہ جس تیزی سے بھاگ رہا تھا راہ چلتے لوگ اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ اس سے قبل کہ وہ اپنے آفس کے گیٹ میں داخل ہو جاتا۔ تیزی سے ایک گولی اس کے بازو کا گوشت پھاڑتی ہوئی باہر نکل گئی اور سعید وہیں گر پڑا۔

خون کا ایک فوارہ تھا جو اس کے بازو سے پھوٹا پڑ رہا تھا اور سعید کے آنکھوں تلے اندھیرا چھا رہا تھا۔ وہ دونوں لڑکے کون تھے؟

نہ انہوں نے اس سے اس کا موبائل مانگا اور نہ ہی والٹ طلب کیا۔ بس اس کو زخمی کر کے چلتے بنے۔ اس بات کا مطلب کسی کو نہیں سمجھ میں آیا تھا مگر سعید ہوش میں آنے کے بعد بخوبی سمجھ گیا تھا کہ یہ کارروائی عمیر نے کروائی ہے۔ سعید اسے جتنا سیدھا، ڈرپوک اور کم عمر سمجھ رہا تھا وہ ویسا ہرگز نہیں تھا۔ اس نے یقیناً اپنے طور پر یہ معلوم کروالیا ہوگا کہ سعید..... اخباری نمائندہ تو ضرور ہے مگر رابعہ کا ہمدرد بھی ہے جو انٹرویو کا بہانہ بنا کے اسے دھمکی دینے آیا ہے۔ پٹی کروا کے جب وہ گھر آیا تو اس نے یہی بتایا کہ لڑکے اس کا موبائل چھینا چاہتے تھے اور نہ دینے پر وہ گولی مارتے ہوئے نکل گئے۔

''دے دیتا ان کو..... تیری جان سے زیادہ تو نہیں تھا۔'' ماں کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔

''اگر گولی کہیں اور لگ جاتی تو.....'' یہ سوچ کر ہی ان کا دل دہل رہا تھا۔

اصل صورتحال نہ وہ گھر والوں کو بتا سکتا تھا اور نہ ہی آفس میں کسی سے ڈسکس کر سکتا تھا اجمل جب اسے دیکھنے آیا تو اس سے اس نے اپنے دل کی بات کہی۔

''میرا بھی یہی خیال ہے۔''

''پھر کیا کریں۔'' سعید خاصا پریشان ہو گیا تھا۔

''تمہارے اخبار کے ایڈیٹر کس مزاج کے ہیں؟'' اجمل نے پوچھا۔

''بظاہر تو بہت اچھے ہیں۔ ہمدرد بھی ہیں مگر کبھی واسطہ نہیں پڑا ہے اس لئے کلی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

''اس سے قبل کہ وہ تم پر دوسرا حملہ کروائے، تمہیں اپنے آفس کے کسی ایک فرد کو تو اعتماد میں لینا پڑے گا۔''

''ٹھیک ہے..... میں آفس جا کر ان سے بات کرتا ہوں۔''

''ابھی آفس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دو چار روز آرام کر لو پھر جانا۔''

''ان دنوں عمیر تو ملک سے باہر ہے۔ میں نے اس کے گھر فون کر کے پوچھا تھا۔ فون ریسیو کرنے والے نے بغیر نام پوچھے مجھے یہ اطلاع دی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ملازم وغیرہ ہو۔''

''اس نے یہ وقت اس لئے چنا ہوگا کہ تم اس کے بارے میں قیاس بھی نہ کر سکو۔''

''ہاں یقیناً یہی بات ہوگی۔'' سعید کچھ سوچ کر بولا اور اجمل یہ صورتحال جان کر مزید پریشان سا ہو گیا۔

چھوٹے سے محلے میں جہاں مکان ایک دوسرے سے چپٹے کھڑے ہوں، وہاں گولی لگنے کی خبر آگ بن کر پھیل گئی تھی۔ ہر کوئی سعید کی خیریت معلوم کرنے اس کے پاس آ رہا تھا۔ بابو جی بھی اس کو دیکھ کر آئے تو گھر آ کر کہا کہ ''اللہ نے سعید کو بال بال بچا دیا۔ موبائل چھیننے والوں نے اس پر گولی تک چلا دی۔'' یہ سن کر رابعہ پریشان سی ہو گئی۔

''اللہ سعید کو خیر و عافیت سے رکھے۔ اس نے تو اس کا بڑا ساتھ دیا تھا۔''

وہ جانا تو ان کے گھر نہیں چاہتی تھی کہ باہر نکلنا اس نے موقوف کر دیا تھا مگر یہ چوٹ اس کے محسن کو لگی تھی۔ اس لئے وہ سعید کی ماں کے پاس پہنچی۔ یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ دروازہ سعید نے ہی کھولا تھا۔

''آپ تو بیمار ہیں، چوٹ لگی ہوئی ہے پھر بھی دروازہ کھولنے کی ذمہ داری اٹھا رکھی ہے۔'' رابعہ نے مسکرا کر کہا تھا۔

''گولی ہاتھ پر لگی ہے، پیر پر تھوڑی لگی ہے۔ جو چلنا پھرنا بند کر دیتا۔''

''اب گھٹیا موبائل لے کر گھوما کریں تا کہ دیتے ہوئے تکلیف نہ ہو۔''

''ہاں، اب ایسا ہی کروں گا۔''

''اللہ تعالیٰ آپ کو کلی صحت دے۔ اپنا حصار باندھ کر گھر سے نکلا کریں۔''

''صبح کے وقت ٹائم اتنا ہوتا ہے کہ اکثر چائے تک آفس جا کر پیتا ہوں۔ حصار کرنے کا وقت ہے میرے پاس؟''

''اللہ بغیر ناشتے کے آپ آفس جاتے ہیں؟'' اس نے حیرت سے کہا۔

''ہاں..... اکثر جاتا ہوں۔ اماں فجر پڑھ کر سو جاتی ہیں۔ بہنیں صبح ہی کالج چلی جاتی ہیں۔ اب میں اپنی سوئی ہوئی ماں کو جگا کر یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ وہ میرے لئے ناشتا بنائیں۔''

''اب میں نماز کے بعد سویا ہی نہیں کروں گی۔ میرے بچے کا اتنا خون نکل گیا۔'' سعید کی اماں تاسف سے بولیں۔

''اماں آج کل آپ مجھے اتنا ٹھنسا رہی ہیں کہ مجھے لگتا ہے کہ جتنا میرا خون ضائع ہوا ہے اس سے زیادہ بن گیا ہوگا۔''

''اپنی شکل تو دیکھ کیسی ہلدی ہو رہی ہے؟''

رابعہ کی نظر اچانک ہی اس پر پڑی۔ سعید نے بھی کھسیا کر ہنستے ہوئے اسے دیکھا۔ رابعہ کو لگا واقعی وہ بے حد کمزور سا ہو گیا ہے۔ اس کے چہرے پر پریشانی اور دکھ کے تاثرات مدغم سے ہو گئے۔

''اتنی اچھی بظاہر اتنی سمجھدار سی لڑکی کتنی آسانی سے بیوقوف بن گئی تھی اور صرف اس کی وجہ سے مجھے یہ پریشانی اٹھانی پڑی۔''

سعید کو سوچوں کے بھنور میں دیکھ کر وہ اس کی ماں کو خدا حافظ کہہ کر گھر آ گئی اور سعید بہت دیر تک رابعہ کے بارے میں ہی سوچتا رہا کہ وہ عمیر کے جال میں کیوں الجھی؟

''کاش ایسا نہ ہوا ہوتا.....'' اس کا دل بار بار ایک ہی سوال اس سے کر رہا تھا۔ تنگ آ کر اس نے اخبار اٹھا لیا جس میں اسٹریٹ کرائمز کی خبریں بھری پڑی تھیں۔

اور جب اس نے کچھ جھجکتے ہوئے ساری روداد اپنے آفس انچارج کو سنائی تو انہوں نے پہلا جملہ اس سے یہی کہا کہ ''تمہیں اتنا نڈر ہیرو بننے کی کیا ضرورت تھی۔''

''سر وہ میرے دوست کی سالی تھی اور پھر وہ ہمارے پڑوس میں رہتی تھی۔''

''میرا مطلب ہے کہ عمیر کو یہ بتانے کی کیا ضرورت تھی کہ اس کی تمام باتیں تم ٹیپ کر چکے ہو۔ کل کو وہ ٹیپ کے

حصول کے لئے بھی تم پر کسی قسم کا دباؤ ڈال سکتا ہے۔''

''مگر وہ تو ڈر گیا تھا اور فوراً ہی اس نے اقرار تک کر لیا تھا۔ اصل بات تو ختم بھی ہو گئی تھی۔''

''سعید میری یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ دشمن کو کبھی کمزور یا بیوقوف سمجھنے کی غلطی نہ کرنا۔''

''اب میں کیا کروں...... گھر سے نکلتا ہوں تو ہر شخص مجھے دہشت گرد سا نظر آتا ہے اور بعض دفعہ تو مجھے یوں لگتا ہے میری نگرانی ہو رہی ہے۔ آج آفس آتے ہوئے میں اس طرح آیا ہوں جیسے جیل کی بس میں قیدی سر جھکائے بیٹھا کہیں جا رہا ہو۔'' سعید واقعی بے حد ڈرا سا گیا تھا۔

''تم بے فکر رہو میں چیف ایڈیٹر سے مشورہ کر کے ایک ایسی نیوز لگواتا ہوں جس سے وہ تمہاری طرف سے بے نیاز ہو جائے۔''

اور اگلے ہی دن اخبار میں دو خبریں جگمگا رہی تھیں۔ اخبار کی کالم نگار رابعہ احمد کی شادی ہو گئی۔ ان کے شوہر پولیس کے محکمے میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں۔ دوسری نیوز ایک سروے رپورٹ تھی جو سعید خان کے نام سے تھی جس میں بتایا گیا تھا، بڑے شہروں میں کیئے گئے سروے کے مطابق گلوکار عمیر کا نمبر پسندیدگی کے مطابق نمبر ون ہے پھر سعید کے ذاتی ریمارکس بھی تھے کہ گلوکار عمیر بے حد اچھی شہرت رکھنے والے گلوکار ہیں۔ نیک کاموں میں حصہ لیتے ہیں، ایک بے حد اچھے شریف گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ پریس کا احترام کرتے ہیں اور سعید کے بھی پسندیدہ گلوکار ہیں۔

''سر آپ نے تو عمیر کے بارے میں ساری وہ خوبیاں لکھ دیں جو اس میں ہیں ہی نہیں'' اگلے دن سعید نے کہا۔

''شہزادے...... اگر کسی کو اپنا بنانا چاہتے ہو تو اس میں وہ خوبیاں مزین کر دو جو اس میں موجود نہ ہوں۔''

اور پھر واقعی دو دن بعد عمیر کا اس کے پاس فون گیا جس میں اس نے اس پر قاتلانہ حملے پر تشویش کا اظہار کیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اس سروے رپورٹ کا شکریہ بھی ادا کیا تھا جو اس نے بنائی تھی۔

''عمیر آپ بہت اچھے گلوکار ہیں اور بہت اچھے انسان بھی ہیں اور میں اور میرا اخبار اچھے لوگوں کو مزید پروموٹ کرے گا۔''

''میں اپنے نئے کنسرٹ کی تصاویر آپ کو بھیجوں گا۔''

''ضرور بھیجئے گا مجھے شائع کر کے خوشی ہوگی۔''

اور یوں سعید کے سر سے ایک انجانا سا بوجھ اتر گیا۔

وہ جو نہ چاہتے ہوئے کسی پریشانی کے شکنجے میں گرفتار ہونے والا تھا۔ اپنے ایڈیٹر کی حاضر دماغی کے باعث اس سے باہر نکل آیا۔

مگر رابعہ اخبار میں اپنی شادی کی خبر پڑھ کر چڑ سی گئی۔ اجمل سے سعید کا فون نمبر لے کر غصے سے بولی۔

''سعید بھائی...... میں نے تو باہر جانا ہی مکمل بند کر رکھا ہے کہ اب لوگوں کی محفلوں تک سے خوف آتا ہے مگر آپ نے اس میں میری شادی کی نیوز لگا دی، وہ بھی میرے اصلی نام کے ساتھ۔''

''مگر وہ تو ہم نے اپنی کالم نگار رابعہ کی شادی کی لگائی ہے۔ آپ کے نام سے وہ مضامین ضرور شائع ہوتے تھے مگر وہ آپ نے لکھے تو نہیں تھے۔''

''مگر نام تو میرا ہی تھا ناں، رابعہ احمد تو میں ہی ہوں ناں۔''

''اس خوش فہمی میں مت رہیے، صرف اس شہر میں اس نام کی سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں ہوں گی۔''

''میری سہیلیاں تو سمجھیں گی کہ میری شادی ہو گئی۔''

''واقعی بڑی کم عقل ہو۔'' سعید نے زچ ہو کر بے اختیار کہا۔

''کیا مطلب......؟'' وہ روہانسی سی ہو گئی۔

''ہم نے یہ نیوز عمیر کو دکھانے کے لئے لگائی ہے کہ اب رابعہ کی شادی پولیس آفیسر سے ہو گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کبھی غلطی سے بھی تمہاری جانب مڑ کر نہ دیکھے اور ظاہر ہے کہ جب تمہاری پولیس آفیسر سے شادی ہوئی ہی نہیں تو وہ تم نہیں ہو۔'' وہ قدرے درشتی سے اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔

''اس کا مطلب ہے کہ اخبار کے وہ مضامین جو میرے نام سے شائع ہوتے تھے۔ وہ میں اٹھا کر باہر پھینک دوں کہ وہ تو میں ہوں ہی نہیں۔'' وہ معصوم سے لہجے میں بولی۔

''ہاں آگ لگا دو۔'' اس کی بات سن کر وہ چڑ ہی تو گیا تھا۔ بجائے اس کے کہ وہ اس کی بات سمجھتی۔ انٹ شنٹ بولے جا رہی تھی۔

''آپ تو ناراض ہو گئے۔'' وہ اس کے لہجے سے سمجھتے ہوئے بولی۔

''تو کیا آپ کی بیوقوفی کی باتیں سن کر مجھے قہقہے لگانے چاہئیں۔

''بیوقوف تو میں ہوں کہ پاتال تک جا گری تھی۔''

''میرا مطلب یہ نہیں ہے۔'' وہ اس کی بات سمجھ کر گھبرا سا گیا۔ اس کی کبھی یہ خواہش نہیں رہی تھی کہ رابعہ کو اپنے سامنے شرمندہ کرے مگر اس وقت نہ جانے کیوں وہ، اپنے غصے پر قابو نہ پا سکا تھا۔

''اگر میں سچ بات بتاؤں تو کیا آپ یقین کر لیں گی۔''

''ہاں کہیے۔'' وہ پریشان سے لہجے میں بولی۔

''کسی سے کہیں گی تو نہیں؟''

''نہیں۔ پلیز بتایئے ناں۔''

''مجھ پر گولی...... عمیر نے چلائی تھی، یہ موبائل چھیننے کی واردات بنا کر نیوز لگوائی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ عمیر کو یہ بات معلوم ہو کہ میں اس کے ارادے بھانپ چکا ہوں۔''

''سعید آپ پر بھی میری وجہ سے مصیبت آ گئی۔''

''نہیں...... اس میں آپ کا کوئی دوش نہیں ہے۔ اخبار میں کام کرنے والے لوگوں کی جان سولی پر لٹکی رہتی ہے۔''

''اللہ آپ کو ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے...... میری زندگی بھی آپ کو لگ جائے۔'' یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

یہ تو ایسے مجھے دُعا دے رہی ہے جیسے میری زندگی میں اس کی بے حد اہمیت ہو۔'' سعید نے یکبارگی سوچا۔

''ایک آبرو باختہ لڑکی سے میرا کیا سروکار مگر وہ بے حد معصوم بھی ہے اور بیوقوف بھی پھر بھی پاگل تو نہیں ہے۔

ایک اس کی چھوٹی بہن بھی تو تھی جس نے والدین کی عزت کی خاطر بہن کے منگیتر سے چپ چاپ شادی کر لی۔‘‘ اس کا ذہن مختلف خیالات کے جھولوں میں ڈول رہا تھا۔ تنگ آ کر اس نے ٹی وی کھول لیا، اپنی توجہ بٹانے کے لئے یہ ایک مؤثر حربہ ہے۔

ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریموٹ کے بٹن پر اس کی انگلی مسلسل چل رہی تھی اور اسے کوئی ایسا پروگرام نظر نہیں آیا جسے وہ دلچسپی سے دیکھتا۔ آخر کار وہ بچوں کے ڈانس کا ایک پروگرام دیکھنے لگا جس میں چھوٹے چھوٹے بچے بڑے پختہ قسم کے رقص کر رہے تھے اور وہ حیران سا ان بچوں کو دیکھ رہا تھا جن کی معصومیت مسخ ہو چکی تھی۔

☆☆☆

سرمد خاصا شرمندہ تھا۔ سبین نے فون پر بھائی کی لمبی کلاس لی تھی اور اسے یہ باور کرایا تھا کہ شاید وہ یہ بات بھول گیا ہے کہ اس کی بیمار والدہ ابھی زندہ ہیں۔ سبین نے اسے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ وہ اماں کو اپنے پاس رکھنے کو تیار ہے۔

’’آپا یہ بات ہرگز نہیں ہے..... شادی کے بعد وقت کی تقسیم کا مسئلہ ہو جاتا ہے ورنہ محبت میں کمی نہیں آتی ہے۔‘‘

’’سرمد..... وقت کی تقسیم بھی درست طریقے سے وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں اپنے فرائض کے بارے میں پتا ہوتا ہے۔‘‘

’’یہ آپ سے کس نے کہہ دیا ہے کہ میں اپنے فرائض بھول گیا ہوں۔‘‘

’’تمہاری بیوی کی ہر صبح دو پہر دو بجے ہو اور کھانا کھا کر گھر سے نکل جائے اور تمہارے آنے سے پہلے گھر میں قدم رکھے اور تھوڑی دیر بعد تم دونوں باہر نکل جاؤ..... تو تم خود ہی بتاؤ کہ سہانی اس گھر کو گھر سمجھ رہی ہے یا ہوٹل اور تم کیسے شوہر ہو جو اپنی بیوی سے یہ بات کہنے کی بھی ہمت نہیں رکھتے کہ وہ تمہاری بیمار والدہ کا خیال رکھے۔‘‘

’’وہ دراصل سہانی اپنی اکیڈمی میں بزی تھی۔ وہاں اس کے امتحان ہو رہے تھے۔ وہ خود تھک گئی ہے۔‘‘

’’اب تو اس کے امتحان ختم ہو گئے ہیں ناں.....‘‘ سبین نے پوچھا۔

’’ہاں، آپا..... اب تو وہ فارغ ہے۔‘‘

’’اس پر گھر کے کاموں کا کوئی بوجھ نہیں ہے مگر کم از کم یہ اخلاقی ذمہ داری تو محسوس کرے کہ دن میں دو مرتبہ اماں کے کمرے میں آ کر ان کی خیریت دریافت کرے۔ سہانی سے کہیں اچھی اس گھر کی ملازمہ ہے جو کام شروع کرنے سے قبل تھوڑی دیر اماں سے باتیں کرتی ہیں یا پھر تم کہو تو..... ایک ایسی ملازمہ کا بھی بندوبست کیا جا سکتا ہے جو کام کرنے کے بجائے ہمہ وقت اماں کے کمرے میں رہے اور ان سے باتیں کرتی رہے۔‘‘

’’اُفوہ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ.....! سہانی اب اپنے امتحان سے فارغ ہو گئی ہے۔ اب وہ اماں کا خیال رکھے گی۔ آپ کو اس ضمن میں پریشان ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔‘‘

’’بہن سے فون پر جھاڑ کھانے کے بعد سرمد نے سہانی کو بھی خاصے سخت لہجے میں سمجھا دیا تھا کہ اب اسے اماں کا بے حد خیال رکھنا ہو گا۔

’’کیا انہیں کوئی خطرناک بیماری ہو گئی ہے؟‘‘ سہانی نے پریشان سے لہجے میں پوچھا۔

’’ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اکیلے میں ان کا دل گھبراتا ہے اور ان دنوں انہیں ڈپریشن زیادہ ہو رہا ہے۔‘‘

’’سرمد وہ تو ہمیشہ ہی اکیلی رہی ہیں جہاں تک میرا خیال ہے کہ آپ اکلوتے ہیں اور صبح کے گئے شام کو گھر آیا کرتے تھے اب ایک دم وہ اتنی مجلسی سی کیوں ہو گئیں؟‘‘

’’جو بات میں نے کہی ہے اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔‘‘ وہ تلخ سے لہجے میں بولا۔

’’اگر آپ کہیں تو میں اپنا بیڈ اماں کے کمرے میں لے جاؤں، ان سے باتیں کرتے ہوئے سو بھی جایا کروں گی۔‘‘

’’یہ تم سے کس نے کہا ہے۔‘‘ سہانی کے اس جملے پر اسے اچھا خاصہ غصہ ہی تو آ گیا۔

’’مہاراج آپ غصے میں اتنے خوبصورت نظر نہیں آتے جتنے کہ آپ ہیں۔ اس لئے ملک عالیہ کو شاکر دیجئے۔‘‘ وہ سرمد کے سامنے دو زانو بیٹھ کر اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی تو وہ بے اختیار ہنس پڑا۔

’’سہانی میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہاری سب تعریف کریں۔‘‘

’’وہ تو سب ہی کرتے ہیں کہ سہانی جیسی خوبصورت لڑکی کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔‘‘

’’سسرال میں کام پیارا ہوتا ہے..... چام نہیں۔‘‘

’’مگر آپ کے گھر میں کام ہے کہاں؟‘‘

’’کک مین کھانا پکاتا ہے، کریمن صفائی کرتی ہے، ارشاد ڈرائیونگ کرتا ہے اور مالی کے کام کے لئے دو لڑکے ہیں۔‘‘

’’گھر کے کاموں کی نگرانی کرنا بھی تو کام ہوتا ہے۔‘‘

’’وہ تو میں اکثر کرتی ہوں۔‘‘

’’اماں کے کمرے میں کتنی مرتبہ جاتی ہو؟‘‘

’’اب گنتی یاد کر کے تو نہیں جاتی مگر جاتی ضرور ہوں۔‘‘

’’مگر اب..... ان کا زیادہ خیال رکھو گی کہ وہ میری ماں ہیں جن سے میں بہت محبت کرتا ہوں۔‘‘

’’او کے..... جان..... آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ آج بہت لمبا بھاشن دے دیا، آفس کو دیر ہو رہی ہے، وہاں کی فکر بھی کیجئے۔‘‘

’’ٹھیک ہے، شام کو ملتے ہیں.....‘‘ وہ اس کے بال بگاڑتا ہوا مطمئن سے لہجے میں آفس چلا گیا۔ اور سہانی نیچے اپنی ساس کے کمرے میں آ گئی۔

’’اماں اگر آپ کا دل گھبرایا کرے تو میرے بیڈ روم میں آ جایا کریں۔‘‘ وہ خوش دلی سے کہہ رہی تھی۔

’’بیٹا مجھ سے سیڑھیاں نہیں چڑھی جاتیں۔‘‘

’’آپ نے اپنے کمرے میں ٹی وی بھی نہیں رکھا ہوا جب ہی تو آپ کا وقت نہیں گزرتا۔ ٹی وی کے مختلف چینلز پر ایک سے ایک پروگرام آتے ہیں۔ وقت کب ہوا ہوتا ہے۔ پتا ہی نہیں چلتا۔ میری ممی تو سارے پروگرام دیکھتی ہیں۔‘‘

’’سہانی بیٹا..... میں تو بوڑھی عورت ہوں۔ جتنا وقت ملتا ہے تسبیح اور نماز پڑھنے میں صرف کرتی ہوں اگر ٹی وی کی طرف دل لگا لیا تو نماز بھی نہیں پڑھی جائے گی۔‘‘

''بوڑھے لوگوں کے لئے ٹی وی بہترین تفریح ہے اگر آپ کہیں تو میں آپ کے کمرے میں لاؤنج کا ٹی وی رکھوا دوں۔''

''نہیں بیٹا...... مجھے ٹی وی دیکھنے کا شوق بھی نہیں ہے۔''

''تو پھر آپ کا وقت کیسے گزرے گا......؟'' وہ پریشان سی ہو کر بولی۔

''وقت کی اچھی بات یہ ہے کہ وہ اچھا یا برا گزر ضرور جاتا ہے، میرا بھی گزر جائے گا۔''

''اگر آپ کا دل گھبرائے تو کریمن سے کہہ کر مجھے بلوا لیا کریں۔ دس پندرہ سیڑھیوں کے بعد ہی تو میرا کمرہ ہے۔''

''اچھی بات ہے۔'' انہوں نے رضامندی سے سر ہلایا اور وہ سرعت سے کمرے سے نکل گئی۔

''میں نہ مانوں...... مجال ہے کہ بڑھیا میری کسی بات سے انگری کرے۔'' وہ غصے سے سیڑھیاں چڑھتی ہوئی سوچ رہی تھی۔

''آج پورے سات منٹ اس نے اپنی ساس کے کمرے میں گزارے تھے اور ساس کے لئے یہ کوٹا بہت تھا۔

شام کو جب سرمد آفس سے آئے تو ان کی گاڑی کا ہارن سنتے ہی سہانی اماں کے کمرے میں پہنچ چکی تھی۔

''السلام علیکم اماں......'' وہ سیدھے ماں کے پاس ہی آئے تھے۔

''ارے آج آپ بہت جلدی آ گئے۔'' وہ انہیں حیران سی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''اماں آج آپ کو سہانی نے بور تو نہیں کیا۔'' سرمد کا لہجہ شگفتگی لئے ہوئے تھے۔ ماں کے کمرے میں اسے دیکھ کر اسے سرشاری سی ہوئی تھی۔

''نہیں بیٹا......'' اماں معصومیت سے کہہ رہی تھیں۔

''چلو بھئی...... اب ہماری ڈیوٹی بھی نبھا دو۔ کون سے کپڑے پہنوں گا...... وہ نکال کر دو۔'' سرمد اس کو لاڈ بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا اور سہانی اس کے اشارے پر تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتی اوپر چڑھ رہی تھی۔

باحق...... سرمد بابو کیا بھول گئے ہیں کہ میں ان کے کپڑے پریس کر کے روزانہ ڈریسنگ روم میں ہینگر پر لگا کر رکھتی ہوں۔'' کریمن نے ٹی وی لاؤنج میں کام کرتے ہوئے ان دونوں کی باتیں سن لی تھیں۔

''شادی کے بعد بیٹوں کو بھولنے کی بیماری سب سے پہلے ہوتی ہے۔'' اماں نے دل میں سوچا مگر کہا نہیں۔

سین کا شام کو فون آیا تو اس سے بھی کچھ نہیں کہا۔ وہ لاکھ کرید کرید کر پوچھتی رہی مگر اماں...... ہوں اور ہاں میں اس کو جواب دیتی رہیں۔

☆☆☆

''ایل لو...... یہ باسی کڑھی میں ابال کیسے آ گیا۔'' میاں کی بات سن کر وہ ہنس رہی تھیں۔

''شہلا کے ماموں کا فون آیا ہے۔ اس کی سب سے چھوٹی خالہ کی شادی ہو رہی ہے اس لئے وہ کہہ رہے ہیں کہ شہلا کو اس میں شرکت کے لئے بھیج دو۔''

''دوسری خالائیں کیا سوتیلی تھیں جس میں انہوں نے شہلا کو نہیں بلایا۔''

''ان کی مرضی...... انہوں نے نہیں بلایا۔''

''تو پھر اب کیوں بلا رہے ہیں؟''

''اپنی بھانجی کو دیکھنے کو دل چاہ رہا ہوگا۔''

''یہی تو پوچھ رہی ہوں کہ یہ ایکا ایکی محبت کیوں پھوٹ پڑی۔ کہیں دال میں کالا تو نہیں؟'' وہ تمسخر سے ہنسیں۔

''کیا مطلب......؟'' رضی صاحب نے بیوی کو حیرت سے دیکھا۔

''شہلا کو بلانے کے طفیل وہ آپ سے کچھ نہ کچھ اینٹھنا چاہتے ہوں؟''

''میرے پاس کیا رکھا ہے جو میں کسی کو کچھ دوں گا۔'' وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کے بولے۔

''تو پھر بھیج دوا سے تا کہ اپنی غریب اور فقیر سی ننھیال دیکھ آئے اور یہاں آ کر شکر کرے کہ اچھا ہوا اس کی ماں مر گئی ورنہ اس کا آنا جانا ایسے ہی لوگوں میں لگا رہتا۔''

''اللہ کی مصلحت کون سمجھ سکتا ہے۔'' رضی صاحب اداس سے لہجے میں کہہ رہے تھے اور ان کی آنکھوں میں شہلا کی ماں کا معصوم سا چہرہ تھا جو بعد میں شقی القلب بن گئی تھی۔ دودھ پیتی بچی کو بھی اس نے پھینک دیا تھا۔

''کیا شہلا کو اپنی خالہ کے لئے کوئی تحفہ وغیرہ بھی لے کر جانا ہوگا؟'' دل کی بات آخر زبان تک آ ہی گئی۔

''میں اس کو ضروری نہیں سمجھتا۔''

''ہاں...... اگر وہ لوگ ہم سب کو بلاتے تو ہم تحفہ بھی بھیج دیتے۔ اب کوئی بچے تھوڑی ناں تحفے تحائف دیتے اچھے لگیں گے۔''

''ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔''

''میں تو ہر بات ہی ٹھیک کہتی ہوں اس لئے چاہتی ہوں کہ شہلا دو چار اچھے قسم کے جوڑے لے کر جائے تا کہ وہاں کے لوگوں کی آنکھیں پھٹیں کہ سوتیلی ماں نے اسے کس طرح پالا ہے۔''

''تمہاری ذہانت کی میں واقعی داد دیتا ہوں۔'' رضی صاحب اپنے تئیں اپنی بیوی کو چڑھا رہے تھے۔

''میں کل کسی اچھے سے بوتیک سے شہلا کو سوٹ دلوا کر لاتی ہوں۔'' وہ زعم بھرے لہجے میں بولیں۔

''پیسے ہیں تمہارے پاس۔''

''ہاں ہیں...... شہلا اپنی ٹیوشن کے پیسے بھی مجھے ہی تو دیتی ہے۔'' یکبارگی ان کے منہ سے نکلا۔ بات کہنے کے بعد انہیں تاسف بھی ہوا کہ یہ بات کوئی کہنے والی تو نہیں تھی مگر بات تو گولی ہوتی ہے۔ تیزی سے نکلتی ہے اور بات کی اس گولی نے رضی صاحب کا سینہ پھاڑ دیا تھا۔ رضی صاحب اپنی بیگم کو تاسف سے دیکھ رہے تھے۔

''شہلا کے ٹیوشن کے پیسے تو تمہیں نہیں لینے چاہئیں۔ بچیوں کی بہت سی ضرورتیں ہوتی ہیں اور پھر وہ جاب کر رہی ہے، کسی کو لینا دینا بھی ہوتا ہوگا اپنے اسٹاف میں اور تم اس کے سارے پیسے ہتھیا کر بیٹھ جاتی ہو۔''

''خرچ بھی تو اسی پر کروں گی...... اپنے اوپر تو نہیں لگا رہی۔''

☆☆☆

ابھی سرمد کو آفس گئے آدھ گھنٹا بھی نہیں ہوا تھا وہ دکھاوے کے پانچ منٹ ساس کے پاس گزار کر اپنے کمرے

میں آ گئی تھی۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ خوب لمبی نیند لی جائے یا بیوٹی پارلر سے جا کر اپنا اچھا سا فیشل کروایا جائے کہ اس کے موبائل کی ننھی سی اسکرین پر شاداب بیگم کا نمبر چمکا۔

''جی ممی......'' وہ موبائل کان سے لگائے چہکتے ہوئے لہجے میں پوچھ رہی تھیں۔

''مبارک ہو تم پھپھو بن گئیں، سکندر کے ہاں بیٹا ہوا ہے۔''

''مبارک ہو ممی......کب ہوا بچہ؟'' اس کا لہجہ اشتیاق بھرا تھا۔

''ابھی ابھی نادیہ کی ماں کا فون آیا ہے۔ سکندر بھی وہیں ہسپتال میں ہے اور میں بھی بچے کو دیکھنے جا رہی ہوں۔''

''مجھے بھی ساتھ لیتی ہوئے چلئے ناں۔''

''ٹھیک ہے......تم تیار رہو۔ میں دس منٹ میں تمہاری طرف پہنچ رہی ہوں۔'' اور جب وہ برق رفتاری سے تیار ہو کر نیچے آئی تو اماں ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی ہوئی کک مین کو ہدایت دی رہے تھیں۔

''تم تو کہہ رہی تھیں آج مسالے والی بریانی کھانے کو دل چاہ رہا ہے۔ اب تم کہاں چل دیں۔''

''بھتیجا ہوا ہے۔ اس کو دیکھنے جا رہی ہوں، بریانی آ کر کھا لوں گی۔''

''اچھا......میری طرف سے بھی تم اپنی ماں کو مبارک باد دینا۔''

''ہاں...... ہاں کیوں نہیں۔'' گاڑی کا ہارن سن کر وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

''مجھے نہیں لگتا...... بھائی جی چھیتی واپس آئیں گی۔'' کریمن چاول چنتے ہوئے بولی۔

''تم سے کس نے کہا ہے کہ کسی کے آنے جانے پر تبصرہ کرو۔'' اماں برا مانتے ہوئے بولیں

''میں تو ایک بات کہہ رہی تھی...... بھابی جی دی عادتاں کس نوں پتا نہیں۔'' کریمن کا خیال درست ہی تھا۔ ہسپتال سے بچہ دیکھنے کے بعد وہ ماں کے ساتھ اپنے میکے ہی آ گئی تھی اور شام کو چہکتے ہوئے لہجے میں فون پر سرمد کو اطلاع دی تھی کہ ''میرا بھتیجا ہوا ہے۔ اس کو دیکھنے جانا ہے۔ آپ شاداب ہاؤس آ جائیں میں یہاں پہنچ گئی ہوں۔''

سرمد جب اس کے پاس آیا تو وہ بڑا سا بوکے لئے تیار کھڑی تھی۔

اسپتال میں وہ رات گئے تک رہے اور جب وہ گھر پہنچے تو اماں سو چکی تھیں اور کک مین ان کا کھانا ان کے کمرے میں پہنچا کر اپنے کوارٹر میں چلا گیا۔

''بہت دیر لگ گئی ہسپتال میں۔'' سرمد کو تاسف سا ہو رہا تھا۔

''اللہ نے اتنے برسوں بعد شاداب ہاؤس کا وارث دیا ہے۔ عزیز و اقارب کا رش تو لگنا ہی تھا اور ہم لوگ ان سب سے پہلے کس طرح آ سکتے تھے۔'' اس کی تاویل واقعی مضبوط تھی۔

''ہاں، یہ تو ہے......'' وہ اس کی بات کی تائید میں سر ہلاتا ہوا مسکرانے لگا۔

چند لمحوں پہلے کا تاسف ہوا ہو گیا تھا۔

☆☆☆

بات کہیں سے بھی شروع ہوتی، وہ اس کو شہلا کی ننھیال تک لے جانے لگی تھی اور ایسا اس وقت سے ہوا تھا جب رضی صاحب نے شہلا کو لاہور بھیجنے کو کہا تھا۔

''شہلا تمہیں اپنی ماں ہی سمجھتی ہے۔''

''ننھیال سے گھوم کر آنے دو پھر نہیں سمجھے گی۔''

''تمہاری محبت کی طاقت ہو گی تو ضرور سمجھے گی۔''

''ارے چھوڑیئے۔ آج کل کے بچوں کو اپنا کلیجا نکال کر بھی کھلا دو وہ تب بھی ماں کی عظمت کو نہیں پہنچ سکتے۔''

''ہاں، یہ تو ہے۔''

''شہلا کو پالا تو میں نے ہی ہے، کون سے کام تھے جو میں نے اس کے نہیں کئے تھے۔ بے شک آپ نے ملازمہ رکھی تھی مگر ہمہ وقت کی نگرانی تو میں ہی کرتی تھی۔''

''یہ میں کب کہہ رہا ہوں کہ تم نے شہلا کو پالنے میں کوئی کوتاہی کی ہے اور آج وہ جو بی ایس سی بی ایڈ ہے تو تمہاری وجہ سے تو ہے۔''

''اس کو احساس ہو گا جب وہاں کے ماحول کو دیکھ آئے گی۔'' وہ ہنس کر بولیں۔

''میں سمجھا نہیں، تم شہلا کے بارے میں کیا کیا کہہ رہی ہو۔''

''یہی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ جس اچھی طرح سے اور جن عیاشیوں کے ساتھ رہ رہی ہے اس کا اندازہ اپنی ذلیل سی ننھیال میں جا کر ہو جائے گا۔''

''میں اب بھی نہیں سمجھا کہ شہلا کو اس گھر میں کیا، کیا عیاشیاں ملی ہوئی ہیں۔''

''آپ نے بتایا تھا کہ اس کی ماں ایک غریب ترین گھر سے تعلق رکھتی تھی۔ ظاہر ہے کوئی ماسی واسی ہو گی۔ ان بے چاروں کے پاس ہوتا ہی کیا ہے۔ ہمارے گھر میں فریج، ڈیپ فریزر، ہر کمرے میں قالین، ڈرائنگ روم میں اے سی، کھانے میں روز گوشت ملتا ہے۔ یہ عیاشیاں نہیں ہیں تو اور کیا ہیں۔ جب اپنی خالاؤں اور ماموؤں کو دیکھے گی تو پھر جانے کا نام بھی نہ لے گی۔'' وہ زعم بھری ہنسی ہنس رہی تھیں۔

''یہی تو میں بھی چاہتا ہوں......'' رضی صاحب بیوی کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے بولے تو وہ مزید کھل سی گئیں۔

☆☆☆

ایسا منظر تو اس نے آج تک نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی ایسا لاڈ پیار اس کی سوتیلی ماں نے کیا تھا اور اب تو لگتا تھا کہ وہ......وہ نہیں رہی تھی۔ یہ چوڑی دار پاجامے کا سوٹ، سرخ کرتی اور کالے گھا گھرے والا سوٹ؟

''ہاں یہ چاروں سلکی سوٹ بھی چاہئیں اور یہ پرپل کلر کا سوٹ بھی اور وائٹ سوٹ بھی۔ نیلا اور لائٹ پنک تو چاہئے ہی۔''

شہلا حیران سی اپنی سوتیلی ماں کو دیکھ رہی تھی جو فراخ دلی سے اس کے لئے شاپنگ کروا رہی تھی۔

''نہیں امی...... میں اتنے سارے سوٹ لے کر کیا کروں گی۔''

''روزانہ صبح اٹھ کر ایک نیا سوٹ پہنا کرنا۔ پتا تو چلے کہ کراچی کے لوگ کتنے پہننے اوڑھنے والے ہیں۔''

اپنے ابو سے اسے اصل صورتحال کا علم ہو چکا تھا تو وہ سوائے مسکرانے کے کچھ نہیں کر پا رہی تھی۔ جس روز وہ لاہور جا رہی تھی، امی نے اپنے سونے کا لاکٹ اور ٹاپس بھی اسے پہنا دیے تھے۔

''آپا...... جہاز میں کسی سے بات وات مت کرنا۔ کسی کو پتا نہ چلے آپ اکیلی جا رہی ہیں۔'' چھوٹی بہن اس کو

سمجھا رہی تھی اور شہلا اپنی آنکھوں میں آئے آنسو بمشکل روک رہی تھی۔

''چلو نمائشی ہی سہی...... مگر اس کی سوتیلی ماں اس کا خیال تو کر رہی تھی اور جو اس کی سگی ماں تھی جس کے وجود کا وہ حصہ تھی اس نے برسہا برس گزرنے کے بعد بھی اس کی خبر نہیں لی تھی اور جب اس نے باپ سے کہہ کر جانے اور ملنے کے لئے کہا تھا تو رضی صاحب نے انہیں فون پر بتا دیا تھا کہ شہلا آپ سے ملنا چاہتی ہے۔

''کیوں ملنا چاہتی ہے؟'' نانی۔ نے پوچھا تھا۔

''پاگل ماں کی پاگل بیٹی ہے اس لئے ملنا چاہتی ہے۔'' رضی صاحب کا یہی جملہ کہنے کو دل چاہا تھا مگر مصلحتاً خاموش رہے تھے۔

''ٹھیک ہے چند دن کے لئے بھجوا دیں۔'' ان کی خاموشی جب بری لگنے لگی تو نانی نے غصے سے کہا اور فون کریڈل پر رکھ دیا۔

رضی صاحب نے بیٹی کو اتنی تفصیل تو نہیں بتائی تھی مگر یہ ضرور کہہ دیا تھا کہ ''اگر دل نہ لگے تو موبائل پر بتا دینا، تمہارا ریٹرن ٹکٹ ہمراہ ہے، بس ایک دن پہلے ڈیٹ ڈلوانی ہوگی۔''

''ارے پاگل...... تم رو کیوں رہی ہو......؟'' ماں نے ہنس کر پوچھا۔

''امی آپ یاد آئیں گی۔ آپ سے کبھی جدا تو نہیں ہوئی میں۔'' شہلا کی یہ بات سن کر وہ آبدیدہ سی ہو گئی۔ کھینچ کر اسے گلے لگایا اور مسکرا کر کہا۔

''ارے بیٹا...... چند دن کے لئے تو جا رہی ہو، کوئی ہمیشہ کے لئے تھوڑی جا رہی ہو۔''

''اللہ نہ کرے۔'' اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔'' اور رضی صاحب نے اپنے ہونٹ اپنے دانتوں سے کچل ڈالے۔

جس گھر سے انہیں کوئی خوشی نہیں ملی تھی، آج ان کی بیٹی اس گھر میں جا رہی تھی۔ پتا نہیں اس کا وہاں سواگت کیسا ہوتا ہے۔ یہ بات ان کے دل کو مسوسے چلی جا رہی تھی۔

☆☆☆

ایئر پورٹ پر اس کے ایک ماموں لینے آئے تھے۔ وہ ان کو تو پہچان بھی نہ پاتی اگر ان کے ساتھ کھڑا ملازم شہلا رضی کا کارڈ لے کر کھڑا نہ ہوتا۔

''آؤ شہلا...... میں حفیظ احمد ہوں۔'' انہوں نے اُسے اپنے پاس آتے دیکھ کر کہا۔

''آپ حفیظ ماموں ہیں۔'' یکبارگی اس کے منہ سے نکلا۔

''ہاں...... حفیظ ماموں۔'' ان کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کے ہاتھ کا بیگ ملازم نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

ایئر پورٹ کا کاریڈور خاموشی میں طے ہوا۔ اس کا بہت دل چاہا کہ وہ ماموں سے پوچھے کہ اس کی ماں اسے لینے کے لئے کیوں نہیں آئی ہیں۔

''سلمیٰ باجی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی ورنہ وہ خود ایئر پورٹ آتیں۔'' اسے اپنے ساتھ یوں گم صم چلتا دیکھ کر حفیظ ماموں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کیا ہوا امی کو......؟'' شہلا نے پریشان سے لہجے میں پوچھا۔

''آج صبح سے انہیں ڈیپریشن سا ہو رہا تھا۔ میں نے کہا باجی آپ گھر پر آرام کریں۔ شہلا کو میں لے آؤں گا۔'' شہلا نے ماموں کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا مگر ان کی یہ بات اس کے ذہن میں چبھ سی گئی کہ کہیں اس کی آمد ان کو ناگوار تو نہیں گزری۔

''کہیں ایسا تو نہیں کہ میرے آنے کی وجہ سے انہیں ڈپریشن ہو گیا ہو۔ کیا میں نے یہاں آ کر غلطی کی؟''

''شہلا بیٹھو ناں......'' ماموں بڑی سی کار کا دروازہ کھولے کھڑے تھے اور وہ اپنی سوچوں کے بھنور میں گرفتار تھی۔

وہ چونک کر جلدی سے گاڑی میں بیٹھ گئی۔ کشادہ سڑکوں پر دوڑتی ہوئی گاڑی، اس کے اور اس کی ماں کے مابین فاصلے کم کر رہی تھی اور اسے ایک عجیب سی گھبراہٹ ہو رہی تھی۔

''پتا نہیں...... وہ مجھے دیکھ کر کیا کہیں گی۔''

''اگر انہوں نے کہہ دیا کہ میں تم سے ملنا نہیں چاہتی، تم یہاں سے دفع ہو جاؤ تو میں کیا کروں گی! کراچی میں گھر میں سب کتنا مذاق اڑائیں گے۔'' اس کا دماغ مختلف سوچوں کا شکار ہو رہا تھا۔

''پتا نہیں میں یہاں کیوں آ گئی۔ اچھی خاصی میری زندگی گزر رہی تھی۔ خواہ مخواہ کی پریشانیاں میں نے خود مول لے لیں۔ وہ ماں جس نے پچیس سال تک اپنی بیٹی کے بارے میں پلٹ کر پوچھا ہی نہ ہو۔ اس کے پاس میں کیوں جا رہی ہوں؟''

گاڑی ایک جھٹکے سے ایک شاندار کوٹھی کے کار پورچ میں رکی۔ وہ سہمی ہوئی سی اتری۔ حفیظ ماموں اس کو دیکھے بغیر ایک راہداری طے کرتے ہوئے ایک بڑے سے کمرے میں رک گئے۔ ان کی تقلید کرتے ہوئے وہ بھی ان کے پیچھے کھڑی تھی۔ عصر کے بعد کا وقت تھا۔ اس بڑے سے لاؤنج میں بہت سے لوگ چائے پی رہے تھے۔ وہ کون لوگ تھے۔ وہ ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔

ایک پچاس کے قریب کی خاتون جو بے انتہا خوبصورت تھیں، وہ اس کے قریب آتے ہوئے بولیں۔

''راستے میں کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہوئی؟'' عام سا لہجہ مگر اس کے لئے بے حد خاص تھا۔ ماں کی آواز آج وہ پہلی مرتبہ سن رہی تھی۔ اپنی جنم دینے والی ماں کو وہ پہلی مرتبہ دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ پیر سنسنانے لگے۔

اس کا دل چاہا کہ وہ انہیں اپنے گلے سے لگا لے۔ پتا نہیں کون کون اس لاؤنج میں بیٹھا اسی کو ایسی حیرت سے دیکھ رہا تھا جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو۔ آنکھیں بند کر لینے کا ایک فائدہ ہوتا ہے کہ سارا منظر غائب ہو جاتا ہے۔ یہ سوچ کر اس نے آنکھیں بند کر کے اپنے بازو بڑھائے اور بے اختیار اپنی ماں کے گلے لگ گئی۔

''ارے میرے بچہ مجھے اتنا یاد کرتا رہا۔ یہ تو مجھے پتا ہی نہیں چلا۔'' وہ اس کا آنسو بھرا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر پیار سے بولیں۔

''امی کیا میں آپ کو کبھی یاد نہیں آئی؟'' اس نے پوچھا۔

''آئی تھیں......'' ان کا چہرہ یک دم درشت سا ہو گیا۔ اسے ایسا لگا جیسے اس کی یاد کے ساتھ انہیں بہت سی تکالیف یاد آ گئی ہوں۔

''ارے آؤ...... پہلے چائے تو پی لو۔ جس سے آئی ہو یونہی کھڑی ہو۔'' وہ اس کو اپنے ساتھ لئے ہوئے ڈائننگ

ٹیبل تک آ گئیں۔

''ماما...... پہلے آپ ان سے ہمارا تعارف تو کرا دیں۔'' ٹیبل پر بیٹھی ہوئی ایک شوخ و چنچل سی لڑکی نے کہا۔

''ارے ہاں، یہ تو بہت ضروری ہے۔ ہاں بھئی...... شہلا میری سب سے بڑی بیٹی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ قدرت نے اس کو مجھ سے ہمیشہ دور رکھا۔'' اس کا دل چاہا کہ ان کی بات کاٹ کر کہے کہ چھوٹی سی بچی آپ نے خود پھینکی تھی۔ کسی نے آپ سے مانگی تو نہیں تھی ناں مگر وہ چپ چاپ انہیں بولتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

''شہلا...... یہ آپ کی چھوٹی بہن ہے لیلیٰ اور یہ دونوں بھائی ہیں اسد اور فہد اور یہ تمہارے کزنز ہیں...... فراز، نوید اور حسیب...... یہ تمہارے بڑے ماموں کے لڑکے ہیں اور یہ پنکی، تمہاری آنٹی ارم کی بیٹی ہے۔ ان دنوں میڈیکل میں ہے۔''

اس کا کس کے ساتھ کیا رشتہ ہے۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ سب کی مسکراتی آنکھیں دیکھ کر اسے یوں لگ رہا تھا۔ وہ سب اس کو دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔

''اور یہ ہیں تمہاری نانی امی......'' اس نے ایک عمر رسیدہ مگر الٹرا ماڈرن خاتون کو دیکھا جن کے بال کٹے ہوئے تھے اور جو سلیولیس بلاؤز اور ساڑھی میں ملبوس اسے بڑی گہری نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

''نانی اماں آداب۔'' وہ جھک کر ان کے پاس بڑھی۔

''او کے...... اٹس آل رائٹ۔'' وہ اس کو دیکھ کر بولیں۔

''نانی اماں......'' فرزانہ اور نوید نے شوخی سے کہتے ہوئے انہیں دیکھا۔ جیسے یہ لفظ سن کر انہیں عجیب سا لگا ہو۔

''اپنے اپنے انداز ہوتے ہیں...... رشتوں کو پکارنے کے۔'' نانی اپنے نواسی، نواسوں اور پوتوں سے انگریزی میں کہہ رہی تھیں۔

''واقعی کلاس کا بہت زیادہ فرق تھا۔ یہ امی بھی پاپا سے غلط ہی ٹکرائی تھیں۔''

اس نے ایک نظر اپنی کزنز کو دیکھا جو جینز پر چھوٹی سی کرتی پہنے ہوئے تھیں اور دوپٹے سے بے نیاز تھیں۔

وہ گلابی سلک کے سوٹ پر شیفون کا دوپٹا لئے ہوئے تھی جس پر فیروزی چھوٹے چھوٹے سے پھول کڑھے ہوئے تھے۔ سانولی سلونی سی شہلا اپنی ماں سے بالکل بھی مشابہ نہیں تھی مگر اس کی نانی کا یہ جملہ اس کے دل کو تراز دکر گیا جب انہوں نے کہا۔

''سلمیٰ...... یہ شہلا تو تمہاری بیٹی بالکل بھی نہیں لگتی۔''

''یہ پہلے دن سے اپنے باپ کی کاپی ہے۔''

''یہ تو نہ کہو...... یہ تو بہت بدصورت ہوتی تھی۔ ایک دم کالی سیاہ اور واجبی سے نقوش کی۔ اب تو بہت اچھی ہو گئی ہے۔'' نانی کا کھڑتل سا لہجہ اسے چونکا سا گیا۔

''شاید اسی لئے میری ددھیال میں دھکیل دیا گیا تھا۔'' اس نے سوچا۔

''نہیں ممی...... شہلا میں جو کشش ہے وہ اس کی خوبصورتی کو بڑھا رہی ہے اور یہ کشش اس میں شروع سے ہی تھی۔''

''میں نے رانی مکھر جی...... روینہ ٹنڈن کو بمبئی میں حقیقت میں دیکھا ہے۔ کالی سیاہ لڑکیاں ہیں۔ پتا نہیں میک

اپ اور کیمرا انہیں کیسے خوبصورت بنا دیتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔''

اب نانی...... اپنے بمبئی ٹور کا ذکر کر رہی تھیں جس میں وہاں کے بہت سے فلمی ستاروں سے بھی ملی تھیں۔ شہلا کو ان کی کسی بات سے دلچسپی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اس لئے وہ قدرے رخ موڑ کر اپنی ماں کے قریب بیٹھ گئی۔

''آپ کو لاہور کیسا لگا؟'' اس کی بہن اس سے پوچھ رہی تھی۔

''ابھی تو کچھ دیکھا ہی نہیں ہے۔ پہلے سے کیا کہوں۔''

''اچھا میں کیسی لگی آپ کو؟''

''بے حد پیاری۔''

''آپ بھی بہت اچھی ہیں۔'' اس نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا اور اس نے ہاتھ تھام کر اپنی آنکھوں سے لگا لیا اور دو موٹے موٹے آنسو اس کے ہاتھ پر گرے۔

''ارے آپی، آپ رو کیوں رہی ہیں؟'' وہ اس کے پاس آ کر محبت بھرے لہجے میں بولی۔

''یہ خوشی کے آنسو ہیں کہ اتنے برسوں بعد میں اپنی بہنوں کو دیکھ رہی ہوں۔''

''لیلیٰ...... تم شہلا کو ان کے کمرے میں لے جاؤ تاکہ کچھ دیر آرام کر کے یہ فریش ہو جائیں۔'' نانی کو شاید اس کا یوں بچی ہونا پسند نہیں آیا تھا یا وہ اس کو وہاں سے ہٹا کر اپنی پرائیویسی قائم رکھنا چاہتی تھیں۔

رات کو جب اس کے موبائل پر اس کے پاپا کا فون آیا تو اس نے چہکتے ہوئے لہجے میں انہیں یہی بتایا۔

''پاپا...... ممی بے حد اچھی ہیں۔ سب نے بے حد پیار سے میرا استقبال کیا اور مجھے یہاں بے حد مزہ آ رہا ہے۔''

''ٹھیک ہے بیٹا...... خوش رہو اور جب آنے کو دل چاہے...... چلی آؤ۔''

''ٹھیک ہے پاپا۔'' باپ کو اطمینان دلانے کے بعد اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ خوب پھوٹ پھوٹ کر روئی۔

''کاش میری یہ ماما اور پاپا ساتھ ساتھ رہتے ہوتے تو میں سگے اور سوتیلے رشتوں کے مابین سینڈوچ تو نہ بنتی۔''

☆☆☆

ظفر اپنی امی کے ساتھ شاداب ہاؤس آیا ہوا تھا۔ شاداب خالہ نے اپنے تمام عزیز و اقارب میں مٹھائی کے ڈبے بانٹے تھے۔ اسی لئے وہ لوگ مبارکباد دینے کے لئے آئے تھے۔

''ہمارا تو یہ خیال تھا کہ نادیہ اور بچہ یہیں ہوگا۔'' ظفر کی امی نے کہا۔

''ہمارا بھی یہی خیال تھا مگر نادیہ کی امی کا ارمان تھا کہ وہ اپنے نواسے کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزاریں اس لئے ان کی خوشنودی کے لئے ہم نے نادیہ کو وہیں اس کے میکے بھجوا دیا تھا۔'' ابھی یہ لوگ باتیں ہی کر رہے تھے کہ سہانی بھی آ گئی۔ ملازم اس کے پیچھے جتنا بڑا بیگ اٹھا کر لایا تھا اس سے یہی لگ رہا تھا کہ وہ رہنے کے لئے آئی ہے۔

''اچھا ہوا تم سے بھی ملاقات ہو گئی۔'' ظفر نے اس کو دیکھ کر خوش دلی سے کہا۔

''سرمد کل رات اپنے آفس کے کام سے پندرہ دن کے لئے لندن گئے ہیں۔ میں نے سوچا کیوں نہ یہ وقت ممی کے ساتھ گزارا جائے۔''

''اے ہے...... تم اپنی ساس کو اکیلا چھوڑ آئیں۔'' ظفر کی امی بے اختیار کہہ بیٹھیں۔

''آنٹی جب میری شادی نہیں ہوئی تھی اس وقت بھی سرمد باہر جایا کرتے تھے اور ان کی اماں اکیلی ہی رہا کرتی تھیں۔''

''جن گھروں میں نوکر چاکر ہوں...... وہاں کام کا کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔'' شاداب خالہ کا لہجہ نخوت بھرا تھا۔

''پھر بھی...... گھر کے لوگوں کی تقویت علیحدہ ہوتی ہے۔'' ظفر کے اشارے کے باوجود ان کی امی بولے بغیر باز نہیں رہیں۔

''آپ کس دور کی باتیں کر رہی ہیں۔ آج کل ہر شخص اپنا ہی خیال رکھ لے تو وہ بہت ہے۔ یوں بھی یہ کسی کتاب میں نہیں لکھا کہ ساس کی خاطر اپنے آپ کو فنا کر دو۔'' شاداب خالہ کے لہجے میں تلخیاں سی گھل گئی تھیں۔ ظفر اور ان کی ماں کو آئے ہوئے ابھی آدھا گھنٹا بھی نہیں ہوا تھا مگر شاداب خالہ بار بار گھڑی کو اس طرح سے دیکھ رہی تھیں جیسے ان کے لئے وقت گزارنا مشکل ہو رہا ہو۔ ملازم ناشتے کی ٹرالی رکھ کر چلا گیا تھا مگر کوئی مہمانوں سے یہ نہیں کہہ رہا تھا کہ آپ کچھ لے لیں۔ ظفر نے از خود ٹرالی سے گلاب جامن اٹھا کر کھانا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سہانی کو ماحول کے ناگوار پن کا احساس ہوا تو وہ اپنے کمرے میں جاتے ہوئے بولی۔

''اس وقت میں کچھ دیر آرام کروں گی۔''

شاداب خالہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ان دونوں کو گھر سے جانے کا کہہ کر وہ خود بھی اندر کمرے مین چلی جائیں مگر اچانک ہی خالو اندر داخل ہو گئے۔

''ارے بھئی، یہ کباب ٹھنڈے ہونے کے بعد آپ لوگ کھائیں گے اور یہ رول اور سموسے تو ابھی رشید نے بنائے ہیں۔ گرما گرم کا مزہ علیحدہ ہی ہوتا ہے۔'' تب ظفر اور امی نے برائے نام ٹرالی سے کچھ لیا مگر شاداب خالہ ہنوز منہ بنائے بیٹھی رہیں۔

خالو کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ٹرالی پر رکھی ہر چیز انہیں کھلا دیں مگر ظفر کھڑا ہو گیا تھا۔

''خالہ جان پھر کبھی سہی...... اس وقت امی کو کہیں اور بھی جانا ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے ماں کو اٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں خدا حافظ کہہ کر باہر نکل آئے۔

باہر آکر دونوں کو ہی یوں لگا جیسے کسی جیل سے رہا ہو کر آئے ہوں۔

''شاداب بیگم کا دماغ کچھ زیادہ ہی تکبر زدہ ہو گیا ہے۔'' واپسی پر امی کہہ رہی تھیں۔

''امی وہ شروع سے ہی ایسی ہیں۔''

''جب ہی تو اپنی بیٹی کی تربیت کرنے میں ناکام رہی ہیں۔ شادی شدہ لڑکیاں کوئی ایسی ہوتی ہیں جیسے یہ سہانی ہے۔''

''پھر کیسی ہوتی ہیں؟''

''نادیہ بھی تو اسی گھر کی بہو ہے مگر کتنی تمیز دار ہے۔ اس کی باتوں سے تو کبھی تکبر کے بھبکے نہیں آئے۔''

''چھوڑیے امی..... آپ بھی کن لوگوں کا ذکر لے کر بیٹھ گئیں۔ میں تو آپ کو پہلے ہی منع کر رہا تھا کہ آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فون پر مبارکباد دے دیجیے۔'' ظفر نے مسکرا کر کہا۔

''میں بھی ناحق ہی آئی۔ آکر جی برا ہی ہوا۔''

''چھوڑیے امی..... ایسے لوگوں سے ہمارا کہاں کا ناتا ہے۔'' ظفر نے ہنس کر کہا مگر اس کے سینے میں ایک کانٹا سا پھنس ضرور گیا جب سہانی اس سے محبت سے باتیں کرتی تھیں۔ جب سہانی کو اس کے سوا کچھ اور نظر نہیں آتا تھا۔ تب ظفر کو شہر دل کا ہر موسم بے حد خوبصورت لگا کرتا تھا۔

☆☆☆

لیلیٰ سے باتیں کر کے اسے بہت اچھا لگتا تھا...... ایک شب جب لیلیٰ نے اس سے کہا۔

''ڈیڈی کے انتقال کے بعد...... یہ بات ممی نے ہمیں بتائی تو ضرور تھی کہ ہماری ایک بہن کراچی میں رہتی ہے مگر ہمیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ آپ سے ہماری ملاقات بھی ہو جائے گی۔'' لیلیٰ اس کے کمرے میں آئی تو معصومیت سے بولی۔

''جب تمہیں معلوم ہوا تھا تو تم نے مجھ سے ملنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟'' شہلا نے پوچھا۔

''اگر یہی بات میں آپ سے پوچھوں تو آپ کیا کہیں گی؟'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''اگر میں یہ کہوں کہ مجھے اپنی ماں کے بارے میں آج سے دس بارہ دن پہلے پتا چلا ہے تو پھر......؟''

''کیا آپ کو معلوم نہیں تھا کہ ماما نے آپ کے پاپا سے کیوں طلاق لی؟''

''نہیں...... مجھے تو صرف یہ معلوم تھا کہ میری والدہ نے کبھی یہ بھی نہیں بتایا کہ وہ میری سوتیلی ماں ہیں۔''

''یہی تو افسوس کا مقام ہے کہ تمہارے باپ نے کبھی کسی کے ساتھ سچ نہیں بولا۔'' سلمیٰ تحقیر بھرے لہجے میں بولیں۔

شہلا کچھ بولنا چاہتی تھیں مگر مصلحت کا تقاضا تھا کہ خاموش رہا جائے۔

''شادی سے پہلے اس نے وعدہ کیا تھا کہ ہم لوگ اپنی زندگی اپنے حساب سے گزاریں گے بلکہ وہ تو اس بات پر بھی تیار ہو گیا تھا کہ شادی کے بعد وہ میرے والد کی کوٹھی میں ہی شفٹ ہو جائے گا مگر شادی کے بعد ان کی ہر بات بدل گئی۔ میرے گھر آ کر رہنے سے انکار کر دیا گیا۔ مجھے زبردستی برقع اڑھا دیا گیا۔ میرے آنے جانے اور ملنے ملانے پر پابندی لگا دی گئی اور تمہاری دادی اس کے باوجود مجھ سے سخت نفرت کرتی رہیں۔ نہ انہیں میرا لباس پسند تھا اور نہ ہی میری کوئی بات اچھی لگتی تھی۔ ہر وقت اس بات کے طعنے الگ دیے جاتے تھے کہ میں نے ان کے بیٹے کو پھانس کر شادی کر لی۔ پھر یوں ہوا کہ انہوں نے مجھے میرے والدین سے ملنے پر بھی پابندی عائد کر دی کہ جب میں جاؤں گا تب تم جاؤ گی۔ میں اس تنگ ماحول میں بیمار ہو گئی۔ ممی مجھے گھر لے کر گئیں تو کوئی مجھے دیکھنے نہیں آیا۔ تب میں نے ان سے خلع لے لی اور تمہیں تمہارے باپ کے حوالے کر دیا تاکہ وہ تمہاری پرورش اپنی خاندانی روایات کے حساب سے کر سکیں۔''

''آپ کی اور پاپا کی لڑائی میں میرا کیا قصور تھا۔ میں تو بن موت ماری گئی۔'' وہ آنسو بہاتے ہوئے بولی۔

''تم مجھے یاد آتی تھیں مگر سب نے کہا جیسا باپ تھا ویسی ہی اس کی اولاد ہوگی۔'' یہ سوچ کر میں نے تم سے رابطہ نہیں کیا۔

''شہلا آپی..... آپ یہاں رونے دھونے کے لئے نہیں آئی ہیں بلکہ فریش ہونے آئی ہیں۔ اب یہ رونے کا پروگرام یہاں نہ ہو تو اچھا رہے گا۔'' لیلیٰ نے اس کی متورم آنکھیں دیکھیں تو مسکرا کر کہا۔

''شہلا...... یہ نام میں نے ہی رکھا تھا۔ تمہارے باپ نے یہ بات اچھی کی کہ میرے رکھے ہوئے نام کو نہیں بدلا۔'' اب اس کی ممی اس سے لگاوٹ سے باتیں کر رہی تھیں۔

شہلا کو لاہور آئے گیارہواں دن تھا جب ایک صبح ناشتے کی ٹیبل پر لیلیٰ نے اسے بتایا۔

''آپی کیا آپ کو پتا ہے کہ کل آپ کے آنے کی خوشی میں ممی گرینڈ پارٹی دے رہی ہیں۔''

''وہ کیوں ممی......؟''

''تاکہ میں سب کو اپنی بیٹی سے متعارف کرا سکوں۔ ہاں آج میرے ساتھ مال چلنا تاکہ کچھ ڈھنگ کے سوٹ دلوا سکوں۔'' وہ جو اپنے کپڑے یہ سوچ کر لائی تھی، لاہور والے دیکھ کر حیران ہو جائیں گے۔'' انہوں نے اس کے کپڑوں کو ریجکٹ کر دیا تھا پھر ماما نے اس کی ناں ناں کی کوئی پروا نہ کرتے ہوئے ڈھیروں ڈھیر کپڑے اس کو دلوا دیے تھے۔

جینز کی پینٹیں، کرتی...... ساڑھیاں اور اے لائن پاپا جامے اور شرٹس۔

معیاری بوتیک کے کپڑے خاصے مہنگے آئے تھے مگر سلمٰی کو یہ جنوں تھا کہ شہلا کے پاس ہر وہ سوٹ ہو جائے جو ان دنوں ان ہے۔

تقریب میں پہننے کے لئے شاکنگ پنک اور بلیو کلر کے کنٹراسٹ کا خوبصورت سلکی سوٹ تھا۔ جس پر کندن کا کام تھا۔ سوٹ کے ساتھ کندن کا سیٹ اور سونے کی چوڑیاں انہوں نے اسے پہننے کے لئے دی تھیں۔

تقریب کا ٹائم گو آٹھ بجے تھا مگر وہ اسے چار بجے اپنے ساتھ ایک مہنگے ترین بیوٹی پارلر میں لے گئی تھیں جہاں اس کا لائٹ سا میک اپ ہوا تھا اور اس کے بالوں کو جوڑے کی شکل دے دی گئی تھی۔ جب وہ تیار ہو کر ممی کے سامنے آئی تو انہوں نے فخر سے کہا۔

''آج لگ رہی ہو کہ تم میری بیٹی ہو۔'' اور شہلا کے دل میں چھن سے کچھ ٹوٹ گیا۔

''کیا بیٹی لگنے کے لئے یہ دکھاوے بھی ضروری ہوتے ہیں۔'' وہ سوچ رہی تھی اور اس کا ذہن کبھی کراچی میں گھوم رہا تھا تو کبھی لاہور میں۔ سوتیلی ماں کی باتیں بھی یاد آ رہی تھیں اور سگی ماں کا انداز بھی جڑ کے لگا رہا تھا۔

☆☆☆

نازیہ کے بیٹی ہوئی تھی اور وہ ہسپتال سے فارغ ہو کر سیدھی اپنے میکے میں آ گئی تھی۔

اجمل کی تو یہ بڑی خواہش تھی کہ نازیہ بچی کو لے کر پہلے اپنے گھر آئے اور بعد میں اپنے میکے جائے۔

''اس گھر پر تو لڑکیوں کی ہی نظر لگی ہوئی ہے۔ ابھی اپنی بچیاں بیاہ کر فارغ نہیں ہوئی تھیں کہ پوتی نے سینے پر مونگ دھر دی۔'' اجمل کی ماں اپنی جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے آنے جانے والیوں سے کہہ رہی تھیں۔ اجمل کو اپنی ماں کی باتیں سن کر افسوس ہو رہا تھا مگر وہ اپنی ماں کے سامنے خاموش رہتا تھا۔

''تمہاری چچی کوئی آج کی مریضہ ہیں...... ہمیشہ کی ہیں۔ جب کبھی اچھی ہوتی تھیں، کوئی ان کو صحت مند کہہ دیتا تو وہ اچھا خاصا برا مان جاتی تھیں اور اچھی بات بھی پتھر کی طرح انہیں لگا کرتی تھی اور بہوؤں کی جتنی خدمت کر لو...... وہ اس میں بآسانی کیڑے نکال لیتی ہیں۔ اپنی ماں بے شک دو دن بعد کام کے لئے کھڑا کر دے وہ خوشی خوشی وہاں کام بھی کر لیں گی اور ماتھے پر ایک شکن بھی نہیں آئے گی۔ اپنی خالہ حشمت کی باتیں بھول گئے۔ انہوں نے بہو کی غیر

موجودگی میں اس کی الماری سنگوا کر رکھی۔ باورچی خانے کی تفصیلی صفائی کی، اور تو اور اس کے نئے دوپٹوں پر کروشیے کی بیلیں بنا کر ٹانکیں اور جناب جب بہو اپنے میکے سے آئی تو آکر اپنی ساس کے کام کی شکرگزار ہوتی ہر جگہ یہی کہتی پھری۔ میری غیر موجودگی میں میری ساس نے خوب سیانیت دکھائی...... مجھے پھوہڑ ثابت کرنے کے لئے میری الماریاں کھکھوڑ ڈالیں، باورچی خانہ، الٹ پلٹ کر ڈالا، مقصد یہی تھا کہ دنیا کو بتایا جائے کہ ان کی بہو کتنی نانجار ہے۔''

اجمل نے سیکڑوں مرتبہ کا سنا ہوا واقعہ پھر صبر سے سنا۔

''تمہاری چچی بھی کوئی کم نہیں ہیں۔ ہم نازیہ کی کتنی بھی خدمت کر لیں گے مگر برے ہی بنیں گے تو اس لئے یہ زیادہ اچھا ہے کہ خود ہی برے بن جائیں کہ جو دل چاہے کہہ لو مگر بھیا اب ہماری بوڑھی ہڈیوں میں اتنا دم نہیں رہا ہے کہ بہو کے جاپے کی خدمتیں کرتے پھریں۔'' تب اجمل نے بھی نازیہ کو گھر لانے کے لئے ایک جملہ بھی نہیں کہا۔

رابعہ کو ماں کے ساتھ ساتھ بہن کے لئے پرہیزی کھانا پکانا پڑ رہا تھا۔ بچی کو بھی وہی سنبھال رہی تھی۔ ادھر اجمل کی ماں اور بہنوں کے دلوں میں ارمان جاگ رہے تھے۔

''ہماری پوتی کا عقیقہ اس کی ننھیال میں ہونا چاہئے۔ ایک بکری کون سی لاکھوں روپے کی ہو گی جو وہ نہیں لا سکتے۔ اپنی نواسی اور بہن کو بے شک کتنے ہی جوڑے دے دیں۔ بات تو یہ کہ ساس نندوں کو پوچھا جائے اور ڈھنگ کے جوڑے دیے جائیں۔''

اجمل سب سن رہا تھا اور ماں بہنوں کی ننھی ننھی آرزوؤں پر دل میں شرمندہ ہو رہا تھا۔ آخر وہ سب کے لئے خود ہی سوٹ خرید کر لایا اور رابعہ کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

''اب تم میری بہن ہو ناں۔ اس میں سے تم اپنے لئے پہلے ایک سوٹ منتخب کر لو اور پھر یہ جوڑے ایک دن اماں اور بہنوں کی دعوت کر کے چچی کی جانب سے انہیں دے دو۔''

''میں خرید لاؤں گی تائی کے لئے اچھا سا سوٹ، آپ کیوں زیر بار ہو رہے ہیں۔'' رابعہ کو یہ سب باتیں اچھی نہیں لگ رہی تھیں۔

''ہم لوگ الگ الگ تھوڑی ہیں۔ آپس کی چھوٹی موٹی باتوں کو خود ہی حل کر لینا چاہئے۔''

''ہاں...... یہ سب نازیہ کو پتا نہ چلے۔ وہ خواہ مخواہ پریشان ہوتی پھرے گی۔'' وہ زبردستی کی ہنسی ہنستا ہوا بولا اور رابعہ حیران سی اجمل کو دیکھ رہی تھی۔

مہربان اور محبت کرنے والا اجمل؟

عزت دینے اور پاسداری رکھنے والا اجمل!

ایسا شوہر جسے بیوی کی اہانت کسی صورت منظور نہ ہو۔ یہ اجمل کا کون سا روپ تھا۔ اس نہج پر تو وہ سوچ ہی نہیں سکتی تھی کہ اجمل ایک ایسا انسان بھی ہو گا جسے صحیح معنوں میں آئیڈیل شوہر کہا جا سکتا تھا۔

''اللہ میری بہن کے نصیب کو ہمیشہ شاد و آباد رکھنا۔'' صدق دل سے اس نے دعا مانگی اور اجمل کی بات سن کر رضامندی میں سر ہلاتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

☆☆☆

اس کی ننھیال کس قدر خوبصورت تھی...... وہ اپنے خالہ زاد، ماموں زاد بہن بھائیوں کو دیکھ رہی تھی سب ہی ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔

سونے پر سہاگا وہ پیسے والے بھی بہت تھے۔

سلمٰی بڑے فخر سے شہلا کو سب سے ملوا رہی تھیں اور شہلا لبوں پر مسکراہٹ لئے سب کو دیکھ رہی تھی۔ لوگوں کی کھوجتی ہوئی آنکھیں اسے عجیب سی لگ رہی تھیں اور آخر سلمٰی کی ایک کزن مسز ضیا نے کہہ ہی دیا۔

"یہ اتنے عرصے بعد تمہاری یاد کیسے آ گئی اسے...... کیا اسے معلوم نہیں تھا کہ اس کی ماں لاہور میں رہتی ہیں؟"

"اس منحوس شخص نے اسے میرے بارے میں کبھی بتایا ہی نہیں۔" سلمٰی بظاہر تمسخر سے کہہ رہی تھیں مگر اس کے باپ کی ان کے دل میں کتنی عزت تھی اس کا اسے اندازہ ہو رہا تھا۔

اس کا دل چاہا کہ ان سے پوچھے مجھے تو واقعی نہیں معلوم تھا کہ میری کوئی سگی ماں بھی ہے ورنہ میں تو اپنی سوتیلی ماں کو ہی حقیقی سمجھے ہوئے تھے۔

وہ اچھی تھی یا بری...... مگر اس نے کبھی اس پر یہ ظاہر نہیں کیا تھا کہ وہ اس کی ماں نہیں ہے۔

"مگر آپ کو تو سب کچھ پتا تھا۔ آپ نے جب اپنے کلیجے کا ٹکڑا اٹھا کر پھینکا تھا تو کبھی یہ احساسِ ندامت نہیں ہوا کہ اس بچی کو ان کی ضرورت بھی ہوگی۔"

"چلو دیر آید درست آید۔ تمہیں تو پلی پلائی بیٹی مل گئی۔" سلمٰی کی دوسری کزنز اس سے کہہ رہی تھیں۔

"کیا یہ اب تمہارے پاس ہی رہے گی؟" ایک مہمان خاتون نے جب سلمٰی سے پوچھا تو سلمٰی نے اسے اپنے قریب کرتے ہوئے کہا۔ "یہ شہلا پر ہی منحصر ہے اگر اس کا دل میرے پاس رہنے کو چاہے گا تو وہ یقیناً میرے پاس ہی رہے گی اور اگر اس کا دل واپس جانے کو چاہا تو میں روکوں گی بھی نہیں۔"

اور شہلا...... کی آس کا موتی اس کی ہتھیلی سے پھسل سا گیا۔

"کیسی ماں ہو تم...... اتنے عرصے بعد تمہاری بیٹی تمہیں ملی ہے اور تم اس کو روکو گی بھی نہیں۔"

"تمہیں تو مجھ سے یہی کہنا چاہئے تھا کہ تم اپنے باپ کے پاس بہت عرصے رہ لیں اب تم میرے پاس رہو۔ میں تمہاری کمی ہمیشہ محسوس کرتی رہی۔ اب میں تمہیں یہاں سے ہرگز نہیں جانے دوں گی۔" مگر اس کی ماں نے ایسی کوئی بات بھی اس سے نہیں کہی تھی۔

"کیا ہر ماں کو اپنی اولاد سے محبت نہیں ہوا کرتی ہے۔" وہ دماغ پر بھاری بوجھ لئے سوچ رہی تھی۔

ڈنر شروع ہونے کے بعد وہ قصداً اپنی پلیٹ لے کر لان کے قدرے نیم تاریک گوشے میں چلی آئی تھی۔

مہمانوں کے قہقہے...... میوزک کا شور اس کا سر پھاڑ رہا تھا۔

"بیٹی جوان ہوئی تو کیسا سلمٰی کے پاس بھیجا ہے اس کمینے نے۔" اس کی سگی خالہ، کسی مہمان سے گفتگو کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"یہی تو ہم لوگوں کو بھی حیرت ہو رہی ہے کہ آخر کیوں بھیجا ہے اس کے باپ نے اسے؟"

"سلمٰی سے مال کھینچنے کے لئے...... رضی تو شروع میں بھی فقیر سا تھا اور آج بھی ہے۔ اسے پتا ہے کہ سلمٰی کروڑ پتی عورت ہے تو اس نے سوچا کہ چلو کچھ پیسا بیٹی کو مہرہ بنا کر کھینچ لیا جائے۔"

"مجھے تو یہ بھی شک ہے کہ یہ سلمٰی کی بیٹی ہے بھی یا نہیں۔ آج کل جعلسازیاں بھی تو کتنی ہو رہی ہیں۔" ایک خاتون پُراسرار سے لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"ابھی انڈیا کی دو موویز بھی ایسی دیکھی تھیں...... جعلی بیٹی بن کر ایک لڑکی آ گئی تھی اپنی ننھیال یا ددھیال میں...... بڑی مشکلوں سے دھکے مار کر اس کم بخت کو نکالا گیا تھا اس فلم میں۔"

"بیٹی تو یہ سلمٰی کی ہی ہے...... وہ موصوف ہر سال اس کی تصویریں اتنی باقاعدگی سے سلمٰی کو بھیجتے رہے تھے کہ ہم سب کو تو وحشت ہونے لگی تھی۔"

"ماما نے تو اسی وقت سلمٰی سے کہہ دیا تھا تیرا ایکس خاوند...... کوئی بڑا گیم کھیلنے والا ہے۔ جب ہمیں اس کی اولاد کی کوئی چاہ نہیں ہے تو وہ یہ سب کیوں کر رہا ہے؟"

"کچھ ہی کرے میرے دل میں اب وہ نہ خود جگہ بنا سکتا ہے اور نہ اس کی بیٹی۔"

"پتا نہیں سلمٰی کیسے اس کے جال میں پھنس گئی تھی ورنہ وہ شروع سے ہی بڑی سمجھدار تھی۔" مہمان خاتون اکسا رہی تھی۔

"سیدھی سی بات ہے ناں اس نے شیشے میں اتار لیا تھا۔ چلو لو میرج ہو بھی گئی تو نبھانا تو اسے چاہئے تھا ناں مگر اس کے ذلیل گھرانے کا منحوس سا ماحول۔ اس کی ماں سلمٰی کو باتیں سناتیں کہ سلیولیس شرٹ کیوں پہنتی ہو، دوپٹا چنا ہوا کیوں ہوتا ہے، دوپٹا کیسے اوڑھتی ہو، باہر جاؤ تو برقعہ پہن کر جاؤ۔"

"کیا سلمٰی کو پہلے نہیں پتا تھا کہ رضی کا ماحول اس قدر ریچ ہوگا۔" تالی مار کر کہا جا رہا تھا۔

"محبت میں یہ اہم باتیں کس کو نظر آتی ہیں۔ وہ بھی رضی کی محبت میں اندھی ہو چکی تھی۔ ماما تک سے لڑنے لگی تھی اور جب اس کے فقیرانہ سے گھر میں گئی جہاں کمرے سے باہر نکلو تو بجلی کا بٹن اور پنکھے کا بٹن آف کرنے کا حکم تھا۔ بجلی کا بل زیادہ نہ آنے پائے۔ پانی کی موٹر گھڑی دیکھ کر چلائی جاتی تھی کہ وہ کہیں جل نہ جائے۔ ایک مرتبہ رضی کو لے جا کر ہوٹل میں وہ کھانا کھا آئی تو اس کی ساس نے زہرآلود لہجے میں کہا تھا" جو عورتیں ہوٹلوں میں پیسا پھونکتی پھرتی ہیں ان کے گھر نہیں بنا کرتے۔ اس بے وقوف عورت کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ہوٹلوں میں جاتی ہی وہ خواتین ہیں جن کے بڑے بڑے گھر ہوتے ہیں۔" ایک ایک بات پر اعتراض تھا اس گھر میں پھر سلمٰی کیسے رہ سکتی تھی اس جیل میں۔ تین ماہ بعد ہی اس کے عشق کا بھوت ایسے سر سے اترا کہ اس نے رضی کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ وہ کئی دفعہ اس کو لینے آیا۔ بڑے بڑے سبز باغ دکھانے کی کوشش کی کہ سلمٰی کے ساتھ وہ علیحدہ گھر میں رہے گا مگر سلمٰی نے صاف انکار کر دیا اور اسے یہ خوب جتا بھی دیا کہ اس کا فیصلہ واقعی غلط تھا۔ فلموں میں رئیس زادی کسی غریب ہیرو کے ساتھ رہ سکتی ہے مگر حقیقت میں گزارہ کرنا بے حد مشکل ہوتا ہے۔"

''واقعی بڑا چالاک رہا یہ رضی بھی کہ علیحدگی کے باوجود...... وہ سلمیٰ کے دل کا دروازہ کھٹکھٹانے کی کوشش کرتا رہا اور آخر اپنی بیٹی کو بھیج ہی دیا اس نے۔'' مہمان خاتون تاسف بھرے لہجے میں یوں گویا تھیں جیسے وہ اس کی خالہ کو پُرسہ دے رہی ہوں۔

''صرف آج کی تقریب میں شہلا جو گولڈ پہنے ہوئے ہے اس کی قیمت چار لاکھ ہے۔ ایک لاکھ سے زائد کے تو وہ اس کے کپڑے دلوا چکی ہیں۔''

''سلمیٰ آخر کیوں کر رہی ہیں اتنا......'' مہمان خاتون بھی خاصی شقی القلب تھیں۔ ایسے بے رحمی سے بولتے ہوئے انہیں ذرا بھی احساس نہیں تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں۔

''میں نے تو بہت منع کیا تھا مگر سر پھری تو وہ ہمیشہ سے ہی ہے۔'' اس کی خالہ نے تمسخر سے کہا تھا پھر خالہ کسی دوسری مہمان کو دیکھ کر آگے بڑھ گئی تھیں مگر شہلا کے دل پر ایک بھاری بوجھ مزید آ گرا تھا۔

''ارے تم یہاں آ کر کیوں بیٹھ گئیں...... میری دوست زی تمہیں اس قدر پوچھ رہی ہیں......'' سلمیٰ لان کے بائیں گوشے میں آئی تو اسے یوں تنہا بیٹھا دیکھ کر اس کے پاس آ کر بولیں۔

''امی...... یہاں میں کسی کو جانتی نہیں ہوں تو مجھے یہ سب بہت عجیب عجیب سا لگ رہا ہے۔''

''نہیں جانتیں تو جان جاؤ گی...... آؤ تو...... تم پہلے زی سے مل لو۔'' مسز زہرہ رحمٰن جنہیں سلمیٰ زی کہہ کر بلاتی تھیں، ان کی کالج کی ساتھیوں میں سے تھیں، ان کے ساتھ ان کا بیٹا بھی آیا تھا...... وقار۔

''زی یہ ہے شہلا...... میری بیٹی...... کراچی سے آئی ہے مجھ سے ملنے۔ وہاں یہ مجھے بے حد مس کر رہی تھی۔ مجھ سے مل کر یہ اتنا روئی کہ میں تو پریشان ہی ہو گئی۔''

''آنٹی اب آپ انہیں کراچی مت جانے دیجیے گا۔'' زی کا بیٹا وقار اس کو سراہتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''شہلا کو اپنی ماں اچھی لگے گی تو وہ ضرور یہاں رہے گی۔'' سلمیٰ نے ہنس کر شہلا کی طرف دیکھا۔

''یہ کیا کہہ دیا تھا اس کی ماں نے۔'' وہ انہیں دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی تھی۔

''آنٹی آپ کو کون ناپسند کر سکتا ہے۔'' وقار انہیں محبت سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''اب یہ اتنے عرصے بعد آئی ہے، اسے کیا پتا کہ میں کیسی ہوں۔''

''میں آپ سے یہ بالکل سچ کہہ رہا ہوں کہ اگر آپ یہاں سے چلی گئیں تو خسارے میں رہیں گی۔'' اب وقار اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ رہا تھا۔

''فائدہ...... نقصان...... فائدہ...... نقصان......'' ایک پہیہ سا اس کے سر پر چلنے لگا تھا۔

''میں ابھی آتی ہوں......'' وہ معذرت کرتی ہوئی پانی کی جانب بڑھ گئی۔ اپنے گلاس میں منرل واٹر بھر کر وہ ایک ہی سانس میں چڑھا گئی مگر نہ تو اس کی پیاس بجھی تھی اور نہ ہی اس کا گھومتا ہوا دماغ ٹھنڈا ہوا تھا۔ ایک عجیب سی بے کلی اور بے چینی اس کے پورے وجود پر چھا سی گئی تھی۔ اس کا دل چاہا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر روئے مگر وہ کوئی بات ایسی نہیں کرنا چاہتی تھی جو پکڑ میں آئے۔ اچانک ہی اس کی موبائل پر بپ ہوئی۔ اس نے پرس میں سے موبائل نکالا تو اس کی ننھی سی اسکرین پر اس کے پاپا کا نمبر جگمگا رہا تھا۔

''جی پاپا......'' وہ اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے بولی۔

''میری بیٹی کا دل لگ رہا ہے ناں؟''

''جی پاپا......'' اس سے کچھ بولا ہی نہیں جا رہا تھا۔

''مگر تمہاری آواز سے تو ایسا نہیں لگ رہا۔''

''پاپا...... آج امی نے میرے آنے کی خوشی میں گرینڈ پارٹی دی ہے۔ اس وقت بھی بہت سارے مہمان موجود ہیں۔''

''تو پھر تم اداس کیوں ہو بیٹا...... تمہیں تو خوش ہونا چاہیے۔''

''پاپا...... آپ مجھے بے حد یاد آ رہے ہیں۔'' اور پھر جیسے اس کی آواز بھرا گئی۔

''پگلی کہیں کی...... اس میں رونے کی کیا بات ہے۔''

''کاش پاپا...... آپ کی اور امی کی علیحدگی نہ ہوئی ہوتی۔ اس تقریب میں آپ بھی ہوتے تو مجھے خوشی ہوتی۔ پاپا...... آپ کے بغیر تو میری ہر خوشی ادھوری ہے۔'' شہلا کی باتیں سن کر وہ شاکڈ سے ہو گئے۔ ایک لفظ بھی دلاسے کا ان کے منہ سے نہیں نکلا۔

''پاپا...... آپ سن رہے ہیں ناں میں کیا کہہ رہی ہوں۔'' باپ کی جانب سے گمبھیر سی خاموشی محسوس کرتے ہوئے اس نے کہا۔

''اچھا بیٹا تم انجوائے کرو...... کل پھر بات کریں گے۔'' انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے بہ مشکل کہا اور وہ گلاس پکڑ کر چپ چاپ وہیں پڑے ایک صوفے پر یوں بیٹھ گئی جیسے وہ بہت تھک سی گئی ہو۔

☆☆☆

کس قدر دکھ ہے زندگانی میں
جیسے گھل جائے زہر پانی میں
کتنی صدیوں کا درد شامل ہے
ایک انسان کی کہانی میں

''اماں...... سرمد کوئی دودھ پیتا بچہ نہیں ہے جس کی سمجھ میں بات نہ آئے اور نہ ہی وہ کوئی پاگل شخص ہے جسے اچھی یا بری بات کا پتا نہ ہو۔'' سبین ماں کے پاس بیٹھی غصے سے کہہ رہی تھی۔ اماں بلڈ پریشر کی بھی مریضہ تھیں جب ان کا بلڈ پریشر کم ہو جاتا تھا تو ان سے بستر سے اٹھا تک نہیں جاتا تھا اور نہ ہی وہ کچھ بول پاتی تھیں۔

سرمد کے جانے کے بعد جب سہانی بھی اپنے گھر چلی گئی تو ایک دن اماں سے صبح اٹھا ہی نہیں گیا...... کریمن نے فوراً سبین کو فون کر کے بتایا اور سبین نہ صرف اسی وقت دوڑی چلی آئی بلکہ وہ بضد تھی کہ اماں کو اس کے ساتھ ہی چلنا چاہیے۔

''اماں...... ہمارے خاندان میں بھی زیادہ تر ماؤں کا بڑھاپا ان کی بیٹیوں کے پاس گزرا ہے اگر آپ بھی میرے پاس رہ گئیں تو کوئی انوکھی بات نہیں ہو گی۔''

''سرمد جب آئے گا تو مجھے نہ پا کر وہ پریشان ہو جائے گا۔''

''نہیں اماں...... یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ وہ بالکل بھی پریشان نہیں ہوگا بلکہ شاید اسے خوشی ہوگی کہ اس کی ذمہ داری ختم ہوگئی ہے۔''

''کیا مائیں جب بوڑھی ہو جاتی ہیں تو وہ اولاد کی پریشانی بن جاتی ہیں؟'' اماں آبدیدہ سی اس سے پوچھ رہی تھیں۔

''ہاں...... مگر بدنصیب اولاد کے لئے۔''

''ٹھیک ہے میں تمہارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں۔'' اماں سبین کی باتیں سن کر اس کے ساتھ جانے پر تیار ہو گئیں۔ سبین نے ان کی ضروری چیزیں ایک بیگ میں رکھ کر ان کا کمرہ لاک کیا اور پرانے ملازمین کو ہدایت دیتی ہوئی اماں کو اپنے ساتھ لے کر گھر آ گئی۔

وہ یہ برداشت ہی نہیں کر سکتی تھی کہ ماں بیمار ہو اور نوکروں کے علاوہ انہیں کوئی دیکھنے والا ہی نہ ہو۔ سرمد کے آنے سے ایک دن پہلے سہانی جب گھر آئی تو گھر خالی تھا۔

''اماں کہاں چلی گئیں؟''

''سبین بی بی انہیں اپنے ساتھ لے گئیں......'' کریمن نے انہیں بتایا۔

''اچھا کیا کہ لے گئیں وہ صرف سرمد کی ہی ماں تھوڑی ہیں۔ سبین کی بھی تو ہیں۔ ان کی خدمت کا فرض سبین پر بھی ہے۔ جو اس کو پورا کرنا چاہئے۔''

''اماں کی طبیعت خراب تھی...... ایس واسطے وہ گئی ہیں۔'' کریمن نے بتایا۔ ''ڈھیر تے دوائیاں لے کر گئی ہیں اماں جی۔''

''کریمن...... آج کل صحت مند کون ہے......؟ کوئی بھی ایسا نہیں ملے گا جو دوا نہ کھاتا ہو۔ اب تو روٹی پانی کے ساتھ سب کی دوائیاں بھی چلتی ہیں۔ میں خود بیمار ہوں۔ کمر میں اس قدر درد تھا کہ سیڑھی چڑھ اور اتر نہیں سکتی تھی۔ پورے دس دن فزیوتھراپی کرائی ہے تو آج آئی ہوں ورنہ ڈاکٹر نے تو مجھے بیڈ ریسٹ بتایا تھا۔'' سہانی نے کہا۔

''تے فیئر تاڈا کوئی آپریشن ہوا سی۔'' کریمن نے معنی خیزی سے...... تمسخر بھرے لہجے میں پوچھا۔

''اللہ نہ کرے آپریشن کی نوبت تو نہیں آئی مگر سرمد کے پیچھے میں نے بھی پریشانی بہت اٹھائی ہے۔''

''بھابی جی! تسی فون کیوں نہیں کیتا سی۔'' کریمن اب لاڈ بھرے لہجے میں پوچھ رہی تھی مگر دل میں ہنس رہی تھی۔

''مجھے بیمار ہونے اور اپنی بیماری پھیلانے کا کوئی شوق ہی نہیں ہے تو کیا کروں۔ اماں جی کو تو کوئی چھینک بھی آتی ہے تو وہ چاہتی ہیں کہ پورا گھر ہسپتال بن جائے۔ یہی حال ان کی بیٹی سبین کا ہے۔ اپنی اماں کی بیماریوں کو اس طرح نشر کرتی پھرتی ہیں جیسے وہ کوئی گیتوں بھری کہانی سنا رہی ہوں۔ کوئی بات کریں گی تو اماں سے شروع ہوگی۔ کوئی بات ختم ہوگی تو اماں پر ختم ہوگی۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ جن کا اکلوتا بیٹا یا اکلوتا بھائی ہو...... اس کی تو شادی ہی نہیں ہونی چاہئے کہ اس کے گھر والے اس کو صرف اپنے ہی حصار میں باندھ کر رکھنا چاہتے ہیں۔ میں تو سرمد سے شادی کر کے پچھتاتی ہوں۔ ہر وقت اماں اور آپا...... کراما کاتبین کی طرح ان کے ساتھ رہنا چاہتی ہیں۔'' سہانی غصے سے بڑبڑا رہی تھی اور کریمن منہ کھولے اس کی باتیں سن رہی تھی۔

☆☆☆

ایک طوفانی عشق کے بعد سلمیٰ شادی کر کے...... رضی منزل میں آ تو گئی تھیں مگر رضی کا گھر اور اس کی ماں انہیں پہلی نظر میں ہی پسند نہیں آئی تھیں۔

''رضی کیا ایسا نہیں ہو سکتا تم میرے ساتھ چل کر ہماری لاہور والی کوٹھی میں رہو؟''

''میری امی میری ذمہ داری ہیں۔ میں ان کو تنہا چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں۔''

''وہ تو آپا رکھ لیں گی مگر جب ان کا بیٹا ہے تو وہ کیوں اپنے بیٹے سے دور جائیں۔''

منیرہ بیگم...... رضی کی والدہ سیدھی سادی سی تھیں مگر انہیں بے حیائی کسی صورت میں پسند نہیں تھی۔ سلمیٰ صبح اپنے کمرے سے نکلتیں تو باریک نائٹی میں باہر آ جاتیں۔ اوپر ان کے کرائے دار رہتے تھے...... ان کے بچوں کی نظر سلمیٰ پر پڑتی تو وہ بعد میں خوب مذاق اڑاتے۔

یہ سب دیکھ کر منیرہ بیگم اپنی بہو کو سمجھایا کرتیں کہ ''نائٹی ضرور پہنو مگر جب کمرے سے باہر آؤ تو پورے لباس میں باہر آؤ۔''

آج سے اٹھائیس سال پہلے سلیولیس شرٹ پہننا اچھا خاصا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اس زمانے کی فلموں میں بھی فلمی ہیروئنز پوری آستینوں کی قمیص پہنا کرتی تھیں مگر سلمیٰ کا گھرانا کچھ زیادہ ہی ماڈ تھا۔ اس کے جہیز کے سارے کپڑے اسی طرح کے تھے اور منیرہ بیگم کی رکاوٹیں سلمیٰ کو بے حد بری لگا کرتی تھیں۔

''رضی زندگی ہماری ہے تو ہمیں اپنی زندگی خود جینی چاہئے، یہ تمہاری اماں ہر معاملے میں دخل کیوں دیا کرتی ہیں۔''

''وہ پرانے وقتوں کی ہیں...... ان کے زمانے میں بری باتوں پر روکا جاتا تھا۔''

''میں کون سی بری باتیں کر رہی ہوں۔ اپنے گھر میں آج تک میں کچن میں نہیں گئی، تمہارے گھر آ کر میں نے روٹیاں پکائیں تو مجھے یہ سننا پڑا...... میں نے ادھ کچی روٹی پکا دی...... ابھی اس پر چتی بھی نہیں پڑی تھی کہ اسے اتار لی...... تم لوگوں کو تو میرا یہ احسان ہی ماننا چاہئے تھا کہ کچن کا کام کر رہی ہوں تاکہ اس میں کیڑے نکالے جا رہے ہیں۔''

''میں تو تمہیں کچھ نہیں کہتا...... جیسا بھی پکا دیتی ہو، خوش ہو کر کھا لیتا ہوں۔''

''اچھا...... یوں کرو کرائے دار نکال دو اور اماں کو اوپر کے پورشن میں ڈال دو۔ ایک نوکرانی ان کے لئے رکھ دو، نیچے ہم دونوں اکیلے رہیں گے۔''

''سلمیٰ تم نے تو مجھ سے عشق کیا تھا۔ میری ایک ماں تم سے برداشت نہیں ہو رہی۔''

''سچ بتاؤں، مجھ سے تو یہاں پر رہا ہی نہیں جاتا، گرمیوں میں کبھی میرے کمرے کا اے سی کسی بھی وجہ سے بند ہو جاتا تھا تو سوتے میں میری آنکھ کھل جاتی تھی۔ بغیر اے سی کے میں کبھی نہیں سوئی تھی، ہماری کوٹھی کے ہر کمرے میں اے سی ہے۔ میری ممی تو اتنی رحم دل ہیں، سرونٹ رومز میں نوکروں کے لئے روم کولرز رکھوا رکھے ہیں کہ بے چاروں کو گرمی نہ لگے اور ایک تم لوگ ہو، بنیادی ضروریات تک سے عاری ہو۔ ممی کہہ رہی تھیں کہ میں اے سی بھجواتی ہوں، اپنے کمرے میں بھی لگوانا اور اپنی ساس کے کمرے میں بھی تاکہ ان کو بھی پتا لگے کہ وہ اب تک کن کن نعمتوں سے محروم رہی ہیں۔''

''اپنی ماں کو منع کر دینا کہ ان کا کوئی اے سی میرے گھر میں نہ آئے جب میری جیب اجازت دے گی میں تمہارے لئے اے سی بھی لگوا دوں گا۔''

''تمہاری جیب تو کبھی اجازت نہیں دے گی۔'' سلمٰی نے غصے سے کہا تھا۔

''تب تم اسی طرح گزارہ کر لینا...... ہزاروں لوگ اے سی کے بغیر رہتے ہیں بلکہ زیادہ بہتر رہتے ہیں۔'' رضی کو بھی غصہ آ گیا تھا اور سلمٰی کی ہر وقت کی مین میخ سے وہ الجھ بھی جاتا تھا۔

شادی کے دو مہینے بعد ہی وہ امید سے ہو گئی تھی، ایسی حالت میں ڈاکٹر نے اسے لمبا سفر کرنے کو منع بھی کیا تھا مگر اس کے باوجود وہ لاہور گئی اور پھر پلٹ کر نہ آئی۔ رضی اس کو منانے کئی بار لاہور گیا مگر اس کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ اگر وہ لاہور آ کر اس کی ماں کے گھر میں رہ سکتا ہے تو یہ شادی قائم رہ سکتی ہے ورنہ وہ اس کے ساتھ ہرگز نہیں رہنا چاہے گی۔

رضی کا خیال تھا کہ بچہ ہونے کے بعد اس کے خیالات میں خود ہی تبدیلی آئے گی اور وہ اس کے پاس واپس آ جائے گی مگر اس نے نہ صرف اس سے خلع لے لیا بلکہ چھوٹی سی بچی بھی اس کے منہ پر دے ماری تھی۔

''مائیں ایسی بھی ہوتی ہیں۔'' رضی کو اس کے اس اقدام کا قطعی اندازہ نہیں تھا۔

''رضی...... یہ تھی تمہاری پسند...... جس نے تم سے تو کیا اپنی بیٹی تک کو اپنی محبت کے قابل نہ سمجھا۔'' اس کا دماغ اس کو آئینہ دکھا رہا تھا۔

تب دوسری شادی کرتے وقت اس نے اپنی سسرال والوں کو یہی بتایا کہ شہلا بن ماں کی بچی ہے۔ اس نے کبھی سلمٰی یا اس کے ننھیال والوں کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا۔

اور آج اس کی بیٹی اس بات پر آزردہ تھی کہ اس نے سلمٰی کو کیوں چھوڑا۔ اب وہ کیسے بتاتا کہ اس نے سلمٰی کو نہیں چھوڑا بلکہ سلمٰی نے اسے چھوڑا تھا۔ اگر وہ چاہتی تو زندگی کی گاڑی چلتی ہی رہتی مگر بعض بیویاں اپنی ساسوں کو کسی صورت برداشت نہیں کیا کرتی ہیں۔ ان کا بس نہیں چلتا کہ وہ جب گھر میں آئیں تو ساس کو کفن پہنا کر چلتا کریں کہ بی بی تمہارا سفر یہیں تک تھا اب نہ تمہارا اس گھر پر کوئی حق ہے اور نہ اپنے بیٹے پر۔ شادی کے بعد شوہر کا ہر فرض اور ہر حق صرف بیوی سے منسلک ہونا چاہئے۔

رضی صاحب...... یادوں کے دریچے کھولے بیٹھے تھے اور سلمٰی کا روپ انہیں کہیں بھی چمکدار محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

''حیرت ہے شہلا...... اپنی ماں سے مل کر خوش ہے۔ یہ ماں بیٹی کا معاملہ ہے اسے اپنی بیٹی سے تو محبت ہو گی ہی......'' وہ مختلف سطحوں پر سوچ رہے تھے۔ ''وہ کہیں شہلا کو اپنے پاس روک نہ لے۔'' یکبارگی ان کے دل میں خیال آیا۔

''نہیں، وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتی۔ کیا پتا وہ تمہیں زک پہنچانے کے لئے ایسا کر بھی لے تو...... میں منع کر دوں گا شہلا کو۔ اتنے عرصے بعد شہلا اپنی ماں کے پاس گئی ہے کیا تم اپنی بیٹی کی خوشیوں کا گلا گھونٹ دو گے؟''

وہ ایک عجیب چوکھٹن میں گرفتار ہو گئے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کریں تو کیا کریں۔

''مجھے شہلا کو...... لاہور بھیجنا ہی نہیں چاہئے تھا...... کیوں...... سلمٰی سے تم ڈر گئے ہو۔ اس لئے اس طرح پر اتر آئے۔'' ان کا دل...... کٹہرے میں کھڑا ان سے پوچھ رہا تھا۔

''تو پھر کیا بات ہے۔ خوفزدہ سے کیوں ہو۔ شہلا جو بھی فیصلہ کرے گی مجھے منظور ہو گا۔ اگر وہ اپنی ماں کے پاس

لاہور رہنا چاہے گی تو مجھے منظور ہو گا اور اگر وہ واپس آئے گی تو یہ تو میرے لئے خوشی کی بات ہی ہو گی۔ دولت کی چمک دمک لڑکیوں کو بہت متاثر کرتی ہے اور شہلا بھی آج کے زمانے کی لڑکی ہے۔ باپ کے گھر کے دھکا مار گاڑی اور ماں کے گھر کی ہجیرو میں بیٹھ کر اس کے احساسات یقیناً مختلف ہوتے ہوں گے۔ جب ہی تو وہ لہجے میں آنسو بھر کر بار بار کہہ رہی ہے۔ پاپا آپ نے امی سے علیحدگی کیوں کر لی۔ آپ مجھے یاد آ رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ سلمٰی اور اس کے گھر سے بے حد متاثر ہوئی ہے اور کسی صورت بھی اس گھر سے واپس نہیں آنا چاہتی۔''

رضی صاحب کو یہ تو اندازہ ہو چکا تھا کہ اس کی سوتیلی ماں نے اس کا وہ خیال نہیں رکھا جو اس کا رکھا جانا چاہئے تھا مگر وہ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ شہلا مستقل سلمٰی کے پاس رہے۔ سلمٰی کو اپنی بچی سے محبت نہیں ہے۔ یہ تلخ حقیقت وہ جانتے تھے مگر ان کا یہ بھی خیال تھا کہ جب وہ اپنی بیٹی کو دیکھے گی تو اس کے دل میں اس کی محبت یقیناً پیدا ہو گی۔

''تم بھی عجیب انسان ہو کہ کبھی کچھ سوچتے ہو اور کبھی کچھ۔'' انہوں نے پریشان ہو کر اپنا احتساب خود ہی کر ڈالا۔ ''اگر تمہارے دل میں یہ خوف تھا کہ سلمٰی تمہاری شہلا کو چھین لے گی تو اسے لاہور کیوں بھیجا۔ شہلا کے لئے تو اس کی ماں مری ہوئی تھی، تمہیں اس کو زندہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ میری بیٹی کو اپنے گھر میں وہ سکھ نہیں ملا جو تم سے ملنا چاہئے تھا۔ جب تمہاری موجودگی میں تمہاری اپنی بیٹی اپنی خوشیوں کے لئے ترستی رہی تو کسی اور کے گھر میں اس کے لئے مسرتیں کوئی قطار باندھے تو نہیں کھڑی ہوں گی۔ میں یہ سب نہیں جانتا تھا...... مفلوج ہونے کے بعد جب اس کی شادی کینسل ہوئی تو مجھے معلوم ہوا کہ میری اپنی بیٹی کے ساتھ اس گھر میں کیسا سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔ وہ مرد جو روزگار کے دھندوں میں صبح کے گئے رات کو گھر آتے ہیں تو انہیں معلوم ہی نہیں چلتا کہ گھر میں ہو کیا رہا ہے؟ میرا جسم تو مفلوج ضرور ہوا مگر گھر میں چوبیس گھنٹے رہنے سے مجھے وہ سب پتا چلتا گیا جو میں شاید پچیس سالوں میں نہیں جان پایا تھا۔ اسی لئے تم نے شہلا کو لاہور بھجوایا کہ وہاں سے خوشیاں کشید کر لائے۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ میری بیٹی کو جب یہ پتا چلا تھا کہ اس کی زندگی سوتیلی ماں کے ساتھ بسر ہوئی ہے تو اس کی زندگی میں تشنگی کا احساس بڑھ گیا تھا۔''

☆☆☆

سرمد گھر میں آیا تو اماں کے کمرے کو لاکڈ دیکھ کر سہانی سے پوچھا۔ ''یہ اماں کہاں ہیں؟''

''سبین باجی انہیں اپنے گھر لے گئی ہیں کہ ان کا بھی یہ حق ہے کہ ان کی ماں ان کے پاس بھی رہیں۔''

''کب سے گئی ہوئی ہیں......'' وہ وہیں لاؤنج میں کرسی کھینچ کر بیٹھ کر اس سے پوچھ رہا تھا۔

''ہفتہ بھر ہو گیا ہو گا شاید۔'' وہ لاابالی پن سے کہہ رہی تھی۔

''نہیں بھابی جی...... آج تیرھواں دن ہے اماں کو گئے ہوئے۔'' کریمن پانی کا گلاس سرمد کو دیتے ہوئے بولی۔

''یہی تو کہہ رہی ہوں کہ ہفتے یا ہفتے سے زیادہ ہو گیا ہو گا۔'' سہانی کو کریمن کی دخل اندازی پسند نہیں آئی۔

''تم نے اماں کو بتایا تھا کہ میں آج آ رہا ہوں۔'' اب وہ سہانی سے کڑے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

''یہ بات تو انہیں معلوم تھی کہ آپ صرف پندرہ دن کے لئے ہی تو گئے ہیں۔''

''میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ تم نے آپا کے ہاں فون کر کے میری فلائٹ کا بتایا تھا؟''

"فون تو میں نے کیا تھا...... مگر وہ اس وقت گھر پر نہیں تھیں...... آئیں ناں...... اپنے روم میں چلیں۔ میں نے پورے کمرے کی ترتیب بدل دی ہے۔"

"تو پھر دوبارہ کرنا تم نے مناسب نہیں سمجھا۔"

"یار بھول ہوگئی مجھ سے۔ پھر فیشل کے لئے چلی گئی تھی کہ میاں جی آ رہے ہیں تو ان کو مزید فریش ہو کر ملوں۔ دیکھو ناں۔ میری اسکن کیسی لگ رہی ہے۔" وہ اس کو اپنی جانب متوجہ کرتے ہوئے بولی۔ سرمد نے ایک نظر بھی اس پر نہیں ڈالی...... وہ چپ چاپ بیٹھا پتا نہیں کیا سوچ رہا تھا۔

"یہ میرا سوٹ نہیں دیکھ رہے آپ۔ زیبا سے ڈیزائن کروایا ہے اور آپ کے ہارٹ فیورٹ کلر میں ہے۔ بتایئے ناں کیسی لگ رہی ہوں میں؟"

"اماں کی طبیعت کیسی ہے؟" وہ اس کی کسی بات کا جواب دینے کے بجائے کسی وکیل کی طرح اس سے سوال کر رہا تھا۔

"سنیے...... آپ کی اماں ہٹی کٹی تو میں نے کبھی نہیں دیکھیں وہ تو ہمیشہ کی بیمار ہیں۔ آپ کی غیر موجودگی میں بھی وہ بیمار رہیں۔ چند دنوں میں صحت مند تو ہونے سے رہیں۔" سرمد نے اس کی کسی بات کا جواب دینے کے بجائے گاڑی کی چابی اٹھائی اور باہر کی جانب لپکا۔

"اس وقت کہاں جا رہے ہیں آپ؟ پہلے کھانا تو کھالیں...... ٹھنڈا ہو جائے گا۔" وہ اس کے سختی سے بھینچے ہوئے ہونٹوں کو دیکھتے ہوئے بولی کہ کچھ کچھ اندازہ تو اسے ہو گیا تھا کہ ماں کو گھر میں نہ دیکھ کر سرمد کا موڈ آف ہو گیا ہے۔

"پہلے اماں کو گھر لے آؤں پھر کھانا کھاؤں گا۔" وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا کار پورچ کی جانب بڑھ گیا۔

آج تک ایسا نہیں ہوا تھا کہ وہ گھر آئے تو اسے ماں کا چہرہ نظر نہ آئے۔ لاابالی تو وہ ضرور تھا مگر ماں کو دیکھ کر جو اس کے اندر طمانیت سی آجاتی تھی وہ اسے اندر تک سرشار رکھتی تھی۔ اماں کا اسے نظر بھر کر دیکھنا اور پھر ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بدبدا کر اس پر پھونک دینا کہ اللہ اسے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

آج اماں کے بغیر...... وہ اپنے آپ کو ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے کسی حصار کے بغیر وہ کسی دشت میں کھڑا ہو۔ سبین کو اس نے یہ یقین دلایا تھا کہ سہانی اماں کا ضرور خیال رکھے گی مگر اس کی موجودگی کے باوجود سبین اپنے ساتھ اماں کو لے گئی تھی۔

یقیناً اماں کی طبیعت خراب ہوگی...... جب ہی تو بہن نے ماں کو یہاں نہیں چھوڑا تھا۔

☆☆☆

"اجازت دے دی تمہاری بیگم نے کہ جاکر ماں کو دیکھ آؤ۔" سرمد جیسے ہی گھر میں داخل ہوا۔ سبین اسے دیکھ کر تلخ سے لہجے میں بولی۔

"آپا...... میں تو ابھی پہنچا ہوں، اماں گھر میں نظر نہ آئیں تو انہیں لینے آیا ہوں۔"

"تو کیا تمہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ تمہاری بیگم اماں کو اکیلا چھوڑ کر اپنے گھر چلی گئی تھیں۔"

"سہانی کیسے جاسکتی ہے اماں کو چھوڑ کر؟" وہ بے یقینی سے بولا۔

"تو پھر میں جھوٹ بول رہی ہوں۔" وہ پھنکاری۔

"پلیز آپا...... میرا کہنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے۔" وہ واقعی بوکھلا سا گیا تھا۔

"اماں کو وہ اکیلا چھوڑ کر تمہارے جانے کے اگلے دن ہی اپنی ممی کے پاس چلی گئی تھی اور جب اماں کی طبیعت خراب ہوئی تو کریمن نے فون کر کے بتایا کہ اماں جی اٹھ ہی نہیں رہی ہیں۔ پریشانی میں میرا کیا حال ہوا ہوگا اس کی تفصیل تو میں بتا ہی نہیں سکتی۔ میں اسی وقت جاکر اماں کو لے آئی۔ دو دن تو وہ ہسپتال میں رہی ہیں۔ بلڈ پریشر بے حد لو ہو گیا تھا ان کا۔"

"پلیز آپا...... مجھے نہیں معلوم کہ سہانی نے ایسا کیوں کیا......؟ میں تو اس سے کہہ کر گیا تھا کہ اسے اماں کا بے حد خیال رکھنا ہے۔"

"سرمد...... سہانی خیال رکھنے والی عورت نہیں ہے۔ اس کا شمار ان عورتوں میں ہے جو صرف اور صرف اپنا ہی خیال رکھنا جانتی ہیں۔"

"بات میری سمجھ میں آگئی ہے مگر دیر سے آئی ہے۔" وہ پھیکی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

"میں اماں کو تمہارے ساتھ نہیں بھیج سکتی...... پہلے تو وہ صحت مند تھیں اکیلے رہ بھی لیتی تھیں مگر اب ان کی صحت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ انہیں تنہا چھوڑا جائے۔"

"میں اماں کو فی الحال ساتھ لے جانے کے قابل تو نہیں رہا ہوں مگر کیا تم اپنے اس ناہنجار بھائی کو...... اماں سے ملنے کی اجازت تو دو گی ناں......" وہ اپنے آنسو اپنے اندر اتارتے ہوئے بولا۔

"ہاں...... ہاں...... کیوں نہیں...... تم اماں سے ملنے روز آیا کرو۔ تمہیں دیکھ کر وہ جتنی خوش ہوں گی وہ خوشی ان کی صحت کے لئے کسی ملٹی وٹامن سے کم نہیں ہوگی۔"

سرمد...... بہن کے ساتھ جب اماں کے کمرے میں پہنچا تو وہ آنکھیں بند کئے لیٹی تھیں۔ انگلیوں میں دبی ہوئی تسبیح ان کے سینے پر دھری تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ تسبیح پڑھتے پڑھتے ان کی آنکھ لگ گئی ہو۔ اماں کس قدر کمزور سی لگ رہی تھیں۔ ان کا چہرہ کیسا زرد سا نظر آ رہا تھا۔ سرمد گھٹنوں کے بل ان کے بیڈ کے پاس بیٹھ گیا اور ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے انتہائی دھیمے لہجے میں پکارا۔

"اماں میں آگیا ہوں۔ اماں...... اماں......"

اماں نے تڑپ کر آنکھیں کھولیں اور سرمد کو دیکھ کر سرشاری ہو گئیں۔ "ارے آگئے تم...... میں صبح سے حساب لگا رہی تھی کہ آج تم گھر پہنچو گے۔"

"ہاں اماں...... میں ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو آیا ہوں۔"

"ارے...... تھکا ہارا آیا ہے، کچھ کھایا پیا بھی یا نہیں۔ یا ہوا کے گھوڑے پر یہاں چلا آیا۔"

"اماں...... آپ کے بغیر میرا گھر میں دل لگ سکتا تھا؟"

"کیوں کیا سہانی اپنے گھر سے واپس نہیں آئی؟" بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا۔

"وہ تو گھر آگئی مگر آپ کے بغیر گھر...... گھر ہی نہیں لگ رہا تھا۔"

"آج کتنے دنوں بعد میں اپنے بچے کو دیکھ رہی ہوں۔" اماں اپنے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ لئے ہوئے اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے کہہ رہی تھیں اور سرمد ماں کی حالت دیکھ کر پریشان سا ہو گیا۔ وہ تو گھر میں سہارے

کی مدد سے چل لیا کرتی تھیں اب وہ ازخود بیٹھ بھی نہیں پا رہی تھیں۔

"اماں...... اب آپ جلدی سے ٹھیک ہو کر گھر آ جایئے ورنہ میں بھی آپا کے گھر آ جاؤں گا۔" اور سین اس کی بات سن کر ہنسنے لگی۔

"میرا بچہ بھوکا پیاسا ہوگا۔ سین اس کے لئے کچھ لے آ۔"

"ہاں آپا...... بھوک بہت لگ رہی ہے۔ یہیں لے آئیں کھانا اماں کے پاس بیٹھ کر کھاؤں گا۔"

سرمد کھانے کے دوران دنیا کی چھوٹی بچی باتیں کر کے اماں کو ہنساتا رہا اور جب کھانے کے بعد وہ کافی پی کر اٹھا تو رات کے بارہ بج رہے تھے۔

"اچھا اماں...... آپ آرام کیجئے کل پھر میں آپ کے پاس آؤں گا۔ اپنے کک مین کو خوبانی کے میٹھے کی ترکیب بتا دیجئے گا...... وہی کھاؤں گا۔" سرمد ان کو بستر پر لٹا کر کمبل اڑھاتا ہوا کہہ رہا تھا اور اماں سرشاری سے رضامندی میں سر ہلا رہی تھیں۔

وہ جب گھر پہنچا تو سہانی کھانا کھا کر سونے کے لئے لیٹ چکی تھی...... بیڈروم میں نائٹ بلب جل رہا تھا اور وہ پیٹھ موڑے لیٹی تھی۔

سرمد جانتا تھا کہ وہ جاگ رہی ہے اس کے ناراض ہونے کا یہی انداز ہوا کرتا تھا۔ سرمد بیڈ کے دوسرے کنارے آ کر لیٹ گیا۔ اس کا اس وقت بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا تھا کہ سہانی سے کوئی بات کرے۔ وہ جو اس کی ہر بات مانتا آیا تھا اس سے اس کی اتنی سی بھی بات مانی نہیں گئی کہ وہ اس کی ماں کا خیال رکھتی۔ کہنے کے باوجود وہ انہیں تنہا چھوڑ کر چلی گئی اور اسے ایک مرتبہ بھی نہیں بتایا کہ اماں یہاں سے جا چکی ہیں۔ کبھی وہ اماں سے بات کروانے کو کہتا تو کیسے کیسے بہانے اس کے پاس تھے۔

"سوری سرمد...... اس وقت وہ نہا رہی ہیں۔ ایک منٹ ویٹ کرو۔ میں بات کراتی ہوں۔ ارے یار...... اس وقت تو وہ گہری نیند میں ہیں اور اگر میں نے ان کو سوتے میں جگا دیا تو پھر ان کو نیند نہیں آتی ہے۔" سہانی نے کس آسانی سے مجھے بے وقوف بنایا اور میں بنتا چلا گیا۔ اب وہ پیٹھ موڑے لیٹا تھا اور سہانی کی باتیں اس کے دماغ میں کسی فلم کی طرح چل رہی تھیں۔

"سرمد...... بے چاری اماں ایک جگہ پڑے پڑے بور ہو جاتی ہیں انہیں سین آپا کے ہاں بھی چھوڑ آیا کرو، وہاں جا کر انہیں کچھ چینج سا محسوس ہوگا۔"

"اماں کا دل ہمیشہ اپنے گھر میں لگتا ہے کہیں بھی چلی جائیں، رات کو کبھی کسی کے گھر نہیں رکی ہیں۔" اس نے سادگی سے اسے بتایا تھا۔

"پہلے کی اور بات ہے جب ان کی صحت اچھی تھی۔ اب وہ بیمار رہتی ہیں۔ ساٹھ سال ے اوپر اگر کوئی جئے تو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ بونس میں جی رہا ہے۔"

"وہ بتا رہی تھیں ان کے ایک بھائی انڈیا میں رہتے ہیں تم ان کو سال، چھ مہینے کے لئے انڈیا بھجوا دو نا تا کہ واپسی پر میرے لئے وہاں کی خوب اچھی اچھی جیولری لائیں...... اچھی اچھی ساڑھیاں لائیں اور طرح طرح کے بلاؤز...... ایمان سے یہاں کے ٹیلر تو بلاؤز بھی قمیصوں کی طرح سیتے ہیں۔"

"اونہہ اس کی یہی کوشش رہی اماں کو اس منظر سے کسی بھی بہانے سے ہٹا دیا جائے اور بالآخر وہ کامیاب بھی ہو گئی اور آج ان کی حالت ایسی ہے کہ وہ اکیلی اس گھر میں رہ بھی نہیں سکتیں۔ یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔" اب وہ اپنے آپ پر الزام دھر رہا تھا۔

سہانی کا یہ خیال تھا کہ سرمد ہمیشہ کی طرح آ کر اس کو منا لے گا مگر اسے تو بیڈروم میں آئے ہوئے دو گھنٹے ہو گئے تھے اور اس نے اس کو جگانے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی تھی۔ جھنجلا کر اس نے کروٹ لی۔ چوڑیاں بول اٹھیں۔ سرمد نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔

وہ جانتا تھا سہانی بھی جاگ رہی ہے اور سونے کی ایکٹنگ کر رہی ہے اور سہانی کو بھی یہ معلوم تھا کہ وہ جاگ رہا ہے اور بیڈ کی جانب منہ کئے خاموش لیٹا ہے۔ یقیناً اماں، بہنا نے میرے خلاف اتنا زہر بھرا ہے کہ وہ پندرہ دن دور رہنے کے باوجود مجھ سے بات تک نہیں کر رہے۔

اس نے سونے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے اپنا بازو سرمد کی کمر پر رکھ دیا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو اس کی ساری ناراضی لمحہ بھر میں ہوا ہو جاتی مگر آج وہ اپنی ماں کو جس حالت میں دیکھ کر آیا تھا۔ اس کے دل پر چرکے سے لگ رہے تھے۔ اس نے سہانی کا ہاتھ سختی سے ہٹا کر پیچھے کر دیا۔

"ہونہہ...... زہر شاید کافی بھرا ہے...... جب ہی صاحب کرنٹ مار رہے ہیں۔" اس نے دل میں سوچا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ مجھ سے اور میری اداؤں سے بچ کر کہاں جاؤ گے تم سرمد۔" اس نے سوچا اور مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی مگر جب صبح اس کی آنکھ کھلی تو سرمد کب کا اپنے آفس جا چکا تھا۔

"یہ آج سرمد اتنی جلدی کیوں چلے گئے آفس......" ناشتے کی ٹیبل پر چائے پیتے ہوئے اس نے کریمن سے پوچھا۔

"مجھتی کتھے گئے ئیں، نو بجے تو نکلے ہیں۔ پہلے اماں جی کولوں گئے تے فیر اپنے آفس۔"

"رات ہی تو گئے تھے اماں کے پاس...... کیا اب صبح و شام سلامی دینے جایا کریں گے۔" نا سے غصہ ہی تو آ گیا تھا۔

"مینوں کی پتا......" کریمن اپنے کندھے اچکا کر اپنے کام میں مگن ہو گئی۔

"جان عذاب کر کے رکھ دی ہے ان دونوں ماں بیٹی نے میری۔ پتا نہیں سرمد سے کیا کیا بکواس کی ہے کہ موصوف کا دماغ ہی خراب ہو رہا ہے۔"

ممی کا فون آیا تو ساری روداد اس نے ماں کو بتائی۔

"سہانی...... تم یوں کرو چار دن کے لئے میرے پاس آ جاؤ۔ دو چار دن میں خود ہی حضرت کے دماغ ٹھکانے آ جائیں گے۔ یوں بھی شادی شدہ مرد اپنی بیوی سے بہت زیادہ دنوں کے لئے علیحدہ نہیں رہ سکتا......" ممی دور کی کوڑی لائی تھیں۔

"کل ہی تو آئے ہیں آج ان کو بغیر بتائے چلی آئی تو خواہ مخواہ ناراض ہو جائیں گے۔" سہانی کو سرمد کا رات کا روٹھا روٹھا انداز بھولا نہیں تھا۔

"یہ تم کب سے اجازت اور درخواست دینے لگی ہو۔ یہ سب خرافات آج کی عورت کہاں برداشت کرتی ہے۔"

جب آنے کو جی چاہے آجایا کرو، تم کوئی زرخرید غلام تھوڑی ہو جو سرمد کی اجازت سے اپنے گھر آؤ گی اور ان کی اجازت سے جاؤ گی۔" ممی کو اس کی باتیں سن کر اچھا خاصا طیش آگیا تھا اور وہ یہ بات بھی بھول گئی تھیں کہ اپنی بہو کو بغیر اپنی اجازت کے اس کے میکے جانے نہیں دیتی تھیں۔ سکندر نے اسے یہ بات پہلے ہی دن میں بتلادی تھی کہ تمہیں جہاں کہیں بھی جانا ہو پہلے ممی سے اجازت لینی ضروری ہوگی کیونکہ وہ اس گھر کی بڑی ہیں اور ہمارے گھر میں بڑوں سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں ہوا کرتا ہے۔

"ممی...... میں صبح سے تین بار فون کر چکی ہوں مگر میرا نمبر دیکھ کر کاٹ رہے ہیں۔ اب کم از کم میں انہیں یہ تو بتا دوں کہ میں آپ کے پاس جارہی ہوں۔"

"ملازمہ کو بتادو کہ طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ اس لئے ممی کی طرف جارہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے، میں ابھی آتی ہوں۔"

"جب خالی گھر اسے کاٹنے گا تو دیکھنا کیسا بھاگتا ہوا تمہیں لینے آئے گا۔" ممی مسکرا کر کہہ رہی تھیں۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" سہانی نے قہقہہ لگا کر کہا اور جب تھوڑی دیر بعد وہ نک سے سک تک تیار ہو کر باہر جا رہی تھی تو کریمن سے کہہ رہی تھی۔

"سرمد گھر آئیں تو تم انہیں بتا دینا میری طبیعت خراب تھی اس لئے اپنے گھر چلی گئی۔"

"اللہ خیر کرے بھابی جی...... ہویا کی؟" کریمن تشویش بھرے لہجے میں بولی۔

"شٹ اپ...... اپنے کام سے کام رکھا کرو۔ جتنا کہا ہے ناں، وہی کہہ دینا...... اپنی طرف سے گرم مسالے لگانے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ دو دن میں چلتی کر دوں گی ہاں۔" سہانی کو اس کا لہجہ تمسخر بھرا سا لگا تو اس نے اس کی طبیعت صاف کرنی ضروری سمجھی۔ تب کریمن چپ چاپ اس کو جاتا ہوا دیکھتی رہی۔

"گھر کرن والیوں دے ایسی طرح دے نخرے نئیں ہوندے۔" وہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑا رہی تھی۔

☆☆☆

سعید کی بہن کا رشتہ طے ہوا تو ان کی والدہ نے ایک چھوٹی سی منگنی کی تقریب اپنے گھر میں رکھ لی جس میں محلے کی چند لڑکیوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ سعید کی بہن جب رابعہ کو بلانے کا نیوتا دینے آئی تو رابعہ کا یہ پکا خیال تھا کہ وہ ان کے ہاں نہیں جائے گی۔ یوں بھی اب اس کا دل کہیں آنے جانے کو چاہتا ہی نہیں تھا۔ نازیہ سے پوچھا تو اس نے کہا۔

"آپا تمہیں ضرور جانا چاہئے ورنہ سعید دل میں سوچے گا بڑے احسان فراموش قسم کے لوگ ہیں اپنا کام جب نکل گیا تو ان کی خوشی میں شریک ہونے بھی نہیں آئے۔"

"میرا جب دل ہی نہیں چاہ رہا ہو تو کیا کروں۔"

"آپا...... اب دل کے رستوں پر تو نہیں چلنا ناں تو پھر ان کی سن کر کیا کرو گی۔"

"ہاں، یہ تو ہے۔" وہ تاسف سے بولی۔

"کوئی گفٹ لے کر چلی جاؤ۔ خالی ہاتھ جاؤ گی تو برا لگے گا۔"

"کیا دوں......؟ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

"میرے پاس میک اپ باکس رکھا ہوا ہے۔ جسے میں نے چھوا بھی نہیں، تم وہ ہی دے دینا۔"

"تم اپنا بکس خود استعمال کرنا۔ مجھے بھی یاد آگیا۔ میک اپ کا کچھ سامان تو میرے پاس بھی رکھا ہوا ہے۔ بس اسے اچھی طرح پیک کرنا ہوگا۔ اجمل آئیں گے تو میں ان سے پیک کروادوں گی۔" شام کو اجمل آیا تو اس نے میک اپ کا سامان بڑی نفاست سے پیک کر ہی دیا مگر وہ رابعہ سے بولا۔

"کوئی سوٹ بھی دے دو سعید کی بہن کو۔"

"میرے پاس تو کوئی اچھا سوٹ نہیں ہے۔"

"آپا...... اماں نے ایک ساڑھی لے رکھی تھی جو میں اپنے جہیز میں اس وجہ سے لے کر نہیں گئی تھی کہ بری میں بھی اسی رنگ کی ساڑھی آگئی تھی وہ پیک کی پیک رکھی ہے وہی دے دو ناں۔"

"مگر وہ تو تمہاری ساڑھی ہے، تمہیں بعد میں کہیں لینے دینے میں کام آسکتی ہے۔" رابعہ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اب اس وقت دینے کا ہی تو مسئلہ ہے۔"

"اسے ہی دے دو۔" اجمل نے مسکرا کر کہا تو نازیہ نے وہ ساڑھی رابعہ کو لا کر دے دی۔

"ہاں اب اچھا لگے گا۔ ساڑھی کے ساتھ میک اپ کا سامان بھی آپ لے کر جائیں گی۔"

اگلی شب میمونہ کی منگنی کی تقریب انتہائی سادگی سے ادا کی گئی اس کی سسرال سے صرف سات خواتین آئی تھیں جنہوں نے ہار پھول پہنا کر منگنی کی رسم کی تھی۔ رابعہ پرپل کلر کے سلک کے سوٹ میں گئی تھی۔ نازیہ کے کہنے پر اس نے لائٹ سا میک اپ کر لیا تھا اور میچنگ جیولری پہن لی تھی۔ محلے کی لڑکیاں منگنی کے بعد ڈھولک لے کر بیٹھ گئی تھیں اور گانے گا رہی تھیں مگر رابعہ ان کے ساتھ بیٹھنے کے بجائے باورچی خانے میں آکر سعید کی بہنوں کا ہاتھ بٹا رہی تھی۔ ابھی وہ برآمدے کی جانب پشت کئے چھری سے شیرمال کے ٹکڑے کر رہی تھی، پیچھے سے سعید کی آواز سنائی دی۔

"نسرین یہ جلدی سے برف پکڑو اور اسے کولر میں ڈال دو۔" چھری رکھ کر وہ مڑی اور برف سعید سے پکڑ لی تو وہ اسے دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔ "آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟"

"شیرمال کاٹ رہی تھی۔"

"میرا مطلب ہے، لڑکیوں کے ساتھ بیٹھ کر ڈھولک وغیرہ بجایئے، گانے وانے گایئے۔"

"ڈھولک بجانی ہی نہیں آتی۔"

"ارے واہ، لڑکیاں تو سب بجاتی ہیں، ڈھولک بجانے میں رکھا ہی کیا ہے...... دونوں جانب دھڑ دھڑ کر کے ہاتھ ہی تو مارنے ہوتے ہیں۔"

"اچھا...... کسی دن بجا کر دیکھ لوں گی......" وہ مسکرا کر بولی۔

"کسی دن کیوں، آج ہی بلکہ...... ابھی جا کر بجا لیں۔"

"آپ چاہ رہے ہیں کہ میں یہاں سے چلی جاؤں۔"

"ہاں...... اور کیا آپ کے کپڑے باورچی خانے میں خراب ہو جائیں گے۔" وہ بوکھلا کر بولا۔

"نہیں ہوتے خراب......" وہ پھر اپنا کام کرنے لگی۔

"رابعہ...... ذرا سالن بھی تم ڈونگوں میں اتار دینا، قورمہ گھر میں بنایا ہے۔ پتا نہیں کیوں اوپر روغن محسوس ہی نہیں

ہو رہا ہے۔" سعید کی بہن اسما نے پریشان لہجے میں کہا۔

"قورمہ میں ابھی ٹھیک کر دیتی ہوں۔" پتیلی کا ڈھکن کھول کر اسے دیکھتے ہوئے رابعہ نے کہا۔

پھر ایک فرائی پین میں ڈیڑھ کپ آئل خوب گرم کر کے اس میں آٹھ دس ہری الائچیاں اور پانچ چھ لونگیں ڈال کر اور فوراً ہی یہ آئل کم گھی کو قورمے میں ڈال کر اس کا ڈھکن بند کر دیا۔

"کچے آئل کی خوشبو تو نہیں آئے گی ناں؟" اسما کو تردد ہو رہا تھا۔

"بالکل نہیں آئے گی...... یہ ہماری اماں کا آزمودہ ٹوٹکا ہے۔" رابعہ نے مسکرا کر کہا۔

رابعہ نے کھانا بھی اس وقت تک نہیں کھایا جب تک مہمانوں نے نہ کھالیا اور پھر ان کا باورچی خانہ سنگوایا...... اسما کے ساتھ برتن دھلوائے گھر پر نازیہ تھی اسی لئے وہ جلد ہی خدا حافظ کہہ کر گھر لوٹ آئی۔

"کیسا رہا منگنی کا فنکشن؟" نازیہ نے پوچھا۔ "مزہ آیا یا نہیں؟" کوئی اور وقت ہوتا تو رابعہ کھٹ سے یہی جواب دیتی۔

"غریبوں کے ہاں کی تقاریب فقیرانہ سی ہوتی ہیں اس میں مزہ آنے کی کیا بات ہو سکتی ہے؟"

مگر رابعہ فوراً ہی بول اٹھی تھی کہ "بہت اچھا لگ رہا تھا۔ لڑکے والے غریب ضرور ہیں مگر چاہنے والے ہیں۔ سعید کی بہن یقیناً ان کے ساتھ خوش رہے گی۔"

"کسی مہمان نے تم سے بات کی؟" نازیہ نے پوچھا۔

"ہاں دلہا کی اماں پوچھ رہی تھیں، تمہاری دلہن سے کیا رشتہ داری ہے؟"

"میں نے کہا پڑوسن ہونے کے ناتے بہن ہوں۔"

"اور کچھ نہیں پوچھا......؟" نازیہ نے کریدا۔

"تمہارے دماغ میں جو کچھ ہے ایسا کچھ نہیں پوچھا کہ تمہاری کہیں منگنی ہوئی ہے یا نہیں یا آج کل کیا کر رہی ہو؟ اور تم کتنے بہن بھائی ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔"

"حیرت ہے ورنہ ایسی تقریبات میں تو خواتین ایسی ہی باتیں کرتی ہیں۔"

"نازیہ میرے چہرے پر بدکرداری کی چھاپ اتنی گہری لگ چکی ہے کہ نہ تو کوئی مجھ سے ایسے سوالات کبھی پوچھے گا اور نہ ہی میں کبھی خود اس نہج پر سوچوں گی۔ مجھ جیسی لڑکیوں کو تو ہمہ وقت استغفار پڑھتے رہنا چاہئے اور اپنے والدین کی خدمت کرنا چاہئے تاکہ ان کی دُعاؤں کے طفیل ان کے گناہ معاف ہو سکیں۔"

نازیہ جتنا چاہتی تھی کہ رابعہ اپنے دکھ بھول جائے مگر کوئی نہ کوئی بات ایسی نکل ہی آتی تھی جو اس کے زخم ہرے کر دیتی۔

☆☆☆

سرمد یہ سوچ کر گھر میں داخل ہوا تھا کہ وہ اپنے ساتھ سہانی کو لے کر سین آپا کے گھر جائے گا اور سہانی اماں کو لے کر آئے گی اور وہ دونوں اپنا بیڈ روم اماں کے برابر والے کمرے کو بنالیں گے۔

"سہانی سے کہو فوراً نیچے آئے۔" وہ لاؤنج میں بیٹھتے ہوئے بولا۔

"بھابی جی تو صبح ہی اپنے میکے چلی گئیں۔"

"کیوں چلی گئیں؟"

"ان کی ممی نے بلایا تھا۔"

"پاگل تو نہیں ہو گئی ہے یہ سہانی......" مارے غصے کے وہ بڑبڑا رہا تھا۔

"بھابی جی کہہ رہی تھی کہ آپ کو بتا دوں ان کی طبیعت چنگی نہیں ہے حالانکہ چنگی بھلی سی بھابی سیدے سیدے گلاں کر دی سی اپنی ماں وے نال۔" کریمن پوری پوری رپورٹ دے رہی تھی۔

"سہانی تم واقعی اس قابل نہیں ہو کہ میرے ساتھ رہو۔"

وہ جو یہ سوچ رہا تھا کہ گرم گرم چائے پی کر ماں کے پاس جائے گا اور ان کی خوشامد کر کے ان کو اپنے پاس لے آئے گا، اس کا سارا پلان خود بخود ہی ختم ہو گیا، وہ وہیں کاؤچ پر ڈھے سا گیا۔

"پتا نہیں...... وہ کون سی بیویاں ہوتی ہیں جو اپنے شوہروں کو سمجھ لیا کرتی ہیں۔ یہ سہانی تو بڑی فضول سی لڑکی نکلی۔ اتنے عرصے میرے ساتھ رہنے کے باوجود اسے احساس ہی نہیں ہوا کہ آخر میں چاہتا کیا ہوں۔ ایسی خوبصورتی کس کام کی جس کی وجہ سے مجھے دکھ اور ہتک محسوس ہو۔ سہانی اب تم وہیں اپنی ممی کے پاس رہنا میں تو تمہیں لینے نہیں آؤں گا۔ ایک بار نہیں دسیوں بار تمہیں سمجھا کر دیکھ لیا مگر تم پر کوئی اثر ہی نہیں ہوا۔ پتا نہیں کس مٹی کی بنی ہوئی تم عورت ہو۔ جو اپنے شوہر کے مزاج کو ہی نہیں پہچان سکیں۔ ٹھیک ہے تمہیں اگر اپنی ممی کی بات زیادہ سمجھ میں آتی ہے تو اس وقت تک وہیں رہو جب تک کہ تمہارے مزاج درست نہ ہو جائیں۔"

سرمد کے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کرے تو کیا کرے۔ سہانی کا یوں بلا اجازت اپنی ماں کے گھر جانا اس پر بے حد کھلا تھا۔ اس کا غصہ جو شاید آج کم ہو کر ختم ہو جاتا اس کے یوں جانے سے وہ مزید بڑھ گیا تھا۔ یہ حقیقت تھی، بیٹیوں کے 75 فیصد گھر ان کی اپنی مائیں تباہ کروایا کرتی ہیں۔

☆☆☆

ایک...... دو...... تین اور پھر چار ہفتے گزر گئے...... سرمد نے نہ سہانی کو کوئی فون کیا اور نہ ہی اس سے ملنے آیا۔

"اب کے سرمد کچھ زیادہ دنوں کے لئے باہر گیا ہے؟" ایک شب کھانے کی میز پر پاپا نے سہانی سے پوچھا۔

"نہیں وہ تو کب کے آگئے ہیں۔"

"تو تم...... اپنے گھر کیوں نہیں گئی ہو؟"

"ممی نے کہا تھا وہ تمہاری خود خوشامد کرنے آئے گا۔"

"تو پھر اس نے تمہاری آکر خوشامد کی؟ ہاتھ پیر جوڑ کر تم سے معافی مانگی؟ تمہاری ماں کے پیر پکڑے......" پاپا انتہائی غصے میں اس سے پوچھ رہے تھے۔

"پاپا وہ یہ چاہتا ہے کہ میں اس کی ماں کی میڈ بن کر رہوں۔"

"تمہاری ممی بھی یہی چاہتی ہے کہ نادیہ ان کے اشارے پر ناچے اور وہ بچی جتنی سب کی خدمت کرتی ہے، جتنا سب کا خیال رکھتی ہے اتنا خیال اس کا ہرگز نہیں رکھا جاتا۔"

"پاپا میرا اور بھابی کا کیا مقابلہ۔"

"مقابلہ تو ہوگا جس میں نادیہ پاس ہے اور تم اس میں بری طرح فیل ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تم اپنی ممی کی باتیں

مانتی ہو، اپنے شوہر کی نہیں، جبکہ نادیہ سکندر کے کہے پر چلتی ہے اور اس کی ماں اس کے معاملات میں ذرا بھی دخل اندازی نہیں کرتی۔"

"اب نوکرانی بن کر تو نہیں رہے گی وہ سرمد کے ہاں۔" ممی تنک کر بولیں۔

"اپنے گھر والوں کا کام کرنے سے کوئی نوکر نہیں بن جاتا ہے۔"

"سہانی نے کبھی ایسے کام نہیں کیے ہیں اور نہ ہی وہ کر سکتی ہے۔" ممی غصے بھرے لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"تو ٹھیک ہے شاداب بیگم...... اپنی بیٹی کو تم گھر بٹھا لو۔ جب اس کا شوہر چار ہفتے سے اسے لینے نہیں آیا ہے تو وہ بعد میں بھی نہیں آئے گا۔"

"دیکھ لیجیے گا...... ساری اکڑ نکل جائے گی سرمد کی۔" ممی کا لہجہ تو تلخی بھرا تھا۔

"چار ہفتوں میں تو نہیں نکلی ناں...... تو پھر آپ کی خوش فہمی ختم کیوں نہیں ہو رہی۔"

"دراصل اس کی بہن بڑی بدذات ہے، یہ ساری آگ اسی کی لگائی ہوئی ہے۔"

"شاداب بیگم مت لوگوں پر بہتان دھرو، بے حد سلجھے ہوئے لوگ ہیں وہ۔"

"جب تک سرمد نے یہاں آکر ناک نہ رگڑی میں تو سہانی کو بھیجوں گی نہیں۔"

"اللہ خیر کرے، مجھے تو لگتا ہے کہ اب سہانی شاید ہمیشہ کے لئے آگئی ہے۔"

"آپ سے تو بات کرنا عذاب ہے جو منہ میں آتا ہے بکے چلے جاتے ہیں۔ وہ تو شکر ہے آج گھر میں سکندر اور نادیہ نہیں تھے۔ وہ ہوتے تو آپ کی باتوں سے آپ کی چہیتی بہو بے حد خوش ہوتی اور اپنی ماں کو فون پر ایک ایک کی دس دس کر کے سناتی۔"

شاداب بیگم کی بات پر عزیز صاحب نے کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا اور چپ چاپ اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔

"یہ ہے ہمارے گھر کا ماحول...... منہ سے کوئی بات نکالو تو اپنے گھر کے لوگ ہی کاٹنے کو دوڑتے ہیں۔"

"مجھے تو لگتا ہے کہ باہر نہیں کوئی لڑکی وڑکی پسند آگئی ہے۔ جس سے آئے ہیں دماغ ہی نہیں مل رہے۔"

ٹھہرو میں بات کرتی ہوں سرمد سے۔" ممی نے اپنے موبائل کے بٹن پش کرتے ہوئے کہا۔

"جی فرمایئے......" دوسری جانب سرمد ہی بول رہا تھا۔

"کل گھر آؤ۔ مجھے تم سے سہانی کے سلسلے میں بات کرنی ہے۔"

"میں تو ان دنوں مری میں ہوں، اپنی اماں اور آپا کے ساتھ۔"

"کیوں کیا آفس نہیں جا رہے ہو تم۔" انہیں ایسا لگا جیسے وہ جھوٹ بول رہا ہو۔

"آفس سے میں چھٹی پر ہوں۔"

"جب تم مری جا رہے تھے تو سہانی کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے۔" ممی کا لہجہ قدرے ڈھیلا پڑ گیا تھا۔

"یہ میں نے ضروری نہیں سمجھا۔" یہ کہہ کر سرمد نے فون آف کر دیا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ کچھ زیادہ ہی دماغ خراب ہو گیا ہے سرمد کا۔"

"ہاں ممی...... پتا نہیں اپنے آپ کو کیا سمجھنے لگے ہیں۔"

"دفع کرو...... اس منحوس کو۔ چین سے اپنے گھر رہو۔ دیکھنا میں خلع کے لئے لیٹر بھجواتی ہوں تو کیسے ہاتھ پیر

جوڑے بھاگتا ہوا گھر آئے گا۔"

"ٹھیک ممی...... میں کل سے ڈانس کی کلاس لینی شروع کرتی ہوں۔ میڈم کے فون پر فون آ رہے ہیں۔"

"او کے ڈیئر تم خوش رہو۔ پیسے خرچ کرنے کو دل چاہے تو جتنے دل چاہے، مجھ سے لے لینا مگر اپنا دل کبھی مت مارنا۔"

"تھینک یو ممی...... ایک آپ ہی تو ہیں جو مجھے سمجھتی ہیں ورنہ پاپا کو تو صرف تقریریں کرنے کا شوق ہے۔ سکندر بھائی کو تو نادیہ اور بیٹے کے سوا کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا ہے۔"

"میں ہوں، تو تمہیں پریشانی کس بات کی ہے۔" ممی اسے اپنے گلے سے لگاتے ہوئے بولیں۔ تو وہ ہلکی پھلکی سی ہو گئی۔ چند دن پہلے، اس کے ذہن پر جو ایک انجانا سا بوجھ محسوس ہو رہا تھا وہ ماں کی باتیں سن کر از خود تحلیل سا ہو گیا۔

☆☆☆

کتاب اس کے سینے پر رکھی تھی اور سعید واثق کی غزل کے اشعار اس کے کانوں سے ہوتے ہوئے اب اسے اپنے دل کی لے پر سنائی دے رہے تھے۔

پیار کے دیپ جلانے والے کچھ کچھ پاگل ہوتے ہیں
اپنی جان سے جانے والے کچھ کچھ پاگل ہوتے ہیں
ہجر کے گہرے زخم ملے تو مجھ کو یہ احساس ہوا
پاگل کو سمجھانے والے کچھ کچھ پاگل ہوتے ہیں
جان سے پیارے لوگوں سے بھی کچھ کچھ پردہ لازم ہے
ساری بات بتانے والے کچھ کچھ پاگل ہوتے ہیں
خوابوں میں پیا ملن کے سپنے دیکھتے رہتے ہیں
نیندوں میں مسکانے والے کچھ کچھ پاگل ہوتے ہیں
پیار جنہیں ہو جائے ان کو چین بھلا کب مل پاتا ہے
شب بھر اشک بہانے والے کچھ کچھ پاگل ہوتے ہیں
اپنی ذات کے اجڑے گلشن سے پیار کہاں وہ کرتے ہیں
اوروں کو مہکانے والے کچھ کچھ پاگل ہوتے ہیں
اس کے عشق میں بھیگ کے واثق ہم کو یہ احساس ہوا
دل کی بات میں آنے والے کچھ کچھ پاگل ہوتے ہیں

"اور آخر میں دل کی بات میں آ ہی گیا......" کتاب بند کر کے اس نے تکیے کے نیچے رکھ دی اور اپنا تجزیہ خود کرنے لگا تھا۔

بہن کی منگنی کی تقریب کے بعد اس کی ماں نے خصوصی طور پر رابعہ کو سراہا تھا۔

"کتنی اچھی لڑکی ہے، بجائے اس کے کہ مہمان بن کر بیٹھتی، تمہاری بہنوں کے ساتھ باورچی خانے میں لگ گئی۔"

"اچھی لڑکیاں ایسی ہوا کرتی ہیں۔" بڑی بہن بھی رابعہ کی تعریف کر رہی تھی۔

''اماں سعید بھائی کے لئے آپ خواہ مخواہ اِدھر اُدھر دیکھ رہی ہیں...... رابعہ اتنی اچھی تو ہے، آمنے سامنے سسرال اور میکا ہو جائے گا اس کا۔'' اسما نے ہنس کر کہا۔

''اماں غریب گھرانے کی لڑکی ہے۔ جہیز وغیرہ کچھ نہیں ملے گا آپ کو تو افسوس ہوگا۔'' سعید نے کہا۔

''ارے پاگل ہوا ہے کیا۔ اچھے جہیز کے ساتھ کیا بری لڑکیاں چل پائی ہیں، ہاں ایسا ہمیشہ ہوا ہے کہ اگر اچھی بہو بے شک کچھ بھی نہ لائے وہ اپنی عادتوں کی وجہ سے سب کے دل میں گھر کر لیتی ہے۔''

''مجھے تو کوئی خاص نہیں لگتی۔'' سعید جان بوجھ کر ایسے جملے بول رہا تھا کہ جو جس نے کہنا ہے وہ اپنے دل میں نہ رکھے۔

''ہم سب کو تو بہت اچھی لگی ہے۔ ایسی گھریلو لڑکیاں گھر کو گھر سمجھنے والی لڑکیاں ملتی کہاں ہیں؟''

''مگر مجھے بالکل بھی اچھی نہیں لگتی ہے۔'' سعید نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''مجھے تو لگتا ہے کہ تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔'' اماں نے غصے سے کہا۔

''مگر اس کی منگنی پہلے اجمل سے ہوئی تھی پھر منگنی ٹوٹ گئی اور اس کی چھوٹی بہن اجمل سے بیاہی گئی۔ یہ ساری کہانیاں بھی تو آپ کو پتا ہی ہیں۔ بعد میں یہ سارے حوالے لڑائی جھگڑوں میں پٹرول کا کام کرتے ہیں۔'' سعید اپنے گھر والوں کو مزید اُکسا رہا تھا۔

''سعید بیٹا آج کل منگنی تو کیا شادیاں ختم ہو جاتی ہیں اور میں تو سمجھتی ہوں کہ اس کا رشتہ ٹوٹا ہی اس وجہ سے ہوگا کہ اس کی شادی تجھ سے ہونی ہے۔''

''اللہ کی مصلحت میں کیا راز ہوتا ہے۔ یہ ہم جیسے انسان کبھی سمجھ ہی نہیں سکتے۔'' اور اماں کی بات میں جو نکتہ تھا اس نے اس کے دل و دماغ کی تمام تر کثافت لمحے بھر میں ختم کر دی تھی۔ اب اسے ہر سو رابعہ کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ منہ پر بالوں کی لٹ لئے جھکے ہوئے انداز میں شیرمال کاٹتی ہوئی رابعہ۔

قورمے میں بگھار لگاتی ہوئی رابعہ......

بہنوں کے ساتھ اپنایت سے باتیں کرتی رابعہ......

اور اسے دُعا دیتی ہوئی رابعہ......

''اللہ کرے آپ کو میری بھی عمر لگ جائے۔''

''رابعہ تم نے تو واقعی مجھے پاگل کر دیا۔ تمہارے سوا مجھے کچھ نظر ہی نہیں آ رہا تو کیا کروں۔'' اگلے دن جب اس نے اپنے دل کی بات جھجکتے ہوئے اجمل کو بتائی تو اس نے بے اختیار اسے سینے سے لگا لیا۔ ''رابعہ میری بہن ہے یہ بات تم ہمیشہ یاد رکھنا۔''

''تم میرے سالے ہو، میں یہ بھی ہمیشہ یاد رکھوں گا۔'' سعید نے مسکرا کر کہا۔

اور جب اگلے دن سعید کی والدہ اور بہنیں رابعہ کے لئے اپنے بیٹے کا رشتہ لائیں تو نازیہ کا چہرہ خوشی سے گلنار ہو گیا مگر رابعہ کا چہرہ سرسوں کی طرح پیلا ہو گیا اور وہ ایک بار پھر سب مہمانوں کے سامنے آ کر بولی۔

''پلیز خالہ جان...... آپ اپنے بیٹے کے لئے کوئی بہت اچھی سی لڑکی دیکھیے۔ میں تو شادی ہی نہیں کروں گی۔''

''اے ہے...... کیوں بھئی......؟'' سعید کی اماں کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا!

☆☆☆

زندگی کے چہرے کا
نقش جب بگڑ جائے
دوستوں کی آنکھوں میں
دشمنی ابھر آئے
کانچ کی سنہری بات
زیرِ لب بکھر جائے
لفظ بے یقینی کے
جنگلوں میں گھر جائے
سخت بے ثباتی ہو
بات بات ذاتی ہو
اس طرح کے موسم میں
آئینہ ضروری ہے

یہ نظم اس نے کب پڑھی تھی۔ کہاں پڑھی تھی، اسے مطلق یاد نہ تھا...... مگر ذہن کے کسی کونے میں دبکی ہوئی ضرور تھی جو آج اچانک ہی ذہن سے اتر کر اس کے لبوں تک بھی آ گئی۔

''یہ تو لگتا ہے کہ میرے بارے میں ہی ہے۔'' شہلا نے سوچا۔

لاہور آ کر اس کے ننھیال کے لوگ اس کے بارے میں جس طرح اپنی آراء دے رہے تھے، اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سلمٰی کی سگی اولاد نہ ہو۔ اس کی حقیقی نانی کا اس کے ساتھ جس طرح کا رویہ تھا، وہ خود ہی محسوس کر سکتی تھی کہ اس میں اہانت کتنی موجود ہوتی ہے۔

برداشت کی سلیں تو وہ ہوش سنبھالنے کے بعد اٹھاتی رہی تھی مگر یہاں اپنی ماں کے پاس آ کر اس کا تجربہ کوئی زیادہ خوشگوار نہ تھا۔

''اب تم رضی کے پاس کسی صورت واپس نہیں جاؤ گی۔'' ایک شب اس کے پاس آ کر سلمٰی نے اس کے بال سنوارتے ہوئے کہا۔

''کیوں امی......؟'' بے ساختہ اس کے لبوں سے نکلا۔

''بہت رہ لیں تم اس کے پاس، کیا ابھی تک دل نہیں بھرا وہاں رہنے سے۔''

وہ چپ رہی، وہ کچھ بھی کہہ کر ماں کا دل توڑنا نہیں چاہتی تھی۔

''یہاں میں تمہاری شادی کسی اچھے سے لڑکے سے کروں گی جس کے ساتھ رہ کر تمہاری زندگی خوشیوں کے سنگ بسر ہو نہ کہ کانٹوں کے سنگ تم رہو۔''

''امی کیا خوشیاں مشروط ہوا کرتی ہیں؟'' اس نے مسکرا کر ماں سے پوچھا۔

''کیا مطلب......؟'' سلمٰی نے الجھتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''یہی کہ ہم زندگی کی ڈگر اس طرح شروع کریں گے تو خوشیاں ملیں......زندگی کی کسی دوسری شاہراہ پر چلیں گے تو غم، دکھ اور پریشانیاں ہمیں گود لینے کے لئے کھڑی ہوں گی۔'' اس کی بات میں چھپے مطلب کو سمجھ کر سلمٰی کے لبوں پر مسکراہٹ سی پھیل گئی۔

''بیٹی تو تم رضی کی ہو ناں...... کیوں اور کیسے کے سوال تو ضرور کرو گی......میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اچھے برے کی تمیز تو ہر انسان کو ہوتی ہے......کانٹا کوئی بھی ہاتھ میں لے لے اس کو تکلیف ضرور ہو گی تو پھر کیا ضروری ہے کہ زندگی میں کانٹوں بھری شاہراہ کا انتخاب کیا جائے۔''

''امی! آپ نے کیوں کیا تھا ایسا انتخاب؟'' شہلا نے بالآخر وہ سوال کر ہی لیا جو اس کے سینے میں کسی لاوے کی طرح پک رہا تھا۔

''میں مانتی ہوں کہ میں نے غلطی کی تھی مگر اس کی میں نے سزا بھی تو پائی۔'' اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے وہ افسردگی سے کہہ رہی تھیں۔

''امی ایک بات کہوں، آپ برا تو نہیں مانیں گی؟'' شہلا نے نظریں جھکائے پوچھا۔

''ہاں......کہو......!''

''پاپا سے علیحدہ ہو کر آپ نے تو کوئی سزا نہیں پائی بلکہ اصل سزا تو مجھے ملی......سوتیلی ماں نے جیسے چاہا مجھے پالا۔''

''تمہارا باپ تو بڑا اصولوں والا بنا کرتا تھا، اس نے کیوں تمہارا خیال نہ رکھا!''

''جب ماں اپنی سگی اولاد کا خیال نہیں کر سکتی تو باپ کو دوش دینا کہاں کی عقلمندی ہے!''

''مگر باتیں بنانے میں تو وہ ماہر تھا۔''

''آپ بالکل ٹھیک سوچتی ہیں ان کے بارے میں، وہ بھی سارا قصور آپ کے کھاتے میں ڈالتے ہیں مگر میں اپنا قصور کس سے پوچھوں؟ آپ مجھے مار کر پھینک بھی تو سکتی تھیں...... پاپا نے کون سا آپ کی رپٹ کروائی تھی۔ نوزائیدہ بچے مر بھی تو جاتے ہیں۔''

''شہلا بیٹی تم کیوں منفی انداز میں سوچتی ہو، دیر آید درست آید......میں تمہاری ساری تشنگی مٹا دوں گی۔''

''کیسے مٹا دیں گی آپ؟'' اس نے سوچا۔

''ماما آپ کا فون......'' راہداری سے کسی نے انہیں پکارا تو وہ باہر کی جانب لپکیں۔

''امی...... کیا آپ اس چھ سال کی بچی کے آنسو پونچھ سکتی ہیں جس کا سخت سردی میں پیشاب خطا ہو جانے کے باعث سزا میں ماں نے سردی میں ننگا کھڑا کر دیا ہو کہ میرے پاس اور کپڑے نہیں ہیں جو اس اونٹنی کو بار بار گیلے کرنے پر دوں۔''

''شہلا...... بارہ بیگھے میں تیرا پیٹ پھیلا ہوا ہے جو بھرتا ہی نہیں ہے، کیا اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کا بھی ناشتا ہڑپ کر جائے گی۔''

بچپن کی دہلیز پر جب اس کا معصوم سا ذہن تھا مگر یہ جملہ اس کے ذہن کی چوکھٹ میں آج تک پوری طرح فٹ تھا۔ ''پتا نہیں...... کس کی کرنی ہمیں بھرنی پڑ رہی ہے۔''

جوں جوں وہ سوچ رہی تھی۔ اس کے آنسو بھل بھل اس کے گالوں پر بہہ رہے تھے۔

''آج میں اتنی حساس سی کیوں ہو رہی ہوں۔ ان گزری ہوئی باتوں پر رونے سے فائدہ، جب کوئی دیکھنے والا نہیں تھا تو ان کی مرضی جیسا بھی میرے ساتھ سلوک روا رکھتیں۔'' سلمٰی بیگم جب اپنے فون سے نمٹ کر آئیں تو چہرہ سرشار سا تھا۔

''جیم خانہ سے فون آیا تھا، تمہارے یہاں آنے پر میں ہر جگہ جانا بھولی ہوئی ہوں۔ ایسے اچھے اچھے پروگرام نکل گئے، مجھے یاد ہی نہیں رہا۔'' شہلا چپ چاپ بیٹھی انہیں دیکھتی رہی اور کچھ نہیں بولی۔

''ہاں تو میں کہہ رہی تھی، کل میری ایک دوست اپنے لڑکے کے ساتھ آئیں گی، تم ان سے مل کر بہت خوش ہو گی۔ پارٹی میں انہوں نے تمہیں دیکھا تھا، بے حد امپریس ہوئی تھیں وہ تم سے۔'' شہلا نے کچھ جواب نہیں دیا۔ ''بور تو نہیں ہو رہی ناں تم یہاں؟''

''نہیں امی۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

''شہلا......میری یہی خواہش ہے کہ تم بے حد خوش رہو۔ تمہاری خوشی میری خوشی ہو گی۔'' سلمٰی نے اس کو گلے سے لگاتے ہوئے کہا اور شہلا کا دل پھر ہچر مچر کرنے لگا۔ سلمٰی شاید اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں اور شہلا اپنی یادوں کا البم کھولے بیٹھی تھی۔ جہاں پل پل اسے ایسی ماں کی ضرورت محسوس ہوئی تھی جو اس کی دوست بن کر اس کی رہنمائی کر سکے جو اس کی بہن بن کر اس کی باتوں کو سن سکے۔ وہ لڑکیاں کتنی تنہا تنہا سی ہوتی ہیں جن کے دل کی بات کوئی سننے والا نہیں ہوتا۔

ایسا رہبر جو جگنو بن کر آگے راستہ دکھائے، اچھی اور بری بات کی تمیز دے، وہ صرف ذی شعور ماں کی ذات ہوتی ہے جو اپنے تجربے سے اپنے بچوں کو آزمائش کی گھڑی میں بھی چوکنا رکھتی ہے، اندھیرے میں بھی لاٹھی بن کر ساتھ رہتی ہے اور ایک وہ تھی جس نے زندگی کا ہر تجربہ ٹھوکر کھا کر حاصل کیا تھا اور وہ سب کچھ جان کر بھی سمجھ نہ پائی تھی۔

☆☆☆

کیا وقت بھی کبھی الٹی چال چل سکتا ہے؟ سہانی حیران تھی کہ یہ سرمد جو اس کے پیچھے پیچھے چلنا جانتا تھا یہ ایکا ایکی اسے ہو کیا گیا ہے؟ ماں کے کہنے پر وہ شاداب ہاؤس آ گئی تھی مگر سرمد نے اسے ایک بار بھی فون نہیں کیا تھا۔ وہ فون کرتی تو وہ اس کا نمبر دیکھ کر فون کاٹ رہا تھا۔ ایک دن اس نے آفس میں فون کر کے کہا۔

''سرمد آپ مجھے کب لینے آئیں گے؟ اتنے دن سے میں آپ کا انتظار کر رہی ہوں۔''

''شاید کبھی نہیں۔'' وہ سپاٹ سے لہجے میں بولا۔

''کیوں ایسی باتیں کر رہے ہیں آپ......؟ جبکہ آپ جانتے بھی ہیں کہ میں آپ کے بنا نہیں رہ سکتی۔ کیا آپ میری محبت کو آزما رہے ہیں؟''

''میں ایسی بیوی کے ساتھ رہنا پسند نہیں کروں گا جسے میری بات کا پاس نہ ہو۔ میں ایسی بیوی کو برداشت نہیں کر سکتا جسے میری عزت کا خیال نہ ہو۔''

''اللہ...... ایسا میں نے کیا کر دیا؟'' وہ ناز بھری ہنسی ہنسی۔ ''ایمان سے جب سے آپ دبئی سے آئے ہیں جی بھر کر آپ سے باتیں تک نہیں ہوئیں۔''

''سہانی! تم نے وہ کیا ہے جس کو میں برداشت نہیں کر پا رہا ہوں۔ تم جیسی بے حس بیوی اللہ کسی دشمن کو بھی نہ دے۔''

''مجھے لگتا ہے یہ سب آگ سبین آپا نے لگائی ہے۔ میں ان کی پسند کی نہیں ہوں ناں...... اس لئے وہ آپ کا دل میرے لئے برا تو کریں گی۔ ہاں، میں سب سمجھ رہی ہوں ان کی چالیں۔''

''شٹ اپ۔'' اس نے غصے اور جھنجلاہٹ میں ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا اور سہانی سوچنے لگی کہ بات شاید زیادہ خراب ہو گئی ہے ورنہ سرمد تو اس مزاج کا ہرگز نہیں تھا۔

☆☆☆

''ارے پاگل تو نہیں ہو گئی ہو تم ذرا سی بات کو من بھر کی سمجھ رہی ہو اور منہ نکال کر بیٹھ گئی۔ ہونہہ...... یہ سارے شوہر ٹیڑھے دماغ کے ہی ہوتے ہیں۔'' شاداب بیگم نے بیٹی کی کتھا سننے کے بعد کہا۔ ''تمہیں کیا معلوم...... تمہارے جھکی پاپا کو میں نے کیسے کیسے برداشت کیا ہے۔ پہلے تو بہت تنگ کرتے تھے۔''

''مگر ممی...... یہ سرمد کا رویہ تو کبھی ایسا بورنگ میرے ساتھ نہیں رہا۔'' سہانی کا لہجہ پریشان سا تھا۔ ''وہ ہمیشہ مجھے منانے میں پہل کیا کرتا تھا اور اب تو ایسی شکل بنالی ہے جیسے مجھے جانتا ہی نہیں ہے۔''

''میری جان...... محبوب اور شوہر میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ تمہیں یاد ہے، شادی سے پہلے اس نے تمہاری سالگرہ کیسی منائی تھی...... ایک سوزوکی تحائف سے لدی گھر آئی تھی جب تم اپنی سالگرہ ہوٹل میں منا کر گھر آئیں تھیں...... اور اس دن دس دس منٹ بعد تمہیں فون کر رہا تھا اور شادی کے بعد تمہاری سالگرہ میں اس نے صرف گولڈ کا ایک سیٹ ہی تو دیا تھا اور وہ خاصا ہلکا تھا۔ مجھے تو بہت برا لگا تھا۔ نئی نویلی دلہن جیسی بیوی کو تو ہمہ وقت تحائف ملنے چاہئیں اور پھر پیسا ہوتا کس کے لئے ہے۔ بیوی پر خرچ نہیں کرے گا تو کس پر کرے گا؟''

''مگر اب تو وہ سرمد مجھ سے خاصا ناراض لگ رہا ہے۔''

''تو ٹھیک ہے تم جا کر بڑھیا کی خدمت کرو...... دوا پلاؤ، کھانا کھلاؤ، بیڈ پین دو......'' شاداب بیگم تمسخر بھرے لہجے میں بولیں۔ ''مجھے تو سرمد کے عزائم کچھ اسی طرح کے نظر آرہے ہیں۔''

''مما...... آپ تو ہر بات میں تقریر شروع کر دیتی ہیں، یہ نہیں بتائیں گی کہ میں اس کو کیسے رام کروں؟''

''چھ مہینے گھر بیٹھ جاؤ، بڑی بی اور سرمد دونوں کا دماغ خود ہی ٹھکانے پر آجائے گا۔''

''اگر نہیں آیا تو؟'' وہ خوفزدہ سے لہجے میں بولی۔

''کیا کر سکتا ہے وہ؟ تم جیسی بیوی اسے مل سکتی ہے، ہرگز نہیں۔''

''ممی! مجھے ڈر لگ رہا ہے، ایسا غصہ تو سرمد کو کبھی نہیں آیا تھا۔ پتا نہیں کیوں وہ بدلا بدلا سا لگ رہا ہے۔ اس کی آنکھوں کی سرخی دیکھ کر مجھے ڈر سا لگنے لگا ہے۔''

''اب وہ یہاں آکر تمہیں گولی تو مارنے سے رہا اور نہ ہی وہ تمہیں یہاں سے زبردستی اٹھا کر لے جا سکتا ہے۔''

''تو پھر کیا کرے گا وہ؟'' سہانی کسی معصوم بچی کی طرح ماں سے پوچھ رہی تھی۔

''ہر مرد کا آخری ہتھیار طلاق ہوتا ہے مگر شریف شوہر طلاق نہیں دیتے اور سرمد بھی انہی لوگوں میں سے ایک ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ چند ماہ بعد وہ آکر تمہیں لے جائے گا۔ بدمعاش ہونا بھی بڑے دل گردے کا کام ہے ہر کوئی شوہر اس نہج تک نہیں جایا کرتا۔''

''سرمد آجائے گا ناں؟ وہ مجھے لے جائے گا ناں؟ پلیز مما بتائیے ناں۔ وہ کب آئے گا؟ وہ کب آئے گا؟''

''ڈونٹ وری...... آئے گا اور اگر وہ نہ بھی آئے تو تمہیں کوئی فرق نہیں پڑنا چاہئے۔''

''اللہ نہ کرے، آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں؟'' سہانی پریشان ہو کر بولی۔

''تم کسی بھک منگے گھرانے سے تو تعلق رکھتی نہیں ہو، جو دل چاہے کھاؤ، جو دل چاہے پیو اور جتنا دل چاہے خرچ کرو۔ تم شاداب بیگم کی بیٹی ہو، کسی ہما شما کی نہیں تو تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ تمہیں تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ صاحب حیثیت خاندان سے تعلق رکھتی ہو۔''

ایک آدھ ہفتہ تو انہیں کچھ خیال نہیں ہوا مگر جب پندرہ بیس دن سے زیادہ وقت گزر گیا تو عزیز صاحب کو پریشانی سی ہوئی اور انہوں نے شاداب بیگم سے پوچھا۔

''کیا بات ہے، یہ سہانی اتنے دنوں سے آئی ہوئی ہے اور سرمد بالکل بھی چکر نہیں لگا رہا۔ کیا اپنے آفس سے کہیں باہر گیا ہوا ہے؟''

''کیا بیٹیوں کو ماں باپ کے گھر آکر نہیں رہنا چاہئے؟'' شاداب بیگم غصے سے بولیں۔ یوں بھی وہ سیدھی بات کا الٹا جواب دینے کی عادی تھیں۔

''ضرور آنا چاہئے مگر شادی کے بعد شوہر کے ساتھ آتے ہوئے اچھی لگتی ہیں، بہت دن ہو گئے...... سرمد گھر کیوں نہیں آیا؟''

''آج کل ان دونوں کی ناراضی چل رہی ہے اس لئے سہانی یہاں آئی ہوئی ہے۔ اب رہا سرمد تو ظاہر ہے کہ وہ یہاں کس منہ سے آئے گا۔''

''عجیب عورت ہو، بجائے اس کے کہ اس سچویشن میں بیٹی کو اس کے گھر بھجواتیں، تم نے الٹا اس کو گھر بٹھا لیا تاکہ اس کا گھر نہ بھی خراب ہو تو ہو جائے۔''

''عزیز صاحب! جن کے گھر خراب ہونے ہوتے ہیں وہ ہر صورت خراب ہوتے ہیں۔ جن مردوں کی آنکھوں پر ماں اور بہن کی پٹی بندھی ہوئی ہو انہیں اپنی بیوی نظر نہیں آسکتی۔ ایسا ہی کچھ سرمد کے گھر بھی ہو رہا ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ تم جیسی مائیں جتنے گھر تباہ کرواتی ہوں گی ان کی تعداد گنی نہیں جا سکتی۔'' عزیز صاحب کو بیوی کی بات سن کر طیش ہی تو آگیا تھا۔ ''شاداب بیگم مجھے پورا یقین ہے کہ تم سہانی کو مس گائیڈ کر رہی ہو۔ نہ جانے تم کس قماش کی عورت ہو نہ اپنی بیٹی کے فائدے اور نقصان تک کا کوئی خیال نہیں۔''

''فائدے نقصان کی کیا بات کر رہے ہیں آپ؟ سرمد تو میری بیٹی کو پاگل بنانا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ وہ اس کے اشاروں پر چلے۔ میری بیٹی نوکر نہیں ہے جو اس کی بیمار ماں کی خدمت کرے گی۔ اس کی اپنی زندگی ہے...... وہ اپنے

حساب سے گزارے گی یا خدمتیں کر کے تھکے گی۔"

"اگر ایسی بات ہے تو تم اپنی خدمتیں اپنی بہو سے کیوں کرواتی ہو؟"

"میں نے تو کبھی نہیں کروائیں، اب اگر وہ خود آ کر میرے سر میں تیل لگاتی ہے یا زبردستی میرے پیر دبانے لگتی ہے تو اس میں میرا کیا قصور؟ میں نے تو کبھی نادیہ کو کوئی آرڈر نہیں دیا...... کہ یہ کرو، یہ نہ کرو۔"

"تمہارا قصور یہ ہے شاداب بیگم کہ تم نے اپنی بیٹی کی تربیت ایسی ہرگز نہیں کی جیسے نادیہ کی ہوئی ہے۔ تمہیں تو کہنا ہی نہیں پڑتا اور نادیہ دس تمہارے کام بھگتاتی ہے تو پندرہ میرے اور ادھر بیچارہ سرمد اپنی بیوی سے کہہ رہا ہے کہ اس کی بیمار ماں کا خیال رکھو۔ تو یہ بھاگ کر یہاں چلی آئی ہے۔ سہانی کو اپنے شوہر کی بات کا احساس تک نہیں ہے۔ بجائے اس کے کہ تم اس کو سمجھا بجھا کر اس کو واپس اس کے گھر بھجواتیں، تم نے اس کو ایسی غلط پٹی پڑھائی کہ وہ اپنے گھر جانے کے بجائے یہاں بیٹھی ہوئی ہے۔ دیکھو تم میری بات مانو اور سہانی کو سمجھاؤ کہ شادی کے بعد لڑکی کا گھر شوہر کا گھر ہی ہوتا ہے۔"

"سرمد کو اس نے بلایا تھا، وہ اس کو لینے نہیں آ رہا تو کیا میں اپنی بچی کو دھکے دے کر اپنے گھر سے بھی نکال دوں۔" شاداب بیگم نے غصے سے کہا تو عزیز احمد کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

سہانی نے سرمد کو بلایا تھا اور وہ اسے لینے نہیں آیا۔ یقیناً وہ سہانی سے بے حد ناراض ہے کہ اسے اس کی پروا تک نہیں رہی ہے۔ بات اتنی معمولی نہیں تھی جتنی وہ سمجھ رہے تھے۔ جتنا وہ سوچ رہے تھے، ان کا دل اتنا ہی گھبرا رہا تھا۔ اگلے دن انہوں نے سرمد کو فون کیا تو آفس میں یہی بتایا گیا کہ وہ چھٹی پر ہیں اور جب گھر فون کیا تو ملازمہ سے یہ کہلوا دیا گیا کہ سرمد صاحب باہر ہیں۔ موبائل وہ اٹھا نہیں رہا تھا، گھر کے اور آفس کے فون پر وہ بات نہیں کر رہا تھا۔

وہ جانتے تھے سرمد غیر مہذب شخص نہیں ہے۔ رنگ بیک ضرور کرے گا مگر سرمد نے انہیں کوئی فون نہیں کیا تھا۔

ایک شام وہ خاصے پریشان سے بیٹھے تھے۔ سکندر نے باپ کو یوں افسردہ سا دیکھا تو پوچھا۔

"پاپا کیا بات ہے؟ کوئی پریشانی ہے کیا؟ آپ کا تو چہرہ اترا ہوا ہے۔"

"سہانی کی سرمد سے لڑائی ہوگئی ہے اور سرمد اسے لینے بھی نہیں آ رہا ہے۔ کیا یہ پریشانی کی بات نہیں ہے؟"

"میں نے کتنا منع کیا تھا سہانی کو، اس شخص سے شادی نہ کرے مگر وہ کہاں مانی تھی اور یہ سب تو ہونا ہی تھا۔" سکندر نے غصے سے کہا۔

"مت بھولو کہ یہ شادی تمہاری بہن کی پسند کی تھی...... سرمد کی فیملی کو بھی سہانی پسند نہیں تھی......"

"مڈل کلاس کے لڑکے جب اپر فیملی میں شادی کر لیتے ہیں تو اس طرح کی چھچھوری حرکتیں ضرور دکھاتے ہیں۔ بیوی سے لڑنا ہے تو اپنے گھر میں بیٹھ کر لڑ لو۔ اس کو اس کے میکے بٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟" سکندر نے طیش بھرے لہجے میں کہا۔

"سہانی کو گھر سرمد نے نہیں بٹھایا، وہ خود آئی ہے بلکہ تمہاری ممی نے یہ راہ سجھائی ہے۔"

"بات کچھ بھی ہو، ایسے حالات تو سرمد نے ہی پیدا کئے ہیں ناں۔"

"ٹیلیفون پر وہ بات نہیں کر رہا، تم آفس جا کر اس سے ملو اور کہو کہ اسے جو سہانی سے شکایتیں ہیں یہاں آ کر بتائے۔ ہم اس کو سمجھائیں گے اور وہ آئندہ ایسی غلطی ہرگز نہیں کرے گی۔"

"پاپا کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں سرمد سے جا کر معافی مانگوں؟"

"معافی مانگنے کو کون کہہ رہا ہے۔ تمہاری بہن گھر بیٹھی ہوئی ہے تمہیں جا کر بات تو کرنی چاہئے، میرا تو مارے فکر پریشانی کے برا حال ہے۔ حیرت ہے تم لوگوں پر، اتنی بڑی بات ہوگئی ہے اور سب مطمئن سے ہیں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے بات کرنے کی، خود ہی دماغ ٹھیک ہو جائیں گے۔" شاداب بیگم کمرے میں آئیں تو سکندر کی بات سن کر انہوں نے کہا۔

"ممی وہ خاصا چینٹ آدمی ہے، ٹھیک ہونے والا تو نہیں ہے، میں نے تو آپ کو پہلے ہی یہ مشورہ دیا تھا کہ سرمد ٹائپ مرد خاصے چالاک ہوتے ہیں اور ہمیشہ اپنی بات منوانے کے عادی ہوتے ہیں۔ اس وقت تو آپ کو کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔" سکندر نے جلے بھنے لہجے میں کہا۔

"تم جاؤ تو سہی، معلوم تو ہو کہ وہ چاہتا کیا ہے؟" عزیز احمد کو سب کی باتیں سن کر غصہ آ رہا تھا۔

اگلے دن سکندر سرمد کے آفس گیا تو اس کی سیکرٹری نے سرمد سے بات کرنے کے بعد اسے یہی بتایا کہ صاحب میٹنگ میں ہیں اور جب وہ فارغ ہوں گے تو تب مل سکیں گے۔

سکندر ایک گھنٹے بیٹھا رہا اور اس کی میٹنگ ہی ختم ہونے میں نہیں آئی۔

غصے میں کھولتا ہوا جب وہ گھر آیا تو معلوم ہوا کہ سرمد نے فون پر سہانی کو بے نقط سنائی ہیں اور اسے یہاں تک کہہ دیا کہ اس جیسی عورتیں گھر کرنے والی نہیں ہیں۔

"یہ اس کی ماں کے سبق ہیں جو وہ دہرا رہا ہے۔ یہ اس کی بہن کی باتیں ہیں جن پر وہ عمل کر رہا ہے۔" شاداب بیگم کلستے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"سہانی بیٹی...... اس تمام پریشانی کا یہ علاج میری سمجھ میں آیا ہے کہ تم خود اپنے گھر چلی جاؤ اور جس طرح تمہارا شوہر چاہتا ہے وہی کرو۔" عزیز صاحب نے اپنی بیٹی کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"پاپا! ان کے گھر کا ماحول بے حد گھٹا گھٹا سا ہے۔ میں ان کی ماں سے ہر وقت تو باتیں نہیں کر سکتی۔ یوں بھی وہ وہمی اور شکی سی بڑھیا ہیں، جن کی باتیں سن کر مجھے وحشت سی ہوتی ہے۔"

"اگر تمہارے شوہر نے غصے میں آ کر تمہیں طلاق دے دی تو تم کیا کرو گی؟" عزیز صاحب نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"ہونہہ...... اس کی ہمت کہ وہ سہانی کو طلاق دے۔ اس سے پہلے ہی ہم اس پر خلع کا دعویٰ نہ دائر کر دیں گے۔" سکندر نے تو تلخی بھرے لہجے میں کہا۔

"سہانی...... کیا یہ سب تمہیں اچھا لگے گا؟" اب عزیز صاحب سہانی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھ رہے تھے۔

"پاپا... سرمد کا تو لگتا ہے دل و دماغ سب ہی الٹ گیا ہے۔ آج اس نے مجھے اتنی گالیاں سنائی ہیں کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتی اگر اس کی ماں بیمار ہیں یا مرنے والی ہیں تو اس میں میرا کیا قصور۔ پاپا ایسے برے شخص کے ساتھ تو اب میں کسی صورت نہیں رہنا چاہوں گی۔ ایسی شادی پر میں لعنت بھیجتی ہوں جو مجھے آٹھ آٹھ آنسو رلائے۔"

"کالے کوے کو حور جیسی بیوی مل گئی تو وہ اپنی اوقات بھول گیا۔ جانتا تھا کہ سہانی کس طرح رہنے کی عادی ہے

پھر بھی اپنی ذہنیت تو اس کو دکھائی تھی ناں!'' ممی کندھے اچکاتی ہوئی نخوت سے کہہ رہی تھیں۔

''اب اس گھر میں سرمد کا کوئی نام نہیں لے گا۔ کل پرسوں میں کسی وکیل سے بات کرتا ہوں کہ خلع کے لئے کیس تیار کرے۔'' سکندر بہن کو دلاسہ دیتی نظروں سے کہتا ہوا باہر نکل گیا اور سہانی نے ریلیکس ہو کر ٹی وی پر اپنی پسند کا چینل لگا دیا۔

اور عزیز صاحب نے اپنا سر تھام لیا۔ ''خدایا میرے بچوں پر رحم کرنا، یہ نہیں جانتے کہ یہ کیا کر رہے ہیں؟''

☆☆☆

''نہ تمیز، نہ تہذیب، نہ شائستگی اور نہ ہی کوئی احساس، آج دو مہینے ہو گئے اماں کو ہسپتال میں داخل ہوئے، سہانی تو کیا اس کے گھر سے بھی کوئی اماں کی خیریت پوچھنے نہیں آیا۔'' سیمین نے ایک شام سرمد سے کہا۔

''وہ بے حس اور جنگلی سے لوگ ہیں، ان کا تو میرے سامنے ذکر ہی نہ کریں تو بہتر ہے۔'' سرمد نے کلستے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تم نے سہانی کو بتایا تھا کہ اماں کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور وہ ہسپتال میں ہیں اور ڈاکٹر ان کی مسلسل بگڑتی ہوئی حالت سے کوئی پُر امید بھی نہیں ہیں۔''

''ہاں بتایا تھا۔'' وہ سر جھکائے جھکائے بولا۔

''تو پھر کیا کہا اس نے؟''

''آج ٹھیک کون ہے؟ میں بھی بہت بیمار ہوں۔ ڈاکٹر نے مجھے بیڈ ریسٹ بتایا ہے۔ میری ممی بھی بے حد بیمار ہیں۔''

''تو کیا واقعی سہانی بیمار ہے؟'' آپا اس سے پوچھ رہی تھیں۔

''نہیں...... جھوٹ بول رہی تھی۔'' وہ برا سا منہ بنا کر بولا۔

''یہ تم کس طرح کہہ سکتے ہو، ہو سکتا ہے کہ وہ واقعی بیمار ہو۔''

''آپا...... میں اسے ذرا دیر میں ضرور پہچانا ہوں مگر بہر حال جان اچھی طرح گیا ہوں۔ وہ روزانہ ڈانس کی کلاس لینے جا رہی ہے۔ گلوکاری کی کوئی کلاس بھی مس نہیں کر رہی ہے، ان دونوں مہینوں میں وہ چار مرتبہ فیشن شو میں شرکت کر چکی ہے اور دو مرتبہ پکنک پر شہر سے باہر جا چکی ہے اگر ڈاکٹر نے اسے واقعی بیڈ ریسٹ بتایا تھا تو اسے آرام کرنا چاہئے تھا ناں۔''

''اسے یہ جھوٹ بولنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟'' سیمین کو سرمد کی باتیں سن کر حیرت ہو رہی تھی۔

''آپا وہ ہمیشہ سے ایسی ہی ہے، اپنی ذات کو اہمیت دینے والی، وہ چاہتی ہے کہ میں ہمہ وقت اس کی باتوں اور اداؤں میں الجھا رہوں۔''

''تو تم نے اپنی روٹین کیوں چینج کر دی...... اماں انشاء اللہ جلد ٹھیک ہو جائیں گی اور میں انہیں اپنے پاس ہی رکھوں گی۔ تم اپنی خانگی زندگی کو داؤ پر مت لگاؤ۔ سہانی تمہاری پسند ہے، تم جیسے پہلے اس کے ساتھ خوش رہتے تھے اب بھی اسی طرح رہو اگر اسے اماں سے کوئی انسیت نہیں ہے تو دفع کرو۔ اب آج کل اس طرح کی بہویں نظر آ رہی ہیں...... اسٹار پلس کی کرمنل بہوؤں کے اثرات معاشرے پر بھی پڑ رہے ہیں۔''

''میرا دل اب الجھ سا گیا ہے، دل نہیں چاہتا اس کی مصنوعی باتوں کو سننے کو۔''

''مت بھولو کہ وہ تمہاری پسند تھی۔''

''وہ پسند تھی مگر اب نہیں رہی۔''

''سرمد یہ کوئی اچھی بات تو نہیں، تم اس کو سدھارنے کی کوشش کرو۔ اماں کو پتا چلے گا تو انہیں دکھ ہوگا۔''

''وہ سدھرنے والی شے نہیں ہے۔''

''اگر وہ تمہارے رنگ میں نہیں رنگ رہی تو تم اس کے رنگ میں رنگ جاؤ، زندگی تو گزارنی ہی ہے ناں۔'' آپا نے رسان سے سمجھایا۔

''میں اپنے آپ کو اس کے رنگ میں نہیں رنگ سکتا۔''

''یہ تم کہہ رہے ہو؟''

''ہاں، آپا...... اب مجھے اس کی حرکتوں سے کوفت سی ہونے لگی ہے۔''

''تو پھر کیا چاہتے ہو تم؟''

''آپا...... پہلے آپ میری ایک بات کا جواب ٹھنڈے دل سے دیں۔''

''کیا بات ہے؟'' سیمین متوحش سی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''اگر کوئی شخص کسی غلط بس میں سوار ہو جائے تو پتا چلنے پر وہ بس سے اتر جاتا ہے اور صحیح بس کا انتظار کرتا ہے تا کہ وہ اپنی منزل تک پہنچ جائے۔''

''ہاں، ایسا تو ہوتا ہے مگر غلط بس کے حوالے سے تمہارا کیا تعلق ہے۔'' بہن الجھ کر پوچھ رہی تھی۔

''آپا زندگی بھی تو ایک بس کی طرح ہے اگر میں نے غلط شاہراہ پر جانے والی بس کا انتخاب کر لیا تو معلوم ہو جانے پر مجھے اس بس سے اتر جانا چاہئے۔''

''مت بھولو کہ تم نے اپنی پسند کی شادی کی تھی اور میں نے اور اماں نے تمہاری پسند کو مقدم رکھا تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ سہانی کا ہمارے گھرانے سے کوئی میچ نہیں تھا۔''

''آپا...... یہ لوگ صرف بناوٹی قسم کے ہیں، نادیہ بھابی کو جس طرح ان لوگوں نے دبا کر رکھا ہوا ہے اور ہر معاملے میں اپنی چلاتے ہیں وہ ان لوگوں کا الگ روپ ہے۔''

''سہانی کا نادیہ سے موازنہ کرنے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ تمہیں سہانی کو ایک موقع اور دینا چاہئے کہ شادی بیاہ کوئی کھیل نہیں ہے کہ آج بیوی بری لگے تو اسے زندگی کے رجسٹر سے پھاڑ کر باہر پھینک دو۔''

''میرا دل نہیں چاہتا اس کی شکل دیکھنے کو۔''

''اپنے دل کو سمجھاؤ اور اسے گھر لے آؤ اور اپنے گھرانے کے طور طریقے اسے محبت سے سمجھاؤ۔''

''او کے......'' وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا اور ہسپتال سے اٹھ کر آفس چلا آیا۔ کتنے سارے دن ہو گئے تھے کہ اس کی یہی روٹین تھی۔ گھر تو وہ اس وقت جاتا تھا جب اسے سوتا ہوتا تھا۔

سہانی کہاں اور کیا کر رہی ہے یہ سب وہ جاننا بھی نہیں چاہتا تھا مگر بہن کی بات سن کر اس کے دل میں امید کی کونپل ضرور پھوٹی تھی۔

''شاید وہ سدھر جائے!

شاید وہ نکھر جائے!

شاید وہ بدل جائے!''

اور شاید کے بعد.....کوئی بھی جواب اس کے پاس نہیں تھا۔

☆☆☆

سعید کی بات سن کر اجمل نے اپنا سر پیٹ لیا۔ رابعہ کے واضح انکار پر اس کی والدہ کا خیال تھا کہ اپنی فیملی میں سے کسی لڑکی سے سعید کی منگنی کر دی جائے۔

''یار تم اپنی والدہ کو سمجھاؤ ناں۔'' اجمل نے کہا۔

''تم سے اپنی سالی کو سمجھایا نہیں جا رہا۔ میں اپنی امی کو کیسے سمجھا سکتا ہوں!''

''تم تو رابعہ کی ذہنی حالت جان سکتے ہو۔ اس وقت وہ درست فیصلہ کیسے کر سکتی ہے!'' اجمل نے گہرا سانس لے کر کہا۔

''تمہاری ذہنی حالت تو ٹھیک ہے ناں، اپنی بہن بھی کہتے ہو اور اس کے لئے کچھ کر بھی نہیں سکتے۔'' سعید نے اسے لتاڑا۔

''میں اسے سمجھاؤں گا۔'' اجمل نے کہا۔

اور اسی شام وہ نازیہ کو لے رابعہ کے پاس پہنچا۔

''تم جانتی ہو کہ سعید بہت اچھا لڑکا ہے۔ اس کے باوجود تم نے منع کر دیا۔''

''اجمل بھائی میں ساری زندگی کسی کے احسان تلے زندگی نہیں گزار سکتی اور یوں بھی سعید میں ایسی کوئی خامی نہیں جسے مجھ جیسی لڑکی دے کر سزا دی جائے۔''

''تم اپنے لئے ایسا کیوں سوچتی ہو؟''

''اس لئے کہ حقائق سے نظریں نہیں چرائی جا سکتیں۔''

''رابعہ جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ اور سعید کو اپنا لو کہ یہ سعید کی بھی خواہش ہے۔''

''وہ مجھ پر احسان کر رہے ہیں اور ساری زندگی یہ احسان کی لاٹھی میرے ذہن پر برستی رہے گی۔''

''سعید میرا بچپن کا دوست ہے، میں اس کے بارے میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ ایسی نیچ ذہنیت کا حامل لڑکا نہیں ہے۔ وہ تم کو پسند کرتا ہے اس کا خیال ہے کہ تمہارے سنگ اس کی زندگی بہت اچھی گزرے گی۔ سعید ایک غریب گھرانے سے ضرور تعلق رکھتا ہے مگر محنتی ہے، اس میں آگے بڑھنے کی لگن ہے اور یہ میرا یقین ہے کہ وہ بہت آگے جائے گا۔''

''آپ مجھے سوچنے کا موقع دیجئے۔'' اجمل کی بات اس کے دل کو لگ رہی تھی۔

''زیادہ سوچنے سے ارادے کمزور پڑ جاتے ہیں۔ تم مجھے اپنے بڑے بھائی کا درجہ دیتی ہو اور اپنے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کا حق بھی نہیں دیتیں۔'' اجمل کا چہرہ اور لہجہ دونوں شاکی سے تھے اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ان دنوں اس کی ذہنی حالت خاصی شکستہ ہے اور وہ اپنے بارے میں کوئی فیصلہ بھی نہیں کر پائے گی۔

''ایسی بات نہیں ہے اجمل بھائی۔'' وہ ایک گہرا سانس لینے کو رکی۔

''تو کیا مجھے یہ حق حاصل ہے کہ چچا جان کو یہ بات بتا دوں کہ تمہیں اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اور وہ سعید کے گھر والوں سے ہامی بھر لیں۔''

''ٹھیک ہے......'' یہ کہہ کر وہ بستر پر ڈھے سی گئی۔ اجمل نے چچا کو بتانے سے قبل سعید کو فون کر کے خوش خبری دی اور ایک بار پھر ان کی والدہ اور بہنوں کو آنے کے لئے کہا۔

نازیہ سے کہا کہ وہ رابعہ کا حلیہ درست کر کے گھر کو ٹھیک ٹھاک کر کے اماں اور آپا لوگوں کو بھی بلا لے اور وہ رات کے کھانے کے لئے باہر سے انتظام کر لے۔ خوشی اس کے ہاتھ پیر پھلائے دے رہی تھی مگر وہ جانتا تھا آج اس کے طفیل ہونے والا یہ کام کتنا سعد تھا!

☆☆☆

سرمد آج شاداب ہاؤس جا رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ سہانی کو ایک بار پھر سمجھانا چاہئے، ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی بات سمجھ لے۔ ناشتے کی میز پر اس نے کریمن سے کہا۔

''اس کے بیڈروم کی سیٹنگ چینج کروا دینا۔''

صاحب جی، اپنی ڈاک تو دیکھ لو۔ کتنے سارے لفافے آئے رکھے ہیں!''

''آ کر دیکھ لوں گا۔'' وہ بے پروائی سے بولا۔

''آج تسی آفس دیر نال نہیں جا رہے؟''

''آج میرے آفس کی چھٹی ہے۔'' موبائل اور والٹ اٹھاتے ہوئے وہ بولا۔

''اچھا تے.....پھر تسی آپا سین ول جا رہے نیں۔'' سرمد نے اس کی بات کا جواب دیے بغیر باہر کی جانب قدم بڑھائے۔

اس کی گاڑی شاداب ہاؤس کی طرف جانے والی سڑک پر گامزن تھی۔

''سہانی کو لے کر میں سیدھا اماں کے پاس جاؤں گا۔ اتنے دن ہو گئے۔ اماں نے سہانی کو دیکھا تک نہیں۔ وہ اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوں گی۔''

وہ شاداب ہاؤس پہنچا تو ممی.....شاید باہر جانے کے لئے نکلنے والی تھیں۔ اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے وہ واپس اس کے ساتھ اندر آ گئیں۔ اپنے جانے کا پروگرام انہوں نے از خود کینسل کر دیا تھا۔ ہمیشہ کی طرح ٹی وی لاؤنج میں بٹھانے کے بجائے وہ اسے لے کر ڈرائنگ روم میں آ گئیں۔

''کیسے آنا ہوا؟'' وہ غیر رسمی سے لہجے میں اس سے گویا تھیں۔

''میں سہانی کو لینے آیا ہوں۔'' اس کا لہجہ دوستانہ سا تھا۔

''مگر سہانی ان ہی شرائط پر تمہارے ساتھ جائے گی جو اس نے تم کو بھجوائی ہیں۔'' شاداب بیگم تمسخر سے مسکراتے ہوئے بولیں۔

''کیسی شرائط؟'' وہ حیرانی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

''کیا تمہیں ہمارے وکیل کا نوٹس نہیں ملا؟''

''آپ نے نوٹس بھجوایا ہے۔'' وہ ہنوز حیران سا تھا۔

''اس بات کو بھی دس دن ہو گئے ہیں۔''

''سہانی...... نادیہ کی کسی بات پر ہنستی ہوئی اچانک کمرے میں آئی اور سرمد پر نظر پڑی تو اس کی ہنسی کو بریک لگ گیا۔

''صرف ایک ہی نوٹس پر آپ چلے آئے۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

''کیا مطلب؟''

''یہی کہ اگر مجھے علیحدہ گھر میں رکھنے کے لئے تیار ہیں تو میں آپ کے ساتھ رہ سکتی ہوں، بصورت دیگر مجھے آپ سے خلع چاہئے۔''

اس سے زیادہ اس میں تاب نہیں تھی کہ وہ سہانی کی کوئی اور بات سنتا۔ ایک نظر قہر بھری اس نے سہانی پر ضرور ڈالی اور بغیر کچھ کہے وہ وہاں سے اٹھ گیا۔ وہ بھاگتے ہوئے کار پورچ تک آیا اور اپنی گاڑی جس تیزی سے وہ چلاتا آیا تھا، یہ بات وہی جانتا تھا۔ کتنے تو اس نے سگنل توڑے تھے۔ تیزی سے لاؤنج میں رکھی باسکٹ میں اس نے لفافے دیکھنے شروع کئے۔

مختلف بلز...... شیئرز کے سالانہ گوشوارے...... رسائل کے پیکٹ...... سبھی کچھ تو تھا مگر اسے وہ لفافہ نظر نہیں آ رہا تھا جو کسی وکیل کی طرف سے آیا تھا۔

''کریمن! کوئی اور ڈاک تو نہیں ہے میری۔'' وہ چلاتے ہوئے بولا۔

''ہائے میں مر جاواں...... میں تے بھل ہی گئی سی...... تاڈا اک لفافہ آیا سی...... میں دراز اچ رکھ دیا سی۔'' کریمن ہنستے ہوئے بولی۔

وہ تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اپنے کمرے میں آیا۔ ایک دراز نکالی۔ اس میں سہانی کے کلپس اور پھولوں کے سوکھے ہوئے کنگن پڑے تھے۔ جھنجلا کر اس نے بیڈ کی دوسری دراز باہر کھینچ کر بالکل الٹ دی۔ ٹافیوں کے پیکٹ میں نیلا لفافہ بند کا بند رکھا ہوا تھا۔ جسے کریمن بتانا ہی بھول گئی تھی۔ جلدی سے لفافہ پھاڑ کر اس نے وکیل کا نوٹس دیکھا جو سہانی کی جانب سے تھا۔

وہ کسی صورت اس کی والدہ کے ساتھ رہنے کو تیار نہیں تھی۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ شرعی لحاظ سے بھی یہ کسی بیوی کا فرض نہیں ہوتا کہ وہ اپنی ساس کی خدمت کرے۔ والدین کی خدمت کرنا اولاد کا فرض ہوتا ہے نہ کہ بیوی کا۔ اس لئے وہ اس کے ساتھ اسی صورت میں رہنا چاہے گی جب وہ اسے علیحدہ گھر میں رکھے جس میں اس کی والدہ یا بہن کا کوئی عمل دخل نہ ہو ورنہ وہ خلع لینا چاہے گی۔ نوٹس پڑھ کر اس نے ہوا میں اچھال دیا اور اپنے آپ سے بولا۔

''ہاں...... سہانی...... میں تمہیں الگ گھر میں ضرور رکھوں گا۔ جہاں میری ماں اور میری بہن پر بھی نہیں مار سکیں گی۔ تم ضرور اکیلے گھر میں رہو گی۔''

☆☆☆

قہقہوں کے شور میں ڈرائی فروٹس کھائے جا رہے تھے۔ موسم خاصا ٹھنڈا تھا...... ہلکی ہلکی بارش نے موسم کو مزید خوبصورت کر دیا تھا۔ دن کے دو ڈھائی بجے کا ٹائم تھا۔ گھر کے سارے افراد لاؤنج میں بیٹھے ہوئے خوش گپیوں میں

مصروف تھے۔ ہاں عزیز احمد اپنے کمرے میں اخبار پڑھ رہے تھے اور نادیہ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کے باوجود کسی گفتگو میں حصہ نہیں لے پا رہی تھی۔

''بعض لوگ جوتے کے ہوتے ہیں...... سیدھی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی جب تک کہ انہیں ان کی خوراک نہ ملے۔'' ممی کاندھے اچکا کر افلاطونی سے لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

''نوٹس دیکھ کر تو سر گھوم گیا ہوگا۔'' سہانی نے ہنس کر کہا۔

''سرمد ہمیشہ ہی مجھے مکار سا لگا کرتا تھا۔ اچھی جاب یا اچھی رہائش کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ خاندانی بھی ہوں۔ اس کی باتوں سے مجھے ہمیشہ چالاکی کی بو آیا کرتی تھی۔'' سکندر نے سہانی کو دیکھتے ہوئے ماں سے کہا۔

''اس دن ایسا بھولا بن کر آیا تھا جیسے اس نے نوٹس دیکھا ہی نہ ہو اور آج اس بات کو بھی بیس دن ہو گئے ہیں۔''

''میں نے وکیل سے دوسرا نوٹس پندرہ روز پہلے بھجوایا ہے اور اس کو اس کے آفس کے ایڈریس پر بھجوایا ہے جسے اس نے خود ہی ریسیو کیا ہے مگر تا حال کوئی جواب نہیں آیا ہے۔''

''کیا جواب دے گا وہ......؟ وہ جواب دینے کے قابل کہاں رہا ہے؟'' ممی نے ہنس کر کہا۔

''ہوسکتا ہے وہ تمہارے لئے کوئی مکان وغیرہ دیکھ رہا ہو۔'' ممی دور کی کوڑی لائیں۔

''مکان لینے کی کیا ضرورت ہے، سرمد کا چار بیڈ روم کا اپارٹمنٹ عسکری میں خالی پڑا ہوا ہے۔ ہم لوگ وہاں بھی جا سکتے ہیں۔''

''ہوسکتا ہے وہ اس کو ہی ٹھیک ٹھاک کروا رہا ہو۔ اب خالی بند فلیٹ کو تھوڑا بہت تو رینوویٹ کرانا پڑتا ہی ہے۔'' ممی کے اندازے سب پر عیاں ہو رہے تھے۔

''مگر اس کو فون پر بتانا چاہئے تھا۔'' سکندر اب چلغوزے کھاتے ہوئے بہن سے کہہ رہا تھا۔

''چار پانچ روز پہلے میں نے فون کیا تھا سرمد کو۔'' سہانی نے بتایا۔

''کیا کہہ رہا تھا وہ؟''

''یہی کہ جو تم چاہتی ہو، وہی کروں گا۔''

''گھامڑ پہلے بھی تو راہِ راست پر آ سکتا تھا۔'' سکندر نے قہقہہ لگایا۔

''سمجھ گیا ہوگا ناں اگر اس خاندان سے ناتا رکھنا ہے تو ان کی بات بھی ماننی ہوگی۔'' ممی نے فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

''سرمد کے خاندان کی لڑکیاں تو مائیاں سی لگتی ہیں۔'' اب سہانی بھی ہنس رہی تھی۔

نادیہ اپنے بچے کو سیریلیک کھلانے کے بعد اس سے کھیل رہی تھی۔ اس کے کانوں میں ان سب کی باتیں پڑ رہی تھیں مگر وہ اپنے بچے میں اتنی منہمک نظر آ رہی تھی جیسے وہ وہاں موجود ہی نہ ہو۔

بچہ ماں کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا اور نادیہ کے لئے اس وقت اپنے بچے کی مسکراہٹ سے زیادہ کوئی بات اہم نہیں تھی۔ سہانی اور سہانی سے متعلق باتوں میں وہ کوئی دلچسپی نہیں لیتی تھی۔ اچانک بادل زور سے گرجا، بادلوں کی گڑگڑاہٹ اتنی زوردار تھی کہ یوں لگ رہا تھا جیسے کہیں بجلی گری ہو۔ گہرے کالے بادلوں کے چھا جانے سے یک دم اندھیرا سا ہو گیا تھا۔ بارش کی تیزی کچھ اور بڑھی تو لائٹ بھی چلی گئی۔ ان کے سامنے رکھا ہوا ٹی وی جس پر وہ انڈین کا لولی

پروگرام دیکھ رہے تھے بجلی کے جانے کے باعث اس کی اسکرین بھی ایسی لگ رہی تھی جیسے وہاں بھی بارش ہو رہی ہو۔

''رشید سے کہنا کہ جنریٹر چلا دے۔'' ممی کو اس ٹائپ کے پروگرامز کچھ زیادہ پسند تھے۔ نوکرانی سے کہا۔

رشید جب چائے لے کر آیا تو ایک لیٹر لا کر سہانی کو دیا۔

''یہ کیا ہے؟''

''ڈاکیا کہہ رہا ہے، یہ رجسٹرڈ لیٹر ہے۔ سہانی صاحبہ کے دستخط کروا کے لاؤ۔''

سہانی نے سائن کر کے لفافہ کھولا تو وہ متحیر سی رہ گئی۔

''ڈانس اکیڈمی سے کارڈ آیا ہوگا۔'' ممی نے کہا۔

''سہانی نے کچھ کہے بغیر لفافہ سکندر کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔

''ہونہہ...... خس کم جہاں پاک...... سرمد نے تمہیں طلاق دے کر تمہیں خود ہی آزاد کر دیا ہے۔''

''اس نے طلاق دی ہے۔ اب اس کو بھاری بھر کم مہر بھی دینا پڑے گا۔'' ممی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''فکر مت کرنا سہانی، یہ شخص واقعی تمہارے قابل نہ تھا'' سکندر نے زبردستی ہنس کر کہا۔

مگر سہانی کے دماغ میں جھکڑ سے چل رہے تھے اور اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کا پورا وجود زلزلوں کی زد میں ہو۔

☆☆☆

وقت کس تیزی سے گزر رہا تھا کہ پتا ہی نہیں چلا تھا۔

پورے ایک سال بعد عامر گھر واپس آیا تھا۔ اس کی صحت قابلِ رشک تھی جو سرخی اور سرشاری اس کے چہرے پر دوڑتی نظر آتی تھی وہ مزید بڑھ کر نظر آ رہی تھی۔ ماں کی نظریں بیٹے کی بلائیں لیتے ہوئے تھک نہیں رہی تھیں۔ نادیہ بچے کے ساتھ رہنے میکے آئی ہوئی تھی اور بھائی کو خوش و خرم دیکھ کر اسے طمانیت سی ہو رہی تھی۔

''ہمیں پتا ہوتا کہ تمہیں کینیڈا اتنا راس آئے گا تو تمہیں پہلے ہی بھجوا دیتے۔'' نادیہ نے بھائی کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

''اچھا ہے مگر اپنے ملک سے زیادہ نہیں۔ میرا دوست تو چاہ رہا تھا کہ میں اس کے ساتھ وہیں بزنس شروع کر دوں مگر میں نے کہا...... نہیں یار، اپنا بزنس اپنے ملک میں ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے۔ تو میں اس کو بند کر کے یہاں کیوں شروع کروں؟''

'عامر وہاں تمہیں کوئی پسند تو نہیں آ گئی۔'' نادیہ نے بھائی کو اکیلے دیکھ کر شرارت سے پوچھا۔

''نہیں بھئی...... مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ اتنی دور اپنا سسرال بناؤں۔ پاکستان میں لڑکیوں کی کوئی کمی تو نہیں ہو گئی۔''

''ہاں یہ تو ہے۔ میرے بھائی کے لئے ایک سے بڑھ کر ایک لڑکی ہے۔''

''آپا...... فی الحال تو اپنا بزنس دیکھوں گا جو میری غیر موجودگی میں نہ جانے کیسے چل رہا ہوگا۔''

''فی الحال ایک ماہ تک تم بزنس نہیں دیکھو گے۔ صرف مجھ سے باتیں کرو گے۔'' ماں نے بیٹے سے لاڈ کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں امی...... آپ کے ہاتھ کی فرائی بھنڈی اور چکن تندوری بہت یاد آتی تھی۔''

''روز تمہاری پسند کے کھانے بنیں گے۔'' ماں کی سرشاری چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔

☆☆☆

''اسے کہتے ہیں اللہ کی مصلحت، سرمد نے وہی کیا جو ہم سب لوگ چاہتے تھے۔ اس نے سہانی کو طلاق دے دی، اب عامر آ گیا ہے ہم اس کی شادی عامر سے کروا دیں گے۔''

''کیا نادیہ یہ مان جائے گی؟'' ممی نے رازدارانہ لہجے میں بیٹے سے پوچھا۔

''میں نادیہ کو اچھی طرح جانتا ہوں، اسے ہر حال میں اپنے بھائی کی خوشی عزیز ہوگی۔''

''یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ عامر یوں بھی ہم سب کو پہلے بھی بہت پسند تھا۔ یہ سرمد بیچ میں نہ جانے کیوں آ گیا تھا۔ خیر اللہ نے ایسے حالات پیدا کر دیے کہ وہ از خود ہٹ گیا۔ سہانی کو چھوڑ کر وہ خوش ہوا ہوگا یا نہیں مگر ہم لوگ تو بہت خوش ہیں۔'' سکندر ماں سے کہہ رہا تھا۔

''تمہارے باپ کو بے حد افسوس ہوا ہے۔ مارے غصے کے انہوں نے مجھ سے ایک ماہ تک بات نہیں کی تھی۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے اگر میں سہانی کو سمجھاتی بجھاتی تو یہ نوبت ہی نہ آتی۔''

''پاپا کو کیا پتا کہ سرمد کے گھریلو حالات کیسے ہیں؟''

''ارے سب جانتے ہیں، وہ بلکہ کہہ رہے تھے کہ یہ سہانی کا فرض تھا کہ سرمد کی ماں کی خدمت کرتی اور ہر وقت ان کے ساتھ رہتی۔ ایسی بہو کا فائدہ ہی کیا جو اپنی ذات سے کسی کو سکھ تک نہ دے سکے!''

''یہ کیا بات ہوئی بھلا......!'' سکندر نے اپنے سوکھے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیر کر قدرے کھسیا کر کہا۔

''تمہارے باوا تو یہاں تک کہہ رہے تھے کہ تم ماں بیٹی جم میں جا کر اپنے آپ کو تھکا سکتی ہو مگر اپنے ہاتھ پیروں سے ایسے کام کرنا نہیں جانتیں جو تمہیں انسانیت کے جامے میں رکھ سکیں۔''

''پاپا کی تو عادت ہے خوامخواہ بولنے کی۔'' سکندر نے ہنس کر کہا۔

''عادت تو ہے، مگر ذلیل کرتے وقت آیا گیا تک نہیں دیکھتے۔ نادیہ کے سامنے انہوں نے سہانی کو ایسی صلواتیں سنائی ہیں کہ میری بچی خوب روئی ہے اور اب تو وہ سب سے ہنسنا، بولنا ہی بھول بیٹھی ہے۔''

''آپ عامر سے ملنے نہیں گئیں۔ تو اسے ہم لوگ اپنے گھر ڈنر پر بلا لیتے ہیں۔ یوں عامر اور سہانی بھی ایک دوسرے سے مل لیں گے۔'' سکندر نے ماں سے سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔

''میں نے تو بہت کہا تھا اس سے کہ چلو عامر سے ملنے چلتے ہیں مگر اس نے صفاچٹ انکار کر دیا تھا۔''

''ممی...... سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ سہانی کا خیال رکھیں۔'' سکندر اٹھتے ہوئے ماں کو تسلی دیتا ہوا بولا۔

''خیال تو تب رکھوں ناں جب وہ کمرے سے باہر آئے۔ وہ تو اپنا کھانا تک اپنے کمرے میں منگواتی ہے اور اگر میں اس کے کمرے میں جاتی ہوں تو مجھے دیکھ کر سوئی ہوئی بن جاتی ہے تاکہ میں وہاں سے چلی جاؤں۔''

☆☆☆

سلمٰی بیگم کی دیرینہ سہیلی زی اپنے بیٹے وقار کے ساتھ آئی تھیں۔ سلمٰی اس وقت اپنے ڈریسنگ روم میں تھیں۔ سلمٰی کے ساتھ شہلا ڈرائنگ روم میں بیٹھی زی کی باتیں سن رہی تھی۔

''تمہاری امی میرے کالج کے زمانے کی دوست ہیں، ہم دونوں ایک ساتھ کالج کی ہر سرگرمی میں حصہ لیتے تھے اور شادی کے بعد بھی ہمارا ملنا ملانا اسی طرح قائم ہے۔'' لیلیٰ کسی کام سے اٹھ کر باہر گئی تو وقار نے اس سے کہا تھا۔

''شہلا کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ اب آپ ہمیشہ لاہور میں ہی رہیں۔''

''ایسا کس طرح ہوسکتا ہے، میرے پاپا کراچی میں ہیں اور میں ان کو کیونکر چھوڑ سکتی ہوں۔''

''اگر یہ بات ہے تو آپ شادی کے بعد اپنے پاپا کو بھی اپنے ساتھ رکھ سکتی ہیں۔''

''جی...... وہ حیران سی نظروں سے وقار کو دیکھ رہی تھی۔ وقار یہ بات کیوں کہہ رہا ہے۔ اسے حیرت ہو رہی تھی۔

''آج میری ماما، تمہارے لئے آنٹی سلمیٰ سے بات کرنے آئی ہیں۔''

''مگر کیوں؟''

''تاکہ تم ہمیشہ یہیں رہو۔ سلمیٰ آنٹی یہ نہیں چاہتیں کہ اب تم کراچی واپس جاؤ۔''

''یہاں میں امی سے ملنے آئی ہوں۔ شادی کرنے تھوڑی آئی ہوں۔'' وہ دھیمے سے لہجے میں بولی۔

کمرے میں داخل ہوتے ہوئے سلمیٰ نے اس کی بات سن لی تھی۔ جبھی وہ بولیں۔

''شہلا بیٹے...... میں بات صاف کہنے کی عادی ہوں...... تمہارے باپ نے تمہیں میرے پاس بھیجا ہی اس لئے ہے کہ اس کا کچھ فائدہ ہوجائے۔''

غیر لوگوں کے سامنے ایسی بات سن کر وہ پسینے پسینے ہوگئی۔ اسے یوں لگا جیسے وہ کہہ رہی ہوں کہ تمہارا باپ فقیر ہے اور اس نے تمہیں یہاں اس لئے بھیجا ہے کہ یہاں سے بھیک زیادہ ملے گی۔

''مگر امی...... میں تو واپس کراچی جاؤں گی۔''

''آنا اپنے ہاتھ ہوتا ہے مگر جانا نہیں۔'' وقار ہنس کر اس سے کہہ رہا تھا۔

''آج شام کو مسز فارحہ ملک بھی آرہی ہیں۔'' سلمیٰ نے توقف بھرے لہجے میں زی کو بتایا۔

''وہی مسز ملک جن کے ہر شہر میں اپنے گاڑیوں کے شوروم ہیں۔''

''ہاں وہی...... احسن نے شہلا کو دیکھا ہے اور وہ شاید اسی لئے آرہی ہیں۔''

''سلمیٰ...... پہلے میں آئی ہوں تمہارے پاس...... شہلا تو میری بیٹی بنے گی۔''

''یہ اختیار شہلا کو ہوگا کہ وہ وقار اور حسن جس کو دل چاہے پسند کرلے۔''

اس کے متعلق بات چیت اتنے کھلے انداز میں ہو رہی تھی کہ اس سے وہاں بیٹھا نہ گیا اور اٹھ کر باہر کوریڈور میں آ گئی۔

وقار جس سے بچنے کے لئے وہ باہر آئی تھی۔ وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے آگیا۔

''شہلا میں اپنی وکالت تو نہیں کروں گا مگر یہ ضرور بتاؤں گا کہ احسن کے پاس پیسا تو واقعی بہت زیادہ ہے مگر تعلیم سے وہ بے بہرہ ہے۔ مجھے نہیں لگتا کہ اس نے اے لیول بھی کیا ہو کہ کم عمری سے اچھی گاڑیاں لے کر گھومنے کا اسے چسکا پڑ گیا تھا اور دوسری بات یہ کہ اس کے دوستوں میں لڑکیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ باقی آپ خود سمجھدار ہیں جو فیصلہ کرنا چاہیں کرسکتی ہیں۔'' شہلا نے کوئی جواب نہ دیا۔

''شہلا آپ مجھے پہلی نظر میں ہی پسند آئی ہیں اور میری یہ دلی خواہش ہے کہ آپ ہی میری زندگی کی ساتھی بنیں۔

ممی اور آنٹی کی عرصہ دراز سے دوستی ہے۔ ہماری شادی ہونے کی صورت میں یہ دوستی رشتے داری میں تبدیل ہوجائے گی۔''

مسز ملک جب آئیں تو ان کے بیٹے کے ساتھ ان کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔

سلمیٰ بیگم نے باتوں باتوں میں انہیں جتا دیا تھا کہ شہلا کے لئے زی کے بیٹے وقار کا رشتہ بھی آیا ہوا ہے۔

''سلمیٰ! یہ فرمان تو تمہارا اپنا ہی تھا کہ کبھی اکلوتے بیٹے سے اپنی بیٹی کی شادی نہیں کرنی چاہئے کہ اس کے گھر والوں کی نظریں اپنی بہو پر سے ہٹتی ہی نہیں ہیں۔''

''مگر زی تو ایک پڑھی لکھی اور بے حد سویٹ سی میری دوست ہیں۔''

''دوست ہو یا دشمن...... مگر اکلوتے بیٹے کی ماں ہے۔'' مسز ملک کی بات سن کر سلمیٰ بے اختیار ہنسنے لگیں۔

احسن نے شہلا سے اس کی دلچسپیاں پوچھیں تو از خود بتایا تا کہ دورانِ تعلیم اب پینٹنگ سے دلچسپی ہوئی اور بعد میں اس نے بڑے خوبصورت لینڈ اسکیپ بنائے۔

''سیاحت کا شوق ہے، پوری دُنیا دیکھ چکا ہوں۔ اپنے لاہور سے اچھا کچھ نہیں لگتا۔'' وقار کا تذکرہ کرتے ہوئے اس نے دانستہ یہ بتایا کہ زی آنٹی نے سلمیٰ آنٹی کی فیکٹری میں کچھ پیسا انویسٹ کرایا ہوا ہے اور تم سے اپنے بیٹے کی شادی کا مطلب فیکٹری کا حصول ہوگا جو وہ چاہتی ہوں گی۔

''میں یہاں کسی کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتی......'' وہ بوکھلا کر بولی تھی۔

''جب آپ یہاں رہیں گی تو سب کو جان جائیں گی...... ماما کہتی ہیں کہ زی بہت شاطر لیڈی ہے اور ایسا ہی اس کا بیٹا ہے۔ جعلی ڈگریاں سمیٹ کر سمجھتا ہے کہ اس کو تعلیم یافتہ مان لیں گے۔ بھئی اگر ڈاکٹر ہو تو پریکٹس کیوں نہیں کرتے، نام کے ساتھ ڈاکٹر لگانے سے اسے کون ڈاکٹر مانے گا؟''

شہلا کو احسن کی بچگانی سی گفتگو سن کر خوب ہنسی آرہی تھی۔ اپر کلاس کے لوگ بھی ایک دوسرے کے بھید اس طرح کھولتے پھرتے ہیں۔ یہ جان کر اس کو حیرت ہو رہی تھی۔

''یہ فیصلہ میری سویٹ ہارٹ کو کرنا ہے کہ وہ کس کے ساتھ شادی کرے گی۔''

ایک شب سلمیٰ بیگم لیلیٰ کے ساتھ اس کے کمرے میں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں کہ اچانک انہوں نے کچھ سوچ کر کہا۔

''شہلا بیٹا، تم وقار یا احسن، کس کو پسند کرو گی اپنا لائف پارٹنر بنانے کے لئے۔''

''کسی کو بھی نہیں۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''مگر کیوں بھئی۔'' انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

''وہ اس لئے امی کہ ڈاکٹر وقار جعلی ڈاکٹر ہیں، ان کی ڈاکٹری کی ڈگری خریدی گئی ہے اور احسن لڑکیوں کا رسیا ہے اور اے لیول تک اس کی تعلیم ہے۔''

''یہ سب تم سے کس نے کہا؟'' اب وہ انتہائی حیرت سے اس سے پوچھ رہی تھیں۔

''انہی دونوں پارٹیوں نے ایک دوسرے کے کچے چٹھے کھولے ہیں۔''

''ہونہہ...... ٹھیک ہے پھر کہیں اور دیکھتے ہیں۔''

''ماما...... آپ بڑے ماموں کے کبیر بھائی کی شادی، آپی سے کیوں نہیں کروا دیتیں۔''

''میں نے بھائی جان سے کبیر کے لئے ہی کہا تھا مگر وہ نہیں مان رہے۔''

''مگر کیوں ماما...... جب وہ راحیل کا رشتہ مجھ سے طے کر سکتے ہیں تو کبیر بھائی کا کیوں نہیں۔ شہلا آپی...... آخر میری بہن ہیں ناں۔''

''انہیں رضی سے سخت نفرت ہے اور شہلا کا باپ رضی ہے جس کی وہ کبھی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتے۔''

''ماما، کبیر بھائی بہت اچھے ہیں۔ آپ ماموں جان سے کہہ دیجیے کہ شادی کے بعد شہلا آپی کبھی کراچی نہیں جائیں گی اور کبھی اپنے پاپا سے نہیں ملیں گی۔ تب تو وہ تیار ہو جائیں گے ناں۔''

''ہاں شاید اگر میں ان کو یہ یقین دلا دوں کہ شہلا شادی کے بعد اپنے باپ اور ان سے متعلقہ سوتیلی ماں کی اولاد سے کسی قسم کا کوئی بھی تعلق نہیں رکھے گی تو وہ تیار ہو جائیں گے۔''

''آپی...... آپ اب تو خوش ہیں ناں۔ ماما ایسا کہہ دیں گی اور آپ ہمیشہ اسی شہر میں رہیں گی۔''

''نہیں!'' ایک ہذیانی سی چیخ اس کے منہ سے برآمد ہوئی اور پھر وہ چیختی چلی گئی۔ ''مجھے یہاں کسی سے شادی نہیں کرنی۔ میں اپنے پاپا کے پاس واپس جاؤں گی۔ میری سوتیلی ماں کتنی ہی بری سہی مگر اس نے مجھے پالا ہے، پڑھایا ہے، لکھایا ہے اور میرے سوتیلے بہن بھائی، مجھے اپنی جان سے بڑھ کر عزیز ہیں۔ ان کو میں کسی صورت نہیں چھوڑ سکتی۔''

''شہلا تم یہ جان لو کہ اگر تم کراچی میں رہیں یا بالفرض تمہاری شادی تمہارے باپ کے حساب سے کراچی میں ہی ہوئی تو میں تم سے ملنے کبھی تمہارے گھر نہیں آسکوں گی۔''

''امی...... آپ مجھ سے ملنے کب آئی ہیں۔ اس وقت بھی میں ہی آپ سے ملنے آئی ہوں۔'' وہ سسکی بھر کر بولی۔ ''آپ نے تو کبھی کوئی قدم میری جانب بڑھایا ہی نہیں۔''

''شہلا بیٹا! جو زندگی کی حقیقت ہے اسے قبول کر لینا چاہئے، تمہیں سکھ صرف میرے توسط سے ہی مل سکتا ہے۔''

''نہیں ماما...... سکھ کبھی مشروط نہیں ہوتا، اگر میرے پروردگار نے میرے لئے سکھ لکھا ہے تو وہ مجھے ضرور ملے گا۔''

''یہ سب فلمی باتیں ہیں، فلموں اور ڈراموں میں تو ایسا ضرور ہو جاتا ہے مگر حقیقت میں ایسا کبھی نہیں ہوتا اور جب میں تمہارے پاس کراچی نہیں آؤں گی تو کیا تمہیں دکھ نہیں ہوگا!''

''امی آپ کو یاد کر کے میں تو یقیناً دکھی ہوں گی تو کیا آپ کو میں یاد نہیں آؤں گی۔''

''میں برداشت کر سکتی ہوں کہ میں بڑے حوصلے والی عورت ہوں۔ گھر والوں کے کہنے پر تین ماہ کی بچی کو اس کے باپ کے حوالے کر کے میں نے برداشت ہی تو کیا تھا۔ تم کیا سمجھتی ہو کہ کیا تم کو میں نے یاد نہیں کیا ہوگا یا راتوں کو تمہارے رونے کی آوازیں میرے کانوں میں نہیں آئی ہوں گی۔ میں تکیہ منہ پر رکھ کر گھنٹوں رویا کرتی تھی مگر وقت نے مجھے برداشت کرنا سکھا دیا اور میں نے ہمیشہ آگے کی جانب دیکھا۔ کبھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا کہ پیچھے اتنے دکھ اور کانٹے تھے جو مجھے ہمیشہ لہولہان رکھتے۔''

''امی...... میں آپ کو اپنی آنکھوں میں بھر کر لے جاؤں گی۔ آپ کی محبت، شفقت اور ایک ایک بات میرے دل میں ہمیشہ رہے گی۔ آپ بے فکر رہیں کہ میں آپ کو کبھی تنگ کرنے دوبارہ نہیں آؤں گی کہ مجھے یوں لگا ہے کہ میرے یہاں آنے سے آپ خاصی ڈسٹرب سی ہو گئی ہیں۔''

''نہیں شہلا، ایسی کوئی بات نہیں ہے مگر میں تم کو سکھی دیکھنا چاہتی ہوں۔ تم کراچی واپس چلی جاؤ گی تو مجھے بہت دکھ ہوگا۔''

''ایک بات کہوں، اگر آپ برا نہ مانیں۔'' اس نے بڑی ہمت سے کہا۔

''ہاں، ہاں کہو۔''

''مجھے آپ جلد واپس بھجوا دیجیے۔ میرے پاس واپسی کا ٹکٹ ہے، بس ڈیٹ ڈلوانی ہوگی۔''

''کیا ایسا تمہارے باپ نے کہا ہے کہ لاہور ہرگز مت رکنا۔''

''پاپا نے تو ایسی کوئی بات نہیں کہی مگر میں ازخود ان کے پاس جانا چاہتی ہوں۔''

یہی تو میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ تم اس غربت کے دو ٹکے کے گھر میں کیوں جانا چاہتی ہو جہاں دو وقت کی روٹی کھانے کے لئے تمہیں اسکول میں پڑھانا پڑتا ہے اور شام کو ٹیوشن کرنی پڑتی ہے۔''

''امی میں اسی ماحول میں پلی بڑھی ہوں، وہاں مجھے اچھا لگتا ہے۔''

''تو تمہیں میرے مقابلے میں اپنے باپ سے زیادہ محبت ہے، لوگ خواہ مخواہ کہتے ہیں کہ بچے ماں سے محبت کرتے ہیں۔''

''میں نے کبھی آپ کو دیکھا ہوتا، آپ کی محبت اور آپ کے لمس کی عادی ہوتی تو واقعی آپ سے محبت بھی ہوتی مگر مجھے...... اپنے پاپا سے بہت محبت ہے اور جن کے بغیر میں واقعی نہیں رہ سکتی۔''

''ٹھیک ہے تم جاؤ اپنے باپ کے پاس، تمہاری نانی ٹھیک ہی کہتی ہیں کہ سانپ کا بچہ سنپولیا ہی ہوتا ہے۔ جیسا رضی تھا، یہی...... تم لگی ہو۔ کوئی بات بھی تمہاری مجھ پر نہیں گئی۔ تم نہ صرف شکل و صورت کے لحاظ سے بلکہ من و عن اپنے باپ جیسی ہو۔ بقراطی باتیں کرنے والی اور کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی۔ خود کو کچھ سمجھنے والی۔''

سلمٰی بیگم روتے ہوئے چلا کر بولیں۔ ''تم کل کی جاتی آج چلی جاؤ۔ میری بلا سے...... موری کا کیڑا موری میں ہی خوش رہتا ہے۔'' مارے طیش کے وہ بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئیں اور وہ سن سی بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔ اس کی ماں نے اس کے بارے میں کیا کچھ نہیں کہہ دیا تھا۔

''کیا مائیں ایسی ہوتی ہیں؟''

''کیا وہ یہ سب سننے کے لئے ان کے پاس آئی تھی؟''

ماں کی محبتوں کا یہ انداز، کیا وہ کبھی بھول پائے گی؟''

شہلا کے ذہن میں سنگ باری سی ہو رہی تھی اور وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی کنپٹیوں کو دبائے یوں بیٹھی تھی کہ اب گری کہ تب گری۔

☆☆☆

''ارے واقعی مجھ کو تو یقین ہی نہیں آرہا۔'' ماہ نور نے حیرت سے کہا۔

''عزیز خالو سے اچانک ہی بینک میں ملاقات ہو گئی۔ میں اپنے دوست سے مل کر نکل رہا تھا اور وہ داخل ہو رہے تھے۔ میں نے یوں ہی پوچھ لیا، خالو جان گھر میں سب خیریت ہے؟ تو انہوں نے بڑے دکھی سے لہجے میں بتایا۔ سرمد نے سہانی کو طلاق دے دی ہے اور یہ سب کیا دھرا تمہاری شاداب خالہ کا ہے۔ سہانی کوئی بچی تو نہیں تھی۔ جس نے

اپنی ماں کے کہنے میں آ کر اپنے ہنستے بستے گھر میں آگ لگا لی۔'' ماہ نور نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہمارے ہاں پچہتر فیصد گھروں کو برباد لڑکی کی مائیں کرتی ہیں۔''

''حیرت ہے، سہانی جیسی باشعور لڑکی بھی اپنی ماں کی بے وقوفی کی باتوں میں آ گئی۔'' ماہ نور ملال بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''سہانی اگر باشعور ہوتی تو ایسا کبھی نہ ہوتا۔'' ظفر بھی دکھی لہجے میں بولا۔

''ظفر...... ہم لوگ شاداب ہاؤس چلیں سہانی سے ملنے۔''

''امی تو کسی صورت نہیں جائیں گی۔ انہیں اب شاداب خالہ بہت بری لگتی ہیں۔''

''میں آپ کے ساتھ چلوں گی۔''

''شاداب خالہ یہ سمجھیں گی کہ ہم ان کا مذاق اڑانے آئے ہیں۔'' ظفر الجھے ہوئے لہجے میں بولا۔

''ہم یہ ظاہر ہی نہیں کریں گے کہ سہانی اور سرمد کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم ہے۔''

''تو پھر کیا کہیں جا کر؟'' ظفر اس سے سوالیہ لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

''کچھ بھی کہہ دیں گے، یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیجئے۔''

''ارے یہ کہہ دینا کہ ہم دونوں کی شادی طے ہو گئی ہے...... امی اور پھپھو میں صلاح ہو گئی ہے اور اب بہت جلد ہماری شادی ہو گی۔'' ظفر نے مسکرا کر ماہ نور کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''ظفر! اب تو سہانی کی طلاق ہو گئی ہے اگر آپ دونوں چاہیں تو شادی کر سکتے ہیں۔'' ماہ نور نظریں نیچے کئے بولی۔

''ایسا کیوں بول رہی ہو تم؟''

''سہانی آپ کو پسند تھی ناں، اس لئے...... اور میں تو کبھی آپ کی آئیڈیل نہیں رہی تھی ناں۔''

''سنو...... بے وقوف لڑکی...... سہانی مجھے پسند تھی مگر تھی اور ہے میں فرق ہوتا ہے اور یوں بھی ہر پسندیدہ چیز حاصل نہیں ہوا کرتی ہے۔''

''اگر آپ لوگ چاہیں گے تو میں درمیان سے ہٹ جاؤں گی تو پھر کیا مشکل ہو گی؟'' وہ سیدھے سادے لہجے میں بول رہی تھی۔

''ماہ نور! یہ بات تم نے آج تو کہہ دی ہے مگر آئندہ مت کہنا کہ میرا حال اور مستقبل صرف تم ہو اور تمہاری جگہ کوئی بھی نہیں لے سکتی۔'' ماہ نور نے نظریں اٹھائیں تو اس کی آنکھیں پُرنم تھیں۔

''اب بھی سہانی سے ملنے چلو گی؟'' ظفر شوخ سے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

''نہیں بھئی...... مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ خواہ مخواہ کسی کے گھر جاؤں مگر وہ تو تمہاری سہیلی تھی۔''

''اللہ نہ کرے...... میری سہیلی کوئی ایسی ہو۔''

''چلو...... ایسے ہی گھوم آتے ہیں۔'' ظفر بدستور اسے چھیڑ رہا تھا۔

''ناں بابا ناں...... اگر شاداب خالہ نے میرے ظفر پر نظر لگا دی تو میں کیا کروں گی۔ سہانی سے شادی کرنے والوں کی اب بھی لمبی لائن ہو سکتی ہے مگر میں کہاں جاؤں گی؟'' تب ماہ نور کی بات سن کر ظفر کھل کھلا کر ہنس پڑا۔

☆☆☆

سمندر کے آگے بند باندھا جا سکتا ہے مگر بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا کوئی جواب تک نہیں دیا جا سکتا۔ اجمل کے لئے رابعہ کا انکار اس کی سسرال میں اتنی بڑی کہانی تھی جسے جب دل چاہے پیش کیا جا سکتا تھا۔

''ارے بھئی! تمہاری عاشق بی بی رابعہ کا کیا حال ہے؟ اجمل کو تو انہوں نے ناپسند کر دیا تھا، کون سے ہیرو سے اب وہ شادی کریں گی؟''

''اماں! وہ انڈین چینلز بہت شوق سے دیکھتی ہیں۔ ہو سکتا کسی ٹی وی ہیرو کے آگے دل ہار بیٹھی ہوں۔''

''ہاں بھئی! جب کسی کے سر پر بھوت چڑھ جائے تو وہ آسانی سے تھوڑی ناں اترا کرتا ہے۔''

''ناں بھئی ناں! ایسی لڑکیاں کوئی شادی وادی کا بکھیڑا تھوڑی پالتی ہیں۔'' سسرال والوں کی باتیں نازیہ کے ذہن پر پتھروں کی طرح لگا کرتی تھیں۔

حد تو یہ ہو گئی تھی کہ کسی لڑکی کا نام وہ رابعہ بھی سن لیتیں تو اس میں کیڑے ڈالنے کے لئے سارا گھر چوکس ہو جاتا تھا۔ نازیہ جانتی تھی اس کی بہن نے انتہائی غلط اقدام اٹھایا تھا مگر وہ یہ تو نہیں چاہتی تھی کہ اس کی بہن کو ہمہ وقت نشانہ بنایا جائے۔

یہ تو اچھا تھا کہ عمیر کے ساتھ ہونے والے واقعات جو رابعہ سے نتھی تھے، ان کے بارے میں اس کی سسرال والے لاعلم تھے ورنہ نازیہ کا وہ کیا حشر کرتے یہ سوچ کر ہی اسے جھرجھری سے آ جاتی تھی۔

اور اب وہ بے حد خوش تھی۔ اس کی بہن کی شادی خیر و عافیت کے ساتھ ہو گئی تھی۔ فرشتہ صفت سعید سب کچھ جانتے ہوئے بھی رابعہ کو اپنی زندگی میں شامل کر چکا تھا۔

''اب میری بہن کو کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' یہ احساس اس کو تقویت دے رہا تھا۔

سسرال گو کہ قریبی رشتہ داروں پر مشتمل تھی مگر وہاں کا ایک ایک فرد اس بات پر حیران تھا کہ رابعہ کی شادی اس آسانی سے کیسے ہو گئی۔ رابعہ کے نام کے ساتھ سعید کا نام کبھی سننے میں بھی نہیں آیا تھا ورنہ اس پر بھی بہتان لگا دیا جاتا کہ عشق و عاشقی کے طفیل یہ شادی ہوئی ہے۔

''پتا نہیں اتنے اچھے لڑکے لوگوں کو کیسے مل جاتے ہیں؟'' بڑی نندیں ہاتھ مل کر کہہ رہی تھیں جیسے سعید کو رابعہ کے بجائے ان کی کسی بہن کے لئے آنا چاہئے تھا۔

''ارے! بہت ساری باتیں تو لوگ چھپا جاتے ہیں۔''

''ارے! اب لڑکیاں لڑکوں کے پیچھے لگ جاتی ہیں اور انہیں اپنا دیوانہ بنا کے دم لیتی ہیں۔''

''ہاں! یہی بات ہوتی ہو گی۔ سعید لڑکا تو سیدھا سادا سا تھا۔ یہ رابعہ جونک بن کر چمٹ گئی ہو گی تو پھر بیچارا کیا کرتا؟ کر لی ہو گی شادی۔''

نازیہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنی نندوں کے منہ توڑ کے ان کے ہاتھوں میں دے دے مگر اس نے مسکرا کر ہر بات کڑوے گھونٹ کی طرح پی لی تھی۔ وہ بالکل نہیں چاہتی تھی کہ اس کی طرف سے ایسی کوئی بات ہو جائے جو قابل گرفت ہو۔ اس کی بہن شادی کے بعد آج پہلی بار اس کے گھر آ رہی تھی اس نے اپنی شادی شدہ نندوں کو بھی اپنے گھر بلایا تھا۔ یہ اس کی سسرال کا دستور تھا کہ گھر میں کوئی بھی کیسی بھی دعوت ہوتی، شادی شدہ بہنوں کو پہلے پوچھا جاتا تھا۔ نازیہ نے بہن کو دینے کے لئے ایک جوڑا نکال کر اپنی ساس کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔

''امی! یہ آپ اپنے ہاتھ سے آپا کو دے دیجئے گا۔'' نازیہ کی یہ ادا دیکھ کر ساس کو دل میں خوشی سی محسوس ہوئی تھی۔ نازیہ نے صبح سے گھر کا کونا کونا خوب چمکا دیا تھا اور کیوں نہ کرتی، شادی کے بعد پہلی دعوت اجمل نے اپنے گھر میں کی تھی۔ رابعہ ڈارک نیوی بلیو ساڑھی پہن کر آئی تھی جس پر آسمانی کلر کا ستاروں اور کٹ دانے کا کام تھا۔ جھمکوں کا سیٹ پہنے وہ نکھری نکھری سی لگ رہی تھی۔ آف وائٹ کرتے شلوار میں سعید بھی سرشار سا نظر آ رہا تھا۔ اجمل اور نازیہ نے کھانے پر خاصا اہتمام کیا تھا۔ اجمل کی بہنیں بھی رابعہ کی تیاری کو تیکھی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

''ہم نے تو سنا تھا کہ آپ اپنی پسند سے شادی کریں گی؟' بڑی بہن نے اجمل کے ہٹتے ہی رابعہ سے پوچھا تو نازیہ کے چہرے پر سایہ سا لہرا گیا۔

''پسند سے ہی تو ہماری شادی ہوئی ہے۔'' سعید نے شوخ سی نظروں سے رابعہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''اچھا! یہ رابعہ تمہیں پسند کرتی تھیں؟'' اب اجمل کی اماں تمبا کو پھانک کر سعید کو دیکھتے ہوئے بولیں۔ ایسی معلومات جمع کرنا خواتین کا پسندیدہ مشغلہ ہوا کرتا ہے۔

''رابعہ مجھے پسند نہیں کرتی تھیں بلکہ میں ان پر عاشق ہو گیا تھا۔''

''اے ہے! کیا واقعی یہ بات تھی؟'' اجمل کی بہن کا سارہ مزہ کرکرا سا ہو گیا تھا۔

''میں نے تو اپنے گھر میں کہہ دیا تھا کہ اگر رابعہ نہیں ملی تو شادی ہی نہیں کروں گا۔ یہ آپ لوگوں کی دعاؤں کے طفیل میں کامیاب ہوا ہوں ورنہ میں تو کنوارا ہی رہ جاتا۔'' سعید نے کچھ ایسے یاس بھرے لہجے میں کہا کہ سب ہی بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

''تو پھر یہ گیت آپ ہی کے لئے لکھا گیا ہوگا......

مانو ہمارا احسان کہ لڑکی نے ہاں کر دی۔''

اجمل کی چھوٹی بہن نے ہنس کر سعید کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

''ہماری وجہ سے تو شادی بیاہ کے گیت لکھے گئے۔'' سعید سینہ ٹھونک کر بولا۔ اس کی باتیں سن کر رابعہ مسکرا رہی تھی۔ ''خالہ جان میری قسمت اچھی تھی جو رابعہ مجھے مل گئی ورنہ ان محترمہ نے تو ہمیں جھنڈی دکھا دی تھی کہ اپنی راہ لو......!''

''ہماری بچی ہے ہی اتنی اچھی۔'' اب اجمل کی اماں دلار بھری نظروں سے رابعہ کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں اور رابعہ سوچ رہی تھی کہ شوہر کی ذات ایک بیوی کے لئے کتنا مضبوط سائبان ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوتا ہے اور سعید ایسا شوہر ثابت ہوا تھا جو قدم قدم پر اس کی ذات کو اہمیت دے رہا تھا۔ اس کی ہر بات رابعہ کے دل میں خوشیوں کے پھول کھلا رہی تھی۔

''اللہ! میری بہن کی خوشیوں کی حفاظت کرنا۔'' نازیہ نے صدق دل سے دعا کی اور بے اختیار اپنی ننھی بچی کو کلبلاتے دیکھ کر اس کا ماتھا چوم لیا۔

''یا اللہ! میری بچی کی تو ہمیشہ حفاظت کرنا کہ تجھ سے بڑھ کر کوئی حفاظت کرنے والا نہیں۔ اس کا روم روم دعا کر رہا تھا۔ رابعہ کے ساتھ ہونے والا واقعہ وہ چاہنے کے باوجود بھلا نہ پائی تھی۔ وہ بہن کو خوش باش دیکھ کر بظاہر خود بھی خوشی کا اظہار کر رہی تھی مگر اس کے دل کے نہاں خانوں میں ایک خوف پنجے گاڑھے بیٹھا تھا۔

''میری بہن جو اتنی ذہین، سمجھدار اور عقلمند تھی۔ وہ محبت کے جھانسے میں واقعی اندھی ہو گئی تھی یا ایسے جھانسے واقعی ایسے مقناطیسی ہوتے ہیں جو واقعی اندھا کرنا جانتے ہیں۔''

''کیا عمیر کا شکار کوئی بھی لڑکی ہوتی......؟ اس کا انجام رابعہ کے انجام جیسا ہی ہوتا؟'' اس نہج پر تنہائی میں اس نے سینکڑوں بار سوچا تھا مگر کوئی جواب نہیں ملا تھا۔

☆☆☆

زندگی میں جلد بازی کبھی نہیں کرنی چاہئے اس سے ہمیشہ نقصان ہوتا ہے۔ شادی کے لئے تمہیں سہانی اتنی پسند آئی کہ ماں، بہن کی کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی اور بالآخر تم نے سہانی سے شادی کی اور اب پھر جلد بازی کا ثبوت دیا۔ نہ ہم سے مشورہ کیا اور نہ ہی کوئی بات۔ تم نے آناً فاناً سہانی کو طلاق بھی دے دی۔'' اماں گھر آئی تھیں، ان کی طبیعت بھی بہت بہتر تھی، جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ سرمد نے سہانی کو طلاق دے دی ہے تو وہ بیٹے کی خبر لے رہی تھیں۔

''اماں وہ گھر کرنے والی لڑکی نہیں تھی۔'' سرمد جز بز ہو کر بولا۔

''یہ بات تمہیں شادی سے پہلے معلوم تھی اور تم نے کہا تھا کہ جن گھروں میں نوکر چاکر ہوتے ہیں وہاں کی خواتین گھر کے کام نہیں کیا کرتی ہیں اور تم یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ سہانی کا شمار گھریلو لڑکیوں میں ہرگز نہیں ہوتا ہے۔''

''اماں وہ میری بات بھی نہیں مانتی تھی۔''

''وہ شادی سے پہلے ہی تم سے اپنے لاڈ اٹھوانے کی عادی تھی اور جب تم اس کے لئے پاگل ہو گئے تھے تو پاگل بنے بھی رہتے۔''

''آپ کو کیا پتا کہ میں اپنے اس اقدام سے کتنا سکون محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میرے سر سے ایک بھاری بوجھ خود ہی اتر گیا ہے۔''

''مگر بیٹا تمہارے اس اقدام سے اس لڑکی کی زندگی تو تباہ ہو گئی ناں۔''

''میری بھولی اماں...... آپ کو اصل بات تو معلوم ہی نہیں اگر میں سہانی کو طلاق نہ دیتا تو وہ مجھ سے خلع لے لیتی۔'' سرمد نے جھنجلا کر کہا۔

''خواہ مخواہ ہی لے لیتی۔ کیا پاگل ہو گئی تھی؟''

''ہاں اماں..... وہ شاید اپنی ممی کے چڑھاوے میں آ کر پاگل ہو گئی تھی۔ یہ دیکھیے اس کی جانب سے خلع کے وہ نوٹس۔'' سامنے میز کی دراز کھینچ کر اس میں سے ایک فائل اماں کو دکھاتے ہوئے کہا۔

"اے لو..... ایسا بھی نہیں ہوتا ہے کہ اپنا بسا بسایا گھر لڑکی خود خراب کر دے۔"

"اماں وہ چاہتی تھی کہ میں اس کی انگلیوں پر ناچوں جو ظاہر ہے کہ میں نہیں ناچ سکتا تھا۔"

"سرمد بیٹا..... پتا نہیں میری قسمت میں تیری کوئی خوشی لکھی بھی ہے یا نہیں۔ یہ شادی ہی بہت مشکلوں سے ہوئی تھی اب تو نبیدہ کی بھی شادی ہو گئی اور زینت کی بھی۔ حد تو یہ ہے کہ میری پیاری سی ایک بھانجی نگہت آرا تک کا نکاح بھی ہو گیا۔ خاندان بھر میں تیرے لئے تو کوئی لڑکی ہے نہیں۔"

"نہ ہو..... اب مجھے کرنی ہی نہیں ہے۔" وہ زچ ہو کر بولا۔

"اماں..... خاندان کی لڑکیاں سب بیاہی گئی ہیں۔ پورے شہر کی لڑکیاں تو نہیں بیاہی گئیں اور نہ وہ کہیں اور چلی گئی ہیں۔" سبین جو اتنی دیر سے ماں بیٹے کی باتیں خاموشی سے سن رہی تھی، بے اختیار بول اٹھی۔ "سلیقہ مند، نیک اور سرمد کا خیال رکھنے والی لڑکی، اتنی آسانی سے تھوڑی ملے گی۔ جب ہم ڈھونڈیں گے تو ضرور ملے گی۔"

"پلیز..... اس موضوع کے علاوہ اگر کوئی بات ہو سکتی ہے تو میں یہاں بیٹھوں گا ورنہ میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔" سرمد الجھے ہوئے لہجے کے ساتھ بولا۔

"میں تے گرما گرم سموسے نال کیان بھی لے کے آئی آں..... تسی کھا کے تو ویکھو....." کریمن ٹرالی دھکیلتے ہوئے لاؤنج میں آتے ہوئے بولی۔

"ہاں کریمن اس وقت پہلے گرما گرم چائے کی ضرورت ہے پہلے ایک کپ چائے دے دو۔" سرمد نے کہا۔

اور اماں ہاتھ میں تسبیح کے دانے پھراتے ہوئے بیٹے کو بغور دیکھتے ہوئے سوچنے لگیں۔ "میرا لال کتنا پریشان سا ہے۔ اس کی شادی اب بہت جلدی ہو جانی چاہئے تاکہ یہ دکھوں کی دلدل سے باہر نکل آئے۔"

"سرمد کل رات کا کھانا میری طرف سے ہو گا۔" اماں کی صحت یابی کے سلسلے میں سبین اپنے تئیں بات کا رخ موڑ رہی تھی۔

"اماں اتنے ڈھیر سارے دن آپ کے ہاں رہ کر آئی ہیں اب کل پھر آپ کے گھر جائیں گی کھانے کے لئے۔"

"افوہ..... کیا کھانا یہاں نہیں آ سکتا۔ اماں کی پسند کی تمام ڈشز بنا کر میں یہاں لے آؤں گی اور یہ کھانا ہم لوگ اماں کے کمرے میں بیٹھ کر ہی کھائیں گے۔"

"افوہ بھئی کریمن سے پکوا لینا۔ نیا کک بھی خاصی چیزیں بنا لیتا ہے۔ دسمبر کی چند چھٹیاں رہ گئی ہیں۔ یہاں سکون سے رہ لو۔" اماں نے بیٹی کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپا..... اماں ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ آپ کہیں نہیں جائیں گی۔"

"ٹھیک ہے جیسی اماں کی مرضی۔" سبین نے مسکرا کر ہامی بھرتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

دعوت میں گھر ہی کے لوگ تھے، نادیہ کے گھر سے عامر اپنی ماں کے ساتھ آیا تھا۔ نادیہ نے اس کو یہ نہیں بتایا تھا کہ سہانی نے سرمد سے طلاق لے لی ہے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ سہانی سے متعلق کوئی بات عامر کو پتا چلے۔

"کھانے کی میز پر سب ہی تھے۔ سہانی اپنے کمرے میں بیٹھی ٹی وی کے بیکار سے پروگرام اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے وہ اس کے پسندیدہ ہوں۔"

"سہانی اور سرمد ابھی تک نہیں آئے۔" میز پر کھانا لگتے دیکھ کر عامر نے پوچھا۔

"سہانی تو یہیں ہے۔ ہاں ہم سرمد کا انتظار نہیں کریں گے۔" شاداب بیگم نے تمسخر بھرے لہجے میں کہا۔

"مگر کیوں.....؟" عامر اب حیرت بھرے لہجے میں رخ موڑے شاداب بیگم سے پوچھ رہا تھا۔

"میرا خیال تھا کہ تم شاید جان چکے ہو گے....." سکندر نے بوکھلا کر عامر کو دیکھا۔

"خیریت سے تو ہیں ناں سرمد بھائی؟" اس کے لہجے میں پریشانی سی گھل گئی تھی۔

"ہاں اس کا کیا ہونا ہے۔ وہ تو ویسے ہی ہٹا کٹا سا ہے۔" ممی کو سرمد کا نام سن کر ہی غصہ آ رہا تھا۔

"سہانی اور سرمد میں علیحدگی ہو چکی ہے۔ اب سہانی یہیں ہے۔" عزیز احمد نے کھل کر بات کی۔ یوں بھی انہیں الجھے ہوئے انداز میں بات کرنا بھی پسند نہیں تھا۔

"اوہ..... ویری سیڈ....." عامر کے منہ سے نکلا۔

"مگر ہمیں تو خوشی ہوئی کہ ایک برے شخص سے سہانی کا ناتا ٹوٹا۔ سچ مانو بیٹا..... میری بیٹی تو سرمد سے الگ ہو کر ایک جیل سے نکل آئی ہے۔ ہر وقت کے پہرے تھے اس پر۔ یہ نہ کرو، وہ نہ کرو، یہاں نہ جاؤ، وہاں نہ جاؤ، اماں کی خدمت کرو، بہنا کی سیوا کرو۔"

عزیز احمد بیوی کی بات سن کر خاموش رہے حالانکہ یہ سب باتیں سن کر انہیں اپنی بیوی پر بے تحاشا غصہ آ رہا تھا۔

"دراصل کلاس ڈفرنس اتنا زیادہ تھا کہ سہانی اگر وہاں رہنا بھی چاہتی تو رہ نہیں سکتی تھی۔" سکندر اپنے سالے کو دیکھتا ہوا کہہ رہا تھا۔ نادیہ چپ چاپ بیٹھی ہوئی اپنی سینڈل کی ایڑی قالین کے پھولوں پر رگڑ رہی تھی۔ عامر کی ماں بھی اپنے سوئے ہوئے نواسے کو گود میں لئے اس طرح اس سے باتیں کر رہی تھیں، جیسے وہ نہ صرف جاگ رہا ہو بلکہ ان کی باتوں کا رسپانس بھی دے رہا ہو۔

"سہانی کہاں ہے؟" ان سب باتوں کے جواب میں عامر نے صرف اتنا ہی پوچھا۔

"اس کی طبیعت بہت خراب ہے، نجانے کیا ہو گیا ہے اس کو۔ ہر وقت اپنا کمرہ بند کئے پڑی رہتی ہے۔"

"کیا اسے بہت افسوس ہوا ہے؟"

"نہیں بیٹا افسوس کیسا اگر سرمد طلاق نہ دیتا تو ہم اس سے خلع لے لیتے۔ سہانی تو ویسے بھی گھر آ کر بیٹھ گئی تھی۔ ان کے ہاں کے شدید تناؤ کے ماحول میں اس بیچاری کو ڈپریشن ہو گیا تھا۔"

"کیا میں اس سے مل سکتا ہوں؟" عامر نے شائستگی سے اجازت طلب نگاہوں سے شاداب بیگم سے پوچھا۔

"ہاں، ہاں..... کیوں نہیں۔" تب عامر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا سہانی کے کمرے کی جانب چل دیا۔ دروازہ بھڑا ہوا تھا مگر ایک دم اندر جانے کے بجائے اس نے دستک دینی ضروری سمجھی۔

"رشید..... میں نے کہہ دیا ہے ناں کہ میں وہاں نہیں آ رہی، تم میرا کھانا میرے کمرے میں دے جانا۔" وہ اندر سے بولی۔ عامر نے دوبارہ دستک دی۔

"میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی کیا؟" وہ غصے سے چلاتی دروازے تک چلی آئی تھی۔ فیروزی کاٹن کے سوٹ میں سرخ چہرے میں عامر کے سامنے آئی تو وہ اس کو دیکھ کر گنگ سا ہو گیا۔

"عامر تم..... اور یہاں؟" وہ انگلی کا اشارہ کر کے آہستگی سے بولی۔

"کیا مجھے تمہارے پاس نہیں آنا چاہئے تھا؟"

"میرا مطلب یہ نہیں ہے۔" وہ بوکھلائی۔

"تم لوگوں نے مجھے کھانے پر بلایا ہے اور تم کھانے میں شریک بھی نہیں ہو رہی ہیں۔"

"وہ دراصل میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔"

"کیا ہوا ہے تمہیں......؟"

"ہوا تو کچھ نہیں، بس بار بار بخار آ رہا ہے۔ اس وجہ سے کچھ کھانے کو دل نہیں چاہ رہا۔"

"کیا تم ٹیبل پر میرے ساتھ بیٹھنا بھی پسند نہیں کرو گی۔"

"نہیں عامر! ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔"

"تو پھر آؤ...... چلو ناں میرے ساتھ، سب لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

"میں اپنے کپڑے چینج کر لوں ذرا۔" اس نے اپنے اوپر ایک ناقدانہ سی نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"ان کپڑوں میں بھی بہت اچھی لگ رہی ہو گی۔" عامر نے مسکرا کر کہا۔

"رئیلی......؟" اس نے اس کی آنکھوں میں جھانکا کہ کہیں وہ مذاق تو نہیں اڑا رہا۔

"میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔" اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کہا۔ تب وہ سرعت سے اندر گئی۔ بالوں پر برش مارا، ہونٹوں پر لپ اسٹک لگائی اور پرفیوم کا اسپرے کرتے ہوئے دوپٹا کاندھوں پر ڈال کر وہ باہر نکل آئی۔

"ونڈرفل...... اور پیاری لگ رہی ہو۔" جب وہ دونوں ساتھ ساتھ ڈائننگ ہال میں آئے تو سکندر کے لبوں پر ایک جاندار سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"عامر تمہارا آنا اتنا بھاگوان ثابت ہوا ہے کہ آج میں عرصے کے بعد سہانی کو اس کمرے میں دیکھ رہا ہوں ورنہ یہ تو اپنے کمرے سے باہر ہی نہیں نکل رہی تھی۔" کھانا شروع ہوا تو سہانی نے تھوڑا سا کھانا بھی سب کے ساتھ کھایا۔ کھانے کے بعد دونوں کافی لے کر ساتھ ساتھ بیٹھ گئے۔ عامر کرید کرید کر اس کی دلچسپی کی باتیں پوچھ رہا تھا۔

"تمہاری ڈانس کی کلاس کیسی چل رہی ہے؟"

"بہت عرصہ ہو گیا...... میں گئی ہی نہیں۔"

"اور گلوکاری کی کلاسز کہاں تک پہنچیں؟"

"وہ بھی سب چھوڑ دیں۔"

"جم تو یقیناً جاتی ہوں گی؟"

"میں تو اب کہیں نہیں جاتی۔"

"کیوں بھئی؟"

"میرا دل ہی نہیں چاہتا۔ بس اپنے کمرے میں لیٹی ٹی وی کے چینلز دیکھتی رہتی ہوں۔"

"یوں کمرے میں مستقل بند رہو گی تو بیمار پڑ جاؤ گی۔"

"وہ تو میں ہوں بیمار۔"

"سہانی یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہے؟"

"عامر اب مجھے اچھی اور بری بات کا ڈفرنس پتا نہیں چلتا۔ سرمد کے ہاں میری ہر بات کا مطلب غلط لیا جاتا تھا۔ اگر میں سوئی تو کیوں سوئی اور اگر میں نے ممی کو فون کیا تو کیوں کیا؟ یقیناً میں نے انہیں اطلاعات دی ہوں گی وغیرہ وغیرہ۔"

"بھول جاؤ سب۔" عامر نے نرمی سے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ نادیہ نے دور بیٹھے یہ سب دیکھا اور یہ سب اسے بالکل بھی اچھا نہیں لگا۔ "کل شام کو میں آؤں گا۔ ہم دونوں سی سائڈ چلیں گے اور پھر واپسی پر کسی اچھے سے ہوٹل میں کھانا کھاتے ہوئے گھر آ جائیں گے۔"

"پلیز عامر...... میرا بالکل بھی موڈ نہیں ہو رہا ہے۔"

"کیا تم مجھے اپنا دوست نہیں سمجھتی ہو۔" وہ روٹھے ہوئے لہجے میں بولا۔

"یہ میں کب کہہ رہی ہوں۔"

"تو کل عصر کی نماز پڑھ کر ہم دونوں چلیں گے۔" سہانی خاموش رہی۔ "اگر تم کہو تو میں تمہیں لینے آ جاؤں؟"

"ٹھیک ہے آ جانا۔" وہ عامر کی طرف دیکھ کر مسکرا دی۔ شاداب بیگم قریب بیٹھی بظاہر نادیہ کی ماں سے باتیں کر رہی تھیں مگر ان کے کان سہانی اور عامر کی باتوں میں لگے ہوئے تھے۔ جب سہانی نے جانے کی ہامی بھری تو انہیں ایسا لگا جیسے ان کے دماغ سے کوئی بھاری بھرکم بوجھ ہٹ گیا ہو۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں، سہانی جیسی لڑکی اپنے آپ کو یوں کمرے میں مقید بھی کر سکتی ہے۔ ان کی بیٹی جو ان کے اشارے پر چلا کرتی تھی، اس نے ان سے بات تک کرنا چھوڑ رکھی تھی۔

ان دنوں وہ واقعی پریشان سی ہو گئی تھیں۔ انہیں یہ صدمہ ہرگز نہیں تھا کہ سرمد نے سہانی کو طلاق دے دی ہے۔ ان کی پریشانی صرف یہی تھی کہ سہانی کی روٹین چینج ہو گئی ہے اور وہ سب سے الگ تھلگ سی ہو گئی ہے۔ بار بار چڑھنے والے بخار نے بھی انہیں پریشان کر دیا تھا اور وہ یہی سمجھ رہی تھیں چونکہ اس کے معمولات بدل گئے ہیں اس لئے سہانی بیمار بھی پڑ گئی ہے اور اب عامر انہیں معالج کی صورت میں نظر آ رہا تھا جس سے وہ ذہنی آسودگی محسوس کر رہی تھیں۔

☆☆☆

"ایک بار، دو بار، تین بار...... تم نے مسلسل رٹ ہی لگائی ہے کراچی جانے کی......" شہلا کی ضد سے عاجز آ کر سلمیٰ نے کہا۔ "اتنے سارے دن سے تو میں لاہور میں ہوں۔ اب بس اپنے گھر جاؤں گی۔ اسکول سے چھٹی لے کر جو آئی تھی وہ بھی ختم ہو چکی ہے۔"

"کتنی تنخواہ ملتی ہے تمہیں اسکول سے؟"

"پندرہ ہزار......" اس نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"اتنی تنخواہ تو میرے دو نوکر لیتے ہیں۔" وہ تحقیر بھرے لہجے میں بولیں۔

"امی...... میرے لئے تو پندرہ ہزار ہی بہت ہیں۔"

"اتنے پیسوں میں تو کوئی ڈھنگ کا ایک جوڑا نہیں آتا۔"

"مگر میرا آ جاتا ہے۔" اسے ان کی باتیں سن کر خفت سی ہو رہی تھی۔

"شہلا تم جس ماحول میں پلی بڑھی ہو۔ اپنا دل مار کے رکھا ہے تم نے۔ چھوٹے سے گھر میں، چھوٹی چھوٹی

خواہشیں بھی پوری نہیں ہوتی ہوں گی۔سوتیلی ماں نے تمہارے وہ لاڈ نہیں کیئے جو کسی بھی بچے کا حق ہوتا ہے۔''

''سوتیلی مائیں کس کے لاڈ کرتی ہیں، بچوں کے لاڈ تو ان کی اپنی مائیں کیا کرتی ہیں۔'' جملہ جیسے اس کے منہ سے پھسل گیا۔

''اگر تم میرے پاس رہو گی تو میں کیا تمہارا خیال نہیں رکھوں گی؟''

''امی میں تو آپ کے پاس ہی تھی۔آپ نے از خود چھوٹی سی بچی کو اس کے باپ کے گھر میں پٹخ دیا تھا۔''

''شہلا پرانی باتیں مت یاد دلاؤ۔ان دنوں میں کس اذیت کا شکار تھی تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔''

''جب اپنی محبت، اپنا مان، اپنا غرور دور بیٹھ جائے تو اکیلے ہو کر کس قدر بکی ہو سکتی ہے اس کا اندازہ کوئی دوسرا کر ہی نہیں سکتا۔''

''میں اپنا کمرہ بند کر کے مسلسل روتی رہتی تھی، تب مما نے تمہیں تمہارے باپ کے پاس بھجوا دیا اور یوں میں رفتہ رفتہ نارمل ہوتی چلی گئی۔'' شہلا نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولنا چاہا مگر پھر کچھ سوچ کر وہ چپ ہو گئی۔

''آپ اپنی جگہ سچی ہیں مگر قسمت شاید مجھ پر ہی نامہربان تھی۔''

''جب ہی تو کہتی ہوں کہ جو ہوا اسے بھول جاؤ اور اپنی نئی زندگی، اپنی حیثیت کے حساب سے شروع کرو جو حیثیت تمہاری ہونی چاہئے جو حیثیت تمہیں کبھی نہیں ملی اس حیثیت کے حساب سے۔'' سلمٰی بیگم اسے دھیمے لہجے میں سمجھا رہی تھیں۔

''امی...... میں آپ کے ماحول کی عادی نہیں ہوں۔ مجھے تو ایک چھوٹے سے گھر میں رہنے کی عادت ہے۔'' شہلا نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

''عجیب لڑکی ہو تم...... چھوٹے گھروں میں رہنے والوں کے خواب تو کچھ زیادہ بڑے ہوتے ہیں جس کے پاس چھوٹی گاڑی ہو وہ بڑی گاڑی لینا چاہتا ہے جس کے پاس چھوٹا مکان ہو اس کو بڑی سی کوٹھی لینے کی خواہش ہوتی ہے تو پھر تم کیوں ایسی بات کہہ رہی ہو، جس کا حقیقت سے دور کا واسطہ نہ ہو۔''

''امی میری باتیں ایسی ہی عجیب و غریب ہوتی ہیں جب ہی تو میں کہتی ہوں کہ میں آپ کے ماحول میں مس فٹ ہوں۔''

''بیٹا جب تمہاری شادی ہو جائے گی تو تم سب پرانی باتیں بھول جاؤ گی۔تب تم اپنی ماں کو دعا دو گی جس کے طفیل تمہاری زندگی کا معیار تبدیل ہو جائے گا۔''

''نہیں امی...... میں ایسا کچھ بھی نہیں چاہتی۔'' ایک دن اس نے ماں کے مسلسل اصرار پر جواب دیا۔

''تو پھر تمہارے باپ نے تمہیں یہاں کیوں بھیجا ہے۔''

''میں آپ سے ملنے آئی ہوں۔''

''رضی یہ تو ضرور چاہتا ہو گا کہ میرے طفیل وہ شادی کے خرچے سے بچ جائے۔'' وہ تمسخر سے ہنس کر بولیں۔

''نہیں امی...... پاپا ایسا ہرگز نہیں چاہتے۔ان کا تو کہنا تھا کہ میں پندرہ دن کے بعد واپس آ جاؤں۔وہ تو میں آپ کے اصرار پر یہاں رکی ہوں۔''

''تو کیا واقعی تم اپنے باپ کے گھر واپس جانا چاہتی ہو؟'' لہجہ خاصا شاکی سا تھا۔

''جی امی......'' نظریں جھکائے جھکائے اس نے دھیمے سے لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے تو پھر چلی جاؤ۔اب میں تمہیں بالکل نہیں روکوں گی۔'' سلمٰی بیگم نے کلستے ہوئے لہجے میں کہا اور یک دم اس کے کمرے سے اٹھ کر باہر چلی گئیں۔

ملتے ہوئے پردے کو آنسو بھری آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اس نے اپنے ہونٹ کاٹ لئے۔''شاید محبتیں بھی نصیب کی ہوتی ہیں۔بعض بیٹیوں کو ان کی سگی ماں کا پیار تک نصیب نہیں ہوتا۔کیا میں واقعی بدنصیب ہوں؟ اس نے اپنے آپ سے پوچھا۔

''ہاں...... تم ہو......'' اس کے دل نے جیسے اسے باور کرایا اور اس کے آنسو یوں روانی سے اس کے ہاتھوں پر گرنے لگے جیسے بوچھاڑ تیز ہو گئی ہے۔

☆☆☆

عامر کا خیال تھا کہ وہ ہمیشہ کی طرح اس کا انتظار کار پورچ میں کر رہی ہو گی مگر وہ تو اپنے بیڈروم میں تھی۔

''آپا کیا سہانی ابھی تک تیار نہیں ہوئی ہے؟'' عامر نے نادیہ سے پوچھا۔

''وہ تو صبح سے اپنے کمرے میں ہے۔ناشتا تو اس نے اپنے کمرے میں منگوایا تھا مگر آج تو اس نے لنچ بھی نہیں کیا۔''

''آپ نے جا کر پوچھا نہیں کہ وہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟''

''میں سہانی کے کسی بھی معاملے میں دخل نہیں دیتی ہوں۔''

''مگر آپ کو......''

''میرا خیال ہے کہ تمہیں بھی اس کے معمولات میں دخل دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' نادیہ بھابی کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔

''سہانی میری دوست رہی ہے......''

''تو پھر کیا ہوا۔اب ایسی دوستیاں نظر نہیں آتیں جو دوستوں کو پریشان دیکھ کر خود بھی پریشان ہو جائیں۔اب تو دوستیاں ایک فاصلے سے رکھ کر کی جاتی ہیں۔''

''میں سہانی کو ابھی بھی اپنی دوست سمجھتا ہوں۔''

''اگر تم ایسا سمجھ رہے ہو تو پھر نادانی کی جانب قدم بڑھا رہے ہو۔''

''آپا...... آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں؟'' عامر بہن کو حیران سی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

''وہ اس لئے کہ جو انسان اپنا دوست بھی نہ ہو وہ کسی اور کا دوست کس طرح بن سکتا ہے۔'' نادیہ نے کہا۔

''سہانی کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے اس میں ساری کی ساری قصوروار سہانی خود ہے۔سرمد کا اس میں کوئی دوش نہیں ہے۔''

''پھر بھی سرمد کی حرکت کوئی اچھی تو نہیں ہے۔کیا ضرورت تھی اسے طلاق دینے کی۔کیا وہ سہانی کو سمجھا نہیں سکتا تھا۔''

''تمہارا کیا خیال ہے کہ کیا اس نے اسے سمجھایا نہیں ہو گا؟''

''میں اسے ایک جلد باز انسان کہوں گا جس کی وجہ سے سہانی آج اتنی پریشان ہے کہ سب سے یوں منہ موڑے کمرے میں بند ہو کر رہ گئی ہے۔''

''عامر تم اپنے بزنس کو دیکھو۔ تم کیوں پریشان ہو رہے ہو اس کے لئے۔''

''میں سہانی کو اس حال میں نہیں دیکھ سکتا۔''

''وہ خود ٹھیک ہو جائے گی۔ وہ ایک جیسے حالات میں مستقل رہ ہی نہیں سکتی۔'' نادیہ اپنے تئیں بھائی کو سمجھا رہی تھی۔

''اس وقت آپ میرے ساتھ اس کے کمرے میں چلیں۔'' وہ ملتجی لہجے میں بولا۔

''ٹھیک ہے چلو......'' نادیہ دروازے پر دستک دے کر اندر داخل ہوئی تو وہ کمبل منہ پر لئے لیٹی تھی۔

''سہانی آج کیا سارا دن سونا مناؤ گی؟'' نادیہ نے کمبل ہٹاتے ہوئے کہا۔

''بھابی مجھے نیند آ رہی ہے۔ سونے دیں۔'' وہ برا سا منہ بناتے ہوئے بولی۔

''مگر آج شام کا تو ہمارا پروگرام تھا۔'' سامنے صوفے پر بیٹھا عامر ہنس کر بولا تو اس نے چونک کر اسے دیکھا۔

''سوری عامر...... آج میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔''

''کیا ہوا؟''

''شاید مجھے بخار ہو گیا ہے۔ اٹھا ہی نہیں جا رہا۔'' نادیہ نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا تو وہ تپ رہا تھا۔

''سہانی تمہیں واقعی بخار ہے۔ کوئی گولی لی تم نے بخار کی؟''

''نہیں...... مجھے تو بس نیند آ رہی تھی۔ اس لئے سوئے چلی جا رہی تھی۔''

''میں چائے کے ساتھ کچھ بھجواتی ہوں اس کے بعد کوئی دوا لے لینا۔'' نادیہ کمرے سے باہر جاتے ہوئے بولی۔

''سہانی...... تم اپنے آپ سے اتنی بے پروا کیوں ہو گئی ہو؟'' عامر اس سے پوچھ رہا تھا۔

''بس اب کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا ہے۔'' وہ پھیکی سی ہنسی ہنس کر بولی۔

''سرمد سے علیحدگی کا بے حد افسوس ہوا ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''شاید ہاں یا شاید نہیں۔'' یہ کہہ کر وہ پھر ہنس دی۔

''یہ کیا بات ہوئی بھلا کہ تمہیں اپنی دلی کیفیت تک کا اندازہ نہیں ہے۔''

''سرمد اچھا تھا مگر بعد میں وہ بدل گیا۔ میں سرمد کے پیچھے نہیں گئی تھی وہ میرے پیچھے آیا تھا۔ میں جیسی بھی تھی ایک کھلی کتاب کی طرح تھی۔ میں نے اپنے بارے میں اس سے کچھ بھی نہیں چھپایا تھا۔ میرے شوق، میرے ذوق، میری پسند، میری ناپسند، ہر ایک کے بارے میں وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ میں فیشن شوز میں حصہ لیتی تھی۔ یہ بات اس کے لئے فخر کا درجہ رکھتی تھی۔ میں باقاعدگی سے جم جاتی تھی اس بات کو وہ ہمیشہ سراہتا تھا۔ میں ہمیشہ رات گئے سونے کی عادی رہی اور دیر سے اٹھا کرتی تھی۔ میری روٹین سے بھی وہ واقف تھا اور بعد میں اسے یہ سب برا لگنے لگا۔ اس کا صرف ایک ہی جملہ میرے سر پر ہنٹر بن کر برسنے لگا۔ تم میری ماں کے پاس بیٹھا کرو اور ان کی ہر وقت خدمت کیا کرو۔ جیسے اس کے علاوہ میری زندگی کا کوئی اور مقصد ہی نہ ہو۔ اماں اور بہن کے احکام پر چلنے والے مرد اپنی بیوی کو صرف خادمہ کے روپ میں دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ میں نے یہ بات بھی مانی...... بڑی بی کی بور باتیں دلچسپی سے سنتی

رہی مگر ہر ایک کو مطمئن کرنا شاید بہت مشکل ہوتا ہے۔ میں چونکہ ان کی ماں کی پسندیدہ لڑکی نہیں تھی اور ان کے دل کو توڑ کر سرمد مجھے بیاہ لائے تھے اس لئے یہ ان کی چالیں تھیں کہ چلو آ تو گئی ہے مگر ہم اسے یہاں ٹکنے نہیں دیں گے۔ میں فون کرتی تو سرمد کاٹ دیتے۔ میری کوئی بھی بات انہوں نے سنی ہی نہیں۔ ایسے میں بتاؤ میں کیا کرتی اگر وہ طلاق نہ دیتے تو یقیناً میرا بھائی خلع دلوا دیتا۔ جب ایک شخص کسی صورت میں بھی میری کوئی بات سننا نہ چاہتا ہو۔ میرے باپ اور بھائی کی شکل دیکھنا پسند نہ کرتا ہو اور نہ ہی ان سے بات کرنا چاہتا ہو تو بتاؤ عامر میں اس صورت حال میں کیا کرتی؟''

''سہانی میں تمہیں الزام تو نہیں دے رہا ہوں مگر جس طرح تم نے اپنی حالت بنالی ہے وہ تمہیں بدلنی ہوگی۔''

''میں کوشش تو بہت کرتی ہوں مگر سرمد کی باتیں مجھے بے حد دکھ دیتی ہیں۔''

''اب تم اس شخص کا بالکل بھی ذکر نہیں کرو گی جس نے تمہیں اتنے ڈھیر سارے دکھ دیئے ہیں۔''

''عامر میں خود بھی نہیں چاہتی کہ سرمد کی کوئی بات مجھے یاد بھی آئے مگر پتا نہیں کیوں...... میرا ذہن اس کے گھر کے حصار سے باہر ہی نہیں نکل پاتا۔ ممی کہتی ہیں کہ شاید ان لوگوں نے مجھ پر کوئی جادو وادو کروا دیا ہوگا۔ میں ان سب باتوں پر یقین نہیں کرتی مگر میرے ذہن میں ہر وقت اسی گھرانے کی باتیں سلگتی رہتی ہیں تو مجھے بھی یہ وہم سا ہونے لگا ہے کہ شاید وہ لوگ اس نہج تک بھی اتر آئے ہوں۔''

''سہانی جب تم خود ہی گھر میں قید ہو جاؤ گی تو یہ بے سروپا باتیں تمہارے دماغ میں آئیں گی۔ گھر سے باہر نکلو، گھومو پھرو تو یقیناً فریش ہو جاؤ گی۔''

''اب میں نے تو بخار سے نہیں کہا ناں کہ مجھے لگ جا اور میرے دماغ سے لے کر سارے حواسوں میں آگ سی بھر دے۔'' سہانی نے خفت بھرے لہجے میں کہا تو عامر اپنی کرسی سے اٹھ کر اس کے بیڈ کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔

شاداب بیگم جب سہانی کے کمرے میں آئیں، اس وقت عامر ٹھنڈی پٹیاں سہانی کے ماتھے پر رکھ رہا تھا اور یوں ایک گھنٹے بعد اس کا ٹمپریچر نارمل ہو گیا۔

''عامر میری وجہ سے تم بے حد تھک گئے ہو گے۔'' سہانی عامر کو دیکھ رہی تھی۔

''کیسی غیروں والی باتیں کر رہی ہو تم...... میں تمہارا دوست تھا، ہوں اور رہوں گا۔''

''عامر میں واقعی تمہارا شکریہ ادا نہیں کر سکتی۔''

''پلیز سہانی...... مجھے اس طرح کی رسمی باتیں سن کر تکلیف ہوتی ہے۔''

''ٹھیک ہے......'' وہ مسکرائی اور عامر کے ہاتھ سے جوس کا گلاس لیتے ہوئے بولی ''اچھا کل تم کتنے بجے آؤ گے؟''

''پورے پانچ بجے۔''

''میں تیار رہوں گی۔''

''اب میں چلتا ہوں، انشاء اللہ کل تم بالکل صحت مند ہو گی۔'' سہانی اس کے پریشان سے لہجے کو سن کر بے اختیار مسکرانے لگی۔

عامر ذرا بھی تو نہیں بدلا تھا۔ بالکل ویسے کا ویسا تھا۔ اس کا خیال رکھنے والا!...... اس کی فکر کرنے والا! اس کو

چاہنے والا!

☆☆☆

''نہیں ممی......آپ کا قیاس واقعی غلط نکلا۔'' سلمٰی بیگم اپنی ماں سے کہہ رہی تھیں۔

''میں رضی کی رگ رگ سے واقف ہوں۔ وہ ایک نمبر کا لالچی شخص ہے۔ اس نے ہماری امارت کی وجہ سے ہمیں پھانسا تھا اور جب تم اس کے چنگل سے نکل گئیں تو وہ انتظار کرتا رہا اور اب بیٹی جوان ہونے کے بعد چارے کے طور پر تمہارے پاس بھیجی کہ وہ جانتا ہے کہ تم پانچ، چھ لاکھ کے زیور اور چار پانچ لاکھ کیش اس کو دے کر بھیجو گی اور یوں ان فقیروں کی مدد ہو جائے گی۔ وہ جو ہر چیز ترس ترس کر حاصل کر رہے ہیں انہیں بھی آسودگی ہو جائے گی۔''

''پہلے تو آپ کہہ رہی تھیں کہ انہوں نے اچھے گھرانے میں شادی کروانے کے لئے شہلا کو بھجوایا ہے۔'' سلمٰی بیگم نروٹھے پن سے بولیں۔

''بھئی اگر شہلا کی یہاں شادی ہو جاتی تو رضی کو تو دھیلا بھی نہ ملتا۔ اس کا یہ پلان زیادہ عمدہ ہے کہ اس کی بیٹی ناں ناں کرتے ہوئے بھی ہر چیز سمیٹ لائے۔

''شہلا ہے تو میری بیٹی......اگر میں اس کو کچھ دوں گی تو وہ اس کا حق ہوگا۔''

''مت بھولو سلمٰی تمہارے پیسے میں شہلا کا نہیں لیلٰی اور تمہارے دوسرے بچوں کا حصہ ہے کہ یہ ان کے مرے ہوئے باپ کی دولت ہے۔ شہلا کے باپ نے تمہیں کبھی کچھ نہیں دیا جس کی وہ حقدار ہوگی۔''

''ممی آپ بھی کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ میری وہ جائداد جو مجھے اپنے میکے سے ملی ہے۔ اس میں سے تو شہلا کو کچھ دے سکتی ہوں۔ وہ تو میرے اپنے پیسے ہیں۔''

''مجھے رضی سے بے حد نفرت ہے اور سچی بات ہے بھئی مجھے شہلا سے بھی کوئی انسیت نہیں ہے......تو پھر اس کے لئے ہم کچھ کیوں کریں۔ اللہ کا شکر ہے، ہمارے اپنے نواسے، نواسیاں، پوتے، پوتیوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔''

''ممی وہ ہمارے ہاں پہلی مرتبہ یا شاید آخری مرتبہ آئی ہے۔ اب میں اسے خالی ہاتھ تو بھیجنے سے رہی۔ میں تو اسے ہر حالت میں دس لاکھ روپے تو ضرور دوں گی تاکہ وہ اپنا تھوڑا بہت جہیز تو بنا سکے۔''

''ایسا تو بھول کر بھی مت کرنا ورنہ پچھتاؤ گی۔'' ممی نے تمسخر سے کہا۔

''کیوں......اس میں پچھتانے والی کیا بات ہے؟'' سلمٰی بیگم اپنی ماں کے مدِمقابل کھڑی پوچھ رہی تھیں۔ شہلا جو ٹی وی لاؤنج میں اپنی کتاب لانے کے لئے کمرے سے نکلی تھی وہیں ستون کے پیچھے کھڑی اپنی ماں اور نانی کی یہ باتیں سن کر حواس باختہ سی ہو رہی تھی۔

''چاٹ لگ جائے گی رضی کو پیسوں کی پھر وہ شہلا کو بار بار بھیجے گا کہ جاؤ جا کر پیسے لے آؤ۔ تم کیا ہر دفعہ یونہی بیٹی ٹیکس ادا کرتی رہو گی۔''

شہلا کو یوں لگا جیسے وہ ابھی یہیں چکرا کر گر جائے گی۔ اتنی بے عزتی، ایسا تو اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے وہ کس طرح اپنے کمرے تک آئی تھی۔ یہ بات وہ خود ہی جانتی تھی پھر ساری رات وہ تکیے کے اندر منہ دیئے سسکتی رہی تھی۔ اس کی ماں نے نانی کو کیا جواب دیا تھا۔ وہ جاننے کی بھی خواہش مند نہیں تھی۔ ''جس گھر میں میرے باپ کی بالکل بھی عزت نہیں ہے وہاں مجھے رہنا بھی نہیں چاہئے۔'' اس کی سگی نانی اس

سے کتنی نفرت کرتی تھیں یہ جان کر اسے کتنا افسوس ہو رہا تھا۔ اپنے ننھیال والوں سے ملنے کے لئے وہ کتنا تڑپتی رہی تھی جب سے اسے پتا چلا تھا کہ اس کی ماں زندہ ہے اور اس کی خوب بڑی سی ننھیال بھی ہے تو وہ سب سے ملنے کے لئے کیسی بے قراری رہی تھی اور یہاں آ کر اس کا ایک ایک خواب تہس نہس ہو گیا تھا۔ اگلے دن صبح سویرے ناشتے کی میز پر اس نے سلمٰی بیگم سے کہا۔

''میرے پاس ریٹرن ٹکٹ ہے۔ آپ ماموں سے کہہ کر کل یا پرسوں کی فلائٹ کنفرم کروا دیں۔''

''کیا تم واقعی جانا چاہتی ہو؟'' نانی نے چائے پیتے ہوئے اس سے ایسے لہجے میں کہا جیسے پوچھ رہی ہوں کہ کہیں تم ایسی باتیں کر کے ناٹک تو نہیں کر رہی ہو۔

''میں صرف اپنی خواہش پر یہاں آئی تھی کہ میں بھی تو دیکھوں کہ ماں، خالہ، ماموں اور نانی کے رشتے کیسے ہوتے ہیں اور اب میں واپس اپنے گھر جانا چاہتی ہوں۔''

''ابھی تو تم نے اپنی پوری ننھیال کی دعوتیں بھی نہیں کھائیں۔ کتنے سارے لوگ تو تمہیں اپنے گھر مدعو کرنا چاہتے ہیں اور میرے سرکل کے لوگ اس کے علاوہ ہیں۔''

''امی آپ ان سب سے معذرت کر لیجئے کہ اب میں ابو کے بغیر نہیں رہ پاؤں گی۔ آج تک ان سے علیحدہ نہیں رہی۔ اسی لئے وہ مجھے بہت یاد آ رہے ہیں۔'' شہلا نے جب سے یہ سنا تھا کہ نانی کو اس کے باپ سے سخت نفرت ہے۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ نانی کے سامنے صرف اپنے باپ کا ہی ذکر کرتی رہے اور پھر اسے یہ دیکھ کر واقعی مسرت ہوئی نانی کے چہرے کے زاویے واقعی بگڑ رہے تھے۔ وہ شاید اتنے آنسو بہا چکی تھی کہ چلتے وقت اس کی آنکھ سے ایک آنسو بھی نہیں ٹپکا ورنہ وہ سوچ رہی تھی کہ چلتے وقت اپنے آپ پر قابو نہیں پا سکے گی۔

''یہ لو دس لاکھ کا ڈرافٹ ہے۔ تم اپنی پسند کا جہیز لے لینا۔'' سلمٰی بیگم نے اسے چلتے وقت گلے سے لگاتے ہوئے کہا۔

''نہیں امی......یہ میں نہیں لے سکتی۔''

''کیسی غیریت کی باتیں کر رہی ہو۔ تمہاری ماں تمہیں دے رہی ہے۔''

''ابو نے مجھے اسی شرط پر یہاں بھیجا تھا کہ میں کوئی تحفہ کوئی کیش اپنے ساتھ نہیں لاؤں گی۔''

''اے لو......وہ کون ہوتا ہے اعتراض کرنے والا۔ اس فقیر کی بھی یہ اوقات ہو سکی ہے کہ تمہیں اتنے پیسے دے۔'' نانی غصے میں بولیں۔

''پلیز نانی......میرے ابو کے لئے آپ کو ایسے جملے استعمال نہیں کرنے چاہئیں، جن سے مجھے دکھ ہو۔ میرے لئے باپ کی حیثیت کسی بادشاہ سے کم نہیں۔ انہوں نے مجھے ہر چیز دی ہے۔''

''ہونہہ سال کے چار جوڑے سے زیادہ بنانے کی کہاں اس کی طاقت ہو سکتی ہے۔''

''اچھا امی......اب میں چلتی ہوں۔ فلائٹ کا ٹائم ہو رہا ہے اگر میری کسی بات سے آپ کو تکلیف پہنچی ہو تو معاف کر دیجئے گا۔ آپ کی یہ بیٹی آپ کے ماحول سے آشنا نہیں تھی تو بھول چوک بھی ہو سکتی ہے۔''

''ارے آپا، آپ نے یہ بیگ تو وہیں کمرے میں چھوڑ دیا جس میں آپ کے کپڑے ہیں جو امی نے بوتیک سے آپ کو دلوائے تھے۔'' اس کی چھوٹی بہن بیگ رکھتے ہوئے بولی۔

''لیلیٰ یہ کپڑے میں نے جان بوجھ کر چھوڑے ہیں۔ یہ سب کپڑے وہاں کراچی میں نہیں چلیں گے۔''

''نہیں آپا، یہ تو آج کل کے فیشن کے مطابق ہیں۔''

''اتنے مہنگے کپڑے میں پہننے کی عادی نہیں ہوں۔ تم پہن لینا کہ ایک دو سوٹ کے علاوہ تو میں نے انہیں پہنا بھی نہیں ہے۔ امی نے خواہ مخواہ ڈھیر سارے سوٹ خرید لئے تھے۔''

''خالی ہاتھ جاؤ گی تو تمہاری سوتیلی ماں تمہیں کھا جائیں گی کہ تمہاری ماں نے تمہیں کچھ بھی نہیں دیا۔'' سلمیٰ بیگم اسے سمجھا رہی تھیں۔

''کچھ نہیں کہیں گی وہ۔ انہیں تو شروع سے ہی یہ پتا ہے کہ میری ماں انتقال کر گئی تھی۔''

''دیکھا اس رضی کا کرمنل ذہن...... مری جیتی جاگتی بیٹی کو مار تک دیا اس نے۔ ارے خود مر جاتا۔'' نانی انٹ شنٹ بک رہی تھیں۔

''امی آپ ڈرائیور سے کہیں کہ مجھے ایئرپورٹ چھوڑ آئے۔''

''ابھی تو خاصا ٹائم ہے اور ایئرپورٹ ہمارے گھر سے قریب ہی تو ہے۔''

''مجھے ہمیشہ جانے کی جلدی رہتی ہے اور اکیلے جاؤں تو اور بھی گھبراہٹ سی ہوتی ہے۔ میں روزانہ اسکول جاتی ہوں مگر دیگر ٹیچرز کے مقابلے میں ہمیشہ وقت سے پہلے ہی پہنچ جاتی ہوں۔''

''صدیق جاؤ تم بی بی کو ایئرپورٹ چھوڑ آؤ۔'' سلمیٰ نے ڈرائیور کو آواز دیتے ہوئے کہا۔

گاڑی میں بیٹھنے سے قبل وہ باری باری ماں اور بہن بھائیوں سے گلے ملی۔ نانی نے اس کے جھکے ہوئے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا مگر بولیں کچھ نہیں۔ گاڑی چلتے سے اس نے دیکھا۔ اس کی ماں پورچ میں کھڑی اس کو جاتا ہوا دیکھ رہی تھیں۔ حزن و ملال کے رنگ ان کے چہرے پر چھائے ہوئے تھے۔ بے اختیار اس کے آنسو اس کی آنکھوں سے لڑھک گئے اور بے دم ہو کر اس نے اپنا سر سیٹ کی پشت پر رکھ دیا۔

☆☆☆

خلافِ توقع ایئرپورٹ پر ابو کے ساتھ امی اور چھوٹی بہن گڑیا کو دیکھ کر اسے حیرت ہو رہی تھی۔

''ابو میں ایئرپورٹ ٹیکسی سے خود ہی گھر آ جاتی۔ آپ سب لوگوں کو آنے میں پریشانی ہوئی ہوگی۔''

''نہیں بیٹا پریشانی کیسی...... ایک ٹیکسی میں سب آ گئے۔ میں نے تو کبھی ایئرپورٹ دیکھا ہی نہیں تھا۔ چلو باہر سے تو دیکھ لیا۔'' امی اس کو گلے لگاتے ہوئے بولیں۔ ابو اسٹک کی مدد سے چل رہے تھے اور ان ڈیڑھ ماہ میں اسے پہلے سے کہیں بہتر لگ رہے تھے۔

''فزیوتھراپی کے ساتھ ساتھ سورۃ الفاتحہ کے پانی پینے سے مجھ زیادہ آرام آیا ہے۔ سورۃ شفاء کا پانی اکسیر ہوتا ہے۔ یہ استعمال کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے۔''

''آپا وہاں بہت مزہ آیا ہوگا ناں؟'' گڑیا اس سے بار بار پوچھ رہی تھی۔ وہ مسکرا کر اثبات میں سر ہلا رہی تھی۔

''میری بچی کے گھر والوں نے تجھے دیکھ کر اپنے کلیجے میں بھر لیا ہوگا۔'' امی نے گھر آ کر اپنا جملہ دہرایا۔

''امی مجھے تو سارا وقت آپ ہی یاد آتی رہیں۔'' شہلا ان کے گلے سے لگ کر جو دھواں دھار روئی۔ اس کو چپ کرانا مشکل ہو گیا۔ رضی صاحب سمجھ رہے تھے کہ وہ اپنے دل کا غبار نکال رہی ہے۔ بیٹی کو یوں سسکتا دیکھ کر ان کا دل

دکھی سا ہو رہا تھا۔

''ارے میرا بچہ، مجھے کیا معلوم تھا تم میرے بغیر نہیں رہ سکتیں تو کبھی جانے نہ دیتی۔'' اس کی ماں شوہر کو تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ جیسے انہیں باور کرا رہی ہوں کہ دیکھ لیا۔ ''اپنوں کی محبت، وہاں جا کر تمہاری بیٹی کیسی روتی ہوئی آئی ہے۔ میں ہوں تو سوتیلی ماں مگر دیکھ لو کتنی محبت کرنے والی ہوں۔ سوتیلی بیٹی سب کے سامنے میرے گلے لگ کر یہ کہہ رہی ہے کہ آپ کی کمی محسوس ہوئی۔ یقیناً مجھ میں ایسی کوئی بات ضرور ہے، یقیناً میرا شمار اچھی اور نیک خواتین میں سے ہے اور جتنی اچھی میں ہوں اتنا اچھا تو کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔''

رضی صاحب اپنی بیگم کے اشارے، کنایے سب دیکھ رہے تھے اور سمجھ بھی رہی تھے مگر کچھ بولنے سے گریز کیا۔

''آپا...... پہلے آپ میرے ہاتھ کی خوشبودار چائے پی لیں۔ مجھے پتا ہے آپ نے فلائٹ پر بھی کچھ نہیں کھایا ہو گا۔'' گڑیا نے یہ بات سچی کہی تھی۔ اس نے فوراً چائے کا کپ لبوں سے لگا لیا۔

☆☆☆

عامر کا خیال سو فیصد تھا۔ اس کی گاڑی کا ہارن سنتے ہی سہانی باہر نکل آئی تھی۔ انک بلیو جینز پر سرخ ٹاپ پہنا ہوا تھا۔ بالوں کو کیچر کی مدد سے پونی ٹیل کی شکل دی گئی تھی۔ لائٹ سے میک اپ میں وہ خوب نکھری سی لگ رہی تھی۔

عامر نے اس کے لئے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا اور وہ عامر کو چبھتی سی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''بہت اسمارٹ لگ رہے ہو۔'' عامر کا دل چاہا کہ اس سے پوچھے کہ میں اسمارٹ کب نہیں تھا مگر اس نے کچھ کہنے کے بجائے مسکرا کر اسے دیکھا اور گاڑی چلا دی۔ ''کہاں لے جاؤں تم کو......؟'' اس نے پوچھا۔

''جہاں دل چاہے۔'' سیٹ سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔ عامر نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی اور اس کی پسند کا کیسٹ لگا دیا۔

''تمہیں ابھی بھی یاد ہے کہ میں رفیع کے گانے پسند کرتی ہوں۔''

''اس میں بھولنے کی کیا بات ہے۔ مجھے بھی رفیع کے گانے بہت پسند ہیں۔''

''عامر ہم دونوں کی پسند کتنی ایک جیسی ہے ناں۔'' وہ لگاوٹ بھرے لہجے میں بولی۔

''پتا نہیں......'' وہ آہستگی سے بولا۔

''پرانی باتیں یاد کر رہے ہو ناں، جب ہم دونوں ہر جگہ ایک ساتھ گھوما کرتے تھے۔''

''سہانی پرانی باتیں میں بھولا کہاں ہوں...... جو میں یاد کروں گا۔ ایک ایک بات، ایک ایک لمحہ میری آنکھوں کے سامنے ایسا ہے کہ میں جو منظر چاہے دیکھ سکتا ہوں۔''

''سچ کہتے ہو تم...... تمہارے ساتھ گزارا ہوا ہر پل میں بھی کبھی بھول نہیں سکتی۔''

وہ لوگ جب سمندر کے کنارے پہنچے تو اسی وقت مغرب کا وقت ہو رہا تھا اور ٹھنڈی ہوائیں جسم کو یخ بستہ کر رہی تھیں۔

''تم نے کوئی شال نہیں لی......'' سہانی کو دونوں ہاتھ سینے پر باندھے چلتا دیکھ کر عامر نے کہا۔

''گھر سے نکلتے وقت اندازہ ہی نہیں تھا کہ یہاں اس وقت سردی سی ہوگی۔''

"تم یہ جیکٹ پہن لو......" عامر نے اپنی جیکٹ اتار کر اسے دیتے ہوئے کہا۔

"مگر یہ تو تم پہنے ہوئے تھے۔" وہ لیتے ہوئے کچھ ہچکچا رہی تھی۔

"پہن لو اسے ورنہ بیمار پڑ جاؤ گی۔ کل تک تو تمہیں بخار تھا۔" وہ ڈپٹ کر بولا۔ سہانی نے اس کی جیکٹ پہن لی۔ اب وہ دونوں گیلی ریت پر ایک ساتھ گھوم رہے تھے۔

عامر اسے اپنے کالج کے قصے سنا رہا تھا کہ وہ کیسے اپنے بنائے ہوئے اسائنمنٹ اپنے دوستوں میں بانٹا کرتا تھا اور جب پریزنٹیشن کے لئے جاتے تھے تو امی کہتی تھی کہ اتنا تیار ہو کر جا رہے ہو جیسے کہیں بردکھوے کے لئے جا رہے ہو۔

سہانی اس کی باتیں سن کر خوب ہنس رہی تھی۔ دونوں جب تھک گئے تو ہوٹل سے گرما گرما کھانا کھایا، کافی پی اور جب وہ گھر آ رہی تھی تو بے حد خوش تھی۔

"آج تو اپنے آپ کو بیمار محسوس نہیں کر رہی ناں؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں......" وہ چھن سے ہنس دی۔

"ڈیپریشن بھی نہیں ہو رہا ناں؟"

"بالکل بھی نہیں......"

"تو میں یہ یقین کرلوں کہ میرے سامنے پہلی والی سہانی کھڑی ہے۔"

"ہاں، کرلو یقین۔" وہ ہنس رہی تھی۔

"تم پہلے کی طرح اپنے مشاغل اپنالو۔"

"ہاں کل میڈم کو فون کروں گی۔ ڈانس کی کلاس کب سے جوائن کروں؟"

"سہانی تمہاری طبیعت خراب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جس طرح سے تم زندگی گزار رہی تھیں اس ٹریک سے یک دم تم ہٹ گئیں۔ ظاہر ہے کہ طبیعت تو خراب ہونی ہی تھی۔"

"اب میرا اتنا خیال رکھنے والا میرا دوست آگیا ہے تو میری طبیعت کیوں خراب ہونے لگی۔"

"ہاں سہانی...... میں تم کو ہنستا مسکراتا، خوش وخرم دیکھنا چاہتا ہوں۔" عامر کے لہجے میں سچائی رچی ہوئی تھی۔

"میں جانتی ہوں۔" وہ آنکھیں جھکائے جھکائے بولی۔

رات کو جب اس نے اسے ڈراپ کیا، اوپر بالکونی سے نادیہ اسے دیکھ رہی تھی۔

"عامر آ جاؤ...... ساتھ کھانا کھاتے ہیں۔" نادیہ نے بھائی کو آواز دی۔

"آپا میں نے کھانا کھالیا ہے۔" وہ ہاتھ ہلاتا ہوا گاڑی لے کر ہوا ہو گیا۔

سہانی سیدھی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ شاداب بیگم اس کے چہرے کی سرشاری دیکھ کر از خود مسکرانے لگیں۔ انہیں ایسا لگ رہا تھا جیسے پریشانیوں کے سیاہ بادل از خود چھٹ جائیں گے۔

☆☆☆

"حیرت ہے، مدتوں بعد بچی اپنی ننھیال گئی مگر کسی نے بھی کچھ نہیں دیا؟" اس کی سوتیلی ماں کو حیرت ہو رہی تھی۔

"امی غریب لوگوں سے لینا کیا مجھے اچھا لگتا۔ وہ تو سب کچھ نہ کچھ دینا چاہ رہے تھے مگر مجھے کسی سے بھی کچھ لینا

اچھا نہیں لگا ورنہ سب یہ سمجھتے کہ میں سب سے لینے آئی ہوں۔" شہلا نے کچھ سوچ کر کہا۔ رضی اپنی بیٹی سے بہت کچھ پوچھنا چاہتے تھے مگر انہیں یوں احساس ہوا کہ جیسے شہلا بجھی بجھی سی ہو۔

"ابو! میں آپ کے بغیر کہیں پر نہیں رہ سکتی اور جس شہر میں بھی آپ نہ ہوں تو وہاں کیونکر میرا دل لگ سکتا تھا۔"

"مجھے بس یہ خدشہ تھا کہ تمہیں اپنی نانی اچھی نہیں لگی ہوں گی۔ ان میں رعونت کچھ زیادہ ہے۔ وہ تو نانی ہوتے ہوئے نانی نہیں لگتیں۔"

"سچ کہوں ابو آپ سے...... میرا وہاں دل ہی نہیں لگا۔ ہمارے گھر میں جو مسائل ہیں وہ پیسے کی کمی کی وجہ سے ہیں مگر ان کے گھر کے مسائل پیسے کی زیادتی کے باوجود اس سے کہیں زیادہ تھے۔"

"تم...... سلمٰی سے مل کر خوش تو ہوئی ہوگی؟"

"ہاں، خوش تو ہوئی تھی مگر میں اپنی خوشی کو کوئی نام اس وجہ سے نہیں دے سکتی کہ اس میں انجانے سے دکھ ملے ہوئے تھے۔"

"شاید جو خاندان ٹوٹ جاتے ہیں ان کی سمت بھی تبدیل ہو جاتی ہوگی۔ سگی ماں بھی غیر سی لگا کرتی تھی۔ سچی کہوں ابو میں تو وہاں جا کر عجیب سی سچویشن میں گرفتار ہو گئی تھی۔ وہاں جا کر میں نے کئی بار سوچا کہ میں یہاں کیوں آ گئی۔ کاش میں وہاں نہ جاتی تو میرا اپنی ننھیال کے حوالے سے ایک خواب تو زندہ رہتا۔"

"کیا تم وہاں جا کر بہت دکھی ہو گئی تھیں؟" رضی صاحب نے تڑپ کر پوچھا۔

"ہاں ابو اگر میں ماں کے دیے ہوئے دس لاکھ روپے قبول کر لیتی تو نانی کا یہ گمان سب کو یقین دلا دیتا کہ میں پیسے لینے آئی ہوں تاکہ ہماری فیملی کو سہولتیں حاصل ہو جائیں۔"

"اف خدایا...... اس نہج تک وہ لوگ سوچ رہے تھے۔" رضی صاحب نے اپنا سر تھام لیا۔

"شاید اس سے بھی زیادہ۔ اسی لئے میں وہ کپڑے تک وہاں چھوڑ آئی جو انہوں نے میرے لئے بنائے تھے۔ بڑے چاؤ سے میرے لئے خریدے تھے۔ وہ بھی سب اس بیگ میں رکھ آئی جس میں ان کے کپڑے تھے۔"

"بالکل ٹھیک کیا تم نے......" رضی صاحب بے اختیار اسے سینے سے لگائے مغموم سے لہجے میں کہہ رہے تھے۔

"ابو ان لوگوں کی یہ شرط تھی کہ میں کبھی آپ سے نہیں ملوں گی۔ تب میں ان کے پاس ہمیشہ رہ سکتی ہوں اور مجھے یہ شرط کسی صورت منظور نہیں تھی اور نہ ہی میں ان کی پسند کے کسی گھرانے میں شادی کرنے کی خواہاں تھی۔"

"تمہاری ماں شاید ایسی نہ تھی مگر وہ لڑکیاں جو شادی کے بعد بھی ماں کی آنکھ سے دیکھتی ہیں ان کی عقل کے سہارے چلتی ہیں وہ اپنی ضد میں آ کر اپنا نقصان بھی کر لیتی ہیں تو انہیں اس کا اندازہ نہیں ہوتا۔"

"پتا نہیں نقصان کس کا ہوا اور کس کا نہیں مگر وہاں جا کر مجھے ایک عجیب سی کیفیت سے گزرنا پڑا، شاید ٹوٹے ہوئے خاندانوں کے بچے ایسی ہی کیفیتوں سے گزرتے ہوں گے۔"

"میری طبیعت اب خاصی بہتر ہو رہی ہے اور میں آئندہ ماہ سے اپنے دوست کے ساتھ ایک ڈرگ اسٹور پر بیٹھا کروں گا۔ اس سے گھر کی ماہانہ آمدنی بڑھے گی اور ہاں اب تم اپنے سب پیسے اپنی ماں کے ہاتھ پر نہیں رکھو گی بلکہ کچھ بھی نہیں رکھو گی۔ یہ تمہاری ذمہ داری نہیں ہے۔"

☆☆☆

نادیہ کا موڈ کچھ آف تھا۔ وہ بلو کو لے کر اپنے کمرے میں تھی۔ سکندر خوشگوار موڈ میں لاؤنج میں بیٹھا ممی سے باتیں کر رہا تھا۔

''بیس دن سے زیادہ ہوگئے ہیں۔ عامر روز آتا ہے اور سہانی کو گھمانے لے جاتا ہے۔'' شاداب بیگم فخر آمیز لہجے میں بیٹے کو بتا رہی تھیں۔

''اللہ کا شکر ہے کہ اس کی طبیعت اب بالکل ٹھیک ہے ورنہ میں تو گھبرا گیا تھا۔''

''اچھا ہوا عامر واپس آ گیا...... ورنہ میری بچی تو کہیں کی نہ رہتی۔ میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ اندر سے اتنی ڈیپریسڈ بھی ہو سکتی ہے۔''

''بس اب اس کی شادی عامر سے ہو جانی چاہئے۔''

''تم نادیہ سے ذکر کرو کہ وہ اپنے گھر جا کر کہہ دے کہ اب ہم عامر کا رشتہ واپس نہیں کریں گے بلکہ دل سے قبول کریں گے۔''

''رشتہ تو عامر ہی بھجوائے گا۔ پہلے بھی وہ سہانی کو پسند کرتا تھا اور آج بھی وہ اس کا دیوانہ ہے۔ وہ تو ہماری بہن کا دماغ خراب تھا جو ہیرے کو چھوڑ کر اس نے پتھر کا انتخاب کر لیا تھا۔ اب تو وہ عامر کو دیکھ کر بے حد خوش ہو جاتی ہے۔ اس کی پہلی جیسی روٹین ہو گئی ہے۔ پہلے کی طرح گانا سیکھنے جاتی ہے اور پہلے ہی کی طرح وہ اپنی ڈانس اکیڈمی جاتی ہے۔ اس کی زندگی میں جو خاموشی اور افسردگی نے ڈیرے ڈال دیے تھے وہ عامر کے آنے سے ختم ہو گئے ہیں۔''

''پھر بھی تم نادیہ سے کہو تو کہ اس کی ماں آ کر بات کریں۔''

''میں کہہ دوں گا اور وہ لوگ میرے خیال سے جلد ہی آ بھی جائیں گے۔''

''ہم بھی جلد ہی شادی کر دیں گے بلکہ زیادہ لوگوں کو بلانے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''مگر ان کے لڑکے کی تو پہلی شادی ہے اس لئے دھوم دھام تو کرنی ہی ہوگی ناں۔'' سکندر نے سوچتے ہوئے کہا۔

''رشتہ داروں کو تو میں ہرگز نہیں بلاؤں گی۔ خصوصاً ظفر کی اماں کو...... کیسی چالاک عورت ہے ہمارے ہاں ہر تقریب میں اپنے پورے کنبے کو سمیٹ سمیٹ کر آتی رہی اور جب ظفر کا رشتہ ماہ نور سے طے کیا تو ہمیں پھوٹی آنکھ سے بھی نہیں بلایا۔''

''وہ اگر بلا بھی لیتیں تو کون سا آپ چلی جاتیں۔'' سکندر نے ہنس کر کہا۔ ''آپ کے پاس ٹائم ہے کہ منگنی، ڈھنگنی میں جاتی پھریں۔''

''ظفر کے ہاں تو میں ضرور جاتی۔ اس کی ماں کا حساب بے باق کرنا تھا۔ ایک دن بڑی بکواس کر کے گئی تھی ہمارے ہاں آ کر اس کی باتیں ابھی تک میرے سینے پر دھری ہیں۔ ارے اوقات نہیں خاک کی اور بات کرتی ہے لاکھ کی۔''

''چھوڑیے ممی...... آپ بھی کن کا ذکر لے کر بیٹھ گئیں جن کو رشتہ دار بھی مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ ان کے گھر ہمیں رہنا پڑا تھا ورنہ ایسے کم حیثیت رشتہ داروں کو آج کل کون منہ لگاتا ہے جو ہم لگا رہے ہیں۔''

''بیٹا بعض مرتبہ منہ لگانے کی سزا بھی ملتی ہے اور ہمیں وہی مل رہی ہے۔''

''مگر اب میں نے سوچ لیا ہے کہ ظفر کے خاندان میں سے کسی ایک کو بھی سہانی کی شادی میں نہیں بلاؤں گی۔''

''لوگ اپنے گھر میں ایسی لسٹ بناتے ہیں کہ کن کن مہمانوں کو بلایا جائے۔ آپ ایک ایسی لسٹ بنا لیں کہ کن کن لوگوں کو کسی صورت میں نہیں بلانا ہے۔ نصرت تائی کو تو ہرگز نہیں بلانا......''

''وہ کیوں بھئی؟ ان کے حالات تو اب بہت اچھے ہو گئے ہیں۔ اپنا نیا گھر ہم سے بھی اچھا بنوایا ہے۔ ان کے چاروں بیٹے ملٹی نیشنل کمپنیوں میں اچھی پوسٹوں پر فائز ہو گئے ہیں۔'' انہوں نے مزید کہا۔

''اور جب تک مجھے یاد پڑتا ہے انہوں نے اپنے گھر کی ہر تقریب میں ہم لوگوں کو بلایا تھا۔''

''اب تائی بہت اترانے لگی ہیں۔ سہانی کا تو خوب مذاق اڑاتی ہیں۔ جب سرمد سے اس کی شادی ہو رہی تھی تو انہوں نے ہنس کر کہا تھا۔'' یہ سہانی تو فنکارہ سی لگتی ہے۔ شادی نبھا بھی پائے گی یا نہیں اور ان کی کالی زبان کی وجہ سے اس کی علیحدگی ہوئی۔''

''خاندان میں جس کو پتا چلا وہ پُرسے کو آیا مگر یہ نصرت تائی پُرسہ بھی ایسے دے رہی تھیں جیسے مبارکباد دے رہی ہوں۔''

''آج کی لڑکیاں اب گھر نہیں کیا کرتی ہیں۔''

''لڑکیوں نے دبنا چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے طلاقیں زیادہ ہونی شروع ہو گئی ہیں۔''

''اور نصرت تائی کی باتوں پر سب اپنی ڈھائی من کی منڈیا ہلا رہے تھے۔''

''جس جس خاتون نے نصرت تائی کی بات سے اتفاق کیا ہو، اس کو بھی ہم نہیں بلائیں گے۔'' سکندر نے ماں کی خوشنودی حاصل کرتے ہوئے کہا۔

''سکندر بیٹا میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ نکاح سادگی سے ہو جائے۔ رہی بات ہلا گلا کرنے کی تو نادیہ ولیمے کے موقع پر جتنا دل چاہے دھوم دھڑ کا کر لیں۔''

''ٹھیک ہے ہم ان لوگوں سے یہ بات بھی کر لیتے ہیں۔'' سکندر نے ماں کو مطمئن کرتے ہوئے کہا۔

''تم یہ بات کب کرو گے؟''

''میں آج ہی نادیہ سے بات کرتا ہوں کہ آنٹی سے کہیں کہ جو طریقہ ہوتا ہے۔ اسی طریقے سے سہانی کے رشتے کے لئے آ جائیں۔''

''میرا خیال ہے اتوار ٹھیک رہے گا۔ آج منگل ہے، دو چار روز ہم بھی انتظار کئے لیتے ہیں؟''

''ان سے کہنا کہ اپنے ساتھ بے شک پچاس لوگ لے آئیں۔ ڈنر ہمارے ساتھ کریں اور عامر آ کر سہانی کو انگوٹھی پہنا دے گا۔''

''اور ٹھیک پندرہ دن بعد نکاح......'' شاداب بیگم نے کلینڈر پر نشان لگاتے ہوئے کہا۔

''جیسا آپ کہہ رہی ہیں ویسا ہی ہوگا۔''

☆☆☆

سکندر جب اپنے بیڈ روم میں آیا تو بلو اپنے کاٹ میں سو رہا تھا اور نادیہ ٹی وی کا ٹاک شو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔

''بلو آج اتنی جلدی سو گیا؟'' اس کو پیار کرتے ہوئے سکندر بولا۔

''وہ کب تک آپ کا انتظار کرتا۔ چھوٹا سا بچہ ہے۔ کھیلتے کھیلتے سو گیا۔'' نازیہ کی نظریں وال کلاک سے ہوتے ہوئے سکندر پر آ کر ٹھہریں۔

''ممی سے باتیں کرتے ہوئے پتا ہی نہیں چلا کہ بارہ بھی بج گئے۔'' نادیہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ عرصے سے سکندر ماں سے خوب باتیں کر رہا تھا۔ کیا پلاننگ ہو رہی تھی۔ وہ ان سے بے خبر تھی۔ ''نادیہ تم اپنے میکے جانے کو کہہ رہی تھیں ناں......!''

''ہوں......لاسٹ ویک کہا تھا مگر آپ نے منع کر دیا تھا۔''

''تم کل چلی جاؤ۔''

''یہ ایک دم اتنے دیالو کیوں ہو گئے کہ آتے ہی میکے جانے کا ویزا دے رہے ہیں۔'' نادیہ نے مسکرا کر کہا۔

''بات ہی ایسی ہے کہ تم سنو گی تو تم بھی خوش ہو جاؤ گی۔''

''ایسی کون سی بات ہے؟'' اس نے حیرت سے سکندر کو دیکھا جو اس وقت اسے خوشی سے سرشار نظر آ رہا تھا۔

''ممی کہہ رہی ہیں کہ اب تم لوگ عامر کا رشتہ لے کر آ جاؤ، سہانی مان جائے گی۔''

''سہانی کا رشتہ لے کر آ جائیں؟'' اس نے حیرت سے کہا۔

''ہاں بھئی......اب جلدی سے لے آؤ اور ان پیار کرنے والوں کو ایک کر دو۔''

''سکندر آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ ہم لوگ سہانی کی شادی عامر سے کیسے کر سکتے ہیں؟'' وہ بوکھلا کر بولی۔

''جیسے پہلے کر رہے تھے۔ پہلے بھی تو آخر تمہارے گھر سے سہانی کا رشتہ آیا تھا۔ وہ تو ہماری بہن کی بے وقوفی کی وجہ سے یہ شادی نہیں ہو سکی تھی مگر اب تو اسے عقل آ گئی ہے اور وہ کبھی بھی انکار نہیں کرے گی۔''

''سکندر تم یہ تو سوچو میرا بھائی تو کنوارا ہے اور سہانی ایک شادی شدہ عورت۔ میں اپنے کنوارے بھائی کی شادی کسی ایسی عورت سے کیونکر کروا سکتی ہوں جس کی ایک شادی ہو چکی ہو۔''

''پاگل تو نہیں ہو گئی ہو تم......آج کل یہ سب باتیں کہاں دیکھی جاتی ہیں۔''

''یہ بات کیسے کہہ دی آپ نے......آج کل تو یہ باتیں بہت دیکھی جاتی ہیں۔''

''تمہارا بھائی جب میری بہن سے عشق کر رہا ہے اور وہ دونوں شادی کرنا چاہتے ہیں تو تمہیں بیچ میں روڑے اٹکانے کی کیا ضرورت ہے؟'' سکندر ترش سے لہجے میں بولا۔

''وہ اس لئے کہ عامر میرا اکلوتا بھائی ہے۔'' نادیہ بھی غصے سے بول رہی تھی۔

''نادیہ تم نے میرا غصہ نہیں دیکھا۔ جیسا میں کہہ رہا ہوں ویسا ہی کرو ورنہ پچھتاؤ گی۔''

''سکندر میں اپنے اکلوتے بھائی کی زندگی عذاب نہیں ہونے دوں گی۔ تمہیں کیا پتا کہ تمہاری بہن کس ٹائپ کی عورت ہے۔''

''اب ایک لفظ بھی زبان سے نکالا تو زبان کھینچ لوں گا۔ کل شرافت سے اپنے گھر جاؤ اور اپنی ماں سے کہو کہ آ کر عامر کا رشتہ مانگیں۔'' سکندر غصے سے سرخ چلاتا ہوا کہہ رہا تھا۔ اسے یہ احساس تک نہیں تھا کہ اس کی آواز باہر بھی جا رہی ہے۔

☆☆☆

لفظوں میں بھی کیسا طلسم چھپا ہوتا ہے جن کی جادوگری دلوں کے اندر پھول سے کھلا دیتی ہے۔ تب موسم خواہ کیسا ہی ہو ہر طرف بہار نظر آتی ہے اور وہ بھی لفظ ہی ہوتے ہیں جو بھری بہار کو اجاڑ دیتے ہیں اور پھولوں کی جگہ ہر سو کانٹے نظر آتے ہیں۔

یہ لفظ ہی ہوتے ہیں جن کو سن کر ہمیں خوشیوں کے خزانے مل جاتے ہیں اور وہ بھی لفظ ہی ہوتے ہیں جو انسان کو تہی دامن کر دیتے ہیں۔ سخت لفظ...... کسی بارود سے کم نہیں ہوتے جن کو سن کر دماغ کھول جاتا ہے اور غم و غصے سے بری حالت ہو جاتی ہے۔

یہ بھی اتفاق ہی تھا۔ اس شب جب سکندر اور نادیہ کی بحث و تکرار گھن گرج تک پہنچ گئی تھی اس شب شاداب بیگم کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور ان کے آپس کے جھگڑنے کی ہر آواز شاداب بیگم کو صاف سنائی دے رہی تھی اور اپنی بہو کا ایک ایک جملہ ان کے سینے میں گھاؤ سے ڈال رہا تھا۔

سکندر اور نادیہ کی اونچی آوازوں نے عزیز احمد کو بھی پریشان کر دیا تھا۔ وہ برابر کے کمرے میں بیٹھے ہوئے اپنی فائل پر کوئی کام کر رہے تھے۔ جب انہوں نے نادیہ کو پہلی مرتبہ اونچی آواز میں بولتے ہوئے سنا تھا۔ ان کی حیرت میں اضافہ ہو گیا تھا۔ آج تک کبھی ان کی بہو نے کسی سے بھی منہ ماری نہیں کی تھی۔

''ہونہہ......میاں بیوی جانیں، مجھے کیا ضرورت ہے کہ ان سے جا کر پوچھوں......'' ان کے دل میں پہلا خیال یہی آیا تھا اور وہ پھر اپنی فائلوں کی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔

سکندر کی آواز مزید بڑھ گئی تھی اور وہ بری طرح نادیہ کو ڈانٹ رہا تھا اور بار بار سہانی کی وکالت کر رہا تھا۔ اب شاداب بیگم اپنے بیڈ سے اٹھ کر کمرے کی چوکھٹ سے لگ کر کھڑی ہو گئیں۔

''نادیہ......سہانی کو اپنی بھابی کے روپ میں دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ یہ جان کر وہ تلملا کر رہ گئیں۔ نادیہ کی اتنی جرأت بھی ہو سکتی ہے۔ یہ احساس ہی ان کے خون کو کھولانے کے لئے کافی تھا۔ ''کم بخت اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہے؟'' وہ مارے غصے کے اب اپنے کمرے میں ٹہلنے لگی تھیں۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسی وقت اس کے کمرے میں جا کر نادیہ کا منہ اپنے تھپڑوں سے سرخ کر دیں۔

''اس کی یہ اوقات ہے کہ وہ اس گھر میں بیٹھ کر سہانی کے خلاف کچھ بولے گی۔ دیکھنے میں کیسی خاموش سی لگتی ہے مگر اندر سے کس قدر گھنی ہے۔ چہرے سے محبت اور اندر سے نفرت کی پوٹ لئے پھرتی ہے۔'' عامر بے شک نادیہ کا بھائی تھا مگر وہ اس پر نادیہ سے کہیں زیادہ حق سہانی کا سمجھتی تھیں۔

''عامر سہانی سے بہت محبت کرتا ہے...... عامر سہانی کے اشاروں پر چلتا ہے...... عامر سہانی کی کوئی بات بھی رد نہیں کرتا......''

یہ تمام باتیں ان کے لئے بے حد طمانیت کا درجہ رکھتی تھیں۔ میاں بیوی کی لڑائی کا والیم کچھ کم ہو گیا تھا مگر وہ اب بھی غصے سے اپنے بیڈ پر پیر لٹکا کر بیٹھی تھیں اور اپنے پاؤں زور زور سے ہلا رہی تھیں۔ یہ وہ اس وقت کیا کرتی تھیں جب وہ انتہائی مضطرب حالت میں ہوں۔

''نادیہ کی تو میں ایسی طبیعت صاف کروں گی کہ وہ ہمیشہ یاد رکھے گی۔'' ان کا ذہن بہت سے ایسے مناظر تشکیل دے رہا تھا جس میں وہ فاتحانہ انداز میں اسے زیر کر رہی تھیں۔

دوسری جانب عزیز احمد نے جب میاں بیوی کی باہم لڑائی میں سہانی کا نام بھی سنا تو وہ چونکنے سے ہو گئے۔ ایک بار، دو بار، سہ بار...... بار سہانی کا نام انہوں نے سنا تو وہ اپنے کمرے سے باہر نکل آئے۔ نادیہ اور سکندر کے کمرے کا دروازہ بند تو نہیں تھا مگر بھڑا ہوا ضرور تھا۔ وہ دستک دے کر اندر داخل ہوئے۔ سکندر بری بری طرح چیخ رہا تھا اور نادیہ بھی خاصے غصے میں تھی۔

''کیوں چلا رہے ہو؟'' عزیز صاحب نے کہا مگر ان کی آواز اتنی ہلکی تھی کہ شاداب بیگم کو پتا ہی نہیں چلا تھا۔

''میں نادیہ کو سمجھا رہا ہوں کہ سسرال کو اپنا گھر سمجھے مگر اس کی سمجھ میں بات ہی نہیں آ رہی ہے۔''

''بات کیا ہے جو آدھی رات کو یوں چیخ و پکار مچائی ہوئی ہے تم نے۔''

''میں کہہ رہا ہوں کہ تم اپنی امی کے ساتھ عامر کا رشتہ سہانی کے لئے لے کر آؤ مگر یہ مان ہی نہیں رہی ہے۔''

''اپنی بہن کی شادی نادیہ کے سر پر پستل رکھ کر کرو گے۔''

''مجھے تو غصہ اس بات پر آ رہا کہ یہ نادیہ کھاتی ہمارے گھر کی ہے مگر گاتی اپنے میکے کی ہے۔''

''دنیا کی لڑکیاں اپنے میکے کے ہی گیت گایا کرتی ہیں۔ تم کو اس سے مطلب۔''

''جو بیوی اپنے شوہر کی پریشانی کم کرنے کی کوشش نہ کرے اسے ہمدرد عورت تو نہیں کہہ سکتے۔''

''مگر بیٹا...... شادیاں زور زبردستی سے تو نہیں ہوا کرتیں اگر ان لوگوں کو سہانی پسند نہیں ہے تو کوئی بات نہیں۔ سہانی کی جہاں قسمت ہو گی شادی ہو جائے گی۔''

''مگر عامر تو سہانی سے شادی کرنا چاہتا ہے اور یہ بہن صاحبہ خلاف ہیں کہ انہیں اپنی نند سے جو جلاپا ہے اس لئے وہ اپنی نند کو اپنی بھابی کے روپ میں نہیں دیکھنا چاہتیں۔''

''پاپا یہ بات نہیں ہے۔'' نادیہ سسکی لے کر بولی۔

''بات خواہ کچھ بھی ہو۔ یوں چیخنے چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''پاپا...... میں تو......'' نادیہ نے کچھ کہنا چاہا۔

''میں نے کہا ہے ناں کہ سہانی کی شادی اس وقت تک عامر سے نہیں ہو سکتی جب تک تم دل سے نہ چاہو۔'' نادیہ نے مزید کچھ کہنے کے لئے لب کھولے اور پاپا کو لائبریری کی جانب جاتے دیکھا تو خود ہی خاموش ہو گئی۔

ان دنوں پاپا کمپیوٹر پر کوئی کام کر رہے تھے اس لئے ان کا بیڈ بھی وہاں لگا دیا گیا تھا۔ شاداب بیگم کو سوتے میں روشنی بالکل بھی گوارا نہیں تھی۔ عزیز احمد اکثر لائبریری میں سو جایا کرتے تھے مگر گزشتہ بیس دن سے وہ مسلسل وہیں سو رہے تھے اس لئے انہیں یہ بالکل پتا نہیں چل سکا کہ شاداب بیگم نے بیٹے اور بہو کی یہ آوازیں سن کر کیا سوچا اور کیسے اثرات لئے۔ وہ اس بات سے بھی قطعی بے خبر تھے کہ شاداب بیگم مارے غصے کے اس وقت بھی اپنے کمرے میں

کھول رہی تھیں۔ نادیہ کے لئے ان کے دل میں اتنی نفرت بڑھ رہی تھی کہ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس کا کیا حشر کریں۔

اگلے دن صبح سکندر کے فیکٹری جانے سے قبل شاداب بیگم اس سے انتہائی نفرت بھرے انداز میں نادیہ کی شکایتیں کر رہی تھیں۔

''دماغ تو تم نے خراب کیا تھا اس کا، جو وہ اس نہج تک سوچنے لگی۔'' شاداب بیگم کو بے حد غصہ آ رہا تھا۔

''مما...... میں نے اس کی طبیعت کیسی صاف کی۔ کیا آپ نے نہیں سنا تھا۔'' سکندر کا لہجہ زعم بھرا تھا۔

''مگر اس نے یہ بات سوچی کیسے...... وہ وقت بھول گئی جب وہ ہمہ وقت سہانی کی خوشامد کرتی رہتی تھی۔''

''پاگل ہے وہ...... اور بس...... آپ نے دیکھا نہیں، وہ صبح میرے اٹھنے سے پہلے ہی ڈرائیور کے ساتھ اپنے گھر چلی گئی۔''

''بیوقوف عورت اپنا وقت بھول گئی۔ تم نے بھی اس سے پسند کی شادی کی تھی ہم نے تو کوئی روڑے نہیں اٹکائے تھے۔ جب عامر اسی شدت سے سہانی کا ساتھ چاہ رہا ہے تو اسے کیوں برا لگ رہا ہے۔'' شاداب بیگم کا غصہ کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔

''ممی...... اب شام تک اس کا فون آ جائے گا کہ وہ لوگ کب اور کس روز ہمارے گھر سہانی کے سلسلے میں آ رہے ہیں۔''

''سکندر بیٹا بعض بیویوں کے لئے جھاڑ ضروری ہوتی ہے۔ نادیہ بظاہر تو اچھی ہے مگر اندر سے پوری گھنی ہے۔ اس کے لئے تمہاری جھاڑ کم از کم ماہانہ ہونی چاہیے تاکہ وہ ٹریک سے ادھر اُدھر نہ ہونے پائے۔''

''آپ بے فکر رہیں ممی...... میں ان شوہروں میں سے نہیں ہوں جو اپنی بیوی کو سر پر بٹھا لیتے ہیں، میں ہر شخص کو اس کے اپنے مقام پر رکھتا ہوں۔''

''اب دیکھو اپنی ماں سے جا کر کیا کچھ بکواس کرتی ہے وہ۔'' شاداب بیگم کو اپنی سمدھن کا خیال آ رہا تھا۔

''نادیہ کی ماں تو خیر سیدھی سادی سی عورت ہے۔ اس سے کوئی بات بھی کروا اختلاف کرنے کی اپنے اندر ہمت نہیں رکھتی وہ۔'' شاداب بیگم مسکرا کر بیٹے سے کہہ رہی تھیں۔

''ممی...... جب عامر ہماری سہانی کو پسند کر رہا ہے تو اس کی ماں بھی کچھ نہیں کر سکتی، اسے اپنے بیٹے کی پسند کا خیال کرنا پڑے گا۔'' سکندر ماں کو سمجھاتے ہوئے بولا۔

''ہو سکتا ہے کہ عامر کی ماں نادیہ کی ہم نوا بن جائے اور وہ دونوں ماں بیٹی مل کر عامر کو گھیر لیں تو پھر کیا ہو گا؟''

''ایسا کچھ نہیں ہو گا...... عامر کی پسند، چاہت اور وارفتگی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ نادیہ کبھی میری ناراضی کو طول دینے کی عادی نہیں ہے۔''

''یہ تو نہ کہو جب سے وہ بیٹے کی ماں بنی ہے وہ خاصا اترانے لگی ہے۔''

''مگر وہ آج بھی ہمیشہ کی طرح مجھے مناتی ہے اور اس کی غلطی نہ بھی ہو تب بھی مجھ سے معافی مانگتی ہے۔ کیا یہ اس کی شخصیت کی خوبی نہیں ہے۔'' شاداب بیگم نے کچھ کہنے سے گریز کیا۔ وہ ان خواتین میں سے تھیں جو کسی دوسرے کی تعریف کرنے میں ہمیشہ بخل سے کام لیا کرتی تھیں۔

''صبح کے دس بج گئے ابھی تک تو ان کی اماں کا فون آیا نہیں ہے۔''

''ممی..... کیا وہ جانتی نہیں ہے کہ آپ سردیوں میں بارہ سے ایک بجے سے پہلے کہاں اٹھتی ہیں پھر آپ کی ایکسر سائز، ناشتا..... اس میں ہی تین بج جاتے ہیں۔ میرا خیال ہے رات تک آ جائے گا فون نادیہ کا ورنہ ایک دو روز میں آ ہی جائے گا۔'' سکندر نے بے پروائی سے کہا اور کینو اچھالتا ہوا لاؤنج سے باہر چلا گیا۔

''ہونہہ..... رات کو فون کرے گی یا ایک دو روز میں۔ ہمارا ایک ایک پل بھاری ہو رہا ہے اور ادھر نواب زادی کو کوئی احساس ہی نہیں ہے۔ کون کہتا ہے کہ آج کی بہوئیں اپنی ساس کی ہمدرد ہوتی ہیں یا ان کا خیال رکھتی ہیں۔ جن کا داؤ نہیں چلتا ان کو لوگ اچھی بہوؤں کا نام دے دیتے ہیں اور جب ان کا داؤ چل جاتا ہے تو سب اپنی کینچلی میں آ جاتی ہیں۔'' شاداب بیگم لاؤنج میں بیٹھی اکیلی بڑبڑا رہی تھیں۔ رات کو نادیہ اور سکندر کی بلند آوازیں سن کر وہ آج صبح سویرے ہی الجھ گئی تھیں وہ جو نیند کی رسیا تھیں۔ نادیہ کی باتیں سن کر ان کے من میں بے کلی سی پھیل گئی تھی اور انہیں کسی بھی کل چین نہیں آ رہا تھا۔

عزیز احمد اخبار پڑھ کر جب لاؤنج سے گزرے تو ایک کاؤچ پر شاداب بیگم کو یوں چپ چاپ بیٹھا دیکھ کر حیران سے لہجے میں بولے۔

''حیرت ہے آج تم یوں آدھی رات کو کیسے اٹھ گئیں۔''

''یہ آدھی رات ہے۔ کب کا دن چڑھ گیا ہے۔'' شاداب بیگم ان کا طنز نہ سمجھتے ہوئے بولیں۔

''میں تو بھئی تمہارے حساب سے کہہ رہا ہوں۔ اتنی جلدی کبھی تمہیں اٹھتے جو نہیں دیکھا ہے۔''

''پاگل جو ہو گئی ہوں۔ اس لئے اٹھ گئی ہوں۔'' میاں کی بات سمجھ میں آئی تو غصے میں جو منہ میں آیا بول گئیں۔

''اب ہر شخص اپنے بارے میں خود زیادہ بہتر جان سکتا ہے۔ میں اس بارے میں آپ سے اختلاف کرنے کی جرأت کیونکر کر سکتا ہوں۔'' وہ مسکراتے ہوئے انہیں مزید تپا کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔

''ہونہہ ساری زندگی مجھے کلسانے کے تم نے اور دیا ہی کیا ہے۔ ہر بات ہمیشہ ایسی کی ہے جو دل تک کو جلا دے۔'' اب شاداب بیگم کی بڑبڑاہٹ کا والیم خاصا بڑھ گیا تھا جسے سوائے نوکروں کے کوئی سننے والا نہیں تھا۔ سکندر اپنی فیکٹری چلا گیا اور عزیز احمد لائبریری بند کئے کمپیوٹر پر کوئی اہم فائلیں چیک کر رہے تھے۔

☆☆☆

لاہور سے آنے کے بعد بظاہر شہلا چپ چاپ سی تھی۔ وہاں کی کوئی بات بھی اس نے کسی کو نہیں بتائی تھی۔ ماں اور بہن کے بار بار کریدنے پر اس نے یہی بتایا تھا کہ اسے وہاں مزہ نہیں آیا تھا اور نہ ہی اسے اپنے کسی ننھیال والے سے مل کر کوئی خوشی ہوئی تھی۔ ہاں اپنے اسکول کی غم گسار دوست مسز عابدی کو اس نے ساری صورتحال بتا دی تھی۔

''تم نے باپ کے پاس واپس آنے کا فیصلہ صحیح کیا۔'' انہوں نے اس کی بات سن کر یہی کہا تھا۔

''مجھے اپنی ماں سے مل کر نجانے ایسا کیوں لگا کہ ان کا پورا زور میرے پاپا کو نیچا دکھانے پر ہے۔ ان کی ہر بات کا سرا میرے باپ کی کوتاہیوں پر جا کر ختم ہوتا تھا۔''

''شہلا جو لوگ زندگی میں غلط فیصلے کرتے ہیں ان کی ہمیشہ یہی خواہش ہوتی ہے کہ دوسرے لوگ ان کی غلط کو صحیح تسلیم کریں۔ ان کے اندر یہ دکھ ضرور ہوگا کہ انہوں نے تمہیں اور تمہارے باپ کو چھوڑ کر غلطی کی چونکہ اب

اس غلطی کو کسی صورت پاٹا نہیں جا سکتا اس لئے انہوں نے اپنی تمام کوتاہیاں تمہارے باپ کے کورٹ میں پھینک دیں۔''

''مگر پس کر تو میں رہ گئی۔''

''شاید تم اپنی ماں کے ساتھ رہ کر پرورش پاتیں تو دوسری شخصیت کی حامل ہوتیں یا احساسِ کمتری کی ماری ہوئی کہ تمہاری نانی جیسی عورت تم سے اس وقت بھی محبت نہ کر سکتیں اگر تم وہاں رہ رہی ہوتیں۔''

''اس لئے جو اللہ نے کیا وہ اچھا ہی کیا۔ جب ہی تو میں اپنے پاپا کے پاس چلی آئی۔'' شہلا نے مسکرا کر کہا۔

''انشاء اللہ تمہارے ساتھ اچھا ہی ہوگا۔ شہلا ایک بات کہوں اگر تم برا نہ مانو تو؟'' مسز عابدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''آپ کی ہر بات اور ہر مشورہ میرے حق میں ہمیشہ بہتر رہا ہے۔ میں آپ کی بات کا بھلا کیوں برا مانوں گی۔''

''تم اپنے گھر میں شام کی ٹیوشن پڑھانا چھوڑ دو۔ اس سے تمہیں خواہ مخواہ کی تھکان بھی نہیں ہوگی اور تمہارے پیسوں پر جو ہر وقت تمہاری سوتیلی ماں کی نظر لگی رہتی ہے اور وہ مختلف بہانوں سے تم سے اینٹھتی رہتی ہے اس سے بھی تم بچو گی۔''

''مگر آپ نے ہی تو کہا تھا کہ مجھے کچھ نہ کچھ پیسے پس انداز ضرور کرنے چاہئیں۔''

''مگر تمہارے پاس پیسے بچتے کہاں ہیں، تمہاری ماں کو سو طریقے آتے ہیں پیسے کھینچنے کے۔''

''پھر کیا کروں؟''

''اسکول کی چھٹی کے بعد لائبریری میں چار لڑکیوں کو کچھ پڑھاتی ہوں دو بجے میری گاڑی آ جاتی ہے۔ تم بھی ایک گھنٹے یہاں پڑھا سکتی ہو۔ واپسی پر میں تمہیں ڈراپ کرتی ہوئی چلی جایا کروں گی۔ یوں بھی پبلک ٹرانسپورٹ سے تم ڈھائی بجے تک ہی گھر پہنچتی ہوگی۔''

''مگر میں کیسے گروپ تشکیل دوں گی؟''

''یہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔ تمہاری انگریزی بہت اچھی ہے۔ پرنسپل صاحبہ خود مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ اگر شہلا چھٹی کے بعد ان کی دونوں بچیوں کو انگریزی پڑھا دے تو انہیں اپنے گھر پر ٹیوشن رکھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔''

''پرنسپل صاحبہ اپنی بچیوں کو خود نہیں پڑھا سکتیں۔'' شہلا کو ہنسی آ گئی۔

''ان کی نالائق لڑکیاں ان کے قابو میں نہیں آتی ہوں گی۔''

''میں سوچوں گی۔''

''جب سوچ لو تو مجھے بتا دینا۔ میں چار لڑکیوں کا گروپ بنا کر تمہیں دے دوں گی اگر ایک گھنٹے پڑھانے سے تمہیں چھ سات ہزار روپے مل جائیں تو کیا برا ہے اور یہ پیسے نہ کسی کو نظر آئیں گے اور تم ان پیسوں کو ہر ماہ اپنے اکاؤنٹ میں ڈال دیا کرنا۔''

ٹھیک ہے۔ آپ گروپ ارینج کر دیں، میں پڑھا دیا کروں گی۔'' شہلا نے یک دم ہی جیسے فیصلہ کر لیا۔

''مگر یہ بات تم اپنے گھر میں ہرگز نہیں بتاؤ گی۔'' مسز عابدی نے پھر تاکید کی۔

''ٹھیک ہے.....'' شہلا مسکراتے ہوئے اپنا سر رضامندی میں ہلا رہی تھی۔

☆☆☆

سہانی کی طبیعت اب بالکل ٹھیک تھی۔ وہ اپنے تمام امور میں پہلے کی طرح دلچسپی لے رہی تھی۔ ڈانس کی کلاسز باقاعدگی سے لے رہی تھی۔ فیشن شوز اس کے بغیر ادھورے تھے۔ ایک شوبز کے رسالے نے اس کی جگمگاتی سی تصویر سرورق پر لگاتے ہوئے یہ کیپشن بھی لکھا تھا۔ ''بیوٹی آف دی ملتھ۔''

سہانی نے اس رسالے کی دوسو کاپیاں ہاتھوں ہاتھ لے لی تھیں۔ ڈانس کمپٹیشن میں بھی سب میں نمایاں رہی تھی۔ ناچتی ہوئی سہانی کی تصاویر کئی اخبارات میں شائع ہوئی تھیں۔ عامر نے ہر اخبار سے اس کی تصویر کاٹ کر فائل میں سہانی کو اس طرح دی تھی جیسے نجانے وہ کون سے اہم کاغذات اس کو دے رہا ہو اور سہانی وہ فائل دیکھ کر مارے خوشی کے اچھل ہی تو پڑی تھی۔

''عامر تمہیں میرا دل جیتنے کا ہر طریقہ آتا ہے۔'' وہ سرشار سے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''غلط کہہ رہی ہو تم، ہر طریقہ نہیں آتا۔'' اس نے دل میں کہا اور اس کی بات سن کر مسکراتا رہا۔

وہ عامر کے ساتھ روزانہ ہی کہیں نہ کہیں جارہی تھی اور آج وہ اس وقت ساحلِ سمندر پر رکھی بینچ پر بیٹھے لوگوں کو دیکھ رہے تھے۔

''عامر دیکھو وہ لڑکا اس لڑکی کا ہاتھ کتنی چاہت سے پکڑے گھوم رہا ہے۔''

''ہاں......'' عامر کی نظریں بھی شاید اسی جوڑے پر تھیں۔

''اور......اور......ان کو بھی دیکھو نا جو ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے سب سے بے نیاز ہیں۔ دیکھیں تو سہی لڑکی کا سر اس لڑکے کے شانے پر رکھا ہے اور ان دونوں کے چہرے پر کیسی قوسِ قزح سی پھوٹ رہی ہے۔''

''ہوں......'' وہ ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

''کیا سوچنے لگے ہو تم۔''

''بعض یادیں ذہن میں چنگاریاں سی بھر دیتی ہیں۔'' وہ کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولا۔

''افوہ......اتنے اچھے موسم میں اچھی اچھی یادیں ذہن کے ریکارڈ پر پلے کردو۔''

''یہ بات اپنے اختیار میں کہاں ہوتی ہے۔''

''آج کراچی میں درجہ حرارت چار ہے اور موسم سخت ٹھنڈا ہے اور یہاں آکر تو مجھے لگ رہا ہے کہ منفی میں ہوگا۔ کتنی سردی لگ رہی ہے اور اس ٹھنڈے اور خوبصورت موسم میں تو مجھے وہ منظر کل کا سا لگ رہا ہے جب ہم دونوں ساحل کے ساتھ ساتھ پانی میں شڑپ شڑپ کرتے ہوئے بھاگ رہے تھے اور میرا پیر پھسل گیا تھا اور تم آگے بھاگتے ہوئے جارہے تھے اور لمحے کے کسی حصے میں تمہیں یہ احساس ہوگیا تھا کہ میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں تو وہاں پانی بہت زیادہ نہیں تھا مگر میں پانی میں بیٹھی ہوئی نہ جانے کیوں ساکت سی تھی۔ میرے حلق سے کوئی آواز تک نہیں نکل پائی تھی۔ تب تم نے بے تاب ہوکر مجھے یوں اٹھایا تھا جیسے پاتال سے نکال کر لائے ہو۔ دیکھنے والوں نے تمہیں یوں مضطرب سا دیکھ کر جملہ تک کسا تھا ''پیٹ کا پانی نکالو، الٹالٹادو'' اور میں گھبرا کر کہہ رہی تھی۔ میں ٹھیک ہوں عامر مجھے کچھ نہیں ہوا۔ فوراً گھر چلو......تم نے کہا اتنی سردی میں تم بھیگ گئی ہو۔ بیمار تو پڑ سکتی ہونا اور پھر ہم فوراً ہی گھر آکر، دیر تک ہیٹر کے سامنے بیٹھے رہے تھے۔''

عامر اس کی باتیں سن رہا تھا اور اس کا چہرہ بالکل سفید سا پڑ گیا۔ شاید اس کے ذہن میں بھی یادوں کے زخم ہرے

سے ہوگئے۔

''عامر ہماری باتیں کتنی ہوتی تھیں ناں......ختم ہونے میں ہی نہیں آتی تھیں۔'' وہ گاڑی میں اس کے بازو سے سر لگائے کہہ رہی تھی۔

''تم باتونی تو ہمیشہ سے ہو۔'' عامر نے ہنس کر کہا تو وہ بھی مسکرانے لگی۔

''ارے آج امی نے کہا تھا جلدی گھر آنا......مگر میں تو بھول ہی گیا۔'' اس کی نظر گھڑی پر پڑی تو چونکتے ہوئے بولا۔

''تم میرے ساتھ کھانا کھا کر گھر جاؤ گے۔''

''کل کھالوں گا۔ آج چلا جاؤں......'' وہ شاداب ہاؤس پہنچ گئے تھے اور وہ گاڑی سے ٹیک لگائے اس سے ملتجی سے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''ہرگز نہیں اگر تم نہیں رکو گے تو میں بھی کھانا نہیں کھاؤں گی۔'' وہ لاڈ دکھاتے ہوئے بولی۔

''یہ تو میں ہرگز نہیں چاہوں گا۔'' وہ گاڑی لاک کرکے اس کے ساتھ گھر میں داخل ہوتے ہوئے بولا اور سہانی کے چہرے پر سرخروئی سی پھیل گئی۔ اس کی بات ہمیشہ مانی جائے، یہی تو وہ چاہتی تھی۔

☆☆☆

''اماں آپ کو تو خواہ مخواہ پریشانیاں اور فکریں پالنے کی عادت ہے......اب سرمد دُنیا کا پہلا مرد تو نہیں ہے ناں جس کی اپنی بیوی سے علیحدگی ہوئی ہو۔''

''مگر یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہوئی ناں۔''

''اماں آپ یہ کیوں بھول جاتی ہیں کہ پہلے خلع لینے کا مطالبہ سہانی نے خود کیا تھا۔''

''بات کچھ بھی ہوئی ہو اس کا بھی تو گھر ٹوٹ گیا۔''

''عجیب بات کرتی ہیں اماں آپ بھی۔ آپ تو اس طرح کہہ رہی ہیں جیسے سرمد نے نہ جانے کتنا برا کام کیا ہو۔''

''طلاق دینے کو کبھی اچھا نہیں کہا گیا۔'' اماں کا موڈ بدستور آف تھا۔

''مگر طلاق دینے کو منع بھی نہیں کیا گیا۔ دور کیوں جاتی ہیں اپنے خاندان میں ہی دیکھ لیجیے۔ شاکر بھائی نے کیا اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی تھی حالانکہ تایا نے تو اپنی انگریز بہو کو قبول بھی کرلیا تھا۔''

''شاکر نے تو اس وجہ سے طلاق دی تھی کہ وہ پاکستان آکر نہیں رہنا چاہتی تھی تو شاکر کیوں بلاوجہ لندن پڑا رہتا۔''

''یہی بات سہانی کے ساتھ بھی ہوئی، وہ اپنی سسرال میں آکر نہیں رہنا چاہتی تھی اور سرمد ان کے حساب سے اپنی زندگی نہیں گزار سکتا تھا۔''

''مگر اب کیسا خاموش سا رہتا ہے۔ ہنسی مذاق کی کوئی بات بھی سن لے، مسکراہٹ اس کے لبوں تک نہیں آتی۔''

''اماں جب مان ٹوٹ جائے تو افسوس تو ہوتا ہے ناں۔ سرمد کا بھی تو اعتبار ٹوٹا ہے جو اسے سہانی پر تھا۔''

''مگر اب اس کی دوسری شادی تو ہوجانی چاہئے ناں تاکہ میں بھی اس کی خوشیاں دیکھ سکوں۔''

''دوسری شادی بھی ہوجائے گی۔ آپ خواہ مخواہ پریشان ہورہی ہیں۔''

''مگر اب وہ مانتا کہاں ہے...... پرسوں جب میں نے ذکر چھیڑا تو کہنے لگا۔ اماں کوئی دوسری بات کریں۔ شادی کر کے دیکھ لیا، ایک تجربہ ہی ایسا ہوا کہ میں دوسری شادی کرنے کا رسک کسی صورت نہیں لے سکتا۔''

''اب ہر لڑکی کوئی سہانی جیسی تھوڑی ناں ہوگی۔ میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تو اس پر وہ ہنستے ہوئے بولا!

''اماں شادی کے بعد ہر لڑکی اپنا چولا ضرور بدلتی ہے اور وہ چاہتی ہے کہ شوہر کو جتنا بے وقوف بنا سکتی ہے بنا لے۔ اس نے مجھ سے ضد کر کے دکانیں اپنے نام کروائیں مگر ان کا کرایہ اس اکاؤنٹ میں نہیں ڈالا جو میرا اور اس کا جوائنٹ اکاؤنٹ تھا بلکہ اس اکاؤنٹ میں ڈالا جو شادی سے پہلے اس کا چل رہا تھا۔ اپنے آپ کو بے حد عقلمند سمجھ رہی تھی۔ اپنی اماں کے کہنے پر مجھے بیوقوف بنا رہی تھی مگر بگلو دی گریٹ سارے کاغذات اپنے گھر لے جانے کے بجائے یہیں بھول گئی۔ کیا یاد کرے گی۔ میں نے بھی وہ دکان بیچ دی۔ اب کھا لے وہ کرایہ جو مجھے پاگل بنا کر اس نے اپنے نام کروائی تھی۔''

''بیٹا جو چیز بیوی کو دے دی وہ اس سے واپس نہیں لیا کرتے۔'' اماں سمجھاتے ہوئے بولیں۔

''تحفے تحائف کہاں واپس لئے ہیں۔ بری کے تمام زیورات اور شادی سے پہلے اور بعد کے تمام تر گفٹس جو میں نے اسے خود لا کر دیے تھے...... وہ سب اس کے پاس ہیں اور ایک دو چیزیں جو اس کی الماری میں رہ گئی تھیں۔ وہ اس کے کپڑوں کے ساتھ پیکٹ بنوا کر میں نے فوراً ہی اس کے گھر بھجوا دیا تھا۔''

''کسی اچھی سی لڑکی سے جب شادی کر لو گے تو سہانی کے ساتھ گزاری ہوئی ہر بات خواب معلوم ہوگی۔''

''اماں...... اب حقیقی طور پر اچھی لڑکیاں ہیں کہاں...... سہانی بہت اچھی تھی۔ میری ہر بات مانتی تھی اور شادی کے بعد وہ ہر بات کرنی ضروری سمجھتی تھی جس کو میں نے کیا ہو۔''

''بیٹا تمہارے تجربے اور ہمارے تجربے میں تو فرق ہوگا ناں۔ وہ لڑکی مجھے پہلی نظر میں ہی گھر کرنے والی نہیں لگی تھی۔ ہم نے اسے تمہاری پسند کی وجہ سے قبول کیا تھا۔''

''نہیں اماں...... میں اپنی زندگی تجربوں کی بھینٹ نہیں چڑھا سکتا۔ بڑی خالہ اپنی پسند سے بہو لائیں اور آصف بھائی کی زندگی کیسی خوار ہوئی۔ وہ کتنے سالوں سے بچے لے کر اپنے میکے میں بیٹھی ہوئی ہے۔''

''حوالے بھی تمہیں اپنے حساب کے یاد ہیں۔ پتا نہیں زرینہ اور جاوید نے کیسا اچھا گھر بسایا تھا۔ ہر جگہ اس کی تعریفیں ہوتی تھیں۔ لڈن نے تو اپنی فالج زدہ بیوی کے ساتھ کیسے گزارا کیا تھا۔ یہ بات بھی نہیں تھی کہ اس نے دل پر جبر کر کے نباہ کیا ہو۔ ایسا خوش باش گھرانا تھا جب بھی ان کے گھر جاؤ دل خوش ہو جاتا تھا۔ اب تو لڈن کے مرنے کے بعد وہ اپنے گاؤں چلی گئی۔ میرے کہنے کا مطلب یہی ہے کہ اچھی لڑکی تمہیں بھی مل ہی جائے گی اور تم بھی سمجھداری کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرنا۔ اب یوں چپ چاپ اکھڑ پنے سے جو وقت گزار رہے ہو تو مجھے تو دکھ ہی ہوتا ہے۔''

''مگر مجھے کوئی دکھ ہی نہیں ہوتا اور نہ ہی مجھے کسی قسم کا افسوس ہے۔ آپ کو کیا پتا میں کتنے سکون سے اپنا وقت گزار رہا ہوں۔''

''وہ تو مجھے نظر آ رہا ہے بیٹا!'' اماں نے گہری سانس بھر کر کہا۔

مگر اس اثنا میں سرمد وہاں سے نو دو گیارہ ہو چکا تھا اور اماں کا ذہن بھول بھلیوں میں الجھا ہوا تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو جائے؟ کہیں ویسا نہ ہو جائے؟ ان کی فکریں...... ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر بڑھتی ہی چلی جا رہی تھیں۔

☆☆☆

''دیکھیں تو ذرا کتنی خوبصورت رسٹ واچ ہے۔'' سہانی جب گھر میں داخل ہوئی تو اپنی کلائی شاداب بیگم کے سامنے کرتے ہوئے سرشار سے لہجے میں بولی۔

''ہوں اچھی ہے......'' اس وقت وہ ٹی وی پر ڈانس کمپیٹیشن دیکھ رہی تھیں جس میں کانٹے کا مقابلہ ہو رہا تھا۔ لڑکے، لڑکیاں اپنے آپ کو توڑ مروڑ کر پیش کر رہے تھے۔

''مما دیکھیے ڈائل کے گرد جو یہ چمک نظر آ رہے ہیں ناں یہ ڈائمنڈ ہیں۔ بہت مہنگی ہوگی یہ گھڑی۔'' سہانی نے پھر گھڑی ماں کے سامنے لہرائی۔

''اس کا مطلب تو یہ ہے کہ عامر نے شادی کا تحفہ تمہیں پہلے ہی دے دیا۔'' ممی نے مسکرا کر کہا۔

''نہیں امی...... یہ تحفہ تو میری صحت یابی کا دیا ہے اس نے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے صحت مند دیکھ کر اسے جتنی خوشی ہوئی اتنی کسی کو ہو ہی نہیں سکتی۔''

''بیٹا ہم تو تم سے پہلے بھی یہ کہتے تھے کہ عامر تم سے بہت محبت کرتا ہے۔'' ممی نے ایک گہری آہ بھر کر کہا۔

''قسمت میں کنویں میں گرنا لکھا تھا جب ہی تو میں اس کو پہچان نہیں سکی تھی۔''

''یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ سرمد سے تمہارا کوئی بچہ وچہ نہیں ہوا ورنہ الجھ کر رہ جاتیں تم۔''

''یہ عقلمندی تو خیر میری ہی تھی جو ہر لحاظ سے میرے کام آئی۔''

''سہانی میرا تو یہ خیال ہے کہ تمہاری شادی عامر کے ساتھ جتنی جلدی ہو جائے وہ اچھا ہے۔''

''ممی...... شادی تو ہو ہی جائے گی مگر جو سکون اور اطمینان ان دنوں میں محسوس کر رہی ہوں۔ وہ میں لفظوں میں آپ کو بتا نہیں سکتی۔''

''میں اندازہ کر سکتی ہوں......'' شاداب بیگم نے طمانیت سے کہا اور پھر ان کی نظریں ڈانس کمپیٹیشن میں الجھ گئیں۔

☆☆☆

''امی آپ ایک بار پھر غلط فیصلہ کر رہی ہیں۔'' نادیہ ماں کو سمجھاتے ہوئے بولی۔

''نادیہ ہمیں اپنے عامر کی خوشی عزیز ہے۔ اس لئے میں وہی کروں گی جو وہ چاہتا ہے۔''

''اگر عامر میں عقل نہیں ہے تو آپ اسے سمجھا تو سکتی ہیں۔''

''پہلے بھی اس نے میری بات کہاں مانی تھی ورنہ میں نے کب چاہا تھا کہ سہانی سے اس کی منگنی ہو اور منگنی ٹوٹنے کے بعد وہ کیسا کیسا بیمار پڑا تھا۔''

''تو کیا آپ پھر یہ چاہیں گی کہ سہانی سے عامر کا رشتہ طے ہو اور وہ نواب زادی پھر سے اسے توڑ دے اور میرا بھائی پھر بیمار پڑ جائے۔''

''اب میں منگنی نہیں کرتی۔ بس سیدھے سادے انداز میں شادی کر لیتی ہوں تاکہ کوئی ایسا مسئلہ ہی پیدا نہ ہو سکے۔''

''امی! جس لڑکی کی سرمد جیسے سیدھے سادے لڑکے سے نہیں بنی تو عامر سے کیسے بن سکتی ہے۔ شادی کے بعد اسے عامر سے بھی ہزاروں شکایتیں پیدا ہو جائیں گی۔''

''یہ تو ہم لوگ سمجھ رہے ہیں کہ سرد سیدھا سادا سا ہوگا، ہوسکتا ہے کہ سہانی ٹھیک کہتی ہو اور وہ شاطر سا ہو۔''

''امی آپ سہانی کو نہیں جانتی ہیں۔ ہر ایک میں کیڑے ڈالنا اس کے لئے کوئی ایسا مشکل نہیں ہے جس تیزی سے وہ کسی کو عرش پر لے جاتی ہے اس سے کہیں زیادہ تیزی سے وہ اس کو فرش پر بھی پٹخ دیا کرتی ہے۔''

''تم اپنے بھائی کو دیکھو...... وہ دوبارہ اس کے لئے پاگل سا ہو رہا ہے۔ اپنے آفس سے اٹھ کر اس کے پاس جاتا ہے اور اس کے اشاروں پر ناچ رہا ہے۔''

''امی مجھے تو سکندر نے بھی تڑی دے کر بھیجا ہے کہ تم گھر جا کر سہانی کا رشتہ لے آؤ۔ وہ تو پاپا نے ایسا کرنے کو منع کیا تھا...... مگر وہ......''

''مت بھولو تمہارے میاں اور ساس کی عادت ایک جیسی ہے۔ جب وہ لوگ بھی یہی چاہتے ہیں اور تمہارا بھائی پھر اسی کی جانب لپک رہا ہے تو ہمیں بھی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔'' صادقہ نے بیٹی کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''مگر امی ہمیں عامر کو سمجھانا تو چاہئے ناں۔''

''میرے خیال سے بعض مرتبہ سمجھانے کا کوئی اثر نہیں ہوا کرتا ہے۔'' صادقہ ایک گہرا سانس لے کر بولیں۔

''مجھے بے حد دکھ سا ہوگا اگر عامر نے سہانی جیسی لڑکی کو اپنی زندگی کا ساتھی بنایا۔''

''مجھے کون سی خوشی ہو رہی ہے مگر مجبوری ہے تو کیا کریں۔''

''کیا سہانی کی وجہ سے ہماری زندگی میں پریشانیاں ہی لکھی ہیں۔'' نادیہ الجھ کر بولی۔

''میں سہانی کو دوش نہیں دوں گی۔ مقدر میں ہی یہ سب لکھا ہوگا تو کیا کہہ سکتے ہیں۔''

''پھر بھی اپنی جانب سے کچھ تو کوشش کرنی چاہئے ناں......'' نادیہ بدستور اپنے مؤقف پر ڈٹی ہوئی تھی۔

''سب بے سود ہے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ آپ ذہنی طور پر تیار ہو چکی ہیں سہانی اب آپ کی بہو بنے گی۔''

''ہاں کہ مجھے اپنے بیٹے کی خوشی سب سے عزیز تر ہے۔''

''تو پھر اب آپ کا کیا پروگرام ہے؟''

''یہی کہ عامر سے پوچھ کر دن کا تعین کر لیتے ہیں کہ ان کے ہاں جا کر باہمی مشورے سے شادی کی تاریخ طے کر لی جائے۔''

''تو پھر میں جا کر سکندر کو بتا دوں کہ آپ سہانی کے رشتے کے لئے جلد آئیں گی۔''

''اس بات کا انہیں خود ہی اندازہ ہے اگر تم بتانا چاہو تو کہہ دینا کہ ہونا بھی یہی ہے۔''

''جب آپ رشتے کے لئے جائیں گی تو کیا ماموں اور ممانیوں کو بھی اپنے ساتھ لے کر جائیں گی؟''

''نہیں، صرف میں اکیلی ہی آؤں گی۔''

''چھپنے والی بات تو نہیں ہے پتا تو انہیں لگ ہی جائے گا۔''

''فی الحال میں انہیں اپنے ساتھ نہیں لانا چاہتی۔''

''خاندان میں باتیں تو بنیں گی۔''

''میں اپنے کان بند کر لوں گی۔''

''ٹھیک ہے امی...... جب بھائی کی خواہش پوری کرنا ہے تو لوگوں کی باتیں ہمارے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔''

''ہاں، مجھے کسی کی پروا نہیں ہوگی۔ اللہ نے ایک ہی بیٹا، بیٹی دی ہے یا رب اللعالمین مجھے ان کی ہر خوشی دکھانا۔'' صادقہ بیگم نے رقت بھرے لہجے میں کہا۔

''اچھا تو بھابی کے لئے سونے کا سیٹ خریدیں گی تو کس قسم کا لیں گی۔'' نادیہ نے ان کی توجہ بٹاتے ہوئے کہا۔ ماں کی آنکھ میں آنسو وہ کسی طرح برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

''میرے اپنے گہنے بہت ہیں۔ مجھے خریدنے کی کیا ضرورت ہے۔'' وہ ہتھیلی سے آنسو پونچھتے ہوئے بولیں۔

''اچھا تو پھر دکھایئے تو سہی کہ کون کون سی سیٹ آپ اپنی بہو کو چڑھائیں گی۔'' اور تھوڑی دیر بعد وہ اپنے لاکر سے سونے کے زیورات پھیلائے بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔

''یہ گلوبند اور جھمکوں کا سیٹ شادی کے جوڑے کے ساتھ بہت خوبصورت لگے گا۔ اس کے ساتھ کی کلائی بھی بہت خوبصورت ہے مگر حیرت ہے کہ اس کے نگینے ابھی تک ایسے چمک رہے ہیں جیسے یہ سیٹ آج ہی بن کر آیا ہو۔''

''یہ اصلی نگینے ہیں آج سے تیس بتیس سال پہلے نقلی نگینوں کا رواج ہی نہیں تھا اور نہ ہی شادیوں پر میچنگ کے نام پر نقلی زیورات چڑھائے جاتے تھے۔''

''امی اب مہنگائی اتنی زیادہ ہو گئی ہے، سونے کے زیورات تو خریدنے ہی نہیں چاہئیں بلکہ حکومت کو چاہئے سونے کے زیورات پر بین لگا دے کہ نہ بکیں اور نہ ہی لوگ خرید سکیں۔ اس سے شادیوں پر سب لوگ ایک طرح کے زیورات خرید سکیں گے۔''

''ہاں اگر ایسا ہو جائے تو بیٹیوں والوں کو سکون مل جائے گا۔ مہنگائی نے تو اچھے اچھوں کے ہوش بگاڑ دیے ہیں تو عام آدمی کس شمار میں ہے۔''

''اچھا...... ولیمے کے لئے کون سا سیٹ دیں گی آپ؟''

''بیٹا مجھے اب کون سے یہ زیورات پہننے ہوں گے۔ سارے کے سارے عامر کی دلہن کو دے دوں گی مگر میرا خیال ہے کہ یہ رانی ہار جو جھالوں کے ساتھ ہے یہ ولیمے کے لئے بہتر رہے گا۔''

''واقعی آپ کا یہ سیٹ تو بہت ہی خوبصورت ہے۔''

''اگر تمہیں پسند ہے تو تم لے لو۔'' صادقہ بیگم نے دلار بھرے لہجے میں بیٹی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں امی...... آپ نے میری شادی پر مجھے کوئی کم سیٹ دیے تھے۔ بہت ہے میرے پاس زیور...... اور مجھے پہننے کا بھی کوئی زیادہ شوق نہیں ہے۔ یہ سیٹ آپ بھائی کو ہی چڑھائیں۔ میری بھی خوشی یہی ہوگی۔''

''اچھا لگے گا ناں یہ سیٹ میری بہو پر۔'' صادقہ بیگم نے اسے ہاتھ میں لے کر دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں بہت مگر آپ نے یہ سیٹ کہاں دیکھا تھا۔ بے حد خوبصورت ڈیزائن ہے اس کا۔''

''ہمارے دور میں فلمیں دیکھنے کا خاصا رواج تھا۔ شادی سے پہلے، گھر والوں کے ساتھ صبیحہ خانم کی فلم دامن دیکھی تھی اس میں صبیحہ نے یہ رانی ہار کا سیٹ غرارے پر پہنا تھا اور بڑی ادا سے غرارہ تھام کر سیڑھیوں سے اترتے ہوئے سنتوش کو مناتے ہوئے یہ گیت گایا تھا۔ نہ چھڑا سکو گے دامن، نہ نظر بچا سکو گے۔ جو میں دل کی بات کہہ دوں تو

کہیں نہ جاسکو گے۔'' صادقہ بیگم نے اپنی یادوں کی پٹاری کھولتے ہوئے اسے بتایا تو نادیہ بے اختیار کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

''امی اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اس سیٹ میں بے حد کرامت ہوگی کہ جب اس کو پہن کر کوئی گیت گایا جائے تو شوہر ہر بات مانے گا۔''

''پتا نہیں...... اس سیٹ میں کرامت ہے یا نہیں مگر سہانی میں یہ طاقت بظاہر ضرور نظر آتی ہے کہ وہ جو کہے گی، میرا عامر مانتا چلا جائے گا۔''

''عامر بھائی سہانی کا ابھی سے ایسا دیوانہ ہو جائے گا میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔''

''وہ اس کا ہمیشہ سے دیوانہ رہا ہے اگر وہ بچے والی بھی ہوتی عامر تب بھی اسی سے شادی کرتا۔''

''امی آپ ٹھیک کہتی ہیں۔'' نادیہ نے گہرا سانس لے کر کہا اور صادقہ بیگم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے مگر نادیہ دیکھ چکی تھی پھر بھی وہ چپ رہی کہ اسے چپ ہی رہنا تھا۔ بھائی کی خوشی کو پورا کرنے پر وہ بھی مجبور ہوگئی تھی۔

☆☆☆

''امی میرا دل چاہ رہا ہے کہ کراچی جا کر شہلا سے ملوں۔ میں وہاں جا کر دیکھوں وہ کیسے گھر میں رہتی ہے۔ اس کا کمرہ کیسا ہے؟ وہ کس بیڈ پر سوتی ہے؟ اس کے کمرے کی کھڑکیاں کس سمت کھلتی ہیں؟ وہ صبح اٹھ کر کس طرح تیار ہو کر اسکول جاتی ہے؟ اس کی سوتیلی ماں اور سوتیلے بھائیوں کا اس کے ساتھ سلوک کیسا ہے؟'' ایک شب سلمٰی بیگم نے اپنی ماں سے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ اس کے جانے کے بعد تم نے شکر ادا کیا تھا اور یہی کہا تھا کہ اچھا ہوا کہ وہ اپنے گھر چلی گئی اگر وہ یہاں رہتی تو تم ذہنی طور پر ڈسٹرب سی رہتیں۔ آنکھ اوجھل...... پہاڑ اوجھل۔ جب وہ چلی گئی تو اس کا ذکر بھی کیوں کر رہی ہو؟''

''امی جب تک میں اس سے ملی نہیں تھی۔ اپنے سینے میں اس کی تڑپ محسوس ہی نہیں کر پائی تھی۔ دس، پندرہ دن کی بچی مجھ سے جدا ہوئی تھی تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑا تھا کہ میں جلد ہی دوسری شادی کی مصروفیات میں الجھ گئی تھی مگر جب سے وہ گئی ہے میں اپنے سینے میں اس کی جدائی کی چبھن محسوس کر رہی ہوں۔''

''کیسا تمہیں اچھا لگے گا کہ اپنے سابقہ شوہر کے گھر جا کر رہو۔''

''نہیں یہ تو واقعی مناسب نہیں ہوگا۔''

''تو پھر کیا ضرورت ہے وہاں جانے کی۔ وہ چلی گئی، بات ختم ہوگئی۔''

''نہیں امی...... بات تو اب شروع ہوئی ہے۔ میری بچی جسے نہ میں نے اپنی ماتا دی اور نہ ہی وہ کچھ جو کہ اس کا حق تھیں۔''

''وہ بدنصیب تھی جو دس لاکھ واپس کر گئی اگر لے جاتی تو اس کے کام ہی آتے۔ بینک میں ہی جمع کروا دیتی تو مہینے کے نو دس ہزار روپے فری کے اس کو مل جایا کرتے اور وہ اسکول کی چخ چخ سے بھی بچ جاتی۔''

''امی ہم سب کا شہلا اور رضی کے بارے میں خیال غلط تھا اگر وہ پیسے کے چکر میں آتی تو اس کو مجھ سے خوب ساری فرمائشیں کرنی چاہئے تھیں مگر وہ تو وہ کپڑے اور زیورات تک چھوڑ گئی جو میں نے اس کو دلوائے تھے۔ وہ تو جیسی

آئی تھی ویسی ہی واپس چلی گئی۔ اس کے باپ نے تو اس کے جہاز کا واپسی کا ٹکٹ تک اسے دے کر بھیجا تھا۔ شاید وہ نہیں چاہتا تھا کہ میں اس کے لئے ٹکٹ بھی خریدوں۔''

''سلمٰی خس کم جہاں پاک...... شہلا صرف رضی کی بیٹی تھی اور رضی کی بیٹی ہے...... اس کا نہ تم سے پہلے کوئی قلبی تعلق تھا اور نہ اب ہے تو پھر تم کیوں اپنے آپ کو پریشان کر رہی ہو؟''

''امی اس کی روتی ہوئی آنکھیں مجھے ہر سمت دکھائی دیتی ہیں اور اس کے آنسو میرے سینے پر گرتے ہیں۔ یہاں میں نے کئی مرتبہ اسے روتے ہوئے دیکھا تھا۔''

''میرا خیال ہے تم کافی دنوں سے باہر نہیں گئی ہو۔ کچھ دنوں کے لئے بچوں کو لے کر باہر گھوم پھر آؤ۔ فریش ہو جاؤ گی۔''

''میری بیٹی نے تو اپنا شہر بھی پورا نہیں دیکھا ہوگا۔ وہ کتنی بدنصیب رہی حالانکہ وہ بھی میری کوکھ سے پیدا ہوئی۔''

''سلمٰی اگر تم اتنا شہلا شہلا کرو گی تو بیمار پڑ جاؤ گی۔'' ماں نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''امی میں آپ سے سچ کہہ رہی ہوں۔ مجھے شہلا بہت یاد آ رہی ہے۔ میں اس سے پھر ملنا چاہتی ہوں۔''

''تم اسے فون کر لو۔''

''حالانکہ جانے کے بعد اسے فون کرنا چاہئے تھا۔''

''کوئی تمیز ہوتی ہے، تہذیب ہوتی ہے، چھوٹے...... اپنے بڑوں کو فون کیا کرتے ہیں مگر وہ جاہل کیا جانے ان باتوں کو اور نہ ہی کوئی یہ بتانے والا ہے کہ جب کسی کے گھر سے جاتے ہیں تو وہاں سے جا کر اپنی خیریت کی اطلاع دیتے ہیں۔ شکریہ ادا کرتے ہیں مگر وہ تو ہے ہی ناشکرے شخص کی بیٹی۔''

''امی...... وہ کس بات کا شکریہ ادا کرتی۔ کیا کیا تھا میں نے اس کے لئے؟'' سلمٰی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''وہ کس بات کا فون کرتی...... کیا سکھ دیا میں نے اس کو، ایئرپورٹ تک تو چھوڑنے نہیں گئی تھی میں۔''

''تمہاری طبیعت خراب تھی، سر میں کیسا درد تھا اس دن۔ اس لئے تم نہیں گئی تھیں ورنہ جانے میں کیا رکھا تھا۔'' سلمٰی کی ماں انہیں بدستور سمجھا رہی تھیں۔

''آپ غلط کہہ رہی ہیں امی...... بالکل غلط...... آپ نے شہلا اور لیلٰی میں بہت فرق روا رکھا۔ آپ نے شہلا کو وہ پیار ہی نہیں دیا جو نانیاں اپنی نواسی سے روا رکھتی ہیں۔ آپ کو جتنی رضی سے نفرت تھی ایسی ہی نفرت آپ کو شہلا سے بھی محسوس ہوتی ہے۔''

''سلمٰی میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا کہ اب ان باتوں کا مطلب کیا ہے؟'' آخر تم کیا چاہتی ہو؟''

''میں کراچی جا رہی ہوں۔ ہوٹل میں ٹھہر جاؤں گی۔ شہلا کے گھر پر نہ سہی اس سے اس کے اسکول جا کر تو مل لوں گی۔''

''اس سے تمہیں کیا حاصل ہوگا؟''

''امی مجھے دلی سکون مل جائے گا۔ اپنی بیٹی کو روزانہ جا کر دیکھا کروں گی۔''

''میرا خیال ہے کہ نہ صرف تم مزید پریشان ہوگی بلکہ شہلا کی پریشانیوں میں بھی اضافہ کرو گی۔''

''امی...... آپ کیوں ایسی باتیں کر رہی ہیں جس سے مجھے تکلیف ہو۔'' سلمٰی نے زچ ہو کر کہا۔

''میں بیکار کی باتیں نہیں کر رہی ہوں۔ تم شہلا کی باتیں یاد کرو...... اس نے بتایا تھا کہ سوتیلی ماں کو ہمیشہ سے یہی معلوم ہے کہ شہلا کی ماں انتقال کر گئی اور اس کی غریب ننھیال لاہور میں رہتی ہے جنہوں نے اپنی غربت کے باعث اس سے آج تک رابطہ نہیں کیا۔ اب تم اس کی ماں بن کر کراچی میں جاؤ گی تو سوتیلی ماں کو اس سے خواہ مخواہ عداوت ہو گی اور رضی کون سا تم کو دیکھ کر خوش ہو گا۔''

''امی میں صرف اپنی خوشی کے لئے کراچی جا رہی ہوں اور ضرور جاؤں گی۔''

''اگر تم گئیں تو پریشان ہو جاؤ گی۔'' ماں نے دہلایا۔

''تو آپ کا کیا خیال ہے...... شہلا کے جانے کے بعد میں سکون سے ہوں۔ وہ مجھے پل پل یاد آ رہی ہے۔''

''تمہیں اس کی کون سی عادت تھی، پچیس سال کے بعد اپنی بیٹی دیکھی تو فلمی ماؤں کی طرف تڑپ اٹھیں۔''

''آپ کچھ بھی کہیں مگر اب اس کے بغیر کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔ مجھے تو لگتا ہے وہ جاتے ہوئے میرا چین وسکون بھی اپنے ساتھ لے گئی ہے۔''

''پھر تو تمہیں اس کے پاس ہرگز نہیں جانا چاہئے۔''

''نہیں امی...... میں ضرور جاؤں گی۔''

''تم فون کر کے پہلے اس سے پوچھ تو لو...... کیا پتا وہ تمہیں خود ہی منع کر دے کہ وہ تمہاری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی۔ کیسے پیر پٹختی ہوئی تو وہ واپس گئی تھی۔'' اب ان کی ماں دوسری ڈگر پر چل رہی تھیں کہ وہ ہرگز نہیں چاہتی تھیں کہ سلمیٰ بیگم اپنی بیٹی شہلا سے کسی قسم کا بھی کوئی رابطہ رکھیں۔

''ٹھیک ہے میں ابھی فون کرتی ہوں شہلا کو......'' انہوں نے موبائل نکال کر اس پر شہلا کا نمبر پش کیا۔

''السلام علیکم'' شہلا کی آواز سن کر ان کو عجیب طمانیت سی محسوس ہوئی۔

''شہلا بیٹا ٹھیک تو ہو ناں۔'' انہوں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

''جی امی!''

''کراچی جا کر مجھے یاد کیا تم نے؟''

''جی امی!''

''تمہیں پتا ہے، میں تمہیں بے حد یاد کر رہی ہوں۔''

''جی امی!''

''تمہیں اپنے بہن بھائی یاد آ رہے ہیں؟''

''جی امی!''

''شہلا کیا تم مجھ سے بہت ناراض ہو جو مجھ سے بات بھی نہیں کر رہی ہو۔ کیا میں واقعی بہت بری ماں ہوں۔'' سلمیٰ بے اختیار روتے ہوئے بولیں۔

''امی...... آپ ٹھیک تو ہیں ناں۔ میں بھلا آپ سے کیوں ناراض ہونے لگی۔'' شہلا بوکھلا کر بولی۔

''پھر تم نے مجھے کراچی جا کر فون کیوں نہیں کیا تھا؟'' انہوں نے شکوہ کیا۔

''واقعی یہ میری غلطی ہے۔ آپ مجھے معاف کر دیجیے۔'' وہ دکھی سے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''شہلا میرا بس نہیں چل رہا کہ فوراً تمہارے پاس آ جاؤں۔''

''امی مجھے معلوم ہے کہ آپ بہت مصروف رہتی ہیں۔ آپ کے لئے کراچی آنا واقعی مشکل ہو گا۔''

''نہیں کوئی مشکل نہیں ہو گا۔ میری بچی، میں تم سے ملنے کراچی ضرور آؤں گی اور بہت جلد آؤں گی۔'' یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا اور شہلا بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

☆☆☆

''سچ کہہ رہی ہوں امی، عاتکہ کی میں نے بہت تعریفیں سنی ہیں۔ آپ بھی اسے ایک نظر دیکھیں گی تو آپ کو بھی بے حد پسند آئے گی۔'' سبین نے اماں سے کہا۔

''تم جا کر دیکھ لو، بس کافی ہے، میں کہاں جاتی پھروں گی۔''

''اللہ کا شکر ہے اب آپ کی طبیعت بہت بہتر ہے اور آخری فیصلہ آپ نے ہی کرنا ہے۔ میری سہیلی تو اس کی اتنی تعریف کر رہی ہے کہ بتا نہیں سکتی آپ کو۔''

''بیٹا کسی کی لڑکی کو ہم پسند بھی کر لیں تو کیا فائدہ۔ تمہارا بھائی تو شادی کرنے سے ہی متنفر ہو چکا ہے۔''

''بھائی کی ناں کو آپ چھوڑیے۔ جب وہ عاتکہ کو دیکھیں گے تو ان کی ناں ناں، فوراً ہی ہاں ہاں میں تبدیل ہو جائے گی۔'' سبین نے کچھ اس انداز میں کہا کہ اماں کے چہرے پر بھی مسکراہٹ دکنے لگی۔

''ٹھیک ہے میں چلتی ہوں تمہارے ساتھ مگر لڑکی والوں کو یہ پتا نہ چلے کہ ہم لڑکی دیکھنے آئے ہیں۔ مجھے اس طرح سے کسی کی لڑکی کو دیکھنا اچھا نہیں لگتا۔''

''اماں میں نے اپنی دوست سے بھی یہی بات کہہ دی ہے۔ وہ لڑکی ان کے سسرال میں سے ہے۔ وہ بے حد تعریفیں کر رہی تھیں۔ کل شام کو چل کر دیکھتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے دیکھ لیں گے مگر سرمد کو سمجھانا اور اس کو شادی کے لئے راضی کرنا تمہارا ہی کام ہو گا۔''

''امی آپ اس کی پرواہ مت کیجئے...... عاتکہ کو دیکھ کر وہ سہانی کو بھول جائیں گے۔''

اگلے دن شام کو وہ سبین کے ساتھ عاتکہ کے گھر پہنچیں۔ متوسط گھرانا تھا مگر ان کا ڈرائنگ روم ایسا سجا ہوا تھا کہ طبقہ امرا کے ڈرائنگ رومز پر حاوی تھا۔ قیمتی ڈیکوریشن کی چیزیں جگمگا رہی تھیں۔ گھر کے سب لوگ آ کے بیٹھ گئے تھے مگر لڑکی کا دور دور تک کوئی نشان نہ تھا۔ وہ خواتین جو میٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ انہیں بھی بخوبی یہ بات معلوم تھی کہ سبین اور اماں عاتکہ کو دیکھنے آئی ہیں۔

''ہماری عاتکہ کے ہاتھ میں بے حد ذائقہ ہے۔ بڑے ابا تو اس وقت تک کھانا ہی نہیں کھاتے جب تک عاتکہ اپنے ہاتھ سے پھلکا نہ ڈال دے۔''

''اس کی کڑھائی اتنی نفیس ہے کہ مشین کی کڑھائی کو مات کرتی ہے۔ آپ صوفوں کے کشن دیکھیے...... یہ سب عاتکہ کے ہاتھ کے بنے ہوئے ہیں۔'' سبین نے مشینی کڑھائی کے کشن دیکھے اور خواتین کی دروغ بیانی پر اسے ہنسی سی آئی۔

''یہ سینری دیکھ رہی ہیں۔'' عاتکہ کی بڑی بہن نے دیوار سے لگی ہوئی وسیع ترین لینڈ اسکیپ کی طرف اشارہ کیا جس نے پوری شمالی دیوار پر قبضہ کر رکھا تھا۔ ایسی تصاویر مایہ ناز مصوروں کی نمائشوں میں اکثر سبین نے دیکھی تھی۔

''اچھا کیا آپ کی بیٹی آرٹسٹ بھی ہے۔'' سبین نے شوق سے پوچھا۔

''نہیں، آرٹسٹ تو نہیں ہے بس اسے تھوڑا بہت شوق ہے۔ فارغ اوقات میں ایسے ہی آڑے ترچھے برش مار لیتی ہے...... بس ذرا تھوڑا بہت وقت ملے تو وہ رنگوں سے بھی کھیل لیتی ہے۔'' ان کی اماں قہقہہ لگاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

''مگر یہ پینٹنگ تو بڑی ماہرانہ انداز میں بنائی گئی ہے اور کتنا باریک کام بھی اس میں نظر آ رہا ہے۔''

''ارے یہ شمع دان دیکھیے، یہ موم کا گلدان ہماری عاتکہ نے بنایا ہے۔''

''اچھا یہ تو بہت خوبصورت ہے۔'' سبین مرعوب سی ہو گئی۔ اس نے ٹی وی کے اکثر پروگرامز میں لڑکیوں کو موم کی چیزیں بناتے ہوئے دیکھا تھا تو اس کا یہی خیال تھا کہ عاتکہ نے بھی یہ شوق اپنایا ہوگا۔

''یہ ستاروں اور دبکے کا کام دیکھ رہی ہیں آپ؟'' عاتکہ کی چھوٹی بہن نے اپنے دوپٹے کا پلو نچایا۔

''جی...... یہ بہت خوبصورت ہے۔'' سبین نے مسکرا کر کہا۔ تعریف کروانے کا یہ انداز اسے واقعی عجیب سا لگا تھا۔

''یہ بھی ہماری عاتکہ نے بنایا ہے۔'' وہ فخر سے بولیں۔

''ارے واقعی......'' سبین کی سانس تو اتھل پتھل سی ہونے لگی۔ وہ تو ایک گھریلو سی لڑکی کو دیکھنے آئی تھیں جو گھر کے نوکروں کے کام پر نظر رکھے اور اپنے شوہر اور ساس کا خیال رکھ لے مگر وہ تو شاید آل راؤنڈر نظر آ رہی تھی۔

''ادھر دیکھیے...... یہ چھوٹا عنابی قالین۔'' عاتکہ کی بھاوج نے بھاری سے لہجے میں کہا۔

''یہ بھی عاتکہ نے بنایا ہوگا۔'' اماں اس ضمن میں پہلی مرتبہ بولیں۔

''آپ کو کیسے پتا چلا۔'' اب وہ حیرانی سے پوچھ رہی تھیں۔

''آپ کے گھر کی ہر چیز عاتکہ نے ہی بنائی ہے ناں۔'' اماں کو ہنسی آ رہی تھی۔

''سبین بیٹا گھر چلو۔'' اماں نے سب کی نظر بچا کر سبین سے آہستگی سے کہا۔

''مگر ابھی تک آپ نے عاتکہ کو دیکھا تک نہیں ہے۔''

''بیٹا! بس اب اس گھر کی چھت اور دیواریں رہ گئی ہیں جو عاتکہ نے نہیں بنائیں اگر ہم کچھ دیر اور بیٹھ گئے تو یہ مکان بھی عاتکہ نے بنایا ہوگا۔''

''اماں اتنی سلیقہ مند لڑکی تو قسمت والوں کو ملا کرتی ہے اور آپ اسے دیکھنا بھی نہیں چاہ رہیں۔''

''مجھے ان لوگوں کے جھوٹ سے وحشت ہو رہی ہے جو لوگ اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھوٹ بولنے کے عادی ہوں وہ تو بڑے معاملات میں نہ جانے کیا کچھ بولتے ہوں گے۔''

''یہ بات آپ کس طرح کہہ سکتی ہیں؟''

''میں بہت زیادہ نہیں مگر میٹرک تک تو پڑھی ہوئی ہوں۔ گلدان کے سائز پر چھوٹی سی چٹ میری نظر سے چھپی نہیں رہ سکی ہے جس میں میڈ ان تائیوان لکھا ہوا ہے...... اسی طرح سینری کے کونے میں نامور مصور گل جی کا نام نمایاں نظر آ رہا ہے۔ ہو سکتا ہے...... ان کے یہ جھوٹ کہیں چل بھی گئے ہوں مگر میں تو ان باتوں سے بالکل متاثر نہیں ہوئی۔''

''اماں پلیز...... تھوڑی دیر اور بیٹھ جائیں۔ میں اس کا دیدار کرنا چاہتی ہوں۔''

''مگر زیادہ رکنا مناسب نہیں ہوگا کہ ہمارے رکنے سے وہ غلط فہمی میں مبتلا ہوں گے۔''

''ٹھیک ہے اماں۔'' سبین نے کہا۔

اور اسی لمحے عاتکہ کی دو سہیلیاں عاتکہ کو تھامے اندر لے کر آئیں۔ گلابی کامدار سوٹ میں عاتکہ اس طرح چل رہی تھی جیسے وہ کوئی دلہن ہو۔ بڑا سا گھونگٹ اس نے نکال رکھا تھا۔ عاتکہ کو سبین اور اماں کے مقابل بٹھا دیا گیا۔ اس نے جھک کر اماں کو سلام کیا۔ اماں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر دعائیں دیں پھر بڑی بہن نے اس کا گھونگٹ اٹھا دیا۔

سبین اور اماں یہ دیکھ کر مزید حیران رہ گئیں کہ اس نے زیورات کے کئی سیٹ پہن رکھے تھے اور جھومر، ٹیکا لگائے لائٹ سے میک اپ میں وہ بالکل دلہن لگ رہی تھی۔ سبین اور اماں کو سر تا پا حیران دیکھ کر عاتکہ کی اماں نے کہا۔

''یہ ہمارے ہاں کا رواج ہے جو بھی ہمارے ہاں لڑکی دیکھنے کی نیت سے آتا ہے، اسے ہم پہلے ہی دکھا دیتے ہیں کہ ہم اپنی بیٹی کو پچیس تولہ سونا دے رہے ہیں۔''

''یہ تو آپ ٹھیک نہیں کر رہیں۔ اس طرح بچی کو سجا سنوار کر بار بار دکھانا، کوئی اچھی بات تھوڑی ہے۔''

''یہ ہمارے ہاں رواج ہے۔ تو کیا کر سکتے ہیں اور پہلے ہی سے دکھا بھی دیتے ہیں کہ ہم خالی خولی لڑکی نہیں دیتے...... خوب جہیز دیتے ہیں اور پہناؤنی تو اتنی شاندار ہوتی ہے کہ ہر لڑکی کے سسرال والے ہم سے ہمیشہ خوش رہے ہیں۔''

سبین نے دیکھا۔ انتہائی کم عمر اور لاغری لڑکی بے دلی سے سب کو دیکھ رہی تھی۔

''آپ نے میٹرک کر لیا۔'' سبین نے بے ساختہ اس سے پوچھا۔

''اسی سال کیا ہے؟''

''معاف کیجیے گا۔ آپ کی بچی بہت چھوٹی سی ہے اور ہمیں کم از کم گریجویٹ لڑکی چاہیے۔'' اماں نے سبین کو اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے اٹھتے ہوئے کہا۔

''عجیب سی بات کہہ رہی ہیں آپ۔ آج کل سب کو کم عمر بہویں چاہئیں۔''

''مگر مجھے اتنی کم عمر بچی نہیں چاہیے جو سولہ، سترہ سال کی ہو اور دیکھنے میں بارہ تیرہ سال کی بچی لگے۔''

''یہ تو مزید اچھی بات ہے کہ ہماری بچی ہمیشہ چھوٹی سی لگے گی۔''

''بہن میرا بیٹا بتیس سال کا ہے اور میں اس کے لئے چوبیس سال تک کی لڑکی دیکھوں گی۔ اتنی کم عمر بچی تو اپنا خیال نہیں رکھ سکتی تو وہ اپنے شوہر کو کس طرح سنبھالے گی۔''

''مگر یہ بھی تو دیکھیے کہ ہم جہیز کتنا دیتے ہیں اور جب ہمیں اس بات پر اعتراض ہی نہیں کہ لڑکے کی عمر زیادہ ہے، وہ جب کسی کمپنی میں ڈھائی لاکھ کمائے گا تو کم عمر تو نہیں ہوگا ناں۔'' ماں اور بہنیں ایک ساتھ بولیں۔

اس سے یہ احساس ہوا کہ ان کے گھرانے کی مالی حالت کا اندازہ کافی کچھ پہلے سے ہی بتا دیا گیا تھا۔ یہ زیورات بھی شاید انہیں رجھانے کے لئے پہنائے گئے تھے۔ سلیقہ مندی کی مثالیں بھی شاید انہوں نے پہلے سے گڑھ لی تھیں یا اس رشتے کو قابو کرنے کے لئے ان سب نے خاصا ہوم ورک کیا تھا۔ ان سب کو باہم ایک ہی بات کرتے دیکھ کر اماں نے مسکرا کر کہا۔

"آپ کی بچی بہت اچھی ہے۔ بے حد پیاری بھی ہے، ہم اپنے بیٹے سے مشورہ کر کے آپ کو بتادیں گے۔"

"آپ چاہیں تو اپنے بیٹے کو دکھا سکتی ہیں۔ ہمارے ہاں یہ بات بری نہیں سمجھی جاتی۔ شادی سے پہلے ایک دوسرے کو دیکھ لیا جائے۔"

"آپ کی اس بات پر بھی ہم یقیناً غور کریں گے۔" اماں نے باہر کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اف...... اتنی چھوٹی لڑکی دکھادی ہمیں۔" واپسی پر سبین برا سا منہ بناتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"تمہاری سہیلی کو کیا یہ پتا نہیں تھا اس کے بارے میں۔" اماں نے پوچھا۔

"پتا تو ہونا چاہئے کہ میں نے اسے ہر بات صاف صاف بتادی تھی۔" سبین کو بھی خاصا عجیب سا لگا تھا۔ بعد میں جب سہیلی سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ "وہ اس کی کزن ہے۔ عمر تو اس کی پچیس سال ہے مگر اس نے میٹرک کے بعد پڑھنا چھوڑ دیا تھا۔ شکل سے اس کی عمر لگتی ہی نہیں ہے۔"

"مگر تمہارے رشتے داروں کو اس قدر جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ ایک کے بعد ایک جھوٹ...... کہ سن سن کر وحشت سی ہو۔"

"لوگوں سے سچ کہو تو تب کون سا وہ خوش ہوتے ہیں۔ ہماری خالہ نے اپنی آٹھ بیٹیوں کی شادیاں اسی طرح کی ہیں کہ لالچی لوگوں کی کوئی کمی تھوڑی ہوتی ہے۔"

"تو تم نے مجھے بھی لالچی سمجھ لیا تھا۔" اب سبین کو غصہ آرہا تھا۔

"میں نے خالہ کو بتایا تھا کہ یہ لوگ دوسرے مزاج کے ہیں، صاف بات کہنے والے اور صاف بات سننے والے مگر میری خالہ نے یہ کہا کہ میں نے آج تک ایسے لوگ نہیں دیکھے جو جہیز لے کر خوش نہ ہوتے ہوں۔"

"ایسی بات تو نہ کہو اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی جہیز وغیرہ نہیں چاہئے۔" سبین نے برا سا منہ کر کہا۔

"میں نے یہ بات بھی اپنی خالہ سے کہی تھی مگر وہ کہہ رہی تھیں کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ نہیں چاہئے، انہیں اور زیادہ چاہئے ہوتا ہے بلکہ وہ کیش کے بھی خواہشمند ہوتے ہیں۔"

"اف...... کیسی کیسی منطق گھڑتی ہیں تمہاری خالہ۔" سبین کو غصہ آتے آتے ہنسی سی آگئی۔

"ہماری خالہ پورے خاندان میں سب سے زیادہ عقلمند سمجھی جاتی ہیں۔" سہیلی نے مسکرا کر بتایا تو سبین بھی مسکرانے لگی۔

☆☆☆

"یہ دیکھو...... زیور اور یہ چند سوٹ بوتیک کے ہیں باقی تم دونوں اپنی پسند سے لے لو۔" صادقہ بیگم نے ایک شب عامر سے کہا۔ جب وہ باہر سے آنے کے بعد خاصے خوشگوار موڈ میں بیٹھا ہوا تھا۔

"امی...... میں آپ کی بات سمجھا نہیں۔ ان کپڑوں اور زیوروں کا میں کیا کروں؟ شوبز سے میرا تعلق ہے نہیں جو بالیاں اور کڑے میں خود استعمال کروں۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"بیٹا یہ چیزیں سہانی کے لئے ہیں؟"

"سہانی کی چیزوں کا آپ کو کیا واسطہ؟" وہ ترش لہجے میں بولا اور ماں کا دل یک دم دھک سے رہ گیا۔ آج ان کے بیٹے نے ان سے کیا کہہ دیا تھا کہ ان کا اس کی ہونے والی بیوی کی چیزوں سے کسی قسم کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔

"بیٹا میں تو پہلے ہی تم سے کہہ رہی ہوں کہ تم دونوں اپنی پسند سے جو دل چاہے خرید لو۔ میں تو پرانے زمانے کی عورت ہوں، میری پسند یقیناً سہانی اور تمہیں واقعی پسند نہیں آئے گی۔" صادقہ بیگم نے یہ جملے اپنے آنسو پیتے ہوئے بہ مشکل ادا کئے تھے۔

"امی...... میں سہانی کے لئے شاپنگ کیوں کروں گا۔" وہ بے اعتنائی سے بولا۔

"چلو وہ خود کرے...... بات تو ایک ہی ہے۔"

"کیا ہوگیا ہے امی آپ کو؟ آپ سہانی...... سہانی کی رٹ کیوں لگائے ہوئے ہیں؟"

"بیٹا تمہاری شادی تو ہونی ہے ناں تو میں تمہاری پسند سے ہی کروں گی اور اب یہ کام جلدی ہو جانا چاہئے۔"

"تو کیا آپ نے میرے لئے اچھی سی لڑکی دیکھ لی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"لڑکی تو دیکھی دکھائی ہے۔ اب تم یہ بتاؤ کہ ان کے گھر مجھے کب جانا ہوگا؟" وہ لبوں پر مسکراہٹ لئے بیٹے سے پوچھ رہی تھیں۔

"نہیں میں شادی نہیں کرسکتا۔" عامر نے کہا۔

"تمہیں شادی کہیں نہ کہیں تو کرنی ہی ہے تو اپنی پسند سے ہی کرلو۔" ماں نے بیٹے سے کہا۔

"آپ سے کس نے کہہ دیا کہ میں اب بھی سہانی کو پسند کرتا ہوں۔"

"تو پھر روز اس کے پاس جانا، اس کو تحائف دینا، اس کے ساتھ وقت گزارنا یہ سب کیا تھا؟"

"امی...... جب میں بیمار ہوا تھا تو سہانی نے بھی تو میرا خیال رکھا تھا۔ گھڑی کا بیش قیمت تحفہ تک دیا تھا۔ ایک دوست کی حیثیت سے مجھے یہ سب اسے لوٹانا بھی تو تھا ناں۔ جیسا سلوک اس نے میرے ساتھ کیا۔ ویسا ہی سلوک میں نے بھی اس کے ساتھ کیا۔ کیا وہ مجھے پاگل سمجھتی تھی کہ جب دل چاہے ٹھوکر مارو اور جب دل چاہے گلے سے لگا لو۔ نہیں امی نہیں، میں سہانی سے کسی صورت میں شادی نہیں کرسکتا۔"

"وہ تم سے محبت کرتی ہے یہ تو سوچ لو۔"

"وہ کسی سے محبت نہیں کرتی۔ آسائشات کی عادی لڑکیاں، ان کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتیں۔"

"مگر وہ تو یہ سمجھ رہی ہے کہ تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو؟"

"وہ اگر ایسا سمجھ رہی ہے تو غلط سمجھ رہی ہے۔"

"بیٹا اس کے گھر میں تو سب یہی سمجھ رہے ہیں کہ تم دونوں شادی کرنے والے ہو۔" صادقہ بیگم نے بیٹے سے کہا۔

"امی اب اگر لوگ...... خواہ مخواہ ایسا سوچ رہے ہیں تو میں کیا کرسکتا ہوں۔ میں نے تو سہانی سے ایک مرتبہ بھی یہ نہیں کہا کہ میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" عامر نے ترش سے لہجے میں کہا اور کندھے اچکاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

روز کھا لیتے ہیں ہنستے ہوئے چہروں سے فریب
کیا کریں اپنی نگاہوں میں مروت ہے ابھی

کبھی کبھی کسی کو پہچاننا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔

رحمان صاحب...... برسوں پرانے رضی صاحب کے دوست تھے۔ ان کا گھر میں اس طرح آنا جانا تھا جیسے کوئی قریبی عزیز گھر میں آتا ہو۔ رحمان صاحب نے ازخود رضی صاحب سے کہا تھا۔ وہ شہلا بیٹی کے لئے ایک اچھا رشتہ لانا چاہ رہے ہیں۔

رضی صاحب نے باتوں ہی باتوں میں انہیں بتا دیا تھا کہ شہلا میری سب سے بڑی بیٹی ہے اور وہ بے حد سیدھی اور پیاری بچی ہے اس لئے میں اس کے لئے جب بھی کسی لڑکے کا انتخاب کروں گا تو یہ ضرور دیکھوں گا کہ وہ اور اس کی فیملی کے لوگ بھی نیک، شریف اور سادگی پسند ہوں۔ کسی قسم کا کوئی چھل فریب ان میں موجود نہ ہو۔

فرقان کا گھرانا ایسا ہی آئیڈیل ہے...... آپ اس کے گھر والوں سے مل کر یقیناً خوش ہوں گے اور آج...... ایسا ہو گیا۔

رضی صاحب کے دوست کے توسط سے چند خواتین شہلا کو دیکھنے آئی تھیں۔ ان کا تعلق مڈل کلاس سے تو ضرور تھا مگر وہ اس قدر لالچی لگ رہی تھیں کہ یوں لگتا تھا جیسے پیسا ان کے گھرانے کا سب سے بڑا مسئلہ ہو۔ انہوں نے شہلا کو دیکھتے ہی پسند کر لیا تھا اور فوراً ہی یہ کہہ دیا تھا کہ ''ہمارے بھائی کی یہ خواہش ہے کہ اس کی بیوی کماتی ہو۔''

''شہلا اسکول میں تو پڑھا رہی ہے مگر شادی کے بعد وہ جاب نہیں کرے گی۔'' امی نے کچھ سوچ کر کہا تھا۔

''کیوں بھئی یہ کیا بات ہوئی بھلا...... آپ لوگ تو اپنی بیٹی کی کمائی خوب آرام سے ہڑپ کر لیں اور جس سے اس کی شادی ہو۔ وہ اس سے محروم رہے۔''

''بیٹی اگر کماتی ہے تو اس کا پیسا والدین تھوڑی ہڑپ کر جاتے ہیں اس کا جہیز بھی تو جمع کرتے ہیں۔'' امی ان کی باتوں کے جواب بڑی بردباری سے دے رہی تھیں۔

''بیٹی کو جہیز دینا اس کے والدین کا کام ہوتا ہے۔ لڑکیاں اپنا جہیز خود جمع نہیں کرتی ہیں۔'' لڑکے کی ماں نے تاک کے جواب ایسا مارا تھا جیسے جوتا مار رہی ہوں۔

''بہن یہ تو بعد کی باتیں ہیں، ابھی تو ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ آپ کے بیٹے کا رشتہ قبول بھی کریں گے یا نہیں۔''

''ارے واہ ہمارا واجد لاکھوں میں ایک ہے، پندرہ ہزار تنخواہ ہے، شکل صورت کا اچھا ہے۔ رہنے کو گھر ہے، آنے جانے کو بائیک ہے اور کیا چاہئے۔'' واجد کی بڑی بہن نے چمک کر کہا۔

شہلا کو ان کی باتیں سن کر دل میں ہنسی آ رہی تھی اور وہ سوچ رہی تھی۔ ''لڑنے کو گھر میں بہنیں بھی موجود ہیں۔ مکمل فیملی ہے۔''

''میں رضی صاحب سے مشورہ کر کے آپ کو جواب دوں گی۔'' خالی چائے سے ان کی مدارات کرنے کے بعد امی نے کہا تھا۔

''مسز رضی آپ کی باتیں سن کر تو مجھے حیرت ہو رہی ہے۔'' واجد کی اماں نے تمسخر آمیز لہجے میں کہا۔

''میں آپ سے ایسی کیا بات کہہ دی جو آپ یوں حیرت زدہ ہیں؟''

''آپ کے شوہر نے اپنے دوست رحمان صاحب سے کہا تھا واجد اچھا لڑکا ہے۔ اس کو میں عرصے سے جانتا ہوں، دفتر میں اس کی اچھی شہرت ہے۔ نیک اور مؤدب بھی۔ آپ کے ان کی فیملی سے اچھے تعلقات ہیں، آپ ان سے کہیں ناں کہ وہ میری بیٹی شہلا کو دیکھ لیں، آخر واجد کہیں نہ کہیں تو شادی کرے گا ہی...... اگر شہلا سے ہو جائے تو میری خوش قسمتی ہوگی۔''

شہلا ان کی باتیں سن کر پسینے پسینے ہو گئی۔ اسے یہ بات سن کر بخوبی معلوم ہو گیا کہ اس کے والد اس طرح گفتگو کرنے کے عادی نہیں تھے۔ ہو سکتا ہے رحمان صاحب نے پاپا کی بات آگے غلط طریقے سے بڑھائی ہو مگر رحمان صاحب کا ان کے گھرانے میں کافی عرصے سے آنا جانا تھا۔ وہ انتہائی مہذب اور شائستہ مزاج کے حامل شخص تھے۔ شہلا کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ پاپا کی بات کو اس انداز میں آگے بڑھائیں گے۔ شہلا نے بے حد دکھی چہرے کے ساتھ ماں کو ایسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو۔ ''میرے پاپا...... اس انداز میں بات نہیں کر سکتے۔'' اس کے احساسات ماں نے بھی جیسے بھانپ لئے اور وہ فوراً بولیں۔

''آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ لڑکی کے لئے اچھے رشتوں کے لئے دوست احباب سے ضرور کہا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ کسی بھی رشتے کو بلا ٹھونک بجائے فوراً قبول کر لیا جاتا ہے۔''

''بات کا مطلب تو بہر حال وہی تھا، کان ایسے پکڑ یا ویسے پکڑ لو...... مگر بات تو ایک ہی ہوتی ہے ناں۔''

ان کے اس جملے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کلی کا پھندنا بنانے والی خاتون ہیں اور کوئی بات بھی گوٹا چمپا ٹانکے بغیر کرنے کی عادی نہیں۔'' چند لمحے پہلے شہلا ان کی باتیں سن کر مارے تاسف کے شرمندہ ہو گئی تھی۔ اب اپنے آپ کو خاصا بہتر محسوس کر رہی تھی۔

''ہاں تو پھر ہم کب آئیں رسم کرنے کے لئے؟'' وہ اٹھتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

''میں ایک ہفتے تک آپ کو اپنا جواب دوں گی۔''

''اے بی...... میٹھا میٹھا جواب دینا۔'' وہ ہنستے ہوئے بولیں۔

''ان کے پاپا سے مشورے کے بعد جواب دیا جائے گا۔'' آج امی کی باتیں شہلا کو بڑی سوجھ بوجھ والی لگ رہی تھیں۔

''رضی صاحب کا جواب ہمیں پہلے ہی سے معلوم ہے۔'' انہوں نے گریبان میں سے رومال نکالا اور اس کی گانٹھیں کھول کر اس میں سے مڑا تڑا پانچ سو کا نوٹ نکال کر شہلا کے ہاتھ پر رکھ دیا اور تو تلی بھرے لہجے میں بولیں۔ ''لو بھیا آج سے شہلا ہماری ہوئی۔ ارے اٹھ کر سلام تو کرو بھئی!'' شہلا کو یوں لگا جیسے اس کو خرید نے کا بیعانہ دیا جا رہا ہو۔

''نہیں بہن ہمارے ہاں یہ رسم نہیں ہوتی۔'' امی نے سرعت سے وہ نوٹ اس کے کانپتے ہوئے ہاتھ سے اٹھا کر ان کے ہاتھ پر دھر دیا۔

''اے لو..... کیوں نہیں ہوتی۔ تمہارے بلانے سے تو ہم آئے ہیں..... یہ تو خیر الگ بات ہے کہ تم لوگوں نے ہماری خاطر داری کی اور نہ ہی عزت کی..... اس کے باوجود ہم تمہاری لڑکی لے جانا چاہتے ہیں۔''

''آپ کا بہت بہت شکریہ، ہماری بیٹی ہمارے لئے بوجھ ہرگز نہیں ہے۔''

''ایسا تو نہ کہو بادشاہوں کی بیٹیاں بھی بوجھ ہوتی ہیں۔ جب تک وہ ان کے فرض سے فارغ نہ ہوں انہیں طمانیت حاصل نہیں ہوتی ہے۔''

''میں نے کہا ہے ناں..... کہ ہم اپنے مشورے سے آپ کو آگاہ ضرور کریں گے۔''

''ٹھیک ہے، جو آپ کی مرضی..... مگر ہمیں یقین ہے کہ شہلا ہماری ہی ہوگی۔'' وہ شہلا کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے باہر نکل گئیں اور شہلا نے ان کے جانے کے بعد سکون کا سانس لے کر آنکھیں موند لیں۔

☆☆☆

''عامر نے صاف منع کر دیا ہے، وہ کسی صورت سہانی سے شادی نہیں کرے گا۔ امی نے تو اپنے حساب سے شادی کی تیاریاں کرنا شروع کر دی تھیں مگر وہ تو سہانی سے شادی ہی نہیں کرنا چاہتا۔'' نادیہ نے ماں کا فون سننے کے بعد بڑی مشکل سے سکندر کو بتایا۔

''یہ غلط فہمی ہے تمہاری ماں کی۔'' سکندر نے بے توجہی سے نادیہ کی بات سن کر کہا تب نادیہ خاموش ہوگئی تھی اور جب یہی بات سکندر نے سہانی سے ازراہِ مذاق کہی تو وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

''یہ اس سال کا سب سے بڑا جھوٹ ہوگا جو عامر کے حوالے سے یہ خبر اڑائی گئی ہے۔''

''تم ڈائریکٹ بات کیوں نہیں کرتیں عامر سے۔ یوں بھی اب تمہیں شادی کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔''

''آپ اس معاملے میں قطعی فکر نہ کریں..... میں بہت جلد اپنا پروگرام سیٹ کر کے آپ کو بتا دوں گی۔''

''ٹھیک ہے.....'' سکندر مطمئن ہو کر باہر نکل گیا۔ سہانی نے عامر کو فون کیا تو وہ نیند میں تھا۔

''آج کا کیا پروگرام ہے؟''

''آج تو میں گھر میں سونا بنا رہا ہوں۔ بستر سے اٹھنے کو دل ہی نہیں چاہ رہا۔''

''کہیں طبیعت تو خراب نہیں ہے تمہاری۔'' اس کے لہجے میں پریشانی گھلی ہوئی تھی۔

''جس کی سہانی دوست ہو، اس کی طبیعت کیسے خراب ہو سکتی ہے۔''

''ہاں یہ تو ہے..... مجھے تمہاری ایک ایک پل فکر لگی رہتی ہے۔''

''اگر اجازت ہو تو کمبل تان کر پھر سو جاؤں۔''

''ہاں سو جاؤ۔''

اگلے دن فون کیا تو وہ آفس کے کام سے دبئی جا چکا تھا اور اپنا موبائل بھی ساتھ لے کر نہیں گیا تھا۔

''آنٹی..... عامر کب تک آئے گا؟'' سہانی پریشان سے لہجے میں صادقہ بیگم سے پوچھ رہی تھی۔

''مجھے تو اس کے جانے کا پروگرام بھی اس وقت پتا چلا جب وہ ایئر پورٹ جا رہا تھا۔ وہاں سے وہ کب آئے گا۔

اس بارے میں وہی بتا سکتا ہے۔''

پھر یوں ہوا کہ پندرہ دن کے بعد آنے کے باوجود اس نے سہانی سے کوئی رابطہ نہیں کیا۔

ایک صبح وہ اس کے گھر پہنچ گئی اور عامر کو کھری کھری سنا ڈالیں۔ وہ آفس جانے کو تیار کھڑا تھا۔

''کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔ تمہاری وجہ سے میں کتنی پریشان ہو رہی ہوں۔''

''پلیز میری پریشانیوں سے دور رہو۔ صرف اپنے آپ کو دیکھو۔''

''کیا ہو گیا ہے عامر تمہیں..... تم تو میرے بنا ایک شام بھی رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔''

''سہانی اللہ کا شکر ہے کہ اب تم ٹھیک ٹھاک ہو۔ زندگی کی دلچسپیوں میں پہلے کی طرح حصہ لے رہی ہو۔ میں یقیناً تمہارا دوست ہوں مگر میں آج کل اپنے بزنس کو دیکھ رہا ہوں۔ پچھلے دنوں مجھے خاصا خسارہ ہوا ہے، اب آئندہ تو ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا ناں۔''

''پہلے شادی کر لو..... پھر بزنس کے جھمیلوں سے بھی الجھتے رہنا۔''

''میرے پاس شادی کرنے کا ٹائم..... ابھی دو تین سال تک تو بالکل بھی نہیں ہے۔ خواہ مخواہ کسی بے چاری لڑکی کو شادی کر کے اپنے گھر میں ڈال دوں اور وہ بور ہوتی رہے۔''

''عامر میں بالکل بور نہیں ہوں گی۔ یہ میں تم سے کہہ رہی ہوں۔'' وہ اس کے بال بگاڑتے ہوئے بولی۔

''میرا خیال ہے اب تم بھی میری ماں اور بہن کی طرح ناراض ہو جاؤ گی کہ میں شادی کیوں نہیں کر رہا!''

''ظاہر ہے..... پھر مجھے ایسا ہی کرنا ہوگا۔''

''میں دوبارہ ٹورنٹو جا رہا ہوں..... میرا خیال ہے جب میں آؤں گا، اس وقت تم اپنے گھر اور اپنے بچوں میں اتنی خوش باش ہو گی کہ شاید اپنے اس پرانے دوست سے ملنے بھی نہیں آؤ گی۔''

''عامر تم میرے بارے میں کیسا غلط سلط سوچ رہے ہو۔''

''نہیں سہانی..... میں تمہیں حقیقت بتا رہا ہوں۔''

''ایسا سب تمہیں نادیہ بھابی نے سکھایا ہوگا۔''

''کیا تمہارا خیال ہے کہ میں کسی کے سکھانے میں آنے والا ہوں۔ میں اپنے فیصلے خود کرتا ہوں۔''

''تم تو میرے بن رہ نہیں سکتے تھے۔''

''تم میری اچھی دوست ہو..... تم بیمار تھیں اور میرا یہ فرض تھا، تمہارا خیال رکھنا..... آخر تم نے بھی تو میرا خیال رکھا تھا ناں۔''

''اچھا..... وہ قرض لوٹایا ہے تم نے۔'' وہ تمسخر سے ہنسی۔

''نہیں..... میں کسی کے کئے پر مٹی ڈالنے کا عادی نہیں ہوں۔ اس لئے لفظ قرض استعمال نہیں کروں گا۔''

''مگر بات تو یہی نظر آ رہی ہے ناں۔''

''اب تم جو بھی سمجھو۔''

''اس کا مطلب یہی ہوا کہ تم نے مجھ سے اس لئے شادی نہیں کی کیونکہ میں ڈائیورسی تھی۔''

''مجھے ان باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا..... فی الوقت تو میں کسی کنواری سے بھی شادی نہیں کر رہا۔''

''میں سمجھ گئی ہوں...... تم مجھ سے بھاگ رہے ہو۔''

''سہانی یہ بات نہیں ہے۔''

''پھر تمہارا دل کسی اور پر آ گیا ہوگا...... آج کل لڑکے خوب سے خوب تر کی تلاش میں جو رہتے ہیں۔'' وہ طنز بھرے لہجے میں بولی۔

''اس وقت تو میں آفس جا رہا ہوں۔ اس لئے یہ باتیں پھر کبھی کرنا۔'' یہ کہہ کر وہ پورچ میں کھڑی سہانی کو حیرت زدہ چھوڑ کر گاڑی زن سے نکال کر لے گیا۔

☆☆☆

آج کل لوگوں کو سوکھی محبت کرنی بہت آ گئی ہے۔'' شہلا اسکول سے گھر آئی تو اس کی ماں نے اس سے کہا۔

''میں مطلب نہیں سمجھی۔'' وہ الجھتے ہوئے بولی۔

''آج تم اپنا موبائل گھر پر بھول گئی تھیں، تمہاری کسی سلمٰی آنٹی کا کوئی پندرہ مرتبہ فون آیا تھا۔''

''کیا کہہ رہی تھیں؟'' وہ بدحواس سی ہو کر بولی۔

''یہی کہ وہ تم کو بہت یاد کر رہی ہیں۔''

''آپ نے کیا کہا۔'' اس نے سینڈل اتارتے ہوئے سر جھکاتے ہوئے پوچھا۔

''اے بی...... اس سے پہلے تمہاری محبت کہاں تھی؟ دُنیا کی خالائیں اپنی بھانجیوں پر جان چھڑکا کرتی ہیں اور تم کیسی خالہ ہو کہ کبھی اپنی بھانجی کی محبت دو پیسے کی بھی نہیں آئی۔''

''آپ کی باتیں سن کر انہوں نے کچھ کہا؟'' وہ ہنوز سر جھکائے بیٹھی تھی۔

''کہنے کو رکھا ہی کیا تھا...... بولتی بند ہو گئی اور لگی گہری گہری سانسیں لینے۔ تب میں نے بھی مزید طبیعت صاف کرتے ہوئے کہا کہ دُنیا کے ننھیال والے اپنی بہن یا بیٹی کے بچوں پر اپنی جان مال سب نچھاور کر دیا کرتے ہیں، چاہے وہ کتنے ہی غریب کیوں نہ ہوں...... مگر آپ لوگ تو فقیروں سے بھی بدتر نکلے کہ کبھی شہلا کو پوچھا ہی نہیں۔''

''آپ ٹھیک کہتی ہیں......'' یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

شہلا کچھ نہیں بولی...... ہاں اس کے خاموش آنسو چپکے چپکے اس کے پیروں پر ضرور گرتے رہے۔

''یہ ای بھی خوب ہیں...... پل میں تولہ...... پل میں ماشا...... کبھی اتنی اچھی ہو جاتی ہیں کہ وہ ساری محرومیوں کو بھول جاتی ہیں اور کبھی ایسی کہ زخموں کے کھرنڈ تک نوچ دیا کرتی ہیں۔ میری ماں یا میری خالہ سے ان کو اس طرح کی باتیں تو نہیں کرنی چاہئے تھیں۔''

☆☆☆

''ٹھیک ہے اگر عامر کی یہ اکڑ ہے کہ وہ سہانی سے شادی نہیں کرے گا تو نادیہ کو بھی اس کے گھر بٹھا دو، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نادیہ تو ہمارے گھر میں راج کرے اور سہانی اس کے بھائی کی یاد میں بیٹھ کر آنسو بہائے...... میں اپنی بیٹی کو غمزدہ دیکھ سکتی ہوں اور نہ ہی اس کی آنکھوں میں آنسو۔'' شاداب بیگم نے اپنے بیٹے سکندر سے انتہائی درشت لہجے میں کہا۔

''مگر ممی...... ایسے کیونکر ہو سکتا ہے میری کوئی وٹے سٹے کی شادی تو نہیں تھی۔'' سکندر ماں کی بات سن کر بوکھلا کر

رہ گیا۔

''نہیں تھی، تو اب سمجھ لو...... کیا تم اپنی اکلوتی بہن کو روتا سسکتا دیکھ سکتے ہو؟''

''ممی...... آپ تو بلاوجہ پریشان ہو رہی ہیں۔ ضروری تو نہیں کہ سہانی کی شادی عامر سے ہی ہو۔ اچھے لڑکوں کی کوئی کمی تو نہیں ہے۔''

''مجھے تو ظفر بھی اچھا لگتا تھا...... مڈل کلاس لوگ ضرور ہیں مگر اچھے ہیں اور ظفر تو بے حد نائس لڑکا ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کل ان کے گھر جاتے ہیں۔''

''کوئی ضرورت نہیں ہے ان کے گھر جانے کی۔ اس کمینے کی بھی منگنی اپنی کزن ماہ نور سے ہو گئی ہے اور عنقریب شادی ہونے والی ہے۔''

''اچھا، مجھے تو پتا ہی نہیں چلا...... کمال ہے...... خاندان کے لوگوں کے ہاں کی نیوز بھی پتا نہیں چلا کرتیں...... ظفر کی ماں ایک پہنچی ہوئی عورت ہے، اس کے بیٹے کو تو میں کبھی اپنی بیٹی نہ دیتی۔ تم سے جو میں نے کہا تم اس نہج پر سوچو اور نادیہ پر زور ڈالو۔''

عزیز صاحب جو کافی دیر سے ٹیرس پر ٹہلتے ہوئے ماں بیٹے کی باتیں سن رہے تھے اوپر لاؤنج میں آتے ہوئے بولے۔

''شاداب بیگم تم اگر اب بھی ہوش میں نہ آئیں تو کبھی بھی نہیں آسکو گی۔ اب وہ دور نہیں رہا ہے کہ لڑکی والوں کو مجبور کیا جائے۔ ان کی لڑکی کو ستا کر اپنا مقصد پورا کیا جائے...... اگر عامر نے سہانی سے شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے تو اس نے صحیح فیصلہ کیا ہے۔ سوائے خوبصورتی کے اس میں ایسی کون سی خوبی ہے جسے لوگ پسند کریں گے۔'' عزیز صاحب کی بات سن کر شاداب بیگم کے تو پتنگے سے لگ گئے اور وہ غصے سے سرخ چہرے کے ساتھ بولیں۔

''عزیز احمد...... تم کیسے باپ ہو جو اپنی بیٹی کی برائیاں خود بیان کرتے پھر رہے ہو۔ میں نے تو آج تک کوئی باپ ایسا نہیں دیکھا جو کہہ رہا ہو کہ میری بیٹی اس قابل نہیں تھی اس لئے اس کا رشتہ نہیں آیا۔''

''میں تمہاری طرح جھوٹ بولتا ہوں اور نہ ہی غلط بات کرنے کا عادی ہوں۔ اس لئے جو سچ ہے وہی کہوں گا چاہے تمہیں برا لگے یا اچھا۔''

''عامر ویسے تو خوب سہانی کے پاس آ رہا تھا، اسے اس کے بغیر کسی کل چین بھی نہیں پڑ رہا تھا مگر جب بات شادی کی ہوئی تو صاف مکر گیا۔''

''تو تم اس کے سر پر بندوق رکھ کے شادی کرواؤ گی۔''

''بندوق رکھ کے نہ سہی مگر اس کو یہ احساس تو ہونا چاہئے کہ ہم کوئی پاگل نہیں ہیں جو اس کی بہن کو یہاں خواہ مخواہ کا آرام دیں۔''

''نادیہ کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں، تم اس بیچاری کو خواہ مخواہ کیوں گھسیٹ رہی ہو۔'' عزیز احمد نے تیوری تان کر بیوی سے کہا۔

''آپ کو کیا پتا اس معاملے میں اصل حرافہ تو یہ آپ کی گھنی نادیہ ہی ہے۔ اس نے اپنی ماں کے ساتھ مل کر عامر کو اپنے قابو میں کر لیا اور وہ ماں اور بہن کی باتوں میں آ گیا، ورنہ تو اس نے ڈیڑھ لاکھ کی تو صرف لہنگے ہی کی تھی سہانی کو

تحفے میں...... اب ایسے قیمتی تحائف کوئی بلاوجہ تھوڑی ناں کسی کو دیا کرتا ہے۔"

"شاداب بیگم تم ایک بات بتاؤ، تمہارا بیٹا تمہاری غلط بات مان سکتا ہے، نہیں مانے گا ناں۔ تم اس سے لاکھ کہہ دو کہ نادیہ کو اس کے گھر جا کر بٹھا دے، وہ ہرگز ایسا کام نہیں کرے گا تو تم پھر عامر پر کیوں کوئی بہتان باندھ رہی ہو۔"

"نہیں پاپا...... آپ غلط کہہ رہے ہیں۔" سکندر ماں کے چہرے پر بہتے آنسو دیکھ کر بولا۔

"میں کیا غلط کہہ رہا ہوں؟" اب وہ حیرت سے سکندر کو دیکھ رہے تھے جو نہ صرف ماں کے آنسو اپنی ہتھیلیوں سے صاف کر رہا تھا بلکہ ان کو اپنی بانہوں کے حصار میں لے کر بیٹھ گیا تھا۔ شاداب بیگم ہچکیاں لے لے کر رو رہی تھیں۔

"جو میری ممی چاہیں گی، میں ویسا ہی کروں گا۔"

"کیا مطلب؟"

"یہی کہ میں نادیہ کو اس کے گھر چھوڑ آؤں گا اور اس وقت تک اسے گھر نہیں لاؤں گا جب تک کہ عامر کا رشتہ سہانی کے لئے نہیں آ جاتا۔"

"مان لو کہ عامر تب بھی تمہاری بہن سے شادی نہیں کرتا تو پھر کیا کرو گے؟"

"تب میں نادیہ کو طلاق دے دوں گا۔"

"بہت خوب...... زندگی کو اپنی پسند کی شاہراہ پر ڈالنے کے لئے اوندھے سیدھے کام کرو گے۔" وہ بہت دکھ سے بولے۔ "بیٹا ایک بات میری یاد رکھنا! اگر تم نے زندگی کو مذاق بنانے کی کوشش کی تو زندگی تمہارا مذاق بنا کر رکھ دے گی۔ شادی کوئی کھیل ہے اور نہ ہی طلاق کوئی حل...... اگر شادی کو چلانے کے لئے قربانیاں دینی پڑتی ہیں تو اسی طرح......"

"یہی تو میں کہتی ہوں کہ نادیہ اپنی شادی کو چلانے کے لئے قربانی دے...... اپنے بھائی کی شادی اپنی نند سے کروائے۔" شاداب بیگم میاں کی بات کاٹتے ہوئے بولیں۔

"شاداب بیگم! اگر میں یہ کہوں کہ سہانی کو سرمد سے طلاق تم نے دلوائی ہے تو غلط نہیں ہوگا اور اب اگر نادیہ کو بھی تم نقصان پہنچانا چاہتی ہو تو تم سے ظالم کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔"

"ہاں میں تو پاگل ہوں ناں...... میرا تو دماغ خراب ہے جو اپنی بیٹی کو نقصان پہنچاؤں گی۔" وہ چیختی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی اور سکندر پریشان ہو کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

☆☆☆

پورے تین گھنٹے ہو گئے تھے، سکندر کو اپنے دوست کے پاس بیٹھے ہوئے۔

"نہیں...... ہرگز نہیں...... سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

شاہد اس کی ہر بات کا جواب نفی میں دے رہا تھا۔

"تو پھر میں کیا کروں، مجھ سے اپنی ماں کی آنکھ میں آنسو نہیں دیکھے جا سکتے۔" سکندر نے اپنے دوست کو الف سے یے تک ہر بات بتا دی تھی اور اب وہ اپنے دوست کے سامنے انتہائی غمزدہ حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔

"سکندر، جیسا تم سوچ رہے ہو ایسا حقیقی زندگی میں نہیں ہوا کرتا۔ زندگی کوئی ڈراما نہیں جس میں اپنی پسند کی چیز زبردستی ٹھونس دی جائیں۔"

"اب کیا یہ عامر کی ذلالت نہیں ہے کہ سہانی کو لے کر اسے خواب دکھاتا رہا اور جب وہ اس کی جانب لپکی تو وہ کنی کترا کر جا رہا ہے۔"

"پیارے دوست شادی ایسا سودا ہے جس کو فردِ واحد نہیں خرید سکتا اور نہ ہی تم عامر کی کنپٹی پر پسٹل رکھ کر اس سے اپنی بہن کی شادی کروا سکتے ہو۔"

"پھر بھی مجھے اپنے غصے کا اظہار تو کرنا چاہئے ناں۔"

"کیا فائدہ ایسے غصے کا جو تمہیں الٹا نقصان دے۔"

"شاہد میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں۔"

"تم کچھ مت کرو، خاموش رہو، رفتہ رفتہ سب خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔"

"میری بہن ابھی تو غصے میں ہے مگر مجھے معلوم ہے کہ وہ رفتہ رفتہ بیمار پڑ جائے گی۔"

"وقت سب سے بڑا مرہم ہے، وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ ایک بات کہنا چاہتا ہوں اگر تم برا نہ مانو۔"

"یار جو کچھ تیرے دل میں ہے کہہ ڈال، اب تیری بات کا میں برا مانوں گا۔ بچپن کا میرا دوست ہے تُو۔"

"اب اپنی بہن کی شادی کرنا تو ایسی شخصیت کا انتخاب کرنا جس پر تمہاری بہن کی شخصیت نہ چھائے بلکہ اس کی شخصیت تمہاری بہن پر حاوی ہو۔ معاف کرنا دوست، تمہاری بہن کے شوہر کو تھوڑا سخت مزاج ہونا چاہئے جس سے تمہاری بہن اپنے آپے میں رہے۔ وہ خواتین جو اپنے آپے میں نہیں رہتیں اور بیوی ہوتے ہوئے اپنے آپ کو شوہر سمجھنا شروع کر دیتی ہیں وہ ہمیشہ نقصان اٹھاتی ہیں۔"

"یہ تو میں جانتا ہوں کہ ممی نے سہانی کے اتنے لاڈ اٹھائے کہ اسے اچھا خاصا بگاڑ ڈالا مگر دوست کیا بہنوں کے لاڈ نہیں اٹھانے چاہئیں؟"

"ضرور اٹھانے چاہئیں مگر بے جا نہیں۔ لڑکیوں کی تربیت کرتے وقت انہیں حقوق کے ساتھ ساتھ فرائض کے بارے میں بھی ضرور بتانا چاہئے۔ اکثر گھروں کے بگڑنے کا سبب ان ہی حقوق و فرائض کا عدم توازن ہوا کرتا ہے۔"

"میں یہ مانتا ہوں کہ وہ اپنی ذات کو بے حد اہمیت دیتی ہے۔"

"بس یہیں سے غلطی شروع ہو رہی ہے کہ صرف اپنی ذات سے عشق کر کے زندگی نہیں گزاری جا سکتی اور آپ لوگوں کے ہاں پیسے کی کوئی کمی نہیں ہے، جہاں اس کی کمی ہو، وہاں بیٹیوں کا گزارہ اپنے میکے میں بھی نہیں ہوا کرتا۔ سسرال تو دور کی بات ہے۔"

"تو پھر میں نادیہ سے کچھ نہ کہوں۔" سکندر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"کچھ نہیں...... تمہاری بیوی بقول تمہارے بہت اچھی ہے، سب کا خیال رکھتی ہے تو اس کی اس معاملے میں کہاں سے غلطی آ گئی جو اس بے چاری کو ناکردہ گناہ کی سزا ملے۔ میرا تو خیال ہے کہ ایک بار تنہائی میں بیٹھ کر یہ سوال تم اپنے آپ سے بھی پوچھو۔"

"ٹھیک ہے، میں کسی سے کچھ نہیں کہتا۔ ہاں اپنے آپ سے بھی ضرور پوچھوں گا۔" سکندر نے دھیمے لہجے میں کہا اور جانے کے لئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

☆☆☆

''اماں میری ایک بہت اچھی دوست نے لڑکی بتائی ہے اور وہ لڑکی کی بے حد تعریفیں کر رہی ہیں۔'' ایک شام سبین نے اماں کے پاس آ کر کہا۔

''نہیں بھئی، ایک مرتبہ تمہاری دوست کی بتائی ہوئی لڑکی دیکھ لی، اب جانے کی ہمت نہیں ہے۔''

''پلیز اماں......اب لڑکی والوں کے گھر نہیں جائیں گے، اپنی دوست کے پاس جا کر لڑکی دیکھ لیں۔''

''یہی تو کہہ رہی ہوں تم جا کر دیکھ آؤ جب مطمئن ہو جاؤ تو پھر ہم ان کے گھر بھی چلے جائیں گے۔''

''ٹھیک ہے، پہلے میں ہی دیکھ لیتی ہوں۔'' سبین نے گہرا سانس لے کر کہا۔

''تم نے اپنی سہیلی کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے ناں۔'' اماں نے سبین کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں اماں بہت اچھی طرح سے بلکہ صاف صاف بتا دیا ہے۔''

''سہیلی نے تمہیں لڑکی کے بارے میں کوئی خاص بات بتائی۔'' اماں نے پوچھا۔

''ہاں یہی کہ لوئر مڈل کلاس فیملی سے تعلق ہے، لڑکی اچھی ہے مگر جہیز وغیرہ زیادہ نہیں ملے گا۔''

''تم انہیں بتا دیتیں کہ اگر لڑکی ہمارے حساب سے ہوئی تو ہم از خود جہیز نہیں لیں گے۔''

''ہاں اماں، یہ بات تو میں نے کہہ دی تھی۔''

''اور سب سے بڑی بات یہ کہ تم نے سرمد کی پہلی شادی اور طلاق کے بارے میں بھی آگاہ کر دیا۔''

''اماں......سطوت آپا کا تعلق میری سسرال سے ہوتا ہے۔ سرمد کے ولیمے میں وہ آئی تھیں، سرمد اور سہانی کو انہوں نے دیکھا تھا اور جب یہ شادی ختم ہوئی تو انہوں نے مجھ سے از خود کہا تھا کہ ایک بہت اچھی لڑکی میری نظر میں ہے۔ وہ سرمد کے لئے بہترین رہے گی اور تمہاری فیملی کے لئے بھی ایک اچھی بہو ثابت ہوگی۔''

''سطوت کو تو میں نے دیکھا ہے۔ بہت سمجھدار خاتون ہیں۔''

''دُعا کریں اماں! وہ لڑکی ہمیں اچھی لگے اور اس کے گھر والوں کو ہمارا بھائی پسند آ جائے تو سکون آ جائے گا۔''

''سرمد تو خیر کسی کو ناپسند ہو ہی نہیں سکتا۔ ایسا شہزادہ سا میرا بیٹا ہے، کون سی خوبی ہے جو اس میں نہیں۔'' اماں نے زعم بھرے لہجے میں کہا۔

''سرمد کی یہ بہر حال دوسری شادی ہے مگر اس لڑکی کی تو یہ پہلی شادی ہوگی ناں، ہو سکتا ہے انہیں اس پر کوئی اعتراض ہو جائے۔''

''نہیں کریں گے کوئی اعتراض......اس کے ساتھ تو کسی بچے کا بھی جھمیلا نہیں ہے اگر دو تین بچے بھی ہوتے تب بھی اس کو کنواری لڑکی مل سکتی تھی۔ ایسے مسائل تو لڑکیوں کے ساتھ ہوتے ہیں مگر لڑکوں کے ساتھ نہیں۔''

''آپ ٹھیک کہتی ہیں اماں۔'' سبین نے اماں کو دوا کھلانے کے بعد اٹھتے ہوئے کہا اور اماں طمانیت سے آنکھیں بند کر کے اس لڑکی کے تصور میں کھو گئیں جو بہت جلد ان کے گھر میں آنے والی تھی۔

''وہ کون تھی؟......کہاں تھی؟'' اس بارے میں ابھی وہ بالکل نہیں جانتی تھیں مگر ان کا دل یہی چاہتا تھا کہ سرمد کے لئے کوئی نیک شہزادی جیسی خوبصورت رکھنے والی لڑکی ان کے گھر میں آ جائے جس سے ان کا بیٹا انہیں خوش باش اور مطمئن دکھائی دے۔

☆☆☆

سلمٰی نے جو کہا تھا وہ کر دکھایا۔ وہ کراچی آ کر ہلٹن ہوٹل میں ٹھہر گئی تھیں اور انہوں نے شہلا کو فون کر کے یہ بتایا کہ وہ کراچی آ گئی ہیں اور کل اسکول سے واپسی پر تم ان کے پاس آنا۔

''جی......'' وہ کھانا کھاتے ہوئے صرف اتنا ہی کہہ سکی تھی۔ رضی صاحب کی پوری توجہ اسی کی جانب تھی، انہوں نے دیکھا......فون سننے کے بعد شہلا پریشان ہوئی ہے، اس نے پورا کھانا تک نہیں کھایا تھا۔ پانی کا گلاس چڑھا کر وہ اپنے کمرے میں آ گئی تھی اور بستر پر بیٹھی یہی سوچ رہی تھی، امی سے جا کر ملے یا نہیں۔

رضی صاحب اس کے کمرے میں کھنکار کر داخل ہوئے مگر وہ اپنے خیالوں میں اتنی ڈوبی ہوئی تھی کہ اسے پتا ہی نہیں چلا کہ اس کی پشت کے دروازے سے اس کے والد اس کے کمرے میں داخل ہو کر اسے گہری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

''کس کا فون تھا شہلا؟'' انہوں نے اس سے پوچھا۔

''امی کا......'' وہ باپ کی جانب رخ کر کے بولی۔

''تو تم اتنی پریشان کیوں ہو رہی ہو؟''

''وہ کراچی میں ہیں، ہوٹل میں ٹھہری ہوئی ہیں اور کہہ رہی ہیں میں ان سے جا کر ہوٹل میں ملوں۔''

''تو جا کر مل لو......وہ تمہاری ماں ہیں، ان سے ملنا کوئی معیوب بات تھوڑی ہے۔''

''مگر میں کس طرح جا سکتی ہوں، یہاں امی کو اگر پتا چل جائے کہ میری سگی ماں زندہ ہیں تو وہ آفت مچا کر رکھ دیں گی۔''

''گھر میں کسی کو بتانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود بات کر لوں گا۔''

اگلی صبح وہ اسکول جانے کے لئے تیار ہو رہی تھی کہ رضی صاحب نے اس سے بلند آواز میں کہا۔

''شہلا بیٹا آج میں تمہیں اسکول سے لے لوں گا۔ ہمارے دفتر کے باس کی بچی کا امتحان ہے۔ تم میرے ساتھ چلنا، دو تین گھنٹے اسے ذرا ٹیسٹ کی تیاری کروا دینا۔ شام کو ہم باپ بیٹی آ جائیں گے۔''

''آج تو آپا کی روٹی پکانے کی باری تھی۔'' چھوٹی بہن نے ہنس کر کہا۔

''آج آپا کھانا کھائے گی اور نہ تمہارے ابو......'' رضی صاحب نے ہنس کر کہا۔ شہلا نے باپ کو تشکر آمیز انداز میں دیکھا جیسے کہہ رہی ہو کہ آپ نے تو میری مشکل حل کر دی۔

''ہاں بیٹا...... میں تمہیں موبائل کر دوں گا اور اسکول سے چھٹی پر میں تمہیں ہوٹل تک چھوڑ دوں گا اور جب تم آنا چاہو تو مجھے رنگ کر دینا، میں وہیں نیچے ہوٹل میں تمہیں مل جاؤں گا۔''

''ٹھیک ہے ابو......'' اس نے بڑی سی چادر لپیٹی اور اسکول جانے کے لئے باہر نکل گئی اور رضی صاحب اخبار پھیلا کر بیٹھ گئے۔ وہ بظاہر اخبار پڑھ رہے تھے مگر ان کا ذہن سلمٰی کی جانب تھا۔

''یہ اب بیٹی کا پیار کیوں امڈنے لگا۔ جب وہ گئی تھی تو کس انداز میں بیٹی سے ملی تھی کہ وہ بھی اپنی ماں سے متنفر ہو گئی تھی۔ اب یہ سلمٰی کراچی کیوں آ گئی ہے؟ یہاں آ کر وہ اپنا کون سا پلان پورا کرنا چاہتی ہے کیا وہ میری بیٹی کو مجھ سے چھیننے تو نہیں آئی؟'' انہوں نے سوچا اور یکبارگی اخبار ان کے ہاتھ میں کانپنے لگا۔

☆☆☆

نادیہ جب اپنے میکے سے آئی تو اسے معلوم نہیں تھا کہ اس کے پیچھے اس کی ساس نے کوئی طوفان بھی اٹھایا ہوگا۔ یوں بھی وہ رات گئے آئی تھی۔ ممی اپنے کمرے میں تھیں، سہانی بھی باہر نہیں تھی۔ ہاں پاپا لاؤنج میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ انہوں نے اس کے سلام کا جواب گرمجوشی سے دیا تھا اور بلو کو پیار کر کے پھر کافی پینے میں مگن ہو گئے۔ وہ اپنے کمرے میں چلی آئی۔

سکندر کوئی پروگرام اپنے بیڈ پر لیٹے دیکھ رہے تھے۔ بلو کو انہوں نے پیار سے اپنے پاس لٹا لیا تھا مگر نادیہ سے کوئی خاص بات نہیں کی تھی۔ نادیہ کو سکندر کی بھی کسی بات یا رویے سے یہ اندازہ نہیں ہوا تھا کہ اس کے پیچھے گھر میں بھونچال آیا ہو۔

اگلے دن روٹین کے مطابق وہ اٹھی، سکندر دس بجے کے قریب اپنی فیکٹری چلے گئے۔ پاپا کے ساتھ اس نے ناشتا کیا، ممی دیر سے اٹھنے کی عادی تھیں۔ وہ بارہ بجے کے قریب جب اپنے کمرے سے باہر آئیں تو نادیہ نے ان سے پوچھا۔

''ممی آپ اس وقت ناشتے میں کیا لیں گی؟''

''کچھ بھی نہیں......''

وہ اکثر دیر سے اٹھنے کے باعث ناشتا نہیں کیا کرتی تھی، اس لئے نادیہ کو ان کے اس جواب سے کوئی حیرت بھی نہیں ہوئی۔ وہ بلو کو نہلا کر اپنے کمرے میں بیٹھی اسے کسٹرڈ کھلا رہی تھی، تب ہی ملازمہ اس کے کمرے میں داخل ہو کر بڑے رازدارانہ لہجے میں بولی۔

''باجی جی آپ کو پتا بھی ہے، یہاں آپ کو گھر سے نکالنے کی باتاں ہو رہی تھیں۔'' کوئی اور بات ہوتی تو نادیہ اسے ڈانٹ دیتی، ملازموں سے راز و نیاز کرنا اسے کبھی پسند نہیں تھا مگر یہ تو بات ہی اس کے حوالے سے ہو رہی تھی، وہ کتنی ہی اصول پسند سہی۔ اس معاملے سے اپنے آپ کو لاعلم نہیں رکھ سکتی تھی۔

''زبیدہ میں تمہارا مطلب سمجھی نہیں...... میں اپنے گھر سے بھلا کہاں جاؤں گی؟'' اس کا چہرہ بھی اس کے لہجے کی طرح حیرت زدہ سا تھا۔

''آپ تو اپنے میکے گئی ہوئی تھیں، یہاں بڑی بیگم صاحبہ نے سکندر بھائی کو بولا...... تم اپنی بیگم کو میکے چھوڑ کے آؤ پھر میں دیکھوں گی کہ وہ کیسے اپنے بھائی کی شادی چھوٹی بی بی سے نہیں کرتی۔''

''یہ کب کی بات ہے؟'' بے اختیار اس نے پوچھ لیا۔

''پرسوں رات بڑی بیگم خوب زور زور سے بول رہی تھیں۔ سکندر بھائی چپ کر کے سن رہے تھے۔ ہاں پاپا جی نے منع کیا تھا ایسا کرنے کو، بڑے چنگے آدمی ہیں وہ۔''

''ٹھیک ہے دیکھا جائے گا۔'' وہ اپنے اتھل پتھل کرتے دل کو سنبھالتے ہوئے بولی۔

''دل تو اس کا یہی چاہ رہا تھا اس کے سامنے ہی رونا شروع کر دے مگر وہ اپنے آپ پر اس وقت تک قابو پاتی رہی جب تک زبیدہ اس کے کمرے کی صفائی کرتی رہی اور اس کے جاتے ہی اپنا کمرہ لاک کر کے اس نے رونا شروع کر دیا۔ اب اگر عامر سہانی سے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا تو اس میں بھلا اس کا کیا دوش تھا۔

اسے ممی کی بے رخی کا اندازہ اب ہونے لگا۔ آج انہوں نے اس کے سلام کا جواب بھی نہیں دیا تھا۔ نہ ہی بلو کو

پیار کیا تھا۔ اس نے انہیں دیکھ کر ہاتھ بھی بڑھائے تھے مگر وہ اسے نظر انداز کرتے ہوئے کچن میں چلی گئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ اورنج جوس پیتی ہوئی اسے نظر آئی تھیں، گویا اس کے ہاتھ سے کچھ لینا اب انہیں گوارا نہیں تھا۔ ممی کا لہجہ اور چہرہ دونوں ہی پھولے پھولے سے تھے اور خفگی کا رچاؤ صاف نظر آ رہا تھا۔ جسے وہ پہچان نہیں سکی تھی۔

دوپہر کو وہ پاپا کو کھانا دینے اسٹڈی روم میں گئی تو وہ ہمیشہ کے سے انداز میں ملے۔ ان سے باتیں کر کے اسے یہ شبہ تک نہیں ہوا کہ اس گھر کے اہم ترین لوگ اس سے ناراض ہیں۔ وہ کسی کام سے راہداری کے کونے تک گئی تو سہانی کی آواز اسے سنائی دی۔ وہ شاید کسی سے فون پر بات کر رہی تھی۔

''اس کی اوقات ہی کیا ہے، جمعہ کو وہ اپنے گھر میں ہوگی۔'' جملے کے اختتام پر وہ ہنس رہی تھی۔

''آج بدھ تھا اور بیچ میں صرف ایک دن باقی تھا اور اس کے بعد میں اپنے گھر چلی جاؤں گی۔'' وہ جو یہ سوچ کر اپنے کمرے سے نکلی تھی کہ کھانا لے کر وہ اپنے بیڈ روم میں کھائے گی، وہ چپ چاپ واپس اپنے کمرے میں آ گئی۔

آنسوؤں کے گولے اس کے حلق میں پھنس رہے تھے۔ کھانے کی کہاں گنجائش باقی تھی۔ شاداب بیگم کی تیوریاں اسے دیکھ کر چڑھ گئیں وہ جو بیٹھی چائے پی رہی تھیں۔ اسے دیکھ کر اپنے کمرے میں چلی گئیں اور ملازم پر چیخ کر بولیں۔ ان کی چائے کمرے میں پہنچائی جائے۔

''اف...... ممی کو میری صورت تک دیکھنا اب گوارا نہیں۔''

سکندر آفس سے آئے تو سیدھے ماں کے کمرے میں چلے گئے۔ ان کے کمرے سے ہنسنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

نہ جانے وہ کیا پلان بنا رہے تھے یا...... اس کے جانے کے بعد کی کوئی نئی منصوبہ بندی ہو رہی تھی۔ دو تین گھنٹے بعد جب سکندر ماں کے کمرے سے نکلا تو اس کے جملے کا آدھا حصہ نادیہ کے کانوں میں پڑا تھا۔

''جی ممی...... میں جمعہ کو آپ کا کام یقیناً کر دوں گا۔''

''اف...... یہ سب لوگ تیار ہو چکے ہیں مجھے نکالنے کے لئے۔'' سکندر جس نے اپنی پسند سے شادی کی تھی، اب وہ اپنی ماں کے اشاروں پر اسے اپنے دل سے تو کیا اپنے گھر تک سے نکال رہا تھا۔ جب سکندر کمرے میں آیا تو وہ چپ چاپ ساکت سی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اور بچہ اس کے پاس کھڑا رو رہا تھا۔

''بچہ روتا ہوا دکھائی نہیں دے رہا؟'' سکندر نے بچے کو اٹھاتے ہوئے اس سے درشت سے لہجے میں کہا۔

اس کا دل چاہا کہ کہہ دے کہ مجھے نہ تو کچھ دکھائی دے رہا ہے اور نہ ہی کچھ سنائی دے رہا ہے۔

''کیا باہر چلو گی......؟'' وہ اس کو یوں رنجیدہ دیکھ کر پوچھنے لگا۔

''آج نہیں......''

''تم نے کپڑے نہیں رکھے۔'' اس نے پاس رکھے بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں یہاں سے کچھ بھی نہیں لے کر جاؤں گی۔''

''کہاں لے کر جانا چاہتی ہو تم؟'' وہ حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس بابت بات کر رہی ہے۔

''صرف ایک چیز لے جانا چاہتی ہوں اپنے ساتھ۔'' وہ سسکتے ہوئے بولی۔ ''مجھے امید ہے کہ اس معاملے میں تو

آپ میرا ساتھ ضرور دیں گے۔"

"میں سمجھا نہیں......" وہ الجھ کر اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں ببلو کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہوں۔"

"تم ببلو کو کہاں لے جانا چاہتی ہو؟"

"میں اسے اپنے ساتھ رکھوں گی۔ امی کے گھر میں اسے کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور آپ جب چاہیں ببلو سے ملنے آسکتے ہیں۔" آنسو اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے اور وہ ملتجی سے لہجے میں سکندر سے کہہ رہی تھی۔

"تم سے کس نے کہا ہے کہ ببلو تم سے چھینا جا رہا ہے۔"

"آپ لوگ جمعہ کو مجھے گھر سے نکال رہے ہیں تو پلیز میرا بچہ مجھ سے نہ چھینیں۔"

"یہ تم سے کس نے کہا۔"

"عامر بھی تو سہانی سے شادی نہیں کر رہا ہے، اس کی سزا تو مجھے بھگتنا ہوگی۔"

"نادیہ تمہیں کون سزا دے سکتا ہے؟" سکندر نے اس کے دونوں ہاتھوں کو تھامتے ہوئے کہا۔

"آپ......پ!" اس نے نظریں جھکائے جھکائے کہا۔

"اپنی بہن کی حالت اور ماں کے غم و غصے سے متاثر ہو کر میں نے سوچا تو واقعی یہی تھا اور شاید یہ سب میں کر بھی لیتا......مگر جب میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ میں تو زندگی کا ایک پل تمہارے بغیر نہیں گزار سکتا، پوری زندگی تو بعد کی چیز ہے۔" "مگر ممی مجھ سے ناراض ہیں......بات تک نہیں کر رہیں۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تم ممی کو جانتی ہو، وہ زیادہ دیر تم سے ناراض نہیں رہ سکتیں۔"

"مگر سہانی تو کہہ رہی تھی کہ جمعہ کو وہ اپنے گھر میں ہوگی۔"

"ارے وہ گاڑی کی بات کر رہی ہوگی۔ میں نے اپنے لئے جو گاڑی بک کروائی تھی وہ سہانی کو دے دی تاکہ اس کا آف موڈ بہتر ہو جائے۔ وہ اس کے بارے میں کسی سے بات کر رہی ہوگی۔ وہ واقعی جمعہ کو آئے گی۔"

"میں تو ڈر ہی گئی تھی۔" وہ اپنے آنسو ہاتھ کی پشت سے پونچھتے ہوئے بولی۔

"نادیہ......شہر دل میں کسی کو بسانا تو آسان ہوتا ہے مگر اسے نکالنا خاصا مشکل ہوتا ہے اور خصوصاً جن سے ہم محبت کرتے ہوں تو ہماری یہ دلی خواہش ہوتی ہے کہ جب تک زندہ رہیں ان سے ہمارا ناتا ٹوٹنے نہ پائے۔" سکندر گمبھیر آواز میں اس سے کہہ رہا تھا۔ اس کا ایک ایک لفظ امرت بن کر نادیہ کے کانوں میں پڑ رہا تھا اور سرشاری ہنستی مسکراتی نادیہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سب کو چیخ چیخ کر بتائے۔

"سکندر میرا ہے......میرا اپنا...... مجھے اپنے دل اور اپنے گھر سے کبھی باہر نکالنے کے بارے میں سوچ ہی نہیں سکتا۔"

ادھر سکندر شرمندہ سا سوچ رہا تھا۔ "اچھا ہوا کہ اپنے دوست سے مشورہ کر لیا......ورنہ جذباتی پن میں کوئی الٹا سیدھا قدم اٹھا لیتا تو زندگی بھر کا روگ پال لیتا۔"

☆☆☆

سلمیٰ اس کو دیکھ کر یوں خوش تھی جیسے کسی بچی کو اپنا من پسند کھلونا مل گیا ہو۔ "شہلا تم اسکول سے تھکی ہاری آرہی

ہو، یہ کھانا کیوں نہیں کھا رہی ہو؟"

"امی......آپ نے اتنا زیادہ کھانا منگوا لیا ہے جو کئی لوگوں کے لئے کافی ہوگا۔ ایک پلیٹ چاول کھا کر میرا تو پیٹ بھر گیا۔ اب روٹی کیسے کھا سکتی ہوں۔"

"اچھا جتنا تم کھا سکتی ہو کھا لو، باقی میں پیک کروا کے دے دیتی ہوں، تم اپنے ساتھ لے جانا۔"

"نہیں امی......میں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتی اگر ساتھ لے گئی تو کیا تاویلیں دیتی پھروں گی۔"

"کیا گھر کے لوگ پوچھیں گے کہ کھانا کیوں لائی ہو۔"

"ہاں......کہاں سے خریدا...... کتنے کا خریدا...... کس حساب سے خریدا......سالن سستا تھا تو کم کیوں لیا، چاول مہنگے تھے تو زیادہ کیوں لئے۔ اس قسم کی باتیں مڈل کلاس گھرانوں میں عام ہیں۔"

"تمہیں گھر میں آرام کرنے کے لئے وقت ملتا ہے یا گھر جا کر کام میں جت جاتی ہو؟"

"کھانا کھا کر نماز پڑھ کر تھوڑی دیر آرام کرتی ہوں، عصر کے وقت سے ٹیوشن پڑھنے والے بچے آجاتے ہیں جو مغرب کے بعد جاتے ہیں۔"

"ٹیوشن پڑھانے سے تو تم تھک جاتی ہوگی۔"

"نہیں امی ایسی بات نہیں ہے۔ بچوں کے ساتھ میرا وقت اچھا گزرتا ہے اور میں اپنے آپ کو فریش محسوس کرتی ہوں۔"

"شہلا میرا دل چاہ رہا ہے کہ تمہارے گھر میں ایک بار آؤں۔"

"وہاں آکر آپ کیا کریں گی؟" بظاہر وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی مگر اس کا دل دکھ سے پھٹا جا رہا تھا۔

"میں تمہارا کمرہ دیکھنا چاہتی ہوں تاکہ جب یہاں سے جاؤں تو میرے تصور میں تمہارا ہر رنگ اترے، ہر انگ کے ساتھ۔"

"میں آپ کا تعارف کیا کہہ کر کرواؤں گی۔"

"تم کہہ دینا، یہ میری خالہ ہیں۔"

"ان لوگوں کو تو یہ پتا ہے کہ میرا ننھیال غریب ہے اور آپ کی شکل سے ہی امارت کا پتا چلتا ہے۔"

"میں سمپل سی آؤں گی اور کہہ دوں گی...... میرے میاں کا پرائز بونڈ نکل آیا تھا۔ اس لئے ہمارے حالات بہتر ہو گئے یا بچے کو دبئی میں جاب مل گئی۔" شہلا ان کی باتیں سن کر کھلکھلا کر ہنس پڑی اور سلمیٰ اس کو غور سے دیکھنے لگی۔ ہنستی کھلکھلاتی سی شہلا کتنی پیاری لگ رہی تھی۔ موتی کی طرح چمکتے ہوئے دانت کتنے اچھے لگ رہے تھے۔ اس کی آنکھوں میں نہ جانے کیا خاص بات تھی، اس کے چہرے کے ساتھ ساتھ آنکھیں بھی ہنستی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ سلمیٰ کو تو یوں لگا جیسے شہلا کے چہرے پر اجالا سا پھیل گیا ہو۔

"میرے گھر آنے پر تمہارے پاپا کو تو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"نہیں......وہ ایسے نہیں ہیں، انہیں میری خوشی ہمیشہ عزیز رہتی ہے۔" اس کے لہجے میں خوشگوار سا احساس تھا۔

سلمیٰ کے دل میں چھن سے کچھ ٹوٹ گیا۔ بیٹیوں کا خیال، ان کی خوشیوں کا احساس تو مائیں رکھا کرتی ہیں اور یہاں یہ سب ایک باپ کر رہا تھا۔

"امی آپ کب آئیں گی؟" سلمیٰ کو خیالوں میں غلطاں دیکھ کر شہلا نے ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

"تم کہو تو میں کل آ جاؤں۔" حالانکہ سلمیٰ کا تو یہ دل چاہ رہا تھا کہ وہ اس سے کہے کہ میں تمہارے ساتھ ہی گھر چلتی ہوں۔

"ٹھیک ہے آپ کل آ جائیں، کل چھٹی بھی ہے۔ آپ سارا دن میرے ساتھ گزاریے گا۔"

"نہیں میں شام کو آؤں گی اور ایک دو گھنٹے ہی ٹھہر پاؤں گی۔"

"آپ کا دل نہیں چاہتا میرے ساتھ بہت سارا وقت گزاریں۔"

"بہت دل چاہتا ہے مگر تمہارے گھر پر اب میرا کوئی حق نہیں رہا۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ، جس گھر میں آپ کی بیٹی رہتی ہے اس گھر پر آپ کو کوئی حق نہیں رہا۔" شہلا کے چہرے سے اس کے دل کی بات اس نے پڑھ لی کہ وہ بے حد دکھی دکھائی دے رہی تھی۔

"یہ بات میں نے اس وجہ سے کہی کہیں تمہاری سوتیلی ماں کو میرا آنا ناگوار نہ گزرے......"

"نہیں ان کو برا نہیں لگے گا۔ یہ بات تو انہوں نے مجھ سے دو تین بار کہی تھی کہ تمہارے ننھیال والے کیسے عجیب و غریب ہیں، اپنی مری ہوئی بیٹی کی اولاد کو کسی بھی موقع پر پوچھنے تک نہیں آئے۔"

"رضی بھی کچھ نہ کچھ تو ضرور کہتے ہوں گے۔"

"نہیں، انہوں نے آپ کے بارے میں کبھی ایسی کوئی بات نہیں کہی۔"

"ٹھیک ہے میں کل شام کو تمہارے گھر ضرور آؤں گی۔"

"اچھا امی، اب میں چلوں، وہ گھڑی پر ایک نظر ڈالتے ہوئے بولی۔"

"کس طرح جاؤ گی تم...... میں استقبالیہ پر فون کر کے کہتی ہوں، تمہارے لئے کوئی ٹیکسی ارینج کر دیں۔"

"نیچے لابی میں پاپا موجود ہیں۔ میں ان کے ساتھ چلی جاؤں گی۔"

"رضی کے پاس گاڑی ہے؟"

"پہلے تھی، اب تو وہ بائیک پر ہی آتے جاتے ہیں۔"

سلمیٰ نے کچھ نہیں کہا مگر ان کے چہرے پر افسوس کے تاثرات شہلا کو نظر آ رہے تھے۔ شہلا نے باپ کو فون پر بتایا کہ وہ نیچے آ رہی ہے اور ماں کو خدا حافظ کہہ کر باہر کو نکل آئی۔ ابھی اس نے ایک قدم ہی بڑھایا تھا، سلمیٰ اس کے ساتھ ہی باہر نکل آئیں۔ شہلا نے استفہامیہ نظروں سے انہیں دیکھا جیسے پوچھ رہی ہوں۔ "کیا آپ مجھے نیچے تک چھوڑنے جائیں گی؟"

"ہاں...... میں اپنی بیٹی کو اکیلی تھوڑی جانے دوں گی۔" وہ جب شہلا کے ساتھ نیچے پہنچی تو رضی صاحب سر جھکائے کھڑے تھے...... وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہاں وہ سلمیٰ کو دیکھ بھی پائیں گے۔

"السلام علیکم......!" سلمیٰ نے دھیمے لہجے میں کہا۔ رضی صاحب نے جواب تو ضرور دیا تھا مگر ان کی آواز خود ان کے کانوں تک نہیں پہنچی تھی نظریں تو بس ایک بار اٹھ کر ان کے پیروں پر ہی گڑ کر رہ گئی تھیں۔

"اگر آپ کو ناگوار نہ گزرے تو ہم کل آپ کے گھر آئیں گے۔" سلمیٰ نے کہا۔

"جی...... ضرور!" وہ بمشکل بولے۔

"آپ پریشان مت ہوئیے، آپ کی پہلی بیوی تو اب حیات نہیں رہیں، ہم شہلا کی خالہ امی بن کر آئیں گی۔"

"بہتر......" اس سے مختصر جواب کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ شہلا جلدی سے بائیک پر بیٹھ گئی۔ سلمیٰ کے سامنے تو رضی سے شاید بائیک ایک ٹھوکے میں بھی اسٹارٹ نہ ہو پاتی۔ سلمیٰ ہاتھ ہلا کر پلٹ گئیں اور رضی نے گہرا سانس لے کر بائیک اسٹارٹ کر دی۔

☆☆☆

اگلے دن شہلا نے اپنے گھر کا چپہ چپہ صاف ستھرا کیا تھا۔ صبح سے ہی اس نے کباب، دہی بڑے، چھوٹے اور بڑا سا کیک بنا کر رکھ لیا تھا۔ سوتیلی ماں بھی اس کی خوشی اور سرشاری کو نوٹ کر رہی تھیں۔

"ہونہہ بھیک منگوں میں سے خالہ آ رہی ہیں۔" وہ دل میں سوچ رہی تھیں۔

ٹھیک پانچ بجے سلمیٰ ان کے بتائے ہوئے ایڈریس پر پہنچ گئیں۔ وہ اپنے ساتھ مٹھائی اور پھلوں کے بہت سارے ٹوکرے لائی تھیں۔ "میں شہلا کی خالہ امی ہوں بہت عرصے میں اپنے شوہر کے ساتھ امریکہ رہی، شوہر کے انتقال کے بعد بچوں کو لے کر کراچی شفٹ ہو گئی ہوں۔ مجھے معلوم نہیں تھا ہماری شہلا کے بہن بھائی کن عمروں کے ہیں...... اس لئے ان کو اپنی پسند کا کوئی گفٹ لینا ہے گا۔" شہلا کے بھائی اور دونوں بہنوں کو انہوں نے دو، دو ہزار روپے دیے، شہلا کی سوتیلی ماں کے لئے وہ عمدہ قسم کے جوڑے اور سونے کے ٹاپس لائی تھیں۔ شہلا کے لئے تو سوٹ کیس بھر کے کپڑے تھے۔ وہ جو اپنی تمام جیولری اور چھوڑ کر آ گئی تھی۔ اس سمیت وہ بہت سی چیزیں اس کے لئے لائی تھیں اور یہ رضی صاحب کے لئے...... عمدہ قسم کے سوٹ کے پیز کے ساتھ ان کے لئے مہنگے قسم کے پرفیوم بھی تھے۔

"بہن آپ نے تو کچھ زیادہ ہی تکلف کر دیا۔ اتنا تو شاید اس کی سگی ماں بھی زندہ ہوتی تو وہ بھی نہ کر پاتی۔"

"سگی ماں تو آپ ہی شہلا کی ہیں۔ آپ نے ہی پالا پوسا، جس نے اس کو پیدا کیا، وہ بدنصیب تو واقعی اس کے لئے کچھ بھی نہ کر سکی۔"

"میرے بچوں کو کچھ عرصے پہلے پتا چلا شہلا ان کی سوتیلی بہن ہے مگر وہ اس سے سگی بہنوں والا ہی پیار کرتے ہیں۔" رضی صاحب...... سلمیٰ بیگم کے سامنے نہیں آئے تھے۔ وہ مستقل اپنے کمرے میں ہی بیٹھے رہے۔

"جاؤ شہلا...... تم اپنے پاپا کو بلا لاؤ۔ تمہاری خالہ کیا کہیں گی۔" ماں نے شہلا کو باپ کو بلانے کے لئے بھی کہا۔

"پاپا کے پاس ان کے آفس کے دوست بیٹھے ہوئے ہیں، وہ انہیں چھوڑ کر کیسے آ سکتے ہیں۔"

سلمیٰ بیگم...... یہ سب باتیں سن تو رہی تھیں مگر نظر انداز کیے، شہلا کی چھوٹی بہن سے گفتگو کر رہی تھیں۔

"آپ کراچی کب تک ہیں؟"

"میں پرسوں جا رہی ہوں اور میری یہ خواہش ہے کہ شہلا میرے ساتھ یہ وقت گزارے۔"

"ہاں، ہاں کیوں نہیں۔"

"اگر آپ اجازت دیں تو میں شہلا کو ابھی اپنے ساتھ لے جاؤں؟ کل شام سات بجے کی میری فلائٹ ہے اسی وقت میں اس کو گھر ڈراپ کرتی ہوئی چلی جاؤں گی۔"

"میری طرف سے اجازت ہے، خالہ اور ماں برابر ہوتی ہیں۔ باقی آپ شہلا سے پوچھ لیجیے۔"

''مگر کل صبح کو مجھے اسکول جانا ہوگا۔'' شہلا نے گھبرا کر کہا۔

''باجی...... ایک دن آپ اسکول کی چھٹی کر لیجیے۔'' گڑیا کو شہلا کی خالہ بہت پسند آئی تھیں، اس لئے وہ جلدی سے بولی۔ وہ چائے پی رہی تھیں۔ شہلا...... باپ کے پاس گھبرائی ہوئی پہنچی۔

''پاپا...... وہ مجھے کل تک کے لئے اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہیں۔'' لہجے میں گھبراہٹ اور پریشانی گھلی ہوئی تھی۔''

''شہلا بیٹا وہ کوئی غیر عورت تھوڑی ہیں، تمہاری ماں ہیں، چلی جاؤ۔''

''آپ کی طرف سے اجازت ہے؟''

''بالکل ہے......'' وہ اس کو دلاسہ دیتے ہوئے بولے۔

''چلئے آنٹی......'' وہ نیچے اپنا بیگ لے کر آئی تو خوش دلی سے سلمٰی بیگم سے مخاطب ہو کر بولی۔

اور ان کی گاڑی کے جاتے ہی شہلا کے بھائی اور بہنیں مٹھائی اور پھلوں کے ٹوکروں کو کھولنے میں لگے، اتنی زیادہ افراط میں مٹھائی اور پھل ان کے ہاں بھلا کب آیا تھا۔

☆☆☆

''رضی تو کہتے تھے، شہلا کا ننھیال کنجوس مکھی چوس لوگوں کا ہے جو غربت کا شکار بھی ہیں مگر یہ خالہ تو بڑی دیالو نکلیں۔ خوب لدی پھندی آئیں اور کیش تک دے کر گئی ہیں۔ کپڑے تو اتنے زیادہ دے گئی ہیں نہ صرف شہلا کے لئے بلکہ گڑیا کی شادی تک میں رکھنے میں آ جائیں گے۔''

''امی...... آپا کے سوٹ کیس میں تو سونے کے سیٹ تک ہیں۔'' شہلا کی چھوٹی بہن، ایک ایک چیز اٹھا کر دیکھ رہی تھی۔ ''سنار کو دکھانے پڑیں گے...... آج کل نقلی زیورات بھی بالکل اصلی دکھائی دیتے ہیں۔ اب وہ اتنی قابل تو نہیں ہو سکتیں کہ لاکھوں کے زیورات اپنی بھانجی کو دے جائیں۔''

رضی صاحب نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بیوی کی باتیں سنیں اور دل میں سوچنے لگے۔

''کاش یہ سلمٰی اتنی پیسے والی نہ ہوتی تو کبھی میرا گھر چھوڑ کر نہ جاتی اور آج میری بیٹی جو دو کشتیوں کی مسافر بنی ہوئی ہے۔ اس کی یہ پریشانی بھی نہ ہوتی جو ذرا سی بات کا فیصلہ خود نہیں کر پاتی۔''

☆☆☆

عامر اپنے آفس میں بیٹھا کام میں مصروف تھا جب ہی چپڑاسی نے اس کے سامنے ایک گلابی لفافہ لا کر رکھا۔ آفس کی ڈاک اس کی سیکریٹری فائل میں لگا کر اسے دیا کرتی تھی۔ یہ لفافہ یقیناً پرائیویٹ تھا جو اسے جوں کا توں دے دیا گیا تھا۔ فون پر بات کرتے ہوئے اس نے لفافے پر نظر ڈالی تو اس پر پرسنل لکھا ہوا تھا۔

''یہ کس کا خط آ گیا......'' اس نے لفافہ پھاڑتے ہوئے سوچا۔ سفید چکنے کاغذ پر لکھے خط پر جب اس کی نظر پڑی تو یکبارگی اس نے اپنا سر تھام لیا۔ اس میں لکھا تھا۔

پیارے عامر......!

نہ ہوتی یاد گر دل میں
تو دل خالی مکاں ہوتا

یہ تنہائی یہ بے چینی
یہ سوزِ دل کہاں ہوتا
نہ میں ہوتی نہ تم ہوتے
نہ دل میں آرزو ہوتی
نہ پچھتاوے نہ غم ہوتے
کوئی آہٹ نہ چونکاتی
کسی کے لوٹ آنے کی
کوئی صورت نہ بر آتی
نہ ہوتی یاد گر دل میں
تو پھر اس دل کا کیا کرتی
نہ ہوتے آنکھ میں آنسو
نہ میں آہیں بھرا کرتی
یہ رعنائی یہ گل بوٹے
یہ سبزے پر پڑی شبنم
یہ سب اپنی کشش کھوتے
نہ ہوتی یاد گر دل میں
تمہاری بے حسی پر
اور تمہاری بے وفائی پر
تمہاری یاد میں کھو کر
تمہیں دل میں بسا کر بھی
نہ کر پائی کوئی شکوہ
نہ کوئی آرزو ہوتی
نہ کوئی جستجو ہوتی
نہ شام غم کی تنہائی
کبھی یوں سرخرو ہوتی
نہ ہوتی یاد گر دل میں
مگر یہ سب نہیں ممکن
یہ سب خوابوں کی باتیں ہیں
اگر سوچو...... تو سمجھو گے
یہ سب یادوں کی باتیں ہیں

وہ یادیں جو میرے دل میں
خوشی کا روپ دھارے
مسکراتی گنگناتی ہیں
مجھے جینا سکھاتی ہیں
کوئی آواز دیتا ہے!
کبھی خوابوں میں آ کر وہ
کوئی نغمہ سناتا ہے
ملن کے گیت گاتا ہے
میں بند آنکھوں سے
اس نغمہ سرا کو
دیکھ لیتی ہوں
اسے پہچان لیتی ہوں
یہ سب جو کچھ کہا میں نے
یہ سب جو کچھ لکھا میں نے
یہ سب ممکن کہاں ہوتا
نہ ہوتی یاد گر دل میں
تمہاری بے حد اپنی سہانی

(کلام: ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی)

"یہ تو تم نے بالکل صحیح کہا ہے کہ یادوں میں تو تم میری ہمیشہ رہو گی مگر میری زندگی میں نہیں کہ اچھی لگنے کے باوجود بھی بہت سی چیزیں...... بہت سے لوگ...... ہمارے لئے تکلیف دہ ہوتے ہیں اور سہانی تمہارا شمار بھی ایسے ہی لوگوں میں ہے۔ اس لئے تمہارے اس محبت بھرے خط کا جواب یہی ہو سکتا تھا۔"

اس نے خط چاک کیا اور پیپر باسکٹ میں ڈال دیا۔ خط کے عامر نے بے شک ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تھے مگر وہ خود ملول ہو گیا تھا۔ کتنی تکلیف دہ بات ہوتی ہے جن سے ہم محبت کرتے ہیں اور جن کو پا سکنے کے باوجود ہم پانا نہیں چاہتے، نہ سماج بیچ میں اور نہ ہی کوئی دیوار مگر ہم ان کو حاصل کرنا نہیں چاہتے۔ سہانی اس کے من آنگن تک آ گئی تھی مگر اس کے دل کا دروازہ اب اس کے لئے از خود بند ہو گیا تھا۔

"بدنصیب سہانی ہے یا میں خود ہوں۔ میں اس کا فیصلہ نہیں کر سکتا......" عامر نے سوچا اور پھر نیچی رکھی ہوئی فائل کو غور سے یوں پڑھنے لگا جیسے وہ اپنی توجہ خود بٹانا چاہ رہا ہو۔

☆☆☆

سلمیٰ بیگم کے جانے کے بعد اس کا دل عجیب اچاٹ ہو گیا تھا۔ وہ لاہور گئی تھی تو اس کی ماں نے اپنی ممتا پوری طرح نچھاور تک نہیں کی تھی اور کراچی آنے کے بعد وہ اس سے اتنی لگاوٹ کا اظہار کر رہی تھیں کہ وہ ششدر سی ان کو

دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی تھی۔ جس شام وہ اسے اپنے ساتھ لے کر ہوٹل گئی تھیں، وہ ساری رات ان دونوں کی آنکھوں میں کٹی تھی۔ میاں بیوی کی لڑائیاں بھی ہو جاتی ہیں اور کشیدگی بھی ہو جاتی ہے مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ ان میں علیحدگی ہو جائے۔ میرے گھر ٹوٹنے کا نقصان سب سے زیادہ میری بیٹی کو ہوا اسے یہ پتا ہی نہیں چل سکا کہ سگی ماں کی محبت اور چاہت کیسی ہوا کرتی ہے۔ سلمیٰ کے آنسو تو اتر سے بہ رہے تھے اور شہلا کے آنسو اس کے دل پر گر رہے تھے اور آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ "امی جو ہوا سو ہوا، اب تو آپ مجھ سے لیلیٰ جیسی ہی محبت کرتی ہیں ناں!"

"اس سے بھی زیادہ کہ تمہارا حق بھی اس سے زیادہ رہا ہے۔"

"نہیں امی...... ایسی بات نہ کریں، لیلیٰ میری بہن ہے۔"

"شہلا میں سال، چھ ماہ میں کراچی کا چکر لگاتی رہوں گی اور جب تمہارے اسکول بند ہوں، تو تم بھی میرے پاس چلی آنا۔"

"ٹھیک ہے امی......" اس نے رضامندی میں گردن ہلا دی تھی۔

شہلا اسکول کی چھٹی کے بعد بچوں کو پڑھا رہی تھی مگر اس کے ذہن میں سلمیٰ بیگم کی باتیں گھوم رہی تھیں۔ بچوں کو نیا چیپٹر پڑھانے کے بجائے اس نے ان کو کام دے کر ان کی کاپیاں چیک کرنی شروع کر دیں۔ لائبریری کی بڑی سی ٹیبل پر تھوڑے سے فاصلے پر مسز عابدی اپنے گروپ کو فزکس پڑھا رہی تھیں، آج کسی بچے کی والدہ آئی ہوئی تھیں، وہ ان سے بھی بات چیت میں مصروف تھیں۔ شہلا کا ذہن آج بچیوں کو پڑھانے سے زیادہ سلمیٰ بیگم کی باتوں میں ہنوز چکرا رہا تھا۔ "تم کہو تو میں تمہارے ماموں سے بات کروں...... ان کے بیٹے سے اگر تمہاری شادی ہو جائے تو تم ہمیشہ لاہور میں ہی رہو گی اور میری نظروں کے سامنے بھی رہو گی۔"

"نہیں امی...... میں پاپا سے دور نہیں رہ سکتی۔"

"تم مجھ سے دور خوشی خوشی رہ سکتی ہو؟" انہوں نے خفگی بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"امی...... پاپا کے ساتھ اور قریب رہنے کی تو مجھے عادت ہے۔" بے اختیار اس کے لبوں سے نکلا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو تم، تمہیں اپنی ماں کی قربت کی عادت ہی نہیں ہے۔ آج بھی تم بحالت مجبوری میرے ساتھ آئی ہو ورنہ تمہارا دل نہیں چاہ رہا تھا۔"

"یہ بات نہیں ہے۔" امی کی بات سن کر وہ سناٹے میں آ گئی تھی۔

"بالکل یہی بات ہے، اب وہ رو رہی تھیں اور شہلا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ ان کو کس طرح مطمئن کرے۔

"پلیز امی...... آپ چپ ہو جایئے ورنہ میں بھی رونا شروع کر دوں گی۔" شہلا نے ان کے ہاتھ تھام کر کہا۔

تب بے اختیار انہوں نے اس کے ہاتھ چوم لئے تھے اور اس کو اس طرح دیکھنے لگی تھیں جیسے وہ اسے اپنی آنکھوں میں بھر رہی ہوں۔ اور پھر اگلے دن مسز عابدی نے اس سے کہا تھا۔ آج شام وہ اس کے گھر آئیں گی۔ چھٹی ہو جانے کے بعد انہوں نے اس کی ٹیوشن کی چھٹی کروا کے گھر بھی بھجوا دیا تھا۔

شہلا گھر آئی تو گھر بھی صاف ستھرا اور امی بھی یوں تیار تھیں کہ اسے بہت حیرت ہوئی۔ اسے یوں لگا جیسے آج پھر گھر میں امی آ رہی ہوں۔ ان کی آمد کی خوشی میں اس نے گھر کا کونا کونا چمکایا تھا۔ گلدانوں سے کاغذ کے پھول نکال کر فریش پھول تک لگائے تھے۔ "کیا آج آنٹی آ رہی ہیں؟" اس نے گڑیا سے پوچھا۔

''ہاں، آج آنٹی آرہی ہیں۔'' اس نے ہنس کر کہا۔ ''اچھا...... مگر انہوں نے تو مجھے فون پر بتایا تک نہیں؟''

''پاپا کے پاس فون آیا تھا ان کا۔'' گڑیا نے ہنس کر کہا۔ ''پاپا کے پاس......'' اسے حیرت ہوئی۔

''ہاں وہ کہہ رہی تھیں، گھر کا فون نہیں لگ رہا تھا؟''

''اچھا...... یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔''

''ہاں، آپ کو تو ہم سے بھی زیادہ خوشی ہو رہی ہو گی۔'' گڑیا نے ذو معنی لہجے میں کہا۔

''اے...... کیا تمہیں خوشی نہیں ہو رہی۔'' اس نے غصہ دکھاتے ہوئے کہا۔

''میری ایسی کیا مجال......'' گڑیا اپنے دونوں کان پکڑ کر ہنستے ہوئے بولی۔

''میری سمجھ میں نہیں آرہا، کون سے کپڑے پہنوں۔'' شہلا سرشار سے لہجے میں بولی۔

''گرین سوٹ پہن لیں جس پر کامدانی اور ستاروں کا ہلکا سا کام بھی ہے۔''

''نہیں بھئی کسی تقریب میں تھوڑی ناں جا رہی ہوں۔''

''آپ پر اچھا لگے گا۔''

''مگر آج تو مسز عابدی بھی گھر آرہی ہیں اگر وہ آنٹی کے سامنے آگئیں تو کیا کہیں گی کہ ایسی تیار ہو کر بیٹھی جیسے کوئی دلہن ہوں۔''

''کیا مضائقہ ہے۔'' گڑیا نے ہنس کر منہ چڑایا تو وہ ہنستے ہوئے اپنی الماری کی جانب آگئی۔

بلیک شیشے کے کام والا سلکی سوٹ اس نے نکالا۔ یہ سوٹ سلمیٰ بیگم اس کے لئے لاہور سے لائی تھیں۔ سوٹ کے ہم رنگ جیولری تک وہ اس کے لئے لے کر آئی تھیں۔

''آج امی مجھے دیکھ کر خوش ہو جائیں گی۔'' سوٹ کی میچنگ جیولری بھی اس نے پہنی۔ اپنے لمبے سیاہ بال کیچر لگا کر کھول لئے۔ تیار ہو کر جب اس نے آئینے پر ایک نظر ڈالی تو خود کو دیکھ کر اسے حیرت سی ہوئی۔

''کتنی پیاری لگ رہی تھی وہ۔''

بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں آج اس نے مدتوں بعد مسکارا لگایا تھا اور آنکھوں میں کاجل کی تحریر لگائی تھی۔ وہ کمرے سے باہر آئی تو پاپا نے اسے دیکھ کر بے اختیار ماشاءاللہ کہا اور وہ شرما گئی۔

کال بیل ہوئی تو وہ بھاگ کر دروازہ کھولنے آئی۔ اس کا خیال تھا سلمیٰ بیگم آگئیں مگر اس کے سامنے مسز عابدی، سین کے ہمراہ کھڑی تھیں۔ ''آیئے......'' وہ انہیں ڈرائنگ روم تک لے کر آئی۔

''آج میری آنٹی لاہور سے آرہی ہیں...... میں یہ سمجھی کہ وہ آگئیں۔'' شہلا نے مسز عابدی سے کہا۔

''اچھا...... کیا آج سلمیٰ بیگم بھی آنے والی ہیں۔'' مسز عابدی نے پوچھا۔

''ہم نے تو آپا سے مذاق کیا تھا......'' گڑیا نے مسز عابدی کے سامنے ہنس کر کہا۔

''جب ہی تو آپا یوں جھٹ پٹ تیار ہو گئیں۔'' اب گڑیا ہنس رہی تھی اور شہلا اس کی بات پر صرف مسکرا کر رہ گئی تھی۔

رضی صاحب بھی آگئے تھے اور مسز عابدی کے ساتھ ساتھ ان کی دوست سے بھی باتیں کر رہے تھے۔ امی اس کے سلیقے کی کہانیاں سنا رہی تھیں اور وہ سین دیکھتے ہوئے یہ سوچے چلی جا رہی تھی، میں نے ان صاحبہ کو کہاں دیکھا ہے اور پھر اسے یاد آیا تو وہ اچانک بولی۔ ''آپ ایک مرتبہ ہمارے اسکول بھی آئی تھیں ناں؟''

''ہاں سطوت آپا سے ملنے آئی تھی۔ یہ میرے میاں کی کزن ہی نہیں ہیں، ہماری بہت اچھی آپا بھی ہیں۔''

''مسز عابدی تو میرے لئے بھی بڑی بہن جیسی ہیں۔ اسکول میں میرا زیادہ تر وقت ان کے ساتھ ہی گزرتا ہے۔''

''جب ہی تو ہم آج آپ سے ملنے آئے ہیں۔'' سین نے مسکرا کر کہا۔ ''مجھ سے ملنے؟'' شہلا نے حیرت سے کہا۔

''ہاں بھئی...... آپ سے ملنے، آئندہ ہفتے ہماری اماں بھی آئیں گی۔'' مسز عابدی کی آنکھوں کی چمک سے اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ کس سلسلے میں آئی ہیں۔ وہ دوان کے سامنے بیٹھی ہر موضوع پر باتیں کئے جا رہی تھی...... بالکل چپ ہو کر رہ گئی اور پھر کوئی بہانہ کرتی ہوئی کمرے سے غائب ہو گئی۔

☆☆☆

وہی کمرہ تھا مگر اس کی سیٹنگ بالکل دوسری تھی...... سلمیٰ بیگم نے وائٹ کلر کا بڑا خوبصورت بیڈ روم سیٹ دیا تھا جس کا بیڈ چھپر کٹ اسٹائل کا تھا اور قدرے اونچا سا تھا...... چھپر کٹ پر چڑھنے کے لئے تین ٹرانسپیرنٹ سیڑھیاں تھیں۔ جس میں ایک سیڑھی کے اندر گلاب کے پھول بھرے ہوئے تھے یقیناً وہ آرٹیفشل پھول تھے جو بڑی خوبصورتی سے ارینج کئے گئے تھے۔ دوسری سیڑھی میں گولڈن ستارے تھے اور تیسری سیڑھی کے اندر سے جھانکتے ہوئے سلور چھوٹی چھوٹی سی بالز نظر آرہی تھیں...... سین اسے کمرے میں چھوڑ کر جا چکی تھی شہلا کمرے میں رکھے ہوئے صوفے پر بیٹھی تھی...... سرمد اس کے مد مقابل صوفے پر بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔

''مجھے نہیں معلوم میرے گھر والوں نے میرے بارے میں آپ کو مکمل طور پر باخبر کیا ہے یا نہیں......'' سرمد سنجیدگی سے کہتے ہوئے لمحے بھر کے لئے رکا۔ شہلا اس کی جانب متوجہ تھی اور دل میں قدرے حیران بھی کہ نجانے وہ اس سے کیا کہنے والا ہے! ''میں نے سہانی سے اپنی پسند سے شادی کی تھی اگرچہ گھر والوں کی مرضی نہیں تھی مگر میری ماں نے اس وجہ سے اسے قبول کر لیا تھا کہ وہ میری پسند تھی۔''

''مجھے معلوم ہے......'' اس نے دھیمے سے کہا۔ ''سہانی وہ عورت تھی جسے شوہر کی خوشی اور خواہش کبھی عزیز نہیں رہی...... وہ ہمیشہ اپنی مرضی چلانے کی خواہش مند رہی۔''

''مجھے یاد نہیں میرے والد کا کب انتقال ہوا...... میں اتنا چھوٹا تھا کہ مجھے ان کی شبیہہ بھی یاد نہیں...... میری ماں نے مجھے پالا پوسا اور اس قابل بنایا اب اس بڑھاپے میں، میں ان سے الگ رہنے کی بابت سوچ بھی نہیں سکتا جب کہ وہ بیمار بھی ہوں۔'' کچھ توقف سے وہ پھر بولا۔ ''میں آپ سے یہ نہیں کہوں گا کہ آپ میری ماں کی خدمت کریں مگر آپ تھوڑا سا ٹائم تو ان کے ساتھ گزار سکتی ہیں۔ ایک بوڑھی اور بیمار عورت نوکروں سے باتیں کرنے کے بجائے اپنے بچوں سے باتیں کر کے زیادہ خوشی محسوس کرتی ہیں یوں تو کسی کی زندگی کا کچھ پتا نہیں...... مگر میری ماں جو بیمار بھی ہیں اور عمر کے اس دوراہے پر ہیں...... کہ بہت زیادہ سال تو وہ جی بھی نہیں پائیں گی اور......''

''اللہ نہ کرے، آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں......'' شہلا نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''اللہ تعالیٰ انہیں طویل عمر اور کلی صحت عطا فرمائے...... میرے بارے میں بھی شاید آپ کو کچھ باتیں پتا نہ ہوں میں بھی آپ کو بتانا چاہوں گی۔'' سرمد کو یوں لگا جیسے وہ کہنے والی ہو کہ میری بھی اس سے قبل ایک شادی ہو چکی تھی اس لئے وہ اس کے بولنے سے پہلے ہی بول پڑا۔ ''اگر آپ کا بھی یہ عقدِ ثانی ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔''

''اللہ نہ کرے جو میرا عقدِ ثانی ہو۔'' وہ خفگی بھرے لہجے میں بولی۔ ''تو پھر آپ کیا بتانا چاہتی ہیں۔''

''میرے والد نے دو شادیاں کیں مجھے سوتیلی ماں نے پروان چڑھایا...... میری سگی ماں نے مجھ سے کوئی رابطہ نہ رکھا ان کی بھی دوسری شادی ہوگئی...... بچے ہوئے پھر وہ بیوہ ہوگئیں۔ میں نے آج سے آٹھ ماہ پہلے پہلی مرتبہ دیکھا اور اب ان کے دل میں میری محبت ایسی جاگ گئی ہے کہ وہ روزانہ مجھے کئی کئی بار فون کرتی ہیں ان کا بس نہیں چلتا کہ مجھ پر اپنی ہر چیز لٹا دیں...... پلاٹ، فلیٹ اور گاڑی انہوں نے زبردستی مجھے دی ہے۔ یہ بات تو سطوت آپا نے سین باجی کو بتائی ہے۔'' اس نے مزید کہا۔

''اصل بات یہ ہے کہ میری سوتیلی ماں ان کو میری خالہ سمجھتی ہیں جبکہ وہ میری اصلی ماں ہیں۔''

''تو اس میں خاص کیا بات ہے؟'' سرمد کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس بات کا مطلب کیا ہے۔

''میرا مطلب یہ ہے کہ آپ کو میرے متعلق ہر ہر بات بالکل سچی معلوم ہونی چاہئے...... جو باتیں مجھے معلوم ہیں آپ کو بھی ان سے آگاہی ہونی چاہئے۔''

''میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ میرے بارے میں بھی تم کسی پہلو سے غافل نہ رہو۔''

''ایک بات اور......'' وہ کچھ کہتے ہوئے رکی یہ سوچ کر...... کہ سرمد کیا سمجھیں گے کہ کس قدر بک بک کرنے والی دلہن ملی ہے۔ ''ہم اپنا بیڈروم نیچے فلور پر رکھیں گے...... اماں کے کمرے سے ملحق کمرے کو اپنا بیڈروم بنائیں گے۔''

''مگر میرا کمرہ تو ہمیشہ اوپر ہی رہا ہے......'' اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''مگر اب آپ ان کے قریب رہیے...... ان کو اس سے تقویت حاصل ہوگی اور تقویت ملٹی وٹامنز کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ماں کی قربت، ماں کی محبت اور ماں کی دُعائیں...... میری زندگی میں بے حد اہمیت رکھتی ہیں اور اس میں کمی کسی صورت نہیں چاہوں گی۔ میں کبھی نہیں چاہوں گی کہ میں ماں سے دور رہوں۔'' اور جب اگلے دن ان کے کمرے کی سیٹنگ نیچے ہوئی اور شہلا، اماں کے کمرے میں آ کر بیٹھی تو اماں کے چہرے پر مسرتوں کے ہزار ہا چراغ روشن ہوگئے۔

''اللہ میرے گھر کو نظرِ بد سے بچانا۔'' انہوں نے بے ساختہ دُعا مانگی۔

دوسری جانب سرمد سوچ رہا تھا میں نے سہانی کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے دل کا مکین بنایا اور خود ہی اسے دل کے دروازے سے باہر نکال دیا وہ جب تک رہی میں یہی سوچتا رہا کاش یہ ایسی ہو جائے جیسا کہ میں چاہتا ہوں، کاش کہ یہ ویسی ہو جائے جیسا کہ میں سوچتا ہوں مگر میری اس نے کبھی ایک بات دل سے نہیں مانی اور ایک یہ شہلا ہے...... جس کے گُن اس کے سوتیلے بہن بھائی گا رہے ہیں اور سوتیلی ماں بھی......!

اسکول کی کولیگز بھی اس کی تعریفیں کرتے نہیں تھک رہیں جو شکل و صورت میں بھی کسی صورت کم نہیں ہے اور اس نے آتے ہی وہ بات کی جو میرے دل میں بھی تھی اور یوں...... وہ آتے ہی مسندِ دل پر براجمان بھی ہوگئی۔

جبکہ حقیقت صرف اتنی تھی کہ شوہر کے دل میں جانے والے تمام راستے...... ان شاہراہوں سے ضرور گزرتے ہیں جن سے وہ حقیقی پیار کرتا ہے اور جو خون کے رشتوں میں گندھے ہوتے ہیں۔

بے وقوف بیویاں وہ شارٹ کٹ اپناتی ہیں جس سے اپنوں کو کاٹ دیا جائے اور عقل مند بیویاں توڑنے کے بجائے جوڑنے پر یقین رکھتی ہیں اور شہلا کا شمار بھی انہی میں سے تھا۔ اسی لئے تو خوشیاں اور کامیابیاں شہلا کے استقبال کے لئے کھڑی ہوئی تھیں۔

...... ختم شد ......